

تفسیر مطهر القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر مطهر و تفسیری
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
مطهر و تفسیر مطهر

مطهر و تفسیر مطهر
مطهر و تفسیر مطهر

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْرَبُ مَرَبِّكَ لَبِيبٌ

”بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے قریبی ہے۔“

تفسیر مظہر القرآن

مترجم و محقق

شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی پوسٹل سروس سائبر

شاہی امام خطیب جامع فتحپوری دہلی

ضیاء القرآن پبلیکیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْرَبُ وَمِنْهُ يُبَيِّنُ

”بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے قریبی ہے“

مظہر القرآن جلد دوم

مُتَرَجِمٌ وَمُحَاشِي

شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد ظہیر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز
شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفسیر مظہر القرآن (جلد دوم)	نام کتاب
شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز	مترجم و مفسر
شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی	
مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ایم۔ اے، ایچ۔ ڈی، اعزاز فضیلت	باہتمام
محمد حفیظ البرکات شاہ	ناشر
قاری اشفاق احمد خان، عبدالستار طاہر	زیر نگرانی
اگست 2007ء	تاریخ اشاعت
ایک ہزار	تعداد
12483	کمپیوٹر کوڈ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلسٹی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7247350-7225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

marfat.com

Marfat.com

﴿ آیاتھا ۱۱۲ ﴾ ﴿ ۲۱ سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ ۷۳ ﴾ ﴿ رُكُوعَاتُهَا ۷ ﴾

سورۃ الانبیاء مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴿۱﴾ مَا يَأْتِيهِمْ
مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ شَأْنِهِمْ مُّحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَبَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۲﴾
لَا هِيَ قُلُوبُهُمْ ط وَأَسْرُ وَالنَّجْوَى ط الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا
بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ ج أَفَتَأْتُونَ السَّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿۳﴾

لوگوں کا حساب ۱۔ (اعمال کا وقت) نزدیک آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ۱۔ جب ان کے پروردگار کی طرف سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر (ایسے اور سے سنتے ہیں کہ اس کے ساتھ) کھیلتے ہوئے ۲۔ ان کے دل (اللہ کی یاد سے) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور ظالموں نے پوشیدہ مشورہ کیا (آنحضرت ﷺ) کی نسبت کہ یہ کون ہیں، ایک تمہیں جیسے آدمی تو ہیں، پھر کیا تم جان بوجھ کر جادو کے پاس جاتے ہو ۳۔

خواص سورۃ الانبیاء: اگر کوئی شخص پریشان یا کسی قسم کے غم میں ہو تو اس سورۃ کو ہر روز تین بار پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ پریشانی و غم دور ہو جائے گا۔ اور جو شخص بعد نماز عشاء سجدہ میں چالیس مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ۗ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ پڑھے اور دعا مانگے ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی اور غم دور ہوں گے، خوشی حاصل ہوگی۔

قریش کو اللہ تعالیٰ کی تشبیہ

۱۔ شان نزول: مشرکین مکہ نے دین ابراہیمی کو بگاڑ کر بت پرستی اور طرح طرح کی خرابیاں اس میں پیدا کر لی تھیں۔ جب قرآن شریف میں بت پرستی اور اس کی خرابیوں کی مذمت روز بروز اترنے لگی تو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی نسبت طرح طرح کی باتیں اور مشورے کرتے تھے۔ کوئی جادوگر کہتا تھا، کوئی شاعر کہتا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح شاعر لوگ اپنے

قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ
 الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ
 فَلْيَأْتِنَا بآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ إِلَّا وَلَوْنٌ ۝

نبی نے فرمایا کہ میرا پروردگار آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے (خواہ پوشیدہ کہی جائے خواہ علانیہ) اور وہی خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝ بلکہ یہ ظالم بولے (یہ قرآن): ”پریشان خوابیں ہیں بلکہ انہوں نے خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں پس ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے گلے بھیجے گئے تھے“ (معجزوں کے ساتھ) ۝

شعروں میں خیالی باتیں باندھتے ہیں، ویسی خیالی باتیں قرآن میں ہیں۔ کوئی کہتا تھا: ”اللہ کا رسول آدمی تو نہیں ہو سکتا فرشتہ ہونا چاہئے“۔ کوئی کہتا تھا: ”اگر یہ رسول ہیں تو پہلے رسولوں کی طرح کوئی ایسا تھا، اگر یہ رسول ہیں تو پہلے رسولوں کی طرح کوئی ایسا معجزہ کیوں نہیں لاتے“۔ قریش کی ان باتوں کا جواب رسول اللہ ﷺ نے اتنا ہی دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے آسمان وزمین کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے، وہ تمہاری بے ادبی کی باتوں اور خفیہ مشوروں کو خوب سنتا اور جانتا ہے۔ ایک دن اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔ لیکن قریش کے شبہات جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نسبت تھے، ان کا جواب ادا ہو جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ نبی آخر الزمان ﷺ یہی ہیں۔ دنیا کی مدت ان نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ حساب و کتاب کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لوگ اپنی غفلت ہی میں ہیں، امر حق سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اور ان کے پاس جو اہل کتاب رہتے ہیں، ان سے ان کو پوچھ لینا چاہئے کہ ہمیشہ سے رسول انسان ہی آتے رہے ہیں، فرشتے نہیں آتے۔ اور قریش کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ ایسا بچھلے انبیاء کا سا ظاہر ہونا چاہئے، اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت کی غرض سے شام کے ملک کو جب یہ لوگ جاتے ہیں تو قوم شمو اور قوم لوط کی بہت سی بستیاں ان کو اجڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ پھر ان کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ پہلے رسولوں کے معجزے سے پہلی امتیں قائل ہو سکیں، اور وہ ایمان لے آئیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ انجام ان پچھلی قوموں کا کیوں ہوتا، جو ان کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ طرح طرح کے عذابوں سے وہ قومیں اجڑ گئیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالنے والے بڑے بڑے سرکش مشرکین مکہ میں بڑی ذلت سے بدر کی لڑائی میں مارے گئے، اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تم نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا۔ معتبر سند سے طبرانی میں روایت ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ اب تو یہ قریش نادانی سے رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی شان میں طرح طرح کی بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالتے ہیں، لیکن ان میں سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو سچا اور قرآن کو اللہ کا کلام جانیں گے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان کو جہمی عزت اور ناموری حاصل ہوگی۔

مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ② وَمَا
 أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ
 كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ③ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا
 كَانُوا خَالِدِينَ ④ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَشَاءُ وَ
 أَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ⑤ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا
 تَعْقِلُونَ ⑥ وَكَمْ قَصَبًا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَانَا بَعْدَهَا
 قَوْمًا آخَرِينَ ⑦

اے محبوب! (ﷺ) ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہ لائی تھی جسے ہم نے ہلاک کیا پھر کیا یہ لوگ ایمان لے
 آویں گے ② اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے کہ جنہیں ہم وحی بھیجتے تھے۔ پس (اے منکرو!)
 اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو علم والوں سے دریافت کرو ③ اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے
 تھے جو کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ دنیا میں رہنے والے تھے ④ پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر
 دکھایا تو ہم نے انہیں نجات دی اور جن کو چاہا (نجات دی) اور حد سے بڑھنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ⑤
 بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب اتاری کہ جس میں تمہاری نصیحت ہے۔ پس اے کیا تم نہیں سمجھتے ⑥
 اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ جو ظالم (یعنی کافر) تھیں اور ان کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا ⑦

حضرت شعیب علیہ السلام کی شہادت اور بابل کے بادشاہ کا حملہ آور ہونا

اے ان آیتوں میں نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جو بستیاں رسولوں کی مخالفت کے سبب غارت ہو گئی
 تھیں، ان کا ذکر فرمایا ہے تاکہ قریش مکہ کو عبرت ہو کہ رسولوں کی مخالفت کا نتیجہ ان کے حق میں بھی یہی پیش آئے گا، جو پچھلی
 امتوں کو پیش آیا۔ پچھلی قوم میں جو ہلاک ہوئیں ان قوموں میں سے سب سے آخر جس قوم کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ وہ اللہ کا
 عذاب دیکھ کر بھاگے، تفسیر عبدالرزاق میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے درمیانی

فَلَمَّا أَحْسَوْا بِأَسْنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوا
وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسَلُّونَ ﴿۱۳﴾
قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زِلْتَ بِتِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ
جَعَلْتَهُمْ حَصِيدًا خِدْيِينَ ﴿۱۵﴾

پس جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو وہ اس بستی سے بھاگنے لگے ﴿۱۲﴾ (ہم نے کہا) بھاگو نہیں اور لوٹ کے جاؤ اپنے اسی عیش و عشرت کی طرف جو تمہیں دیئے گئے تھے اور اپنے مکانوں کی طرف بھی واپس (جاؤ) شاید تم سے پوچھا جائے ﴿۱۳﴾ وہ کہنے لگے: ”ہائے خرابی ہماری! بیشک ہم ظالم تھے“ ﴿۱۴﴾ پھر وہ ہمیشہ یہی پکارتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں (نیست و نابود) کر دیا کئے ہوئے کھیت کی طرح بجھے ہوئے انگاروں کی طرح ﴿۱۵﴾

زمانہ میں یمن کے ملک میں شعیب نام کے ایک نبی تھے۔ جب ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور شہید کر ڈالا، تو خدا نے ایک کافر بادشاہ کے ہاتھ سے ان کو سزا دی۔ یعنی بخت نصر بابل کے بادشاہ نے اس قوم کے اوپر چڑھائی کی۔ اس وقت دو دفعہ تو یہ یمن کے لوگ بخت نصر کی فوج پر غالب آئے۔ جب تیسری دفعہ بخت نصر بڑی بھاری فوج لے کا آیا، اس وقت یمن کے لوگ بھاگے، اور فرشتوں نے طعن کے طور پر ان سے یہ کہا کہ اب کیوں بھاگتے ہو، کہ تم لوگ بڑے صاحب ثروت کہلاتے تھے۔ اب کیوں بھاگتے ہو، اپنے اپنے گھروں کو جاؤ شاید تمہارے دوست آشنا نوکر چاکر روپیہ پیسہ خرچ کرتے اور اس عذاب کے ٹالنے کی تم سے کوئی تدبیر پوچھیں۔ یہ بات بھی ان لوگوں کے شرمندہ کرنے کیلئے کہی تھی کہ آج سب چیزیں تم سے چھینی جاتی ہیں۔ تم نے ان کی شکر گزاری نہ کی تھی، اب انہیں دیکھ دیکھ کر حسرت کے ساتھ جان دو۔ اور ان سے سوال ہونے سے یہ مراد ہے کہ تمہارے اموال اور مکانات برباد ہونے کے بعد جو نئی قومیں پیدا ہوں گی، وہ پوچھیں گی: ”یہ کن کے مکانات تھے، اور یہ مکان والے کیونکر ہلاک ہوئے“۔ وہ اپنی بربادی اور ہلاکت کے وقت یوں پکاریں گے کہ افسوس! ہم ظالم تھے، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اس وقت ان کا کہنا کیا فائدہ دیتا تھا۔ وہ یوں پکارتے پکارتے نیست و نابود ہو گئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ انکی جگہ اور قومیں آباد ہیں۔ **مسئلہ:** قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد یا موت کا یقین ہو جانے کے بعد یا عذاب الہی آنکھوں کے سامنے آ جانے کے بعد، یا سانس اکھڑ کر غرانا لگ جائے، ایسی حالت میں کوئی ایمان لائے یا توبہ کرے تو ایسی توبہ قبول نہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِبِيدَ ۖ لَوْ أَرَدْنَا
 أَنْ نَتَّخِذَ لَهَوًا لَا نَتَّخِذُهُ مِنْ دُونِنَا ۚ إِنَّ كُنَّا فَعِلِينَ ۙ ۱۷
 نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۖ وَلَكُمْ
 الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۙ ۱۸

اور اے ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (کھیلنے کیلئے) بے فائدہ نہیں بنایا ۱۷ اگر ہمیں
 کھیل بنانا منظور ہوتا (مثل زن و فرزند کے) تو ہم اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہم کو کرنا ہوتا ۱۸ بلکہ ہم حق کو
 باطل پر پھینک مارتے (یعنی مٹا ڈالتے) ہیں۔ پس حق باطل کا سر توڑ ڈالتا ہے، پھر وہ باطل اسی وقت مٹ جاتا
 ہے اور (اے کفار) تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو ۱۸

۱۔ **شان نزول:** مشرکین اور بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انسان وغیرہ سب چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں، اور آپ ہی
 مرجاتی ہیں، خدا کو انسان کے نیک و بد سے کیا غرض اور رسولوں کے بھیجنے سے کیا مطلب، پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا، اس
 میں کسی کے گناہ یا ثواب کا کیا دخل۔ یہ سب باتیں اسباب ارضی و سماوی سے ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ
 آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ادنیٰ
 سے عقل کا آدمی دنیا میں کوئی کام کرتا ہے تو کوئی مطلب اس کام کے کرنے سے اپنے دل میں ضرور ٹھان لیتا ہے۔ مثلاً کھیتی کرتا
 ہے تو اناج حاصل ہونے کے مقصد سے، باغ لگاتا ہے تو میوہ کھانے کے مطلب سے، مکان بناتا ہے تو رہنے کی نیت سے۔ وہ
 خالق جس نے عقل اور عقل والوں کو سب کو پیدا کیا، اور اس کے دنیا کی پیدائش جیسے بڑے کام کو یہ لوگ کس سمجھ اور عقل سے
 بے فائدہ اور بے مقصد ٹھہراتے ہیں۔ ذرا بھی یہ لوگ اپنی عقل کو کام میں لائیں تو ان کی سمجھ میں آ جائے گا کہ ان کا ان کی
 ضرورت کی چیزوں کا پیدا کرنے والا کوئی ہے، اور اس کا احسان ان پر ایسا پڑا ہے کہ اس نے ان کو نیست سے ہست کر دیا۔ ان
 کی ہر طرح کی ضرورت کی چیزیں مہاکیں۔ اس قدر سمجھ جانے کے بعد خود ان کا دل گواہی دے گا۔ آگے فرمایا کہ اگر ہمیں دنیا
 کے پیدا کرنے سے کھیل اور تماشا منظور ہوتا تو ہمارے ہاں کے مجردات اور توراتی چیزیں جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ
 ہیں، وہ تماشا کے لئے کیا کم تھیں۔ اگر ہم سیر و تماشا کے شوقین ہوتے تو مجردات کے ہی تماشا پر اکتفا کرتے۔ پھر فرمایا کہ ہم
 حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں جس سے وہ باطل مٹ جاتا ہے۔ ان ہی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی غلطی کو بھی
 بیان فرمایا ہے، جو حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ وہ بیان بھی ایسا ہے
 کہ کوئی عقلمند اس کے ماننے میں شبہ نہیں کر سکتا۔ یہ بیہودہ بکواس لگاتے ہیں اس سے ان کی خرابی ہے۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ
 عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۗ ۱۹ ۚ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ۗ ۲۰
 أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ۗ ۲۱ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ
 إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۗ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۗ ۲۲

اور اس کے (مملوک اور اس کا مال) ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ جو اللہ کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں ۱۹ رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں سستی نہیں کرتے۔ کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ۲۰ ان کافروں نے زمین کی چیزوں میں کچھ ایسے معبود بنائے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں ۲۱ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے، پس اللہ عرش کا مالک (ان امور سے) پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں ۲۲

۱۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ آسمان پر فرشتے، زمین پر جنات، اور انسان سب اللہ کے غلام ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے۔ پھر کوئی باپ اپنی اولاد کو غلام بنا کر رکھتا ہے، جو اللہ کی اولاد تھی اور اس نے اس کو غلام بنا کر رکھا۔ جن فرشتوں کو یہ مشرک اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں، ان فرشتوں کا یہ حال ہے کہ اللہ کی عظمت کے آگے وہ بالکل ناچیز، اور ہر وقت اس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ کیا باپ کے آگے اولاد کی یہ شان ہوتی ہے جو اللہ کی عظمت کے آگے فرشتوں کی ہے۔ پھر فرمایا اللہ کی تو وہ قدرت ہے کہ انسان ناپید تھا، اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو پیدا کر دیا۔ مٹی کی بے جان چیزوں پتھر۔ لکڑی وغیرہ کے بت جو ان مشرکوں نے بنائے ہیں، کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ وہ کسی مردہ کو زندہ کر سکتے ہیں۔ وہ تو خود بے جان ہیں، کیا خاک کسی مردہ کو زندہ کریں گے۔ مکہ کے قحط کے وقت ان سے اتنا بھی نہ ہوا کہ مینہ برسا کر اپنے پجار یوں کو قحط کی تکلیف سے بچا لیتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی برکت سے مینہ برسایا۔

حضور ﷺ کی دعا سے باران رحمت

جب مشرکین مکہ نے بہت سرکشی شروع کی تو ایسا قحط پڑا کہ ان مشرکوں کی ساری سرکشی نکل گئی، اور فاقوں کے مارے نہ کھانے کی چیزیں تک کھا گئے۔ اس قحط کے زمانہ میں ان مشرکوں نے اپنے بتوں سے مینہ برسانے کی بہت کچھ التجا کی مگر ایک بوند نہیں پڑی۔ آخر ابوسفیان وغیرہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے مینہ برسانے کی دعا کرنے کی التجا کی، اور اللہ کے رسول ﷺ کی دعا سے مینہ برسا۔ مکہ کے قحط میں بتوں کی اتنی عاجزی اور اللہ کی اتنی بڑی قدرت دیکھنے کے بعد بھی مشرکین مکہ انہی بے جان عاجز پتھر کی صورتوں کو پوجتے رہے، اور آخر اسی حال میں دنیا سے اٹھ گئے۔

۲۔ توحید کی بہترین دلیل: ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اگر آسمان اور زمین میں دو خدا ہوتے تو آپس میں جھگڑے سے

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿۲۳﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ
 إِلَهِةٍ قُلُوبًا تَأْتُوا بِرُحَمَانِكُمْ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِيَ وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي ط
 بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۲۴﴾

اللہ جو کچھ کرے اس سے نہیں پوچھا جاتا اور ان سب سے سوال ہوگا (کیوں کہ جب اس کے بندے ہیں) ﴿۲۳﴾ انہوں نے اور خدا بنا رکھے ہیں، تم فرماؤ: ”اپنی دلیل لاؤ یہ قرآن میرے ساتھ والوں (یعنی میری امت) کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں (یعنی پہلے انبیاء کی امتوں کا تذکرہ ہے بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں جانتے“ پس (یہی وجہ ہے کہ سچائی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں) ﴿۲۴﴾

نہ آسمان رہتا اور نہ زمین رہتی۔ بس پروردگار عالم جو کہ عرش کا مالک ہے، ان کی بیہودہ بکواس سے پاک ہے۔ وہ ایسا مالک اور مختار ہے کہ اس کے فعل کا کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا، اور نہ کوئی اس سے پڑسش کر سکتا ہے۔ اور کافروں سے پڑسش ضرور ہو گی۔ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ یہ لوگ جو چاہیں سو کریں، ان کو کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ بلکہ خداوند کریم نے جو کہ زمین اور آسمان کا بادشاہ ہے، اور اپنی سلطنت کا مختار گل ہے، اس نے اپنی پیشی کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے، اس روز وہ دربار عام کرے گا، اور ہر مجرم کو اپنے سامنے بلا کر اس کے افعال کی باز پڑس فرمائے گا۔ پھر فرمایا انہوں نے اللہ جل شانہ، کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے چند چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ یہ ان کا عظیم جرم ہے، اور جرم کی سزا ان کو اس دربار عام میں ملے گی۔ تمام مخلوقات کے سامنے ذلیل و خوار ہوں گے، اور مشرک اور نجس کہہ کر پکارے جائیں گے۔ کوئی عذر ان کا نہ سنا جائے گا، اور کوئی حیلہ ان کا نہ چلے گا۔ اس بادشاہ اعلم الحاکمین کے جیل خانہ میں جس کا نام دوزخ ہے، بھیج دیئے جائیں گے۔ وہ وہاں اپنے کئے کی سزا پائیں گے، اور طرح طرح کے عذاب اٹھائیں گے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس روز کا خوف دل میں رکھیں اور جو لوگ کہ اس خوف کے مٹانے والے ہیں، ان کی صحبت سے علیحدہ رہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ شرک کو نہیں چھوڑتے تو یہ لوگ اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی پر بتلاتے ہیں۔ اس واسطے اے محبوب ﷺ! ان کو قائل کرنے کے لئے تم ان سے کہو کہ ملتِ ابراہیمی میں شرک کی کوئی سند ہو تو لاؤ اس کو پیش کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو قرآن نازل فرمایا ہے اس میں حال کے اور پچھلے لوگوں کا سب حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شرک کے وبال میں جس طرح پچھلی قومیں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو چکی ہیں، قرآن میں ان کے قصے جگہ جگہ اس بات کے جتلانے کے لئے بیان کر دیئے گئے ہیں کہ حال کے لوگوں میں جو کوئی ان پچھلی قوموں کے قدم بقدم چلے گا، اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان پچھلی قوموں کا ہوا۔ پھر فرمایا کہ وہ حق بات کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ حق بات کو سخر اپن میں ڈال دیتے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
 أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝۲۵ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۗ بَلْ عِبَادٌ
 مُّكْرَمُونَ ۝۲۶ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝۲۷ يَعْلَمُ
 مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَ
 هُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝۲۸

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی کرتے تھے کہ میرے سوا کوئی معبود
 نہیں پس مجھی کو پوجو ۝ اور یہ کافر بولے کہ اللہ نے (فرشتوں کو) اولاد اختیار کیا، وہ اللہ اس سے پاک ہے
 بلکہ (وہ فرشتے اس کے) معزز بندے ہیں ۝ نہیں سبقت کرتے اس سے بات میں اور وہ اسی کے حکم کے
 موافق عمل کرتے ہیں ۝ وہ جانتا ہے۔ جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور شفاعت نہیں کرتے مگر
 اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائیں اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں ۝

۱۔ اوپر مشرکین مکہ کو یوں قائل کیا گیا تھا کہ ملتِ ابراہیمی میں شرک کی کوئی سند ہو تو پیش کی جائے۔ اس آیت میں فرمایا ملتِ
 ابراہیمی تو درکنار پچھلے کسی رسول کی شریعت میں سے بھی یہ لوگ شرک کی کوئی سند پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مصلحت وقت کے
 موافق ہر ایک شریعت کے نماز، روزہ، حلال و حرام کے احکام، جُدا جُدا ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی برائی سے
 پچھلی کوئی شریعت خالی نہیں ہے۔

۲۔ **شان نزول:** یہ آیت خزاعہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے فرشتوں کو اللہ کی اولاد کہا تھا، اور ان کی سورتوں کی پوجا کر
 کے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو وہ فرشتے اللہ کے روبرو ہماری سفارش کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے
 چھڑالیں گے۔ اس کا جواب ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح ان مشرکوں کے پاس بت پرستی کی کچھ سند نہیں ہے، اسی طرح
 فرشتوں کو اللہ کی اولاد ٹھہرانے کی بھی ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ جو مشرک بغیر توبہ کے مر جائے گا تو جس طرح
 سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا گھس جانا ناممکن ہے، اسی طرح ایسے مشرک کی نجات ناممکن ہے۔ پھر فرشتے ان مشرکوں کی سفارش
 کیونکر کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا فرشتے خداوند کریم کے حکم کے ایسے مطیع ہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کرتے۔ جب وہ
 فرماتا ہے تو بولتے ہیں، اور جواب دیتے ہیں۔ بے اجازت کوئی بات نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن سے واقف

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهُ مِّنْ دُونِهِ فَذَلِك نَجْرِيهِ جَهَنَّمَ ط
 كَذَلِكَ نَجْرِي الظَّالِمِينَ ۝۱۹ ۱۹ ۱۹
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كَانَتْ رَاقِفَتَيْنِ مَاءً ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ
 كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝۲۰ ۲۰ ۲۰

اور ان میں سے جو کوئی یوں کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو ہم اس کو دوزخ کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ۱۹ کیا ان کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین جو کہ دونوں پہلے بند تھے۔ پس لہ ہم نے ان کو کھولا (یعنی آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار کی، اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا، تو پھر کیا (اس پر بھی) ایمان نہیں لاتے ۲۰

ہے، اور وہ جانتا ہے کہ یہ نافرمانی نہیں کرتے۔ اور یہ اللہ کے خوف سے ہر دم کانپتے ہیں۔ اور جو کوئی ان میں سے خدائی کا دعویٰ کرے تو اس کو بھی ہم دوزخ میں بھیج دیں۔ یہی سزا ہم ہمیشہ ظالموں کو دیتے ہیں۔

توحید کا ذکر

لہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس، حسن بصری اور جمہور مفسرین رضوان اللہ علیہم اجمعین اسکے معنی یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو جو کہ بند تھے کھول دیا۔ یعنی آسمان سے مینہ نہ برستا تھا ہم نے برسا دیا۔ زمین میں نباتات اگانے کی صلاحیت نہ تھی ہم نے پیدا کرائی۔ کیا کفار اس بات کو نہیں آزما چکے۔ ہر سال گرمی اور جاڑے کی شدت میں جب بارش نہیں ہوتی، اور زمین میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ان کو کھولتا ہے، مینہ برساتا ہے، سبزہ اگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہی نشانی ہر وقت ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے، جو نشانی انہوں نے مکہ کے قحط میں آنکھوں سے دیکھی۔ پھر ایسی آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات کا یقین ان لوگوں کے دل میں کیوں نہیں ہوتا۔ آیت کے اس ٹکڑے میں انسان اور اس کی ضرورت کی سب چیزوں کو پانی سے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ فرشتوں اور جنات کا ذکر یہاں نہیں ہے۔ (بعضوں نے کہا اس سے نطفہ مراد ہے) کھیتی اور باغات کی سرسبزی ان کی زندگی فرمایا۔ آگے فرمایا پانی پر زمین جب بچھائی گئی تو وہ ہلتی تھی۔ اس کے جمائے کیلئے اس میں پہاڑ ٹھونکے گئے، جس سے حرکت جاتی رہی۔ اگر وہ حرکت باقی رہتی تو نہ کوئی مکان رہتا نہ مکین۔ یہ اللہ کا انعام ہے اور ان پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھی گئیں، تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو جانے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَءَايَا أَنْ تَبْيُذِبَهُمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا
 فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا
 مَحْفُوظًا ۗ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ
 وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا
 لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۗ أَفَأَنْتَ مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿۳۴﴾

اور ہم نے زمین میں پہاڑ پیدا کئے تاکہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں اس لئے کہ وہ راہ پاویں ﴿۳۱﴾ اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو چھت بنایا جو محفوظ ہے (گرنے سے) اور وہ (کفار) اس کی نشانیوں سے منہ پھرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا اور سورج اور چاند ہر ایک ایک آسمان میں اپنے اپنے دائرہ میں تیر رہے ہیں ﴿۳۳﴾ اور ہم نے تم سے پہلے بھی کسی آدمی کے لئے ہمیشہ (دنیا میں) رہنا تجویز نہیں کیا، تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ پس یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ رہیں گے ﴿۳۴﴾

بنایا ہے۔ پھر فرمایا آسمان پر سورج چاند اور تارے اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں جن کو یہ لوگ دھیان کر کے اس کی قدرت کو نہیں پہچانتے۔ پھر فرمایا سمجھدار شخص کے لئے رات دن بھی اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ رات کی نیند سے آدمی کے دن بھر کی تھکان رفع ہو جاتی، اور دن کو پھر چل کر ہر شخص اپنی گزران کی صورت نکال سکتا ہے۔ پھر فرمایا جو لوگ ناکجھی سے شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، وہ ان قدرت کی نشانیوں سے ایسے غافل ہیں کہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔

۱۔ **شان نزول:** رسول اللہ ﷺ کے دشمن اپنے ضلال و عناد سے کہتے تھے کہ ہم حوادث زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے حضرت سید عالم ﷺ کی وفات ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ دشمنان رسول کیلئے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں، ہم نے دنیا میں کسی آدمی کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ موت کا مزہ ہر ایک جاندار کو چکھنا ضرور ہے۔ پھر اپنی دنیا کی خوشحالی کے نشہ میں یہ لوگ اپنی موت سے جو غافل ہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ دنیا کی خوشحالی اور تنگدستی تو اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کے لیے پیدا کی ہے کہ خوشحالی کی حالت میں کون اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرتا ہے، اور کون ناشکری۔ اسی طرح تنگدستی کی حالت میں کون صبر کرتا ہے، اور کون بے صبری۔ پھر ایک دن سب اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونے والے ہیں۔ اس وقت ہر شخص کے عملوں کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوشحالی کے وقت شکر اور تنگدستی کے وقت صبر ان لوگوں کا کام ہے جو بچے ایماندار ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ ۝ وَنَبَلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۝ وَإِنَّا
تُرْجَعُونَ ۝ ۳۵ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۝
أَهَذَا الَّذِي يَذَّكُرُ إِلَهُكُمْ ۝ وَهُمْ يَذُكَّرُونَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ أَن يَأْتِيَهُمُ الرَّاكِبُونَ ۝ ۳۶ ۝

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور (اے لوگو!) ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں بری اور بھلی حالتوں سے بطریق امتحان کے اور ہماری طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے ۳۵ اور جب لے کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور وہ (کفار خود) خدا ہی کی یاد سے منکر ہیں ۳۶

حضور نبی کریم ﷺ سے قریش کا تسخر

۱۔ **شان نزول:** یہ آیت ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے جاتے تھے وہ آپ کو دیکھ کر ہنسا، اور کہنے لگا: ”کیا قریش کی ہدایت کو یہ نبی آئے ہیں، کیا یہی نبی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں“۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی تسکین فرمائی، اور فرمایا کہ جو عذاب ان مشرکوں کیلئے آخرت میں مہیا کیا گیا ہے، اگر اس کو یہ لوگ جان لیں تو یہ مسخر اپن کی سب باتیں بھول جائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے، آنکھوں کے سامنے ان کے بڑے مرہ گئے، ان کو بھی اسی طرح آخر مرنا ہے۔ مرتے ہی اسی طرح کے ناگہانی عذاب میں یہ لوگ پھنس جائیں گے کہ پھر ان کا کچھ بس نہ چلے گا۔ جب مشرکین مکہ اپنے بتوں کی عزت بڑھانے کے لئے اللہ کے محبوب ﷺ سے مسخر اپن کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسکے بدلے میں اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ سے ان بتوں کو خوب ذلت دلوائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ فرضی معبودوں کی مذمت سے تو ایسے خفا ہوتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ یعنی وحدانیت اور قدرت کے منکر ہیں۔ اور ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے ان کے ان اوصاف کا انکار لازم آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی معبود کے مقابلہ میں فرضی معبودوں کی یہ قدر و منزلت، پھر دار آخرت اور حیات جاودانی نصیب ہونے کی کیا شکل ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کافروں کو عذاب الہی سے ڈراتے ہیں تو اپنی جلد بازی سے کہتے ہیں کہ وہ عذاب کب ہوگا۔ فرمایا کہ ابھی عذاب الہی ظاہر ہوا جاتا ہے جلدی نہ کرو۔ زندگی میں بھی ہوگا اور مرنے کے بعد بھی ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ عذاب الہی جس کے کفار منکر ہیں ناگہاں ان کو گھیر لے گا، اور یہ سب شیخیاں خاک میں مل جائیں گی، اور وہ ان کو بدحواس کر دے گا۔ پھر وہ اس عذاب کو ہٹانہ سکیں گے، اور ان کو مہلت نہ ملے گی۔ یہاں اپنے محبوب ﷺ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کفار کی گستاخی کچھ نئی بات نہیں، آپ سے پہلے جو رسول گذرے

خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ۝۳۷
 يَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳۸ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ
 كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونَ عَنْ وُجُوهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا
 هُمْ يُبْصِرُونَ ۝۳۹ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا
 هُمْ يُنظَرُونَ ۝۴۰ وَلَقَدْ أَسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ
 سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۴۱ قُلْ مَنْ يَكْلَأُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۗ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ۝۴۲

انسان جلد باز بنایا گیا ہے، میں اب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا پس تم مجھ سے جلدی نہ کرو ۳۷ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (بتاؤ) یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو ۳۸ کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ لوگ (دوزخ کی) آگ کو نہ اپنے مونہوں سے روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کو کوئی مدد پہنچے گی ۳۹ بلکہ وہ (قیامت) ان پر اچانک آپڑے گی، پس وہ ان کو بدحواس کر دے گی پس وہ اسے دفع نہ کر سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی ۴۰ اور بیشک تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا پس جو لوگ ان میں سے ٹھٹھا کرتے تھے ان کو اسی (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ ٹھٹھا اڑاتے تھے ۴۱ تم فرماؤ کہ رات اور دن میں اللہ (کے عذاب) سے تمہاری کون حفاظت کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرتے ہیں ۴۲

ہیں ان کا بھی ہمیشہ مذاق اڑاتے رہے، اور طرح طرح کی گستاخی کرتے۔ پھر ٹھٹھے بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عذاب الہی میں مبتلا ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین میں سے جو لوگ ان پچھلے لوگوں کے قدم بقدم چلیں گے یہی انجام ان کا بھی ہوگا۔

رسول کریم ﷺ کی نصیحت

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جب تک وقت نہیں آتا ہر بلا سے اللہ ہی اس کی نگہبانی کر رہا ہے، ورنہ آدمی کے پیچھے تو رات دن میں اتنی بلائیں لگی ہوتی ہیں کہ دم بھر بھی اس کا جینا مشکل ہے۔ کیونکہ قحط کے وقت یہ تو ان لوگوں کو تجربہ ہو گیا کہ ان کے بت

أَمْلَهُمُ إِلَهَةً تَسْعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا
 هُمْ مِنَّا يَصْحَبُونَ ﴿۳۲﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ
 عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ
 أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا
 يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنذَرُونَ ﴿۳۴﴾ وَلَئِن مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ
 مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يُوَيْلِنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۳۵﴾

کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ ان کو عذاب سے بچاتے ہیں وہ تو خود ہی اپنی جانوں کو نہیں
 بچا سکتے اور نہ وہ ہمارے عذاب سے اپنی جمعیت کے ساتھ محفوظ رہیں گے ﴿۳۲﴾ بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ
 دادا کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا، پس کیا یہ لوگ
 نہیں دیکھتے کہ ہم (ان کی) زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) اس کے کناروں سے برابر گھٹاتے چلے
 آتے ہیں، پس کیا یہ لوگ غالب آویں گے ﴿۳۳﴾ تم فرماؤ کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں (مگر
 تم بہرے ہو) اور بہرے جب ڈرائے جائیں تو وہ پکارنا ہی نہیں سنتے (ڈرانا تو کجا) ﴿۳۴﴾ اور اگر انہیں تمہارے
 پروردگار کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! بیشک ہم ظالم تھے ﴿۳۵﴾

ایسے عاجز ہیں کہ اللہ کی مدد کے بغیر کسی مصیبت کو ٹال نہیں سکتے۔ لیکن یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو ٹال دیتے ہیں، ورنہ اس تجربہ
 کے بعد یہ لوگ ان کی نصیحت کے پابند ہو جاتے اور عذاب کی جلدی نہ کرتے۔ پھر فرمایا کہ ان اور ان کے بڑوں کو وقت مقررہ
 تک اللہ نے چھوڑ رکھا ہے، نہیں تو ان کے کرتوت تو ایسے تھے کہ ان کا نشان بھی ان کو دین اسلام کا برحق ہونا ثابت نہیں ہوتا کہ
 اسلام کو دن بدن ترقی ہوتی جاتی ہے اور کفر مٹتا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں تم کو اللہ کا
 حکم اور ہر طرح کی نصیحت سناتا ہوں مگر یہ لوگ بھولے ہو گئے ہیں۔ سچی بات ان کو بری معلوم ہوتی ہے اور وہ اس خوف آمیز
 پیغام کو نہیں سنتے۔ پھر عذاب کی سختی کا ذکر فرمایا کہ اگر اس عذاب کی ذرا بوجھی ان کی ناک میں آجائے تو سب عیش و آرام بھی
 بھول جائیں۔ اور اپنی زیادتی اور گنہگاری کا اقرار کرنے لگ جائیں۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ
 كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكُفًى بِنَا حَسِيبِينَ ﴿۳۷﴾
 لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَعَذْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۸﴾

اور اے قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے (جس میں سب کے اعمال کا وزن ہوگا) پس کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جاوے گا، اور اگر رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز (اعمال میں سے) ہوگی تو اس کو بھی ہم (وہاں) لا موجود کریں گے، اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں ﴿۳۷﴾ اور ۳۸ پیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فیصلہ اور روشنی اور پرہیزگاروں کو نصیحت کی چیز (یعنی توریث) عطا فرمائی ﴿۳۸﴾

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا یہ دنیا کا معاملہ ہے مگر آخرت میں وہ اپنے اعمال کے بدلہ سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔ اعمال کی ترازو قائم ہوگی، اور یہ ترازو کا قائم ہونا انصاف کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔ پھر کسی پر کچھ بھی نہ ظلم کیا جائے گا۔ اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی لایا جائے گا، اور ہم خود حساب لیں گے۔

حضور ﷺ کی شفاعت کا بیان: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین مواقع تو ایسے ہیں کہ کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔“ پھر آپ نے اعمال کے تولے جانے اور نامہ اعمال کے بٹنے اور پل صراط کے گزرنے کے تین مواقع کا نام لیا۔ ان تینوں سخت موقعوں پر آپ کو اُمت کی شفاعت اور تینوں موقعوں سے نجات کا خیال زیادہ ہوگا، اور آپ کے دل پر اس وقت ایک پریشانی سی ہوگی۔ بعض لوگ تو پل صراط پر ہوں گے اور بعض پل صراط سے گزر چکے ہوں گے۔ ادھر ان کے اعمال تلنے شروع ہو جائیں گے، اس لئے پل صراط والے لوگوں کی سلامتی سے گزر جانے کی شفاعت فرمانے کیلئے گھڑی آپ پل صراط پر تشریف لائیں گے، اور گھڑی میزان والے لوگوں کی شفاعت کیلئے میزان کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت انس کی جو حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے دن خاص طور پر اپنی شفاعت کی التجا کی، تو آپ نے میری التجا کو قبول فرمایا۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ میں آپ کو شفاعت کیلئے کہاں ڈھونڈوں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھ کو پل صراط پر دیکھنا، پھر میزان کے پاس، پھر حوض کوثر پر۔ ان تینوں مقاموں میں سے کسی مقام پر ضرور ہوں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پل صراط اور میزان کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن نہایت انصاف سے لوگوں کے عمل تولے جائیں گے۔ اور عملوں کے تولے جانے کے بعد جن کے نیک عملوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنتی قرار پائیں گے، اور جن کے بد عملوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور دوزخ میں جانے کے بعد جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اس کی شفاعت رسول اللہ ﷺ کریں گے تو ایسے لوگ بھی دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے۔

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کتاب یعنی توریث اور روشنی عطا کی تھی۔ جو حق

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۳۹﴾ وَ
 هَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ أَنْزَلْنَاهُ ۖ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا
 إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ﴿۴۱﴾

وہ (متقی) جو اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں ﴿۳۹﴾ اور یہ قرآن ایک برکت والی نصیحت ہے کہ جس کو ہم نے نازل کیا ہے پھر کیا تم اس کے منکر ہو ﴿۴۰﴾ اور اے بیشک ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا فرمائی (اور ہم اس کی قابلیت) سے واقف تھے ﴿۴۱﴾

و باطل میں فرق کرتا تھا، شبہات سے نکالتا تھا، اور پرہیزگاروں کیلئے اس کتاب میں سراسر نصیحت تھی۔ متقی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈرتے ہیں، اور قیامت کا دھڑکا ان کے دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ آگے یہ فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توراہ نازل فرمائی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر قرآن مبارک نازل فرمایا۔ یہ ان لوگوں کی نادانی ہے کہ توراہ کو کتاب آسمانی اور موسیٰ علیہ السلام کو انسان رسول مان کر پھر یہ قرآن کے کتاب آسمانی ہونے میں حجت پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہو سکتا کوئی فرشتہ ہونا چاہئے۔ فرمایا قرآن میں توراہ کی باتیں بھی ہیں، اور انجیل کی بھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد توراہ اور انجیل میں جو خرابیاں ڈال دیں تھیں، ان کا بھی ذکر ہے۔ اسی واسطے قرآن میں اکثر جگہ توراہ اور قرآن کا ذکر ساتھ آیا ہے، جس سے یہ جتلا یا گیا ہے کہ توراہ میں لوگوں کے دل پر اثر پڑنے کی جو باتیں تھیں قرآن میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ اس پر بھی قرآن کی نصیحت کو لوگ نہیں مانتے، وہ اللہ کے علم میں بد نصیب ٹھہر چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن قرآن کی پیروی کرنے والوں کی تعداد، دیگر آسمانی کتابوں کی پیروی کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ قیامت کے دن قرآن پر ایمان رکھنے والے زیادہ ہوں گے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اور توحید کا ذکر

۱۔ مکہ کے مشرک لوگ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر بتلاتے تھے۔ اس واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرما کر انہیں ان آیتوں میں یوں قائل کیا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نیک راہ کی توفیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے چھوٹی سی عمر میں ابراہیم علیہ السلام کو نیک راہ کی توفیق دی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں یہ بات ٹھہر چکی تھی کہ آزر بت پرست کے گھرانہ میں ابراہیم علیہ السلام ایسے نیک راہ اور اللہ کے رسول ہوں گے۔ ان کے بعد ان کے گھرانہ میں قیامت تک نبوت چلے گی۔ آگے ابراہیم علیہ السلام کے نیک راہ پر ہونے کی تفصیل یہاں فرمائی کہ وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کو بت پرستی کی حالت پر نہ دیکھ سکے۔ اس لئے انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ تم ان مورتوں کی پوجا میں

اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَ قَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا
 عَاكِفُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبَادِينَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ
 أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوا أَجِئْنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ
 مِنَ اللَّعِينِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي
 فَطَرَهُنَّ ۗ وَأَنَا عَلَىٰ ذِكْرِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ
 أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴿۵۷﴾

جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کہ جن کی پوجا پر تم جمے بیٹھے ہو کیا ہیں ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی پوجا کرتے پایا ہے ﴿۵۳﴾ ابراہیم نے کہا: ”بیشک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں ہو“ ﴿۵۴﴾ انہوں نے کہا: ”کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل کی (باتیں کرتے ہو)“ ﴿۵۵﴾ ابراہیم نے کہا: ”نہیں، بلکہ تمہارا پروردگار (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات کا گواہ ہوں ﴿۵۶﴾ اور مجھے اے اللہ کی قسم ہے کہ میں تمہارے بتوں کا برا حال کروں گا جب تم (ان کے پاس سے) پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے ﴿۵۷﴾

ہر وقت کیوں لگے رہتے ہو۔ حضرت ابراہیم کے باپ اور قوم کے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہیں، وہ بھی یہی کیا کرتے تھے جو ہم کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی مورتوں کی اس قدر تعظیم کرنے میں تم بھی بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہو، اور تمہارے باپ دادا بھی غلطی پر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن کر ان کے باپ، اور ان کی قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ جب تم ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو غلطی پر بتاتے ہو، تو تم ہمارے طریقہ سے بڑھ کر کوئی ٹھیک طریقہ بتلا سکتے ہو، یا بچوں کی طرح جو دل میں آتا ہے وہ کہہ رہے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: ”جو منہ میں آئے وہ نہیں کہتا بلکہ میں تم کو ٹھیک طریقہ بتلاتا ہوں کہ جس اللہ نے آسمان زمین سب کچھ پیدا کیا، انسان پر اس کی تعظیم واجب ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں اور خوب یقین سے کہتا ہوں کہ وہی اکیلا مالک ہے جس نے ان سب چیزوں کو بنایا ہے۔

۱۔ تفسیر سدی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ان آیتوں کی تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

فَجَعَلَهُمْ جُودًا إِلَّا كِبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿۵۸﴾ قَالُوا
 مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۹﴾ قَالُوا سُبْحَانَ قَدِّ
 يَذُكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿۶۰﴾

پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ان سب کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ایک کو جو ان سب کا بڑا تھا (چھوڑ دیا) کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں ﴿۵۸﴾ (جب وہ پھر کر آئے اور یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا بیشک وہ بڑا ہی ظالم ہے ﴿۵۹﴾ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے ایک جو ان کو جو ابراہیم کہلاتا ہے ان (بتوں) کا (برائی سے) ذکر کرتے سنا ہے ﴿۶۰﴾

نصیحت سے ان کے باپ آذر اور قوم کے لوگوں نے بت پرستی نہیں چھوڑی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات سمائی، کہ کبھی موقع پا کر ان بتوں کا پورا علاج کرنا چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگوں میں ہر سال ایک میلہ بستی کے باہر ہوا کرتا تھا، جس میں بستی کے سب لوگ جایا کرتے تھے۔ اس سال جب میلہ کا وقت آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیماری کا عذر ظاہر کر کے اس میلہ میں نہیں گئے، اور دبی ہوئی آواز میں سے بتوں کو توڑنے کی قسم کھائی۔ جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ قوم کے لوگوں کے بستی سے باہر چلے جانے کے بعد بت خانہ میں جا کر چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا، اور ایک بت کو جو سب میں بڑا تھا رہنے دیا، تاکہ وہ آ کر اپنے بت خانہ کی کیفیت دیکھیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ بڑے بت کی طرف رجوع کریں۔ قوم کے لوگ جب بت خانہ میں گھسے تو بڑے طیش میں آئے، اور کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ گستاخی کس نے کی۔ یہ تو بڑے بیہودہ اور ظالم کا کام ہے۔ پھر آپس میں یوں کہنے لگے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کام ہے، اس کے سوا اور کوئی نہیں جو ان کی برائی کرتا ہے۔ پھر یہ مشورہ ٹھہرا کہ ان کو ایک مجمع عام میں بلایا جائے تاکہ لوگ ان کے فعل کی گواہی دیں۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام انکی مجلس میں آئے، اور انہوں نے سوال کیا کہ: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کیا تم نے کی ہے“۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”یہ تمہارے معبود ہیں تو ان میں ہر قسم کی قدرت ہے۔ ان میں باہم لڑائی ہوئی ہوگی، بڑے نے چھوٹوں کو مار ڈالا ہوگا۔ پس تم انہیں سے پوچھ لو اگر ان میں بولنے کی طاقت ہے تو بتلا دیں گے“۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے، اس لئے ظاہری صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ اپنے تئیں ہمیشہ خطا وار سمجھ کر استغفار میں مشغول رہتے تھے۔ افسوس ہے ان غافلوں کے حال پر جو حقیقی جھوٹ میں ہر دم مبتلا رہتے ہیں اور بھول کر بھی استغفار نہیں کر سکتے۔

قَالُوا فَاتُوا بِهِ عَلَىٰ عَيْنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿۲۱﴾ قَالُوا
 أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالْهَيْتَانِ يَا بَرِّهِيمَ ﴿۲۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ
 هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿۲۳﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
 فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۴﴾ ثُمَّ نَكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ
 عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿۲۵﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا
 لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۲۶﴾

وہ لوگ بولے تو اس کو سب آدمیوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ لوگ گواہی دیں (غرض وہ سب کے روبرو آئے) اور وہ لوگ بولے کہ ”اے ابراہیم! کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے کیا ہے“ ابراہیم نے کہا: ”بلکہ ان کے اس بڑے بت نے کیا ہوگا، پس یہ ان (ہی) بتوں سے پوچھو اگر بولتے ہوں“ پھر وہ اپنے دلوں میں سوچنے لگے (اور سمجھے کہ ابراہیم حق پر ہے) پس کہنے لگے: ”بیشک تم ہی لوگ ظالم ہو“ پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا اور کلمہ حق کے بعد کفر کی طرف پلٹے (اور بولے) کہ تم کو تو معلوم ہے کہ یہ (بت کچھ) بولتے نہیں“ ابراہیم نے کہا: ”پس کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہو کہ جو نہ تمہیں کچھ نفع دے اور نہ کچھ نقصان پہنچائے“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو یہ کہہ کر چپ کرادیا کہ ان بتوں ہی سے پوچھا جاوے کہ ان کو کس نے توڑا ہے۔ تو قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو اپنے دل میں سوچا، اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر یہ کہا کہ بغیر دیکھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کے توڑنے کا الزام لگانا حقیقت میں ایک زیادتی اور بے انصافی کی بات ہے۔ پھر گردن جھکا کر شرمندگی سے کہنے لگے: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام تم کو کیا معلوم نہیں کہ یہ پتھر کے بت منہ سے نہیں بولتے“۔ قوم کے لوگوں سے یہ بات سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہارے بت جب ایسے عاجز اور بے بس ہیں کہ جس نے ان کو صدمہ پہنچایا اس کا مقابلہ نہ کر سکے، اور تمہارے پوچھنے پر یہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ کس شخص نے ان کو صدمہ پہنچایا۔ تو پھر تم کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تم اور تمہارے بت دونوں ہنساری کے قابل ہیں۔ کیونکہ یہ بت اپنی پوجا کرنے والوں کے ساتھ نہ کچھ بھلائی کر سکتے ہیں، نہ پوجا کے چھوڑ دینے والوں کے ساتھ کچھ برائی۔

أَفْ لَكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۲۷﴾ قَالُوا
 حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿۲۸﴾ قُلْنَا إِنَّا لَمُؤْتِنُونَ بِرَدِّهَا
 وَسَلْمًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿۲۹﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْآخِضِينَ ﴿۳۰﴾

(پس جواب سے عاجز آئے تو آپس میں) ۱۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کو کچھ کرنا ہے ﴿۲۷﴾ (غرض کہ انہوں نے اتفاق کر کے آگ میں ڈال دیا تو) ہم نے (آگ کو) حکم دیا ﴿۲۸﴾ کہ اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا ﴿۲۹﴾ اور انہوں نے اس کا برا چاہا پس ہم نے انہی کو زیادہ نقصان پانے والوں میں کر دیا ﴿۳۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالنے کا قصہ اور آگ کے گلزار ہونے کا ذکر ۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت سے قوم کے لوگ اگرچہ بت پرستی کی برائی کو سمجھ گئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں وہ لوگ دوزخی ٹھہر چکے تھے۔ اس لئے بجائے اس کے وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت کی کچھ قدر کرتے، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات نکالی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیں، اور اپنے معبودوں کا ان سے بدلہ لیں۔ اس لئے کہ تمہارے معبودوں کے ساتھ گستاخی کی ہے اگر تمہیں کرنا ہے تو کر گزرو۔ پھر آپ کو ایک مکان میں قید کر لیا اور قریہ کوٹی میں ایک عمارت بنوائی، اور ایک ماہ تک بکوشش تمام قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں، اور ایک عظیم آگ جلائی۔ جس کی تپش سے ہوا میں اڑنے والے پرندے جل جاتے تھے، اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصد کر رہے تھے تو اس وقت آپ کی زبان مبارک پر تھا (حسبی اللہ و نعم الوکیل) جبریل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا کہ کیا کچھ کام ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم سے نہیں“۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: ”تو اپنے رب سے سوال کیجئے“۔ فرمایا: ”سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کفایت کرتا ہے“۔ اور جو فرشتہ مینہ برسانے پر تعینات ہے، اس کو گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگ بجھانے کا ہوگا لیکن اللہ کا حکم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں۔ اللہ کے حکم سے خود آگ نے پانی کا کام دیا، کیونکہ جس طرح پانی سے باغ سرسبز ہوتا ہے، اسی طرح آگ سے گلزار قائم ہو گیا۔ اور تمام روئے زمین کی آگ اس وقت بجھ گئی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس طرح آگ کے ٹھنڈے ہونے کا حکم دیتا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو راحت کا ذکر نہ ہوتا، تو بلا شک اس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کی ٹھنڈک سے تکلیف اٹھانی پڑتی۔ اس قصہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سولہ برس کی تھی۔ غرض یہ کہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی، اور ان کی مراد پوری ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چھروں کے عذاب سے نمرود کو اور اس کے لشکر کو ہلاک کیا۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾
 وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۗ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٤٢﴾
 جَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عِبِيدِينَ ﴿٤٣﴾
 وَلُوطًا
 آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْبُدُ
 الْخَبِيثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسِيقِينَ ﴿٤٤﴾

اور اہم نے ابراہیم کو اور لوط کو بچا نکالا اس زمین کی طرف جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی ﴿۴۱﴾ اور ہم نے اس کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کیا، اور ہر ایک کو ہم نے نیک بخت کیا ﴿۴۲﴾ اور ہم نے ان کو پیشوا کیا کہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے اور ہم نے ان کو وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی، اور وہ ہماری عبادت کرتے تھے ﴿۴۳﴾ اور (اسی طرح) لوط کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جس کے (باشندے) گندے کام کیا کرتے تھے، بیشک وہ لوگ بڑے بدکار گنہگار تھے ﴿۴۴﴾

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ علاوہ آگ کے صدمہ سے بچانے کے، ایسی دشمن قوم کی بستی میں رہنے کی آفت سے بھی نجات اس طرح دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام کو ملک شام کی سرسبز اور برکت والی زمین میں (کہ جہاں کثرت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے) پہنچا دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط بیٹے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان میں سے ہر ایک کو اللہ کی فرمانبرداری کی توفیق دی، اور ایسا پیشوا مقرر کیا کہ جن کے سبب سے بہت لوگوں کو نیک راہ کی سمجھ آگئی۔ اور نماز زکوٰۃ اور ہر طرح کے نیک کاموں کے بجالانے کا حکم دیا، اور اپنی ذات سے بھی اس حکم کی انہوں نے پوری تعمیل کی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ جب ملک شام میں پہنچ کر بسنے لگے تو ملک شام کی ایک بستی سدوم کے لوگوں کو لڑکوں سے بد فعلی کرنے کی عادت تھی۔ اسی کو گندے کام فرمایا، اسی کا ذکر سورہ ہود (پارہ ۱۲) میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٥﴾ وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ
 مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَ
 نَصْرَانَهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سُوءٍ
 فَآعَرَقْتُهُمْ أَجْعَبِينَ ﴿٤٧﴾ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمْنَ فِي الْحَرْثِ إِذْ
 نَفَسَتْ فِيهِمْ غَنَمُ الْقَوْمِ ۖ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٤٨﴾

اور ہم نے نوح کو اپنی رحمت میں داخل کیا نیکوں میں ﴿۴۵﴾ اور (اسی طرح) نوح کا قصہ لے بیان کرو جبکہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی، پس اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی ﴿۴۶﴾ اور ہم نے اس کو اس قوم پر مدد دی جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو، بیشک وہ بہت بری قوم تھی پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ﴿۴۷﴾ اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ ایک کھیتی کا جھگڑا فیصل کرتے تھے جس وقت اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت چر گئیں، اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ﴿۴۸﴾

۱۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے حق میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا سن لی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو مع ان کے ساتھیوں کے طوفان کے عذاب سے بچا کر باقی قوم کو طوفان کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ جس کا قصہ تفصیل سے سورہ ہود (پارہ ۱۲) میں گذر چکا ہے۔

حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام کا واقعہ

۲۔ ان آیتوں میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ جالوت و طالوت کی لڑائی میں حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ اور حضرت شمویل علیہ السلام کی وفات کے بعد نبوت و بادشاہت یہ سب کچھ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان میں آ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کے زمانہ میں ایک شخص کی کھیتی دوسرے شخص کی بکریاں رات کو چر گئیں۔ جب یہ جھگڑا حضرت داؤد علیہ السلام کے روبرو پیش ہوا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جھگڑے کا فیصلہ کچھ یوں کیا کہ وہ بکریاں کھیتی والے شخص سے دلا دیں۔ اسی قوم کے موافق سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلہ کا حال سن کر اپنی جگہ یہ کہا کہ فریقین کیلئے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ صورت دریافت کی تو حضرت

فَقَهَّمَهَا سُلَيْمِينَ ۚ وَكَلَّا اَتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۙ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ
 الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۗ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ
 لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُحْصِنَكُمْ مِنْ بَاسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُونَ ﴿۸۰﴾

پس ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ان دونوں کو ہم نے حکومت اور علم عطا کیا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (تابع کر دیا تھا)، اور یہ (سب کچھ) ہم ہی کرتے تھے ﴿۷۹﴾ اور ہم نے اس کو ایک پہناوا (یعنی زرہ بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) لئے سکھائی تاکہ وہ (زرہ) تم کو (لڑائی میں) میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے پھر کیا تم شکر کرو گے (یا نہیں) ﴿۸۰﴾

سلیمان علیہ السلام نے یہ تجویز کی کہ بکری والا کاشت کرے، اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے، اور کھیتی اس حالت کو پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دیدی جائے۔ بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ یہ تجویز داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی ان دونوں فیصلوں کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا۔ اگرچہ ان دونوں فیصلوں کا حال اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے داؤد اور سلیمان علیہم السلام دونوں کو نبوت اور بادشاہت عطا کی ہے۔ جس کا ظہور داؤد علیہ السلام کے حق میں تو ہو گیا، سلیمان علیہ السلام کو وارث کے طور پر داؤد علیہ السلام کے بعد ملی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ داؤد علیہ السلام کے ذکر الہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں، یعنی داؤد علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی کہ پہاڑ اور پرند داؤد علیہ السلام کے تابع دار رہیں گے۔ اور داؤد علیہ السلام کو لوہے کو آگ میں تپانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ تاگے کی طرح لوہے کو ہاتھ سے بٹ کر زرہ بناتے تھے، جو لڑائی کے وقت دشمن کے زور سے بچنے کے لئے کام آتی تھی۔ پھر فرمایا لوگوں کو ان کا شکر یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادا کرنا چاہئے۔ داؤد علیہ السلام کے ذکر کے بعد سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے تخت کو مہینہ بھر کے راستہ کے شہر کو دو پہر تک پہنچا دیتی تھی، اور پھر شام کو برکت والی زمین ملک شام میں وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر آ جاتے تھے۔ آگے کا مطلب وہی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی کہ جنات اور ہوا سلیمان علیہ السلام کے فرمانبردار رہیں گے۔ اسی طرح فرمایا کہ ہوا کی طرح جنات کو بھی ان کا فرمانبردار کر دیا تھا کہ وہ غوطہ لگا کر سمندر میں سے موتی نکالتے تھے، اور طرح طرح کے اور بھی کام کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنات کو اسی طرح تمام رکھا تھا وہ بنی آدم کو ستا نہیں سکتے تھے۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرٍ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يُغْوِصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ ﴿۸۲﴾ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۸۳﴾

اور سلیمان کے لئے تیز ہوا کو تابع کیا کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف کہ جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے ﴿۸۱﴾ اور تابع کیا ہم نے شیطان کی جماعت کو وہ جو سلیمان کے لئے دریا میں غوطہ لگاتے تھے (تاکہ موتی نکال کر دیں) اور وہ اس کے سوا اور بھی کام کرتے تھے اور ہم ان کو روکے ہوئے تھے (کہ ہمارے حکم سے باہر نہ ہوں) ﴿۸۲﴾ اور ایوب کو یاد کرو جب کہ اس نے پکارا اپنے پروردگار کو: ”مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے“ ﴿۸۳﴾

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”دنیا میں سب سے زیادہ آزمائش انبیاء کی ہوا کرتی ہے“۔ اس عادت الہی کے موافق ایوب علیہ السلام کی یہ آزمائش ہوئی کہ ان کے بیٹے سب مر گئے، مال سارا برباد ہو گیا۔ خود ایسے بیمار ہوئے کہ تمام بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ بستی کے لوگوں نے بستی کے باہر ان کو ڈال دیا۔ سوائے ان کی بی بی کے اور کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ بعض روایتوں کے موافق تیرہ برس، اور بعض کے موافق اٹھارہ برس تک یہی حال رہا۔ ایک دن آپ کے کسی دوست نے یہ بات کہی کہ ایوب علیہ السلام سے کوئی ایسا بڑا گناہ ہو گیا ہے جو اٹھارہ برس کی تکلیف اٹھا کر بھی معاف نہیں ہوا۔ اس سخت کلمہ کی برداشت ایوب علیہ السلام نہ کر سکے، اور اس کلمہ کے سننے کے بعد انہوں نے اپنی تندرستی کی دعا کی۔ جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر ان کو تندرست کر دیا۔ جس کا تفصیلی ذکر قصہ سورہ ص (پارہ ۲۳) میں آدے گا۔ تفسیر ضخاک میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تندرست ہو جانے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کے ۲۳ لڑکے پیدا ہوئے، اور آپ کی بی بی صاحبہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی ٹٹیوں کا مینہ برسایا، جس سے ایوب علیہ السلام بہت مالدار ہو گئے۔ آگے فرمایا کہ اللہ کے نیک بندوں کے حق میں یہ قصہ اس بات کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اس طرح آزماتا ہے اور اس کا انجام یوں اچھا ہوتا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ
 رَاحَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿۸۳﴾ وَاسْمِعِيلَ وَإِدْرِيسَ
 وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿۸۴﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ
 إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۵﴾ وَذَا النُّونِ إِذْ ذُهِبَ مُغَاضِبًا أَقْبَنًا
 لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
 سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۶﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ
 مِنَ الْغَمِّ ۖ وَكَذَلِكَ نُجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۷﴾

پس ہم نے اس کی دعا قبول کی تو جو اس کو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور (بغیر مانگے) ہم نے اس کو اس کے گھر
 والے (پھر سے) عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بھی دیئے اور نصیحت ہو
 عبادت کرنے والوں کو ﴿۸۳﴾ اور اسمعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب صبر کرنے والے تھے ﴿۸۴﴾ اور ہم
 نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۸۵﴾ اور ذوالنون (یعنی حضرت یونس) کو
 یاد کرو جب وہ (اپنی قوم سے) غصہ ہو کر چلا گیا، تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے، پس اس نے
 اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، پاکی ہے تجھ کو بیشک میں قصور وار ہوں ﴿۸۶﴾ پس ہم نے اس کی
 دعا قبول کی اور اس کو ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں ﴿۸۷﴾

حضرت اسمعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر

۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام یہ سب
 کے سب صابر تھے۔ اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ یہ نیک بندے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

۲۔ یہ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ یہاں اور سورہہ الصافات اور سورہہ میں کئی جگہ آیا ہے۔ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام

وَذَكَرِيًّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ
الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَاهُ
زَوْجَهُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَ
رَهَبًا ۖ وَكَانُوا النَّاخِشِعِينَ ﴿٩٠﴾

اور زکریا کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ (یعنی مجھ کو فرزند عطا فرما کہ میرا وارث ہو) اور تو سب سے بہتر وارث ہے ﴿۸۹﴾ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور ہم نے اس کو یحییٰ فرزند عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھی) اولاد کے قابل کر دیا۔ بیشک وہ سب نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے آگے گڑ گڑاتے تھے ﴿۹۰﴾

کو اپنی قوم سے جس نے ان کی دعوت نہ قبول کی تھی، اور نصیحت نہ مانی تھی اور کفر پر قائم رہی تھی۔ آپ نے گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ اس کا سبب صرف کفر اور اہل کفر کے ساتھ بغض، اور اللہ کے لئے غضب کرنا ہے۔ لیکن آپ نے اس ہجرت میں حکم الہی کا انتظار نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈالا۔ کئی قسم کی اندھیریاں تھیں۔ دریا کی اندھیری، رات کی اندھیری، مچھلی کے پیٹ کی اندھیری، اور اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ میں اپنی قوم سے قبل تیرا اذن پانے کے جدا ہوا۔ (حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی مصیبت زدہ بارگاہ الہی میں ان کلمات سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے یعنی: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے) پھر حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی کہ اس رنج و غم سے ان کو نجات دے کر پھر اسی قوم کی ہدایت کیلئے انہیں بھیجا۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے نیک بندوں کو ہر ایک بلا سے نجات دیتا ہے زیادہ تفصیل سورہ والصفات (پارہ ۲۳) میں آدے گی۔

حضرت زکریا اور حضرت مریم علیہما السلام کا ذکر

حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ سورہ آل عمران میں اور سورہ مریم میں گذر چکا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مریم علیہا السلام کی ماں اور زکریا علیہ السلام کی ماں کو صاحب اولاد کیا تو زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی یہ امید پیدا ہوئی کہ ان کے بڑھاپے اور ان کی بی بی کے بانجھ پنے کی حالت میں ان کو بھی اللہ تعالیٰ صاحب اولاد کر دیوے۔ اسی امید پر انہوں نے یہ دعا کی جس کا

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾ إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلُّ إِلَيْنَا لِرَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾

اور اے اس عورت (بی بی مریم) کو یاد کرو جس نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا تو اس میں ہم نے اپنی روح پھونکی اور ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو سارے جہان کیلئے نشانی بنایا ﴿۹۱﴾ (مسلمانو!) ۲۔ بیشک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو ﴿۹۲﴾ اور (اس کے بعد) لوگوں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے (یعنی دین میں اختلاف کیا اور فرقے فرقے ہو گئے) پس سب کو ہماری طرف پھرنا ہے ﴿۹۳﴾ تو جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ ہو ایمان والا تو اس کی کوشش اکارت (ضائع) جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ رہے ہیں ﴿۹۴﴾

ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ دعا قبول فرمائی، ان کی بی بی کا بطن کھول دیا، اور ان کے گھر میں یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آگے فرمایا زکریا علیہ السلام، ان کی بی بی، ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام، یہ سب نیک کاموں میں چست، اور اللہ کی رحمت کے امیدوار، اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرنے والے تھے۔ اور اللہ کی عظمت کے آگے اپنے آپ کو اس کا حقیر اور ادنیٰ بندہ سمجھتے تھے۔

۱۔ سورہ مریم میں اس قصہ کی تفصیل زیادہ ہے اس لئے سورہ مریم کی آیتیں گویا اس آیت کی تفسیر ہیں۔ مریم علیہا السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو سب جہاں والوں کے لئے عبرت اور قدرت کا نمونہ بنایا کہ بن باپ کے فرزند دکھایا بالخصوص بنی اسرائیل کو۔ ۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں امت کے معنی دین کے کئے ہیں، کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کے احکام کی پابندی اصل دین ہے۔ اس مقصد کے پھیلانے میں سارے انبیاء ایک ہیں، لیکن جن لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے گئے انہوں نے انبیاء کی نصیحت کو نہیں مانا۔ اور ایک دین کے بہت کے دین ٹھہرائے۔ مثلاً کوئی ستارہ پرست و آتش پرست۔ پھر فرمایا ایک دن یہ سب اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے۔ اور ایماندار کے نیک عمل کی جزا ایسا نہ جاوے گی، کیونکہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا، اور اس سے بھی زیادہ اجر جن نیکیوں کا ہے، وہ سب نیکیاں دفتر الہی میں صبح و شام لکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح بد لوگ اپنی بدی کی سزا سے کسی طرح بچ نہ سکیں گے، کہ ان لوگوں کے سب برے عملوں کا اعمال نامہ بھی دفتر الہی میں موجود ہے۔

وَ حَرَمٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۹۵﴾ حَتَّىٰ إِذَا
 فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِمَّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿۹۶﴾ وَ
 اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا
 يَوِيلنا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۹۷﴾

اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ آویں ﴿۹۵﴾ یہاں تک کہ جب یا جوج و ما جوج کھولے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوں گے ﴿۹۶﴾ اور ﴿۹۷﴾ (خدا کا ٹھہرایا ہوا) سچا وعدہ قریب آیا (یعنی قیامت) پس ناگہاں یہ حال ہوگا کہ کافروں کی آنکھیں (دہشت سے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم اس (ہولناک گھڑی) سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے ﴿۹۷﴾

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے موافق آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نافرمانی کے سبب سے جس بستی والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، ایسے لوگوں پر قیامت تک دنیا میں پھر آنا انتظام الہی میں حرام ٹھہر چکا ہے۔ ایسے نافرمان لوگ جب مر جاتے ہیں، اور منکر نکیر کے جواب کیلئے ان کے جسم میں روح پھر اللہ کے حکم سے آ جاتی ہے، تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کو دوزخ دکھا کر اللہ کے فرشتے ان سے یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اسی ٹھکانے میں رہنے کے لئے تم کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا۔ اس وقت ایسے لوگ دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک کام کرنے کی تمنا ظاہر کرتے ہیں تو ان کو یہی جواب ملتا ہے کہ اب دنیا میں قیامت تک دوبارہ جانا ممکن نہیں۔ یا جوج اور ما جوج جو کہ دو قبیلے ہیں ان کا نکالنا قیامت کی علامت ہے۔

قیامت کا ذکر۔ بت پرستوں کا حشر

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب یا جوج و ما جوج نکلیں گے تو ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ تمام عالم میں پھریں گے، اور تمام دریاؤں کا پانی پی جائیں گے، اور خشک و تر جو کچھ پائیں گے کھائیں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے سب کو ہلاک کر دے گا۔ اس وقت اللہ کا سچا وعدہ قریب ہو جائے گا اور قیامت قائم ہوگی۔ تو اس وقت کافروں کی کیفیت یہ ہوگی کہ خوف اور دہشت کے مارے رحمت کے انتظار میں اوپر کی طرف ٹکٹکی بندھ جائے گی، اور وہ کہیں گے کہ: ”ہمارے حال پر افسوس ہے۔ ہم غفلت میں تھے، اور اس حال سے بے خبر تھے، اور بے خبر کیا تھے بلکہ ظالم تھے، کیونکہ پیغمبروں کی بات ہم نے نہ سنی اور ان کو جھٹلاتے اور جھگڑا کرتے تھے۔“

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا
 وَرَادُونَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَّا وَرَدُوهَا وَكُلٌّ فِيهَا
 خَالِدُونَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾ إِنَّ
 الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۱۰۱﴾

بیشک ۱۔ تم (اے مشرکین) اور وہ تمام چیزیں جن کی اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو (یعنی بتوں کی) سب دوزخ کا
 ایندھن ہو، تم سب اس میں داخل ہو گے ﴿۹۸﴾ اگر یہ (تمہارے بت) معبود ہوتے تو اس (دوزخ) میں نہ جاتے
 اور یہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۹۹﴾ وہ اس دوزخ میں چیخ دھاڑ کریں گے اور وہ اس جگہ کچھ نہ سنیں گے ﴿۱۰۰﴾
 (اپنے رونے کے غل میں) ﴿۱۰۱﴾ بیشک وہ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا وہ لوگ دوزخ سے
 (اس قدر) دور رکھے جاویں گے ﴿۱۰۱﴾

۱۔ **شان نزول:** مطلب یہ ہے کہ مشرک لوگ اور جن بتوں کو یہ پوجتے ہیں، قیامت کو یہ سب دوزخ کا ایندھن بنائے
 جائیں گے۔ اور ہمیشہ دوزخ میں ان کا ٹھکانا ہوگا۔ ان سے پوچھا جاوے کہ اگر ان کے بت معبود ہونے کی صلاحیت رکھتے تو
 خدا کے نزدیک ان کی بھی قدر و منزلت ہوتی، کہ خدا ان کو دوزخ کا ایندھن نہ ٹھہراتا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیتیں
 مشرکوں کو پڑھ کر سنائیں تو ایک شخص ابن الزبیری شاعر نے آنحضرت ﷺ سے بڑا جھگڑا کیا، اور کہا کہ سوا اللہ تعالیٰ کے
 حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام اور ملائکہ کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ یہود تو حضرت عزیر کو پوجتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے
 آگے کی آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نجات کا وعدہ فرما چکا ہے وہ دوزخ سے دور رکھے گئے ہیں۔ پھر یہ
 سن کر ابن الزبیری مسلمان ہو گئے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی مدح میں بہت شعر انہوں نے کہے۔ حاصل یہ ہے کہ
 کلمہ گو گنہگار جب دوزخ سے نکل کر جنت میں جا چکیں گے، اور کلمہ کے منکر مشرک لوگ اور ان کے بت دوزخ میں رہ جاویں
 گے، تو ان کو یہ حکم سنا دیا جاوے گا کہ اب تم اور تمہارے جھوٹے معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہو۔ یہ حکم سن کر یہ لوگ روئیں
 گے، چلائیں گے، اور ان میں ہر ایک شخص اپنے اپنے عذاب کی تکلیف میں ایسا بدحواس ہوگا کہ ایک شخص دوسرے کے رونے
 کی آواز بھی نہ سنے گا۔

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد فرشتے اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کو ان کا جنت کا ٹھکانا دکھا
 کر یہ وعدہ خوشخبری کے طور پر سنا دیتے ہیں کہ اسی ٹھکانے میں ہمیشہ رہنے کے لئے تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جاوے

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا شْتَبَهْتُمْ أَنْفُسَهُمْ خِلْدُونَ ﴿١٠٢﴾
 لَا يَحْرُغُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمُ الْمَلَائِكَةُ ۖ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي
 كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۗ
 كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۖ وَعَدًّا عَلَيْنَا ۗ إِنََّّا كَنَّا فَعِلِينَ ﴿١٠٤﴾ وَ
 لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ

(کہ) دوزخ (کے جوش) کی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۰۲﴾ انہیں (تجہ آخرہ کی) بڑی سے بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی اور قبر سے نکلتے وقت) فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے (اور کہیں گے) کہ یہی تو تمہارا وہ دن ہے جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا ﴿۱۰۳﴾ جس دن ہم آسمانوں جو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے سجل فرشتہ نامہ اعمال کو لپیٹتا ہے، ہم نے جس طرح اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے۔ بیشک ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے ﴿۱۰۴﴾ اور ۲ بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا۔

گا، تو قبر سے اٹھتے ہی وہ خوشخبری کا وعدہ ان نیک لوگوں کو اللہ کے فرشتے پھر یاد دلائیں گے کہ تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا تھا یعنی یہ تمہارے سیر و تماشہ کا دن ہے اور عزت اور عظمت کا۔

نامہ اعمال لکھنے والے فرشتہ کا نام

۱۔ ان آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ لیوے گا جس طرح سجل فرشتہ یعنی کاتب مکتوبوں (نامہ اعمال) کو لپیٹ دیتا ہے۔ سجل ایک فرشتہ کا نام ہے۔ انسان کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو کرمانا کاتبین لکھ لیتے ہیں۔ پھر جمعرات کے روز اس میں سے آسمان پر صرف وہ باتیں چھانٹ لی جاتی ہیں جو ثواب یا عذاب کے قابل ہیں۔ غرض اس کام کا دفتر جو آسمان پر ہے، اس کے اہل دفتر میں سجل نام کا فرشتہ ہے جو کہ دوسرے آسمان پر ہے۔ آگے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اب بچہ ننگے پاؤں، بدن بغیر ختنہ کیا ہو اماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے قیامت کے دن سب لوگ قبروں سے اسی حالت میں اٹھیں گے۔ پھر فرمایا دوبارہ پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ کا ایک یقینی وعدہ ہے جس کا ظہور ضرور ہوگا۔

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوح محفوظ میں، اور لوح محفوظ کے بعد انبیاء پر جو کتابیں نازل کی گئیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے یہی لکھا ہے کہ جنت کی زمین کے وہی لوگ وارث ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے ہیں۔

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا
لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ
إِنِّي نُوحِي إِلَيْهَا إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ﴿۱۰۸﴾ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۹﴾

کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ﴿۱۰۵﴾ بیشک اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو عبادت کرنے والے ہیں ﴿۱۰۶﴾ اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تم کو جہان بھر کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے ﴿۱۰۷﴾ تم فرماؤ: ”مجھے تو یہی وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) صرف ایک ہی خدا ہے، تو کیا تم اسلام لاتے ہو (یا نہیں) ﴿۱۰۸﴾

آنحضرت ﷺ کا جہاں بھر کیلئے باعثِ رحمت ہونا

ان آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے لوگ آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہزاروں نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو تو پہچان سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نامرضی کے کاموں کی تفصیل ان کو بغیر آسمانی کتاب کے نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ اس واسطے خالص دل سے اللہ کی عبادت کرنیوالوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف میں اپنی مرضی اور نامرضی کی باتیں کافی طور پر بتلا دی ہیں۔ اور اے رسول اللہ کے! تم کو جو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے تو یہ جہان بھر کے لوگوں کے حق میں اللہ کی رحمت ہے۔ کیونکہ جو لوگ تمہاری فرمانبرداری اور قرآن کی نصیحت کے پابند رہیں گے، ان کو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ حکومت و ثروت سب کچھ دے گا، اور عقبیٰ میں ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں ہمیشہ کے لئے عیش کا سامان عطا فرماوے گا، اور نافرمان لوگوں کے حق میں رحمت یوں ہے کہ آپ کے قدموں کی برکت سے ان عذابوں سے دنیا میں وہ بچ گئے جن میں سابقہ قومیں ہلاک ہوئی تھیں۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! تم مشرکوں سے کہہ دو کہ مجھ کو قرآن میں یہی حکم ہے کہ جس اللہ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ تو انسان پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں انسان کسی کو شریک نہ کرے۔ اس حق کے ادا ہونے کے بعد انسان کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہوگا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ اس نصیحت کے بعد ان مشرکوں سے پوچھا جاوے کہ یہ لوگ اسلام لاتے ہیں یا اپنے آپ کو عذاب کے قابل ٹھہراتے ہیں۔ پھر فرمایا اس نصیحت کو سن کر اگر یہ لوگ ٹکرائی کریں تو ان سے کہہ دیا جاوے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق کے ادا کرنے اور نہ کرنے دونوں باتوں کا انجام تم لوگوں کو بتلا دیا ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کی نصیحت کے نہ ماننے والوں پر دیر سویر کب عذاب آجائے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں جو شرک کا عقیدہ ہے، وہ ان کے ہاتھ پیروں کے شرک کے کام اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہیں۔ اور میں کچھ نہیں جانتا

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلْنَا آذَانَكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ
 مَا تُوعَدُونَ ۝ ۱۰۹ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۝ ۱۱۰
 وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ ۱۱۱ قُلْ رَبِّ احْكُم
 بِالْحَقِّ ۖ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ ۱۱۲

پس اگر یہ لوگ نہ مانیں تو فرما دو کہ میں نے تم (سب) کو (امر حق سے) برابر آگاہ کر دیا اور میں کیا جانوں کہ قریب ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ۝ ۱۰۹ بیشک اللہ جانتا ہے آواز کی بات کو اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو ۝ ۱۱۰ اور میں نہیں جانتا ہوں شاید اس (مہلت) میں تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (اس سے) فائدہ ہو ۝ ۱۱۱ نبی نے عرض کی کہ اے میرے رب! حق فیصلہ فرما دے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بناتے ہو مدد مانگی جاتی ہے ۝ ۱۱۲

مگر اتنا خیال کرتا ہوں کہ جن امور کا تم سے وعدہ ہوا ہے، اس کی تاخیر میں تمہارے لئے آزمائش ہے اور فتنہ ہے۔ اور ایک وقت خاص تک مہلت ہے یعنی موت تک زندگی سے لطف اٹھاؤ۔

اے رسول اللہ کے! تم اپنے پروردگار سے اس طرح عرض کرو کہ یا الہی! ان کافروں اور مسلمانوں میں سچا فیصلہ کر دے، اور یہ جھگڑا چکا دے، اور کہہ دو کہ ہمارا پروردگار جو بڑا مہربان ہے، ان باتوں پر مدد چاہی جاتی ہے جو تم جھوٹ بناتے ہو۔

﴿ایاتھا ۷۸﴾ ﴿سُورَةُ الْحَجِّ مَكِّيَّةٌ ۱۰۳﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۱۰﴾

سورۃ الحج مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۃ الحج: جو شخص سفر کے وقت اس سورت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس سورت کی برکت سے بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچا دے گا اور کسی قسم کا خطرہ نہ ہوگا۔ اگر یہ ساری سورت لکھ کر حاکم ظالم کی جگہ پر رکھ دے تو وہ وہاں سے دفع ہو جاوے گا۔ اور یا یہاں الناس سے عظیم تک لکھ کر عورت کے رحم چھاندے تو ان شاء اللہ تعالیٰ حمل محفوظ رہے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ①
يَوْمَ تَرَوُنَّهَا تُذْهِلُ كُلُّ مَرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ
عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ② وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ③

اے لوگو! اپنے پروردگار (کے عذاب) سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے ① جس دن کہ تم (لوگ) اس کو دیکھو گے اس دن (کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا) تمام دودھ پلانے والیاں اس کی ہیبت سے (اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی، اور (اے مخاطب!) تجھے لوگ نشہ کی سی حالت میں نظر آویں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے ② اور ③ کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو اللہ کے معاملہ میں بے جا بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں ③

قیامت کے زلزلہ کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اے لوگو! اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرو، اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو۔ بیشک قیامت کا زلزلہ سخت خوفناک اور بڑی بھاری چیز ہے۔ جب تم اس کو دیکھو گے یعنی پہلے صور کے وقت جو زمین ہلے گی، اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور آسمان سے آواز آئے گی کہ: ”اے لوگو! خدا کا حکم آ پہنچا“ پس مخلوق میں ایک بڑا تہلکہ اور کھرام پڑ جائے گا۔ اور ایسی دہشت ہوگی کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائیں گی، اور ہر ایک حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔ بلکہ عذاب الہی کے خوف سے لوگوں کے ہوش جاتے رہیں گے۔

گستاخان اسلام کا انجام

۲۔ یہ آیت نصر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا ہی جھگڑالو تھا، اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآن کو پہلوں کے قصہ بتاتا تھا، اور حشر کا بڑا سخت منکر تھا۔ تو بدر کی لڑائی میں وہ حالت کفر میں مارا گیا، اور اس کے ساتھی دو ایک اور شریر تھے جو بجلی گر کر ہلاک ہوئے۔ ایسے لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کے حاصل معنی یہ ہیں کہ نصر بن حارث اور اس کے ساتھیوں کی طرح آدمی کو دین کی بات میں عقل سے جھگڑنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ جن باتوں کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے ان میں

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ
السَّعِيرِ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا
خَلَقْنَاكُمْ مِّن نُّرَابٍ ثُمَّ مِّن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِّن عِلْقَةٍ ثُمَّ مِّن مُّضْغَةٍ
مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۝

(حالانکہ) شیطان کی بابت لکھا جا چکا ہے۔ کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا (یعنی اس کی پیروی کرے گا) تو وہ اس کو گمراہ کر کے رہے گا اور اس کو راستہ دکھلائے گا عذاب دوزخ کا ۝ اے لوگو! اگر تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے سے شک (و انکار) ہو تو (یہ غور کرو) بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا (یعنی آدم کو) مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے کہ کسی کی پوری صورت بنائی اور کسی کی ناقص تاکہ اپنی (قدرت کی) نشانیاں تم کو ظاہر کریں۔

سے اکثر باتوں کی مصلحت کو عقل نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ جو دین کی باتیں بتلا دی ہیں، ان باتوں کو چھوڑ کر جو شخص عقلی شیطانی دوسوسوں میں پڑے گا تو دین و دنیا کا ٹوٹا ٹھاننا پڑے گا۔

منکرین حشر کے لئے دونا قابل تردید لیلیں

۱۔ اوپر منکرین حشر کا ذکر فرما کر یہاں آخر رکوع تک دو دلیلیں حشر کی بیان فرمائی ہیں: ۱۔ پہلی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جس اللہ میں یہ قدرت ہے کہ اس نے پانی سے مٹی کا کام لے لیا، اس کو مٹی سے مٹی کا کام لینا کون سی عقل سے یہ لوگ مشکل بتاتے ہیں۔ کیونکہ ماں کے پیٹ یعنی رحم میں اس نے پانی جیسی پتلی چیز نطفہ سے آدمی کا پتلا بنا کر پتلے میں روح پھونک دی ہے۔ حشر میں تو مٹی سے مٹی کا پتلا بنا کر اس پتلے میں روح پھونک دی جاوے گی۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے کہ عورت کے رحم میں نطفہ چالیس دن کے بعد جما ہوا خون ہو جاتا ہے، اور پھر چالیس دن کے بعد اس جے خون کا ایک گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو بچہ کا نقشہ، آنکھیں کان، اور سب اعضاء اس گوشت کے ٹکڑے سے بن جاتے ہیں، نہیں تو حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے رکھا ہے کہ لوگ اس کی قدرت کو پہچانیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو بچہ پورا ہونے والا ہوتا ہے وہ حمل کی پوری مدت تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا رزق، اسکی عمر، اسکے عمل، اس کا شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے۔ اور پھر بچہ پیدا ہو کر جوانی کو پہنچتا ہے۔ کوئی جوانی سے پہلے، اور کوئی بوڑھا ہو کر مرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اس طرح فرماتا ہے، اور اس کو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کرتا ہے۔ یہ اس لئے بیان فرمایا گیا کہ تم اللہ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَاَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٦﴾ وَاَنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدٰى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ ثٰنِي عِظْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّوٰثِقَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ يَدٰكُ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلٰمٍ لِّلْعٰبِدِ ﴿١٠﴾

۱۰

یہ (سب کچھ اس لئے ہے) کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۶﴾ اور اس لئے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں، اور یہ کہ اللہ (قیامت میں) قبر والوں کو (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے گا ﴿۷﴾ اور کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کی شان میں یوں جھگڑتا ہے بغیر علم کے اور بغیر دلیل کے اور بغیر کسی روشن نوشتہ کے حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ﴿۸﴾ تاکہ لوگوں کو اللہ کے رستہ سے (یعنی دین حق سے) بہکاوے، ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھادیں گے ﴿۹﴾ (اور اس سے کہا جاوے گا) یہ تیرے عمل بد کا بدلہ ہے جس کو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یہ کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ﴿۱۰﴾

۱۔ **شان نزول:** یہ آیت ابو جہل وغیرہ ایک جماعت کفار کے حق میں نازل ہوئی، جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑا کرتے، اور اس کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرتے تھے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ مشرک اللہ کی قدرتیں آنکھوں سے دیکھ کر دوبارہ پیدائش کو جھٹلاتے، اور حشر کا ذکر سن کر طرح طرح ایسی بے سند مکاری کی باتیں (فضول) جو بناتے ہیں کہ جن باتوں کے سبب سے خود بھی گمراہی میں پھنستے ہیں، اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ ان کی یہ باتیں دنیا میں ان کو رسوا اور عقوبتی میں سخت عذاب کا سزاوار ٹھہراویں گی، کیونکہ ظلم کے طور پر تو اللہ تعالیٰ کسی کو سزا دینا نہیں چاہتا لیکن سزا کے قابل جرم پر سزا کے دینے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۗ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۗ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝۱۱ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۗ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝۱۲

اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں کنارے پر (یعنی دل کے جماؤ سے نہیں) پھر اگر ان کو کوئی (دنیوی) فائدہ پہنچ گیا جب تو چین سے ہیں، اور اگر ان کو کچھ تکلیف پہنچ گئی تو منہ کے بل پلٹ گئے (یعنی اپنی کفر کی حالت پر جس سے)، دنیا اور آخرت دونوں کو کھو بیٹھے یہی کھلا نقصان ہے ۝ (وہ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ ان کو نفع دے سکتی ہیں، یہی دور کی گمراہی ہے ۝

۱۔ **شان نزول:** صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے آس پاس کے کچھ دیہاتی لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آن کر اسلام لے آتے تھے، اور پھر اپنے اپنے گاؤں کو چلے جاتے تھے۔ گاؤں میں چلے جانے کے بعد اگر ان کے مال یا اولاد میں کچھ ان کو بہودی نظر آتی تھی تو اسلام پر قائم رہتے تھے۔ اور کہتے تھے: ”بلا شک یہ دین اچھا ہے“ اور اگر اسلام کے بعد اتفاق سے کوئی سختی آ جاتی تو اسلام کی مذمت کرنے لگتے تھے، اور اسلام سے بھر جاتے تھے۔ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعضے دیہاتی لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ غنیمت کے مال میں سے، صدقہ خیرات میں کچھ مل جانے کا لالچ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، اور جب تک ان کا مطلب پورا ہوتا رہتا ہے تو اوپری دل سے مسلمانوں کے ساتھ نماز روزہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور جس وقت ان کا مطلب پورا نہیں ہوتا تو اسلام سے بھر جاتے ہیں۔ جس سے ان کا دنیا میں تو یہ نقصان ہے کہ ان کے نصیب سے زیادہ انہیں کچھ ملنے والا نہیں، اور عقبی کا نقصان وقت مقررہ پر ان کی آنکھوں کے سامنے آ جاوے گا۔ پھر فرمایا کہ اسلام سے پھر جانے کے بعد یہ اور ان کے ساتھی مشرک پتھر کی مورتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ بت بالکل پتھر ہیں، تو ان کی کوئی پوجا کرے تو وہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ پوجا کرے تو ان پتھروں سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تو ان بت پرستوں کا دنیاوی حال ہوا عقبی میں ایسے لوگوں کا جو کچھ انجام ہوگا، وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ جاوے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان اور

يَدْعُوا لَكِنَّ ضُرَّةَ أَقْرَبٍ مِنْ نَفْعِهِ ۖ لَيْسَ الْبَوْلَىٰ وَ لَيْسَ
 الْعَشِيرُ ۝۱۳ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝۱۴ مَنْ
 كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمِدُّ ذِرَاعَيْهِ
 إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدَهُ مَا يَغِيظُ ۝۱۵

ایسے کو پکارتے ہیں کہ جس کے نفع سے نقصان زیادہ قریب ہے۔ بیشک وہ کیا ہی برا مولیٰ ہے اور بیشک رفیق بھی کیا ہی برا ہے ۝۱۳ بیشک لے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۝۱۴ جو شخص لے یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ اپنے نبی (ﷺ) کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ اوپر (چھت میں) ایک رسی لٹکائے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس بات کو دور کر دیتی ہے جس کی اس کو جلن ہے ۝۱۵

ایک فرشتہ رہتا ہے۔ شیطان ہر وقت اس کو برے کاموں کی، اور فرشتہ نیک کاموں کی رغبت دلاتا رہتا ہے۔ اور اگرچہ ان لوگوں کے حق میں وہ بہت بڑا دوست اور رفیق ہے، اور جس کی برائی ان لوگوں کو مرنے کے بعد معلوم ہوگی۔ لیکن دنیا میں ان کو اس کی برائی نظر نہیں آتی۔

لے ان آیتوں میں فرمایا جو لوگ بکے ایمان دار ہیں اور تکلیف و راحت ہر حال میں نیک کام کرتے رہتے ہیں، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو ایسے باغوں میں ہمیشہ کے لئے رہنے کا حکم دے گا جن باغوں کے درختوں کے نیچے دودھ شہد شراب اور پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔ آخر آیت میں فرمایا قیامت کے دن اپنے علم اور ارادہ کے موافق اللہ تعالیٰ جزا و سزا کا جو فیصلہ کرے گا وہ ٹل نہیں سکتا۔

۷۔ **شان نزول:** غطفان کے ایک گروہ نے اسلام قبول کرنے میں کچھ توقف کیا، اور بولے کہ شاید آنحضرت ﷺ کو کوئی مہم پیش نہ آجائے۔ اگر ہم اسلام لائے تو ان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہونا پڑے گا، تو پھر ہمارا اور یہود کا دوستانہ جاتا رہے گا، اور وہ جو ہماری وقتاً فوقتاً مدد کیا کرتے ہیں وہ موقوف کر دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ سے حسد کرتے ہیں، وہ چاہے جس قسم کی تدبیر کریں اور جان تک دیدیں، تب بھی ان کا

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۗ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِيَ مَن يُرِيدُ ﴿۱۲﴾ إِنَّ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغِينَ وَالنَّصَارَى وَالْبَجُوسَ وَالَّذِينَ
 الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
 كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۳﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن
 فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالنَّجْمُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ
 وَأَبْكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۗ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ

اور بات یہی ہے کہ ہم نے یہ قرآن اتارا کھلی کھلی آیتیں (والا) اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے ﴿۱۲﴾ بیشک مسلمان اور یہودی اور ستارہ پرست اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرک، بیشک اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا (یعنی مسلمانوں کو جنت عطا فرمائے گا اور کفار کو دوزخ) اللہ ہر چیز سے واقف ہے ﴿۱۳﴾ (اے مخاطب! ۱۳) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وہ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی، اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے۔

مقصد پورا نہ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ جس طرح ایسے لوگوں کے خیال کو جھٹلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، اسی طرح قرآن کی کھلی کھلی اور آیتوں میں اسی طرح لوگوں کے بہت سے خیال جھٹلائے گئے۔ اور بات یہی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ دنیا میں چھ فریق ہیں: ﴿۱﴾ اول اہل اسلام ﴿۲﴾ پھر یہودی اور ﴿۳﴾ ستارہ پرست اور ﴿۴﴾ عیسائی اور ﴿۵﴾ آتش پرست اور ﴿۶﴾ مشرک۔ ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں ہدایت پر کہتا ہے، مگر درحقیقت ہدایت پر وہی ہے جس کو خدا نے ہدایت دی، یعنی اہل اسلام۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ چکا دے گا، اور ان کے اعمال کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

کائنات کی ہر چیز بارگاہ الہی میں سجدہ ریز

۱۳ سورۃ الرعد اور سورۃ النحل کی آیتوں کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے حاصل مطلب یہ ہوا کہ جو چیز آسمانوں میں ہے،

وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝۱۸
 هَذِينَ خَصَّصْنَا فِي رَأْيِهِمْ فَأَلْزَمْنَا كُفْرًا وَقَطَعْنَا لَهُمْ
 ثِيَابًا مِنْ نَارٍ ۝۱۹ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝۲۰
 مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۝۲۱ وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ ۝۲۲

اور جس کو کہ اللہ ذلیل کرے پھر اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۝۱۸ یہ لہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن ہیں، اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑتے ہیں پس جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے (قیامت میں) آگ کے کپڑے قطع کئے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جاوے گا ۝۱۹ جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے (انتریاں وغیرہ) اور ان کی کھالیں گل جاویں گی ۝۲۰ اور ان کے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہیں ۝۲۱

اور جو چیز زمین میں ہے، اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے، اور ایماندار جنات اور انسان خوشی سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں، اور ایماندار جنات اور انسان کی پرچھائیں بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ اور یہ مشرک لوگ اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم کو چھوڑ کر خود تو پتھروں کی صورتوں کو سجدہ کرتے ہیں، لیکن سایہ کے ڈھلنے کے وقت ان کی پرچھائیاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ احقاف میں لکھا ہے کہ حقیقت میں ماتھاز میں پرٹیکنے کا نام سجدہ نہیں ہے، بلکہ سجدہ نہایت درجہ کی عاجزی کی علامت، اور کمال تعظیم و تکریم کی دلیل ہے۔ پھر فرمایا کہ بہتیرے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سجدہ سے انکار کرتے ہیں، اور وہ عذاب کے مستحق ہو چکے، اور جس کو اللہ ذلیل کرے پھر اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مسلمانوں اور مشرکوں کا جھگڑا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

۱۔ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ آیت چھ آدمیوں کی شان میں ہے جو کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ میں سے جس وقت یہ تین شخص شیبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی عتبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے صف جنگ سے باہر نکلے تو ایک جوان انصار نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تم لوگوں سے لڑنا پسند نہیں کرتے، بلکہ ہم کو تو اپنے ہم قوم قریش لوگوں سے مقابلہ کرنے کا شوق ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تینوں مشرکوں کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ انہی دو فریقوں کی شان میں جو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں، یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

كَلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا
 عَذَابَ الْحَرِيقِ ۚ ۲۲ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
 الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ
 أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۗ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۚ ۲۳ وَهُدًى إِلَى
 الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۗ وَهُدًى إِلَى صِرَاطٍ الْحَمِيدِ ۚ ۲۴ إِنَّ الَّذِينَ
 كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالسَّجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي
 جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۗ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ
 بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ ۲۵

وہ لوگ جب دوزخ سے گھبرا کر نکلنا چاہیں گے (تو گرزوں سے مار کر) پھر اس میں دھکیل دیئے جاویں گے، اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب (ہمیشہ کیلئے) چکھو ۲۲ بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انکو سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے، اور وہاں انکا لباس ریشمی ہوگا ۲۳ اور (یہ سب انعام ان کیلئے اسلئے ہے کہ دنیا میں) انکو پاکیزہ کلام کی طرف ہدایت کی گئی اور تعریف کئے گئے کی راہ بتائی گئی (یعنی اللہ کا دین اسلام) ۲۴ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد الحرام (یعنی حرم) سے روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے (عبادت گاہ) مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں۔ اس جگہ کارہنے والا بھی اور باہر سے آئیوا بھی اور جو کوئی اس جگہ کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے تو ہم اسکو درد دینے والا عذاب کا مزہ چکھاویں گے ۲۵

۱۔ نشان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو عمرہ سے روکا، اور مسجد حرام میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَأَذْبُوْنَا لِلْبُرْهِيْمِ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ
 لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝۲۶ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
 يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَبِيبٍ ۝۲۷

اور (یاد کرو!) جب کہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے کعبہ کی جگہ ٹھیک بتادی اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا ۝۲۶ اور لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا عام اعلان کر دو کہ لوگ تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر پتلے دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر کہ ہر دور و دراز راستوں سے آتے ہیں ۝۲۷

۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تعمیر کعبہ شریف پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی، آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کی جگہ بتائی، اور آپ نے اس کی قدیم بنیاد پر عمارت کعبہ تعمیر کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اور میرے گھر کو نمازیوں کے لئے پاک رکھنا۔

حج کا حکم

۲۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابوقیس پہاڑ پر چڑھ کر جہاں کے لوگوں کو حج کرنے کی دعوت دی، کہا کہ اے لوگو! تمہارے رب نے ایک مکان بنایا ہے، اور اس کا یہ حکم ہے کہ تم اس کا حج کرو۔ اللہ تعالیٰ نے وہ آواز مشرق سے مغرب تک سارے جہاں میں پہنچادی۔ یہاں تک کہ جو بچے باپوں کی پشت میں، اور اپنی ماؤں کے رحم میں تھے، اور ان کی قسمت میں حج کرنا تھا، انہوں نے یہ جواب دیا لیبیک اللہم۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں اذن کا خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے۔ چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا اور ارشاد کیا: ”اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، تم حج کرو“۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اپنے شوق سے ہزاروں خلق پیادہ آتی ہے، لیکن حج کے فرض ہونے کیلئے سواری کا خرچ ضروری ہے۔ فقط امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو پیدل چلنے کی عادت ہو، اس پر بغیر سواری کے خرچ کے حج فرض ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پرہیزگاری سے حج ادا کرے، تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہاں آ کر اپنے منافع حاصل کریں دینی بھی، اور دنیوی بھی۔ دنیوی تو بے شمار ہیں، دنیا کا منافع جو کہ بالکل ظاہر ہے کہ تجارت کی ترقی۔ تمام اہل ملت کا ایک جگہ جمع ہونا جس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مختلف لوگوں کی ملاقات، ان کے خیالات سے واقفیت، اور دوسروں کے علم و ہنر سیکھنا غرض یہ کہ بہت سے فوائد ہیں۔ پھر فرمایا کہ مقررہ دنوں یعنی قربانی کے دنوں میں جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ
 مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةٍ إِلَّا نِعَامٌ ۚ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْبَآئِسَ
 الْفَقِيرَ ۚ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نُدُورَهُمْ ۖ وَلِيَطَّوَّفُوا
 بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ
 عِنْدَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمْ إِلَّا نِعَامٌ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
 الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾

تاکہ وہ اپنے (دنیوی اور دنیاوی) فوائد پائیں اور جانے ہوئے دنوں (یعنی قربانی کے دنوں) میں ان مخصوص
 چوپاؤں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ نے انہیں دیئے ہوئے
 ہیں، پس ان (قربانی کے جانوروں) میں سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ ﴿۲۸﴾ پھر لوگوں کو چاہئے
 کہ اپنے (جسم و لباس کا) میل کچیل دور کریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس خانہ قدیم (یعنی خانہ کعبہ) کا
 طواف کریں ﴿۲۹﴾ یہی حکم ہے لے اور جو کوئی اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لئے اس کے
 پروردگار کے نزدیک بہتر ہے، اور چوپائے جانور تمہارے لئے حلال کئے گئے سوائے ان جانوروں کے جن کا
 حکم تم کو (قرآن میں) سنا دیا گیا ہے (وہ حرام ہیں مردار وغیرہ)۔ پس چاہئے کہ بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو
 اور بچو جھوٹ بولنے سے ﴿۳۰﴾

کریں۔ اور اس قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائیں، اور محتاج فقیروں کو بھی کھلا دیں۔ پھر عرفات سے پلٹنے کے بعد
 حجامت بنو ادیس، کپڑے پہنیں۔ جو منت انہوں نے مانی ہو وہ پوری کریں، اور کعبہ کا طواف کریں، یہی طریقہ نیک ہے۔
 مسائل حج مفصل سورہ بقرہ (پارہ 2) میں ذکر ہو چکے ہیں۔

شرک اور جھوٹ کی منہا ہی (ممانعت) کا حکم

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ چند کعبہ کی تعظیم اور حج کی باتیں جو لوگ سن چکے ہیں، یہ اللہ کی بتلائی ہوئی ادب کی باتیں ہیں۔ ان
 میں سے منہا ہی (منوعات) سے جو شخص باز رہے گا، اور جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو بجالا دے گا، تو اسی شخص کے حق

حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ
السَّمَاءِ فَتَخَطَفَهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيحٍ ﴿۳۱﴾
ذَلِكَ ۗ وَمَنْ يُعْظِمْ شَعًا بِرِ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿۳۲﴾

خاص اللہ کے ہو کر ہوا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ بنو اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اس کو (مردار خوار) پرندے اچک لے جاتے ہیں یا اس کو ہوا اڑا کر کسی دور دراز جگہ میں پھینک دیتی ہے ﴿۳۱﴾ یہ حکم ہے اور جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے ﴿۳۲﴾

میں یہ فرمانبرداری بہتر ہے کہ اس کو فرمانبرداری کا بدلہ ملے گا۔ سورۃ المائدہ (پارہ ۶) میں گذر چکا ہے کہ مشرکین مکہ بہت سے جانوروں کو بتوں کے نام کا ٹھہرا کر ان جانوروں کے گوشت کا کھانا حرام سمجھتے تھے۔ اسی واسطے آگے فرمایا سوائے ان جانوروں کے جن کی تفصیل ان لوگوں کو سورۃ المائدہ کی آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ میں سمجھادی گئی ہے۔ باقی جانور اللہ تعالیٰ نے انسان پر حلال کر دیئے، تو چاہئے کہ بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہیں۔ کیونکہ بت بھی ناپاکی میں داخل ہیں۔ اور جھوٹی بات سے پرہیز کریں اور یہ بات خلوص کے ساتھ کریں۔ یعنی دکھاوے سنانے کے واسطے نہ ہوں بلکہ ایمان کے ساتھ ہوں، یعنی مسلمان ان کا احکام الہی کو بجالاویں۔ اور جو مشرک بنے گا یعنی کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا، وہ ہلاک ہوگا۔ جیسے کہ کوئی آسمان سے گر کر ہلاک ہوتا ہے، اور پرندے اسے نوح نوح کر لے جاتے ہیں۔ یا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو ہوا دور جگہ اڑا کر پھینک دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی ایمان کی بلندی پر سے کفر کی پستی پر گرتا ہے، نفس کی خواہش اسے پریشان اور پائمال کرتی ہے۔ یا دوسرے شیطانی کی ہوائیں اسے گمراہی کے جنگل میں ڈال دیتی ہیں۔ یہی کام کرنے کے قابل ہے یعنی کفر سے بچنا، اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ہے۔ جھوٹ اللہ تعالیٰ نے کفر کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بڑا گناہ ہے۔

قربانی اور اس کے ثواب و آداب کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جو شخص خدا کی نشانیوں کی تعظیم سمجھتا ہے، یہ اس کی پرہیزگاری کی علامت ہے۔ آگے مطلب یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ شریف میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے۔ اور ایسے جانوروں کو اکثر ان میں اونٹ ہوا کرتے تھے۔ ان جانوروں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے ان میں ہر طرح کے فائدے ہیں۔ ان پر بوقت ضرورت سوار ہو لیا کرو۔ بوقت حاجت ان کا دودھ پی لیا کرو۔ ضرورت کے وقت بوجھ لا دیا کرو۔ ان کے اون اور بال کام میں لے آیا کرو۔ یہ فوائد تم کو ذبح کے وقت تک حاصل رہیں گے۔ پھر اس کے ذبح کی جگہ بیت العتیق یعنی حرم شریف ہے۔

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَىٰ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۖ وَلِكُلِّ
 أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ
 الْأَنْعَامِ ۗ فَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَالْحَدُّ لَهُ ۗ أَسْلِبُوا ۗ وَبَشِّرِ الْبُخْتِبِينَ ۗ الَّذِينَ
 إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمُ وَالْمُتَّقِينَ
 الصَّلَاةِ ۗ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۗ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

(قربانی کے جانوروں میں) تمہارے لئے ایک مقرر میعاد تک (طرح طرح کے) فائدے ہیں، پھر ان کو پہنچنا ہے اس قدیم تک (یعنی حرم شریف تک جہاں وہ ذبح کئے جائیں) اور اے ہم نے ہر امت کے لئے ایک قربانی مقرر فرمائی تاکہ جو کچھ خدا نے ان کو چوپائے (جانور) عطا کئے ہیں ان پر (ذبح کرتے وقت) اس کا نام لیں، پس تم سب کا خدا ایک ہی خدا ہے، پس اسی کا حکم مانو اور (اے محبوب ﷺ) خدا سے عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر مصیبت آ پڑتی ہے تو اس پر صبر کرنے والے ہیں، اور نماز قائم رکھنے والے اور ہمارے دیئے میں سے (نیک کاموں کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور (مسلمانو!) ہم نے تمہارے لئے قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں، اللہ کی نشانیوں میں سے کئے۔

۱۔ اوپر قربانی کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا: ”اللہ کے نام پر جانوروں کے ذبح کرنے کا حکم کچھ اس امت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر دیندار امتوں میں بھی اللہ کا یہی حکم تھا۔ تاکہ لوگ اللہ کے دیئے ہوئے جانوروں میں سے اللہ کے نام پر قربانی کریں، یعنی ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں، اور عقبیٰ کا اجر کمائیں۔ اور ساری مخلوق کا خدا ایک ہی خدا ہے پس سب کو اسی کا حکم ماننا چاہئے۔ اور اس کے حکم پر اعتراض کسی کو نہیں چاہئے۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب! ﷺ اگر یہ مشرک لوگ قرآن کی نصیحت کو نہ مانیں، تو تم فقط ان لوگوں کو عقبیٰ کی بہبودی کی خوشخبری سنا دو، جو اللہ سے ڈرتے، اور مشرک ان کو ستاتے ہیں تو اس پر اور ہر طرح کی تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ نماز کے پابند رہ کر قربانی اور علاوہ قربانی کے صدقہ و خیرات خالص اللہ ہی کے نام پر کرتے ہیں۔

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ وَالْبُدْنَ مَوْنٌ جانور کو کہتے ہیں، جس میں اونٹ اور گائے دونوں کو ٹھہرایا گیا ہے کہ نیاز کے

لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ فَإِذَا وَجَبَتْ
 جُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۖ كَذَلِكَ سَخَّرْنَا
 لَكُمْ لَعَنَكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۲﴾ لَنْ يَبَالَ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا
 وَلَكِنْ يَبَالُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۖ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے، پس تم ایک پاؤں بندھے اور تین پاؤں سے کھڑا کر کے یا ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ، پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (حرکت بند ہو جائے) تو اس (کے گوشت) میں سے خود کھاؤ اور بے سوال والوں اور مانگنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ، ہم نے اسی طرح چوپایوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو ﴿۳۲﴾ اللہ کو تو نہ ان کا گوشت ہی پہنچتا ہے اور نہ خون ان کا، ولیکن تمہاری پرہیزگاری اس کے پاس پہنچتی ہے۔ اللہ نے اسی طرح ان کو تمہارے بس میں کر دیا۔

فربہ جانوروں کو حج یا عمرہ کے سفر میں ساتھ رکھنا، اور نیاز کعبہ کی پہچان کے لئے ان کے گلوں میں پٹہ کا ڈالنا اللہ کی تعظیم کی نشانی ہے۔ اور قربانی سے پہلے ضرورت کے وقت سواری اور دودھ کا قربانی کے بعد عقبی کے اجر کا تمہیں ان جانوروں سے نفع ہے۔ پس تم ہر ایک اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں کھڑا کر کے انہیں قبلہ رو کھڑا کر دیا جائے، اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ان کی چھاتی میں زخم لگایا جاوے، اور اس زخم کے سبب سے جب وہ زمین پر کسی پہلو گر پڑیں اور ٹھنڈے ہو جائیں، تو آگے کے حکم کے موافق ان کا گوشت قربانی کرنے والا نہیں خود بھی کھاوے، اور بے سوال والوں اور مانگنے والے محتاجوں کو بھی دیوے۔ پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ان چوپایوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے، تاکہ اس کے شکر یہ میں تم خالص دل سے اللہ کے نام کی قربانی کر۔“

۱۔ **شان نزول:** حج کے وقت مشرک لوگ جو قربانی کرتے تھے تو ذرا سا خون اللہ کے نام کا کعبہ کی دیواروں پر لگا دیتے تھے۔ اسلام کے بعد مسلمانوں نے بھی اس رسم کو جاری کرنا چاہا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور مسلمانوں کو اس رسم سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو چیز تم اللہ کے نام پر دیتے ہو، اس چیز کی اللہ کو پروا نہیں ہے۔ خود تم اور جو چیز تم اللہ کے نام پر دیتے ہو، سب کچھ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ صدقہ خیرات کا حکم اللہ تعالیٰ نے شریعت میں اس واسطے دیا ہے کہ صدقہ دینے والے کا دل اللہ آزماوے کہ کہاں تک اس کے دل میں پرہیزگاری کا اثر ہے۔ غور کرنا چاہئے چوپایوں کو انسان کے بس میں کر دینا یہ اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ مشرکین مکہ بڑے ناشکرے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے جانوروں کو بتوں کے

لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۖ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ
عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿۲۸﴾ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿۲۹﴾

تاکہ تم (اللہ کی راہ میں ان کی قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کرنے کی) ہدایت فرمائی۔ (اے محبوب! ﷺ) نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو ﴿۲۷﴾ بیشک اللہ بلائیں دفع کرتا ہے مسلمانوں کی۔ بیشک اللہ ہر بڑے دغا باز ناشکرے کو دوست نہیں رکھتا ﴿۲۸﴾ جن (مسلمانوں) سے کافر لڑتے ہیں ان کے لئے (جہاد) کی اجازت دی گئی، کیونکہ اس لئے سبب سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے ﴿۲۹﴾

نام پر ذبح کرتے تھے۔ اس سے اوپر کی آیت میں اس نعمت کا ذکر فرما کر تاکید کے طور پر ان آیتوں میں پھر اس کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے، تاکہ تم اللہ کی راہ میں دل سے ان کی قربانی کر کے اس بات پر اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ اس نے تم کو اس طرح قربانی کرنے کی توفیق دی۔ آدمی کو چاہئے کہ نیک کام کرتے وقت یہ جانے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ مرتبہ آدمی کو میسر نہ آوے تو اتنا ضرور جان لیوے کہ اللہ اس آدمی کو دیکھ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قربانی اور باقی کے سب عمل خالص عقبی کے ثواب کی نیت سے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر جو لوگ کرتے ہیں، ان کو دس گنا سے سات سو گنا تک اور زیادہ نیک نیتی کے نیک عملوں کا اس سے بھی بڑھ کر اجر دیا جاوے گا۔ اس لئے فرمایا: ”اے محبوب! ﷺ! ایسے لوگوں کو اس اجر کی خوشخبری سنا دی جاوے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی ہجرت کے بعد جو کمزور مسلمان مکہ میں رہتے تھے، مشرکین مکہ ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ان مسلمانوں کی تسکین کے لئے آگے فرمایا کہ ان مشرکوں کی دغا بازی اور ناشکری اللہ کو پسند نہیں ہے، اس لئے بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اللہ ان دغا باز اسلام کے دشمنوں پر باقی نہ رکھے گا۔

جہاد کا حکم۔ مہاجرین کا ذکر

۱۔ **شان نزول:** کفار مکہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو روزِ مرہ ہاتھ اور زبان سے شدید تکلیفیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے۔ اور صحابہ آنحضرت ﷺ کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے، کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے، کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزِ مرہ اس قسم کی شکایتیں حضور کی خدمت میں پہنچتی تھیں، اور اصحاب کرام کفار کے مظالم کی آنحضرت ﷺ کے دربار میں فریاد کرتے۔ آنحضرت ﷺ یہ فرمایا کرتے کہ صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہ آست نازل ہوئی، جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ ان

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَ
لَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهَدَّامَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ

وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک کو دوسرے (کے ہاتھ) سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں راہبوں کی اور گر جا (نصرانیوں کے اور عبادت خانے یہودیوں کے)۔

پر بہت ظلم کیا گیا ہے، اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی مدد کا ذکر ہے جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ صرف اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے تھے: ”ہمارا پروردگار اللہ ہے“۔ آگے جہاد کے جائز ہونے کا سبب بیان فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے دفع نہ کیا کرے یعنی مسلمانوں کو لڑائی کا حکم نہ دیا کرے، تو کسی قوم کی عبادت گاہ زمین پر محفوظ نہ رہتی۔ یعنی خلوت خانے اور گرجے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے نام پر اپنے شہر سے نکالے گئے ہیں، اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد مہاجرین کی تعریف فرمائی کہ دین کے مددگاروں میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں کہ اگر ان کو قوت حاصل ہو، یا سلطنت اور حکومت میسر ہو جائے تو غافل نہ ہوں، بلکہ نماز پڑھا کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں، اور نیک باتوں کا حکم دیا کریں، اور بری باتوں سے منع کیا کریں، اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ اور ہجرت کا ذکر آنے سے آنحضرت ﷺ کے دل پر مشرکین مکہ کے جھٹلانے کا خیال جو گزرا تھا، اور اس خیال سے کچھ رنج جو آپ کو ہوا تھا، اس رنج کو اس تسکین سے رفع فرما دیا کہ ہمیشہ سے مخالف لوگ انبیاء کو جھٹلاتے رہے ہیں، تمہارے ساتھ کچھ یہ بات نئی نہیں ہے۔ اور انبیاء کی قوم کے لوگوں نے انبیاء کو جھٹلایا تھا، اس واسطے ان قوموں کا نام لیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں جھٹلایا تھا بلکہ فرعون کی قوم نے جس کا نام قبطی قوم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ اس لئے جھٹلانے والی قوموں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام نہیں ہے، اور جھٹلانے والی قوموں کے ہلاک ہو جانے کا ذکر بھی فرما دیا، تاکہ قریش کو تنبیہ ہو جاوے کہ رسول وقت کے ساتھ سرکشی کرنے والوں کا جو انجام سلف سے ہوتا رہا ہے وہی انجام ان کا ہوگا۔ درحقیقت یہ مضمون علماء ہی کی تسکین کے واسطے فرمایا گیا ورنہ جناب رسالت مآب ﷺ کے دل پاک اور مستحکم کو تسکین کی کیا حاجت تھی، وہاں ازلی تسکین حاصل تھی۔ چونکہ علماء کو یہ بات میسر نہیں، اور ان کے دل میں صبر کی وہ قوت نہیں، اس واسطے ان کی تسکین فرمائی گئی۔ بظاہر خطاب آنحضرت ﷺ سے ہے، اور درحقیقت علماء مخاطب ہیں۔ آگے فرمایا پھر ہم نے کافروں کو مہلت دی، اور عرصہ کی مہلت کے بعد ان لوگوں کو طرح طرح کے عذاب میں پکڑ لیا۔

وَمَسْجِدًا يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَصْرَهُ ۗ
 إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۳۰﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا
 الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاللَّهُ
 عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۳۱﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ
 عَادٌ وَثَمُودٌ ﴿۳۲﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۳۳﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۚ وَ
 كَذَّبَ مُوسَىٰ فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
 نَكِيرِ ﴿۳۴﴾ فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى
 عُرُوشِهَا وَبُيُوتٌ مُّعْتَظَلَةٌ ۖ وَقَصْرٌ مَّشِيدٌ ﴿۳۵﴾

اور (مسلمانوں کی) مسجدیں کہ جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، بیشک اللہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ قوت والا غالب ہے ﴿۳۰﴾ یہ (مسلمان) وہ ہیں کہ اگر ہم زمین میں انہیں قابو دیں تو یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے ﴿۳۱﴾ اور اگر یہ (منکر) تم کو جھٹلاتے ہیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں)۔ بیشک ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عاد اور ثمود ﴿۳۲﴾ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط ﴿۳۳﴾ اور مدین والے (اپنے اپنے رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰ بھی (فرعون کی قوم قبیلوں کی طرف سے) جھٹلائے گئے پس میں نے (ہمیشہ ایسا ہی کیا کہ) پہلے کافروں کو (کچھ عرصہ کیلئے) ڈھیل دی پھر ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا۔ پس (دیکھا) کیسا میرا عذاب ہوا ﴿۳۴﴾ پس اے کتنی ہی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ ظالم تھیں۔ پس اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (اسی طرح ان بستیوں میں) بہت سے کنوئیں بیکار پڑنے ہیں اور بہت سے بلند محل ویران (پڑے ہیں) ﴿۳۵﴾

اے نافرمانوں کے عذاب کا ذکر: اور ذکر تھا کہ مہلت کے زمانہ میں نافرمان لوگوں کو جو ڈھیل دی گئی تھی، مہلت کے بعد

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُون لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ
يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي
الصُّدُورِ ۝۳۶ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ
وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ۝۳۷ وَكَأَيِّنْ مِنْ
قَرْيَةٍ أَمَلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْنَا

پھر کیا (یہ منکر لوگ) زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے ایسے دل ہوں جن سے سمجھیں یا ایسے کان ہوں کہ جن سے وہ سنیں۔ پس بات یہ ہے کہ جب کوئی اندھے پن میں پڑتا ہے تو آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں (جو سروں میں ہیں) بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر (پوشیدہ) ہیں ۳۶ اور یہ (کفار مکہ) تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے پروردگار کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسا تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس ۳۷ اور بہت سی بستیاں کہ جن کو میں نے ڈھیل دی (اس حال پر کہ) وہ ظالم تھیں پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں گرفتار کیا۔ اور پھر دیکھو ہماری پکڑ بھی کیسی ہے، کیسے سخت عذاب میں وہ مبتلا ہوئے۔ کسی پر طوفان آیا، کسی پر آندھی۔ کوئی کڑک کی دہشت ناک آواز سے ہلاک ہوا، کسی پر چھروں کا لشکر مسلط کیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، کسی پر پتھر برسائے۔ آگے فرمایا کہ بہت سے ظالم لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا مثلاً قوم لوط کی بستیوں کے مکانوں کو چھت کے بل اٹا دیا۔ پھر فرمایا کہ مشرکین مکہ تجارت کی غرض سے اکثر ملک شام کا سفر کرتے رہتے تھے۔ اس سفر میں کیا ان کو قوم ثمود اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں اور نکلے کنوئیں، اور بہت سے بلند محل جو کہ کھنڈر پڑے ہیں نظر نہیں آئے۔ پھر فرمایا ان لوگوں کے منہ پر آنکھیں نہیں، اس لئے ان اجڑی ہوئی بستیوں پر ان کی نظر اکثر پڑتی ہے، لیکن شرک اور گناہوں کے سبب سے ان کے دل اندھے ہیں۔ اس واسطے نہ عبرت کی نظر سے اجڑی ہوئی بستیوں کو یہ لوگ دیکھتے ہیں نہ اس کا کچھ حال ہوش و حواس کے کانوں سے سنتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ ان کفار مکہ کو جو عذاب کی جلدی کرتے ہیں، سمجھایا گیا ہے کہ جن کے حکم سے ہزار برس کا کام ایک دن میں طے ہو جاتا ہے، اس کے حکم کے بعد عذاب کے آجانے میں کچھ دیر نہیں لگ سکتی۔ مگر یہ عادت الہی ہے کہ لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق پہلے نافرمان لوگوں کو مہلت دی جاتی ہے۔ پھر اگر مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہ آئے تو دنیا اور عقبیٰ کے عذاب میں ان کو پکڑ لیا جائے۔ اور سب کو میری طرف پلٹ کر آنا ہے۔

وَإِلَى الْبَصِيرِ ۚ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۳۹
 فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَرِيمٌ ۝۴۰
 الَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَعِيمِ ۝۴۱
 مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى
 الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ ۚ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ
 اللَّهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۴۲

اور (سب کو) میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے ۴۰ (اے محبوب ﷺ) تم فرمادو: ”اے لوگو! میں تو یہی تمہارے لئے صاف صاف ڈرسانے والا ہوں“ ۴۱ پس جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے ۴۲ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے رد کرنے میں کوشش کرتے ہیں اپنے زعم میں عاجز کرنے کو وہی جہنمی ہیں ۴۳ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی بھیجے سب کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جب انہوں نے (اللہ کے احکام میں سے کچھ) پڑھا، تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا پس اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیتوں (کے احکام) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ جاننے والا، حکمت سے کام کرنے والا ہے ۴۴

شیطان کے بہکانے کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ: ”اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکین مکہ سے فرمادو کہ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، کہ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کا ٹھکانہ یقیناً دوزخ ہے۔ پس جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام بھی کئے، تو ان کیلئے بخشش ہے، اور عزت کی روزی ہے، اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو باطل مشہور کرنے میں کوشش کی ہے، وہ ہی لوگ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔“

۲۔ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ جب سورۃ والنجم (پارہ ۲۷) نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے مسجد حرام میں اس کی تلاوت فرمائی، اور بہت آہستہ آہستہ آیتوں کے درمیان وقف فرماتے ہوئے جس سے سننے والے غور بھی کر سکیں، اور یاد کرنیوالوں کو

لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۲ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ۝ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۳

(اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے) کہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو ایسے لوگوں کے لئے فتنہ (کا ذریعہ) بنا دے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک (یہ) ظالم لوگ پر لے درجے کی مخالفت میں ہیں ۝ اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے کہ وہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ پس اس پر ایمان لائیں پس ان کے دل خدا کے لئے جھک جائیں اور بیشک اللہ مسلمانوں کو راہ دکھانے والا ہے سیدھے رستہ کی طرف ۝

یاد کرنے میں مدد بھی ملے۔ جب آپ نے آیت وَمِنَ اللَّيْلِ الْعُرَىٰ لَاحِقَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ آلِهِمْ يَأْتُونَہَا سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ تو جبریل امین نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا۔ اس سے حضور کو رنج ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کیلئے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت

ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اسی شیطانی شرارت سے سمجھ دار لوگوں نے تو یہ فائدہ اٹھایا کہ قرآن کے کلام الہی ہونے کا انہیں یقین اور زیادہ ہو گیا، کیونکہ وہ لوگ سمجھ گئے کہ شیطان کا دخل مٹانے اور قرآن کی آیتوں کو پکا کرنے کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا اس یقین کی زیادتی کے سبب سے قرآن کی نصیحت کے موافق عمل کرنے کے لئے ان لوگوں کے دل پہلے سے زیادہ نرم ہو گئے، اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے علم میں جو لوگ ایماندار ٹھہر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سیدھے رستے پر آ جانے کے لئے اسی طرح کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے علم میں کافر قرار پانے لگے ہیں، وہ ہمیشہ اسی طرح اللہ کی آیتوں میں شک کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر یکا یک قیامت آ جاوے، یا ان پر کسی منحوس دن یعنی قیامت کے دن کا عذاب آ جائے۔ کیونکہ اس روز اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی، ان سب کے درمیان یہ فیصلہ ہوگا کہ جو ایمان والے ہوں گے، اور اچھے کام کئے ہوں گے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
 بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ أَلَمْ لِكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ
 يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ
 النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فإِنَّ لِيكُ لَهُمْ عَذَابٌ
 مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا
 لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿٥٨﴾

اور کافر لوگ ہمیشہ اس (قرآن) سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر یکا یک قیامت آ جاوے یا ان پر
 کسی نامبارک دن کا عذاب آ جائے ﴿٥٥﴾ اس دن بادشاہی صرف اللہ ہی کی ہے، وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے
 گا، پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ نعمت کے باغوں میں ہیں ﴿٥٦﴾ اور جو کافر ہوئے
 اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے ﴿٥٧﴾ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں
 ہجرت کی پھر وہ لوگ (کفار) کے مقابلہ میں شہید کئے گئے یا اپنی موت سے مر گئے بیشک اللہ ان کو ضرور اچھی
 روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿٥٨﴾

جہاد میں شہداء اور اپنی موت سے مرنے والوں کے اجر کا ذکر

۱۔ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا: "یا رسول اللہ
 ﷺ! ہم اپنے بھائیوں کے ساتھ جہاد کو جاتے ہیں تو ان میں سے جو شہید ہو جاتے ہیں، وہ بارگاہ الٰہی سے بڑے بڑے
 درجے اور انعام پاتے ہیں۔ لیکن جو شہید نہ ہو اور جہاد ہی میں اپنی موت سے مرے، تو اس کے لئے بھی کچھ مرتبہ ہے یا
 نہیں؟" اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، پھر وہ لوگ
 جو کفار کے مقابلہ میں شہید کئے گئے، یا اپنی موت سے مر گئے، بیشک ان کو اللہ تعالیٰ عمدہ روزی دے گا۔ اور ان کو جنت میں اس
 شان کے ساتھ داخل کرے گا کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔ فرشتے ان کی تعظیم کریں گے، اور ان کے استقبال کو آئیں گے۔ اور
 جو نعمتیں انہوں نے نہ دیکھی اور سنی ہوں گی، وہ ان کو نصیب ہوں گی۔ بیشک اللہ ہر بات سے واقف ہے اور تحمل والا ہے۔

لِيَدْخُلْنَهُمْ مُدْخِلًا يُرِضُونَهُ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾ ذَلِكَ ج
 وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوِّقَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لِيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ ۖ إِنَّ
 اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ
 يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾

بیشک اللہ ان کو ایسی جگہ پہنچا دے گا کہ جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللہ جاننے والا تحمل والا ہے ﴿۵۹﴾ بات یہی ہے اور لے جو (کوئی مسلمان ظلم کا شریک سے) بدلہ لے (اسی قدر تکلیف پہنچا دے) جس قدر (اس دشمن کی طرف سے) تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس پر کوئی (مزید) زیادتی کرے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ﴿۶۰﴾ یہ لے (مظلوم کی مدد) اس سبب سے ہے کہ اللہ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو لاتا ہے رات کے حصہ میں اور بیشک اللہ (ان سب احوال و اقوال کو) خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ﴿۶۱﴾

۱۔ **شان نزول:** یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو ماہ محرم کی آخر تاریخوں میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور مسلمانوں نے ماہ مبارک کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا مگر مشرک نہ مانے، اور انہوں نے قتل شروع کر دیا۔ اس وقت مجبوراً مسلمانوں کو لڑنا پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی، اور فتح ہوئی، مگر مسلمانوں کے دل میں یہ خلش رہی کہ محرم کے مہینے میں لڑنے سے اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تو غیب دان ہے، اس کو ان کے دلوں کا حال معلوم تھا کہ ان کے دلوں میں محرم کی تعظیم تھی۔ اور اپنی طرف سے ہرگز یہ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مشرکوں نے جب ان پر کمال زیادتی کی، اس وقت انہوں نے بدلہ لینے کے طور پر مقابلہ کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ یہ لوگ مجبوراً لڑے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان سے کچھ مواخذہ نہیں فرمایا۔ اس طرح کی مجبوری کے ہر موقع کو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

صفات الہیہ

۲۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وطن چھوڑنے والے مظلوم مسلمانوں سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ بڑا قدرت والا ہے، جب چاہتا ہے دن کی گھڑیاں بڑھا کر رات کی گھڑیاں گھٹا دیتا ہے۔ اسی طرح جب چاہتا ہے دن کی گھڑیاں گھٹا کر رات کی گھڑیاں بڑھا دیتا ہے۔ مظلوموں کی ہر وقت کی فریاد کو سنتا اور ظالموں کے ہر طرح کے ظلم کو دیکھتا ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ وہ بڑا بادشاہ ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے باہر نہیں ہے۔ پھر یہ نادان مشرک ایسے بڑے صاحب قدرت کی تعظیم میں بتوں کو تو اللہ کے کارخانہ میں کچھ بھی دخل نہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت بھی سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ صاحب قدرت موسم کی تبدیلی سے ہر سال برسات میں آسمان سے مینہ برساتا ہے، جس سے تمام زمین سرسبز ہو جاتی

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهٗوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُسِّكُ السَّمٰءَ اَنْ تَقَعَ عَلٰى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾

اور یہ مدد اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اور اللہ کے سوا جسے کافر پوجتے ہیں (یعنی بت) وہ باطل ہے اور اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی عالی شان سب سے بڑا ہے ﴿۲۲﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے، بیشک اللہ (اپنے بندوں پر) مہربان (اور ان کے حال سے) خبردار ہے ﴿۲۳﴾ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک اللہ ہی بے نیاز ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے ﴿۲۴﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو کہ جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے، اور وہ رو کے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے، مگر اس کے حکم سے، بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۵﴾

ہے۔ یہ سب تدبیریں اس کی اس لئے ہیں کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں سے واقف ہے۔ پھر فرمایا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ سب اس کے حکم میں ہے۔ اس واسطے اس کے کسی انتظام کو کوئی روک نہیں سکتا، اور اس کو آسمان و زمین کی کسی چیز کی کچھ پرواہ نہیں۔ اس لئے اس کے سب کام دوسروں کے فائدہ کے لئے اور قابل تعریف ہیں۔

اللہ کے احسانات بندوں پر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ دیکھو مینہ کا پانی ندیوں اور دریاؤں میں جمع ہو جاتا ہے، اور اس پانی میں کشتیاں چلتی ہیں، اور اس

وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورًا ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُرْ إِلَىٰ رَبِّكَ ۗ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾

اور لہ وہی ہے کہ جس نے (بے جان نطفہ سے) تم کو پیدا کیا، پھر تم کو (وقت مقررہ پر) مارے گا، پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا، بیشک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ﴿۶۶﴾ ہم نے ہر امت کے لئے عبادت کے طریقے بنائے کہ جس پر وہ عمل کرے پس اس کام میں کوئی تم سے نہ جھگڑے اور تم (ان کو) اپنے پروردگار (کے دین) کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھے رستہ پر ہو ﴿۶۷﴾

ملک کی پیداوار اس ملک میں اور اس ملک کی اس ملک میں ان کشتیوں کے ذریعہ سے دریاؤں میں چلی جاتی ہے۔ اسی طرح جانور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں، ان کے ذریعہ سے طرح طرح کی تجارت خشکی میں ہوتی ہے، اور آسمان جو اتنی بڑی چھت ہے اس کو بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ جو اللہ کی حفاظت میں اور اس کے حکم سے کھڑا ہے۔ ایسے خالق کو چھوڑ کر لوگ اس کے سوا اوروں کی پرستش کرتے ہیں، اللہ چاہے تو آسمان کو ٹیخ دیوے کہ تمام دنیا کے لوگ دب کر جائیں، یا مینہ ضرورت سے زیادہ برسا دیوے کہ تمام دنیا غرق ہو جائے، یا بالکل نہ برسائے کہ قحط سے سب آدمی اور جانور ہلاک ہو جاویں۔ غرض یہ کہ جو سامان آدمی کی زیست اور راحت کے ہیں اگر وہ خالق ان سب سامانوں کو اپنی قدرت سے ایک اندازہ پر نہ رکھے، تو یہی سامان انسان اور دنیا کی ہلاکت کا سبب قرار پاسکتے ہیں۔ ان نشانیوں کا ذکر فرما کر پھر فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور شفیق ہے۔

لہ اوپر انسان کی ضرورت کی چیزوں کے پیدا کرنے کا احسان جتلا کر اس آیت میں خود انسان کے پیدا کرنے کا احسان جتلا یا گیا ہے حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ انسان کی کچھ ہستی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو نیست و ہست کیا، اس کی سبب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا، انسان کی عمر کی تعداد مقرر کی، جس کے پورے ہو جانے کے بعد ہر شخص مرجاتا ہے۔ اور پھر وقت مقررہ پر جزا و سزا کیلئے ہر شخص کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا کہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے۔ لیکن انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اللہ کے ان سب احسانات کو بھول کر اللہ کی تعظیم میں ایسے غیروں کو شریک کرتا ہے کہ نہ انہوں نے انسان کو پیدا کیا نہ انسان کی کسی ضرورت کی چیز کو پیدا کیا۔

ہر فرقہ کا طریقہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے

۲۷ شان نزول: جس کا حاصل یہ ہے کہ بدیل بن ورقاء اور بشر بن سفیان اور یزید بن حنیس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے

marfat.com

منزل ۲

Marfat.com

وَإِنْ جَدَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٢٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ ۖ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى
اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٣٠﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا
وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿٣١﴾

اور اگر (اس پر بھی) وہ لوگ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۲۸﴾ اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں تم اختلاف کر رہے ہو ﴿۲۹﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہ جانا یہ کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، بیشک یہ سب کچھ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے بیشک یہ سب خدا پر آسان ہے ﴿۳۰﴾ اور یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں کہ جس کی اللہ نے کوئی سند نہ اتاری اور اس چیز کو کہ انکے پاس انکے ثبوت کے لئے کچھ علم نہیں اور (ان) ظالموں کا کوئی (بھی) مددگار نہیں ہے ﴿۳۱﴾

سے کہا تھا: ”کیا سبب ہے کہ جس جانور کو تم ذبح کرتے ہو، اسے تو کھاتے ہو، اور جس کو اللہ مارتا ہے اس کو نہیں کھاتے“۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا ان لوگوں کی ایسی جتیں پیش کرنے کا سبب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ہر فرقہ کا طریقہ پایا جاتا ہے، اس واسطے اے رسول اللہ کے ﷺ! تم ان لوگوں کو اس پر ایمان لانے، اور اسکا دین قبول کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی دعوت دو، کیونکہ جس طریقہ پر تم ہو، اللہ کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ اور جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ بے سند طریقہ ہے۔ اس پر بھی یہ لوگ جھگڑے سے باز نہ آویں تو ان لوگوں سے کہہ دیا جاوے کہ ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوگا۔ اس فیصلہ کے بعد حق و ناحق ہر ایک کو معلوم ہو جاوے گا۔ پھر فرمایا اے مخاطب! کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی کل چیزوں سے واقف ہے، اور کل چیزوں کا حال لوح محفوظ میں موجود ہے۔ پس یہ فیصلہ کرنا اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے۔

کفار کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا یہ مشرک لوگ کیسے بے وقوف ہیں کہ سوا اللہ کے اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی معبودیت کی کوئی دلیل نہیں، اور اللہ کی طرف سے بھی ان کے پاس کوئی بھی سند نہیں، اور ان کا یہ مقولہ ہے کہ یہ بت بروز

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بِآيَاتِنَا تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا
 الْمُنْكَرَ ۚ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا قُلْ
 أَفَأَنْتُمْ بِشِرِّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ النَّارُ ۚ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَ
 بِئْسَ الصّٰیِرُ ﴿۱۷﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاستَمِعُوا لَهُ ۚ

اور جب کہ ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو
 گے۔ قریب ہے کہ یہ ان پر حملہ کریں کہ جو (مسلمان) ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھتے ہیں، تم فرما دو (ان
 مشرکوں سے) کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ ناگوار چیز بتا دوں وہ دوزخ ہے، جس کا اللہ نے کافروں کو وعدہ دیا
 ہے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے ﴿۱۷﴾ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے پس اس کو کان لگا کر سنو۔

قیامت ہماری شقاوت کریں گے، خدا نے ان کی نام کوئی پروا نہ بھیجا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس بات کے مدعی ہیں۔ اور ان
 ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے علم غیب کے موافق ان میں جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں، ان کا یہ حال ہے
 کہ جب قرآن کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ جس میں بیان احکام اور تفصیل حلال و حرام ہے، حالانکہ یہ ایسی
 روشن ہیں کہ ان آیات کو مانتے۔ اس کی برعکس غصہ سے ان کے چہرہ کارنگ بدل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو مسلمان ان کو
 ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، قریب ہے کہ ان پر حملہ کر بیٹھیں گے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ
 دو کہ اس سے بھی زیادہ غصہ اور چہرہ کارنگ بدل جانے کی چیز دوزخ کی وہ آگ ہے، جس میں جھونکنے کا وعدہ اللہ نے ایسے منکر
 شریعت لوگوں سے کیا ہے۔ اور یہ خوب یاد رہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں دوزخ ہے، جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کی بے بسی کا ذکر

۱۔ **شان نزول:** ان آیتوں میں مشرکوں کے قائل کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ مشرک جن باطل معبودوں کی پوجا کرتے ہیں،
 آخر وہ بت اپنے پوجا کرنے والوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ تمام دنیا کے بت بھی جمع ہو جاویں تو اللہ کی
 مخلوقات کی ایک ادنیٰ چیز مکھی کو بھی نہیں پیدا کر سکتے۔ بلکہ مکھی کا پیدا کرنا تو درکنار ان کو تو اتنی بھی قوت نہیں کہ اگر مکھی ان سے
 کوئی چیز چھین لے جائے تو یہ اس سے پھر چھین نہیں سکتے۔ پھر جو اس قدر ضعیف ہیں کہ ایک ادنیٰ سے چیز یعنی مکھی پر غالب
 نہیں آسکتے وہ کیا خدائی کے قائل ہیں۔ رہی یہ بات کہ جن باطل معبودوں کی یہ پوجا کرتے ہیں، عقلی میں وہ بت ان صورت پر
 ستوں کے کچھ کام نہ آویں گے۔ یہ تو ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جاویں گے۔ آگے فرمایا جب یہ لوگ ایسی عاجز

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَا يُجْتَبَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْبَطُولُ ۖ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَتَّىٰ قَدَرُوا اللَّهَ لَقَوِيَّ عَزِيزٌ ۖ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۖ

(وہ یہ ہے) کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہرگز وہ (بت) ایک (ادنیٰ) مکھی بھی نہیں پیدا کر سکیں گے اگرچہ وہ سب اس کیلئے جمع ہو جاویں، اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو وہ (ایسے عاجز ہیں کہ) اس سے چھڑانہ سکیں، چاہنے والا (یعنی بت پرست) اور وہ (بت) جس کو چاہا (دونوں ہی) بودے (کنزور) ہیں ۖ (افسوس ہے) اللہ کی قدر نہ سمجھی جیسے اس کی قدر ہے، بیشک اللہ قوت والا، غالب ہے ۖ اللہ فرشتوں میں سے (جس کو چاہتا ہے) پیغام پہنچانے کیلئے منتخب کر لیتا ہے اور آدمیوں میں سے بھی بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے ۖ وہ جانتا ہے جو انکے آگے ہے (یعنی امور دنیا کو یا گزرے ہوئے اعمال کو) اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرتے جاتے ہیں ۖ

چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں تو اللہ کی قدرت کے پہچاننے سے ایسے لوگ بالکل بے بہرہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شرک اللہ کے علم میں گمراہ اور دوزخی ٹھہر چکے ہیں، وہ ایسی ہی بدحواسی کی باتیں کرتے ہیں کہ اللہ جیسے زبردست معبود کو چھوڑ کر خیالی چیزوں کی پوجا کو اچھا جانتے ہیں۔

مشرکین کا اعتراض

۱۔ **شان نزول:** یہ آیت ان کفار کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا، اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ اللہ کی قدرت کے پہچاننے سے بے بہرہ ہیں، اسی طرح اللہ کی حکمت کا علم ان لوگوں کو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا اپنی حکمت کے موافق فرشتوں اور بنی آدم میں سے رسول بنایا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا نہ کچھ بھید معلوم ہے، نہ ان کو اللہ تعالیٰ کی حکمت میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۗ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۗ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۗ

اے اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور کام کرو بھلے اس امید پر کہ تم نجات پاؤ گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا، اس نے (اپنے دین و عبادت کے لئے) تم کو انتخاب کیا اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، (وہی دین جو) تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے۔

دُخْل دینے کا کچھ حق حاصل ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ مشرک لوگ اللہ کے رسول کی شان میں جو باتیں بناتے ہیں، وہ اللہ سب سُنْتَا ہے، اور اللہ کے رسول ان باتوں پر صبر جو کرتے ہیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اس لئے کسی کا حاضر و غائب کوئی حال اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

رکوع اور سجدہ کا حکم

۱۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ جب اسلام کی ابتدا تھی تو نماز بغیر رکوع و سجود کے تھی۔ پھر نماز میں رکوع و سجود کا حکم فرمایا گیا، یعنی رکوع اور سجود خاص اللہ کے لئے ہوں۔ اور عبادت میں اخلاص اختیار کرو، اور نیک کاموں میں لگے رہو۔ برے کاموں سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مسلمانوں کی عزت اور قیامت میں مسلمانوں کی ایک خاص گواہی کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے یعنی صاف دل اور خالص نیت سے ہو۔ جہاد دو قسم کے ہیں: ● ایک تو ظاہر دشمن یعنی مشرکوں اور باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا، ● دوسرا باطنی دشمن یعنی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ امت محمدیہ کے دیندار لوگو! اللہ تعالیٰ نے اس آخری آسان شریعت پر عمل کرنے کیلئے تم کو پسند فرمایا ہے۔ اس لئے احکام دین میں تم پر کسی قسم کی سختی بھی نہیں کہ پچھلی شریعتوں میں بعض باتیں سخت تھیں۔ مثلاً پچیس روپے سینکڑہ زکوٰۃ یا نماز کیلئے خاص جگہ کا مقررہ ہونا۔ اس شریعت میں زکوٰۃ فقط ڈھائی روپے سینکڑہ ہے، اور جہاں پاک زمین مل جائے وہاں نماز ہو جاتی ہے۔ سفر میں نماز کا قصر اور روزے کے افطار کی اجازت، اور پانی نہ پانے یا پانی کے ضرر کرنے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمم کی اجازت ہے۔ شریعت ابراہیمی اور شریعت محمدی کے اکثر مسئلے ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے فرمایا یہ شریعت ملت ابراہیمی کے مانند ہے۔

هُوَ سَسُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ^۱ مِنْ قَبْلُ وَ فِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ
 شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ^۲ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ
 آتُوا الزَّكَاةَ وَ اعْتَصِمُوا بِاللَّهِ^۳ هُوَ مَوْلَاكُمْ^۴ فَنِعْمَ الْبَوَالِي وَ نِعْمَ
 النَّصِيرُ^۵

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں، تاکہ (قیامت کے دن) رسول تمہارا
 (نگہبان) گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو، پس تم لوگ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو،
 وہی تمہارا مولا ہے، پھر کیا ہی اچھا مولا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے ﴿۵﴾

رسول اور فرمانبردار امت پیدا ہونے کی جو دعا کی تھی، اس کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ قرآن کے نازل
 ہونے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں امت محمدیہ کا نام امت مسلمہ قرار دیا، اور پھر قرآن میں بھی یہی
 نام جگہ جگہ لیا گیا ہے۔ پس لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو، اور دین حق کا اتباع کرو، تاکہ پیغمبر خدا ﷺ قیامت میں
 تمہاری نگہبان ہوں، اور تمہاری مسلمانی کی گواہی دیں، اور اس بات کی تصدیق کریں کہ تم نے ملتِ ابراہیمی کو قبول کیا، اور
 اس کی متابعت کی۔ اور تاکہ تم لوگوں پر ایک خاص گواہی دو یعنی قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کو ظاہر کرو کہ انبیاء
 علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا، اور حق رسالت ادا کیا۔ پس جب تم کو یہ عزت حاصل ہوئی تو اس کے
 شکر یہ میں لازم ہے کہ تم لوگ خصوصیت کے ساتھ نماز کی پابندی رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اس دین کی پابندی پر خاتمہ بخیر
 ہونے کا اللہ پر بھروسہ رکھو۔ کیونکہ ہر حال میں انسان کا اللہ ہی حامی و مددگار ہے۔ مولا بن کر عیب چھپاتا ہے۔ اور مددگاری فرما
 کر گناہوں کی بخشش فرماتا ہے۔ (سبحان اللہ! قربان جائیں ایسے رب کریم پر جل جلالہ)

﴿ اِسْمَاتَا ۱۱۸ ﴾ ﴿ سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ ۲۳ ﴾ ﴿ رُكُوعَاتُهَا ۶ ﴾

سورۃ المؤمنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۱۱ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ ۱۲ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۱۳ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَعِلُونَ ۱۴

بیشک اے ایمان والے مراد کو پہنچے ۱۱ وہ جو اپنی نمازوں میں گڑگڑاتے ہیں ۱۲ اور وہ جو بیہودہ باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں ۱۳ اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں ۱۴

خواص سورہ مؤمنون: جو شخص کامل ہو آٹھ مرتبہ اس سورت کو نماز میں پڑے سب سستی جاتی رہے گی۔ اس سورت کو رات کے وقت سفید کپڑے پر لکھ کر اسے دھو کر شرابی کو پلا دے تو اس کی عادت چھوٹ جائے گی۔

مسلمانوں کی جنت میں جانے کی شرائط

۱۔ یہ سورہ مؤمنون لکھی ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل، ترمذی نسائی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس سورت کے شروع کی یہ دس آیتیں جب نازل ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے دعا مانگی، اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ! اپنی نعمت کو روز بروز ہم پر بڑھا، اور اپنی نعمت سے ہم کو محروم نہ رکھ، اور اپنی رضامندی کے کام ہم سے لے اور پھر آپ نے آیتوں کو پڑھ کر فرمایا جو کوئی ان دس آیتوں کے موافق عمل کرے گا، بلاشک جنت میں داخل ہوگا۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ بیشک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ وہ جو اپنی نمازوں میں عاجزی کیا کرتے ہیں۔ خشوع کا مطلب ”نماز میں عاجزی سے کھڑا ہو، اور دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو، اور نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے۔ اس کو نہ معلوم ہو کہ اس کے دائیں اور بائیں کون ہے۔ اور انگلیاں نہ چٹخائے اور اسی قسم کی حرکات سے باز رہے۔ اور خشوع کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ ایک ظاہری اور ۲۔ دوسری باطنی۔ خشوع ظاہری تو یہ ہے کہ سر کو خدا کے سامنے نیچا رکھے اور دست راست کو دست چپ پر رکھے، اور اطمینان سے قرآن پڑھے۔ اور خشوع باطنی یہ ہے کہ وساوس شیطانی سے دل کو پاک کر کے بہت خلوص سے متوجہ الی اللہ ہو دے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات کا بھی اس کو خیال نہ رہے، اپنے آپ کو بھی بھول جائے اور یہ سمجھے کہ خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اتنا تو ہو کہ یہ جانے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ صحیح بخاری سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَعْتَابِهِمْ نَضُّونَ ۖ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ
 أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ ۖ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۚ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
 رَاعُونَ ۗ ۘ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۙ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْوَارِثُونَ ۙ ۙ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۗ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۙ ۙ

اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کو (حرام شہوت رانی (زنا) سے) محفوظ رکھتے ہیں ۖ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی لونڈیوں پر کہ جو ان کے ہاتھ کی ملکیت ہیں (ان سے علاقہ رکھیں) تو بیشک ان کیلئے کوئی ملامت نہیں ۖ پس جو کوئی ان دو کے سوا اور (جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو تو ایسے لوگ حد (شرعی) سے بڑھنے والے ہیں ۗ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں (خواہ وہ امانتیں اللہ کی ہوں یا خلق کی اور اسی طرح سب عہد کی وفا لازم ہے) ۗ اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں ۙ یہی لوگ وارث ہیں ۙ کہ جنت الفردوس کی میراث پائیں گے، وہ ہمیشہ رہیں گے ۙ

فرمایا کہ نماز پڑھنے والا شخص جب تک ادھر ادھر نظر نہیں ڈالتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ نماز کے ذکر کے بعد پھر فرمایا کہ وہ جو گناہوں سے بچتے ہیں، اور وہ جو زکوٰۃ چستی سے ادا کرتے ہیں، اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کو حرام شہوت رانی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ ہاں اپنی بیبیوں سے یا لونڈیوں سے جو ان کے ہاتھ کی ملکیت ہیں، ان سے علاقہ رکھیں تو ان کے لئے کوئی برائی نہیں۔ ہاں جو کوئی اس کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلب گار ہو، پس وہ لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔ اس آیت سے سب قضاء شہوت حرام ہوئی، خواہ کسی جانور سے ہو، یا ہاتھ وغیرہ سے، یا اغلام وغیرہ یا متعہ۔ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو عذاب کیا جو اپنی شرم گاہوں سے کھیل کرتے تھے“۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ وہ جو اپنی سپردگی میں لی ہوئی امانتوں کو خواہ خدا کی امانت ہو، یا بندوں کی، ادا کرتے ہیں۔ اور عہد خواہ بندوں سے ہو یا خدا سے، پورا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کو بچکانہ ان کے وقتوں میں ان کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اور فرائض و واجبات اور سنتیں و نوافل سب کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ روزہ حج ہجرت کے بعد کے فرائض ہیں، اس لیے اس کی سورت میں ان دونوں فرضوں کا ذکر نہیں ہے۔ غرض یہ کہ یہ خصلتیں جس شخص میں ہوں اس کو فرمایا کہ ایسے ہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کا ورثہ پا کر ہمیشہ کو مالک بن جاویں گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا الْعِظَ لَحْمًا ۝۱۴ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۝۱۵ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝۱۶

اور لے بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا (یعنی آدم کو) ۱۲ پھر ہم نے اس کو (یعنی اس کی نسل کو) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں نطفہ بنا کر (ایک مدت معینہ تک) رکھا ۱۳ پھر ہم نے اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جے ہوئے خون کو ایک گوشت کا ٹکڑا بنایا، پھر اس گوشت کے ٹکڑوں کی چند ہڈیاں بنائیں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری صورت میں اٹھان دی۔ پس اللہ بڑی برکت والا سب سے بہتر بنانے والا ہے ۱۶

انسان کی پیدائش کی کیفیت۔ دنیا کو پیدا کرنے کا نتیجہ

ان آیتوں میں فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی کے خلاصہ یعنی جوہر سے بنایا۔ پھر ہم نے جوہر کو پانی یعنی نطفہ بنا کر ایک مدت معینہ تک ایک محفوظ مقام یعنی رحم میں رکھا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا۔ پھر ہم نے اس جے ہوئے خون کو ایک گوشت کا ٹکڑا بنا دیا۔ پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچا بنایا، پھر ڈھانچے پر گوشت چڑھایا، رگیں پٹھے جوڑ وغیرہ سب بنائے، اور پختا تیار ہو گیا۔ پھر اللہ کے حکم سے جان پڑ جاتی ہے، اور رحم پر جو فرشتہ تعینات ہے، اس کو اس پتلے کی عمر، رزق، نیک و بد لکھنے کا حکم جس طرح ہوتا ہے وہ فرشتہ اس کے موافق لکھ لیتا ہے۔ پس کیا ہی برکتوں والا ہے اللہ، جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ یہاں انسان کی کس قدر بزرگی تمام زمین اور آسمان اور جمیع موجودات پر ثابت ہوتی ہے، کہ انسان کے پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنی ثنا اور تعریف بیان فرماتا ہے۔ آگے فرمایا اس طرح کی پیدائش کے بعد جتنی اس کی عمر ہوتی ہے، اس عمر کے ختم ہونے تک ہر شخص جیتا ہے، پھر مر جاتا ہے۔ پھر فرمایا انسان کا اس طرح پیدا کرنا، اور اس کی عمر کی ایک مدت کا ٹھہرانا کھیل تماشہ کے طور پر نہیں ہے، کہ ہر شخص جب مر کر خاک ہو جاوے تو پھر اس کی خبر نہ لی جاوے، کہ عمر بھر اس نے اپنی پیدائش کے شکر یہ میں اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے موافق کچھ کام کئے یا نہیں۔ اس لئے دنیا کی عمر ختم ہو جانے اور اس کے اجڑ جانے کے بعد دنیا بھر کے لوگوں کو ایک ہی دفعہ دوبارہ پیدا کر کے نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جاوے گا۔ آگے آسمانوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا۔ یہ جتلا یا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اس حال سے بے خبر نہیں ہے کہ وہ مرکز زمین اور اہل زمین کو

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَكَيْتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبْعُونَ ﴿١٦﴾
 وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقٍ ۗ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ
 غَافِلِينَ ﴿١٧﴾ وَ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَهُ فِي
 الْأَرْضِضِ ۗ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِنَّ لَقَدِيرُونَ ﴿١٨﴾

پھر بیشک اس (پیدائش) کے بعد تم سب ضرور مرنے والے ہو ﴿۱۵﴾ پھر (مرنے کے بعد) تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ﴿۱۶﴾ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم خلق سے بے خبر نہیں ﴿۱۷﴾ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازہ کے ساتھ پانی برسایا، پھر ہم نے اسے زمین میں (حسب ضرورت) ٹھہرایا اور بیشک ہم اس (پانی) کو دور کرنے پر قادر ہیں ﴿۱۸﴾

برباد نہ کر دیں۔ اسی طرح ہر شخص کے نیک و بد کاموں سے بھی وہ غافل نہیں ہے، اس کو سب کے عملوں کی خبر ہے۔ جس کا نتیجہ وقت مقررہ پر سب کو معلوم ہو جاوے گا۔ ہر ایک آسمان دوسرے آسمان کی چھت ہے، اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو برس کے راستہ کا فاصلہ ہے۔ اسی واسطے سات آسمانوں کو سات راہیں فرمایا۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیک و بد کی جزا و سزا کی حکمت سے پیدا کیا ہے، کھیل تماشہ کے طور پر نہیں پیدا کیا۔ اسی طرح مینہ بھی حکمت سے ضرورت کے موافق برستا ہے، نہ ایسا بہت برستا ہے جس سے کھیتوں اور عمارتوں کو نقصان پہنچ جاوے، اور نہ ایسا تھوڑا کہ کھیتوں اور باغوں کو کافی نہ ہو۔ زمین میں پانی ٹھہرنے کا یہ مطلب ہے کہ زمین کے اندر پانی ٹھہر کر اناج کے بیج اور میوے کی گٹھلی کو تری پہنچاتا ہے، اور تالابوں وغیرہ میں جو پانی ٹھہر جاتا ہے، وہ آدمیوں اور جانوروں کے پینے میں آتا ہے۔ پھر فرمایا یہ بات بھی اللہ کی قدرت سے کچھ دور نہیں ہے کہ زمین کے اندر اور تالابوں کے اندر کا پانی سکھا دیوے، جس سے کھیتی اور جانوروں کو نقصان پہنچ جاوے۔ پس ہم نے تمہارے لئے اس پانی کے ذریعہ سے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے جن میں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں، اور اسی پانی سے ایک قسم کا زیتون کا درخت بھی ہم نے پیدا کیا جو کہ طور سینا جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور توراہ ملی ہے، وہاں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا تیل جلانے کے کام میں آتا ہے، اور کھانے والوں کے لئے روٹی سے سالن کے کام آتا ہے۔ آگے چوپایوں کے دودھ اور گوشت اور سواری کے کرنے کی نعمتوں کا ذکر فرما کر یہ بھی فرمایا کہ جس طرح خشکی میں لوگ چوپایوں پر سواری کرتے ہیں، سمندر میں وہی حال کشتی کا ہے۔

فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَاوَاكِهِ كَثِيرَةٌ
 وَ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝۱۹ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ
 بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِلْأَكْلِيْنَ ۝۲۰ وَ إِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً
 نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝۲۱
 وَ عَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝۲۲ وَ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ
 فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۝۲۳ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝۲۳

پس ہم نے تمہارے لئے اس سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے جن میں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو ۱۹ اور (اسی پانی سے) ہم نے (زیتون کا) درخت پیدا کیا جو کہ طور سینا میں اکثر پیدا ہوتا ہے جس سے تیل حاصل ہوتا ہے اور کھانے والوں کے لئے روٹی سالن (کے کام) آتا ہے ۲۰ اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں ایک نصیحت ہے کہ تم کو ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے (دودھ جدا کر کے) پلاتے ہیں اور تمہارے لئے اس میں بہت فائدے ہیں اور ان میں بعض کو تم کھاتے ہو ۲۱ اور (خشکی میں) ان پر اور (سمندر میں) کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو ۲۲ اور بیشک ۱۔ نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف (پیغمبر کر کے) بھیجا پس اس نے کہا: ”اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم کو (اس کے عذاب کا) ڈر نہیں؟“ ۲۳

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ انبیاء کے تین طرح کے زمانہ ہیں: ۱۔ ایک زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک کا ہے۔ اس زمانہ تک حلال و حرام کا کوئی حکم نہ تھا، نہ کوئی شریعت تھی، صرف کچھ وظیفے اور آداب تھے۔ ۲۔ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شریعت شروع ہوئی ہے۔ یہ دوسرا زمانہ نبوت کا حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کا ہے۔ اس زمانہ میں انبیاء کو مخالف لوگوں سے لڑنے کا حکم نہیں تھا، بلکہ مخالف لوگوں کو پہلے انبیاء طرح طرح سے سمجھاتے تھے۔ جب

مخالف لوگ کسی طرح نہیں مانتے تھے تو عام عذاب آ کر سب مخالف ایک دفعہ ہی غارت اور ہلاک ہو جاتے تھے۔ فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد جب توراہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اور توراہ میں جہاد کا حکم آ گیا تو وہ عام عذاب کا طریقہ بند ہو گیا۔ ● تیسرا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ تک کا ہے۔ جس میں مخالفوں سے لڑنے کا حکم ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس ذکر سے آنحضرت ﷺ کی یہ تسکین ہو جائے کہ جس طرح قریش لوگ آنحضرت ﷺ کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں، اسی طرح پہلے مخالف لوگ بھی پہلے انبیاء کے حق میں بدگوئی کرتے رہے ہیں۔ اور یہ تسکین بھی ہو جائے کہ اگر مخالف لوگ نہ مانیں گے تو وہی انجام انکا ہوگا، کہ عام عذاب آ کر یا لڑائی کا حکم نازل ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔ اس سورت میں بھی وہی تسکین کا موقع ہے اس واسطے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے قصوں کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ سب انبیاء نے اپنی امت کے لوگوں کو بھی نصیحت کی ہے کہ اے لوگو! جس اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے، اسی کی تعظیم تم پر واجب ہے۔ کیونکہ وہی معبود تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے عذاب سے ڈرو، اور اسکی تعظیم میں دوسروں کو شریک نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ نصیحت سن کر قوم کے سرداروں نے عام لوگوں سے کہا: ”ہم نے اپنے بڑوں سے یہ بات نہیں سنی کہ جن نیک لوگوں کی سورتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں، ان کو چھوڑ کر خالص اللہ ہی کی عبادت کی جاوے۔ اپنے بڑوں کے جس طریقہ پر ہم لوگ ہیں، اگر اللہ کے نزدیک یہ طریقہ بڑا ہوتا تو اللہ کسی فرشتے کو بھیج کر اس طریقہ کی برائی ہمیں بتلا دیتا۔ حضرت نوح علیہ السلام تو ہم جیسے آدمی ہیں، ان میں کیا خصوصیت ہے جو یہ اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتے ہیں۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قوم پر اپنی سرداری جمانے کے لئے نوح علیہ السلام اپنے آپ کو اللہ کا نائب بتاتے ہیں۔ اس سرداری کی دھن میں ان کو سودا ہو گیا ہے۔ اسی دیوانگی کی حالت میں یہ ایسی نئی باتیں کرتے ہیں، کچھ دنوں انتظار کرنا چاہئے شاید ان کا یہ دیوانہ پن جاتا رہے۔“ پس نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ مجھے جھوٹا بتاتے ہیں، اس لئے تو میری مدد کر یعنی ان کو ہلاک کر دے۔“ پس ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری مدد اور حکم سے کشتی تیار کرو۔ پھر جس وقت ہمارا حکم عذاب کا قریب آئے اور تنور سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں ہر ایک قسم کے جانوروں میں سے دو عدد نر اور مادہ کو سوار کر لینا، اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لینا۔ مگر ان میں سے ایسے آدمی کو نہیں سوار کرنا جس کے لئے پہلے سے ڈوبنے کا حکم ہو چکا ہے۔ اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات بھی نہ کرنا، کیونکہ وہ سب لوگ ڈوبنے والے ہیں۔ اور انہیں لوگوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا کنعان بھی تھا۔“ پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی مسلمان کشتی میں تمہارے ساتھی مسلمان کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا: ”شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو ظالم قوم سے بچا کر نکالا“ اور دعا کرنا کہ اے پروردگار! مجھ کو کشتی سے برکت کے ساتھ اچھی جگہ اتار یو، اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ سورہ ہود میں گذر چکا ہے کہ طوفان کے بعد نوح علیہ السلام کی اولاد میں وہ خیر و برکت ہوئی کہ پھر ان سے ہی تمام دنیا آباد ہوئی۔ آخر کو خاتم الانبیاء ﷺ سے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! حضرت نوح علیہ السلام کے اس قصہ کے سننے کے بعد قریش کو یہ عبرت پکڑنی چاہئے کہ اللہ کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کو ٹھلانے والوں کا یہ انجام ہوتا ہے جو انجام قوم نوح کا ہوا ہے۔“

فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِثْلُكُمْ لَا
يُرِيدُ أَنْ يَنْفَضَّ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا
سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٣﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ
فَتَرَبُّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٥﴾
فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحَيْنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَ
فَارَأْتِ النَّوَارَ فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ
سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ فَاذْهَبْ فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ
مُغْرَقُونَ ﴿٢٦﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلِّ فَقُلِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٧﴾

پس اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے اور کچھ نہیں، تم پر
بزرگی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ (رسول بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے باپ
داداؤں سے کبھی سنی بھی نہیں ۲۳ وہ تو صرف ایک دیوانہ آدمی ہے پس اس کا ایک وقت خاص تک انتظار کرو ۲۴ (نوح
نے) عرض کی: ”اے میرے پروردگار! میری مدد فرما سن پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا“ ۲۵ پھر ہم نے نوح کی طرف
وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔ پس جس وقت ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آئے اور
تنور سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں ہر ایک قسم (کے جانوروں) میں سے دو عدد نر اور مادہ بٹھالینا اور اپنے گھر والوں کو
(بٹھالینا) مگر ان میں سے ایسے لوگوں کو نہیں جس کیلئے (پہلے سے ڈوبنے کا) حکم ہو چکا ہے اور ان ظالموں کے
معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، بیشک یہ ضرور ڈوبے جائیں گے ۲۶ پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں
ٹھیک بیٹھ جاؤ تو یوں کہنا: ”سب تعریف اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے ہم کو ظالم قوم سے نجات دی“ ۲۷

وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبْرَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۳۱﴾ إِنَّ فِي
 ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَبِتِلِينَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا
 آخَرِينَ ﴿۳۱﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ
 مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ
 كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالْآخِرَةُ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا
 هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ لَا يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا
 تَشْرَبُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخٰسِرُونَ ﴿۳۴﴾

اور عرض کرنا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو (کشتی سے) برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ﴿۳۱﴾ بیشک اس واقعہ میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم (اپنے بندوں کو) ضرور جانچنے والے تھے ﴿۳۰﴾ پھر ہم نے ان کے بعد اور گروہ پیدا کیا ﴿۳۱﴾ پھر ہم نے ان کے درمیان ان کے قبیلہ میں سے ایک رسول بھیجا، (ان رسول نے بھی کہا) کہ اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہاری کوئی معبود نہیں، پھر کیا تمہیں (اس کے عذاب کا) ڈر نہیں ﴿۳۲﴾ اور بولے اس کی قوم کے کافر سردار جنہوں نے جھٹلایا تھا آخرت کے پیش آنے کو اور ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں آسودگی دی تھی کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا ایک آدمی ہے وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیا کرتے ہو ﴿۳۳﴾ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کی اطاعت کی تو بیشک تم نقصان اٹھانے والے ہو گے ﴿۳۴﴾

قوم شمود اور دیگر قوموں کا ذکر اور تنبیہ

۱۔ اس سے پہلے سورۃ الاعراف اور سورہ ہود میں تمام قصے مفصل بیان ہو چکے ہیں، یہاں پر مختصر طور پر بیان فرمایا ہے کہ جب اونٹنی کا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں نے یہ سرکشی کی باتیں نہیں چھوڑیں، اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تو صالح علیہ السلام نے مدد غیبی کی دعا کی۔ اور ان کی دعا قبول ہو کر یہ جواب ملا کہ اب تھوڑے دنوں میں ان لوگوں کے پچھتانے کا وقت آتا ہے۔ پھر اس وعدہ کا ظہور یہ ہوا کہ اونٹنی کی ہلاکت کے تین روز بعد ایک سخت جنگھاڑ کے صدمہ سے یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

أَيْعِدُكُمْ أَنْتُمْ إِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا أَنْتُمْ
 مُخْرَجُونَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿۳۶﴾ إِنَّ هِيَ إِلَّا
 حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِبَعُوثِينَ ﴿۳۷﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا
 رَجُلٌ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ
 انصُرْنِي بِمَا كُذِّبْتُ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَبَّاسٌ قَلِيلٌ لِيُصْبِحَ نَدِيمِينَ ﴿۴۰﴾
 فَآخَذَتْهُمْ الصَّبِيحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلَتْهُمْ عُنَاءً ج فَبَعْدًا لِلْقَوْمِ
 الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿۴۲﴾ ط

کیا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے پھر (دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے)
 نکالے جاؤ گے ﴿۳۵﴾ دور ہے (بہت) دور ہے جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۳۶﴾ بس زندگی تو یہی ہماری دنیا
 کی زندگی ہے۔ یوں ہی ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہم (مکرر) پھر دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے ﴿۳۷﴾
 بس یہ ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے والے نہیں ﴿۳۸﴾ رسول نے عرض کی:
 ”اے میرے پروردگار! میری مدد فرما اس لئے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا“ ﴿۳۹﴾ ارشاد ہوا: ”تھوڑے زمانے کے
 بعد پشیمان ہو کر رہ جائیں گے“ ﴿۴۰﴾ پھر تو ان کو ایک ہیبت ناک آواز (کے بدلے) نے سچے وعدے کے موافق
 گھیر لیا۔ پس ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا (یعنی وہ سب ہلاک ہو گئے) پس دور ہوں ظالم قوم ﴿۴۱﴾ پھر ان کے
 بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا ﴿۴۲﴾

لے قوم ثمود اور قوم فرعون کے مابین جو قومیں گزری ہیں مختصر طور پر ان کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً قوم ثمود کے بعد قوم لوط اور قوم
 شعیب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اور باری باری سے قوم لوط کی ہدایت کے لیے لوط علیہ السلام کو، اور قوم شعیب کی ہدایت کیلئے
 شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور راہ راست پر آنے کیلئے ہر ایک قوم کو مہلت دی، اور مہلت کے زمانہ میں اگرچہ ان
 قوموں نے طرح طرح کی سرکشی کی۔ لیکن وقت مقررہ تک ان لوگوں کو ڈھیل دی گئی، کیونکہ انتظام الہی میں وقت مقررہ سے

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۳۳﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا
رُسُلَنَا تَتْرًا ۖ كُلَّ بَآءٍ أُمَّةٍ رَّسُولَهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ
بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبَعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ
أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۳۵﴾

کوئی امت اپنی میعاد سے نہ پہلے جائے اور نہ پیچھے رہے (یعنی ٹھیک اسی وقت (مقرر پر) ہلاک ہوگی) ﴿۳۳﴾ پھر تو لگا بتا رہا ہم اپنے
رسول (ہدایت کیلئے) بھیجتے رہے جب کبھی کسی امت کے پاس اس امت کا رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا، پھر ہم نے انہوں
سے پچھلے ملا دیئے (یعنی بعد والوں کو پہلوں کی طرح ہلاک کر دیا) اور ہم نے ان کے افسانے بنا دیئے پس دور ہوں وہ لوگ جو
ایمان نہیں لاتے ﴿۳۴﴾ پھر ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیاں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ ﴿۳۵﴾

پہلے نہ کوئی کام ہوتا ہے، نہ وقت مقررہ آجانے کے بعد کسی کام میں کچھ دیر لگتی ہے۔ اسی واسطے مہلت کے زمانہ میں جب یہ
لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور مہلت کا زمانہ گزر کر عذاب کا وقت مقررہ آ گیا، تو قوم لوط پر پتھر کے مینہ اور ہستی کے اُلٹ
دیئے جانے کا، اور قوم شعیب پر زلزلہ اور سخت آواز اور انگارے برسنے کا عذاب آیا۔
۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی بے پرواہ ہے کہ اس کو کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔ لیکن رسول وقت کی
بات کا نہ ماننا اور رسول وقت کی فرمانبرداری کو مسخر اپن میں اڑا کر رسول وقت کو غصہ دلانا، ایسی اللہ کی ایک غصہ اور غضب اور
وبال کی چیز ہے، کہ جو لوگ اس نافرمانی میں مبتلا ہوں ان کی وبال کی حالت پر باوجود اس بے پرواہی کے خود اللہ تعالیٰ نے
حسرت اور افسوس کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سورہ یسین میں ارشاد فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بندوں کی رسولوں کے جھٹلانے
کی حالت قابل افسوس ہے۔

قوم فرعون کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ قوم شعیب کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور ان
کے بھائی ہارون علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور ان کی پیغمبری کی تائید کے لئے ان کو عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی دیئے،
لیکن فرعون اور اس کی قوم کو یہ غرور کی باتیں سوچیں کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام آخر بنی اسرائیل کی نسل میں سے ہیں، اور بنی
اسرائیل کی ساری قوم ہمارے تابع ہے۔ پھر ہم ان دونوں اپنے جیسے آدمیوں کو اپنا سردار اور راہبر کیونکر بنا سکتے ہیں۔ کوئی
فرشتہ اللہ کا نائب بن کر آتا تو اس کی نصیحت کو مان لینا البتہ ایک ٹھکانے کی بات تھی۔ انسان کی پیغمبری کے منکر لوگوں کا جواب

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿٣٦﴾ فَقَالُوا
 أَنُؤْمِنُ بِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عِبْدُونَ ﴿٣٧﴾ فَكَذَّبُوهُمَا
 فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٣٨﴾ وَ لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ
 يَهْتَدُونَ ﴿٣٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ
 ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٤٠﴾

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، پس انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ سرکش تھے ﴿۳۶﴾ پس وہ (آپس میں) کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے ہی طرح کے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے تابع رہیں ﴿۳۷﴾ پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کئے ہوئے میں ہو گئے اور (غرق کر ڈالے گئے) ﴿۳۸﴾ بیشک (ان کے ہلاک ہونے کے بعد) ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی تاکہ (اس کے ذریعہ سے) وہ لوگ یعنی بنی اسرائیل (ہدایت پاویں) ﴿۳۹﴾ اور ہم نے مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کو اور اس کی ماں (مریم) کو نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند زمین پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں (نقرا ہوا) پانی جاری تھا ٹھکانا دیا ﴿۴۰﴾

سورۃ الانعام (پارہ ۷) میں گذر چکا ہے کہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو وہ بھی ضرور انسان کی صورت میں ہوتا، جس سے ان لوگوں کا یہی شبہ باقی رہتا۔ پھر فرمایا ان ہی غرور کی باتوں میں گرفتار ہو کر فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پیغمبری کو جھٹلایا، جس کے وبال سے یہ سب دریائے قلزم میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ آگے فرمایا کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توراہ نازل فرمائی تاکہ بنی اسرائیل کو ہدایت پانے کا پورا موقع ملے۔

حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر

ان آیتوں میں حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کا ذکر فرمایا کہ یہ بتلایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہود نے توراہ کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا، کیونکہ توریت کی جن آیتوں میں عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے اوصاف تھے، ان آیتوں میں انہوں نے رد و بدل کر دیا۔ جس سے شریعت عیسوی اور شریعت محمدی دو شریعتوں کے یہ لوگ منکر بن گئے۔ حضرت مریم جیسی پاک دامن بی بی پر بدکاری کا الزام لگایا، دمشق کے ستارہ پرست بادشاہ کے دربار میں غلط مخبری کر کے حضرت عیسیٰ

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ
عَلِيمٌ ۝۵۱ وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝۵۲
فَتَقَطُّوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۝۵۳ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝۵۴

(ہم نے کہا): ”اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو، بیشک جو کچھ تم (عمل کرتے) ہو میں اس کا جاننے والا ہوں ۝۵۱ اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے (یعنی اسلام) اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس مجھ ہی سے ڈرو“ ۝۵۲ پس ان کی امتوں نے اپنا کام (پھوٹ ڈال کر) آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے وہ اس پر خوش ہے ۝۵۳

علیہ السلام کو سولی کے قابل ٹھہرایا۔ چنانچہ یہ سب قصہ سورۃ النساء کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی مرد کے چھونے کے حضرت مریم کا حمل کارہ جانا، اور پھر اس خلاف عادت حمل سے عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک ایسی نشانی ہے جس طرح اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ جو لوگ اس قدرت کے منکر ہیں وہ اس کی سزا بھگتیں گے۔

پاک روزی کا بیان، اور سب نبیوں کا دین ایک ہی دین ہے

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا: ”اے پیغمبرو! تم سٹھری چیزوں میں سے کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔ جو تم کرتے ہو میں سب جانتا ہوں۔“ یہ سب نبیوں کو اللہ پاک کا حکم ہے۔ ہر نبی سے اس کے زمانہ میں یہی خطاب کیا گیا، اور ہر نبی کو یہی خدا کی طرف سے وصیت کی گئی ہے۔ تاکہ سننے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حلال کا کھانا اور اچھے عمل کرنا ایسی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اسکے ساتھ خطاب کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ اسلام اور خدا کو ایک جانتا تم سب کا دین ہے۔ ایک دین یعنی تم سب نبیوں کا حقیقت میں ایک ہی دین ہے کہ سب نے خدا کی عبادت کی، اور کسی کو اس کا شریک نہ بنایا۔ اور باقی نماز روزہ وغیرہ کے حکم ہر ایک نبی کے زمانہ میں بدلتے رہے۔ لیکن توحید میں اور خدا کے ایک جاننے میں سب کا ایک ہی دین رہا، اور حاصل اس دین کا یہ ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اور جو کوئی اس کے برخلاف کرے، اس کو عذاب الہی سے ڈرنا ضرور ہے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے ایک ہی دین بھیجا تھا، لوگوں نے آپس میں اختلاف کر کے بہت سے مذہب بنا لئے۔ اور ہر گروہ یہ جانتا ہے کہ میرا مذہب حق ہے، اور سب کے مذہب باطل ہیں۔ پس اے محبوب! تم ان فرقوں کو ان کے حال یعنی کفر اور جہالت و غفلت پر ایک وقت مقررہ یعنی موت کے وقت تک دنیا میں چھوڑ دو۔ وقت مقررہ آ جاوے تو ہم پوری سزا دیں گے۔ پھر فرمایا ان لوگوں

فَدَرَاهُمْ فِي غَمَرَاتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝۵۴ أَيْحَسِبُونَ أَنَّمَا نُبِذُهُمْ بِهٖ
 مِنْ مَّالٍ وَبَنِينَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۗ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۵۶
 إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشِيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝۵۷ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ
 رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝۵۸ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝۵۹ وَالَّذِينَ
 يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝۶۰
 أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝۶۱

پس تم ان کو ان کی غفلت میں ایک خاص وقت تک چھوڑ دو ۝۵۴ کیا یہ لوگ یوں گمان کرتے ہیں کہ ہم جو ان کو مال
 و اولاد سے امداد دیتے ہیں ۝۵۵ تو (کچھ) ہم ان کو جلدی جلدی بھلائیاں پہنچاتے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ
 وہ سمجھتے نہیں ۝۵۶ بیشک ۱۔ جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں ۝۵۷ اور وہ جو اپنے پروردگار کی آیتوں
 پر ایمان لاتے ہیں ۝۵۸ اور وہ جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ۝۵۹ اور جو لوگ (اللہ کی راہ
 میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (پھر بھی) ان کے دلوں کو اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ ان کو پروردگار کی
 طرف پھرنا ہے ۝۶۰ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نیکیوں میں کوشش کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے ان کی طرف نکل
 جانے والے ہیں ۝۶۱

کایہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کے مال و اولاد کی ترقی اس سبب سے ہے کہ اللہ ان سے رضا مند ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ
 تعالیٰ ان سے زیادہ مالدار اور اولاد والی پچھلی اُمّتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہرگز ہلاک نہ کرتا۔
 ۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نیک لوگ ٹھہر چکے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں کہ نیک کام
 کرنے کے بعد بھی عذاب آخرت کا اندیشہ ان کو لگا رہتا ہے۔ احکام الہی کی آیتوں کا ان کے دل میں کلام الہی ہونے کا پورا
 یقین ہے۔ اس لئے وہ ان احکام کے موافق خالص دل سے عمل کرتے، صدقہ خیرات اور ہر طرح کا نیک کام کرتے ہیں۔ اور
 پھر بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کے وقت کا کھٹکان ان کے دل میں لگا ہوا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو ہر طرح کی بھلائی
 کی طرف پیش قدمی کر کے دوڑتے ہیں۔

وَلَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۲﴾ بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَمِلُونَ ﴿۲۳﴾

اور ہم کسی کو تکلیف لے نہیں دیتے مگر اتنی ہی جتنی کہ اس میں طاقت ہے، اور ہمارے پاس ایک کتاب (یعنی نامہ اعمال کا دفتر لوح محفوظ) ہے جو حق بیان کرتی ہے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا ﴿۲۲﴾ بلکہ کافروں کے دل اس (قرآن) کی طرف سے غفلت (اور شک) میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو وہ کرتے رہتے ہیں ﴿۲۳﴾

شریعت اسلام کا ذکر

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ شریعت کا کوئی کام اللہ تعالیٰ نے انسان کی طاقت سے باہر نہیں رکھا مثلاً جو بیمار آدمی نماز میں کھڑا نہ ہو سکے تو اس کو بیٹھ کر نماز جائز ہے۔ اسی طرح مسافر یا بیمار آدمی رمضان میں روزے نہ رکھے، بعد میں قضا کرے تو کچھ گناہ نہیں۔ پھر فرمایا ہر شخص کے ہر طرح کے عمل پہلے لوح محفوظ میں، اور پھر نامہ اعمال میں لکھے گئے ہیں۔ جس سے ہر شخص کو اپنے عملوں کا سچا سچا حال سزا و جزا کے وقت معلوم ہو جاوے گا۔ اور سزا و جزا کے وقت کسی پر یہ ظلم نہ ہوگا کہ نیکی کا اجر گھٹا دیا جاوے یا جرم کی حیثیت سے سزا کی مقدار بڑھا دی جائے۔

منکرین قرآن کا ذکر

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ شرک کے وبال میں ان لوگوں سے بڑھ کر خوش حال پچھلی قومیں جب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئیں۔ جس کے قصے کئی دفعہ ان کو سنا دیئے گئے تو ان مشرکوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کے مال اور اولاد کی ترقی اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہے، بلکہ ان لوگوں کے اس غلط خیال پر جسے رہنے کا سبب یہی ہے کہ یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو دھیان سے نہیں سنتے۔ اور نیک لوگوں کے جو کام ان کو اوپر کی آیتوں میں بتلائے گئے ہیں رات دن ان کاموں کے برخلاف کام کرتے ہیں۔ لیکن ان میں بڑے بڑے خوش حال وقت مقررہ پر جب عذاب آخرت میں گرفتار ہو جاویں گے تو عذاب کی تکلیف سے بہت چلاویں گے۔ جس پر ان کو اور ذلیل کرنے کے لئے کہا جاوے گا کہ آج تمہاری فریاد سن کر کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا، اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ یہ عذاب تمہاری اسی شرارت کی سزا ہے کہ تم قرآن کی نصیحت کو سن کر اٹنے قدموں بھاگتے تھے۔ بت پرستی کی طرف رجوع کرتے تھے، اور خدمت حرم پر تکبر تھا، اور اسکے آس پاس بیٹھ کر راتوں کو کہانیاں کہتے تھے۔ اور بیہودہ باتیں رسول اللہ ﷺ و اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین و قرآن کی جو کرتے تھے۔

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْرُونَ ﴿٦٣﴾ لَا تَجْرُوا الْيَوْمَ ۚ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنصَرُونَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ آيَتِي تُشْلِي عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِبُونَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِينَ ۙ بِهِ سِيرًا تَهْجُرُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٦٩﴾

یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے مال داروں کو عذاب میں پکڑا تو وہ فوراً فریاد کرنے لگے ﴿٦٣﴾ (کہا جائے گا) کہ فریاد نہ کرو آج کے دن بیشک تم کو ہماری طرف سے کچھ مدد نہ دی جائے گی ﴿٦٥﴾ بیشک تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائی جایا کرتی تھیں، تم اٹے پاؤں پھر جاتے (اور ان کو نہ مانتے تھے) ﴿٦٦﴾ خدمت حرم پر تکبر کرتے ہوئے رات کو وہاں بیہودہ کہانیاں بکتے حق کو چھوڑتے ہوئے ﴿٦٧﴾ تو کیا انہوں نے اس کلام (الہی یعنی قرآن) میں غور نہیں کیا؟ یا ان کے پاس ایسی (نئی) چیز آئی جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی ﴿٦٨﴾ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں ﴿٦٩﴾

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ کیا انہوں نے قرآن کی آیتوں میں غور و فکر نہیں کیا، اور کیا ہم نے ان کے پاس ایسی چیز بھیجی ہے جو ان کے باپ داداؤں کے پاس نہیں بھیجی تھی۔ بلکہ ہماری تو ہمیشہ سے یہی عادت ہے کہ اپنے رسولوں کی طرف قدیم سے کتابیں اتارتے رہے ہیں۔ یہ لوگ کیا اس کو نئی بات سمجھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ کیا انہوں نے اپنے رسول یعنی محمد ﷺ کو نہیں پہچانا جو ان کا انکار کرتے ہیں، اور اپنے رسول کو دیوانہ بتاتے ہیں۔ بلکہ یہ رسول ان کے پاس خدا کی طرف سے سچی باتیں لے کر آئے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر جو ایمان نہیں لائے نفرت کرتے ہیں۔ اور اگر ان کی خواہش کے موافق حق ہوتا تو زمین و آسمان اور جو ان کے درمیان میں ہے، سب برباد ہو جاتا اور سارے جہان کا انتظام خراب ہو جاتا، کیونکہ سارے جہان کے انتظام کا مدار حق پر ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن میں تو ان کیلئے ہم نے بہتری اور نصیحت کی باتیں بھیجی ہیں، اور وہ اس نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔ اے محبوب! تم ان لوگوں سے قرآن کی نصیحت پر کچھ اجرت بھی تو نہیں مانگتے، جو یہ لوگ قرآن کی نصیحت سے گھبراتے ہیں۔ تمہاری اجرت تو اللہ نے اپنے ذمہ رکھی ہے، اور وہی سب سے بہتر دینے والا ہے۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! تم تو انہیں سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہو، لیکن یہ منکرین عقبتی کی بہودی کے سیدھے راستے کو چھوڑ کر

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۖ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ وَ أَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ
 كِرْهُونَ ﴿٤٠﴾ وَ لَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَ
 الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ ۖ بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ
 مُعْرِضُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَّاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَ هُوَ خَيْرُ
 الرَّزَاقِينَ ﴿٤٢﴾ وَ إِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَ إِنَّ
 الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكِبُونَ ﴿٤٤﴾ وَ لَوْ
 رَأَيْنَاهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلَّجُوا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٤٥﴾ وَ
 لَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٦﴾

یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہو گیا ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے (یعنی قرآن) اور ان میں اکثر لوگوں کو
 حق برا لگتا ہے ﴿٤٠﴾ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں (آباد)
 ہیں سب درہم برہم ہو جاتے، بلکہ ہم نے تو ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی۔ پس یہ لوگ اپنی نصیحت کی
 بات سے منہ موڑتے ہیں ﴿٤١﴾ کیا (وہ یہ سمجھتے ہیں کہ) تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو اجر تو ہمارے پروردگار کا
 سب سے بہتر ہے اور وہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿٤٢﴾ اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے
 ہو ﴿٤٣﴾ اور بیشک جو لوگ کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں ﴿٤٤﴾ اور اگر ہم ان
 پر رحم کریں جو مصیبت ان کو پہنچ رہی ہے وہ دور کر دیں تو ضرور اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے اڑے رہیں گے ﴿٤٥﴾
 اور لے بیشک ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تو بھی وہ اپنے پروردگار کی طرف نہ جھکے اور نہ گڑگڑاتے ہیں ﴿٤٦﴾

ٹیڑھے راستے پر چلتے ہیں۔ پھر فرمایا ان لوگوں کی سرکشی کی یہ حالت ہے کہ اگر اللہ اپنی رحمت سے ان کی مصیبت کو دور کر دے تو
 ان لوگوں کی شرارت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے۔ کہ مصیبت دور ہوتے ہی پھر یہ لوگ سرکشی کی باتیں کرنے لگیں گے۔

لہ سات سالہ قحط اور حضور ﷺ کی دعا سے باران رحمت کا ذکر: شان نزول: جس کا حاصل یہ ہے کہ قریش

۲۳

حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٤٧﴾
 وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٤٨﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٤٩﴾

یہاں تک (غفلت میں رہے) کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اب وہ اس میں ناامید پڑے ہیں ﴿۴۷﴾ اور وہی ہے کہ جس نے تمہارے (سننے کے) لئے کان اور (دیکھنے کے لئے) آنکھیں اور (سوچنے کیلئے) دل بنائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ﴿۴۸﴾ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (پیدا کر کے ہر طرف) پھیلا یا اور (قیامت کے دن) اسی کی طرف اٹھنا ہے ﴿۴۹﴾

مکہ نے جب آنحضرت ﷺ سے سرکشی کی تو آپ کی بددعا سے مکہ میں بڑا سخت قحط پڑا۔ اس قحط کے زمانہ میں ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ سے آ کر کہا کہ آپ تو رحمت للعالمین اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ قریش تو آپ کے قرابتدار ہیں، اب قریش کا یہ حال ہے کہ نہ کھانے کی چیزیں یعنی ہڈیاں اور مرز دار بھی کھا گئے۔ ذرا ہماری غمخواری فرمائیں، اور اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ بلا دفع ہو۔ آپ نے قریش کے اس حال پر ترس کھا کے دعا کی اور آپ کی دعا کی برکت سے وہ قحط جاتا رہا۔ قحط کے جاتے ہی قریش نے پھر وہی سرکشی شروع کر دی۔ اس قحط کے ذکر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صحیح بخاری کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہے۔ اس قحط کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ حاصل معنی آیتوں کے یہ ہیں کہ ان لوگوں کے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی مصیبت اور سختی آتی ہے تو جب بھی ان کو عبرت نہیں ہوتی، اس لئے اب ان کو اللہ کے کسی بڑے سخت عذاب کا منتظر رہنا چاہئے۔ اس بڑے عذاب کے بعد ان کی سب سرکشی ناامیدی سے بدل جاوے گی۔ یہ بڑا عذاب آخر کو اللہ کے وعدے کے موافق بدر کی لڑائی کے روز آیا کہ بڑے بڑے سرکش ستر آدمی قریش کے حالت کفر میں بڑی ذلت و خواری سے دنیا سے اٹھ کر ہمیشہ کے عذاب آخرت میں مبتلا ہوئے۔

توحید کے دلائل

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ ان منکرین حشر کیلئے حالانکہ سننے کے لئے کان، اور دیکھنے کے لئے آنکھیں، اور ہر ایک بات سمجھنے کیلئے دل اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ لیکن یہ لوگ اب دوبارہ ان چیزوں کے پیدا کرنے کو اللہ کی قدرت سے باہر گنتے ہیں، تو انہوں نے اللہ کی قدرت کا بہت تھوڑا حق مانا۔ پھر فرمایا جس طرح اب اللہ تعالیٰ نے ان منکرین حشر کو پیدا کر کے تمام روئے زمین پر بکھیر رکھا ہے، اسی طرح حشر کے دن اس کی طرف جمع کر کے لائے جاوے گا۔ وہی وہاں جزا و سزا دے گا، وہی زندہ کرنے والا ہے، اور مارنے والا ہے، اور رات دن کی گردش یعنی گھٹنا بڑھنا سب اسی کے حکم سے ہے۔ پھر فرمایا ان

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالِ الْآلُ وَ لَوْ نَشَاءُ لَمَمَسْتُمُوهَا وَإِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمَمَسْتُمُوهَا وَإِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمَمَسْتُمُوهَا وَإِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمَمَسْتُمُوهَا وَإِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمَمَسْتُمُوهَا

اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے لئے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں، تو کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ﴿۸۰﴾ بلکہ انہوں نے بھی ایسی ہی بات کہی جیسی کہ پہلوں نے کہی تھی (یعنی ان سے پہلے کافروں نے) ﴿۸۱﴾ بولے: ”کیا جب ہم مرجائیں اور خاک اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں تو کیا ہم پھر (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جاویں گے ﴿۸۲﴾ بیشک یہ وعدہ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی ہوتا چلا آیا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں“ ﴿۸۳﴾

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ان نشانیوں کو کچھ عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا، بلکہ قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد اسی طرح حشر کے انکار پر جبرے جس طرح ان سے پہلے منکر حشر تھے۔

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ منکرین حشر نے کہا کہ جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور بوسیدہ ہڈیاں رہ جاویں گی تو کیا ہم پھر دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔ اے محمد ﷺ! ایسی باتوں کا وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہوتا چلا آیا ہے، یہ تو صرف اگلے لوگوں کے قصہ ہیں۔ وہ بھی ہمیشہ ایسی ہی بے اصل باتیں کرتے تھے۔ تو اے محبوب ﷺ! ان سے پوچھو کہ زمین اور اس کے عجائب مخلوقات کس کی ہیں، اگر عقل ہو تو بتلاؤ۔ تمہاری بات کے جواب میں بے اختیار ہو کر یہی کہیں گے کہ: ”یہ سب اللہ کی ہے اسی نے بنایا اور پیدا کیا“۔ تو تم فرماؤ: ”جب تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ ان سب باتوں پر قادر ہے، اور جس نے زمین اور تمام مخلوقات کو ایسی حالت میں پیدا کیا کہ کبھی اس کا پتہ و نشان بھی نہ تھا، تو کیا اس مخلوق کو مار کر دوبارہ جلانے پر قادر نہیں“۔ پھر ان سے دریافت کرو کہ ساتوں آسمانوں کا پروردگار اور عرش عظیم کا مالک کون ہے۔ تو فوراً کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے، اس وقت تم فرماؤ: ”پھر تم شرک کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے ہو“۔ تم یہ بھی پوچھو کہ اچھا وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے، اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے، اور کوئی نہیں جو اس سے اوپر پناہ دینے والا ہو، اگر تم کچھ جانتے ہو تو بتلاؤ۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں۔ پس تم اس وقت فرمانا کہ تم کس شیطانی دھوکہ میں ہو رہے ہو کہ تو حید و اطاعت الہی کو چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو۔ جب تم اقرار کرتے ہو کہ قدرت حقیقی اسی کی ہے، اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۳﴾ سَيَقُولُونَ
 لِلَّهِ ۗ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ
 رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۗ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾
 قُلْ مَن مِّنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن
 كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۗ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾ بَلْ
 آتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا
 كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا الذَّهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ
 عَلَى بَعْضٍ ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۹۱﴾

اب کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے (تو)، ان سے تم فرماؤ کہ پھر کیوں نہیں سوچتے (کہ وہ ضرور مردوں کو زندہ
 کرنے پر قادر ہے) ﴿۸۳﴾ تم فرماؤ کہ ساتوں آسمانوں کا پروردگار اور عرش عظیم کا مالک کون ہے ﴿۸۵﴾ اب کہیں گے کہ
 یہ سب اللہ کا ہے (اس وقت) تم فرماؤ کہ پھر تم (شُرک کرنے سے) نہیں ڈرتے ﴿۸۶﴾ تم فرماؤ: ”وہ کون ہے جس
 کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے ﴿۸۷﴾ اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو
 (تو بتاؤ)“ ﴿۸۸﴾ اب یہ کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ: ”پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو ﴿۸۹﴾ بلکہ
 ہم تو ان کے پاس حق لائے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں“ ﴿۹۰﴾ خدا نے کسی کو اولاد نہیں لے قرار دیا اور نہ اس کے ساتھ
 کوئی دوسرا خدا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق (الگ) لے جاتا اور ضرور ایک معبود دوسرے معبود پر غالب
 آجاتا۔ تو اللہ ان سب باتوں سے پاک ہے جو باتیں (اس کی نسبت) یہ لوگ بناتے ہیں ﴿۹۱﴾

توحید کا ذکر

لے ان آیتوں میں فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلانے والوں میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد کہتے

marfat.com

منزل ۲

عَلِيمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَبِّ إِمَّا
تُرِيَنِي مَا يُوعَدُونَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۹۴﴾
وَإِنَّا عَلَىٰ أَنْ نُرِيكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدِيرُونَ ﴿۹۵﴾

وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پس وہ ان کے شرک سے بالاتر ہے ﴿۹۲﴾ تم عرض کرو کہ اے میرے رب! جس (عذاب) کا ان کافروں کو وعدہ دیا جاتا ہے اگر تو مجھے دکھائے ﴿۹۳﴾ تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا ﴿۹۴﴾ اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں (تمہاری زندگی میں ظاہر کر کے) تمہیں دکھادیں ﴿۹۵﴾

ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، مگر یہ بات ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ دنیا کی جس بادشاہت میں دو بادشاہ شریک ہوتے ہیں تو ان میں طرح طرح کے جھگڑے ہو کر ایک دوسرے پر غالب آ جاتا ہے۔ اس طرح دنیا کے دو بادشاہوں کے آپس کے جھگڑے کی بات ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے کی ہے، یہ بھی ان کی آنکھوں کے روبرو ہے کہ تمام دنیا میں انتظام الہی ہمیشہ سے ایک طرح پر ہے۔ جس سے ہر شخص کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ سکتی ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اس کی بادشاہت میں اولاد بن کر یا ساتھی بن کر اس کا شریک نہیں ہے۔ بغیر سند کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں، وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی کو علم غیب نہیں ہے۔ اس واسطے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں میں اپنی وحدانیت کی جو خبر دی ہے وہ سچ ہے۔ اس سچ کے مقابلہ میں کوئی بے سند بات کسی طرح قابل اعتماد نہیں۔

شیطان کے وسوسہ سے غصہ کے آنے کا ذکر اور اس کا حل

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اگر یہ مکہ کے مشرک شرک سے باز نہ آویں گے تو جس طرح ان لوگوں سے عذاب کے نازل کرنے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اس وعدہ کے ظہور پر قادر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ اس واسطے وقت مقررہ کے آتے ہی ان مشرکوں پر ایک نہ ایک دن وہ عذاب ضرور آوے گا۔ اس عذاب کے آنے کو ضروری جان کر اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ! تو اپنی قدرت سے مجھ کو لائق عذاب قوم میں نہ رکھو۔ آگے فرمایا ہجرت کا وقت آنے تک یہ مشرک کچھ ایذا دیوں تو اس کو درگزر کر کے ٹال دینا چاہئے، اور اس ضعفِ اسلام کے زمانہ میں شیطان کی چھیڑ اور اس کے غلبہ سے اللہ کی پناہ کی دعا مانگنی چاہئے۔ کیونکہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس ضعفِ اسلام کے زمانے میں مسلمانوں اور مشرکوں میں لڑائی کرادے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ابھی اس لڑائی کا وقت نہیں آیا، جس سے

اِدْفَعِ بِالتِّي هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ۖ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۹۶﴾ وَ
 قُلْ رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوذُ بِكَ رَبِّ اَنْ
 يَّحْضُرُونِ ﴿۹۸﴾ حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ
 ارْجِعُونِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۗ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ
 قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَآئِهِمْ بَرَزَخٌ اِلَىٰ يَوْمٍ يُّبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾

سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو، ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ وہ (اللہ اور اس کے رسول کی شان میں) کہا کرتے ہیں ﴿۹۶﴾ اور تم عرض کرو: ”اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ﴿۹۷﴾ اور اے میرے رب میں تیری اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان میرے پاس بھی آویں“ (ان منکروں کا حال ایسا ہی رہے گا) ﴿۹۸﴾ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے (دنیا میں) پھر بھیج دے ﴿۹۹﴾ تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں اب میں کچھ نیک کام کروں حکم ہوگا: ”ہرگز ایسا نہیں ہوگا“ محض ایک (کہنے کی) بات ہے کہ جس کو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے (یعنی موت) اس دن تک جس میں (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ﴿۱۰۰﴾

اسلام کے غلبہ کا نتیجہ نکلے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ غصہ کے وقت اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے تو غصہ جاتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصہ شیطان کے وسوسہ سے آتا ہے، اور اللہ سے پناہ مانگتے ہی غصہ کا اثر جاتا رہتا ہے۔

اعمال کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ انکار ان لوگوں کا اس وقت تک ہے جب تک قبض روح اور قبر اور حشر اور قیامت کا عذاب ان کے روبرو نہیں آتا۔ جب یہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آ جاوے گا تو انہیں معلوم ہو جاوے گا کہ رسولوں کی معرفت اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا کہ دنیا عمل کی جگہ ہے، تو یہ لوگ آخرت کی ہر سختی اور عذاب کے وقت دنیا میں واپس آنے اور نیک عمل کرنے کی خواہش ظاہر کریں گے۔ مگر جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بے وقت کی خواہش سے کیا ہوتا ہے۔ قنادہ کا قول ہے کہ ایسے لوگوں کے حال پر بڑا افسوس ہے جو عمل نیک سے غافل ہیں۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾
 فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ
 مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾
 تَتَفَحُّ وَجُوهُهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَتِي تُسَلَّى
 عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾

جب لہ صور پھونکا جاوے گا تو اس روز نہ ان میں رشتے رہیں گے (جن پر دنیا میں فخر کرتا تھا) اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے گا ﴿۱۰۱﴾ پس جس شخص کے ترازو کا پلڑا (اعمال صالحہ سے) بھاری ہو تو وہی لوگ مراد کو پہنچے ﴿۱۰۲﴾ اور جن کا پلڑا ہلکا ہو پس یہ وہ لوگ ہیں (یعنی کفار) جنہوں نے اپنی جانیں گھائے میں ڈالیں۔ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں ﴿۱۰۳﴾ ان کے مونہوں کو آگ جھلکتی ہوگی اور وہاں ان کے منہ بد شکل ہو رہے ہوں گے ﴿۱۰۴﴾ (کہا جائے گا کہ) کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب صور پھونکا جاوے گا تو اس روز باہم قرابت کا پاس نہ ہوگا، اور یہ حال ہوگا کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ اور بی بی اور بیٹیوں سے بھاگے گا، کیونکہ ہر ایک اپنے ہی حال میں مبتلا ہوگا۔ اور یہ سب نسب اور رشتے اور قومیں سب دنیا تک ہی ہیں۔ پس وہاں جس شخص کا پلڑا اعمال صالحہ کا بھاری ہوگا وہی جنتی قرار پائیں گے۔ اور جن کا پلڑا ہلکا ہوگا یعنی جن بد لوگوں کا پلڑا بد عملوں سے بھاری ہوگا، وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے مونہوں کو آگ جھلکتی ہوگی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی اوپر کا ہونٹ سکر کر نصف سر تک پہنچے گا، اور نیچے کا ناف تک لٹک جائے گا۔ دانت کھلے رہ جائیں گے۔

کفار پر اللہ تعالیٰ کا غصہ

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ طرح طرح کے عذاب کے وقت ان کو ذلیل کرنے کے لئے ان سے کہا جاوے گا کہ دوزخ کے عذاب کی قرآن کی آیتیں دنیا میں تم لوگوں کو سنائی جاتی تھیں، اور تم اس عذاب کو جھٹلاتے تھے۔ اب یہ وہی عذاب ہے جس میں تم گرفتار ہو۔ اس کے جواب میں یہ لوگ کہیں گے: "اے ہمارے پروردگار! دراصل ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی، اس لئے ہماری ساری زندگی گمراہی میں گذری۔ اب اگر تو ہم کو اس آگ سے نکال کر دنیا میں دوبارہ بھیج دے تو ضرور ہم نیک کام کریں گے، اور اگر دوسری دفعہ بھی ہم اپنی زندگی گمراہی میں گزاریں تو ہم کو سخت مجرم قرار دیا جائے۔"

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَا
 أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَوْا فِيهَا وَلَا
 تَكْفُرُوا ﴿۱۰۸﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا
 فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۰۹﴾

وہ کہیں گے: ”اے ہمارے پروردگار! (دراصل) ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی اور ہم لوگ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ﴿۱۰۶﴾ اے پروردگار! ہمارے ہم کو اس جہنم سے (اب) نکال دے پھر اگر ہم دوبارہ کفر کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں“ ﴿۱۰۷﴾ خدا فرمائے گا کہ اسی (جہنم) میں پھنکارے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو ﴿۱۰۸﴾ بیشک میرے بندوں میں سے ایک فریق تھا جو عرض کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحمت فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾

دُنیا کی عمر

۱۔ ان آیتوں میں اوپر کا جواب یہ ملا کہ جس وقت یہ لوگ دنیا میں پھر آنے اور نیک عمل کرنے کی خواہش اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کریں گے، اس وقت یہ جواب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دیوے گا جو اس آیت میں ہے۔ معتبر سند سے ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دوزخی لوگ دوزخ کے عذاب سے تنگ آ کر پہلے تو داروغہ دوزخ سے اپنی موت کی دعا کرنے کی خواہش کریں گے، ہزار برس تک تو مالک داروغہ دوزخ کی طرف سے ان کو کچھ جواب نہ ملے گا۔ ہزار برس کے بعد یہ جواب ملے گا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فریادرس تمہارا نہیں ہے پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے کہ یا اللہ! اب ہم کو دوزخ سے نکال، دوبارہ ہم تیری مرضی کے مخالف عمل نہیں کریں گے۔ دنیا کی جتنی عمر ہے اس سے دو چند مدت تک تو کچھ جواب ان کو نہ ملے گا، یعنی بارہ ہزار برس تک، یا بعض کے قول کے مطابق دو چند مدت تین لاکھ ساٹھ ہزار برس ہے۔ پھر اس قدر مدت کے بعد یہ جواب ملے گا کہ اسی جہنم میں ذلیل ہو کر پڑے رہو، اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔ اب ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہل جہنم کا آخر کلام ہوگا۔ پھر اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا، روتے چیختے رہیں گے۔

صبر کے نتیجے کا ذکر اور مالدار کفار کا غریب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے تمسخر

۲۔ شان نزول: یہ آیتیں کفار قریش کے حق میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال و حضرت عمار و حضرت صہیب و حضرت خباب

فَاتَّخَذْتُوهُمْ سِحْرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوَكُمُ ذِكْرِي وَ كُنْتُمْ مِنْهُمْ
 تَصْحَكُونَ ﴿١١٠﴾ اِنِّي جَزَيْتَهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا اِنَّهُمْ هُمُ
 الْفَايِزُونَ ﴿١١١﴾ قُلْ كُمْ لَيْسْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدِ سِنِينَ ﴿١١٢﴾

تو تم نے انہیں ٹھٹھا (مذاق) بنا لیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے ﴿ ۱۱۰ ﴾ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا بدلہ انہیں یہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں ﴿ ۱۱۱ ﴾ لہٰذا ان (کفار) سے اللہ نے فرمایا: ” (اچھا یہ بتلاؤ) برسوں کی گنتی سے تم کس قدر مدت زمین میں رہے ” ﴿ ۱۱۲ ﴾

وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مالدار مشرک چھیڑا کرتے تھے، اور طرح طرح کی سخر اپن کی باتیں کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ اسلام کوئی عزت کی چیز ہوتی تو یہ غریب لوگ اسلام لانے میں ہم عزت دار لوگوں سے کبھی قدم آگے نہ بڑھاتے۔ چنانچہ یہ ذکر سورہ الاحقاف میں تفصیل سے آوے گا۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت خباب الارث رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے جس میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ” میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ شکایت کی کہ اب تو مشرکین ہم کو بہت ستاتے ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ” اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کا جو وعدہ فرمایا ہے، وقت مقررہ پر ضرور اس کا ظہور ہوگا۔ وقت مقررہ تک صبر کرنا چاہئے۔“ مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ عذاب میں گرفتار وہ لوگ ہیں جو قرآن کی باتوں کو جھٹلاتے تھے، اور جو غریب ایماندار لوگ قرآن کی آیتوں کو مانتے تھے۔ ان کو سخر اپن سے ستاتے بھی تھے، اور اس ستانے کے پیچھے اپنے اس انجام کو بالکل بھول گئے تھے، جو آج درپیش ہے کہ ہمیشہ کیلئے عذاب میں گرفتار ہیں۔ اور جن غریب ایمانداروں کو یہ مالدار مشرک طرح طرح سے دنیا میں ستاتے تھے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نصیحت کے موافق وہ غریب اس پر صبر کر کے چپکے ہو رہتے تھے۔ ان کا انجام بھی ان مشرکوں کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ جنت میں بادشاہت کر رہے ہیں۔

۱۔ مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ ان دوزخیوں کو قائل کرنے کیلئے پوچھا جاوے گا کہ دنیا کی جس زندگی کے نشہ میں تم عقبنی کو بھول گئے، اور اللہ کے کلام کو تم نے جھٹلایا، آخر تم کو کچھ بھی یاد ہے کہ دنیا میں تم کتنے برس رہے، عذاب کی سختی کے سبب یہ لوگ بالکل بدحواس ہو جاویں گے۔ اس لئے بدحواسی کا جواب دیں گے کہ جو فرشتے ہم پر مامور تھے، ان سے یہ بات پوچھی جاوے کہ دنیا میں ہم کتنے برس رہے۔ اس ہمیشہ کے سخت عذاب کے آگے ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم دنیا میں ایک دن، یا اس سے بھی کچھ کم رہے۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب تم کو دنیا میں رہنے کی مدت یاد نہیں، لیکن اگر یاد کر کے تم اس مدت کو اس وقت جان بھی لیتے تو اس ہمیشہ کے عذاب کے آگے وہ مدت کچھ شمار کے قابل نہ ٹھہرتی۔

قَالُوا الْبَيْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِ الْعَادِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قُلْ اِنْ لَّبِثْتُمْ
 اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنْنَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ
 اَنْتُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعَلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا
 هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا
 بُرْهَانَ لَهٗ بِهِ فَاِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۙ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

کہیں گے: ”ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے“ پس شمار کرنے والوں سے دریافت فرمالو ﴿۱۱۳﴾ ارشاد ہوگا: ”(وہاں) تم بہت ہی کم مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات دنیا ہی میں) سمجھتے“ ﴿۱۱۴﴾ پھر کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہماری طرف لوٹنا نہیں ﴿۱۱۵﴾ پس ۲۔ اللہ بہت بلندی والا برحق بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت والے عرش کا مالک ہے ﴿۱۱۶﴾ اور ۳۔ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں، تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے یہاں ہے۔ بیشک چھٹکارا نہیں پائیں گے کافر لوگ ﴿۱۱۷﴾

حشر کا ثبوت

۱۔ ان آیتوں میں منکرین حشر کا یہ بھی جواب ہے کہ دنیا کے نیک و بد کی جزا و سزا کیلئے پھر دوبارہ جینا نہ ہوتا تو دنیا کا پیدا کرنا بے فائدہ ہوتا، جس سے اللہ کی شان پاک ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں بھی عقلمند لوگ اس طرح کے بے فائدہ کام سے پرہیز کرتے ہیں۔ جس طرح کا بے فائدہ کام یہ لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مثلاً کھیتی کرتے ہیں تو اناج پیدا ہونے کی نیت سے، باغ لگاتے ہیں تو میوہ کھانے کے ارادہ سے۔ پھر تمام مخلوقات کو جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا بغیر سزا و جزا کے اس کو بلا نتیجہ ٹھہرانا ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اس حقیقی بادشاہ کی شان میں یہ منکر شریعت لوگ جو جو باتیں منہ سے نکالتے ہیں، وہ بادشاہ حقیقی ان باتوں سے بری ہے۔ اور جب انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو ہر شخص کو خالص اس کی عبادت لازم ہے۔ جو لوگ اپنے اس لازم حق کو ادا نہیں کرتے وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے، اپنی عاقبت خراب اور برباد کرتے ہیں۔

۳۔ توحید کا ذکر: ان آیتوں میں فرمایا کہ جو خدا کے سوا کسی اور چیز کو پوجے گا تو وہ بالکل باطل ہے۔ اس کے پاس عبادت غیر

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيَشْهَدُ عَذَابُهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ①
الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا

جو عورت لے زنا کرانے والی ہو اور مرد زنا کرنے والا ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو اور ان دونوں پر تم کو شرع خدا (کے حکم) میں ترس نہ آئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہو اور چاہے کہ ان دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھنے کے لئے موجود ہو (تاکہ عبرت ہو) ① زنا لے کرنے والا مرد نکاح نہ کرے بجز بدکار یا مشرکہ عورت کے اور (اسی طرح) بدکار عورت بھی نکاح نہ کرے۔

لے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ بدکار عورت یا مرد بن بیا ہے ہوئے ہوں، اور چار گواہوں سے، یا حمل سے، یا اقرار سے ان کی بدکاری ثابت ہو جاوے تو اے حکام وقت! ان کے سو کوڑے مارو۔ مسئلہ۔ مرد کو کوڑے لگاتے وقت کھڑا کیا جاوے، اور اسکے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوائے تہبند کے۔ اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرمگاہ کے۔ کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ الم گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجے کا ہو۔ اور عورت کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں، البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیئے جائیں۔ یہ حکم آزاد مرد اور عورت کا ہے۔ اور باندی غلام کی حد اس سے نصف سزا ہے، جیسا کہ سورہ نساء میں مذکور ہے۔ آگے فرمایا کہ ان دونوں پر تم کو اللہ کے حکم میں ذرا بھی رحم نہ آنا چاہئے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ قوم کے یا محبت کے لحاظ سے حکم الہی جاری نہ کرو، اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہئے کہ زانیوں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں موجود ہو، تاکہ عبرت حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! زنا سے بچو۔ پس تحقیق اس میں چھ باتیں ہیں: تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں تین یہ ہیں: ● عزت جاتی رہتی ہے ● آدمی محتاج ہو جاتا ہے ● آدمی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ آخرت میں تین یہ ہیں: ● خدا تعالیٰ کا اس پر غضب ● قیامت کے دن اس کے حساب میں برائی ● جہنم میں داخل ہونا۔ اور منجملہ زنا کے ایک آنکھ کا زنا ہے کہ کسی کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ اور نظر شیطان کا ایک تیر ہے زہر آلودہ۔

۲۔ شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے مہاجرین میں بعضے بالکل نادار تھے۔ نہ ان کے پاس کچھ مال تھا، نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا۔ اور بدکار مشرکہ عورتیں مالدار تھیں۔ یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر ان سے نکاح کر لیا جائے تو ان کی دولت

إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٍ وَحُرْمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ
 يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ
 جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا
 الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
 وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ

بجز بدکار یا مشرک عورت کے اور (اسی طرح) بدکار عورت بھی نکاح نہ کرے بجز زنا کار یا مشرک مرد کے، اور
 زانیہ سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے ۝ اور ۱۔ جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں
 کو، پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے مارو اور (ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو) یہ
 دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہی لوگ (آخرت میں بھی مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ) فاسق ہیں ۝ لیکن جو
 لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان
 ہے ۝ اور ۲۔ جو لوگ اپنی (منکوحہ) بیبیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس اور کوئی گواہ نہیں ہو۔

کام میں آئے گی۔ آنحضرت ﷺ سے انہوں نے اس کی اجازت چاہی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس سے
 روک دیا گیا۔ ابتدائے اسلام میں زانیہ سے نکاح کرنا حرام تھا۔ بعد میں آیت وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ سے منسوخ ہو گیا کہ
 یہ وہ میں زنا کار عورت اور سوائے اسکے سب داخل ہیں، اور نکاح بموجب شریعت کے ہو۔

۱۔ ان آیتوں میں ان مرد اور عورتوں کا ذکر ہے جن پر اس عورت یا مرد پر لوگ زبردستی زنا کا الزام لگاتے ہیں۔ **مسئلہ۔** جو
 شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے، اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر اتنی کوڑے کی حد واجب
 ہو جاتی ہے۔

۲۔ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روبرو ہلال بن امیہ نے اپنی بی بی کی بدکاری کی شکایت کی۔
 آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس شکایت کے ثبوت میں تم کو چار گواہ پیش کرنے پڑیں گے، ورنہ تمہاری پیٹھ پر جھوٹی تہمت
 کے جرم میں اتنی کوڑے پڑیں گے۔ ہلال بن امیہ نے کہا کہ ایسے موقع پر گواہ کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ مجھ کو اللہ کی ذات سے
 امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم نازل فرما کر میرے سچ کو سب پر ظاہر کر دے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جس

إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ
 الصُّدِّيقِينَ ① وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ
 الْكَاذِبِينَ ② وَيَدْرَأُونَ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ
 بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ③ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا
 إِنْ كَانَ مِنَ الصُّدِّيقِينَ ④ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ
 اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ⑤ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ

سوائے اپنی ذات کے تو ایسے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ چار دفعہ اللہ کو گواہ کر کے (یعنی اللہ کی قسم کھا کر) یہ کہہ دے کہ بے شک وہ سچا ہے ① اور پانچویں بار اس طرح کہہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو ② اور اس عورت کی سزا کو (یہ بات) دور کر دے گی کہ یہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار یہ کہے کہ بیشک وہ (شوہر) سراسر جھوٹا ہے ③ اور پانچویں بار اس طرح کہہ کہ بے شک اس عورت پر خدا کا غضب ہو اگر شوہر سچا ہو ④ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے) اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے ⑤ بیشک جو لوگ یہ بڑا بہتان (حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت) بنا کر لائے ہیں، تم ہی میں کی ایک جماعت ہے۔

میں میاں بی بی کی قسم پر فیصلہ ہے۔ اور فرمایا کہ: ”اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے، اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر نیوا حکمت والا ہے۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی الزام تراشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی پاکدامنی کا اعلان ۱۔ شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ ۶ھ میں بنی مصطلق کی لڑائی سے واپسی کے وقت لشکر کی روانگی سے ذرا پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رفع حاجت کے لئے لشکر کے پڑاؤ سے علیحدہ جنگل میں چلی گئیں۔ وہاں اتفاق سے ان کے گلے کا ہار گر پڑا۔ یہ تو اس ہار کے ڈھونڈنے میں رہیں، اور یہاں لشکر روانہ ہو گیا۔ روانگی کے وقت اونٹ والوں نے یہ سمجھا کہ معمول کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کے کجاوہ میں ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہ خالی کجاوہ اونٹ پر لا دیا، اور لشکر کے اونٹوں کے ساتھ یہ خالی کجاوہ کا اونٹ بھی روانہ ہو گیا۔ سفر سے پلٹنے کی یہ آخری منزل تھی۔ اس واسطے پھولی

لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُمۡ ۗ بَلۡ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمۡ ۗ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا
اَكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۗ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۱
لَوْلَا اِذۡ سَبَعُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۗ وَّ
قَالُوۡا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيۡنٌ ۝۱۲ لَوْلَا جَاۡءُوۡ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۡءَ ۗ
فَاِذۡ لَمۡ يَأْتُوۡا بِالشُّهَدَاۡءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوۡنَ ۝۱۳ وَلَوْلَا
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برانہ سمجھو بلکہ وہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ جو اس نے کمایا ہے اور ان میں وہ جس نے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے ۝ کیوں نہ ہو جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے حق میں نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے کہ یہ تو صریح بہتان ہے ۝ وہ لوگ اس اپنے قول پر چار گواہ کیوں نہ لاتے۔ پھر جب وہ لوگ (موافق شرع کے) گواہ نہ لائے تو بس اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں ۝ اور اگر تم (مہلمانوں) پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی دنیا و آخرت میں۔

رات کا یہ چلا ہوا لشکر صبح کو مدینہ میں پہنچ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت دیر کی تلاش کے بعد جب وہ ہار مل گیا تو یہ جنگل سے پڑاؤ میں واپس آئیں، اور دیکھا کہ لشکر روانہ ہو گیا ہے تو آپ اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ اور خیال کیا کہ میری تلاش میں لشکر ضرور واپس ہوگا۔ لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کیلئے ایک شخص رہا کرتا تھا۔ اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر تھے، جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا، آپ نے ان کی آواز سن کر کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اونٹنی بٹھادی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر سوار ہو گئیں، اور حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدل چلے، اور لشکر میں پہنچ گئے۔ تو منافقین سیاہ باطن نے آپ کی شان میں بہتان لگایا۔ بعض کمزور ایمان مسلمان بھی ان کے فریب میں آ گئے، اور ان کی زبان سے بھی کلمہ بے جا سرزد ہوا۔ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سخت صدمہ ہوا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکی بیان کرنے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

لَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾ اذْ تَلْقَوْنَهُ بِأَسْنَتِكُمْ
 وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُونَهُ هَيِّئًا وَ
 هُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَعَيْتُمْ لَكُمُ الْقُلُوبُ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ
 نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ
 تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۶﴾ وَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ
 الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۷﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُونَ أَنْ تَشِيَعُ
 الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

جس کا تم نے اس مقدمہ میں چرچا کیا تھا اس میں تم پر بڑا عذاب واقع ہوتا ہے جب کہ (بے دھڑک) تم اس جھوٹ
 کو اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے کہ جس کی حقیقت کا علم تم کو نہ
 تھا اور تم اس کی ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے اور
 کیوں نہ ہو جب تم نے (اول) سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں تو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں اے خدا ہم تجھ کو
 پاکی سے یاد کرتے ہیں یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا عمل نہ کرنا اگر مسلمان ہو اور
 تمہارے لئے اللہ آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا بڑا حکمت والا ہے بیشک جو لوگ (بعد
 نزول ان آیات کے بھی) یہ چاہتے ہیں کہ برا چرچہ مسلمانوں میں پھیلے تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں درد دینے
 والا عذاب (مقرر) ہے اور (دلوں کے راز اور باطن کے احوال) اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

جھوٹا عیب لگانے والوں پر دنیا و آخرت کا عذاب

اے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے بھی یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچہ مسلمانوں میں

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۲۰﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ
خُطُوتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالنُّكْرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۚ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي
مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ سَبِيحٌ عَلِيمٌ ﴿۲۱﴾

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم بڑی مضر توتوں (تکلیفوں) میں پڑ جاتے) اور یہ کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۰﴾ اے مسلمانو! تم شیطان کے قدم بقدم نہ چلو (یعنی اس کے اغوا پر مت عمل کرو) اور جو کوئی شیطان کے قدم بقدم چلے تو یہ تو (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور برے ہی کام کرنے کو بتائے گا، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی (توبہ کر کے) پاک صاف نہ ہو سکتا، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق) دے کر پاک صاف کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ﴿۲۱﴾

پہلے، یعنی ان کے دلوں میں بھی دوسو سے ہوا کرتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کام برا کیا، فلاں نے کی بیوی نے ایسا کیا، اور فلاں ایسا ہے۔ تو ان پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شریعت کے موافق کوڑے مارے جاتے ہیں، اور رد الشہادت اور لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل غیر قابل الاعتبار ہو جاتے ہیں، اور اسکے سوا آخرت میں بھی عذاب الہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور خدا ہی خوب جانتا ہے جو برائیاں تم کرتے ہو، اور تم اس کو نہیں جانتے۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے ان جھوٹے بہتان لگانے والوں پر جلدی سے عذاب نہیں بھیجا۔ آگے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ شیطان لوگوں کو ایسی ہی بے حیائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ اس لئے ہر ایماندار آدمی کو چاہئے کہ شیطان کے کہنے پر نہ چلے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے کہ جو ایماندار شخص شیطان کے حملے سے بچتا رہتا ہے، اور شیطان کے حملہ کے وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے حملے سے بچا کر نیک راہ پر لگ جانے کی توفیق دیتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کے منہ کی بات کو سنتا، اور دل کے ارادہ کو جانتا ہے۔ خالص دل سے جو کوئی شیطان کے حملے کو روکنے کی التجا کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۴﴾

اور وہ لوگ جو تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں، اس بات پر قسم نہ کھائیں کہ قرابت والوں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ خرچ) نہ دیں اور چاہئے کہ ان کو معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۲۳﴾ بیشک جو لوگ پاکدامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے ﴿۲۴﴾

قسم کا ذکر

۱۔ شان نزول: یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ آپ نے قسم کھائی تھی کہ: ”مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے“، اور وہ آپ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے۔ آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے۔ مگر چونکہ ام المومنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی، اس لئے آپ نے قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جب یہ آیت آنحضرت ﷺ نے پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ”بیشک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے۔ اور میں مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اسکو کبھی موقوف نہ کروں گا۔“ چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرما دیا۔ مسئلہ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے، پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے، تو چاہیے کہ اس کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت

۲۔ شروع قصہ سے یہاں تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں اللہ تعالیٰ نے یہ پندرہ آیتیں نازل فرمائیں۔ علماء اسلام کا یہ فیصلہ ہے کہ اتنی برأت کے بعد جو فرقہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اب بھی عیب لگائے گا، وہ قرآن شریف کا منکر فرقہ ہے۔ اور اس فرقہ کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فرقہ قرآن کی آیتوں کا منکر

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمُ أَلْسِنُهُمْ وَ أَيْدِيهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا
 يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَذِيُؤْفِقُهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ
 هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَ الْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ
 وَ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَ الطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا
 يَقُولُونَ ۗ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾

جس روز کہ گواہی دیں گی ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۲۴﴾ اس روز اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا انصاف کے ساتھ اور (اس روز) جان لیں گے کہ اللہ ہی حق (فیصلہ کرنے والا اور ہر بات) ظاہر کرنے والا ہے ﴿۲۵﴾ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں، وہ لوگ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں، ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۲۶﴾

ہے۔ اس کے بعد اب اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ پاکدامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، تو یہ پاکدامن عورتیں ایسی باتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پارسائی اور پاکدامنی کی کامل طور پر تعریف کی ہے۔ اور فرمایا کہ عیب لگانے والے دنیا میں ملعون اور مردود ہیں، اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور اس روز ان کی باتوں پر ان کی زبانیں، اور اس کے افعال پر ان کے ہاتھ پاؤں بھی گواہی دیں گے۔ اور وہ جو کچھ عمل کرتے تھے ان کے اعضاء سب بتا دیں گے۔ اس دن خدا تعالیٰ ان کو یعنی منافقین وغیرہ کو ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اور وہ جان لیں گے کہ خدا نے جو کچھ دنیا میں اتارا تھا، سب حق واضح اور یقین قطعی تھا۔ آگے فرمایا کہ اس بہتان کے باندھنے والے ایسے ناسمجھ ہیں، اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ کے رسول کی بی بی سے ایسا برا کام کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیک مردوں کے لئے نیک عورتیں پیدا کی ہیں۔ پھر اللہ کے رسول سے بڑھ کر کون نیک ہوگا۔ ایسی ناپاک باتیں تو ناپاک مرد اور ناپاک عورتوں میں پھیلتی ہیں، جن لوگوں کی شان میں یہ عیب لگانے والے ناپاک باتیں منہ سے نکالتے ہیں، وہ ان باتوں سے بالکل بے لگاؤ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے پاک لوگوں سے عقبی میں بخشش اور بڑی بڑی نعمتیں دینے کا وعدہ کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَ
تُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ فَإِنْ لَمْ
تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ
ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكى لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ
لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اے مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں (بے دھڑک) نہ جاؤ، جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور سلام کرو ان کے رہنے والوں پر، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم دھیان کرو ﴿۲۴﴾ پھر اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت (مختار اذن کی جانب سے) نہ دی جائے، اور اگر تم کو کہا جاوے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے ہو ﴿۲۸﴾ اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ (بغیر اجازت) ان کے گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت نہیں (مثل سرانے وغیرہ) اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ کہ تم (دل میں) مخفی رکھتے ہو ﴿۲۹﴾

بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں نہ جانے کا حکم آداب معاشرت

۱۔ شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ بعضے رشتہ دار اپنے رشتہ داروں کے زنا نہ مکانون میں بغیر اجازت اور بغیر کھنکار نے کے چلے جاتے تھے، اور بے خبران کے جانے سے نگلی کھلی عورتوں کا، اور ان کا آنا سامنا ہو جاتا تھا۔ بعض دیندار عورتوں نے آنحضرت ﷺ سے اس طریقہ کے بند ہو جانے کی خواہش کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ اذن کی آیتیں نازل فرمائیں۔
مسئلہ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اپنے گھر کے سوا کسی اور کے گھروں میں بے اجازت داخل نہیں ہونا چاہئے۔

۲۔ شان نزول: یہ آیت ان اصحاب کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے اذن کی آیت نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ اور شام کے ملک کی طرف تجارت کی غرض سے جاتے ہیں۔ اور راستہ میں مسافر خانوں کے طور پر اکثر ایسے مکان ہیں جن میں کوئی نہیں رہتا۔ ان میں بلا اجازت کے جا کر اتر جانا، یا کچھ

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۗ ذٰلِكَ
 اَزْكٰى لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ
 يَعْضُنَّ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

(اے محبوب! ﷺ) ۱۔ مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (اور زنا و حرام سے بچیں) یہ ان کے حق میں بڑی پاکیزگی کی بات ہے، بیشک اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ کہ تم لوگ کرتے ہو ﴿۳۰﴾ اور ۲۔ (اسی طرح) مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی بھی حفاظت کریں۔

سامان ان میں رکھ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم پر کچھ گناہ نہیں اگر بغیر اجازت کسی ایسے گھر میں جاؤ کہ جہاں کوئی نہ بستا ہو، اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے۔ اور اللہ تمہاری چھپی اور ظاہر باتوں کو خوب جانتا ہے۔

عورتوں کے پردہ کا حکم، مسلم خاتون کا اصل زیور

۱۔ حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! ایماندار لوگوں سے کہہ دیا جاوے کہ ان کے حق میں ناجائز چیزوں کے دیکھنے سے بچنے، اور اپنی شرمگاہ کو قابو میں رکھنے میں بڑی سہرائی ہے۔ آخر کو ناجائز کاموں سے بچنے اور جائز کاموں کے کرنے کی تاکید کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے اچھے برے سب کاموں کی خبر ہے۔ مسئلہ۔ جس شخص کا ارادہ کسی عورت سے نکاح کرنے کا ہو تو وہ شخص اس عورت کو دیکھ سکتا ہے، لیکن کسی عورت کے ذریعہ سے حال معلوم ہو سکتا ہو تو نہ دیکھے، اور طبیب کو بھی مرض کی جگہ بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

۲۔ اس آیت میں فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! مسلمان عورتوں سے بھی فرماؤ کہ وہ ناجائز چیزوں کے دیکھنے سے بچیں، اور اپنی عصمت کی محافظت رکھیں، اور اپنے بدن کی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے منہ اور ہاتھ کے۔ اس لئے اگر ہاتھ اور منہ کا بھی چھپانا فرض کیا جاتا تو مخلوق کے لئے ہرج عظیم تھا۔ اور چاہئے کہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عورت کا سینہ وغیرہ ڈھانکنا فرض ہے۔ اور غیر مرد کو اس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں، اور کسی مرد کو اپنا سنگار نہ دکھائیں سوائے اپنے شوہروں کے، اور اپنے باپوں کو یا اپنے خاوند کے باپوں یعنی خسر کو، یا اپنے بیٹوں کو، یا خاوند کے بیٹوں کو جو دوسری بیوی کے ہوں، یا اپنے بھائیوں کو، یا بھتیجیوں کو، یا بھانجیوں کو یا اپنے دینی مسلمان عورتوں کو۔ اور کافر عورتوں سے پردہ کرنا چاہئے، یا اپنی لونڈیوں کو جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں، یا ان خدمتگاروں کو کہ جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو، جیسے خوبے یا بوڑھے ضعیف، یا ان بچوں کو کہ جو عورتوں کے پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، ان سب کے سوا عورت کو سب سے

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى
 جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ
 آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ
 بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ
 أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ
 الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ
 لِيُعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۖ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ
 الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾

اور وہ اپنا بناؤ نہ ظاہر کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہا کریں، اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے یا شوہروں کے باپ، یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹوں پر، اور اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے پر، یا اپنی (دینی مسلمان) عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں، یا ان خدمت گار مردوں پر کہ جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو (یعنی شہوت والے مرد نہ ہوں) یا وہ بچے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے، اور مسلمانو! (تم سے اگر ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ سے توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ ﴿۳۱﴾

پردہ کرنا چاہئے۔ اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ مار کر چلیں، ایسا نہ ہو کہ ان کے چھپے ہوئے زیور کی آواز معلوم ہو جائے۔ اس لیے زیور کی آواز سننے سے مردوں کے دل میں ان کی خواہش پیدا ہوگی۔ جبکہ زیور کی آواز سنانا غیر مرد کو حرام ہوا، تو اپنی آواز غیر مرد کو سنانا زیادہ حرام ہوا۔ اور اسی واسطے عورتوں کے لئے اذان دینا درست نہیں، اور اے مسلمانو! تم سے اگر ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو تم سب اللہ سے توبہ کرنے سے اپنی مراد کو پہنچ جاؤ۔

وَأَنْتُمْ حُرٌّ وَإِلَّا يَأْمُرُ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۖ إِنَّ
يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُعْنِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾
وَلَيْسَتَّعْفِيفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُعْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ
وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ

۱۔ اور تم میں جو بے نکاح ہوں اپنوں میں ان کے نکاح کر دو، اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے جو نیک ہوں ان کے بھی، اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ بہت دینے والا، جاننے والا ہے ﴿۳۲﴾ اور چاہئے کہ پارسائی سے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (تو نکاح کریں)، اور جو تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو۔

بیوہ عورتوں کا نکاح

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کو چاہئے کہ اپنے گروہ کی رائنڈ عورتوں اور رائنڈوے مردوں کو بغیر نکاح کے بیٹھانہ رہنے دو، بلکہ سمجھا بجھا کر ان کا، اور اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کا نکاح کر دو۔ پھر فرمایا نکاح سے پہلے اگر ان میں کوئی تنگ دست ہو تو تنگ دستی کے عذر سے نکاح کو نہ روکا جائے۔ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی تنگ دستی کو رفع کر کے انہیں خوشحال کر دے گا۔ کیونکہ اللہ کا فضل اور اس کا خزانہ بہت بڑا ہے، وہ اپنی بندوں کی ضرورتوں سے خوب واقف ہے۔ آگے فرمایا جو لوگ بالکل ایسے تنگ دست ہیں کہ کسی طرح نکاح کا بار نہ اٹھا سکتے ہوں تو جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو کسی قدر صاحب مقدور نہ کر دیوے، اس وقت تک ان کو اپنی حالت پر صبر کرنا اور بدکاری سے بچنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے لوگوں کو روزے رکھنے کی ہدایت فرما کر یہ فرمایا ہے کہ روزے رکھنے سے مردانگی کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

کتابت کا حکم

۲۔ شان نزول: جس کا حاصل یہ ہے کہ حوہ طب بن عبد العزیٰ کے غلام صبح نے اپنے آقا سے کتابت کی درخواست کی، آقا نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو۔ اگر تمہیں ان میں کتابت کی رقم کمانے کی قابلیت نظر آوے تو ان سے کتابت کا معاملہ کر لیا جاوے۔ پھر فرمایا جب یہ کتابت کا معاملہ ٹھہر جاوے تو ہر ایک مسلمان صدقہ و خیرات زکوٰۃ کی رقم میں سے ایسے

إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّتِي اشْكُم ۖ وَلَا تَكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَادْنَ تَحْصُنًا لِيَتَّبِعُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَنْ يُكْرِهْنَنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِنَنَّ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ ۳۳ ۖ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ ۳۴ ۖ

۳۳

اگر تم ان میں کچھ بھلائی سمجھو تو لکھ دو اور ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کر دیا کرو جو اس نے تم کو دے رکھا ہے اور اپنی کنیزوں کو زنا کے لئے مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں، محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے، اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا، مہربان ہے ۝ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی کچھ مثالیں اور (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ۝

غلام کو کچھ مدد دیوے جس سے وہ بیچارہ جلدی سے اپنے ذمہ کی رقم ادا کر کے آزاد ہو جاوے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس سے سودینار پر کتابت کا معاملہ کر لیا، اور ان میں سے بیس اس کو بخش دیئے، باقی اس نے ادا کر دیئے۔

زبردستی پر گناہ کی معافی

۱۔ شان نزول: یہ آیت عبد اللہ ابن ابی بن سلول منافق کے حق میں نازل ہوئی جو مال حاصل کرنے کے لئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا۔ ان کنیزوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ کوئی زبردست آدمی کسی کو کسی بڑے کام پر مجبور کرے تو وہ مجبور آدمی بے گناہ ہے، جو کچھ وبال ہے وہ مجبور کر نیوالے شخص پر ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں اگرچہ کھلی کھلی نصیحت ہے، اور پچھلے لوگوں کے قصوں سے قرآن میں یہ بھی جگہ جگہ سمجھا دیا گیا ہے کہ جن پچھلی قوموں نے کلام الہی کی نصیحت کو نہیں مانا، اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا، وہ لوگ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے، لیکن ان سب باتوں کا اثر ان ہی لوگوں کے دل پر ہوتا ہے جو ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں۔ جن لوگوں کے دل میں یہ خوف نہیں ہے، ان کے حق میں یہ سب نصیحت رائیگاں ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْلِ نُورِ كَيْسِكُوَّةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۗ

اللہ نور ہے (یعنی ہدایت اور روشنی دینے والا ہے) آسمانوں اور زمین کا، اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے (مومن کا دل) ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ رکھا ہے۔

نور کا ذکر

۱۔ شان نزول: نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی موافق اس کے تفسیریوں ہے کہ آسمانوں پر فرشتے اور زمین پر نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت سے راہ راست پر آئے ہیں۔ ایماندار کے دل میں یہ نور ہدایت ایسا ہے جس طرح موتی سا چمکتا ہے۔ آگے اس کی مثال یہ بیان فرمائی ہے کہ ایماندار کا سینہ مشکوٰۃ یعنی طاق کی مانند ہے، اور اس کا دل ایک چمکدار شیشے کی قندیل ہے۔ جس قندیل میں توراہیانی چراغ میں ایسا آبدار زیتون کا تیل جلتا ہے جو آگ کے شعلے کی طرح چمکتا ہے۔ کیونکہ وہ زیتون نہ تو باغ کے شرقی کونے کا ہے جس کو سہ پہر کی دھوپ نہ پہنچ سکے، اور نہ غربی کونے کا ہے جس کو دوپہر سے پہلے کی دھوپ نہ پہنچ سکے، بلکہ ہر وقت کی دھوپ کھا کر وہ زیتون خوب مٹختہ اور اس کا پھل نہایت عمدہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ مثال اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے توراہیانی بیان فرمائی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا نور مثل توراہیانی چراغ کے ہے، جو قندیل توراہیانی میں ہے کہ توراہیانی تیل سے روشن ہے، اور وہ تیل مبارک درخت سے نکلا، جو نہ شرقی نہ غربی۔ یعنی نور رسول ابراہیم علیہ السلام سے ہو کر دنیا میں آیا، جو حنیف و مسلم و موحد و مخلص تھے، نہ شرقی نہ غربی یعنی نہ یہودی نہ نصرانی۔ وہ درخت ایسا ہے کہ اس کا تیل خود بخود بغیر آگ دکھائے روشن ہوا جاتا ہے یعنی حضرت ابراہیم کے اعمال صالحہ کے آثار حضور ﷺ کی ولادت کے اجداد کے اصلاب سے قبل حضور ﷺ کی ولادت کے ظاہر تھے، اور ابراہیم علیہ السلام کو اگر نبوت و خلعت نہ بھی ملتی، تب بھی ان کا اس توراہیانی برکت ظہور کے طفیل سے شرف کیا کم تھا۔ وہ خود توراہیانی تھے یا اس کا عکس ہو یعنی اگر ابراہیم علیہ السلام کو یہ توراہیانی بھی ملتا تو بھی ان کے اعمال صالحہ توراہیانی تھے، چہ جائیکہ اس توراہیانی برکت سے وہ بھڑک اٹھے۔ بعض مفسرین کی اس توراہیانی سے مراد قرآن اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مثال بیان فرمائی کہ روشن دان یعنی طاق تو آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک ہے، اور قندیل قلب مبارک ہے، اور چراغ نبوت سے روشن ہے، اور اس توراہیانی کی روشنی اس درجہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ روشن دان تو آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک ہے، اور قندیل قلب اطہر، اور چراغ وہ توراہیانی اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ نہ شرقی ہے نہ غربی، یعنی نہ یہودی نہ نصرانی۔ ایک شجر مبارک سے روشن ہے، وہ شجر حضرت ابراہیم ہیں۔ نور قلب ابراہیم علیہ السلام پر نور محمدی نور پر نور ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت اقوال ہیں (خازن) آگے فرمایا اللہ کی قدرت کی اگرچہ یہ چند مثالیں جمع ہیں لیکن ان مثالوں سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو سمجھ اور عقل رکھتے ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

الْيُصْبِحُ فِي زُجَاجَةٍ ۝ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُّبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۝ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ
ءَوْ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۝ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۝ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن
يَشَاءُ ۝ وَ يُضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۝ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ فِي بُيُوتِ أَذْنِ اللَّهِ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۝ لَا يَسْبَحُ
لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿۲۶﴾

وہ چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے، وہ قندیل ایسی (صاف شفاف ہے) گویا ایک ستارہ چمکتا ہے، وہ چراغ روشن کیا گیا ہے روغن زیتون سے جو بابرکت درخت ہے جو نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے، اس کا تیل (اتنا صاف ہے کہ) قریب ہے کہ بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ بھی نہ چھوئے، نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿۲۵﴾ ان گھروں (یعنی مسجدوں) میں (عبادت کرتے ہیں) کہ جن کی نسبت اللہ نے تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے صبح (یعنی فجر) اور شام (یعنی ظہر و عصر و مغرب و عشاء) اللہ کی تسبیح (یعنی نماز ادا) کرتے ہیں ﴿۲۶﴾

نیک لوگوں کے اعلیٰ اوصاف کا ذکر

۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل کا حال سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں جو لوگ قیامت کے دن آفتوں سے ڈر کر فجر و ظہر و عصر و مغرب و عشاء مسجدوں میں نماز کے لئے اس طرح وقت پر حاضر ہوتے ہیں کہ دنیا کی کوئی سوداگری ان کو اس حاضری سے باز نہیں رکھ سکتی، اور زکوٰۃ کے وقت شریعت کے حکم کے موافق یہ لوگ زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ نیک کام کرتے ہیں وہ کسی دکھاوے کے لئے نہیں کرتے، بلکہ ان کا ہر ایک نیک کام اس نیت سے ہوتا ہے کہ بارگاہ الہی سے قیامت کے دن اس نیک کام کا اچھا بدلہ عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور کچھ زیادہ بھی ان کو دیوے، جو نیک عمل کی جزا سے بڑھ کر ہو۔ دس گنا سے لے کر سات سو تک، اور بعض نیکوں کی اس سے بھی زیادہ بدلہ کی صحیح روایتیں جو کئی جگہ گزر چکی

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٢٤﴾
 لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَ يَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ
 يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ
 بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّانُّ مَاءً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ لَا يَجِدُهَا شَيْئًا وَوَجَدَ
 اللَّهَ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

ایسے لوگ (تبیح کیا کرتے) ہیں کہ جن کو نہ تجارت نہ خرید و فروخت ذکر الہی سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز پڑھنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں الٹ جاویں گی ﴿۲۴﴾ تاکہ اللہ ان کو بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا (یعنی جنت) اور (علاوہ اس کے) ان کو اپنے فضل سے انعام زیادہ دے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ﴿۲۵﴾ اور لے جو لوگ کہ کافر ہوئے ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ جس کو پیاسا (آدمی دور سے) پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا (یعنی ٹرپ کر مر گیا)، تو اللہ نے اس کا حساب پورا پورا بھر دیا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ﴿۲۶﴾

ہیں وہ روایتیں (احسن ماعملوا) کی گویا تفسیر ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ایسا ہی بڑا ہے کہ قیامت کے دن وہ جس کو چاہے گانیک عملوں کی جزا سے بڑھ کر نعمتیں عطا فرمائے گا۔

کفار کے نیک عملوں کا ذکر

لہ ان آیتوں میں کافروں کے نیک اعمال کی دو مثالیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں: ﴿۲۴﴾ پہلی مثال کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کوئی پیاسا مسافر پہر کی دھوپ گرمی کی شدت میں جنگل کی چمکتی ہوئی ریت کو دور سے پانی کی ندی خیال کرتا ہے، اور جب اس ریت کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں پانی کا پتہ بھی نہیں ہوتا، آخر وہ ٹرپ کر پیاسا مر گیا۔ سو خدا نے اس کا پورا پورا حساب کر دیا، اور اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اسی طرح یہ مشرک لوگ جن لوگوں کی مورتوں کی پوجا کر کے یہ گمان کرتے

أَوْ كُظِمْتُ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ
 سَحَابٌ ۚ ظُلُمْتُ بِبَعْضِهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۚ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ
 يَكْدِرْهَا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۚ ۝۴۰
 إِنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَفَّتْ ۚ كُلُّ
 قَدْعَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝۴۱

یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے اندھیریاں گہرے دریا میں کہ ایک لہر کے اوپر دوسری بڑی لہر اس کافر کو ڈھانکتی ہے اس کے اوپر بادل، (غرض کہ) اوپر تلے بہت سی اندھیریاں ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو امید نہیں کہ اس کو دیکھ سکے، اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور میسر نہیں ہو سکتا ۝۴۰ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے پر پھیلانے ہوئے (جو آسمان وزمین کے درمیان) ہیں، ہر ایک کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۝۴۱

نہیں کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو وہ اپنے پوجا کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کر کے ان کو عذاب دوزخ سے بچا لیں گے، لیکن قیامت کے دن جب وہ لوگ ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جاویں گے تو وقت پر ایسا ہی پچھتاویں گے جس طرح وہ پیاسا مسافر جنگل کی چمکتی ہوئی ریت کے پاس پہنچ کر پچھتایا، اور پچھتا نا اس کے کچھ کام نہ آیا وہی حال قیامت کے دن ان لوگوں کا ہوگا۔ ۝۴۰ دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کوئی کشتی کا مسافر گہرے دریا کی گہرائی کے اندھیرے میں علاوہ موجوں، اور گہرے ابر کے ایسے اندھیرے میں پھنس جاوے کہ اندھیرے کے مارے اس کو اپنا ہاتھ تک نہ دکھائی دے، اس طرح یہ مشرک لوگ عالم ارواح میں تو رہدایت کے حصہ سے محروم رہے۔ اسی سبب سے دنیا میں شرک کی جہالت کا اندھیرا ان کے دل پر زندگی بھر چھایا رہا۔ پھر مرنے کے بعد دوزخ کے اندھیرے میں جا پڑیں گے۔

تمام مخلوق کی یادِ الہی کا ذکر

۱۔ مجاہد کے قول کے موافق نماز کا حکم انسان کے حق میں ہے۔ قرآن شریف میں تسبیح کا ذکر بعض جگہ تَسْبِيْحَةً کے لفظ سے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کی کل چیزیں اپنی اپنی زبان میں ہر وقت اللہ کو یاد کرتی اور اس کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ صحیح

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿۳۲﴾ أَلَمْ تَرَ
 أَنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ جِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى
 الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ج

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے ﴿۳۲﴾ کیا اے تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر وہی ان کو آپس میں ملاتا ہے، پھر وہی ان کو تہہ پر تہہ (کر کے گھنگور گھٹا) بناتا ہے، پھر تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ برستا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ ان دونوں قبروں میں جو مردے دفن ہیں، ان پر عذاب قبر ہو رہا ہے۔ یہ فرما کر آپ نے ایک ہری ٹہنی درخت کی لی اور اس کی دو شاخیں کیں، اور یہ دونوں شاخیں ان دونوں قبروں پر لگا کر فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی، ان مردوں کے عذاب قبر میں کچھ تخفیف ہو جائے گی۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ہر درخت کی ٹہنی جب تک ہری رہتی ہے تو وہ اپنی زبان کی ایک طرح کی خاص گویائی سے اللہ کی یاد کرتی ہے۔ اور یہی یاد الہی ان دونوں شاخوں کی تسبیح تھی جس کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبروں پر درخت لگانا، پھولوں کا ڈالنا درست ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کھانا کھاتے وقت ہم صحابہ لوگ کھانے کی چیزوں کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ آسمان وزمین میں اکیلے اللہ کی حکومت ہے، اس لئے آسمان پر فرشتے، زمین پر جنات اور انسان، آسمان وزمین کے مابین میں اڑتے ہوئے جانور، اپنی زبان میں اللہ کی یاد میں ہر وقت لگے ہوئے ہیں۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ درخت جب سب سنا سمجھ چیزیں اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان کر ہر وقت اس کی تعظیم اور عبادت میں لگی ہوئی ہیں۔ بنی آدم کے وہ لوگ جو اپنے آپ کو سمجھدار کہتے ہیں، اور اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کام معلوم ہیں۔ وقت مقررہ پر ایسے لوگوں کو اپنے عملوں کی پوری سزا بھگتنی پڑے گی۔

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ ہی کی حکومت کا یہ اثر سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ دنیا بھر میں جہاں اس کو مینہ برسانا منظور ہوتا ہے، ہوا اس کے حکم سے بادلوں کے ٹکڑوں کو وہاں لے جاتی ہے۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو جوڑ کر تہہ بہ تہہ کیا تہہ جا کر جتنی دور تک حکم ہوتا ہے اتنی دور تک گہرا بادل چھا جاتا ہے۔ اور اس بادل میں سے مینہ برستا ہے، جس سے ہر طرح کی پیداوار ہو جایا کرتی ہے۔ آگے فرمایا جن کھیتوں باغوں پر اللہ تعالیٰ کو اولوں کی بلا کا بھیجنا منظور ہوتا ہے، تو آسمان سے وہ برف

وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنِ مَنْ يَشَاءُ ۗ يَكَادُ سَنَابِرُوهُ يَذُوبُ بِأَلَا بَصَارٍ ۝۳۲ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي بَصَارٍ ۝۳۳ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۚ

اور آسمان میں (اولوں کے) جو بڑے پہاڑ ہیں ان سے اولے اتارتا ہے، پھر ان کو جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ بجلی کی چمک جو ابر میں ہے آنکھیں (یعنی بینائی) لے جائے ۝۳۲ اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے، بیشک اس (سب معاملہ) میں آنکھوں کیلئے ایک بڑی عبرت ہے ۝۳۳ اور اللہ ہی نے ہر چلنے والے (جاندار) کو پانی سے پیدا کیا۔

کے پہاڑ میں سے اولے بادلوں میں بھیج دیتا ہے۔ جس سے اولے پڑ کر وہ کھیت اور باغ اجڑ جاتے ہیں، اور سوائے اللہ کے اس بلا کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ پھر فرمایا اس اولے والے بادل میں بجلی کی چمک اس غضب کی ہوتی ہے کہ جس سے آدمی کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ رات دن کی یہ الٹ پلٹ کبھی رات ہے، اور کبھی دن اللہ کے حکم سے، اور رات دن کی ہیر پھیر کا نام گردش زمانہ ہے۔ تو کفر کی رسم کے موافق کسی ایماندار آدمی کو جائز نہیں ہے کہ وہ گردش زمانہ کو برا کہے۔ پھر فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں جو بیان کی جاتی ہیں اگرچہ وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں، لیکن ان نشانیوں کو عبرت کی نظر سے وہی لوگ دیکھتے ہیں جن کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ نہیں ہے۔ ورنہ جن لوگوں کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ ان کے حق میں وہ قدرت کی نشانیاں ایسی ہی رائیگاں ہیں جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے۔ سورہ الرعد میں بجلی کا حال گزر چکا ہے۔

ہر جاندار کی پیدائش پانی سے ہے

۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے یعنی نطفہ سے۔ جس سے پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اس سلسلہ سے پہلے ہی ہر چیز کی پیدائش میں پانی کا دخل ضرور ہے۔ جیسے مثلاً آدم علیہ السلام کی پیدائش نطفہ کی پیدائش سے مقدم ہے، لیکن ان کے پتلے کا گارا پانی اور مٹی سے بنایا گیا ہے۔ پس ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ اور مچھلی، اور بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور پرند اور، بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے چوپائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، مثلاً مکڑی کو اس نے چار پاؤں سے زیادہ کا جانور پیدا کیا۔ آخر کو فرمایا اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، کسی طرح کی مخلوق کا پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

فِيهِمْ مَنْ يَشِي عَلَى بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشِي عَلَى رِجْلَيْنِ ۚ وَ
 مِنْهُمْ مَنْ يَشِي عَلَى أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٥﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
 إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٦﴾ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ
 يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٧﴾ وَإِذَا
 دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٣٨﴾

پس بعض تو ان میں وہ ہیں کہ اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، اور بعض ان میں وہ ہیں کہ وہ پاؤں پر چلتے ہیں، اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ چار پاؤں پر چلتے ہیں، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۳۵﴾۔ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں اتاری ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ﴿۳۶﴾ اور یہ ۲۔ (منافق) لوگ (زبان سے) تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مانا پھر اسکے بعد ان میں سے ایک فریق پھر جاتا ہے، اور وہ لوگ ایمان والے نہیں ہیں ﴿۳۷﴾ اور ۳۔ جب کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جہی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے ﴿۳۸﴾

۱۔ نیک و بد کی پہچان: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ان کی آیتوں میں ہر طرح کی کھلی نصیحت ہے، لیکن ان سے ہر شخص ہدایت نہیں پاسکتا۔ اور زبردستی کسی کو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے علم غیب کے ظہور کے طور پر نیک و بد کے امتحان کے لئے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا انتظام الہی کے خلاف ہے۔

۲۔ منافقوں کا ذکر: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کھلے کھلے منکر شریعت لوگوں کے علاوہ بعض دھوکے باز لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کے دل میں دغا بازی بسی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ ان کا زبانی اقرار جھوٹا ہے، اور اس اوپری دل کی فرمانبرداری کے اقرار سے یہ لوگ مسلمان نہیں ٹھہر سکتے ہیں۔

۳۔ شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ بشر نامی ایک منافق تھا، ایک زمین کے معاملہ میں اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے، اور اس کو یقین تھا کہ سید عالم ﷺ حق و عدل کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اس لئے

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٣٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ
 امْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ ۗ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ
 الظَّالِمُونَ ﴿٤٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ
 لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۗ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٤١﴾ وَ
 مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٤٢﴾
 وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۗ

اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو رسول کے پاس گردن جھکائے چلے آتے ہیں ﴿۳۹﴾ کیا ان کے
 دلوں میں (کفر و نفاق کی) بیماری ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ
 اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے، (وہ تو ایسا نہیں کریں گے) بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں ﴿۴۰﴾ مسلمانوں کی بات
 تو یہی ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو یہی عرض
 کریں کہ ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے ﴿۴۱﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اور ڈرے
 اللہ (کے عذاب) سے اور پرہیزگاری کرے، پس ایسے لوگ کامیاب ہیں ﴿۴۲﴾ اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی
 اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کریں گے۔

اس نے خواہش کی کہ یہ مقدمہ آنحضرت ﷺ سے فیصلہ کرایا جائے لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے، اور
 آنحضرت ﷺ عدل و انصاف میں کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے۔ اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے فیصلہ پر تو راضی نہ
 ہوا، اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے پر مصر ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ کی نسبت کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے،
 اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

۱۔ حاصل مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ جو منافق لوگ اللہ کے رسول کے فیصلہ سے گھبراتے تھے، وہ پھر مسلمانوں میں اپنا اعتبار
 جمانے کے لئے سخت سخت اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم کو لڑائی پر جانے اور جان دینے کا حکم ہو تو بھی ہم حاضر ہیں۔ اسکے
 جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ دو قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری حکم برداری اور تمہارے

قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةً مَّعْرُوفَةً ۖ إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾ قُلْ
 أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ
 عَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا ۗ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
 الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَا اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تم فرمادو: ”قسمیں نہ کھاؤ شرع کے موافق حکم برداری چاہئے۔“ بیشک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ﴿۵۴﴾ (اے
 محبوب! ﷺ) تم فرماؤ کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم لوگ منہ پھیرو گے تو (سمجھ
 رکھو) کہ رسول کے ذمہ تو وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور
 اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر (پیغام) پہنچا دینا ہے ﴿۵۴﴾
 اللہ نے وعدہ دیا ہے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

عملوں کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب! ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دو کہ سچے دل سے اللہ کے رسول
 ﷺ کی حکم برداری کرو، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا کام اللہ کے پیغام کا پہنچا دینا ہے، اور امت کے لوگوں کا کام اس کے
 موافق عمل کرنا۔ جب اللہ کے رسول اپنا کام کر رہے ہیں، تو امت کے لوگ اگر ان کی پیروی کریں گے تو عقبیٰ کی بہبودی کا
 راستہ پاویں گے، اور اگر نافرمانی کریں گے تو عقبیٰ میں اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔“

مسلمانوں کے صبر پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کا ظہور

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ نے وحی نازل ہونے سے دس سال تک مکہ مکرمہ میں مع اصحاب کے قیام فرمایا۔ اور کفار
 مکہ کی ایذاؤں پر جو رات دن ہوتی رہتی تھیں، صبر کیا۔ پھر بحکم الہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی، اور انصار کی منازل کو اپنی سکونت
 سے سرفراز کیا مگر کفار قریش اس پر بھی باز نہ آئے۔ روز مرہ ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے، اور طرح طرح کی
 دھمکیاں دی جاتیں۔ اصحاب رسول ﷺ ہر وقت خطرہ میں رہتے تھے۔ ایک روز ایک صحابی نے فرمایا: ”کبھی ایسا بھی زمانہ
 آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو، اور ہتھیاروں کے بار سے ہم سبکدوش ہوں۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **فائدہ**۔ اس آیت
 میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاء راشدین کی خلافت کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان
 کے زمانہ میں فتوحات عظیمہ ہوئیں، اور کسریٰ وغیرہ ملوک کے خزان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، اور امن و تمکین اور دین کا
 غلبہ حاصل ہوا۔ ترمذی و ابوداؤد کی حدیث میں سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”خلافت میرے بعد تیس سال ہے، پھر ملک

لَيْسَ خَلْقَهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ
 لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
 أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَ
 أَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾

بیشک ان کو زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی تھی، اور جس دین کو (اللہ نے) ان کے لئے پسند فرمایا (یعنی اسلام) ضرور ان کے (نفع آخرت کے) لئے جمادے گا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا، (بشرطیکہ) میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں، اور کوئی اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں ﴿۵۵﴾ اور (اے مسلمانو!) نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جاوے ﴿۵۶﴾

ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دس سال چھ ماہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی بارہ سال، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی چار سال نو ماہ، اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی خلافت چھ ماہ ہوئی، (خازن)۔ آگے فرمایا اس شکرگذاری کی حالت کے بعد جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ نافرمان ہو کر طرح طرح کی خرابی میں پڑ جاویں گے۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان مسلمانوں کو کہ جن کیلئے خلافت اور امامت اور زمین پر حکومت و شوکت کا وعدہ کیا ہے، یہ حکم کہ زمین پر خلیفہ بن کر بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا، نماز پنج وقتہ ادا کرنا، اور زکوٰۃ اموال دینا، اور حکم رسول ﷺ کی اطاعت کرنا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس خوشخبری کے ظہور کا وقت جلدی دکھاوے۔ مسلمانوں کو اوپر کی خوشخبری کے سننے کے بعد یہ خیال گذرا کہ اب تک تو دشمنوں کا غلبہ چلا جاتا ہے۔ پھر ایک دفعہ ہی یہ سب دشمن کیونکر مغلوب ہو جائیں گے، اور مسلمانوں کو حکومت کس طرح مل جاوے گی۔ اس واسطے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب ٹھہرا کر ایماندار لوگوں کو سمجھایا کہ یہ خیال بھی نہ کرنا کہ کافر ملک میں اپنی تدابیر سے عاجز کر دیں گے۔ کیا یہ خدا کے قبضہ میں نہیں رہے، وہ دنیا میں بھی رُوسیا اور ذلیل ہوں گے، اور آخرت میں بھی۔ ایسے دشمن دین لوگوں کا بڑا اٹھکانہ ہوتا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ
 النَّارُ ۖ وَ لَيْسَ الْبَصِيرُ ۝۵۷ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيْسَ أَذِنُكُمْ
 الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ
 مَرَّاتٍ ۖ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظُّهْرِ
 وَ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا
 عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۖ طُفُوفُونَ عَلَيْكُمْ بِعُضُكُمُ عَلَى بَعْضٍ ۖ
 كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵۸

یہ خیال بھی نہ کرنا کہ کافر زمین میں ہیں ہمارے قابو سے نکل جائیں (دنیا میں ذلیل ہوں گے) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بیشک کیا ہی برا انجام ہے ۵۷ اے مسلمانو! ان لوگوں کو جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں (یعنی غلام و کنیر) اور تمہارے ان لڑکوں جو جد بلوغ تک نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں (تمہارے پاس آنے کے لئے) اجازت لینا چاہئے، (ایک تو) صبح کی نماز سے پہلے اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جبکہ (سونے کے لئے) تم اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور (تیسرے) عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں (اور) ان اوقات کے سوا نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر (کچھ گناہ ہے کیونکہ) وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس آنے جانے والے ہیں، اللہ اپنے احکام اسی طرح سے کھول کر بیان کرتا ہے اور خدا جاننے والا، حکمت والا ہے ۵۸

گھروں میں آنے اور نہ آنے کی اجازت کا ذکر

۱۔ شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری غلام مدح بن عمر کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ وہ غلام بغیر اجازت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں چلا گیا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف رکھتے تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ کے دل میں خیال ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَ إِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالَ مِنْكُمْ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاذِنُوْا كَمَا اسْتَاذِنَ
 الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
 حَكِيْمٌ ﴿٥٩﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ
 عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيْنَةٍ ۗ وَاَنْ
 يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللّٰهُ سَبِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٦٠﴾

اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے (جن کا اوپر حکم آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچ جاویں تو ان کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے جیسا کہ ان سے پہلے (بڑی عمر کے) لوگ اجازت لے کر آتے ہیں۔ اللہ اسی طرح سے صاف صاف تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۵۹﴾ اور وہ بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے بالائی کپڑے اتار دیا کریں (یعنی برقعہ) بشرطیکہ زینت (کی جگہ) نہ کھول دیا کریں، اور اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کیلئے بہتر ہے، اور خدا سننے والا جاننے والا ہے ﴿۶۰﴾

پردہ کا ذکر۔ عورتوں کو باریک کپڑا پہننے کی ممانعت

۱۔ شان نزول: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پردہ کی آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک رات چادر اوڑھ کر نکلیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ پردہ کے حکم کے ساتھ یہ حکم بھی دیا جائے کہ چادر اوڑھ کر بھی عورتیں گھر سے باہر نہ نکلا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیتیں نازل فرما کر اس پر یہ حکم دیا کہ عورتوں کے لئے پردہ کا جو حکم نازل ہوا ہے، وہ کافی ہے۔ جماعت کی نماز یا کسی اور ضرورت سے دوپٹہ کے اوپر چادر یا برقعہ اوڑھ کر اور اس میں منہ چھپا کر عورتوں کے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حکم جو ان بوڑھی سب عورتوں کے لئے تھا۔ اس آیت میں فرمایا وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی خواہش نہیں ہے یعنی حیض منقطع ہو چکا ہے، ان پر جو ان عورتوں کی سی پردہ کی تاکید نہیں ہے۔ اگر وہ کسی موقع پر دوپٹہ کے اوپر کی چادر یعنی برقعہ اتار ڈالیں تو گناہ نہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی عورت غیر مرد کو اپنا کچھ بناؤ دکھانے کیلئے دوپٹہ کے اوپر کی چادر یعنی برقعہ نہ اتارے۔ پھر فرمایا: یہ بوڑھی عورتیں بھی اگر دوپٹہ کے اوپر برقعہ کے اوڑھنے کی عادت کو جاری رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی زبانی باتوں کو خوب سنتا

لَيْسَ عَلَى الْإِعْتِي حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْإِعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ
 حَرْجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ
 بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
 أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَشِيرَتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَلَتِكُمْ أَوْ
 مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ ۗ

نہ لے تو اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور نہ خود تم پر کوئی گناہ ہے اس بات میں کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آگئے) کھانا کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے کہ جن کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

اور ان کے دل کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لئے ان میں کسی کی کوئی عورت اگر اپنے آپ کو زبانی بوڑھی بتلا دے گی، اور اسکے دل میں کچھ اور بھید ہوگا تو اس کا سب کچھ حال اللہ کو معلوم ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول نے ایسی عورتوں کو دوزخی فرمایا ہے، جو ایسا باریک کپڑا پہنتی ہیں۔ جس سے ان کا بدن کا کچھ حصہ ڈھکتا ہے اور کچھ کھلا رہتا ہے۔

آپس میں کھانا کھانے کی اجازت

۱۔ شان نزول: جب سورہ بقرہ میں یہ حکم نازل ہوا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مال بلا وجہ نہ کھاوے۔ تو مسلمان طرح طرح کی احتیاط ضرورت شرعی سے زیادہ کرتے تھے۔ جب مثلاً تندرست مسلمان لڑائی پر جاتے تھے تو اندھے لنگڑے اپنا ج مسلمان لوگوں کو حفاظت کے لئے اپنے گھر پر مقرر کر دیتے تھے۔ یہ اپنا ج لوگ ان کے کھانے پینے کی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے، اور کام میں بھی نہیں لاتے تھے۔ اسی طرح تندرست لوگ اندھے اور بیمار لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کو اس خیال سے ناجائز جانتے تھے کہ بیمار بوجہ بیماری کے کم کھاتا ہے، ساتھ والا اس کا کھانا زیادہ کھا کر گناہ میں نہ پھنسے۔ اندھے کا خیال کرتے تھے کہ وہ اپنے مال کی پوری حفاظت نہیں کر سکتا، اور ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار یا دوست کے گھر میں کھانے پینے کو اچھا

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا وَأَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ
بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ طَيِّبَةٌ
كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ) پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم کسی گھر میں جاؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو جو مبارک اور عمدہ دعا اللہ کی طرف سے ہے، اسی طرح سے اللہ کھول کھول کر تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو) ﴿۶۱﴾

نہیں جانتا تھا۔ غرض اسی طرح احتیاط کی اور باتیں بھی لوگوں نے نکال رکھی تھیں۔ جو حرج اور تکلف سے خالی نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ بغیر تصرف بیجا کے طور پر ایک مسلمان کا مال کھانا سورہ بقرہ کے حکم سے منع کیا گیا ہے۔ آپس کے سلوک کے طور پر، اور آپس کی محبت کے طور پر ایک رشتہ دار کے گھر میں، یا ایک دوست دوسرے دوست کے گھر میں، یا جس کے اختیار میں گھر کی نجیاں ہوں، جس سے مراد آدمی کا وکیل، اور اس کا کارپرداز ہے، کھانا کھالیوے تو منع نہیں ہے۔ رشتہ داروں کے ذکر میں باپ کا بیٹے کے گھر کھانے کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔ **مسئلہ** امام مالک اور سنن کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معتبر روایتوں میں یہ صراحت آچکی ہے کہ خود بیٹا اور بیٹے کا سب مال و متاع باپ کا مال ہے، اس صراحت کے بعد اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

السلام علیک کا حکم

۱۔ شان نزول: قبیلہ بن لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے۔ کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا اس کی بھی کچھ منہا ہی نہیں ہے کہ لوگ اکٹھے مل کر ایک دسترخوان پر کھانا کھاویں یا اکیلے۔ پھر فرمایا کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے گھر میں جاوے تو السلام علیک کیا کرے، کیونکہ السلام علیک مسلمانوں میں آپس کی بڑی دعائے خیر ہے۔ **مسئلہ**۔ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو السلام علیک کرے، اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو (خازن)۔ **مسئلہ**۔ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے: السلام علی رسول اللہ ﷺ (شفا شریف) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفا شریف میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم ﷺ پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ دین کے احکام یوں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم لوگ دین کی باتوں کو اچھی طرح سمجھو اور عمل کرو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۗ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا أَسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۗ

پس مسلمان تو ہے وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوں کہ جس کیلئے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک رسول سے اجازت نہ لے لیں (اے محبوب! ﷺ) جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی دراصل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، تو جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کیلئے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کیلئے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۶۲﴾ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کا ذکر: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی عادت منافقوں کی سی نہیں ہے بلکہ نیک مسلمان کسی جگہ کے کام کی ضرورت کے وقت جب اللہ کے رسول ﷺ کی محفل میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ کی اجازت کے بغیر ہرگز اپنے گھر کو نہیں جاتے۔ پھر یہ فرمایا یہ ان لوگوں کی ایمانداری کی نشانی ہے کہ یہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی اجازت کو اپنی ضرورتوں سے مقدم خیال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ سچے عذر کے سبب سے اجازت مانگتے ہیں، اس واسطے جب یہ لوگ اجازت مانگیں، تو اے محبوب ﷺ! تم ان میں سے جن کو چاہو اجازت دے کر ان کی غیر حاضری کی معافی کے لئے اللہ کی جناب میں دعا کرو۔ اللہ بخشنے والا، مہربان اپنی مہربانی سے تمہاری دعا قبول کرے گا۔

آ نحضرت ﷺ کا نام ادب سے لینے کا حکم

۲۔ شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض آدمی آ نحضرت ﷺ کو ان کا نام لے کر بلایا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جس طرح تم لوگ باہم ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو، اس طرح اللہ کے رسول ﷺ کو نہ بلاؤ۔ بلکہ

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلِيَحْذَرِ الَّذِينَ
يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾
إِنَّا لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَ
يَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۴﴾

بیشک اللہ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ لے کر تم میں سے (مجلس نبوی سے) چپکے سے نکل جاتے ہیں، پس جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت آجائے یا ان پر (آخرت میں) دردناک عذاب پڑے ﴿۲۳﴾ یاد رکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے، بیشک اللہ جانتا ہے کہ جس حال پر تم ہو، اور اس دن کو جس میں سب لوگ اس کی طرف (دوبارہ زندہ کر کے) لوٹائے جاویں گے تو وہ ان کو بتا دے گا کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۲۴﴾

ان کے نام کی تعظیم و تکریم کیا کرو، نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ و منکسرانہ لہجہ میں: ”یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر۔“ ان رسول ﷺ کی اللہ پاک کے ہاں وہ عزت ہے کہ اللہ پاک نے کبھی نام لے کر پکارا ہی نہیں، مگر جہاں غایت شفقت اور محبت کے ساتھ خطاب کیا، جب ہم اپنے رسول ﷺ کو نام لے کر بسبب انکے کمال عزت کے نہیں پکارتے، تو ہم غیروں سے کب گوارا کریں کہ ان کو نام لے لے کر پکاریں جیسے آپس میں پکارتے ہیں۔

خطبے کا حکم

۱۔ شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ منافقین ہر روز جمعہ مسجد میں ٹھہر کر آنحضرت ﷺ کے خطبے کا سننا گراں ہوتا تھا، تو وہ چپکے چپکے آہستہ آہستہ صحابہ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

منافقوں کا ذکر

۲۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بغیر اجازت لشکر اسلام یا جماعت جمعہ و عید کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، ان کو دنیا کی کسی آفت یا عقبی کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ پھر فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، وہ سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے آسمان و زمین کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ ان منافقوں کی کیا ہستی ہے جو یہ اللہ سے اپنی دعا بازیوں کو چھپا سکیں گے۔ اگرچہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی دعا بازی سے اپنی بد اعمالی کا انکار کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا کر ان کے ہاتھ اور پیروں سے گواہی دلو کر ان کو دوزخی ٹھہرا دے گا۔

﴿ اسباقا ۷ ﴾ ﴿ ۲۵ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۳۲ ﴾ ﴿ ركوعا ۶ ﴾

سورہ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستر آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۱
الَّذِیْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ
لَهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَرًا تَقْدِیْرًا ۲

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندہ (خاص محمد ﷺ) پر قرآن نازل فرمایا جو تمام جہان کو ڈرسانے والا ہے ۱ وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور نہ اس نے (کسی) کو فرزند پکڑا اور نہ کوئی اس کی سلطنت میں اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کے ٹھیک اندازہ پر رکھی ۲

خواص سورہ فرقان: جس شخص پر حاکم ناراض ہو تو ایک سو آٹھ مرتبہ اس سورہ کو پڑھ کر دم کریں نجات پاویگا اور ہر طرح کی پریشانی دور ہوگی۔ اس سورہ کو اگر تین مرتبہ لکھ کر باندھ لے تو کوئی موزی جانور وغیرہ ایذا نہیں پہنچائے گا۔

توحید کا ذکر

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اس کی آسمان و زمین میں بڑی برکت ہے۔ جس نے حق اور ناحق میں فرق بتا دینے والا قرآن اپنے خاص بندے رسول ﷺ پر تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت نازل فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کو اس بات سے ڈراویں کہ جو کوئی اللہ کے حکم کو نہ مانے گا، وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوگا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو اپنی حکم کے اندازہ کے موافق اس طرح پیدا کیا کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ تو جو لوگ اللہ کو صاحب اولاد، یا اس کی حکومت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ جن کو یہ مشرک اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اللہ کی مخلوقات میں داخل ہیں، اس واسطے اللہ تعالیٰ کے کسی کارخانہ میں ان کو کچھ دخل نہیں ہے۔ ہر ایک کا نقصان نفع، ہر ایک کی موت زندگی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

marfat.com

منزل ۴

Marfat.com

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا
يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً
وَلَا نُشُورًا ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أِفْكٌ افْتَرَاهُ
وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۝ وَقَالُوا
أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ اُكْتَبَ بِهَافِي تَسْلِي عَلَيْهِ بُكْرَةً ۝ وَأَصِيلًا ۝ قُلْ
أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ
غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور (مشرک) لوگوں نے اس کے سوا اور خدا مقرر کر لئے ہیں کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں، اور نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور (مر کر) نہ اٹھ کھڑے ہونا ۱۰ اور کافر لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں مگر ایک بہتان کہ جس کو (رسول نے) خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے (اس گھڑت میں) اس کی مدد کی ہے بیشک وہ لوگ ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ۱۱ اور انہوں نے کہا یہ (قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے (یعنی رسول نے) لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں ۱۲ (اے محبوب! ﷺ) تم فرماؤ کہ اس (قرآن) کو تو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی باتیں جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۳

قرآن شریف کی تصدیق

۱۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہ کافر لوگ نبوت سے پہلے چالیس برس تک جب یہ آزما چکے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت ہرگز جھوٹ بولنے کی نہیں ہے تو اب نبوت کے بعد ان لوگوں کا اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلانا، اور یہ کہنا بڑی ناانصافی اور بالکل جھوٹ ہے کہ مکہ میں چند یہودی جو رہتے ہیں، وہ صبح و شام پچھلی قوموں کے کچھ قصے رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر دیدیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ زبردستی ان باتوں کو اللہ کا کلام بتاتے ہیں۔ آگے فرمایا: ”اے محبوب! ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ دو

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۗ
لَوْلَا أَنْزَلِ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۝ أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنزٌ
أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۗ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا
رَجُلًا مَسْحُورًا ۝ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ إِلَّا مِثَالًا فَضَلُّوا فَلَا
يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝

اور منکر (یہ بھی) کہتے ہیں کہ: ”اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈر سنایا کرتا ۝ یا اس کو کوئی خزانہ غیب سے مل جاتا یا اس کے لئے کوئی باغ (غیبی) ہوتا کہ جس میں سے وہ کھایا کرتا“ اور ظالموں نے کہا: ”تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا“ ۝ (اے محبوب! ﷺ) دیکھو یہ لوگ تمہارے لئے کیسی کہاوتیں گھڑتے ہیں پس وہ تو ایسے گمراہ ہوئے کہ جو راستہ بھی نہیں پاسکتے ۝

کہ قرآن میں جو آسمان وزمین کی غیب کی خبریں ہیں، ان سے تم لوگ سمجھو تو یہ بات تمہاری سمجھ میں اچھی طرح آ سکتی ہے کہ یہ قرآن اس اللہ کا کلام ہے۔ جس کو آسمان وزمین کی سبب بھید کی باتیں معلوم ہیں، اور باوجود اللہ کے کلام کو جھٹلانے کے تم لوگوں پر جلدی سے کوئی آفت جو نہیں آتی، اس کا سبب یہی ہے کہ ہمیشہ سے ایک عادت الہی ہے کہ نافرمان لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ اپنی درگزر اور مہربانی سے مہلت دیتا ہے۔ پھر اگر مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے، تو اس کو کسی سخت عذاب میں پکڑ لیتا ہے۔

مشرکین کا طعن

۱۔ شان نزول: جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے جب آنحضرت ﷺ پر تنگدستی کی طعن کی، اور کہا کہ یہ کیسے رسول ﷺ ہیں کہ ذرا اسی چیز بازار میں خریدتے پھرتے ہیں۔ اگر اللہ کے سچے رسول ﷺ ہوتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کو خوشحالی سے رکھتا۔ مشرکین کے اس طعن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ شیطان نے ان لوگوں کو بہکا رکھا ہے۔ اس واسطے یہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، ورنہ یہ لوگ اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی بتلاتے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی جانتے ہیں۔ پھر یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتے تھے، کچھ کھاتے

تَبْرَكَ الَّذِي أَنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ
وَأَعْتَدْنَا لِلْمَكذِبِينَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۖ

وہ بڑی برکت والا ہے اگر چاہے تو (دنیا میں) تمہارے لئے اس سے بھی بہت بہتر باغات پیدا کر دے کہ جن کے نیچے نہریں پڑی بہا کریں، اور تمہارے لئے اونچے اونچے محل بھی ۝ بلکہ انہوں نے تو قیامت کو جھوٹ سمجھ لیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے، ہم نے اس کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے ۝

پیتے نہیں تھے، یا غیب سے ان کو خزانہ ملا تھا، یا کوئی فرشتہ ان کے ساتھ رہتا تھا جو ان کے نبی ہونے کی شہادت لوگوں سے ادا کرتا تھا، یا انہوں نے بڑے بڑے محل اور باغ بنائے تھے۔ علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور انبیاء کا حال اہل کتاب سے بھی انہوں نے سنا ہے، کہ کس نبی میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ پھر سب انبیاء سے انوکھی باتیں جو یہ لوگ نبی آخر الزمان میں چاہتے ہیں، یہ خواہش ان کی ایک معجزے کے طور کی خواہش نہیں ہے، بلکہ ایک شرارت اور اغوائے شیطانی کی خواہش ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے طعن کا جواب مختصر طور پر دیا ہے۔ اور آیتوں میں اس کی زیادہ تفصیل ہے جس کا ذکر ہر ایک موقع پر آوے گا۔

۱۔ دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذکر: شان نزول: مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ پر تنگ دستی کی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ اے محبوب ﷺ اگر تم دنیا کی تنگ دستی سے گھبراتے ہو، تو تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے حوالہ ہو جاویں گی، اور دنیا میں خوشحالی دینے کے بعد تمہاری عقبیٰ کے مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کچھ کمی نہ کرے گا۔ اور اگر تمہاری مرضی ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و عقبیٰ کی خوبی کا ذخیرہ تمہارے لئے عقبیٰ میں ہی رکھے گا۔ دنیا چند روزہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پیغام کے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو عقبیٰ میں ہر طرح کی خوبی کا ذخیرہ درکار ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ لوگوں کی خواہش دنیا کے عیش و آرام کی طرف مائل ہے اور ان کی خواہش کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ چاہے تو اچھے لوگوں کے واسطے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیوے، لیکن دنیا کی خوبی اچھے لوگ چاہتے ہی نہیں بلکہ دنیا سے بچتے رہتے ہیں۔ دنیا پر تو وہی لوگ مفتوں ہیں جو عقبیٰ کے منکر ہیں، اور ان کا مدار فقط دنیا کی زیست پر ہے۔ اور عاقبت میں ان کے لئے دوزخ ہے۔

۲۔ مشرکین کے عذاب کا ذکر: ان آیتوں میں فرمایا کہ مشرکین مکہ اللہ کے رسول ﷺ کی تنگ دستی پر طعن جو کرتے تھے اوپر اس کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا، ان لوگوں کی یہ طعن کی باتیں معجزے کے خواہش کے طور پر نہیں ہیں، بلکہ مرنے کے

إِذَا رَأَوْهُمْ مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَبِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَزَفِيرًا ۝۱۳ وَإِذَا
 أَلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۝۱۴ لَا تَدْعُوا
 الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَاذْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝۱۵ قُلْ أَذُكَّ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ
 الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۝۱۶ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَوَصِيرًا ۝۱۷

جب وہ (دوزخ) ان (منکروں) کو دور سے دیکھے گی تو (وہ لوگ دور ہی سے) اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے ۱۳ اور جب وہ اس (دوزخ کے) کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں زنجیروں سے جکڑ کر ڈال دیئے جاویں گے تو وہاں موت! انگلیں گے ۱۴ (کہا جاوے گا) آج ایک! موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو ۱۵ (اے محبوب ﷺ ان کو یہ مصیبت سنا کر) تم فرماؤ کیا یہ (عذاب) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت (اچھی ہے) کہ جس کا پرہیزگاروں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لئے (ان کی اطاعت کا) صلہ اور (آخری) ٹھکانا ہے ۱۶

بعد پھر دوبارہ زندہ ہونے، اور حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑے ہونے کے یہ لوگ منکر ہیں۔ اس لئے عقوبت کی بہتری کو یہ لوگ طعن اور مسخر اپن کی باتوں میں اڑا دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں کے لئے دوزخ کی آگ کو خوب دھکا کر تیار کر رکھا ہے، اور اس دوزخ کی آگ میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرح کی بینائی کی قوت پیدا کی ہے، جس سے وہ مشرکوں ظالموں کو دیکھ کر قیامت کے دن پہچان لیوے گی۔ یہ دوزخ کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا اس وقت ہوگا جس وقت ایسے لوگوں کے گلے میں طوق ڈالا جاوے گا، اور ستر گز کی ایک زنجیر میں ان کی جماعت کو جکڑ کر دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔ پھر فرمایا دوزخ کے عذاب سے ایسے لوگ بہت کچھ چلا دیں اور پچھتاویں گے مگر بے وقت کا چلانا اور پچھتانا ان کے کام نہ آوے گا۔

۱۷ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اہل دوزخ پر طرح طرح کی سختیاں گزریں گی، ان سختیوں پر افسوس کریں گے اور کہیں گے کہ: ”ہائے افسوس! ہم ہلاک ہو گئے“ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ: ”ایک ہلاکت کو کیا کہتے ہو، ابھی تو تمہیں طرح طرح کی ہلاکت بھگتنی اور طرح طرح کے عذاب دوزخ کی مصیبت جھیلنی پڑے گی۔“

اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور دعا کا ذکر

۱۷ ان آیتوں میں فرمایا اے محبوب ﷺ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ ان کے انکار سے اللہ تعالیٰ کا انتظام تو پلٹنے والا نہیں۔ اب لوگوں کو یہ بتلانا چاہیے کہ انتظام الہی کے موافق وقت مقررہ پر جب قیامت قائم ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جاوے گا۔ جو ایسے لوگوں کیلئے اس طرح آگ دھکائی گئی ہے کہ اس کی تیزی دنیا کی آگ

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خُلْدِينَ ۝ كَانَتْ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُولًا ۝ ۱۶
يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ
عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ ۱۷ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ
يَتَّبِعُنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۚ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَ
أَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ ۱۸

ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ (اس میں) ہمیشہ رہیں گے، یہ ایک وعدہ ہے جو تمہارے پروردگار کے ذمہ ہے مانگا ہوا ۝ اور جس دن اللہ ان (کافر) لوگوں کو اور ان کو جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے ہیں (یعنی بت) جمع کرے گا تو ان (معبودوں) سے فرمائے گا: ”کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہ بھول گئے تھے“ ۝ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ، کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو موٹی بنائیں لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا میں) یہاں تک آسودگی دی کہ وہ تیری یاد بھول گئے، اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے ۝

سے اہتر حصہ زیادہ ہے۔ تو یہ دوزخ کی آگ بہتر ہے، یا پرہیزگاروں سے جس جنت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، وہ بہتر ہے۔ پھر فرمایا یہ جنت وہ ہے جس کی نعمتوں کو کبھی فنا نہیں، اور نہ کسی نعمت کی بھی کمی پڑے گی۔ جس چیز کو جی چاہے وہ ہر وقت موجود ہے۔ پھر فرمایا یہ جنت وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت پرہیزگار لوگوں سے کیا ہے۔ جس وعدہ کے پورا ہونے کی دعا پرہیزگار لوگ مانگتے رہتے ہیں یعنی ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة یا عرض کرتے ہیں: ربنا و آتنا وما عدتنا علی رسلک۔

قیامت میں بت پرستوں کی کیفیت

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان منکر قیامت بت پرستوں اور ان جھوٹے معبودوں سے سب کو جمع کریگا، اور ان جھوٹے معبودوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے اپنی صورتوں کی پوجا کیلئے ان بت پرستوں سے کہا تھا، یا یہ بت پرست خود ہی بت پرستی میں لگ گئے۔ ان سب صورتوں کی اصل صورتیں ان مشرکوں کے شرک سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر کے یہ کہیں گے کہ یا اللہ! تجھ کو خوب معلوم ہے کہ ہم تو خالص مائل سے تھم کو سچا معبود جانتے ہیں۔ پھر ہم سے یہ کیونکر

فَقَدْ كَذَّبَكُمْ بِمَا تَقُولُونَ لِمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرَافًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ
يُظْلِمِ مِنْكُمْ نُدِقَهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۝۱۹ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ
الرُّسُلِينَ إِلَّا أَنَّهُمْ لِيَاكُلُوا الطَّعَامَ وَيَشْرَبُوا فِي الْأَسْوَاقِ ۗ وَ
جَعَلْنَا لِبَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۝۲۰

تو بیشک ہم کہیں گے ”(اے کافرو!) تمہارے ان معبودوں نے تم کو جھٹلادیا جو کچھ تم کہتے تھے، پس اب تم پر سزا ثابت ہو چکی، تم نہ عذاب کو ٹال سکو اور نہ اپنی مدد کر سکو، اور جس نے تم میں سے ظلم کیا ہوگا اس کو ہم بڑا عذاب چکھاویں گے اور لے (اے محبوب!) ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنا دیا ہے، (مسلمانو!) کیا تم صبر کرو گے اور (اے محبوب!) تمہارا پروردگار خوب دیکھتا ہے (اس کو جو صبر کرے اور جو بے صبری کرے) ۝۲۰

ہو سکتا ہے کہ ہم ان مشرکوں سے اپنی صورتوں کی پوجا کو کہتے۔ پھر کہیں گے: ”یا اللہ! تیرے علم میں یہ لوگ قابل ہلاکت ٹھہر چکے تھے، اس لئے دنیا میں تو نے ان کو خوشحالی اور تندرستی جو دی، اس کے نشہ میں یہ تیری یاد سے غافل رہے۔“ اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو قائل کرنے کیلئے فرمائے گا: ”سوائے اللہ کے جن کی پوجا کرتے تھے، وہ تم کو جھٹلا چکے ہیں، اب تم شرک کی سزا کے عذاب کو نہ خود ٹال سکتے ہو، نہ کوئی دوسرا تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہے۔“ شرک کی برائی جتانے کے لئے آگے مسلمانوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ: ”اسلام کے بعد تم میں سے اگر کوئی شرک میں گرفتار ہو جاوے گا،“ یا کہ اے کافرو! جو تم میں سے کافر رہے گا، تو بہ نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کو بھی وہی عذاب بھگتنا پڑے گا جو منکر اسلام مشرکوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

۱۔ خوشحالی اور تندرستی کا ذکر: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر یہ سچے رسول ﷺ ہوتے تو نہ کھانا کھاتے، نہ بازاروں میں پھرتے۔ اس کے جواب میں فرمایا: ”کھانا کھانا، اور بازاروں میں پھرتا رسولوں کے منصب کے خلاف نہیں ہے کیونکہ سب رسول بشر ہوئے ہیں، اور کھانا کھانا ہر بشر کے لئے لازمی بات ہے۔ اس پر بھی لوگ شرارت سے نبی آخر الزمان ﷺ میں ایک انوکھی بات چاہتے ہیں۔“ پھر فرمایا: ”خوشحالی اور تنگ دستی کا فرق اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں جو رکھا ہے، وہ فقط اس آزمائش کے لئے ہے کہ کون شخص خوشحالی کی حالت میں اترانے کی حد تک نہیں پہنچتا، اور کون تنگ دستی میں صبر کرتا ہے۔ اور تمہارا پروردگار اترانے والوں اور صبر کرنے والوں کے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کی نظر سے غائب نہیں ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کے عمل کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔“

الجزء

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَةُ أَوْ
 نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا ۝۲۱
 يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلِيكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ
 حِجْرًا مَّحْجُورًا ۝۲۲ وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِن عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ
 هَبَاءً مَّنْثُورًا ۝۲۳

اور کہا ان (کافروں) نے جو ہمارے لئے ملنے کی (یعنی قیامت کے آنے کی) امید نہیں رکھتے کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھتے، بیشک انہوں نے (اپنے آپ کو) اپنے دلوں میں (بہت) بڑا سمجھ لیا، بڑی سرکشی پر آئے ۝۲۱ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ دن مجرموں (یعنی کافروں) کے لئے خوشی کا نہ ہوگا اور کہیں گے کہ الہی ہم میں اور ان میں کوئی رکی ہوئی آڑ کر دے ۝۲۲ اور جو کچھ انہوں نے (دنیا میں حالت کفر میں) کام کئے تھے۔ ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا (یعنی بیکار کر دیا) ۝۲۳

مشرکوں کا ذکر

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے جس طرح تکبر کی وجہ سے یہ کافر لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو بازار میں پھرنے والا کہتے تھے، اسی طرح یہ بھی کہتے تھے کہ جب تک خود اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے ہمارے روبرو آ کر ان رسول ﷺ کی صداقت نہ بیان کریں گے تو ہم ان کو سچا رسول ﷺ نہ جانیں گے۔ اس پر فرمایا: ”کافر لوگ شرارت میں حد سے بڑھ گئے ہیں، کیونکہ ان کو سمجھا دیا گیا ہے کہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اس پر بھی ان کافر لوگوں کو فرشتوں کے دیکھنے کی ضد ہے۔ اور جب فرشتوں کے سامنے آنے کا وقت آوے گا، تو ان کو اس نخوت کی قدر کھل جاوے گی کہ فرشتے قبض روح کے، اور حشر کے وقت ایسے بے دین لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر یہ کہیں گے کہ دنیا میں تم لوگ بہت عیش و آرام میں رہے، اب تم کو ایسی سختی پڑے گی کہ جس میں کسی طرح کی راحت کی کوئی خبر بھی تمہارے کانوں تک نہ پہنچے گی۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ مشرک اور بے دین لوگوں سے جو کوئی نیک کام ہوتا ہے تو وہ نہ شریعت کی پابندی سے ہوتا ہے، اور نہ خالص اسی نیت سے ہوتا ہے کہ آخرت میں ان کا ثواب ان کو ملے۔ کیونکہ شریعت اور عقبیٰ کے ثواب اور عذاب کے یہ لوگ منکر ہیں۔ اسی لئے کوئی نیک کام بارگاہ الہی میں مقبول نہیں۔ آگے فرمایا: ”ان نافرمان منکر لوگوں کے نیک عمل تو اس طرح

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ﴿٢٣﴾ وَيَوْمَ
تَشَقُّ السَّمَاوَاتُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ﴿٢٥﴾ الْمَلِكُ
يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ۖ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ﴿٢٦﴾

جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانا ہوگا اور (حساب و کتاب سے فارغ ہو کر) دوپہر کے آرام کی جگہ اچھی ہوگی ﴿۲۳﴾ اور جس دن کہ پھٹ جائے گا آسمان بادل سے اور فرشتے اتارے جائیں گے ﴿۲۵﴾ اس دن سچی بادشاہی خدا ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا (ہی) دشوار ہوگا ﴿۲۶﴾

قیامت کے دن اُڑ جائیں گے جس طرح آندھی میں ریت اُڑتی ہے، اور فرمانبردار پابند شریعت لوگوں کے نیک عملوں کا بدلہ یہ ہوگا کہ ان نافرمان لوگوں کے دنیا کے عیش و آرام کے ٹھکانوں سے بہتر ٹھکانے انہیں جنت میں دیئے جائیں گے، جہاں یہ لوگ ہمیشہ آرام سے رہیں گے۔

آسمانوں کے پھٹنے اور فرشتوں کے اترنے اور آقا کریم ﷺ کی شفاعت کا ذکر

لے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ”جس روز آسمان پھٹے گا، اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں گے۔ اور وہ تمام اہل زمین یعنی جن وانس سب سے زیادہ ہیں۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا، وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں گے، وہ آسمان دنیا کے رہنے والوں سے اور جن وانس سب سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح آسمان پھٹے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ ساتواں آسمان چکر کھا کر پھٹے گا۔ اس روز میدان محشر میں جب سب لوگ آفتاب کی گرمی اور پسینے سے گھبراویں گے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس جا کر شفاعت کی خواہش کریں گے۔ اور سب انبیاء اس دن اللہ تعالیٰ کے غصہ سے ڈر کر شفاعت سے انکار کریں گے۔ آخر یہ سب لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آویں گے، اور آپ اللہ تعالیٰ سے لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہو جانے کی، اور میدان محشر کی تکلیف سے ان کی نجات ہو جانے کی شفاعت فرماویں گے۔ اس کو ’شفاعت عام‘ اور ’شفاعت کبریٰ‘ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بہت بڑی شفاعت ہے جس کو کسی امت کے ساتھ کچھ خصوصیت نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ آج سچی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے کہ عارضی بادشاہت کا دعویٰ کرنے والے فقیروں کی طرح سب ننگے پاؤں، اور ننگے بدن آج اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ سب لوگ حشر کے دن قبروں سے ننگے پاؤں ننگے بدن اٹھیں گے۔ اور نافرمان لوگوں کو میدان محشر تک منہ کے بل اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھسیٹ کر لجاویں گے۔ اسی طرح

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلِيَّتِي ائْتَيْتِي مَعَ الرَّسُولِ
 سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يُوَيْلَتِي لِيَّتِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِي
 عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَدُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَ
 قَالَ الرَّسُوْلُ يَرْبِّ اِنْ قَوْمِي اَتَّخَذُوْا هَذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

اور اے جس دن ظالم (یعنی کافر) اپنے ہاتھ کو (ندامت اور حسرت سے) چبا چبا لے گا، کہے گا کہ اے کاش! میں نے رسول کے ساتھ (جنت و نجات) کی راہ لی ہوتی ﴿۲۷﴾ اے میری خرابی! کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بنا تا ﴿۲۸﴾ بیشک اس (کم بخت) نے تو مجھے نصیحت (پر عمل کرنے) سے بہکا دیا بعد اس کے کہ وہ میرے پاس آئی تھی (یعنی قرآن و ایمان) اور شیطان آدمی کو (بلا و عذاب کے وقت) بے مدد چھوڑ دیتا ہے ﴿۲۹﴾ اور اے رسول نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا ﴿۳۰﴾

قیامت کے دن ہر موقع پر ایسے لوگوں کو ذلت اور مصیبت ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے ایک فرض نماز سے ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھی تھی۔

بے دین کی دوستی کا حال

۱۔ شان نزول: مکہ میں عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا۔ آنحضرت ﷺ کے فرمانے سے اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دی اور اس کے بعد ابی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مرتد ہو گیا، اور آنحضرت ﷺ نے اس کو مقتول ہونے کی خبر دی، چنانچہ بدر میں مارا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ ابی بن خلف کی دوستی سے جس طرح عقبہ بن ابی معیط کو ایسا نقصان پہنچا جس کو یاد کر کے قیامت کے دن عقبہ اپنے ہاتھ کو ندامت اور حسرت سے چبا چبا لے گا، اسی طرح ہر ایک بڑے دوست کی دوستی کا انجام ہے۔ آخر کو فرمایا شیطان بڑا دغا باز ہے۔ بڑے دوستوں کی دوستی کے پھندے میں پھنسا کر انسان کو بہکا تا ہے۔ اس لئے ہر ایماندار شخص کو چاہئے کہ وہ بڑے دوست کی دوستی کو شیطان کی دغا بازی کا پھندا سمجھ کر اس پھندے سے ہمیشہ بچتا رہے۔

کفار کا قرآن پر اعتراض

۲۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرض کی: ”اے میرے پروردگار! البتہ میری قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا، بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا، اور بعض نے اس کو سحر کہا، اور کسی نے شعر، اور وہ لوگ ایمان لانے سے محروم رہے۔“

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ
 هَادِيًّا وَنَصِيرًا ۝۳۱ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ
 جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۗ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ
 تَرْتِيلًا ۝۳۲ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ
 تَفْسِيرًا ۝۳۳ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ
 سُرْمَكَانَا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝۳۴

اور ہم اس طرح ہر نبی کے لئے مجرم لوگوں میں سے دشمن بناتے رہے ہیں اور تمہارا پروردگار ہدایت کرنے اور
 مدد دینے کو کافی ہے ۝۳۱ اور کافروں نے کہا کہ ان (پیغمبر) پر یہ قرآن ایک ساتھ ہی کیوں نہیں اتارا گیا
 (ارشاد ہوا کہ) ہم نے اسی طرح بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس کے ذریعہ سے (اے حبیب! ﷺ) تمہارے
 دل کو قوی کر دیں اور ہم نے اسے (بہت) ٹھہر ٹھہر کر پڑھا (یعنی اتارا) ۝۳۲ اور کافر تمہارے پاس کوئی کہاوت نہ
 لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہت بہتر بیان لے آئیں گے ۝۳۳ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے منہ کے بل جہنم کی
 طرف ہانکے جاویں گے ان کا ٹھکانہ سب سے برا ہے اور وہ بہت ہی گمراہ ہیں ۝۳۴

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی فرمائی اور آپ ﷺ سے مدد کا وعدہ فرمایا اور ارشاد ہوا: ”اے محبوب ﷺ! پچھلے انبیاء اور پچھلی امتوں کے قصے جو قرآن میں جگہ جگہ ذکر کئے گئے ہیں، ان سے تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہر نبی کے ساتھ بد نصیبوں کا یہی دستور رہا ہے۔“

۱۔ مشرکین جہاں اور بیہودہ باتیں کرتے تھے، وہاں یہ بھی کہتے تھے کہ جس طرح مثلاً موسیٰ علیہ السلام پر ساری توراہ ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی، اگر یہ قرآن کلام الہی ہے تو یہ بھی توراہ کی طرح ایک ہی دفعہ میں کیوں نہیں نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کا یہ جواب دیا کہ کفار کا یہ اعتراض فضول اور مہمل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کا معجزہ ہونا ہر حال میں یکساں ہے۔ ایک ہی دفعہ نازل ہو یا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو۔ اور اے محبوب ﷺ! تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں تمہارے قلب کی تقویت مقصود ہے، اور مسلمانوں پر اس کی تعمیل آسان ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! یہ بد بخت کافر

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝۳۵
 فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ
 تَدْمِيرًا ۝۳۶ وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ أَخْرَجْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ
 لِلنَّاسِ آيَةً ۝۳۷ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۳۸ وَعَادًا وَثَمُودًا
 وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۹

اور اے بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو وزیر کیا ۝۳۵ پس ہم نے فرمایا کہ تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری آیتیں جھٹلائیں، پس ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کر دیا ۝۳۶ اور قوم نوح کو بھی جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ان (کے قصہ) کو لوگوں (کی عبرت) کے لئے نشانی کر دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۝۳۷ اور (ہم نے) عاد اور ثمود اور ۝۳۸ کنوئیں والوں کو بھی (ہلاک کیا) اور ان کے درمیان بہت سی امتوں کو بھی (ہلاک کر دیا) ۝۳۹

جب تمہارے پاس کوئی مثال لے کر آتے ہیں، تو ہم اس سے بہتر اور ٹھیک جواب اس کا دیتے ہیں۔ پھر فرمایا: ”اس پر یہ سرکش لوگ نہ مانیں گے تو قیامت کے دن اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ کیونکہ ایسے سرکشوں کی یہی سزا ہے۔ یہ کیسی سخت تکلیف اور ذلت کی بات ہے اور وہ مقام بہت ہی برا ہے۔

۱۔ پیغمبروں کے واقعات: ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب توریت دی تھی، اور اس کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو وزیر کیا۔ پھر ہم نے ان دونوں سے کہا کہ قوم قبلی کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہی ہے۔ مزا اس سے فرعون اور اس کے ساتھی ہیں۔ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام سمجھانے کو گئے مگر انہوں نے تو جھٹلایا، تو ہم نے اس قوم کو بالکل ہلاک کر ڈالا، اور قوم نوح علیہ السلام نے تمام پیغمبروں کو جھٹلایا، سو اس قوم کو ہم نے ڈبو دیا۔ اور بعد والوں کے لئے ان کے قصہ کو عبرت کیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ فرعون کی قوم اور نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے کے وبال میں ڈوب کر ہلاک ہو گئی۔ اگر یہ مشرک لوگ بھی جھٹلانے سے باز نہ آئے، تو ان پر بھی کوئی آفت ضرور آئے گی۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔

۲۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے سے جس طرح قوم نوح اور قوم فرعون کے لوگ دنیا و آخرت کے

وَكَلَّا صَرَ بِنَا لَهُ إِلَّا مَثَالَ ۚ وَكَلَّا تَبَرْنَا تَبِيرًا ۝۳۹ وَ لَقَدْ آتَوْنَا
 عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرْنَا مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا
 بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝۴۰ وَإِذَا رَأَوْكَ إِذْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا
 هُزُوعًا ۚ أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۴۱ إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ
 الْهَيْتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ
 الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۴۲

اور ہم نے سب کے (سمجھانے کے) لئے مثالیں بیان کیں اور (جب نہ مانا تو) ہم نے سب کو تباہ کر کے مٹا دیا ۝ اور ضرور یہ (کفار) اس بستی پر سے گزرے ہیں کہ جس پر بہت بری طرح (پتھروں کا) مینہ برسایا گیا تھا، پھر کیا یہ اسے دیکھتے نہ تھے (کہ عبرت پکڑتے) بلکہ وہ مرکز زندہ (یعنی قیامت) ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے ۝ اور (اے محبوب ﷺ!) جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا (کرتے ہیں): ”کیا یہ وہی شخص ہے کہ جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے“ ۝ قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں (کی عبادت) سے بہکاوے اگر ہم ان پر صبر نہ کرتے اور یہ لوگ عنقریب جان لیں گے جب یہ عذاب کو دیکھیں گے کہ کون سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا تھا ۝

عذاب میں پکڑے گئے، وہی حال عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کا اور بہت سی بستی والوں کا ہوا۔ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیج کر ان لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا، جب یہ لوگ اپنی عادت سے باز نہ آئے تو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ ملک شام کے سفر میں قوم لوط کی اُلٹی ہوئی اور پتھروں کے مینہ سے اُجڑی ہوئی بستیاں ان مشرکین کو نظر آتی ہوں گی۔

۱۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ کچھ اسلئے اللہ کے رسول کو نہیں جھٹلاتے کہ قوم لوط کی اُجڑی ہوئی بستی ان لوگوں کی نظر سے نہیں گزری بلکہ یہ لوگ تو اس لئے اللہ کے رسول کو مسخر اپن میں اُڑاتے ہیں کہ ان لوگوں کو ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا جزا و سزا کا یقین ہی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ کافر آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ اگر ہم اپنے دین پر قائم نہ رہتے تو انہوں نے ہمیں کبھی کا گمراہ کر دیا ہوتا۔ اسی واسطے ان لوگوں نے بت پرستی کے وبال کو دل سے بھلا رکھا ہے، عنقریب بوقت عذاب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ جو طریقہ انکو بتلاتے تھے، وہ اچھا تھا یا بت پرستی کا طریقہ اچھا تھا۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝۳۳ أَمْ
تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ
بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۳۴ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ
لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝۳۵

کیا تم نے اسے لے دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا لیا ہے پس کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے ۳۳ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں سمجھتے محض چوپایوں (جانوروں) کی طرح ہیں، بلکہ وہ تو ان سے بھی زیادہ راہ بھولے ہوئے ہیں ۳۴ (اے مخاطب! ۲) کیا تو نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کیونکر پھیلا یا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس (سایہ) کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا ۳۵

مشرکین کے بتوں کی کیفیت

۱۔ شان نزول: مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی ان کو کوئی خوبصورت چیز لکڑی یا پتھر وغیرہ نظر آتی تو اس کو فوراً اٹھا لیتے، اور اس کا بت بنا کر پوجتے، اور وہ پہلا پڑانا بت چھوڑ دیتے تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محبوب ﷺ! تم نے ان لوگوں کی نادانی دیکھی کہ جس بت کی پوجا کو ان کا جی چاہتا ہے اس کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔ پس انہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ پھر کیا تم ان کی نگہبانی کا ذمہ لے سکتے ہو۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! کیا تم اپنے جی میں یہ خیال کرتے ہو کہ یہ لوگ قرآن سنتے اور اس کی نصیحت کو سمجھتے ہیں۔ نہیں، یہ لوگ تو اپنی نادانی کے سبب سے بالکل چوپایوں کی طرح کسی بات کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ یہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ چوپائے اپنی پرورش کرنے والے کو خوب پہچانتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو نہیں پہچانتے۔

اللہ کی قدرت کاملہ کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کی قدرت کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو بڑھایا، اور اگر چاہتا تو اسکو ایک ہی جگہ ٹھہرائے رکھتا۔ پھر اسکے پہچاننے کیلئے سورج کو دلیل بنایا کہ سورج سے سایہ پہچان لیتے ہو۔ پھر فرمایا سورج کے نکلنے کے بعد سورج سے پہلے کا وہ ٹھنڈا سایہ آہستہ آہستہ اللہ کے حکم سے سمیٹ لیا جاتا ہے۔ اور بجائے اس ٹھنڈے سایہ کے تمام دنیا میں دھوپ پھیل جاتی ہے۔ یہ ٹھنڈا سایہ رات کے اندھیرے کے بعد طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے، اور پھر دن کے

ثُمَّ قَبَضَهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝۳۶ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ
 لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝۳۷ وَهُوَ الَّذِي
 أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 طَهُورًا ۝۳۸ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا
 وَأَنْتَ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝۳۹

پھر ہم نے اس سایہ کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹا ۝۳۶ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس (یعنی پردہ) بنایا اور نیند کو (تمہارے) آرام (کا ذریعہ بنایا) اور دن کو (تمہارے) اٹھنے کیلئے بنایا (کہ اس میں روزی تلاش کرو) ۝۳۷ اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی برسایا ۝۳۸ تاکہ اس پانی سے مردہ (یعنی خشک) زمین کو زندہ کریں اور اسے اپنی مخلوقات میں سے چار پائیوں اور بہت سے آدمیوں کو پلائیں ۝۳۹ اور ہم نے اس (پانی) کو طرح طرح سے ان کے درمیان بانٹا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں تو بہت لوگوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا ۝

گذر جانے کے بعد رات ہوتی ہے۔ اس واسطے اس ٹھنڈے سایہ کے ذکر میں رات اور دن کا تذکرہ فرمایا، جس طرح اوڑھنے اور پہننے کے کپڑے سے انسان کا بدن ڈھانک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح رات کا اندھیرا ہر ایک چیز کو ڈھانک لیتا ہے۔ اسی واسطے رات کو لباس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، دن کو ہر طرح کے کام دھندے میں لگ کر آدمی کو تھکان ہو جاتی ہے، اور رات کی نیند سے وہ تھکان رفع ہو جاتی ہے۔ اس لئے رات کی نیند کو آرام فرمایا، اور دن کو کام دھندے اور روزی کی تلاش کے لئے بنایا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سونے کے بعد جاگنا مرنے کے بعد دوبارہ جینے کی نشانی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ وہ قدرت رکھتا ہے کہ بارش آنے سے پہلے ایک ایسی ہوا چلاتا ہے جو بارش کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہے، وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمان سے پاکیزہ اور ستھرا پانی برستا ہے، جس سے سوکھی مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، اور اس میں طرح طرح کی پیداوار ہوتی ہے۔ اور مینہ کا پانی ندی نالوں اور تالابوں میں جو جمع ہوتا ہے وہ چوپایوں

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۝۵۱ فَلَا تُطِيعُ الْكٰفِرِينَ وَ
 جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۝۵۲ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ
 فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝۵۳
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۝۵۴

اور اگر ہم چاہتے تو بیشک ہم ہر بستی میں ایک ڈرسانے والا بھیجتے ۵۱ پس کافروں کا کہنا نہ مانو اور اس قرآن کے حکم سے ان کے ساتھ جہاد کرو، بڑا جہاد ۵۲ اور وہی تو ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، یہ ایک کا پانی تو بہت میٹھا پیاس کا دفع کرنے والا ہے اور وہ دوسرے کا (پانی) کھاری نہایت کڑوا ہے، اور ان دونوں کے بیچ میں پردہ رکھا اور مضبوط آڑ بنا دی (جو ملنے نہیں دیتی) ۵۳ اور اسے وہی تو ہے جس نے انسان کو پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا کیا ہے پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔

اور آدمیوں کے پینے کے کام میں آتا ہے۔ پھر فرمایا ہر ملک کی ضرورت کے موافق اللہ تعالیٰ نے مینہ کے پانی کی تقسیم کر دی۔ جہاں جتنی ضرورت ہے، وہاں اسی قدر مینہ برستا ہے۔ پھر فرمایا بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر نہیں کرتے۔ اس آیت میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرسانے والا بھیجتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا، لیکن ہم نے تم کو خاص کیا پیغمبری کے ساتھ۔ اے محبوب ﷺ! تم تمام زمین والوں کی طرف حکم پہنچا دو۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پیغمبر پہلے ایک خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے، اور میں تمام دنیا کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اس قرآن کے حکم سے ان کے ساتھ جہاد کرو، یعنی تم بڑی کوشش سے ان لوگوں کو قرآن کی آیتیں سناتے رہو، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ

۵۱ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ اس نے میٹھے اور کھاری دریا زمین کے اوپر اور نیچے پیدا کئے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ زمین کے نیچے پانی ہے، کیونکہ جہاں سے زمین کو کھودا جائے وہاں سے پانی نکلتا ہے۔ کہیں سے کھاری پانی نکلتا ہے، اور کہیں سے میٹھا۔ اور زمین کے نیچے دونوں پانی ملنے نہیں پاتے جیسے کہ دجلہ دریائے شور میں میلوں تک چلا جاتا ہے، اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا، عجب شان الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی پیدا کی ہوئی نعمتوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اللہ کا شکر ادا کریں

۵۲ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے پانی یعنی نطفہ سے انسان کو پیدا کیا اور اس نے ایک نطفہ سے دو قسم کے انسان

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا
يَضُرُّهُمْ ۖ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا
مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ
أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۵۷﴾

اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے ﴿۵۴﴾ اور اللہ کے سوا اس چیز کو پوجتے ہیں کہ جو نہ ان کو نفع دے اور نہ ان کو نقصان پہنچائے، اور کافر اپنے پروردگار کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے (کیونکہ بت پرستی شیطان کی مدد ہے) ﴿۵۵﴾ اور ہم نے تمہیں تو محض خوشخبری اور ڈرسانے کے لئے بھیجا ہے ﴿۵۶﴾ تم فرماؤ کہ میں تم سے تبلیغ قرآن پر کوئی اجرت تو نہیں مانگتا ہوں۔ ہاں جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف کا راستہ اختیار کرے ﴿۵۷﴾

پیدا کئے: مرد اور عورت۔ نسب یعنی خاندان سے مراد مرد ہے۔ کیونکہ نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں اور صہر یعنی سسرال سے مراد عورت ہے۔ کیونکہ نکاح کے رشتے اس سے قائم ہوتے ہیں۔ یہ مثال بیان کر کے فرمایا کہ پھر بھی کافروں کا یہ حال ہے کہ اس پر ایمان نہیں لاتے، اور پروردگار کو ہر قسم کی قدرت ہے۔ چاہے لڑکا پیدا کرے چاہے لڑکی، اس کی قدرت میں کوئی شریک نہیں۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ یہ مشرک لوگ بڑے نادان ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے کی خالص عبادت کو چھوڑ کر پتھر کی ایسی صورتوں کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں شریک کرتے ہیں کہ جن کے اختیار میں نہ کسی کا کچھ فائدہ ہے نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں انسان کا جو فائدہ ہے وہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ اس نے انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح اپنی قدرت سے پیدا کیا کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ منکر لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے شیطان کے مدد گار بنتے ہیں، اور شیطان کے بہکانے سے یہ منکر لوگ احکام الہی کو پیٹھ کے پیچھے ڈال کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو انکے حال پر چھوڑ دیا، کیونکہ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا انتظام الہی کے برخلاف ہے۔ انتظام الہی کے موافق دنیا کو نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۲۔ اوپر کی آیت میں جن لوگوں کا ذکر تھا جب وہ ہر وقت کی قرآن کی نصیحت کو سن کر اپنے کفر سے باز نہیں آتے تھے تو اس سے آنحضرت ﷺ کو بڑا رنج ہوتا تھا۔ اس لئے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! رنج کی کوئی بات نہیں ہے تمہارا کام اتنا ہے کہ ایمان والوں کو عقوبت کی بہبودی کی خوشی اور کافروں کو آخرت کے عذاب کا ڈر سنادو۔ اور ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ میں اس نصیحت کی کچھ مزدوری تم لوگوں سے نہیں مانگتا کہ اس مزدوری کے بارے تم کو قرآن کی نصیحت کا سننا شاق گزرے۔“

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ط وَكَفَى بِهِ
بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَيْرًا ۝۵۸ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ
مَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۝ الرَّحْمَنُ فَسَلِّ
بِهِ خَيْرًا ۝۵۹

اور لے اپنے اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھے جس کو کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے ۝۵۸ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) وہ ہے بڑا بخشنے والا، پس اس کی شان کسی جاننے والے سے دریافت کرو ۝۵۹

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ مسلمانو! تم اپنے سب کاموں کا بھروسہ اللہ پر رکھو کہ اس کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور اللہ کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے، اس واسطے کسی کام کا بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھنے کے بعد اگر اس کام میں کچھ توقف ہو تو وقت مقررہ تک صبر کرنا چاہئے۔ تاکہ اللہ پر بھروسہ رکھنے کا اور صبر کا دونوں کا اجر ملے۔ پھر فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اس کی تسبیح و حمد کرے، اور اس کی اطاعت اور اس کا شکر بجلائے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف ہے، اسب تمہی اور کھلی باتوں سے خبردار ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اپنی قدرت سے بغیر کسی مدد کے چھ دن میں پیدا کیا۔ اگر اللہ چاہتا تو ایک لمحہ میں آسمان و زمین سب کچھ پیدا کر دیتا، لیکن چھ دن کی مدت میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ انسان اس عادت الہی کو سیکھ کر ہر کام سہولت سے کرے، کسی کام میں عادت سے بڑھ کر جلدی نہ کرے۔ کہ اس طرح کی جلدی شیطان کی عادت میں داخل ہے۔ آگے فرمایا کہ پھر بڑی مہر والا عرش پر قائم ہوا جو قیام اس کی ذات کو لائق ہے (عرش تخت الہی کو کہتے ہیں)۔ پھر فرمایا: ”اے انسان! اللہ کا حال اس سے پوچھ جو جانتا ہے۔“ آخر آیت میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی صفت کے سبب سے اس کا نام رحمن بھی ہے، لیکن ان مشرکین مکہ کے روبرو جب اللہ تعالیٰ کا یہ نام لیا جاتا ہے تو یہ لوگ بہت بدکتے ہیں۔ حالانکہ یہ مشرک لوگ اہل کتاب سے سنتے رہتے ہیں جس سے ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ توراہ و انجیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ نام موجود ہے۔“ اس آیت کے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں کو یہاں سجدہ کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ رحمن وہ بابرکت نام ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے، اور اس میں سراج یعنی آفتاب بنایا جو تمام دنیا کا چراغ ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اندھیرا ہو جاتا۔ اور رات کے لئے بھی اس نے چاند چمکتا ہوا بنایا ہے۔ مطلب یہ ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا
تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۲۰ تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَ
جَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۲۱ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ
خِلْفَةً لِّمَن أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۲۲ وَعِبَادُ
الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَشُؤْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلْمًا ۲۳

اور جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو، تو کہتے ہیں: ”رحمن کیا ہے؟ کیا ہم سجدہ کریں اس کو جس کو تم کہو، اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا ۲۰ وہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں چراغ رکھا (یعنی سورج) اور روشن چاند ۲۱ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین کیا ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا (خدا کے احسانات کے) شکر کرنے کا ارادہ کرے ۲۲ اور رحمن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ یعنی عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ”(بس) سلام ہے“ ۲۳

کہ رحمن وہ ہے کہ جس نے دنیا کا گھر بنایا، اور اس گھر میں آفتاب و ماہتاب کی قدیلیں روشن کیں۔ اور اس گھر میں تمہارے لئے ہر ایک قسم کا سامان پہنچایا۔ پھر کہتے ہو کہ رحمن کون ہے، اور اس کو سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہو۔ اور اس پر بس نہ کیا بلکہ اس نے رات دن بنائے جو ایک کے بعد دوسرا آتا ہے، یعنی رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے۔ غرض یہ کہ ایک دوسرے کا جانشین ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کی خصوصیات کا ذکر

۱۔ پہلے کی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کے روبرو اللہ کی صفت رحمن بنائی جاتی تھی تو وہ بدکتے تھے۔ ایسے لوگوں کے قائل کرنے کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمن کے بندوں کی یہ چند صفتیں بیان فرمائیں کہ وہ لوگ جب زمین پر چلتے پھرتے ہیں تو اتر کر نہیں چلتے اور رحمن کے بندوں کو بھی اچھی عادت ہے کہ وہ رات کو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ اور

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿۲۳﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۲۴﴾ إِنَّهَا
سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿۲۵﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا
لَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴿۲۶﴾

اور وہ جو رات گزارتے ہیں اپنے پروردگار کے لئے سجدے اور قیام میں ﴿۲۳﴾ اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں کہ
اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کے عذاب کو باز رکھیو، بیشک اس کا عذاب پوری تباہی ہے ﴿۲۴﴾ بیشک وہ
دوزخ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے، اور برا مقام ہے ﴿۲۵﴾ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول
خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان کے اعتدال یعنی درمیانی ہوتا ہے ﴿۲۶﴾

قیام میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس کسی نے بعد عشاء
دو رکعت یا زیادہ نفل پڑھے، وہ شب بیداری کرنے والے میں داخل ہے۔ مسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، اس نے نصف شب کے قیام کا ثواب پایا، اور جس نے فجر بھی باجماعت ادا کی وہ تمام شب
کے عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔ آگے فرمایا کہ رحمن کے بندوں میں یہ عادت ہے کہ وہ دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا
مانگتے رہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ دوزخ برا ٹھکانہ ہے، اور اس کا عذاب سخت ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص
دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتا رہے گا، تو اللہ اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔“ آگے فرمایا کہ رحمن کے بندوں میں یہ بھی
عادت ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے وقت اور خرچ کرنے سے ہاتھ کو روکتے وقت شریعت کی حد سے نہیں
بڑھتے۔ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایتیں ہیں،
ان کا حاصل یہ ہے کہ نیک کام میں خرچ کرنے والوں کے مال کے بڑھنے اور ایسے خرچ سے ہاتھ کو روکنے والوں کے گھٹ جانے
کیلئے ہر روز اللہ کے دو فرشتے دعا مانگتے رہتے ہیں، مگر جس شخص کے ذمہ کسی کا کچھ قرض ہو، تو اس کو چاہئے کہ قرض کی ادائیگی کے
موافق مال بچا کر خیرات کرے۔ آیتوں کے مطلب میں اوپر یہ جو بیان کیا گیا کہ خرچ کرنے میں اور خرچ سے ہاتھ کو روکنے میں
شریعت کی حد سے نہ بڑھنا چاہئے، ان کی تفسیر ان روایتوں سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً کوئی
قرض دار ادائے قرض کا خیال نہ رکھے، اور اپنا سارا مال صدقہ خیرات میں خرچ کر دے تو وہ اس خرچ میں گویا حد شریعت سے بڑھ
گیا۔ اسی طرح ہر طرح کی گنجائش کے ہوتے ہوئے جو شخص صدقہ خیرات سے ہاتھ روکے گا، تو وہ بھی خرچ سے ہاتھ کو روکنے میں
یہاں تک حد شریعت سے دور جا پڑا کہ ایسے شخص کے مال کے گھٹ جانے کی بددعا اللہ کے فرشتوں کی زبان سے نکلے گی۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي
 حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ
 أَثَامًا ۖ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۖ
 إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ
 سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور جس جان کا مار ڈالنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو نہیں مارتے مگر حق پر اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ سخت سزا پائے گا ۝ اس کے لئے قیامت میں دو گنا عذاب ہوگا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ذلیل (خوار) ہو کر پڑا رہے گا ۝ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے، تو اللہ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ۝

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ رحمن کے بندوں کی یہ بھی عادت ہے کہ خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ اور جس جان کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس کو ناحق نہیں قتل کرتے۔ اور رحمن کے بندوں کی عادت بدکاری کی بھی نہیں ہے۔ اور اگر جو شخص شرک اور ناحق قتل اور بدکاری میں گرفتار ہوگا، اور اسی حالت میں مر جائے گا تو ایسا شخص شرک کے سبب سے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور سوائے شرک کے اور گناہوں کی سزا جدا اس شخص کو بھگتنی پڑے گی۔ کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ شرک کی کسی طرح بخشش نہیں ہے۔ ہاں مرنے سے پہلے جو شخص ان باتوں سے توبہ کرے گا، اور شرک چھوڑ کر ایماندار بن جائے گا، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی برائیوں کو اس طرح بھلائیوں سے بدل دے گا کہ ایسے شخص کے شرک کے زمانہ کے سب گناہ معاف کر دے گا۔ کیونکہ اللہ غفور الرحیم ہے، اور جو شخص خالص دل سے توبہ کو سچا کرنے کے لئے نیک کاموں میں ہمیشہ لگا رہے گا تو اسی کی توبہ خالص ہے۔ پھر فرمایا کہ رحمن کے بندوں میں یہ بھی اچھی عادت ہے کہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ یا یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ ایسی مجالس میں جس میں لغو اور بے اصل باتیں ہوتی ہیں شریک نہیں ہوتے۔ اور رحمن کے بندوں میں یہ بھی اچھی عادت ہے کہ منکر لوگوں کی طرح دین کے سننے کی باتوں کو بہرے بن کر نہیں سنتے۔ آنکھوں سے دیکھنے کی قدرت کی نشانیوں کو اندھے بن کر نہیں دیکھتے ہیں، بلکہ جو کچھ سنتے اور دیکھتے ہیں ان کے دل پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ
 لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿٤٢﴾ وَ
 الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صَبًا وَعُمِيَانًا ﴿٤٣﴾
 وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ
 أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٤٤﴾

اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے تو بیشک اس نے اللہ کی طرف رجوع کی جیسی چاہئے تھی ﴿٤١﴾ اور جو لوگ
 جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات پر ان کا گزر ہوتا ہے تو اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں ﴿٤٢﴾
 اور وہ لوگ کہ جس وقت ان کو اللہ کی آیتوں کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان (نصیحت) کے سننے سے
 بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے (بلکہ غور کرتے ہیں) ﴿٤٣﴾ اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے
 پروردگار! ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا کر اور ہم کو
 پرہیزگاروں کا پیشوا بنا ﴿٤٤﴾

بیوی بچوں کے لئے دعا کا ذکر۔ نیک بندوں کا ذکر

لہ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ رحمن کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری
 بیبیاں اور اولاد نیک صالح متقی عطا فرما، کہ ان کا حسن عمل اور ان کی اطاعت خدا اور رسول دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل
 خوش ہوں۔ یا یہ معنی ہیں کہ خود تو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں، مگر ان کی بیوی بچے ابھی نعمت اسلام سے محروم ہیں۔ اس
 لئے یہ رحمن کے بندے اپنی بیوی بچوں کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ! ہم کو ہمارے بیوی اور بچوں کی طرف سے
 یہ آنکھوں کی ٹھنڈک دے کہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کو ایماندار اور پرہیزگار دیکھ لیں۔ اور ہم کو ان پرہیزگاروں کا امام اور پیشوا
 بنا دے۔ آگے رحمن کے ان بندوں کا انجام بیان فرمایا کہ انہوں نے دنیا میں دین کی پابندی کے سبب سے طرح طرح کی
 تکلیفیں جو اٹھانی تھیں، اس کے بدلہ میں ان کو جنت میں اونچے محل دیئے جائیں گے۔ جب جنتی لوگ جنت میں جانے لگیں
 گے تو جنت میں تعینات فرشتے جنتیوں کے استقبال کیلئے جنت کے دروازے پر آن کھڑے ہوں گے۔ اور السلام علیکم
 کے بعد جنت میں داخل ہونے اور وہاں ہمیشہ رہنے کی جنتیوں کو مبارکباد دیوں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ: دنیا میں جس جنت

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝٤٥
 خُلِدِينَ فِيهَا حَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝٤٦ قُلْ مَا يَعْبُؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا
 دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝٤٧

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ان کے صبر کے بدلے میں جنت کے اونچے محل انعام میں ملیں گے اور ان کا وہاں دعا و سلام کے ساتھ استقبال کیا جاوے گا ۝٤٥ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ ہے ۝٤٦ (اے محبوب! ﷺ) تم فرماؤ: ”میرے پروردگار کو تمہاری کچھ قدر (یعنی پروا) نہیں اگر تم اس کی عبادت نہ کرو، تو بیشک تم نے (یعنی کافروں نے قرآن اور رسول کو) جھٹلایا، پس عنقریب اس کی سزا لازم ہوگی“ ۝٤٧

کے ملنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس جنت میں داخل ہونے کا دن ہے۔ آخر آیت میں فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! منکر لوگوں سے کہہ دو کہ میرے رب کو تمہاری کچھ پروا و حاجت نہیں، جو تم اس کو نہیں پکارتے، اور اس کی عبادت نہیں کرتے۔ اس لئے کہ انسان جو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے تب ہے جو وہ انسانیت کے کام کرے۔ اور کام انسانیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے، اور اس کی عبادت کرے، ورنہ وہ اور حیوان برابر بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ آگے فرمایا کہ اے کافرو! بیشک تم نے قرآن اور رسول کو جھٹلایا تو دنیا کی مصیبت کے بعد آخرت میں تم پر ہمیشہ کا عذاب لازم ہوگا۔

﴿ اساتھا ۲۲۷ ﴾ ﴿ سورۃ الشعراء مکیہ ۲۷ ﴾ ﴿ رکوعاھا ۱۱ ﴾

سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی، اس میں دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ شعراء: اگر اولاد نافرمان ہو تو با وضو سات مرتبہ اس سورہ کو پڑھ کر اس کے منہ پر دم کر دیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اولاد فرمانبردار ہو جائے گی۔ اگر کوئی عزیز بھاگ جاوے تو اس سورہ شعراء کو لکھ کر ایک ڈوری میں باندھ کر ہوا میں لٹکا دیں تو وہ شخص آجاوے گا اور پھر کبھی نہ بھاگے گا۔

النزل

طَسَمَ ۱ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ إِلَّا
يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۳ إِنْ نَشَأْ نُذِرْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ
أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۴ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ الرَّحْمَنِ
مُحَدَّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۵ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ
أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۶ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ
أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۷ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۸ وَمَا كَانَ
أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۹ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۱۰

نزل

یہ آیتیں لے روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ہیں ۱ (اے محبوب! ﷺ) تم شاید ان کے مسلمان نہ ہونے کے غم میں
اپنی جان کو ہلاک کرنے والے ہو ۲ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ انکی گردنیں اس کے آگے
جھک جائیں ۳ اور انکے پاس نصیحت پروردگار کی طرف سے کوئی نئی نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں ۴ تو
بیشک انہوں نے (حق کو) جھٹلایا۔ پس اب ان پر آیا جاہتی ہیں صدق وعدہ کی خبریں جسکے ساتھ ٹھٹھے (مذاق)
کرتے تھے ۵ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر ہم نے ہر قسم کے عمدہ (میوؤں کے)
جوڑے اگائے ۶ بیشک اس میں (توحید کی) ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ۷ اور
بیشک تمہارا پروردگار وہی ہے غالب، مہربان (جو کافروں سے انتقام لیتا اور مومنین پر رحمت فرماتا ہے) ۸

۱۔ شان نزول: جب اہل مکہ ایمان نہ لائے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی تو آنحضرت ﷺ پر ان کی
مردمی بہت شاق ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۲۔ اس آیت میں فرمایا کہ ان مشرکوں کا کفر دم بدم بڑھتا جاتا ہے کہ جو وحی پروردگار کی طرف سے اترتی ہے وہ اس کا انکار
کرتے چلے جاتے ہیں۔

۳۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ مشرکوں نے قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے کے طور پر مسخراپن سے یہ کہا تھا کہ اگر یہ دین اور قرآن
حق ہے، تو ہم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسے۔ آخر اس شرارت کے سبب سے بدر کی لڑائی میں زیادہ ذلیل ہونا پڑا۔

وَ اِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَىٰ اِنَّ اَنْتَ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ
فِرْعَوْنَ ۗ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اے یہ یاد کرو تمہارے پروردگار نے موسیٰ کو آواز دی کہ ظالم گروہ کے پاس جاؤ ﴿۱۰﴾ خود جو فرعون کی قوم ہے، کیا وہ لوگ پرہیزگاری نہ کریں گے ﴿۱۱﴾ موسیٰ نے عرض کی: ”اے میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ﴿۱۲﴾

اس بات کی حقیقت معلوم ہوگئی جس کو وہ ٹھٹھوں میں اڑایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کیا منکروں نے زمین کی نشانی کو نہیں دیکھا ہے کہ اس پروردگار کی قدرت جس نے زمین میں قسم قسم کی چیزیں عمدہ سے عمدہ اگائی ہیں، یہ منکرین اگر خدا کی نشانیاں دیکھنا چاہیں تو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں۔ زمین کی جڑی بوٹیوں کو دیکھیں کہ کس حکمت سے کس کارِ بیکار نے پیدا کی ہیں۔ باوجود ایسی نشانوں کے دیکھنے کے بھی اکثر تو ایمان نہیں لاتے، اور اس کے رسولوں اور کتابوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ اپنے کفر کے نشہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی سرکشی کے دریا میں ایسے غرق ہو رہے ہیں کہ ان کو اپنی بھلائی کے معلوم کرنے کی مہلت ہی نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی بات مانتے اور اس پر عمل کرتے تو نجات دارین حاصل ہوتی۔ اور بیشک آپ کا رب تو زبردست ہے اور رحیم ہے مخلوق پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر پر جلدی سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ اگر ان کے کفر پر خیال کرتا تو ایک کافر بھی باقی نہیں رہتا۔ وہ بڑا زبردست رحم کرنے والا، مہربان ہے۔

فرعون کا قصہ

اے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! فرعون کی قوم کے پاس جاؤ، جنہوں نے اپنی جانوں پر کفر کر کے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ظلم کر رکھا ہے۔ وہ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ اس کی اطاعت کریں، اور اکیلا جانیں، کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”اے میرے پروردگار! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو جھٹلاویں، اور ان کے جھٹلانے سے میرا دل تنگ ہو جائے۔ اور میں طاقت لسانی بھی نہیں رکھتا کیونکہ بوجہ لکنت کے صاف بول نہیں سکتا۔ اس لئے میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی میرے ساتھ پیغمبر کر۔ اس کے علاوہ فرعون والوں کا مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ اس واسطے مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ کو قتل نہ کر ڈالیں۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ڈرو مت، اور میری نشانیاں لے کر جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ سب باتیں سنتا ہوں۔ تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اے فرعون تو بنی اسرائیل کو اپنی قید سے اور عذاب سے چھوڑ دے۔ وہ اللہ کے ایمان دار بندے ہیں، اور ان کو ہمارے ساتھ کر دے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کا یہ پیغام پہنچا چکے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف غصہ سے دیکھ کر کہا: ”اے موسیٰ علیہ السلام! کیا ہم نے تم کو بچپن میں اپنے گھر پرورش نہیں کیا، اور تم نے ہمارے گھر میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے ہیں۔ اس کا تم نے یہ بدلہ دیا کہ ایک آدمی

وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ
عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۱۴﴾ ج

اور میرا سینہ (یعنی دل) تنگی کرتا ہے ان کے جھٹلانے سے (اور میری زبان (اچھی طرح) نہیں چلتی، پس تو ہارون کو بھی پیغمبر کر ﴿۱۳﴾ اور ان کا (یعنی قوم فرعون کا) مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مجھے قتل کر دیں ﴿۱۴﴾

کو قتل کر ڈالا، اور تم تو بڑے ناشکرے ہو۔ فرعون کی ان باتوں کا موسیٰ علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ میں نے یہ کام اس وقت کیا کہ نہ مجھ پر وحی آتی تھی، اور نہ میں رسول تھا۔ پس میں تیری ایذا رسانی کے خوف سے تیرے ہاں سے نکل گیا تھا۔ اب میں اس حالت پر نہیں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ اگر تو میری اطاعت کرے گا تو عذاب سے بچ جائے گا، اور مخالفت کرے گا تو تو ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہ جو تو مجھ پر احسان میری پرورش کا جاتا ہے، یہ بمقابلہ اس ظلم و زیادتی کے جو تو بنی اسرائیل کے ساتھ کر رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تو نے ان کو غلام بنا رکھا ہے، اور ان سے سخت سخت کام لیتا ہے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی باتیں ہو رہی تھیں تو اس وقت فرعون نے تعجب سے یہ کہا کہ سارے جہان کے پروردگار کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے۔ فرعون کی بادشاہت کچھ دور دور تک نہیں تھی، بلکہ مصر میں فرعون کی بادشاہت تھی، اور ملک شام میں عمالقہ کی بادشاہت تھی، اس واسطے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یوں قائل کیا کہ اتنے چھوٹے سے ملک کی بادشاہت پر تیرا خدائی کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ خدا تو وہ ہے جس کی بادشاہت آسمان اور زمین میں مشرق سے مغرب تک ہے۔ آسمان سے جب وہ چاہتا ہے مینہ برستا ہے، نہیں تو قحط پڑ جاتا ہے۔ زمین میں مشرق سے مغرب تک بڑے بڑے بادشاہوں کو جب وہ چاہتا ہے بیمار ڈال دیتا ہے، مار ڈالتا ہے۔ تجھ سے پہلے جو تیرے باپ دادا مصر کے بادشاہ تھے آخروہ کہاں گئے، اور ان کی بادشاہت تجھ کو کیونکر مل گئی۔ فرعون نے اپنے دربانوں سے کہا: ”سنئے ہو یہ کیا کہتا ہے۔ کیا ایک خدا ایسا ہو سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا ایک خدا ہو۔“ فرعون اللہ تعالیٰ کا منکر تھا۔ اس سبب سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”تیرا اور تیرے باپ داداؤں کا جو تجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ان کا بھی وہی ایک خدا ہے،“ اس پر فرعون کو تاب برداشت نہ رہی تو کہنے لگا دربانوں سے کہ: ”یہ رسول جو تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ضرور دیوانے ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ خدا مشرق اور مغرب کا بھی ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو البتہ جان لو گے کہ سارے جہان کا رب اللہ ہے۔ فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کی باتوں سے عاجز آ گیا، تب اس نے یہ کہا کہ اگر میرے سوا تم نے کسی کو معبود قرار دیا تو البتہ تم کو قید خانہ میں ڈال دوں گا۔ فرعون کا قید خانہ بھی بڑا قید خانہ تھا۔ کسی کنوئیں میں قیدیوں کو ڈال دیا کرتا تھا، اور اوپر سے اس کا منہ بند کر دیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قید خانے کا ذکر سنا تو یہ جواب دیا کہ اگر میں تجھے کوئی نشانی اپنی صداقت کی دکھاؤں تب تو مان لو گے۔

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَبْعُونَ ﴿۱۵﴾ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ
 فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ أَنْ أَرْسِلَ مَعَنَا بَنِي
 إِسْرَائِيلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ
 سِنِينَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿۱۹﴾
 قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
 فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ
 تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ
 الْعَالَمِينَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ
 كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَبْعُونَ ﴿۲۵﴾

فرمایا: ”ایسا ہرگز نہ ہوگا، پس تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ پس ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں ﴿۱۵﴾ پس تم
 (دونوں) فرعون کے پاس جاؤ، پس کہو کہ: ہم رب العالمین کے رسول ہیں ﴿۱۶﴾ کہ تو ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو
 بھیج دے“ ﴿۱۷﴾ (اس کے پاس جا کر حکم سنایا) فرعون نے کہا: ”اے موسیٰ! کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے ہاں
 پرورش نہیں کیا تھا اور تم نے ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے ﴿۱۸﴾ اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم سے عمل میں
 آیا (یعنی قبلی کا قتل) اور تم ناشکروں میں سے ہو“ ﴿۱۹﴾ موسیٰ نے کہا: ”میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ
 تھی ﴿۲۰﴾ پس جبکہ مجھے تم سے خوف ہوا تو تمہارے ہاں سے نکل گیا، پس میرے پروردگار نے مجھے علم عطا فرمایا اور
 مجھے پیغمبروں میں سے کیا ﴿۲۱﴾ اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا
 رکھا ہے“ ﴿۲۲﴾ فرعون بولا: ”اور (یہ تو بتاؤ کہ) رب العالمین کیا ہے؟“ ﴿۲۳﴾ موسیٰ نے کہا: ”وہ آسمانوں اور زمین
 اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا پروردگار ہے اگر تمہیں یقین ہو“ ﴿۲۴﴾ فرعون ان درباریوں سے جو اس
 کے ارد گرد تھے، بولا: ”کیا تم موسیٰ کی باتیں غور سے سنتے نہیں“ ﴿۲۵﴾

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۶﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ
الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ
مَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذَتِ الْهَاءُ
غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿۲۹﴾ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ
مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۱﴾ فَأَلْقَى عَصَاهُ
فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿۳۲﴾ وَنَزَعَ يَدَافِئَهُ بِيضًا عُرْلًا لِلنَّظِيرِينَ ﴿۳۳﴾

موسیٰ نے کہا: ”کیا وہ تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے“ ﴿۲۶﴾ فرعون نے (نہ سمجھا اور) کہنے لگا: ”تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور دیوانے ہیں“ ﴿۲۷﴾ موسیٰ نے کہا: ”مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے اگر تمہیں عقل ہو“ ﴿۲۸﴾ (فرعون نے) کہا: ”اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کر دوں گا“ ﴿۲۹﴾ (موسیٰ نے) کہا: ”کیا تو قید کرے گا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں“ ﴿۳۰﴾ (فرعون نے) کہا: ”اگر تم سچے ہو تو اسے لاؤ“ ﴿۳۱﴾ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو جیسی وہ صریح اثر دہا ہو گیا ﴿۳۲﴾ اور اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر) باہر نکالا تو وہ فوراً دیکھنے والوں کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا ﴿۳۳﴾

جادو گروں کا ایمان لانا

۱۔ فرعون نے کہا: ”اگر تم سچے ہو تو نشانی لاؤ“۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈال دیا وہ فوراً ایک اثر دہا ہو گیا۔ جو ایک خوفناک صورت تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں دے کر باہر نکالا تو وہ ہاتھ سفید اور اس طرح چمکنے لگا، جس طرح سورج کا کلڑا۔ یہ دوسرا معجزہ دکھایا تو فرعون بد بخت نے اس کے جھٹلانے کی طرح سے گھبرا کر کہا: ”یہ تو ایسا جادو گر ہے جو اور جادو گروں سے زیادہ علم والا ہے“۔ یہ بات فرعون نے سرداروں سے کہ کر ان کو بہکا دیا اور یہ کہہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کام جادو کی قسم سے ہے، معجزہ نہیں ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہاری زمین سے جادو کے سبب سے نکال دے۔ اب تم مجھ کو صلاح دو کہ اس کے ساتھ میں کیا معاملہ کروں۔

قَالَ لِلْمَلَآئِكَةِ إِنَّ هَذَا السَّحْرُ عَلَيَّمْ ۝۳۳ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِّنْ
 أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝۳۴ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ
 وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝۳۵ يَا تَوَكُّبِكُمْ لِكُلِّ سِحْرٍ عَلَيَّمْ ۝۳۶

فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے پاس تھے (یہ) کہا کہ بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے ۝۳۳ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہاری زمین سے نکال دینا چاہتا ہے پھر تم کیا مشورہ دیتے ہو ۝۳۴ وہ بولے: ”اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہرائے رکھو اور شہروں میں نقیبوں کو بھیج دو ۝۳۵ کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو جمع کر کے تمہارے پاس لے آئیں“ ۝۳۶

۱۔ فرعون سے سرداروں نے یہ کہا کہ ان دونوں کو مہلت دیدو، کیونکہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر اس کے سرداروں نے اس کو قتل سے منع کیا، اور کہا کہ قتل سے لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو جائے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں فرعون نے کوئی ایسی ہی زبردست غلبہ کی بات دیکھی تھی، جو ان کو زندہ رکھنا مناسب نہیں خیال کیا۔ اس لئے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ان دونوں جادوگروں سے مقابلہ کرانا اور سب کے سامنے ان دونوں کو ہرانا مناسب ہے، ان کے قتل کا ارادہ مناسب نہیں ہے۔ اور اپنی بادشاہت کے شہروں میں نقیبوں کو بھیج دے تاکہ وہ تیرے پاس بڑے جادوگروں کو قتل کا ارادہ مناسب نہیں ہے۔ اور اپنے آدمیوں کو جادوگروں کی تلاش میں جا بجا بھیج دیا۔ پس فرعون کے نقیب بڑے بڑے جادوگر جگہ جگہ سے لے آئے۔ یہ جادوگر ایک بڑی تعداد میں تھے۔ پہلے ان جادوگروں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم غالب رہے تو ہم کو کچھ انعام ملے گا۔ فرعون نے جواب دیا: ”اگر تم غالب آئے تو تمہیں نقد انعام بھی ملے گا اور تم فرعونی دربار کے مصاحب مقرر ہو جاؤ گے“۔ غرض فرعون، مصر کی رعایا کی بڑی تعداد، اور جادوگر، اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام یہ سب میدان میں آئے۔ اور جادوگروں نے فرعون کے اقبال کو اپنا حمایتی ٹھہرا کر اپنی وہ لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں۔ سب طرح طرح کے سانپ ہو گئے، جن سے تمام میدان بھر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈالا جب وہ بہت بڑا اثر دھا بن کر جادوگروں کے سب سانپوں کو نکل گیا، جادوگر تو اپنے فن کے استاد تھے، فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کارخانہ جادو کا نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سے بڑا جادوگر یہی کر سکتا تھا کہ ہمارے جادو کے اثر کو مٹا دیتا جس سے اصلی لکڑیاں اور رسیاں باقی رہ جاتیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ اصل لکڑیوں اور رسیوں کو بھی نکل گیا تو یہ جادو نہیں بلکہ تائید آسمانی ہے۔ اس بھید کو سمجھ کر سب جادوگر شریعت موسوی کے تابع ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مان کر سجدہ میں گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر فرعون نے جادوگروں کو دھمکایا کہ بغیر میرے حکم کے ایمان لے آئے، اس کی سزا جو کچھ ہوگی اس کا حال تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یا تمہارے استاد ہیں جن کے جادو کو تم نے اپنے جادو سے بڑا جان لیا۔

فَجِئِمَ السَّحَرَةُ لِبَيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝۳۸ وَ قِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ
 أَنْتُمْ مُجْتَبِعُونَ ۝۳۹ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمْ
 الْغَالِبِينَ ۝۴۰ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَنَا لَا جُرْأ
 إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝۴۱ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَبِئْنَ
 السُّقْرَاءِ بَيْنَ ۝۴۲ قَالَ لَهُمْ مُوسَى الْقَوْمَا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝۴۳ فَالْقُوا
 جِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۝۴۴
 فَالْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝۴۵ فَالْقَى
 السَّحَرَةَ سُجَّدِينَ ۝۴۶ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۴۷ رَبِّ مُوسَى وَ
 هَارُونَ ۝۴۸ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ ج

پس سب جادوگر ایک معین دن کے وقت پر جمع کئے گئے ۳۸ اور لوگوں سے کہا گیا کہ کیا تم بھی جمع ہو گے ۳۹ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر وہ غالب ہو جائیں ۴۰ پھر جب جادوگر آئے تو فرعون سے کہا: ”کیا ہمیں کچھ صلہ ملے گا اگر ہم غالب رہیں“ ۴۱ فرعون نے کہا: ”اور بیشک اس وقت تم میرے مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے“ ۴۲ موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو ڈالو ۴۳ پس انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاشیاں ڈال دیں اور کہنے لگے: ”فرعون کے اقبال کی قسم! بیشک ہم ہی غالب رہیں گے“ ۴۴ پس موسیٰ نے بھی اپنا عصا ڈالا پھر تو وہ فوراً (اڑدہا بن کر) ان کے شعبدوں کو جو بنا رہے تھے نکلنے لگا ۴۵ پس (یہ دیکھ کر) جادوگر سجدہ میں گر پڑے ۴۶ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا پروردگار ہے ۴۷ جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے ۴۸ فرعون نے کہا: ”کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں۔“

إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ
 لَأَقْطَعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ۖ وَأَوْصَلِّيَنَّكُمْ
 أَجْعَلِينَ ۖ ﴿٢٩﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ ۗ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۗ ﴿٣٠﴾ إِنَّا
 نَظْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا ۚ إِنَّ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ۗ ﴿٣١﴾ وَ
 أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي ۖ إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۗ ﴿٣٢﴾

بیشک وہ تمہارا سب کا استاد ہے کہ جس نے تم کو جادو سکھایا، پس اب تم جان جاؤ گے کہ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا (تا کہ اوروں کو عبرت ہو) ﴿۳۰﴾ وہ بولے: ”(ہمارا اس میں) کچھ نقصان نہیں بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹنے والے ہیں ﴿۳۱﴾ بیشک ہم کو امید ہے کہ ہمارا پروردگار ہماری خطائیں بخش دے اس سبب سے کہ ہم (اس موقع پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے ﴿۳۲﴾ اور ۲۔ موسیٰ کی طرف ہم نے وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل۔ بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا ﴿۳۳﴾

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جب جادوگر لوگ سجدہ میں گر پڑے اور ایمان لے آئے اس وقت فرعون نے سزا کا حکم سنایا، اور کہا کہ پہلے میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹوں گا، اور پھر تم کو سولی پر چڑھاؤں گا۔ کیونکہ تم نے میری مرضی کے خلاف کام کیا ہے۔ فرعون کی دھمکی کا جواب جادوگروں نے یہ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم کو تو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہی ہے، اور ہم اس موقع پر حاضرین میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوئے ہیں تو ہم کو دنیا کے عذاب کا کچھ خوف نہیں ہے۔ بلکہ ہم کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ نادانی سے اتنے دنوں تک اللہ کی نافرمانی اور قصور واری میں جو ہم نے عمر گزاری ہے، اس وحدانیت کے طفیل سے وہ ہمارے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فرعون کا ڈوب کر ہلاک ہونا

۲۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اہل دربار پر خدا کی وحدانیت قائم کر چکے، اور وہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو اب سوائے عذاب الہی کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم کیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے ایک رات اپنے ساتھ لے کر چلے جاؤ۔ اس وقت بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم سے بہت ساز پور مانگ لیا تھا کہ آج

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۲﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ
 قَلِيلُونَ ﴿۵۳﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَاغَاءٌ يَأْتُونَ ﴿۵۴﴾

(پس وہ چلے) اب فرعون نے لشکر جمع کرنے کیلئے شہروں میں نقیب دوڑا دیئے ﴿۵۲﴾ کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے ﴿۵۳﴾ اور بیشک انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے ﴿۵۴﴾

ان کے ہاں ایک شادی ہے، ہم اپنی بیبیوں کو پہنائیں گے۔ بعد فارغ ہونے کے واپس کر دیں گے۔ جب صبح ہوئی تو فرعون نے ایک آدمی بھی بنی اسرائیل کا مصر میں نہ دیکھا، اس پر فرعون کو جوش آیا، اور بہت غضب ناک ہو کر فرعون نے شہروں میں جلدی سے نقیب دوڑا دیئے۔ اور کہلا بھیجا کہ بنی اسرائیل کی ایک تھوڑی سی جماعت ہے، ان سے ہم کو ہر وقت غصہ کی باتیں پہنچتی رہتی ہیں۔ بیشک ہماری جماعت ہوشیار اور ہتھیار لگائے ہوئے ہے۔ ہم پوری طرح مقابلہ کریں گے۔ پھر جن لوگوں کا تقدیر الہی میں ہلاک ہونا تھا ان کو فرعون نے ساتھ لیا، اور بنی اسرائیل کے پکڑنے کو چلا۔ اسی کو فرمایا: ”پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں سے اور عمدہ گھروں سے نکال کر باہر کیا، کیونکہ یہ بات اسی طرح مقرر تھی۔ اور ہم نے ان مکانوں کا اور باغوں اور نہروں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا“، اور فرعون کے لشکر میں سولہ لاکھ آدمی تھے۔ پھر فرعون اور اسکے لشکر کے لوگ سورج نکلنے وقت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل کے پیچھے پڑے۔ جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو بنی اسرائیل گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو پھنس گئے، اب یہ لوگ ہم کو پکڑ لیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”تم تک کوئی نہیں پہنچ سکتا ڈرو نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھ کو راستہ بتا دے گا“۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم کیا کہ اپنا عصا دریا میں مارو، عصا کے مارتے ہی دریا میں بارہ راستے ہو گئے۔ پس ایک ایک ٹکڑا بڑے پہاڑ کے برابر ہو گیا۔ اور ادھر فرعون کے لشکر جمع ہو گئے یعنی سب دریائے قلم کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ فرعون جب دریا کے کنارے پر پہنچا اور اس حال کو دیکھا تو اپنی قوم سے جو کہ نہایت احمق تھے، کہنے لگا کہ تم دیکھتے ہو کہ میری ہیبت سے دریا پھٹ گیا۔ ہا مان نے فرعون سے بطور مشورہ کے کہا کہ یہ سب موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ تو اس میں گھس پڑے اور اپنے آپ کو ہلاک کر دے۔ فرعون نے یہ سن کر چاہا کہ اپنے گھوڑے کو ادھر سے بچالے، ناگاہ جبریل علیہ السلام مادہ گھوڑے پر سوار ہو کر دریا میں گھس پڑے فرعون کا گھوڑا گھوڑی کو دیکھ کر بگڑ گیا، اور قابو سے نکل گیا اور دریا میں جا پڑا۔ اس کے ساتھ سارا لشکر گھس پڑا اور میکائیل علیہ السلام لشکر کو پیچھے سے ہانکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سب لشکر دریا میں جا پڑا، اور دریا برابر ہو گیا اور سب ہلاک ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل سلامتی سے پار ہو گئے۔ ان سب باتوں میں خاص کائنات دینے اور غرق کرنے میں عبرت کی بڑی نشانی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں، اور بیشک تمہارا رب تو زبردست رحم کرنے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے اپنی رحمت سے مہلت دیتا ہے، پھر جب وہ لوگ مہلت پر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو ان کی ایسی گرفت کرتا ہے کہ ان کو بالکل ہلاک کر دیتا ہے“

وَإِنَّا لَجَبِيحٌ حَذِرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٧﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٥٨﴾ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ فَاتَّبَعُوهُمْ مُّشْرِقِينَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَبُعُ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿٦٣﴾ وَازْلُقْنَا ثُمَّ الْآخَرِينَ ﴿٦٤﴾ وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾ وَآتَىٰ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾

وقف لازمہ

اور بے شک ہم سب ساز و سامان (اور باقاعدہ فوج رکھتے ہیں) ﴿٥٦﴾ (خدا تعالیٰ فرماتا ہے): ”پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں ﴿٥٧﴾ اور خزانوں اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا ﴿٥٨﴾ ہم نے (ان کے ساتھ تو) ایسا ہی کیا اور (ان کے بعد) بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث کر دیا ﴿٥٩﴾ پھر فرعونیوں نے دن نکلنے ان کا پیچھا کیا ﴿٦٠﴾ پھر جب دونوں جماعتیں (ایسی قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں ﴿٦١﴾ تو موسیٰ کے ہمراہی کہنے لگے کہ بیشک وہ ہم تک آ پہنچے موسیٰ نے کہا: ”ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی راہ دکھائے گا“ ﴿٦٢﴾ پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مار (موسیٰ نے عصا مارا) تو فوراً دریا پھٹ گیا پس (پانی کا) ہر حصہ ایسا ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ ﴿٦٣﴾ اور ہم دوسرے فریق کو اس مقام کے قریب لائے ﴿٦٤﴾ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچا لیا ﴿٦٥﴾ پھر دوسروں کو ڈبو دیا ﴿٦٦﴾ بیشک اس قصہ میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے ﴿٦٧﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار وہی غالب مہربان ہے ﴿٦٨﴾ اور لے (تم) ان لوگوں کو ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنا دو ﴿٦٩﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

لے اے پیغمبر! تم ان مشرکوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرو۔ یہ اپنے آپ کو ان کی ہی طرف نسبت کرتے ہیں، اور ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرزندگی کا بڑا دعویٰ ہے، اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ذرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تو

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ
لَهَا عَافِيَةً ﴿۴۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ ﴿۴۲﴾

جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کو پوجتے ہو ﴿۴۰﴾ انہوں نے کہا: ”ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن جمائے بیٹھے رہتے ہیں“ ﴿۴۱﴾ اور ابراہیم نے فرمایا: ”کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو ﴿۴۲﴾

پڑھ کر سنا دو ہمارے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا معاملہ تھا، اور یہ جو اپنے آپ کو ان کی اولاد بتاتے ہیں، یہ ہمارے ساتھ کس طرح معاملہ رکھتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ دادا اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوجتے ہو۔ اگر چہ وہ بھی جانتے تھے کہ بتوں کو پوجتے ہیں، مگر ان کو الزام دینے کے لئے ان سے سوال کیا۔ اس کے جواب میں بولے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں، اور ہم ان ہی پر جسے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں، جب تم ان کو پکارتے ہو، یا تم کو نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں“۔ ان لوگوں نے کہا: ”کچھ نہیں“۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”پھر جس کو آدمی اپنا معبود بناتا ہے، اس میں اتنی بات تو ضرور دیکھ لیتا ہے کہ یہ میری بات کو سنتا ہے، اور مجھ کو نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ تم نے جو ان پتھروں کے بتوں کو جو تم سے بھی زیادہ محتاج ہیں، تم سن سمجھ تو لیتے ہو، وہ تو اس قدر بھی نہیں۔ کیا سمجھ کر تم نے ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اس کے جواب میں کہا کہ یہ باتیں جو تم دریافت کرتے ہو، وہ ہمارے معبودوں میں نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو تم خود اور تمہارے باپ دادا پوجتے ہوئے چلے آئے، تم نے بھی اس کو کچھ دیکھا بھالا۔ کیا باطل چیز بہت سے پچھلوں یا انگلوں کے کرنے سے حق بن جاتی ہے، جو تم ایسا جواب دیتے ہو۔ کیا تمہارے باپ دادا کے پاس کوئی دلیل تھی وہ بھی ایسے ہی کہتے چلے گئے، تم سب کے سب جھوٹے ہو۔ جب تم ان بتوں کی عبادت پر کچھ دلیل نہ لاسکے تو میں تمہارے بتوں کا دشمن ہوں۔ تم میں اور تمہارے بتوں میں طاقت ہے تو میرے ساتھ جو بد سلوکی ہو سکے وہ کرو۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کئے کہ اس نے مجھ کو پیدا کیا، وہی مجھے ہدایت کرتا ہے، اور کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔ اور وہی مجھ کو وقت پر وفات دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور اسی سے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف کرے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے رب! مجھ کو دین کا علم دے، اور مجھ کو نیکوں میں شامل کر لے، اور آئندہ آنے والی امتوں میں مجھے نیک نام بنا دے کہ وہ میری صفت اور ثناء بیان کیا کریں۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی کہ سب امتیں ابراہیم علیہ السلام کی ثناء گو ہیں، اور یہ کہ مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر دئے اور میرے باپ کو توفیق ایمان کی دے کر ان کی مغفرت فرما، کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقعہ پا کر ان بت پرستوں کے بتوں کو جو توڑ ڈالا تھا اس کا قصہ سورہ انبیاء میں گذر چکا ہے۔

أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٤٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ
 يَفْعَلُونَ ﴿٤٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٤٥﴾ أَنْتُمْ وَأَبَاءُكُمْ
 إِلَّا قَدَمُونَ ﴿٤٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ الَّذِي
 خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٤٩﴾ وَإِذَا
 مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِي يُبَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٥١﴾ وَالَّذِي
 أَطْعَمُنِي أَنْ يُغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا
 وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٥٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي
 الْآخِرِينَ ﴿٥٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ الْجَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٥٥﴾ وَاعْفُرْ لِي
 إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٦﴾

یا تم کو نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں ﴿٤٣﴾ ان لوگوں نے کہا: ” (کچھ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے
 پایا ہے ﴿٤٤﴾ فرمایا: ” کیا تم نے اس چیز کو (غور سے) دیکھا بھی جس کو تم پوج رہے ہو ﴿٤٥﴾ اور تمہارے اگلے باپ
 دادا بھی ﴿٤٦﴾ بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم (میرا دوست ہے) ﴿٤٧﴾ وہ جس نے مجھے پیدا کیا پس
 وہی مجھے راہ دکھائے گا ﴿٤٨﴾ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ﴿٤٩﴾ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے وہی شفا دیتا
 ہے ﴿٥٠﴾ اور وہی مجھے وفات دے گا پھر وہی مجھے زندہ کرے گا ﴿٥١﴾ اور وہ جس کی مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن
 میری خطائیں بخشے گا ﴿٥٢﴾ اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور (مراتب قرب میں) مجھ کو (اعلیٰ درجہ
 کے) نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما ﴿٥٣﴾ اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ ﴿٥٤﴾ اور مجھ کو جنت
 النعیم کے وارثوں میں سے کر دے ﴿٥٥﴾ اور میرے باپ کو (توبہ و ایمان کی توفیق فرما کر) بخش دے، بیشک وہ گمراہ
 لوگوں میں سے ہے ﴿٥٦﴾

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿۸۸﴾ إِلَّا
 مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۹۰﴾ وَ
 بُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ﴿۹۱﴾

اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن ۱۔ سب اٹھائے جائیں گے ﴿۸۷﴾ جس دن (نجات کے لئے) نہ مال کام آوے گا اور نہ
 بیٹے ﴿۸۸﴾ مگر ہاں (اس کی نجات ہوگی) جو اللہ کے حضور میں دل سلامت (یعنی بے عیب) حاضر ہوا ﴿۸۹﴾ اور اس
 دن ۲۔ پھر ہیز گاروں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی ﴿۹۰﴾ اور گمراہوں کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جائے گی ﴿۹۱﴾

قیامت کے دن کے واقعات

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے باپ آذر کی بت پرستی سے بیزار ہو کر باپ سے جدا ہونے لگے تو باپ کے حق میں
 دعائے خیر کرنے کا وعدہ انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، اور اپنے باپ کے لئے دعاء مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے کہ اے
 رب! میرے باپ کو توفیق ایمان کی دیکر ان کی مغفرت فرما، کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے، اور مجھے قیامت کے دن رسوا نہ
 کرنا۔ قیامت کا وہ دن کہ مال اور اولاد اس دن نفع نہ دے گی مگر اس شخص کو جو اپنے اللہ کے پاس شرک اور کفر سے پاک دل
 لے کر گیا، اور جنہوں نے دنیا میں خیرات اور صدقات کئے ہوں گے، اور اس کا بدلہ وہاں پائیں گے، اور اولاد بھی کام آئے
 گی، اور جوان کی چھوٹی اولاد مر گئی ہے، اور اس پر صبر کیا ہے، تو اس کا اجر پائیں گے۔ اور وہ بچے ان کو اپنے ساتھ جنت میں
 داخل کرائیں گے۔ غرض جب خدا کے ساتھ دل کو اخلاص ہے تو یہ سب کچھ کام آئے گا، ورنہ کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے
 کہ جب آدمی مرتا ہے اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے: ﴿۱﴾ ایک صدقہ جاریہ ﴿۲﴾ دوسرا وہ مال جس سے لوگ نفع
 اٹھائیں ﴿۳﴾ تیسری نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

۲۔ دنیا میں جن لوگوں نے جنت میں داخل ہونے کے لائق کام کئے ہیں جنت قریب لائی جائے گی، اور گمراہوں کیلئے دوزخ
 سامنے ظاہر کی جائے گی۔ اور نکلے گی دوزخ میں سے ایک گردن، پھر اس طرح چنچے گی کہ دل دہل جائیں گے۔ یہ جھڑکی کے طور
 پر دوزخیوں سے وہ آگ کی گردن یہ کہے گی کہ کہاں ہیں وہ، جن کو تم پوجتے تھے اللہ کو چھوڑ کر۔ پھر اوندھے ڈالے جائیں گے
 دوزخ میں سب گمراہ اور تمام لشکر شیطان کا۔ جب وہ اس دوزخ میں جھکڑیں گے تو بہکنے والوں سے کہیں گے: ”قسم خدا کی! ہم
 کھلی گمراہی میں تھے جبکہ اے جھوٹے معبودو! تم کو ہم عبادت میں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے، اور ہم کو کسی نے گمراہ نہیں
 کیا تھا مگر ان بدکاروں نے۔ پھر اب کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والا اور نہیں کوئی دوست ہمارا محبت کرنے والا۔ سب یہاں
 کا معاملہ دنیا کے برعکس ہو گیا وہاں جس کو اپنا پیشوا اور مددگار جانتے تھے، وہی گمراہ کر نیوالے اور ہمارے دشمن نکلے۔“

إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ
 لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ
 لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝

پیشک اس قصہ میں (عبرت والوں کیلئے) ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ۱۳ اور پیشک تمہارا پروردگار وہی غالب، مہربان ہے ۱۴ نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ۱۵ جبکہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا: ”کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے ۱۶ پیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں“ ۱۷

آئے گی۔ آخر فرمایا کہ دنیا میں عقلمندی کا انجام جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتلادیا ہے یہ اس کی عبرت کی نشانی ہے۔ لیکن جو لوگ گمراہ ہیں وہ کسی نشانی سے راہ راست پر نہیں آنے والے۔ یہ اللہ کی ایک رحمت ہے جو اس نے ایسے لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے۔ ان آیتوں میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام سے شروع فرما کر چند رکوع میں کئی نبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا، اور دیگر تمام انبیاء کو بھی جھٹلایا۔ ایک نبی کو جھٹلانا اور اس کے حکم کی تعمیل نہ کرنا حقیقت میں سب انبیاء کو ہی جھٹلانا ہے۔ اس میں سب کے حکم کی نافرمانی پائی گئی اور سب کی تکذیب ہوئی۔ جب ان کے ہم قوم بھائی نوح علیہ السلام نے یہ کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، اور بتوں کو پوجتے ہو۔ پیشک میں تمہارے لئے خدا کی طرف سے امانت دار رسول ہو کر آیا ہوں۔ میری امانت اور دیانت پر تم لوگ بھی اتفاق کرتے ہو۔ ہمیشہ سے تم میں رہتا سہتا ہوں، کسی اور ملک یا اور قوم یا اور زبان کا آدمی نہیں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور جو میں کہوں اس کی اطاعت کرو، اور میں تو تم سے تبلیغ رسالت پر دنیوی کچھ مزدوری نہیں مانگتا۔ جو تم کو ناگوار گذرے، میری جزا تو خدا کے پاس ہے۔ یہ تو صاف میرے صدق کی دلیل ہے اگر میں جھوٹا رسول ہوتا تو ضرور مجھ کو تم سے کسی نفع کی طمع ہوتی، جو اپنے آپ کو رسول بتاتا۔ پس خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ تب احمقوں نے اس کا یہ جواب دیا: ”کیا ہم تمہارے اوپر ایمان لے آئیں، حالانکہ تمہارے ساتھ تو ذلیل لوگ ہیں“۔ یہ بات انہوں نے غرور سے کہی۔ غربا کے پاس بیٹھنا انہیں گوارا نہ تھا، اس میں وہ اپنی کسر شان جانتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ ذلیل سے مراد ان کی غربا اور پیشہ ور لوگ تھے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ مجھ کو ان غریب لوگوں کے پیشے سے کچھ سروکار نہیں، میں تو غریب، پیشہ ور اور شریف ہر ایک کو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور ظاہر میں جو شخص میری نصیحت پر عمل کرے، اس کو میں نیک جانتا ہوں۔ ان کے دل کا حال اللہ کو معلوم ہے، اور ہر شخص کی نیت کا معاملہ اس کو خوب روشن ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝۱۸ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
 أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۹ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝۲۰ قَالُوا
 أَنْتُمْ مِنْ لَدُنْكَ وَاتَّبَعْنَا إِلَّا نَمْلُونَكُمْ ۝۲۱ قَالَ وَمَا عَلَّمْتُمُ
 بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۲۲ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَو تَشْعُرُونَ ۝۲۳ وَمَا أَنَا
 بِبَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۝۲۴ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۲۵

پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ۝ اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب
 العالمین ہی کے ذمہ ہے ۝ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ۝ قوم نے کہا کہ کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں
 حالانکہ تمہارے ساتھ تو کہنے لوگ ہوئے ہیں ۝ نوح نے فرمایا کہ مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں ۝ ان کا
 حساب لے تو میرے پروردگار کے ذمہ ہے اگر تم سمجھو (تو ان کو برانہ کہو) ۝ اور میں مسلمانوں کو اپنے پاس سے
 دور کرنے والا نہیں ۝ میں تو صرف صاف صاف ڈرسانے والا ہوں ۝

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا

۱۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا: ”اے کاش! اگر تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو تو پھر تمہارا کچھ اعتراض باقی نہیں رہتا، اور تم
 لوگوں کے کہنے سے میں ان غریب ایمانداروں کو اپنی مجلس سے نکال نہیں سکتا“۔ قوم کے لوگوں نے نوح علیہ السلام کی ان
 باتوں کا یہ جواب دیا کہ اے نوح! اگر تم اپنی اس طرح کی باتوں سے باز نہ آؤ گے، تو ہم تم کو پتھروں سے سنگسار کر دیں گے۔
 آخر مجبور ہو کر نوح علیہ السلام نے بددعا کی اور سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے فرمانبردار لوگوں کے باقی ساری قوم طوفان
 میں غرق ہو گئی۔ اسی کو فرمایا کہ رسولوں کی مخالفت کرنے والوں کیلئے اگرچہ اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے، مگر جو لوگ علم الہی
 میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں وہ راہ راست پر نہیں آنے والے۔ اور ایسے لوگوں کی سرکشی اگرچہ ہر وقت قابل سزا ہے، لیکن اللہ
 تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جب تک ایسے لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے۔ اس وقت تک وہ سرکشی کر لیں پھر جب کہ اللہ تعالیٰ اس
 کو پکڑے گا، تو اس کی پکڑ بہت زبردست ہے۔ طوفان کا پورا قصہ سورۃ ہود میں گذر چکا ہے۔ نوح علیہ السلام چالیس برس کی عمر
 میں نبی ہوئے اور طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو برس اپنی قوم کو وہ نصیحت کرتے رہے۔ جس نصیحت کے اثر سے آدمی راہ
 راست پر آئے اس کے بعد طوفان آیا حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار برس سے اونچی تھی قرآن شریف میں جگہ جگہ پچھلے
 قصے بیان فرمائے گئے ہیں تاکہ مشرکوں کو اپنے آئندہ کے انجام سے خوف ہو۔

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنْتَهِ يَنْوَحُوا لِتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالَ رَبِّ
 إِنَّ قَوْمِي كَذِبُونَ ﴿۱۱۳﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ
 مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۴﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلِّ
 السُّحُورِ ﴿۱۱۵﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدَ الْبَاقِينَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ
 كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۱۷﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۱۸﴾
 كَذَّبَتْ عَادُ الْبُرْسَلِينَ ﴿۱۱۹﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا
 تَتَّقُونَ ﴿۱۲۰﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۲۱﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ج

انہوں نے کہا: ”اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو ضرور سنگسار کیا جائے گا“ ﴿۱۱۲﴾ نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلایا ﴿۱۱۳﴾ پس تو میرے اور ان کے درمیان پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کو نجات دے ﴿۱۱۴﴾ پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں تھے بچالیا ﴿۱۱۵﴾ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا ﴿۱۱۶﴾ بیشک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۱۷﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب مہربان ہے ﴿۱۱۸﴾ عاد نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿۱۱۹﴾ جب کہ ان سے ان کے ہم قوم ہود نے کہا: ”کیا تم (اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے ﴿۱۲۰﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ﴿۱۲۱﴾ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۲۲﴾

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا

اے اوپر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کا ذکر تھا، نوح علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی ہود علیہ السلام گذرے ہیں، اس میں ان کی امت کا ذکر ہے۔ شروع میں حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو وہی نصیحت کی، جو نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو کی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا ایک شخص عادت تھا۔ اس کی اولاد کو حضرت ہود علیہ السلام کی امت کہتے ہیں۔ فرمایا ”یہ لوگ جو اونچے مکان اور بلند جگہیں اپنی شہرت اور فخر کے لئے بناتے ہیں، اور یہ لوگ بڑی لاگت کے اور کاریگری کے مکان تیار کراتے ہیں، دنیا کے اندر ہمیشہ رہنے کی امید میں یہ ان کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔ بے فائدہ عمارتوں کے بنانے سے ہود علیہ السلام نے ان لوگوں کو روکا کہ اے لوگو! تم ایسے باغ اور مکان کیوں بناتے ہو، جو تمہاری دنیا میں چند روز رہنے

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۷﴾
 اتَّبُونَ بِكُلِّ رَائِعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ
 تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَ إِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ
 أَطِيعُوا ﴿۱۳۱﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُمْ
 بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
 يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾

اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۲۷﴾ کیا تم ہر بلندی پر ایک نشانی (کے طور پر عمارت) بناتے ہو ﴿۱۲۸﴾ بے فائدہ راہ گیروں سے ہنسنے کو، اور مضبوط محل بناتے ہو (اس خیال سے گویا تم ہمیشہ (دنیا میں) رہو گے ﴿۱۲۹﴾ اور جب تم کسی پر گرفت کرتے ہو (یعنی قتل وغیرہ کے لئے) تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو ﴿۱۳۰﴾ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۳۱﴾ اور اس خدا سے ڈرو کہ جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے کہ جن کو تم جانتے ہو ﴿۱۳۲﴾ تمہاری مدد کی چو پالیوں سے اور اولاد ﴿۱۳۳﴾ سے اور باغوں سے اور چشموں سے ﴿۱۳۴﴾ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ﴿۱۳۵﴾

کی ضرورت سے زائد ہیں۔ تم کو معلوم نہیں پچھلے لوگ اتنا کچھ بنا کر پھر آخیر کو یہیں چھوڑ گئے۔ دنیا ایک چند روزہ عارضی مقام ہے۔ جب ہود علیہ السلام نے اپنی امت کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نعمتیں یاد دلا کر، بے فائدہ عمارتیں بنانے سے، اور آپس کے ظلم و زیادتی سے منع کیا۔ تو امت کے لوگوں نے سرکشی سے یہ جواب دیا کہ اے ہود علیہ السلام! تم ہم کو نصیحت کرو یا نہ کرو، تم تمہاری ایک نہ مانیں گے۔ اور پچھلے لوگوں کی عادت کے موافق عیش و عشرت سے اپنی زندگی بسر کریں گے۔ اور جس عذاب سے تم ہر وقت ہم کو ڈراتے ہو اس سے ہم نہیں ڈرتے۔ اس کے بعد سورۃ ہود میں گزر چکا ہے کہ ایک سخت آندھی کے عذاب سے یہ قوم ہلاک ہوئی۔ اسی کو فرمایا: ”ایسی شہہ زور قوم کا ہوا جیسی چیز سے ہلاک ہو جانا، اللہ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ لیکن علم الہی میں جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں، وہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں سے بالکل غافل ہیں۔ اور بیشک تمہارا پروردگار زبردست اور مہربان ہے۔“

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعُتَّتْ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ ۗ إِنَّ هَذَا
 إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ۗ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۗ فَكَذَّبُوهُ
 فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۗ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۗ
 وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۗ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۗ
 إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلا تَتَّقُونَ ۗ إني لَكُمْ رَسُولٌ
 أَمِينٌ ۗ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۗ

انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو ۗ یہ تو پس اگلے لوگوں کا ایک دستور ہے ۗ اور (تم جو عذاب سے ڈراتے ہو تو) ہم کو عذاب نہ ہوگا ۗ پس ان لوگوں نے (ہود کو) جھٹلایا پھر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، بیشک اس قصہ میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ۗ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب، مہربان ہے ۗ ثمود نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا ۗ جبکہ ان سے انکے ہم قوم صالح نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے ۗ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ۗ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ۗ

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی امت کو نصیحت کرنا

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام سے سلسلہ شروع ہو کر یہ تیسرے پیغمبر صالح علیہ السلام ہیں جو ہود علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے۔ قوم ثمود ان کی امت کا نام ہے۔ شروع میں حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو وہی نصیحت کی ہے جو نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام نے اپنی امت کو کی تھی۔ پھر صالح علیہ السلام نے فرمایا کیا تم دنیا کے مزوں اور یہاں کی خوشیوں میں امن سے چھوڑ دیئے جاؤ گے، جو باغوں اور چشموں اور کھیتوں میں، اور کھجوروں میں جن کے نرم اور نازک خوشے ہوتے ہیں، یعنی دنیا میں تم کو ہمیشہ مزے اڑانے کے لئے رہنا نہیں ہے۔ ایک مدت معین تک کچھ کھاپی لو، چین کر لو، کیا تم سمجھ رہے ہو کہ ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ جو ایسے مغرور اور بے ہوش ہو رہے ہو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ تم کو بہت جلد ایسے جہان کی طرف سفر کرنا ہے کہ وہاں تم سے ایک ایک سانس کا حساب لیا جائے گا۔ اگر کچھ عقل رکھتے ہو تو وہاں کا سامان کر لو، اس عالم کی نعمتوں کو زوال نہیں۔ اور تم پہاڑوں سے تراش تراش کر مکان بناتے ہو کارگیری کے ساتھ۔ روایت ہے کہ وادی حجر میں ان لوگوں نے دو ہزار مکان پہاڑوں میں تراش کر بنائے تھے۔ پس خدا سے ڈرو، اور میری تابعداری کرو۔ دنیا کی لذتوں اور دنیا

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۵﴾
 أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هُمْ بِأَمِينٍ ﴿۱۳۶﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۷﴾

اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ تو نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۳۵﴾ کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ ﴿۱۳۶﴾ باغوں میں اور چشموں میں ﴿۱۳۷﴾

کی عزت اور جاہ کی طلب میں ایسے مدہوش ہو رہے ہو کہ تم کو عاقبت کی کچھ خبر نہیں۔ ایسے ایسے مکان بناتے ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید قیامت تک کے رہنے کا سامان ہے۔ بھلا کوئی رہا ہے اس جہان میں۔ جو کچھ عاقبت کیلئے کر لو گے تو اس جہان میں اس کے بدلے میں بڑے بڑے عیش اور آرام پاؤ گے۔ تمہاری عبادت سے اللہ کا نفع متعلق نہیں، سراسر اپنے نفع کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اپنی تباہی لیتے ہو، یہ کیا عقل کی بات ہے۔ اور ان حدود بندگی سے نکل جانے والوں کی بات پر نہ چلو جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ اور اصلاح کی بات نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی اطاعت نہ کرو جو مفسد ہیں، وہ تو فساد کی ہی تعلیم کریں گے۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ قوم ثمود نے ان کو یہ جواب دیا تھا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے، تم تو ہماری طرح کے ایک معمولی آدمی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ لاؤ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پوچھا: ”بولو تم کیا معجزہ مانگتے ہو؟“ تو وہ ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ ہم جب جائیں گے تم اس پتھر سے اونٹنی نکال کر دکھا دو۔ صالح علیہ السلام نے اپنے اللہ سے دعا کی اور انکی دعا مقبول ہوئی۔ پتھر میں سے اونٹنی نکل آئی۔ حضرت صالح علیہ السلام: ”نے کہا یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کو پانی پینے دیا کرو اور دوسرے دن تمہارا حصہ ہے۔ اور اس کو ایذا دینے کیلئے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تم پر عذاب الہی ٹوٹ پڑے گا۔“ لیکن ان کو تو ہدایت مطلوب نہ تھی وہ تو معجزہ مانگ کر ٹال دیتے تھے۔ ان کی یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ معجزہ ظاہر کرنے کے بعد ہم ایمان لائیں گے۔ جس وقت معجزہ دیکھ لیا اور حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اونٹنی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا، تو ضد کر کے اس کے خلاف ہی کیا کہ جس کام کو یہ منع کریں اس کو ضرور کرنا چاہئے، نفع ہو یا نقصان۔ پس اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر جب عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو اپنی حرکت پر شرمندہ ہوئے، لیکن یہ شرمندگی کس کام آسکتی تھی۔ موافق وعدہ صالح علیہ السلام کے عذاب نے آ پکڑا اور ہلاک ہو کر رہے۔ جبریل علیہ السلام کے ایک چیخ مارنے سے سب ہلاک ہوئے، اور اپنے کئے کے نتیجہ کو پہنچے۔ بیشک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے تاکہ معلوم کر لو کہ بعد معجزہ دکھلا دینے کے پھر کفر کرنا موجب سخت عذاب کا ہو جاتا ہے۔ کفار مکہ کے لئے ہم نے یہ قصہ سنایا ہے تاکہ نصیحت پکڑ جائیں۔ جب معجزہ آنکھوں کے سامنے رسول نے دکھا دیا تو اب کفر کرنے کا کیا موقع باقی رہا۔ اور ان آیات کے دیکھنے کے بعد بھی کفار کفر کریں اور ایمان نہ لائیں، تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ جیسے ان امتوں کو ہم نے ان کے کئے کو پہنچا دیا، ہم ان کو بھی وہی کر دکھائیں گے۔ بیشک تمہارا پروردگار البتہ وہی غالب ہے وہ اپنا انتقام لینے سے عاجز نہیں ہے، اور رحیم بھی ہے کہ عذاب کو فوراً نازل نہیں کرتا بلکہ تاخیر کرتا ہے تاکہ توبہ کر لیں۔

وَذُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلَعُهَا هُضِيمٌ ۝۱۳۸ وَتَخْتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا
 فَرِهِينَ ۝۱۳۹ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ۝۱۴۰ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ
 السُّرْفِيِّنَ ۝۱۴۱ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝۱۴۲
 قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝۱۴۳ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ۝۱۴۴
 فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝۱۴۵ قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ
 وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ۝۱۴۶ وَلَا تَمْسُوهَا بِسَوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ
 يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۱۴۷ فَعَقَرُوهَا فَاصْبَحُوا نَدِيمِينَ ۝۱۴۸ فَأَخَذَهُمُ
 الْعَذَابُ ۝۱۴۹ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۝۱۵۰ وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۱۵۱
 إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۱۵۲

کھیتوں اور ایسی کھجوروں میں کہ جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں ۝ اور تم پہاڑوں میں کاریگری سے
 گھر تراشتے ہو ۝ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ۝ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو ۝ وہ جو زمین
 میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ۝ ان لوگوں نے کہا کہ تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے ۝ تم تو
 ہماری طرح کے ایک آدمی ہو، پس کوئی نشانی لاؤ اگر تم سچے ہو ۝ صالح نے کہا: ”یہ اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے
 ایک دن اس کی باری ہے اور ایک معین دن تمہارے پینے کی باری ہے ۝ اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے
 ساتھ ہاتھ مت لگانا، ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا“ ۝ پس انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں،
 پھر پشیمان ہوئے ۝ پس ان کو عذاب نے آ پکڑا، بیشک اس قصہ میں (عبرت والوں کے لئے) ضرور نشانی ہے
 اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ۝ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب، مہربان ہے ۝

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا
تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ج
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنَّا أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٣﴾ ط
أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ
رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٥﴾ قَالُوا لَئِن لَّمْ
تَنْتَهَيْلُوا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٦٦﴾

لوطؑ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ﴿۱۶۰﴾ جبکہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: ”کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے ﴿۱۶۱﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ﴿۱۶۲﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۶۳﴾ اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۶۴﴾ کیا تم مخلوق میں مردوں سے بد فعلی کرتے ہو ﴿۱۶۵﴾ اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے جو روئیں (تمہاری بیویاں) بنائیں، بلکہ (اصل بات یہ ہے) تم حد سے گزر جانو اے لوگ ہو ﴿۱۶۶﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے ﴿۱۶۷﴾

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر

اب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور ان کی نافرمانی، اور اس نافرمانی کے سبب سے ان پر عذاب نازل ہونے کا بیان کیا جاتا ہے۔ لوط علیہ السلام کی قوم نے ہمارے سچے رسولوں کو جھوٹا بتایا۔ اس لئے کہ ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہے، جیسا کہ پہلی آیتوں میں گذر چکا ہے۔ جب ان سے لوط علیہ السلام نے کہا: ”کیا تم اپنے زبردست خدا سے نہیں ڈرتے، میں تمہارے لئے خدا کے پاس سے امانت دار رسول بھیجا ہوا آیا ہوں“۔ غرض یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو وہی نصیحت کی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو کی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی امت نے نیا گناہ ایجاد کیا تھا کہ عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے بد فعلی کیا کرتے تھے۔ مدت تک حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو نصیحت کی مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور ایک شخص بھی ان میں سے راہ راست پر نہ آیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو انسان کی صورت میں ان کے عذاب کے لئے بھیجا۔ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں مہمان بن کر اترے۔ حضرت لوط علیہ

قَالَ إِنِّي لِعِبْدِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٣٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾
 فَجَاءَتْهُ وَأَهْلَهُ أَجْعَبِينَ ﴿١٤٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغُبَرِينَ ﴿١٤١﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا
 الْأَخْرِينَ ﴿١٤٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءً مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٤٣﴾
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤٥﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
 لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٦﴾ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْمِرْثَلِينَ ﴿١٤٧﴾

لوط نے فرمایا: ”میں تمہارے اس کام سے بیزار ہوں“ ﴿١٣٨﴾ (لوط نے دعا کی): ”اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے بچا“ ﴿١٣٩﴾ پس ہم نے اس کو اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی ﴿١٤٠﴾ بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ (عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں سے تھی ﴿١٤١﴾ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا ﴿١٤٢﴾ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم (یعنی پتھروں) کا مینہ برسایا پس کیا برابر ساؤ تھا جو ان لوگوں پر برساجن کو ڈرایا گیا تھا ﴿١٤٣﴾ بیشک اس قصہ میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿١٤٤﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔ ل ﴿١٤٥﴾ (اسی طرح) بن والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ﴿١٤٦﴾

السلام کو جتلیا کہ ہم خوبصورت لڑکوں کی صورت میں اللہ کے فرشتے ہیں، تمہاری امت پر اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں۔ تھوڑی رات رہے تم اس بستی سے نکل کر چلے جانا، پیچھے پھر کر ہرگز نہ دیکھنا۔ صبح کو ان لوگوں پر عذاب آئے گا، صبح کو اللہ کے حکم سے اس بستی پر پتھروں کا مینہ برسا، اور جبرئیل علیہ السلام نے اس بستی کو اٹھا کر اُلٹ دیا، اور لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ان کے ساتھ ہوئیں کیونکہ ان کی بی بی انہیں لوگوں میں سے تھیں۔ ان کو اہل وطن سے تعلق تھا۔ پس کیا بڑا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا۔ جن کو عذاب الہی سے ڈرایا گیا تھا، بے شک اس واقعہ میں بھی عبرت ہے، اور باوجود اس کے ان کفار میں اکثر لوگ ایمان نہیں لائے، اور بے شک تمہارا پروردگار زبردست اور مہربان ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر

لے یہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی امت کا قصہ ہے۔ شروع میں شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو جو نصیحت کی، وہ نوح علیہ السلام اور انبیاء کے موافق تھی، اسی طرح بن والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا، یا مدین کے قریب کچھ کنوئیں آبپاشی کیلئے تھے، وہاں درخت تھے، وہاں کے لوگوں کو ”اصحاب الایکھمہ“ یعنی ”بن والے کہتے ہیں“۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۴۷﴾ إِنْ كُنْتُمْ رَاسُلًا مِّنْ رَبِّكُمْ ﴿۱۴۸﴾
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا أَمْرَهُ ﴿۱۴۹﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۵۰﴾

جب کہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا: ”کیا تم (اللہ کے عذاب سے) ڈرتے نہیں؟ ﴿۱۴۷﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ﴿۱۴۸﴾ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۴۹﴾ اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۵۰﴾

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی امت کو نصیحت کرنا

حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کے لوگ درختوں کو پوجتے تھے، کم تولتے تھے، راستہ لوٹتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ تم لوگ ٹھیک ٹھیک ناپا کرو، اور لوگوں کو نقصان مت دیا کرو، اور اسی طرح تولنے کی چیزوں میں سیدھی ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اور خدا سے کہ جس نے تم کو پیدا کیا اور تمام اگلی مخلوق کو پیدا کیا، اس سے ڈرو۔ اور اس کی رضامندی حاصل کرنے میں دوسرے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ سب انبیاء اس ہی امر کی تاکید کرتے چلے آئے، اور اسی کے نہ ماننے سے مخلوق پر عذاب الہی نازل ہوتے رہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو تنبیہ اور تاکید کی، اور ان کے کاموں کو برابرایا، اور خدا سے ڈرنے کا حکم دیا تو اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں کہ: ”اے حضرت شعیب علیہ السلام! پس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے، جو ایسی نئی نئی باتیں کرتے ہو۔ ہم نے کسی سے نہیں سنی، یہ تم پر جادو کا اثر ہے۔ اور تم تو محض ہماری طرح کے معمولی آدمی ہو۔ جیسی ہماری صورت ہے، اس قسم کی تمہاری صورت ہے۔ ہم جیسے کھاتے پیتے ہیں، اسی طرح تم بھی کھاتے پیتے ہو۔ تم کوئی فرشتہ تو ہو نہیں، پھر باوجود ماں دہارے ہونے کے جو تم سب کے برخلاف باتیں کرتے ہو، سو جادو کے اثر کے اور کیا ہے۔ ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ تمہارا نبوت کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ تم جو ہم کو عذاب الہی سے ڈراتے ہو، اگر تم سچے ہو تو اوپر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دو جب ہم یقین کر لیں۔“ شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ”میرا رب خوب جانتا ہے، وہ تمہاری ان باتوں سے غافل نہیں ہے۔ جو اس نے تمہارے عذاب کا وقت مقرر کر لیا ہے، اس وقت پر عذاب خود آ جائے گا، جلدی کیوں کرتے ہو؟“ پس اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر ہوا میں کھڑا کر دیا اور جب اس کے سایہ میں بسبب شدت گرمی کے آسودہ ہوئے، وہ پہاڑ ان پر ڈال دیا گیا۔ فرمایا کہ ہمارے رسول کو جھوٹا بتایا تو ان کو سائبان والے دن یعنی سایہ کے دن کے عذاب نے پکڑا۔ بیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے، اور باوجود اس کے ان کفار میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، اور تمہارا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ
 السِّبْقِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
 مُفْسِدِينَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْحِجْلَةَ الْوَالِينَ ﴿۱۸۴﴾
 قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا
 وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۱۸۶﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ
 كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيُّ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوهُ
 فَأَخَذَهُمْ عَذَابٌ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۗ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۸۹﴾
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۗ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
 لَهوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۹۱﴾

تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کو) نقصان دینے والوں میں نہ ہو ﴿۱۸۱﴾ اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں
 میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو ﴿۱۸۲﴾ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو ﴿۱۸۳﴾
 اور ڈرو اس خدا سے کہ جس نے تم کو اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے ﴿۱۸۴﴾ وہ لوگ کہنے لگے: ”تم پر تو کسی نے بڑا
 بھاری جادو کر دیا ہے“ ﴿۱۸۵﴾ اور تم محض ہماری طرح (کے) ایک آدمی ہو اور بیشک ہم تم کو چھوٹے لوگوں میں سے
 گمان کرتے ہیں ﴿۱۸۶﴾ پس ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو ﴿۱۸۷﴾ شعیب نے فرمایا: ”میرا پروردگار خوب
 جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو“ ﴿۱۸۸﴾ پس ان لوگوں نے اسے جھٹلایا پھر ان کو سائبان والے دن (یعنی سایہ کے دن)
 کے عذاب نے آ پکڑا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا ﴿۱۸۹﴾ بیشک اس قصہ میں (عبرت والوں کے لئے) ضرور
 نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۹۰﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب مہربان ہے ﴿۱۹۱﴾

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿۱۹۳﴾ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿۱۹۵﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوْلِيَاءِ ﴿۱۹۶﴾ أَوْلَمَ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يُعَلِّمَهُ عَلَمًا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَبِينَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۹۹﴾

اور لے بیشک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ﴿۱۹۲﴾ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا (یعنی جبرائیل) ﴿۱۹۳﴾ تمہارے دل پر تاکہ تم صاف عربی زبان میں (لوگوں کو) ڈر سناؤ ﴿۱۹۴﴾ اور بیشک اس کا ذکر پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں ہے ﴿۱۹۵﴾ کیا یہ ان کے لئے نشانی (کافی) نہیں ہے کہ نبی کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں ﴿۱۹۶﴾ اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمیوں (یعنی غیر عربی زبان) شخص پر اتارتے ﴿۱۹۷﴾ پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھتا تو جب بھی یہ اس پر ایمان نہ لاتے ﴿۱۹۸﴾

کفار مکہ کو قرآن کی مخالفت سے ڈرانا

۱۔ حکم الہی کی مخالفت کے سبب سے پچھلی چند قومیں جو ہلاک ہوئیں، ان کے ذکر کے بعد کفار مکہ کو قرآن کی مخالفت سے ڈرانے کے لئے ان آیتوں میں فرمایا: ”یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے اتارا ہوا ہے، جو غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے، اور پہلے لوگوں کے سچے حال بیان کرتا ہے۔ جس کو اے محبوب ﷺ! جبرائیل علیہ السلام تمہارے قلب پر لے کر آئے ہیں، اور تم نے اپنے قلب میں اس کو محفوظ کر لیا ہے۔ اے محبوب ﷺ! تمہارے اوپر ہم نے قرآن کو اس لئے اتارا ہے تاکہ تم لوگوں کو ڈر سناؤ صاف صاف عربی زبان میں، اور اس قرآن کا ذکر اور تمہاری نبوت اور رسالت کا ذکر پہلی امتوں کی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔“ پھر فرمایا: ”مکہ کے کفار کو کیا یہ گواہی کافی نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اس قرآن کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جن کو رات دن پڑھا کرتے ہیں۔“ پھر قریش کے سخت نافرمان ہونے کا ذکر فرمایا کہ مشرکین مکہ جو کہتے ہیں کہ یہ حضرت محمد ﷺ ہماری زبان کے آدمی ہیں، انہوں نے ہماری زبان کی ایک کتاب اگر پڑھ کر سنادی تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اگر کسی اور زبان کا آدمی کتاب لے آوے تو البتہ تعجب کی بات ہو سکتی ہے۔ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر جس کی زبان عربی نہ ہوتی، اور وہ ان کے سامنے قرآن پڑھتا، تو بھی یہ کافر اس پر ایمان نہ لاتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكَ فِي قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۲۰ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى
يَرُوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝۲۱ فَيَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۲
فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝۲۳ اَفِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۲۴
اَفَرَعَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوْا
يُوْعَدُوْنَ ۝۲۶ مَا اَغْنٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَسْعُوْنَ ۝۲۷

ہم نے یہ انکار لے اسی طرح سے مجرموں کے دلوں میں بٹھا دیا ہے ۝۲۰ یہ لوگ اس پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھیں ۝۲۱ پس وہ اچانک ان پر آجائے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی ۝۲۲ پس کہیں گے: ”کیا ہم کو (کچھ) مہلت ملے گی (جو ایمان لاویں)“ ۝۲۳ تو کیا ہے وہ ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں ۝۲۴ (اے مخاطب!) بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں ۝۲۵ تو پھر جس (عذاب) کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے ۝۲۶ پھر وہ ان پر آجائے تو کیا کام آئے گا ان کے وہ جو برتتے تھے ۝۲۷

مشرکین کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اسی طرح کے جھٹلانے پر مجرموں کے دل سخت ہو گئے ہیں، اس لئے یہ لوگ حق بات کو اس وقت تک نہیں مانتے جب تک کہ سخت عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ اور جب دیکھیں گے عذاب ان پر اچانک آجائے گا کہ ان کو خبر نہ ہوگی۔ پھر اس وقت کہیں گے کہ: ”اگر تھوڑی سی بھی مہلت دی جاوے تو ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور بندگی کر لیں“۔ لیکن ان کا بے وقت پچھتانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا، کیونکہ انتظام الہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ایسے بے بسی کے وقت وہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ سورۃ یونس میں گزر چکا ہے کہ ڈوبنے کے وقت فرعون نے راہ راست پر آنے کا اقرار کیا، اور اس کا وہ اقرار بے محل قرار پایا۔

۲۔ آگے فرمایا: ”کیا ہمارے عذاب کے نازل ہونے کی جلدی کرتے ہیں“۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو جس عذاب سے ہم کو ڈراتے ہو، اس عذاب کو ہم پر نازل کرادو۔ کبھی کہتے تھے: ”ہم پر پھر برسا دے“۔ اے مخاطب! بھلا دیکھو تو سہی اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں، پھر جس عذاب کا ان کو خوف دلایا جاتا ہے وہ ان کے سر پر آجائے تو ان کا وہ عیش ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرَىٰ قَفْ وَمَا كُنَّا
 ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنْزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا
 يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُولُونَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا
 آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

اور اہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی مگر اس کے لئے ڈرانے والے (پیغمبر پہلے بھیج دیئے) تھے نصیحت کے لئے ﴿٢٠٩﴾ (جب نہ مانا تو عذاب نازل ہوا) اور ہم ظلم کرنے والے نہیں تھے ﴿٢١٠﴾ اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں اترے ﴿٢١١﴾ اور وہ اس لائق نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں ﴿٢١٢﴾ بیشک وہ شیاطین سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں ﴿٢١٣﴾ پس تو اللہ کے سوا دوسرے معبود کی عبادت نہ کر، ورنہ تجھ پر عذاب ہوگا ﴿٢١٤﴾ اور اے محبوب! اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ ﴿٢١٥﴾

۱۔ آگے فرمایا کہ جتنی بستیاں منکرین کی ہم نے غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے پیغمبر بھیجے۔ اور جب نبی کا کہنا نہ مانا تو عذاب نازل کر دیا، اور ہم ظالم نہیں ہیں، جو کسی کو بدوں ڈرانے اور بدوں کسی نافرمانی کئے ہوئے پر عذاب بھیج دیں۔ مشرک کہتے تھے کہ یہ شخص کاہن ہے، اور کوئی جن اس کے اوپر قرآن لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کو دیو اور شیاطین لے کر نہیں آتے جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ شیاطین میں قرآن کے لانے کی کب قابلیت ہے، اور ان کو کیا قدرت ہے کہ آسمان سے قرآن کو سن کر رسول کو پہنچادیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بھیجنے کے بعد شیاطین آسمان کی بات سننے سے موقوف کر دیئے گئے، اب وہاں سے سن کر رسول کو یا کسی اور کو غیب کی بات کیسے بتا سکتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہر کاہن کا جن تابع تھا، اور وہ جنات آسمان کے قریب پہنچ کر وہاں کی بات سن آتے تھے، اور دو چار باتیں اپنی طرف سے ملا کر کاہنوں سے کہہ دیتے تھے۔ اور وہ کاہن لوگوں کو خبریں دیا کرتے تھے، کوئی نہ کوئی بات سچی ہو جاتی تھی، وہ لوگ مانتے تھے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نبی ہوئے، اس وقت سے ان کا آسمان پر جانا موقوف کر دیا گیا۔ اور جب وہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو آگ کے انگارے ان کی طرف پھینکے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کا آسمان سے لا کر نبی تک پہنچانا تو کیا معنی، وہ تو اب آسمانی بات کو بھی نہیں سن سکتے۔ رسول کی معرفت امت کے لوگوں کو شرک کی برائی جتلائی گئی ہے کہ وہ اکیلا ہے، وحدہ لا شریک ہے، کوئی اس کا سا جہمی نہیں، اگر کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کرے گا۔

۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! اپنے نزدیک قرابت داروں کو بھی ڈراؤ۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ
 فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾
 الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَ تَقَلُّبِكَ فِي السُّجُودِ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ
 السَّيِّعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ أَنْبِئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ
 عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَ أَكْثَرُهُمْ كَذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾

اور جو مسلمان تمہارے تابع ہیں ان کے لئے اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ ﴿٢١٥﴾ پھر اگر تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو: ”میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں“ ﴿٢١٦﴾ اور خدائے زبردست مہربان پر بھروسہ رکھو ﴿٢١٧﴾ جو تم کو دیکھتا ہے نماز تہجد میں جس وقت تم اٹھتے ہو ﴿٢١٨﴾ اور دیکھتا ہے تمہارا پھرنا سجدہ کرنے والوں میں ﴿٢١٩﴾ بیشک وہ ہی سنتا جانتا ہے ﴿٢٢٠﴾ کیا میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں ﴿٢٢١﴾ ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر (اترتے ہیں) ﴿٢٢٢﴾ شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر لا ڈالتے ہیں اور ان میں کثرت سے جھوٹ بولنے والے ہیں ﴿٢٢٣﴾

نے قریب کے رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مطلب کو علی الاعلان ڈرایا جیسا کہ بخاری و مسلم میں وارد ہے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! جو ایمان والے تمہارے تابع ہیں، ان کے لئے اپنی رحمت کا بازو بچھائے رکھو، یعنی شفقت سے پیش آیا کرو، اور جو تمہاری نافرمانی کریں تو فرمادو کہ میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں، اور خدائے زبردست مہربان پر بھروسہ رکھو جو تم کو دیکھتا ہے۔ نماز تہجد میں تم جس وقت اٹھتے ہو، اور جب تم صحابہ کے ساتھ فرض نماز پڑھتے ہو تو اس نماز کا رکوع و سجود دیکھتا ہے۔ بیشک آپ کا رب خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے محبوب ﷺ! فرمادو کیا میں تم کو بتا دوں کہ کن لوگوں پر شیطان اترتے ہیں، جیسے مسیلمہ وغیرہ۔ اور جو کاہن کہلاتے ہیں وہ لوگ کسی شیطان کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اس لئے وہ شیطان ان کی خاطر ملائکہ کی گفتگو سننے کو آسمان پر جاتا ہے، تو وہ فرشتے اس کو انکارے مارتے ہیں۔ اس پر بھی ایک اور بات اس کے کان میں پڑ گئی تو اپنی طرف سے بہت جھوٹ ملا کر اس کو کاہنوں کو پہنچاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بات سنتے ہیں تو سو جھوٹ اس کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور یہ بھی اس وقت تک تھا جب تک کہ وہ آسمان پر پہنچنے سے روکے نہ گئے تھے۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٣﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ
يَهِيمُونَ ﴿٢٢٤﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا
ظَلَمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٦﴾

اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ﴿٢٢٣﴾ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں سرگرداں پھرتے ہیں ﴿٢٢٤﴾ اور وہ ایسی باتیں کہا کرتے ہیں جو کرتے نہیں ﴿٢٢٥﴾ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور کثرت سے اللہ کو یاد کیا (اپنے اشعار میں) اور بدلہ لیا (کفار سے ان کی بھوکا) بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور بہت جلد ظالم لوگ جان لیں گے کہ (موت کے بعد) ان کو کس جگہ لوٹ کر چلنا ہے ﴿٢٢٦﴾

شاعروں کا ذکر

۱۔ شان نزول: یہ آیت شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی جو آنحضرت ﷺ کی ہجو میں شعر کہتے تھے کہ جیسا محمد ﷺ کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں، اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا: ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ لوگ فنون شعر سے ہر فن میں بھٹکتے پھرا کرتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتے ہیں۔ ایسے شاعروں کا کچھ اعتبار نہیں، جھوٹے اور مبالغہ آمیز بندشیں باندھتے ہیں۔ اور ان میں سے جو ایماندار دیندار لوگ ہیں اور نیک کام کرتے ہیں، اور جو رسول اللہ ﷺ کی نعت میں تعریف کرتے ہیں، اور اپنے اشعار میں خدا اور رسول کو محبت سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی مسلمان شاعروں کے اکثر مضامین خدا اور رسول ﷺ کی حمد و ثنا میں ہوتے ہیں۔ جن کے پڑھنے یا سننے سے خدا یا رسول کی محبت اور عبادت الہی کی طرف رغبت ہوتی ہے، اور غفلت سے تنبیہ ہوتی ہے۔ بخاری میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچھایا جاتا تھا، وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کے لئے دعا فرماتے جاتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا و رسول ﷺ کی مدح میں قوم و ملک کی اصلاح و اتفاق میں پڑھے تو اچھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعت و شاعری مطلقاً منع نہیں ہے، بلکہ جس میں مدح وغیرہ کا ذکر ہو وہ عمدہ ہے۔ اور قریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے یعنی مشرکین، جنہوں نے جناب رسالت مآب ﷺ کی ہجو کی، اور ایسے لوگ دنیا میں اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو قیامت کے دن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ دوزخ کی سیاہ آگ کے اوپر تلے کے سات اندھیرے درجوں میں سے کون سی اندھیری کوٹھڑی، اور کیا عذاب ان کے نصیب میں ہے۔ ان کی موت کا انتظار ہے مرتے ہی وہاں پہنچیں گے۔ (تفسیر حقانی)

﴿ اسباق ۹۳ ﴾ ﴿ ۲۷ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ۲۸ ﴾ ﴿ رکوعا ۷ ﴾

سورہ نمل مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

طَسُّ قَفَّ تِلْكَ اٰیٰتِ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۱ هُدًی وَّ بُشْرٰی
لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۲ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوَةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوَةَ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ ۳

یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی ۱ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ۲ وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (تو یہ جنت والوں کی صفت ہے اور) ۳

خواص سورہ نمل: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز سورہ نمل پڑھے گا وہ حشر کے دن قبر سے کلمہ تو حید پڑھتا ہوا اٹھے گا۔ اور اس سورت کو سات مرتبہ ہر روز پڑھنے سے ایک مراد انشاء اللہ تعالیٰ آسانی سے فتح ہوگی، اور اس سورت کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر اپنے پاس رکھے تو موذی جانوروں سے بچا رہے گا۔

۱ فرمایا کہ یہ آیتیں جو اس سورہ میں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی آیات ہیں، کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتاب مبین سے مراد یہی قرآن ہے، مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات بتلانی مقصود تھی کہ قرآن مجید میں کوئی بات بعید از عقل نہیں۔ سب باتیں اسکی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کر سکتا، مگر وہی کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن نہیں اور جو کور باطن ہیں۔ یہ کتاب ہدایت اور بشارت ہے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لا کر اس پر عمل کرتے ہیں، اس سے نفع یاب وہی ہوتے ہیں۔ جن میں ہدایت کا مادہ ہے۔ پھر آگے یہ بھی کھول دیا کہ زبان سے مومن کہنا کافی نہیں، جب تک کہ اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں۔ جو مسلمان نماز قائم رکھتے ہیں، اس طرح سے کہ اس کی ساری شرطوں اور قاعدوں سے نماز کو ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ شرع میں مال میں سے چالیسواں حصہ خدا کے نام پر دیا جاتا ہے۔ اور آخرت پر یقین بھی رکھتے ہوں تو یہ جنت والوں کی صفت ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو آخرت کو نہیں مانتے، ہم نے ان کے اعمال بدن کی نظر میں بھلے کر دکھائے۔ پس وہ بھٹکتے رہتے ہیں، آخرت اور مرنے کا تصور بھی برا جانتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيْنًا لَهُمْ أَعْمَالُهُمْ فَهُمْ
يَعْمَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ
الْأَخْسَرُونَ ۝ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝
إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا ۖ سَأَتَّبِعُكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ
أَتَّبِعُكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ ہم نے ان کے اعمال (بد) ان کی نظر میں بھلے کر دکھائے ہیں پس وہ بھٹک
رہے ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو بڑا عذاب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں کہ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے
والے ہیں ۝ اور ۝ بیشک تم کو ایک بڑے حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے ۝ (یاد کرو)
جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی بی بی سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے میں ابھی (جا کر) وہاں سے (یا
تورستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس (وہاں سے) آگ کی چنگاری لاؤں گا تاکہ تم تاپو ۝

ہیں کہ جن کیلئے دنیا میں برا عذاب ہے، اور وہ لوگ آخرت میں بھی بڑے ہی خسارے میں ہوں گے۔ کیونکہ جب یہ اس کے
منکر ہیں تو اس دن کے لئے کوئی توشہ کیوں جمع کرنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ مشرکین مکہ قرآن کو انسان کا کلام کہتے تھے۔ اس لئے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم نے تو قرآن ایسے صاحب حکمت
سے پایا جو حکمت والا ہے اپنے حکموں میں، اور علم والا ہے تمام امور میں۔ اب آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا، جب
موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتھ لے کر مدین سے معر کو آ رہے تھے تو اندھیری رات میں راستہ بھول گئے تھے، اور جاڑے کے
موسم کے سبب ان کو اور ان کی بی بی کو سردی بھی بہت لگ رہی تھی۔ اسی حالت میں طور پہاڑ کے پاس ان کو آگ کی سی روشنی نظر
آئی۔ اس روشنی کو دیکھ کر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، میں آگ کی روشنی کی طرف جاتا ہوں۔ آگ کے پاس
کوئی شخص ملا تو اس سے راستہ کی خبر بھی مل جائے گی، اور سردی میں تاپنے کے لئے تھوڑی سی آگ بھی لیتا آؤں گا۔ جب موسیٰ
علیہ السلام وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز درخت آگ کا روشن ہو رہا ہے۔ وہ تجلی حق کی روشنی تھی، موسیٰ علیہ السلام اس کو
دیکھ کر حیرت میں رہ گئے، تب وہاں سے آواز آئی کہ حیرت نہ کرو۔

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ
 اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ يٰمُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَالْقِي
 عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا ۖ وَلَمْ يُعَقِّبْ ۗ
 يٰمُوسَىٰ لَا تَخَفْ ۗ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ
 ثُمَّ بَدَّلْ حِسَابَهُ سِوًا فِئَانِي عَفْوًا ۖ وَسِحْرًا حَيْمٌ ۝

پھر جب موسیٰ اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو (منجانب اللہ) آواز آئی کہ جو آگ کی جلوہ گاہ میں ہے وہ برکت دیا گیا (یعنی موسیٰ) اور جو اس کے آس پاس ہیں، (یعنی فرشتے) اور پاکی خدا کیلئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے ۝ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ غالب حکمت والا ۝ اور اپنا عصا ڈال دے، پھر موسیٰ نے اسے دیکھا لہر اتا ہوا گویا کہ وہ سانپ ہے، تو پیٹھ پھیر کر چلے، اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، (ہم نے کہا): ”اے موسیٰ! ڈرو مت بیشک میرے حضور پیغمبر ڈرا نہیں کرتے ۝ لیکن وہ شخص کہ جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اس کو نیکی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں ۝

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غیب سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! اللہ کی ذات سب عیبوں سے پاک ہے، اور میں ہی اللہ عزت والا، حکمت والا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قدرت اور حکمت الہی دکھانے کے لئے یہ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! تم اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دو۔ وہ لکڑی زمین پر ڈالتے ہی ایک سانپ بن گیا، پہلے پہل لکڑی کو سانپ بنتے دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام ڈرے، اور پیٹھ پھیر کر چلے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ فرمایا: ”اے موسیٰ! ڈرو مت اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنا رسول مقرر کیا ہے۔“ فرمایا: ”میں ایسا ہوں کہ میرے حضور میں رسول ڈرا نہیں کرتے۔“ پھر فرمایا کہ بدی کے بعد اس کے عوض میں نیکی کی، یعنی گناہ کر کے توبہ کی، تو البتہ ان کی توبہ قبول کرنے والا ہوں، اور ان کے حال پر مہربانی کرنے والا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر ڈالو، اور پھر باہر نکالو، تو وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔“ یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں یعنی زبان کی لکنت پن سے اچھا ہونے کو۔ دریا میں راستہ پیدا ہونا۔ طوفان کا آنا۔ ٹڈیوں کا۔ پتھر یوں کا۔ مینڈکوں کا اور خون کا، اور ان کو ملایا جائے تو یہ نو معجزے ہوئے، جو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ اور ان کے بھیجنے کا سبب یہ ہے کہ وہ بڑی بدکار اور سرکش قوم ہے۔ پھر جب ان کے پاس ہمارے دیئے ہوئے معجزے پہنچے جو نہایت واضح تھے، کہنے لگے: ”یہ تو ایسا ظاہر جادو ہے کہ ہر ایک کہہ دے گا کہ یہ جادو ہے۔“

وَأَدْخَلَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضًا مِّنْ غَيْرِ سَوْءٍ ^{قن} فِي تِسْعِ
 آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا
 جَاءَهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَ
 اسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ
 الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾

اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بلا کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں سے
 ہیں جس کے ساتھ تم کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے بیشک وہ فاسق لوگ ہیں ﴿۱۲﴾ پھر جب ان
 کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی آئیں تو بولے: ”یہ تو صریح جادو ہے“ ﴿۱۳﴾ اور ظلم اور تکبر سے ان سے لے
 انکار کر دیا اور ان کے دلوں نے ان پر یقین کر لیا تھا پھر دیکھو کیسا (برا) انجام ہوا ان مفسدوں کا ﴿۱۴﴾ اور بیشک
 ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہ السلام) کو علم دیا اور ان دونوں نے (خوش ہو کر) کہا کہ سب تعریف اس اللہ ہی کو
 ہے کہ جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا کی ﴿۱۵﴾

۱۔ ان لوگوں نے کھلم کھلا ان معجزوں کا انکار کیا، یہ معجزے تو اللہ تعالیٰ کے نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے کہ یہ
 معجزے برحق ہیں، جادو نہیں ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ سوائے ظلم اور سرکشی کے کوئی اور نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ ان مفسدوں کا ایسا برا
 انجام ہوا کہ دنیا میں ڈوبے، آخرت میں جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اس لئے قریش کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور
 فرعون کا قصہ بیان فرما کر سمجھا دیا کہ اگر یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول نہ کریں گے، تو ان کا انجام فرعون اور اس کی
 قوم کی طرح ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم دیا۔ ان کا علم و دانش مشہور اور ضرب المثل ہے،
 جس کے شکر یہ میں وہ کہنے لگے کہ سب خوبیاں اس اللہ کو ہیں جس نے ہمیں بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا کی۔

وَوِثَاقِ سُلَيْمَانَ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْنَا مَطِيقُ الطَّيْرِ وَ
 أَوْثَانُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿۱۷﴾ وَحُشِرَا
 لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۱۸﴾
 حَتَّىٰ إِذَا آتَوَا عَلَىٰ وَادِ النَّبْلِ ۖ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّبْلُ ادْخُلُوا
 مَسْكِنَكُمْ ۖ لَا يَحِطُّ بِكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۹﴾

اور داؤد کے بعد ان کے قائم مقام سلیمان ہوئے اور انہوں نے کہا: ”اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہم کو ہر قسم کی نعمتیں (دنیا و آخرت کی) عطا فرمائی گئیں، بیشک یہی (اللہ کا) ظاہر فضل ہے“ ﴿۱۷﴾ اور سلیمان کے لئے (جو) اس کے لشکر جمع کئے گئے (ان میں) جن بھی تھے اور انسان بھی اور پرندے بھی پس وہ (آگے بڑھنے سے) روکے جاتے تھے ﴿۱۸﴾ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے ایک چیونٹی بولی: ”اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان اور اس کا لشکر بے خبری میں کچل ڈالے“ ﴿۱۹﴾

اور داؤد علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے اس بات کا خطاب کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے جن اور شیاطین اور جانوروں کی بولی سکھائی۔ یہ اس علم اور ورثہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ ہم کو جانوروں کی بولی بتائی۔ چنانچہ منقول ہے کہ مور ایک روز یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ یہاں کرتا ہے اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ ایک روز ہد ہد یہ کہتا تھا کہ جو کوئی کسی پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ مرغان صبح کو کیا کہا کرتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ یہی کہتا ہے اے غافلو! اللہ کی یاد کرو۔ اور تیر کی بولی یہ ہے: ”خدائے بزرگ عرش کریم پر قائم ہے“۔ اللہ اللہ کوئی جانور اپنے معبود کی یاد سے غافل نہیں، واہ رے حضرت انسان! کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ بھولے سے بھی اپنے خدا کو یاد نہیں کرتے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا معجزہ ہے جانوروں کی آواز کا پہچانا۔ اس لئے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہر ایک نعمت عطا فرمائی۔ جن جن نعمتوں کی ضرورت تھی سب عنایت ہوئیں۔ غرض یہ کہ ہم کو کسی چیز کی ضرورت نہ رہی۔ بیشک یہ اللہ کا ظاہر فضل ہے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ایسا تخت تھا کہ کسی بادشاہ ہفت اقلیم کے پاس بھی ہرگز نہیں نکل سکتا۔ فرمایا سلیمان علیہ السلام کے لئے جو ان کا لشکر جمع کیا تھا، ان میں جن تھے اور انسان بھی، اور پرندے بھی صف بستہ با ترتیب کھڑے کئے جاتے تھے۔

فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۹﴾

پس اے سلیمان چیونٹی کی بات سے مسکرا کر ہنس پڑے اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق عطا کر کہ میں تیرے ان احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل کر لے ﴿۱۹﴾

سلیمان علیہ السلام کا ذکر اور ہد ہد کا خبر لانا

اے فرمایا ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ملک شام کے میدان پر سے گزرا کہ جہاں چیونٹیوں کے ٹل تھے، اور وہ زمین پر چل رہی تھیں۔ جو چیونٹیوں کا سردار تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا ہے تو اس نے کہا: ”اے چیونٹیو! سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ تا کہ تم پاؤں کی روند میں نہ آ جاؤ“۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے علوم دیئے تھے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات سے مسکرا کر ہنسنے لگے۔ ایک تو اس لئے کہ چیونٹی سلیمان علیہ السلام کو بے خبری کا الزام لگاتی ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا کیا علم دیئے گئے ہیں، دوم اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت پر خیال کر کے کہ اس نے مجھے ایسا بلند مرتبہ کیا۔ نقل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کو بلا کر اس سے کہنے لگے کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرے لشکر سے یہ ممکن نہیں کہ کسی پر ظلم کرے۔ اس نے کہا: ”میں خوب جانتی ہوں، لیکن اپنی قوم کی بڑی ہوں۔ اس لئے مجھ کو ان کی نصیحت سے چارہ نہیں“۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ: ”لشکر تو ہوا میں تھا، پھر تم کو کیونکر پانچاں کرتا، اس نے عرض کیا کہ میری یہ مڑ ادھی کہ شاید تمہارے لشکر کے دبدبہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے باز آئیں۔ یا یہ مراد تھی کہ تمہاری بادشاہت کی جھاڑ اور خوبی دیکھ کر کہیں ان کا دل نہ لپجانے لگے، سو دنیا کی آرزو کرنے لگیں۔ چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو چیزیں انعام کی ہیں ان میں سے ایک کا ہی ذکر کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہوا ہمارے لئے ایسی سواری مقرر کی کہ صبح و شام اس پر دو مہینے کے راستے کی سیر کر آتا ہوں۔ اس نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے معنی بھی سمجھے کیا ہیں، یعنی تم کو دنیا کی بادشاہت سے جو کچھ خدا نے عطا کیا ہے، وہ مثل ہوا کے بے حقیقت اور بے اصل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات کے سنتے ہی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنے لگے: ”اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ پر انعام عطا کیا ہے، اور میں ایسے نیک کام کروں جو تجھ کو پسند آویں، اور اپنی رحمت اور کرم سے مجھ کو اپنے

و تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدُودَ ۗ أَمْ كَانِ مِنَ
الْغَائِبِينَ ۚ (۲۰) لَا عَذَابَ لَهَا عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَا أذْبَحْنَهَا أَوْ لِيَأْتِنِي
السُّلْطَنُ مُبِينٌ (۲۱)

اور پھر (سلیمان نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے (۲۰) میں اس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی روشن دلیل پیش کرے (۲۱)

نیک بندوں میں داخل کر لے، یعنی اس جاہ و حشم پر مغرور و متکبر نہ ہوں بلکہ اس بلند قبالی پر اچھے کام کیا کروں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح قول ہے کہ ہد ہد کی نظر زمین کے اندر دور تک پہنچتی ہے۔ اس لئے بغیر پانی کے جنگل میں جہاں کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اترتا تھا تو ہد ہد سے پانی کے نکلنے کا اندازہ پوچھ کر جنت سے پانی کا چشمہ کھدوایا جاتا تھا۔ ایک روز ایسے ہی جنگل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اترتا، اور حاضری کے وقت ہد ہد غیر حاضر نکلا۔ اس واسطے ہد ہد کی غیر حاضری پر سلیمان علیہ السلام کو غصہ آیا۔ سلیمان علیہ السلام نے پرند جانوروں کی سزا یہ مقرر کی تھی کہ قصور وار جانوروں کے پراکھیر کر ان جانوروں کو دھوپ میں ڈال دیا کرتے تھے۔ اسی کو عذاب شدید فرمایا، اور زیادہ غصہ کی حالت میں یہ بھی فرمایا کہ اس معمولی سزا سے بڑھ کر ہد ہد کو یہ سزا دی جائے گی کہ اس کو ذبح کر ڈالا جائے گا، تاکہ آئندہ کو کوئی ایسی حرکت نہ کرے، یا کوئی معقول عذر پیش کرے اپنی غیر حاضری کا۔ پس ہد ہد تھوڑی دیر میں آ موجود ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے وہ چیز دیکھی ہے کہ آپ نے اس کو نہیں دیکھا ہوگا، اور شہر سب سے آپ کے پاس ایک یقینی پکی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں، وہ یہ کہ میں نے ایک عورت دیکھی کہ وہ وہاں کی بادشاہ ہے، اور اس کے پاس ہر طرح کا ساز و سامان موجود ہے، اور اس کے پاس ایک بڑا تخت بھی ہے کہ جس پر وہ حکمرانی کرتی ہے۔ میں نے اس عورت اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے لئے دُرسٹ و آراستہ کر دکھایا جس سے وہ سمجھ گئے کہ اس عبادت سے بہتر کوئی اور عبادت نہیں۔ پھر اس شیطان نے اس قوم کو سیدھے راستے سے روک دیا کہ جس پر چلنے سے ان کو جنت ملتی، وہ راہ حق پر نہیں چلتے کہ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں، کہ جو آسمانوں اور زمین کی چھٹی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آسمانوں کی چھٹی ہوئی چیزیں ستارے چاند سورج چھپ جاتے ہیں، ان کو پھر اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ پس یہ لوگ سورج کو کیوں سجدہ کرتے ہیں، اور وہی خدا جانتا ہے کہ جو باتیں تم اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے ہو۔ یا اپنی زبانوں سے ان کو ظاہر کرتے ہو، وہ اللہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ یہاں تک ہد ہد کی گفتگو تھی جو تمام ہوئی۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطُّ بِمَا لَمْ تَحِطُ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ
 بِنَبَأٍ يَقِينٍ ②۲ اِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَبْلُغُهُمْ وَاُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ
 شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ②۳ وَجَدْتُهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُونَ
 لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْبَاهُمْ فَصَدَّاهُمْ
 عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ②۴ اَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ
 الْخَبْءَ فِي السَّمَوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَ مَا
 تُعْلِنُونَ ②۵ اَللَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ②۶ قَالَ
 سَنَنْظُرُ اَصْدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ②۷

پھر تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہد ہد آ موجود ہوا اور کہنے لگا کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور
 میں شہر سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں ②۲ میں نے ایک عورت دیکھی کہ وہ ان لوگوں پر
 بادشاہی کر رہی ہے اور ہر چیز سے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے ②۳ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو اللہ
 کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور زینت دی ہے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہ
 میں، پس ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے ②۴ کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو آسمانوں اور
 زمین میں کی چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ②۵ اللہ ہی
 ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے ②۶ سلیمان نے کہا: اے ”اب ہم دیکھیں گے کہ توجیح
 کہتا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے ②۷

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس کے نام اور اس کا جواب

اے جب ہد ہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلقیس کی بادشاہت اور اس کے تخت کا حال آن کر کہا تو حضرت سلیمان علیہ

اِذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا
يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا إِنِّي أَتِي بِكِتَابٍ كَرِيمٍ ﴿۲۹﴾
إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۳۰﴾ أَلَّا تَعْلَمُوْا
عَلَىٰ وَاتُّونِي مُسْلِمِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَفْتُونِي فِي أَمْرِي

۲۷

میرا یہ فرمان لے جا کر اس کے پاس ڈال دے، پھر (ذرا وہاں سے) ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں ﴿۲۸﴾ (چنانچہ ہد ہد نے خط ڈال دیا) بلقیس نے (پڑھ کر) کہا: ”اے دربار والو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے ﴿۲۹﴾ بیشک یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے بخشش کرنے والا مہربان ہے ﴿۳۰﴾ (اس کے بعد) یہ کہ تم لوگ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ“ ﴿۳۱﴾ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار! میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو

السلام نے کہا: ”ہم یہی دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹ بولتا ہے“ چونکہ ہد ہد لشکر سے پیچھے جو رہ گیا تھا اس لئے اس نے یہ بات بنائی ہے، اب معلوم ہو جائے گا۔ اور یہ بات فرما کر بلقیس کے نام خط لکھ کر ہد ہد کو دیا اور فرمایا کہ اس خط کو لے جا کر اس کے پاس ڈال دے۔ پھر ذرا وہاں سے ہٹ جانا، پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا بات چیت کرتے ہیں۔ غرض جب ہد ہد نے روشن دان میں سے جا کر اس خط کو بلقیس کے سینہ پر ڈال دیا، وہ اپنے خلوت خانہ میں تکیہ لگائے بیٹھی تھی۔ بلقیس نے جلدی سے خط کو پڑھا، اور اللہ کے نبی کے خط کی ایک ہیبت اس کے دل میں بیٹھ گئی، اور تین سو آدمیوں کے قریب اس کے مصاحب تھے۔ ان سے اور اپنے وزیروں سے اس خط کے باب میں ان سے صلاح لی۔ جب وہ اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوئے تو بڑی ہل چل پڑی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا مضمون یہ تھا کہ از جانب بندہ خدا سلیمان بن داؤد علیہ السلام بسوئے بلقیس ملک شہر سبائسم اللہ الرحمن الرحیم اس پر سلام جو ہدایت قبول کر لے، اس کے بعد مدعا یہ کہ تم مجھ پر تکبر اور بلندی نہ چاہو، اور میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ۔

۱۔ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس نے پڑھا تو اس کو یہ تردد ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ کیا اپنی حکومت کو چھوڑ کر اور اپنے دین سے ہاتھ اٹھا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا دین اور اطاعت قبول کی جائے، یا حضرت سلیمان علیہ السلام سے مقابلہ کیا جائے۔ صلاح مشورہ کے بعد بلقیس نے اپنی ریاست کے لوگوں سے یہ کہا کہ میں اس خط کے جواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ بڑے بڑے بیش قیمت تحفے بھیجتی ہوں۔ تاکہ اس حال کو دیکھ کر نرم دل ہو جائے، مگر

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ ۝۳۲ قَالُوا نَحْنُ أَوْلُو قُوَّةٍ
وَأَوْلُو أَبَاسٍ شَدِيدٍ ۝۳۳ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ۝۳۴

میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس حاضر نہ ہو ۝۳۲ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور سخت لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) تم کو اختیار ہے پس تم ہی (مصلحت) دیکھ لو کہ کیا حکم کرنا چاہئے ۝۳۳

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقصود تو اس بت پرست بادشاہ زادی کو اسلام میں لانا، اور کفر کی برائی سے بچانا تھا۔ اس لئے ان تحفوں کو کچھ بھی خیال میں نہ لائے، اور فرمانے لگے کہ کیا تم لوگ مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو، جو ایک حقیر شے ہے۔ جس کے ہونے سے انسان کے دم میں صد ہا قسم کی شہواتِ نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں، اور خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ پس جو کچھ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ملک اور نبوت اور علم عطا فرمایا ہے، بہتر ہے اس سے کہ جو کچھ تم کو خدا نے دنیا کی ثروت دی ہے۔ پس تمہارے تحفے کی ہمارے نزدیک نہ کچھ وقعت ہے، نہ حاجت ہے۔ ”تفسیر کشاف“ میں لکھا ہے کہ بلقیس نے جو تحفے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے تھے: پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیوں کو خوب آراستہ کیا، اور ہزار سونے کی اینٹیں، ایک سونے کا تاج جس میں یاقوت اور موتی بیش قیمت جڑے ہوئے تھے، اور کچھ مشک اور عنبر اور ایک ڈبہ موتیوں کا، اور کہہ دیا کہ جس وقت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں جاؤ تو لحاظ کرنا کہ اگر تم سے غصہ کی آنکھ سے ملیں تو معلوم کر لینا کہ وہ بادشاہ ہیں۔ اگر خندہ پیشانی سے ملیں تو جان لینا کہ بیشک وہ خدا کے رسول ہیں۔ پس جب وہ قاصدان کے حضور میں پہنچا تو سلیمان علیہ السلام اس سے بہت خوشی اور خندہ پیشانی سے ملے، اور نہایت عمدہ اچھی طرح سے اس کی مزاج پرسی کی، اور تحفہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اس سے فرمایا کہ جاؤ جا کر کہہ دو کہ حاضر ہو جاؤ، اور اگر نہ حاضر ہو گے تو بیشک ہم ان پر ایسا لشکر بھیجتے ہیں کہ جس کی قوت اور کثرت کی وجہ سے وہ طاقت مقابلے کی نہیں رکھتے، اور قطعاً ہم ان کو اس شہر سب سے ذلیل اور خوار کر کے نکال دیں گے۔ جب قاصد تحفہ واپس لے کر گئے اور تمام واقعات سنائے، تو اس نے کہا: ”بیشک وہ نبی ہیں، اور ہمیں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں“۔ اور اس نے اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سب سے پیچھے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے مقفل کر دیئے۔ اور ان پر پہرہ دار مقرر کر دیئے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کیا تا کہ دیکھے کہ آپ اس کو کیا حکم فرماتے ہیں۔ اور وہ ایک لشکر گراں لے کر آپ کی طرف روانہ ہوئی۔ جس میں بارہ ہزار نواب، اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری، جب اتنی قریب پہنچ گئی کہ حضرت سے صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ”اے اہل دربار! تم میں کون ایسا ہے جو بلقیس کا تخت ان کے آنے سے پہلے حاضر کر دے“۔ اس سے آپ کا مدعا یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھا دیں۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا
 أَذِلَّةً ۚ وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿۳۳﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنظِرَةٌ
 بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتِدُونَنِي بِهَالِكٍ
 مِمَّا آتَيْنَا اللَّهَ خَيْرٌ مِّمَّا آتَيْتُمُ ج بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿۳۶﴾
 اِرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا
 أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا
 قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيثُ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ
 قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿۳۹﴾

بلیقیس کہنے لگی: ” بیشک جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) بادشاہ داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ لوگ بھی کریں گے ﴿۳۳﴾ اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ اپیلچی کیا جواب لے کر واپس آئے ﴿۳۵﴾ پھر جب وہ سلیمان کے پاس پہنچا (اور تحفہ پیش کیا تو سلیمان (علیہ السلام) نے) کہا کہ تم مجھے مال سے مدد دیتے ہو تو (سمجھ لو) اللہ نے جو کچھ مجھ کو عطا کیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو ﴿۳۶﴾ واپس ان کی طرف جا پس ضرور ہم ان پر ایک ایسا لشکر لائیں گے کہ جس کے مقابلہ کی ان لوگوں کو طاقت نہ ہوگی اور ضرور ان کو ہم اس بستی سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے ﴿۳۸﴾ سلیمان نے کہا: ” اے اہل دربار! تم میں کون ایسا ہے جو بلیقیس کا تخت اس سے پہلے کہ وہ لوگ میرے پاس مسلمان ہو کر آئیں میرے سامنے حاضر کر دے ﴿۳۹﴾ ایک قوی جن نے عرض کیا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخواست کریں اور بیشک میں اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں (اور) امانت دار ہوں ﴿۳۹﴾

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ
 إِلَيْكَ ظَرْفُكَ ۖ فَلَمَّا رآه مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ
 رَبِّي ۗ لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ
 لِنَفْسِهِ ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿۲۷﴾

اس لہ نے عرض کی جس کے پاس کتاب (الہی یعنی اسم اعظم) کا علم تھا کہ میں اس کو حضور میں آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا کہ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پروا سب خوبیوں والا ہے ﴿۲۷﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر، بلقیس سورج پرست کا مسلمان ہونا اور اس کے تخت کا ذکر
 لہ آپ کے وزیر آصف بن برخیا تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کی بابت کہا تو انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا
 اسم اعظم جانتا ہوں، اس کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی لے آؤ اس
 کے بعد وہ سجدہ میں جا کر یہ کہنے لگا: ”یا حتی یا قیوم اور بعض کہتے ہیں: یا ذوالجلال والا کرام، کہا تو فوراً وہ تخت اپنی
 جگہ سے زمین میں غائب ہو گیا، ایک پلک کے جھپکتے ہی زمین سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے برابر زمین سے
 برآمد ہو گیا۔ پھر جب اس تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے پروردگار کے فضل
 سے ہے تاکہ مجھے آزمائے، کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور ظاہر ہے کہ جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کیلئے شکر کرتا
 ہے، اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بھی بے پروا، عزت والا ہے۔ بلقیس کا تخت بہت بیش قیمت تھا، اور بڑے بڑے
 قیمتی جواہرات اور موتی اس میں جڑے ہوئے تھے۔ سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اس تخت کی ایسی وضع بدل دو کہ اس
 کی پہلی صورت بدل جائے، اور اس کے جواہرات کو سبز کی بجائے سرخ اور سفید کی بجائے زرد سے آراستہ کر دو، جب بلقیس
 آوے تو اس کی عقل کا امتحان کروں کہ دنیاوی چیزوں کے ان کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے
 پہچاننے میں تم نے کتنی بھاری غلطی نہ کی، وگی۔ جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تو اس کا تخت حضرت
 سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھا ہوا تھا پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے، اس کو پہچان نہ سکی، دھوکے میں آ گئی۔ کہنے
 لگی: ”گویا کہ یہ ویسا ہی ہے۔“ اس لئے کہ ممکن تھا کہ یہ تخت اس جیسا ہوتا، اور یہ بڑی عقلمندی کی بات تھی۔ مگر جب اس کو

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَ تَهْتَدِينَ أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۳۱﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَ هَكَذَا عَرْشُكَ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۖ وَأُوتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿۳۳﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً ۖ وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيهَا ۖ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ ۖ

سلیمان نے حکم دیا کہ عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان لوگوں میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے ﴿۳۱﴾ پھر جب بلقیس آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تمہارا تخت یہی ایسا ہی ہے بلقیس نے کہا کہ گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے ہی علم ہو گیا تھا (کہ آپ برگزیدہ نبی ہیں) اور ہم فرمانبردار ہوئے ﴿۳۲﴾ اور سلیمان نے اس عورت کو ان چیزوں کی عبادت سے روک دیا جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی، بے شک وہ کافروں کے گروہ میں سے تھی ﴿۳۳﴾ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو، تو جب اس نے اس کا صحن دیکھا تو اس کو گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا، سلیمان نے فرمایا: ”یہ ایک چکنا چن شیشوں کا جڑا ہے (پانی نہیں ہے)۔“

تھوڑی دیر بعد بتایا گیا کہ یہ وہی تخت ہے۔ اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا کہ حضور ہم کو کیا آزماتے ہیں، ہم کو تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ برگزیدہ نبی ہیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ان چیزوں سے روک دیا، جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی۔ بیشک وہ کافروں کے گروہ میں سے تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک ایسا محل بنایا تھا جس کے صحن میں پانی کا حوض تھا، جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو اوپر سے صاف سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا۔ اس کے اوپر آنے جانے کا راستہ تھا۔ جب بلقیس محل میں گئیں تو بلقیس شیشہ و بلور میں پانی لہرانا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر سمجھیں کہ یہ تو حوض ہے۔ اسلئے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تاکہ پاؤں پانی میں رکھے۔

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ”یہ حوض پانی کا شیشوں سے پٹا ہوا ہے، کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ اس کی بے عقلی ثابت ہو جانے سے اس کو سخت ندامت ہوئی، اور سمجھ گئی کہ مجھ کو خاک بھی عقل نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے

قَالَتْ رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاَسَلْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ
 الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۴ وَاَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى شَمُوْدَآ خَاهُمْ صٰلِحًا اِنۡ اَعْبُدُوْا
 اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيقَيْنِ يَخْتَصِمُوْنَ ۝۳۵ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ
 بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۳۶
 قَالُوْا اَطَّيْرُنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۙ

بلقیس نے عرض کیا: ”اے میرے پروردگار! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ کے آگے حکم بردار ہوئی جو پروردگار سارے جہان کا ہے“ ۳۴ ہم نے شمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو پس ناگہاں وہ دو فریق ہو گئے (جو دین کے بارے میں) باہم جھگڑنے لگے ۳۵ صالح نے فرمایا: ”اے میری قوم! کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے، تم لوگ اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جاوے“ ۳۶ وہ لوگ بولے کہ ہم نے تم سے اور ان لوگوں سے جو تمہارے ہمراہ ہیں، براشگون لیا۔

رو برو صاف کہہ دیا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میں نے اس نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی اور مسلمان ہو گئی۔

۱۔ ان آیتوں میں قریش کے لئے تنبیہ ہے کہ نہی وقت کی اطاعت کا انجام تو یہ ہوتا ہے جو بلقیس کا ہوا کہ دنیا کی بادشاہت بھی قائم رہی، اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ اگر قریش نہی وقت کی مخالفت کریں گے تو ایسے لوگوں کا انجام آخر وہی ہونے والا ہے جو شمود اور قوم لوط کا ہوا۔ اور یہاں صالح علیہ السلام کے قصے اور ان آیتوں میں خاص کر قریش کو تنبیہ مقصود تھی، اس لئے حضرت صالح علیہ السلام کے قصے سے یہاں کلام کا سلسلہ شروع فرمایا ہے کہ ہم نے قوم شمود کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ حکم دے کر کہ اللہ کی عبادت کرو، پھر وہ دو فریق ہو گئے: ۱۔ ایک اہل توحید کا ۲۔ دوسرا وہی گمراہوں کا۔ اور دین کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم نہ مانو گے تو عذاب الہی نازل ہوگا۔ وہ کہنے لگے کہ پھر کیوں نہیں آتا۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ”اللہ سے توبہ استغفار کرو، عذاب کی خواہش کیوں کرتے ہو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر معافی اور بخشش مانگنے پر رحم کرے، اور عذاب سے چھوڑ دے۔“

قَالَ ظَهَرَ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿۳۷﴾ وَكَانَ فِي
 الْمَدِينَةِ تِسْعَةٌ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۳۸﴾
 قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا
 شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۳۹﴾ وَمَكْرُوا مَكْرًا وَ
 مَكْرَنَا مَكْرًا ؕ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۰﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 مَكْرِهِمْ ؕ إِنَّا دَمَرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۱﴾

صالح نے فرمایا: ”تمہاری (اس) بدشگونی (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہو“ ﴿۳۸﴾ اور (کفر کے سرغنہ) اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہ کرتے تھے ﴿۳۹﴾ انہوں نے کہا کہ سب آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ صالح اور اس کے گھر والوں پر (رات کے وقت) ضرور چھاپا ماریں گے، پھر اسکے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کے قتل کے وقت موجود نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں ﴿۴۰﴾ اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور خفیہ تدبیر کی اور ہم نے اپنی کی اور وہ غافل رہے ﴿۴۱﴾ پس دیکھو انکے مکر کا کیسا انجام ہوا کہ ہم نے انکو اور ان کی ساری قوم کو (آسمانی عذاب سے) ہلاک کر دیا ﴿۴۱﴾

حضرت صالح اور لوط علیہما السلام اور ان کی قوموں کا قصہ

حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: ”یہ تمہارے اعمال کی نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے، بلکہ تم ایسی قوم ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو پے در پے مال و جاہ دیتا ہے اور سختی اور آسانی سے آزماتا ہے“۔ اس شہر میں نو شخص کفر کے سرغنہ تھے جو رات دن آمادہ فساد رہتے تھے۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے، اب تک تو معمولی آزار دے چکے تھے۔ یہ اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے اس زمین میں تباہی کرتے تھے اور اپنے کام میں اصلاح نہیں کرتے تھے۔ جب ان ناعاقبت اندیشوں نے عذاب کی وعید سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ سب آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ رات کو حضرت صالح علیہ السلام اور اس کی بیوی کو اس کے کھر میں گھس کر شہید کر ڈالو اور ہرگز کسی کو ان دونوں میں سے نہ چھوڑو، جب تک وہ زندہ ہیں تب تک ہی یہ دشواریاں ہم کو پیش

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ
 يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾ وَلَوْ طَآئِدٌ
 قَال لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَيِّنْكُمْ لَتَأْتُونَ
 الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۗ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾

پس یہ انکے گھر ہیں جو ڈھے پڑے ہیں انکے ظلم کے سبب سے، بیشک اس قصہ میں بڑی نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں ﴿٥٢﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے ہم نے انکو نجات دی ﴿٥٣﴾ اور لوط کو (یاد کرو) جب کہ لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم (ایسی) بے حیائی کا کام کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو ﴿٥٤﴾ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کے ارادے سے آتے ہو (تم اچھا نہیں کرتے) بلکہ تم جاہل لوگ ہو (جو ایسا کرتے ہو) ﴿٥٥﴾

آ رہی ہیں جب ان کو شہید کر ڈالیں گے، چین سے اپنی اوقات پوری کریں گے۔ پھر ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہیں تھے اور ہم البتہ اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔ ہم سے کیا ان کی عداوت تھی کہ جو ہم ان کو شہید کر ڈالتے۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا، انہوں نے تو حضرت صالح علیہ السلام کے شہید کرنے کیلئے فریب کیا تھا، لیکن ہم نے ان کو ہلاک ہی کر کے چھوڑا اور ان کو اس بات کی خبر بھی نہ ہوئی۔ پس ان کے مکر کا انجام یہ ہوا کہ وہ اور ان کی قوم کے لوگ جو ان کے مشورے میں تھے، آسمانی عذاب سے ہلاک ہو گئے۔ پس یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے کفر و ظلم کے سبب سے ویران پڑے ہیں۔ بیشک اس میں جاننے والوں کے لئے عجب حیرت انگیز نشانی ہے، اور جو لوگ جانتے ہی نہیں، اور بالکل ناعاقبت اندیش ہیں، ان کے لئے ان قصوں کا بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ وہ نصیحت نہیں پکڑ سکتے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے تھے اور ہم سے ڈرتے تھے، اور شرک اور کفر سے بچتے تھے، ان کو بچا دیا اور یہ لوگ چار ہزار تھے، جن کو حضرت صالح علیہ السلام یمن کے ایک شہر میں اپنے ساتھ لے کر چلے گئے تھے۔

لہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے جا کر کہا: ”کیا تم دیدہ دانستہ بے حیائی کا کام کرتے ہو، اگرچہ برے کام کو جو شخص کرے وہ بڑا ہی کام ہے، لیکن بہ نسبت ناواقف کے، واقف پر بڑے کام کے کرنے کا زیادہ ترانسوس ہے۔“ فرمایا کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو، بلکہ تم جاہل لوگ ہو کہ نہیں جانتے اس بات کو کہ اس فعل بد کا کیا انجام ہوگا۔ پس اس کا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ بلکہ آپس میں یہ کہتے تھے اور ہر جگہ یہی چرچا رکھتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۗ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذِرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا يَشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

پس لوط کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ (بڑی) ستھرائی چاہتے ہیں ﴿۵۶﴾ پس ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا مگر اس کی بیوی کو کہ ہم نے ٹھہرا دیا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے ﴿۵۷﴾ اور ہم نے ان پر ایک (نئی طرح) کا مینہ برسایا پس کیا ہی برابر ساؤ تھا ڈرائے ہوؤں کا ﴿۵۸﴾ تم کہو: ”سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر، کیا اللہ بہتر ہے یا ان کے ساختہ شریک (یعنی بت)“ ﴿۵۹﴾

اپنی بستی سے نکال دو، یہ بڑا فسادی ہے۔ اس نے ہماری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے آپ کو پاک اور ہم کو ناپاک کہتے ہیں، یعنی اپنے فعلوں کو اچھا اور ہمارے فعلوں کو بڑا بتاتے ہیں۔ غرض یہ کہ جب حضرت لوط علیہ السلام نصیحت کرتے تو یہ لوگ طرح طرح سے جواب دیا کرتے تھے۔ آخر اس کا انجام یہ ہوا کہ اس قوم پر عذاب نازل ہوا کہ پتھروں کا مینہ برسا، پس کیا ہی برا مینہ تھا۔ اگر اپنے رسول کی تابعداری کرتے تو آج ان مصیبتوں اور ہلاکتوں میں نہ پڑتے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا، مگر ان کی بیوی کو بوجہ ایمان نہ لانے کے ہم نے نہیں بچایا۔ پس صاف ظاہر ہو گیا اس سے کہ جو کوئی ایسی حرکت کرے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اس کی بھی عاقبت ایسی ہی خراب ہوگی۔ آگے فرمایا کہ تم کہہ دو سب خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں، جس نے اپنے ایمان دار بندوں کو سچا کیا اور سرکشوں کو ہلاک اور برباد کیا۔ ان تمام برگزیدوں پر سلام و صلوة کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مخالفوں کے کیسے جو رو جفا اٹھائے۔ آگے فرمایا کہ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں کہ جن کو وہ کفار شریک ٹھہراتے ہیں۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُشْبِتُوا
شَجَرَهَا ؕ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ يَتَّقُونَ ۝

(بلکہ ہم پوچھتے ہیں) آیا کس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا، پس اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے تروتازہ باغ اُگائے، تمہاری طاقت نہ تھی کہ تم ان (باغوں) کے درخت اُگاتے، (بتاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں ۝

خدا کی وحدانیت کی دلیلیں

۱۔ شان نزول: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کون ہے وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا“۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اسی کا کام ہے کہ جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ ان کا بنانا کچھ ایسا کام نہیں ہے کہ جو یہ حضرت انسان ایک ادنیٰ چیز بناتے ہیں تو وہ محنت اور مشقت کرتے ہیں کہ اس کا ذکر محتاج بیان نہیں۔ بس صاف اس سے معلوم ہو گیا کہ قابل عبادت کے وہی ذات ہے جس نے ایسے بڑے بڑے جسم بنا کے اپنی قدرت دکھائی، اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا، اور ہم نے اس سے کیسے کیسے عمدہ باغ سرسبز تروتازہ اُگائے تاکہ تم اس سے نفع اٹھاؤ۔ کیا تم میں یہ طاقت اور مجال تھی جو ایسے آراستہ اور خوش رنگ باغوں کے درخت اُگاتے۔ بتاؤ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے کہ اس کو ان فعلوں میں مدد دے۔ یعنی ہرگز کوئی دوسرا خدا نہیں کہ جو اس وحدہ، لا شریک کو ان عجیب و غریب صنعتوں اور کاریگریوں میں مدد دے، وہ وحدہ لا شریک ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے سیدھے رستے سے ٹیڑھے چل رہے ہیں۔ یعنی خدا کی توحید کو چھوڑ کر اس کا شریک بنا رہے ہیں۔ دنیا میں ذلیل اور خوار ہیں، اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اگر توبہ نصیب نہ ہوئی۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ خدا کے وحدہ لا شریک ہونے اور قادر مطلق ہونے پر، یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور مثل بتاتے ہو بھلا وہ بہتر ہے، یا وہ جس نے زمین کو تمہارے اور سب کے لئے آرام گاہ بنایا۔ اس لئے کہ اگر زمین کو سکون نہ ہوتا تو کس چیز پر سکون اور آرام پاتے۔ بڑے سخت گمراہ ہیں باوجودیکہ ایسی ایسی زبردست دلیلیں اس کی قدرتِ کاملہ کی دیکھتے ہیں، پھر بھی اس کو ایک نہیں مانتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صرف اتنی ہی قدرت نہیں دکھائی، بلکہ اس میں نہریں جاری کیں جو تمہارے آرام کا سبب ہیں۔ اور دیکھو اس کی قدرت کہ پہاڑوں کو پیدا کیا تاکہ اس سے زمین کی مضبوطی ہو۔ اس لئے کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین کو حرکت رہتی۔ اور پہاڑوں کے پیدا کرنے میں اور بھی فائدے ہیں۔ سونے چاندی گندھک وغیرہ کی کانیں انہیں میں سے نکلتی ہیں، جن سے ہزاروں کام نکلتے ہیں۔ اور ان میں سے طرح طرح

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ جَعَلَ خِلْفَهَا أَنْهَارًا وَ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِي وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۖ ءِإِلَهُ مَعَ اللَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶۱﴾ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَّرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۖ ءِإِلَهُ مَعَ اللَّهِ ۖ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۶۲﴾ أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَن يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَاحَتِهِ ۖ ءِإِلَهُ مَعَ اللَّهِ ۖ

(ہم پوچھتے ہیں): ”آیا کس نے زمین کو (مخلوق کی) قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور (اس زمین کے ٹھہرانے کے لئے) پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ رکھی (بتاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے، بلکہ ان میں اکثر لوگ (اس کی قدرت کو) نہیں جانتے ہیں“ ﴿۶۱﴾ (ہم پوچھتے ہیں): ”آیا وہ کون ہے جو بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو اگلوں کا زمین میں قائم مقام کرتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے تم بہت ہی کم دھیان کرتے ہو“ ﴿۶۲﴾ (ہم پوچھتے ہیں) آیا کون تم کو راہ دکھاتا ہے خشکی اور تری کی اندھیروں میں، اور کون خوشخبری کی ہوا میں بھیجتا ہے اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے، (بتاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔

کے چشمے نکلتے ہیں۔ اور وہ اللہ ہے کہ جس نے اپنی قدرت سے دونوں دریاؤں یعنی شیریں اور کھاری میں اپنی قدرت سے آڑ رکھی تاکہ وہ آپس میں نہ مل سکیں۔ جس نے یہ عجیب و غریب چیزیں بنائی ہیں وہی عبادت کے لائق ہے۔ بلکہ ان میں اکثر لوگ بے علم ہیں، نہیں جانتے اس بات کو کہ خدا ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ایک ہے، بلکہ کوئی اس کا مددگار اور شریک نہیں۔ بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرے، جب وہ اس خدا کو پکارتا ہے تو اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ اور تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا وارث اور مالک ہوتا آتا ہے، یعنی اس کا احسان تم پر پشت در پشت ہے۔ پھر تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو، اور خدا کی کم یاد کرتے ہو۔ اور تم کو جنگل اور دریا کی تاریکیوں میں راستہ وہی تو بتاتا ہے۔ اسی طرح سمندر کے سفر میں جب راستہ بھول جاتا ہے، وہاں بھی وہی راستہ بتاتا ہے۔ غرض مشرکین منکرین کو ہر آیت میں اپنی عجائبات قدرت دکھاتا ہے، اور ہر جگہ پوچھتا جاتا ہے کہ بتلاؤ اللہ کے سوا اور کسی کے کام ہیں۔

تَعَلَىٰ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۲۳﴾ أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ عَالِمٌ مَّعَ اللَّهِ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۴﴾

(ہرگز نہیں بلکہ) اللہ برتر ہے اس چیز سے کہ شریک بناتے ہیں ﴿۲۳﴾ (ہم پوچھتے ہیں) آیا وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور کون آسمان اور زمین سے تم کو روزی دیتا ہے (یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (ہرگز نہیں) تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ﴿۲۴﴾

قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ بھلا کون خوشخبری کی ہوائیں بارش سے پہلے چلاتا ہے، کیا تم ان کاموں کے کرنے میں شریک جانتے ہو، کیا کوئی معبود ہے جو خلق اور ان اشیاء میں خدائے برحق کا شریک ہو، ہرگز نہیں۔ پاک اور بزرگ ہے بلا دلیل شرک کرنا کس قدر وبال کی بات ہے، اور یہ کہ آسمان و زمین سے جس قدر چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اگرچہ بار بار پیدا ہونے کی وجہ سے لوگوں کے آگے یہ ایک معمولی بات ہو گئی ہے، مگر درحقیقت ہر ایک بات عقل کے خلاف ہے۔ خود انسان کی پیدائش منی کے ایک قطرہ سے ہے، بھلا کونسی عقل کی بات ہے۔ پھر اگر حشر کے روز جسم کا ایک ایک ذرہ جمع کر کے جسم تیار کرے، پھر اس میں وہی روح ڈال دے، جو جسم سے نکلی تھی تو یہ کیا تعجب کی بات ہے۔ وہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے، وہی مرنے کے بعد قبروں سے اٹھائے گا۔ اور جب اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تم دنیا میں اتنے عرصہ تک رہے، خوب عیش کی، یہ سب کچھ ہماری نعمتوں اور فضل کے طفیل تھا۔ ہمارے لئے ایمان اور عبادت کا کیا تحفہ لائے، تو وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔ اور سوائے حسرت اور پشیمانی کے اور کچھ نہ کریں گے تو اوندھا منہ کر کے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ آیا وہ بہتر ہے جس کو تم اس کا شریک بتاتے ہو، یا وہ کہ تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ آسمان سے بارش کے سبب سے تم کو روزی بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”تمہارے بتوں کے خدا کے شریک ہونے کی اور معبود ہونے کی کیا دلیل ہے۔ مشرکوں سے کہہ دو اگر تم اپنے اس دعوے میں کہ ان اشیاء کے پیدا کرنے میں سوائے خدا کے اوروں کو بھی قدرت ہے تو کوئی سند پیش کرو، تم کہہ دو کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی خود غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ پھر وہ خدا کے شریک کس بات سے ہو گئے، بلکہ ان کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ مر کر کب زندہ کئے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے معاملہ میں بالکل بے سمجھ ہو گئے۔ حالانکہ مشرکوں کو معلوم کر دیا گیا کہ آخرت برحق ہے۔ تب بھی نہ سمجھے بلکہ وہ لوگ اس بات سے پوشیدہ ہیں۔ مشرکین حشر کے برپا ہونے پر انکار کرتے اور نہایت تعجب سے اس میں دخل دیا کرتے، اور کہا کرتے کہ ہم کو تو نہایت عجیب و غریب یہ امر

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢٥﴾ بَلِ ادَّارَكَ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرَةِ قَبْلُ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا قَبْلُ بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاءًا وَنَا أَنبَاءُ خُرَجُونَ ﴿٢٧﴾

تم فرماؤ کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خود غیب نہیں جانتے مگر اللہ (جس کو چاہے بتائے) اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ﴿۲۵﴾ کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جانتے تک پہنچ گیا، کوئی نہیں بلکہ وہ لوگ اس سے شک میں ہیں، بلکہ وہ لوگ آخرت سے اندھے ہیں ﴿۲۶﴾ وہ کافر کہتے ہیں کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم (اپنی قبروں سے زندہ) پھر نکالے جائیں گے؟ ﴿۲۷﴾

معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا بدن بعد مرنے کے بالکل خاک ہو گیا، اور ریزہ ریزہ ہو کر بالکل فنا ہو گیا، تو کیونکر یہ بات ہو سکتی ہے کہ یہ پھر ویسا ہی مثل سابق ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کمال قدرت ثابت کر چکا کہ ہم نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے رزق کے کیسے کیسے سامان کئے۔ کیسی کیسی نہریں اور پہاڑ تمہارے نفع کیلئے پیدا کئے، اس نے اپنی قدرت اور وحدانیت کو اس طرح سے ثابت کر دیا کہ گویا آنکھوں سے دکھا دیا۔ اس کے بعد اس کی قدرت میں کلام کرنا بھی سخت حماقت ہے۔ پس انہوں نے گویا اس کی قدرت کا بھی انکار کیا اور علم کا بھی۔ اور کہنے لگے ہم سے بلکہ ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے جو رسول تھے، سب یہی کہتے آئے لیکن کسی نے اس کا انجام نہ دیا تھا۔ یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں، حقیقت میں اس کی کچھ بھی اصل نہیں۔ ورنہ کبھی تو کچھ نہ کچھ ان باتوں کا ظہور ہوتا۔ فرمایا اے محبوب ﷺ! ان منکرین سے کہہ دو: ”اے جھوٹے منکر و! تم زمین میں چل پھر کے دیکھو اور عبرت پکڑو کہ منکرین کا کیا انجام ہوا۔ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے، مارے گئے، گھرانے کے برباد ہوئے۔ اور تم ان کی مخالفت پر غم نہ کرو، اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں، اس سے دل تنگ نہ ہو۔“ اور کفار کہتے ہیں: ”کیوں جی اگر سچے ہو تو بتلاؤ کہ عذاب کہاں ہے اور کب آئے گا۔“ اے محبوب ﷺ! کہہ دو کہ جس عذاب کی تم جلدی کر رہے ہو، اور اب تک دیر ہو رہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا پروردگار لوگوں پر اپنا بڑا فضل رکھتا ہے۔ اور اکثر ان میں سے اس بات پر ہلکے نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ عذاب وقت مقررہ پر آجائے گا تو ان کو جان کا بچا نا دشوار ہوگا۔ پھر فرمایا کہ وہ ایسا عالم الغیب ہے کہ جن باتوں کو یہ لوگ چھپا رہے ہیں، ان کو بھی جانتا ہے، اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ بھی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کوئی چیز آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ نہیں۔ سب کچھ کتاب روشن یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے۔

لَقَدْ وَعَدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۗ إِن هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ
الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا
يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾
قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَ
إِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَ
إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ
غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٧٥﴾

بیشک اس کا ہم سے اور پہلے ہمارے باپ داداؤں سے وعدہ کیا گیا یہ تو نہیں مگر پہلوں کی کہانیاں ﴿٦٨﴾ تم فرماؤ کہ
تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا ﴿٦٩﴾ اور تم ان (کے حال) پر غم نہ کھاؤ اور جو کچھ یہ مکر کر
رہے ہیں اس سے دل تنگ نہ ہو ﴿٧٠﴾ اور یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب) کب ہوگا اگر تم سچے ہو ﴿٧١﴾ (تو
بتاؤ) تم فرماؤ کہ شاید تمہارے نزدیک کچھ اس میں سے آگاہ ہو جس (عذاب) کی تم جلدی کرتے ہو اور (اسی
لئے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے کہ) ﴿٧٢﴾ بیشک تمہارا پروردگار لوگوں پر بڑا فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ان میں
سے (اس بات پر) شکر نہیں کرتے ﴿٧٣﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے
اور جس کو وہ (زبان سے) ظاہر کرتے ہیں ﴿٧٤﴾ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب روشن کتاب (یعنی
لوح محفوظ) میں موجود ہیں ﴿٧٥﴾

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ
يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَاحَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ
يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٤٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ
إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٤٩﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ
الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٠﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن
صَلَاتِهِمْ ۗ إِن تَسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٥١﴾

بیشک ۱۔ یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان چیزوں کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور بیشک یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۴۷﴾ بے شک تمہارا پروردگار ان کے درمیان میں اپنے حکم سے فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا اور وہی ہے غالب علم والا ﴿۴۸﴾ پس تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم صریح حق پر ہو ﴿۴۹﴾ بیشک تم مردوں (یعنی کفار) کو (نصیحت) نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز پڑھنے کی سنا سکتے ہو جس وقت کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاویں ﴿۵۰﴾ اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والے نہیں، تم تو صرف انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں (یعنی قرآن) پر ایمان لاتے ہیں پس وہ مسلمان ہیں ﴿۵۱﴾

قیامت سے پہلے ایک جانور کا نکلنا جو لوگوں سے کلام کرے گا

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے اکثر وہ قصے بیان کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ جیسے عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کے باب میں یہود و نصاریٰ مختلف القول ہیں۔ لیکن قرآن سراسر ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے حق میں۔ اس سراسر ہدایت کو چھوڑ کر اب جو لوگ اختلاف میں پڑے ہیں، ان کے اس اختلاف کا پورا فیصلہ قیامت کے دن ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور فیصلہ میں بڑا زبردست ہے۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم اللہ پر ہی بھروسہ رکھو، کیونکہ تم صریح حق پر ہو۔ اور لوگوں کو راہ حق پر بلانے میں لگے رہو۔ پھر اس راہ حق پر جو نہ آوے تو وہ مثل مردہ کے ہے۔ اور تم مردوں یعنی کفار کو نہیں سنا سکتے، اور نہ تم اندھوں کو راستہ بتا سکتے ہو، یعنی وہ لوگ دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں۔ اور نہ بہروں کو کوئی بات سنا سکتے ہو کیونکہ قدرت الہی کے نمونہ کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ تم تو ان لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں یعنی قرآن پر ایمان لاتے ہیں پس وہ لوگ مسلمان ہیں۔“

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ
 أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ
 فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ
 أَكْذِبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِطُوا بِهَا عَلِيمًا مَاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾

اور ۱۔ جب ان کافروں پر وعدہ صادق آجائے گا تو ہم ان کے لئے ایک (عجیب) جانور زمین سے نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا، اس لئے کہ (کافر) لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے ﴿۸۲﴾ اور ۲۔ (اس دن کو یاد دلاؤ) جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کی ایک جماعت اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی تھی، ان کے اگلے رو کے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آلیں ﴿۸۳﴾ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو لیں گے فرمائے گا: ”کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا۔ بھلا تم کیا کام کرتے تھے“ ﴿۸۴﴾

۱۔ قیامت کے قریب جو دس نشانیاں ظاہر ہوں گی ان میں سے ایک اس جانور دابۃ الارض کا ظہور ہوگا جو کوہ صفا واقع قریب مکہ سے نکلے گا۔ اس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوا ہوگا اور یہ لوگوں سے کہے گا، کہ افسوس تم نے خدا کی باتوں کا یقین نہ کیا، یہاں تک کہ اب توبہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگٹھی ہوگی۔ ایمان والوں کی پیشانی پر عصا سے ایک قسم کا چھاپہ لگا دے گا۔ اس روز سے ایک دسترخوان پر بیٹھنے والوں میں صاف فرق دکھائی دے گا کہ یہ ایماندار ہے اور یہ کافر ہے۔ اس کی رفتار بہت تیز ہوگی۔

۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا حال بیان فرمایا ہے کہ جس روز ہم قرآن کے جھٹلانے والوں کے ہر ایک فرقہ کو گھیر کر بلائیں گے، پھر اس کی مثل بنے گی۔ ہر قسم کے گناہ والے ہوں گے، زنا کرنے والے علیحدہ، چور علیحدہ، شرابی علیحدہ۔ پھر اللہ تعالیٰ جھڑکی کے طور پر احکام کے جھٹلانے والوں کو، اور ٹالنے والوں سے سوال کرے گا کہ تم دنیا میں کیا کام کرتے رہے۔ اس جھڑکی کے سوال کے بعد مشرک فوراً عذاب کے قابل قرار پائیں گے۔ اور جب وہ لوگ اپنے شرک سے انکار کریں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں سے گواہی لی جائے گی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے حشر کے منکروں کو اس طرح اپنی قدرت پر متنبہ کیا کہ یہ لوگ کیا غور و فکر نہیں کرتے کہ ہم نے ان کے آرام کے لئے رات بنائی۔ اور یہ آرام مشابہ موت کے ہے، اور دیکھنے کے لئے دن بنا دیا ہے جو مشابہ حیات بعد الموت کے ہے۔ اس انقلاب میں ہزار ہا خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے، جو ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کو ہر طرح کی قدرت ہے۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا
 جَعَلْنَا اللَّيْلَ لَيْسَكُنَا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
 لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
 وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۗ وَكُلُّ أَتَوَّةٍ دَخِيرٌ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى
 الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدًا وَهِيَ تَرْمِئُ مَرَ السَّحَابِ ۗ صُنِعَ اللَّهُ الْبَرِّ
 أَتَقْنُ كُلَّ شَيْءٍ ۗ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾

اور ان پر وعدہ (عذاب کا) ثابت ہوا ان کے ظلم کے سبب سے پس وہ اب کچھ نہیں بول سکیں گے ﴿۸۵﴾ کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم نے انکے آرام کیلئے رات بنائی (جو مشابہ موت کے ہے) اور دیکھنے کیلئے دن پیدا کیا، بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۸۶﴾ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے، اور سب لوگ اللہ کے حضور میں عاجزی کرتے ہوئے آئیں گے ﴿۸۷﴾ اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو انہیں جما ہوا سمجھے گا اور وہ (اس دن) بادل کی چال کی مانند چلتے ہوں گے، یہ اللہ کا کام ہے جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز، بیشک وہ اس سے واقف ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۸۸﴾

قیامت کی علامات

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ قیامت کے اس ہول کی خبر دیتا ہے جو صور کے پھونکے جانے کے وقت پیدا ہوگا۔ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرائیل علیہ السلام پہلا صور پھونکیں گے، جس سے تمام مخلوق پہلے گھبرا جائے گی اور پھر مرجائے گی۔ بعد اس کے خدا کے روبرو کھڑے ہونے کے لئے دوسرا صور پھونکا جائے گا، جس سے تمام مردے قبروں سے نکل کر خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ پہاڑ جو اللہ کی قدرت اور صنعت سے مضبوط اور جمے ہوئے ہیں، کہ وہ مثل میخ کے گڑے ہوئے ہیں، کہ ان میں آج کسی قسم کی حرکت و لغزش نہیں ہے، اپنی جگہ قائم ہیں۔ قیامت کے روز صور کے صدمہ سے مثل بادلوں کے اڑتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ اب یہاں سے اس قادر ذوالجلال کی قدرت معلوم ہوتی ہے کہ آج جو تم اس وقت غافل ہو، اور دنیا کے مزوں میں ڈوب رہے ہو،

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿۸۹﴾
 وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ۗ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا
 كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي
 حَرَّمَ هَاوَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۗ وَأَمْرُهُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۱﴾

جو کوئی لے نیکی لائے پس اس سے بہتر اجر ہے، اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہیں ﴿۸۹﴾ اور جو کوئی بدی (یعنی شرک) لے کر آئے تو وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے، (ان سے کہا جائے گا): ”تمہیں کیا بدلہ ملے گا مگر اسی کا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے“ ﴿۹۰﴾ (اے محبوب! ﷺ تم فرماؤ): ”مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس (شہر) کو حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ﴿۹۱﴾

اور نہیں یاد کرتے اس وقت کو کہ جس میں دنیا و مافیہا کی سب چھوٹی بڑی چیزیں ایک ہی صورت میں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ فرمایا کہ اس کو تمہارے سب کام کاج معلوم ہیں۔ جو آپس میں حشر کی باتیں کرتے ہو اور اس کے وجود کے منکر ہو، اور ان سے خبردار ہے۔ پس ڈرو اس اللہ سے جس کی قدرت میں تمہاری سب کی جانیں ہیں۔

۱۔ ارشاد فرماتا ہے کہ قیامت کے روز اس قانون پر عمل ہوگا۔ جو کوئی نیکی لے کر آئے گا وہ اس کا اس سے بہتر اجر پائے گا۔ اور وہ اس روز کی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے، اس لئے کہ اس دن گھبراہٹ ان کو جب ہوتی کہ وہ کچھ کام نیک نہ کرتے۔ پس یہ لوگ بے خوف اور نڈر ہو گئے، بلکہ ادنیٰ ادنیٰ نیکی کا ثواب حاصل کریں گے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ جو رائی کے برابر بھی نیک کام کرے گا تو اس کا بھی ثواب پائے گا، اور جو شخص بدی شرک و گناہ لے کر آئے گا تو وہ لوگ منہ کے بل آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یعنی ان کے شرک کی سزا ان کو یہ ملے گی کہ ان کے مونہوں کو سرتنگوں کر کے ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اس کی سزا وہ بھگتیں گے جو دنیا میں کر گئے ہیں۔ تب فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ یعنی رسولوں نے تم کو خدا پرستی کا سیدھا راستہ بتایا، تم نے اس کو مسخر اپن جانا۔ اور تم نے خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجا، اور تم اپنی سرکشی اور سرتابی میں غرق ہو گئے تھے۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا: ”اے محبوب! ﷺ تم فرماؤ کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں۔ جس نے اس شہر کو امن والا کیا کہ وہاں آدمی جانور قتل وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے واسطے ہر چیز ہے، اور مجھ کو حکم ہے کہ

وَأَنْ أَسْأَلُوا الْقُرْآنَ ۚ فَمِنْ أُمَّتِي وَأُمَّتِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ
 ضَلَّ قُلُوبًا إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
 سِيرَتِكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔ پس جس نے (میری تبلیغ کے بعد) راہ پائی اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی اور جو کوئی گمراہ رہے تو تم فرما دو کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں ﴿۹۲﴾ اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی شق القمر وغیرہ معجزات اور بدر کے واقعات) دکھائے گا، تو تم ان کو پہچان لو گے اور تمہارا پروردگار ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۹۳﴾

میں مسلمانوں میں سے ہوں، اور اللہ کو ایک جانوں اور تمہارے سامنے قرآن پڑھ کے تم کو ایمان کی طرف بلاؤں۔ تو جو راہ پر آوے گا تو اپنے بھلے کو آوے گا، اور جو کوئی بہکا رہے تو تم فرما دو کہ میں تو ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں۔ اور میرے ذمہ تو حکم پہنچا دینا ہے، اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں شق القمر وغیرہ معجزات اور بدر کے واقعات کہ قتل کا ہونا، قید ہونا، فرشتوں کا ان کے چہروں اور پشتوں کو مارنا، وغیرہ دکھائے گا۔ سو تم ان کو پہچان لو گے، اور تمہارا پروردگار ان کے عملوں سے بے خبر نہیں ہے۔

﴿۸۸ آیتا﴾ ﴿۲۸ سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۲۹﴾ ﴿۹ رکوعا﴾ ۹

سورہ قصص مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ قصص: جو اس سورت کو روزانہ پڑھے تو قیامت کے دن فرشتے گواہی دیں گے اور جنت نصیب ہوگی اور اس سورت کو پڑھ کر بارش کے پانی پر دم کر کے بیمار کو پلا دے تو ان شاء اللہ بیمار شفا پائے گا۔

طَسَمَ ۱ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ نَتَلَّوْا عَلَيْكَ مِنْ نَبَا
 مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۳ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي
 الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضَعِفُ طَاغُفَةً مِنْهُمْ يُدَّبِحُ
 أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۴ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۵ وَ
 نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا فِي الْأَرْضِ

یہ ۱ آیتیں (جو تم پر اے محبوب ﷺ وحی کی جاتی ہیں) روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ہیں ۲ ہم تم پر موسیٰ اور
 فرعون کا کچھ قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر (یعنی نازل کر کے) سناتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ۳ بیشک
 فرعون نے زمین (مصر) میں تکبر کیا اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ کر رکھا تھا، ان میں سے ایک گروہ
 (یعنی بنی اسرائیل) کو کمزور دیکھتا تھا انکے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور زندہ رکھتا تھا انکی لڑکیوں کو (اپنی خدمت کیلئے)
 بیشک وہ فسادی تھا ۴ اور ہم چاہتے تھے کہ ۵ ان پر احسان کریں جو (مصر کی سر) زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں۔

فرعون کا واقعہ

۱۔ ان آیتوں میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان فرمایا کہ فرعون نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ فرعون نے مصر کے رہنے
 والوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو ہر طرح سے کمزور اور ضعیف کر رکھا تھا، اور ان سے ذلیل
 کام لیتا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے زمانہ کے لوگوں میں عزت دار تھے۔ فرعون نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ یہاں تک کہ
 فرعون ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا، اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ننانوے ہزار معصوم بچوں کو ذبح کر دیا۔ اور
 جو لڑکی پیدا ہوتی تھی، اس کو خدمت کے لئے چھوڑ دیتا تھا۔ اور یہ اس لئے کرتا تھا کہ کسی نجومی نے اس کو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل
 میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیرے ملک کو چھین لے گا، اور تیری بادشاہت کے زوال کا موجب ہوگا۔ بیشک وہ بڑا فسادی
 تھا کہ اس نے اس قدر معصوم جانیں ناحق تلف کیں، اور اس خدا سے خوف نہیں کیا جس نے ان جانوں کو پیدا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ فرعون تو اپنا مکر کر رہا تھا، اور تم یہ ارادہ کر رہے تھے کہ جو لوگ زمین میں ذلیل اور ناتواں سمجھے گئے
 ہیں۔ یعنی بنی اسرائیل پر اپنا فضل کریں، اور نجات دیں، اور ان کو امام بنائیں، اور اس ملک کا وارث اور مالک بنائیں، اور اس

وَنَجْعَلُهُمْ آيَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
 وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ لَشَكَرُوا كَوَانِ كَمُرُورِ كَالْحَمَلِ وَ هَامَانَ كَالْحَمَلِ
 يَحْذَرُونَ ۝ ۶ وَ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۚ فَإِذَا
 خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِي وَ لَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَأَيْنَا
 إِلَيْكَ وَ جَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ ۷ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ
 لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَ حَزَنًا ۙ

اور ان کو ہم (لوگوں کا) پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا ان کو وارث بنائیں ۝ اور ان کو زمین میں قبضہ دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان کمزوروں کے ہاتھ سے وہی دکھا دیں جس کا انہیں خطرہ تھا ۝ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ موسیٰ کو دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا (نیل) میں ڈال دے اور نہ تو (غرق ہونے کا) خوف کر اور نہ (مفارقت پر) غم کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اس کو ہم پیغمبر بنائیں گے ۝ پس فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ کو اٹھالیا کہ وہ ان کا دشمن اور غم کا سبب ہو۔

زمین میں ان کو قابض کر دیں۔ اور دکھائیں فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو، اس بنی اسرائیل سے وہ چیز جس کا ڈر تھا کہ یہ ملک کہیں ہمارے قبضے سے نہ نکل جائے۔ فرعون تو یہ تدبیریں کر رہا تھا کہ جا بجا جاسوس بٹھار کھے تھے کہ جب کسی عورت کو حمل ہوتا تھا تو وضع حمل تک نگرانی کی جاتی تھی۔ پھر اگر لڑکا پیدا ہوتا تو زنج کر دیا جاتا تھا، اور اگر لڑکی ہوتی تھی تو زندہ چھوڑ دی جاتی تھی۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی والدہ کے شکم میں تشریف لائے تو کوئی ظاہری علامت حمل کی ان میں نہ پائی جاتی تھی جیسے عورتوں میں ہوتی ہے۔ اس کا حال کسی شخص کو بھی نہ معلوم ہوا۔ غرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے شکم سے تشریف لائے، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دودھ پلا اس کو، اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے اس کی پرورش کر۔ پس جب تو اس بات سے ڈرے کہ لوگ اس پر مطلع ہو جائیں گے انکے رونے کی آواز سے، یا اور کسی وجہ سے تو تو اس کو دریائے نیل میں جو ان کے مکان کے نیچے سے جاری تھا، ڈال دینا۔ اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ چنانچہ انکی والدہ نے ان کو صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کی ماں! تو غرق ہونے کا اندیشہ نہ کرنا، اور نہ غم کرنا کیونکہ ہم ان کو تیرے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے، اور ان کو رسولوں میں سے ایک رسول بنا دیں گے۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اپنا دشمن اور آزار کا باعث بنانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مع صندوق کے دریا

إِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمَا كَانُوا خٰطِئِينَ ۝۸ وَ قَالَتْ
 اٰمْرٰتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتْ عَيْنِي لِىْ وَ لَكَ ۗ لَا تَقْتُلُوْهُ ؕ عَسَىٰ اَنْ
 يَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهُ وِلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمَّ
 مُّوسَىٰ فِرْعَاۗءًا ۗ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَّنَا عَلٰى قَلْبِهَا
 لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُوْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَ قَالَتْ لِاُخْتِيْ قُصِيْهِ ۗ فَبَصُرَتْ بِهٖ
 عَنِ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱

بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے ۝۸ اور فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو، شاید یہ (بڑا ہو کر) ہم کو نفع دے یا ہم اسے (اپنا) بیٹا بنالیں اور انہیں انجام کی خبر نہ تھی ۝۹ اور صبح کو ۱۔ موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا، بیشک قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کی دل بستگی نہ کرتے (یعنی صبر نہ دیتے) کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے ۝۱۰ اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا کہ تو اس ۲۔ کے پیچھے پیچھے چلی جا تو وہ اس کو دور سے دیکھتی رہی اور فرعون کی قوم والوں کو خبر نہ تھی ۝۱۱

سے نکال لیا۔ جب منظور الہی ہوتا ہے تو اپنے ہاتھوں سے آدمی ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ اپنی موت اپنے ہاتھوں لیتے ہیں۔ بیشک فرعون اور ہامان اور ان کا لشکر اس بارے میں بہت خطا دار تھے۔ فرعون کی بی بی حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو نہ مارو شاید کہ بڑا ہو کر ہم کو کچھ فائدہ پہنچائے۔ کیونکہ اس کی پیشانی سے خوش نصیبی معلوم ہوتی ہے، یا اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں کیونکہ یہ بیٹا بنانے کے لائق ہے۔ اور انہیں انجام کی خبر نہ تھی۔ ۱۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ان کی جدائی سے بے قرار ہو گیا، اور فرعون کے ہاتھوں میں جانے سے موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ سے کہا کہ تو اس کی خبر لا کہ اس کا کیا حال ہو۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے جو ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے پاس لوٹا کر موسیٰ علیہ السلام کو لاؤں گا اس کو پورا کر دیا۔

۲۔ انکی بہن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے آدمیوں کے پاس دیکھا اور وہ لوگ بے خبر تھے۔ اور ہم نے سب دودھ پلانے والیوں کا دودھ ان پر حرام پہلے سے کر دیا، اور اس کی طبیعت میں سب کی طرف سے کراہت ڈال دی کہ کسی کا دودھ نہیں پیتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جس کا نام مریم تھا، کہا: ”کیا میں تم

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ
بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَصْحُونَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَىٰ
تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَدَغَ آسُفُهُ وَأَسْتَوَىٰ أَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴﴾

اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر سب دایوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ پس موسیٰ کی بہن نے کہا: ”کیا میں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں (پرورش کریں) اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں“ ﴿۱۲﴾ پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف (اپنے وعدہ کے موافق) پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۱۳﴾ اور جب لے موسیٰ اپنی جوانی کی حد کو پہنچا اور (قوت جسمانیہ و عقلیہ سے) درست ہو گیا تو ہم نے اس کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۴﴾

کو ایسی آیا بتا دوں جو اس کو اپنی سپردگی میں رکھیں، اور اس کو دودھ پلانے کے لئے ضامن ہو جائیں۔ اور وہ اس بچہ کی خیر خواہ ہووے کہ اس کو آرام سے رکھیں، اور دودھ پلانے کی کوتاہی نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کون ہے کہا: ”وہ میری ماں ہیں، وہ اس بچہ کو دودھ پلانے کی ضامن ہو سکتی ہیں۔“ پس فرعون نے ان کی ہمشیرہ کو حکم دیا کہ اپنی ماں کو یہاں بلاؤ۔ وہ اپنی ماں کو بلا لائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں تھے۔ وہ بہلاتا جاتا تھا اور وہ روتے جاتے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی گود میں دیدیا، وہ اپنی ماں کی بو پہچان گئے اور دودھ پینے لگے، اور ان کی اجرت مقرر کر دی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس اپنے وعدہ کے موافق پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑے، اور اس کی جدائی میں غمگین نہ ہوں، اور وہ جان لیں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک فرعون کو مار ڈالنے کا ذکر

لے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نابالغی اور بچپن کا حال بیان کر دیا تو فرمایا کہ جب وہ جوانی کو پہنچ گئے، اور دشمن کے گھر پرورش پا کر سب طرح سنبھل گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت جسمانیہ و عقلیہ دونوں عنایت کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکل کر مدین میں جانے کا سبب بیان فرمایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَعَاثَ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَرَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ۝۱۵ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝۱۶

اور موسیٰ شہر (مصر) میں ایسے وقت داخل ہوا کہ جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس جگہ دو مردوں کو لڑتے پایا، ایک تو موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور وہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے۔ پس وہ جو اس کی قوم میں تھا، اس نے موسیٰ سے اس دوسرے پر کہ جو اس کے دشمنوں میں سے تھا مدد مانگی۔ تو موسیٰ نے اس کو گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: ”یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بیشک شیطان گمراہ کرنے والا ظاہر دشمن ہے“ ۝۱۵ عرض کی: ”اے میرے پروردگار! بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے“ پس اللہ نے اسے بخش دیا، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ۝۱۶

بازار میں تھے کہ انہوں نے دو شخصوں کو لڑتے دیکھا۔ جس میں ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا ایک فرعونی تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کے ایک گھونسا مارا، جس سے وہ فرعونی مر گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”یہ تو شیطانی حرکت سرزد ہو گئی ہے، اور شیطان کھلا دشمن ہے بہکانے والا“۔ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کی کہ اے رب میرے! بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ چوک بخش دی۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے مرنے کے بعد پچھتائے۔ غرض یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو مار ڈالا تو صبح کے وقت راہ دیکھتے اٹھے کہ فرعونی کے وارث فرعون کے پاس فریاد دی گئے ہوں گے۔ دیکھنا چاہئے کہ کس کے اوپر خون ثابت ہوا۔ ابھی تک یہ بات پوشیدہ تھی کہ کس نے مارا، کہ ناگہاں وہی شخص جس کی مدد میں حضرت موسیٰ نے کل فرعونی کو مارا تھا، دوسرے فرعونی کے ساتھ جھگڑا کر رہا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس پر سے گذرے تو پھر اس نے فریاد کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خفا ہو کر اس سے کہا: ”تو تو کھلا گمراہ اور بے راہ آدمی ہے، ہر روز ہر ایک سے جھگڑا کرتا ہے۔“

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ مَوَدَّتِي بِمَدَدِ غَدَاةٍ ۖ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ ﴿۱۷﴾
 فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرْتَهُ
 بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِحُهُ ۗ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۸﴾

موسیٰ نے عرض کی: ”اے میرے پروردگار! جیسا تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے پس اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا“ ﴿۱۷﴾ پس موسیٰ نے صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے، پس ناگہاں وہی شخص کہ جس نے کل موسیٰ سے مدد چاہی پھر فریاد کر رہا ہے، کہا۔ اس سے موسیٰ نے: بیشک تو کھلا گمراہ ہے ﴿۱۸﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر

۱۔ جب فرعون ظالم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ ڈالنا چاہا تو اسرائیلی نے جانا کہ مجھے مارنا چاہتے ہیں، کیونکہ مجھ ہی پر خفا ہوئے ہیں۔ اور اپنے بچانے کے واسطے کہنے لگا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام! تم چاہتے ہو کہ جس طرح تم نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا، اسی طرح مجھ کو بھی آج مار ڈالو گے“۔ اس سے پیشتر پہلے روز کا معاملہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس اسرائیلی کے کوئی اور نہیں جانتا تھا۔ فرعون نے جب یہ بات سنی تو اس نے دوڑ کر فرعون سے جا کر کہا: ”کہ کل کے روز جو تمہارا آدمی مارا گیا ہے، اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے“۔ فرعون بہت غصہ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کا ارادہ کیا۔ کئی پیادے مقرر کئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر کے لاؤ۔ پیادوں کے آنے سے پہلے ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! تم اس شہر سے کہیں اور چلے جاؤ، فرعون لوگ تمہارے مارنے کی صلاح کر رہے ہیں، اس لئے میں نے تم کو یہ خبر کر دی ہے۔ اس شخص کا نام خرقیل تھا، فرعون کے لوگوں میں سے ایک یہ ہی مسلمان تھا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام اکیلے شہر سے باہر نکلے، اور اس سے پیشتر انہوں نے کبھی سفر نہیں کیا تھا، ڈرتے ہوئے شہر سے باہر نکلے۔ غرض یہ کہ مدین کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”مجھ کو امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتا دے گا“۔ جب مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنوئیں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور دو عورتیں اپنے جانوروں کو روکے ہوئے الگ کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی پلاتی۔ انہوں نے کہا: ”جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا ہوا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلائیں گے، کیونکہ ہم خود تو پانی کا ڈول کھینچ نہیں سکتیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں“۔ جب کنوئیں پر سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا چکے تو کنوئیں کے منہ پر انہوں نے ایک پتھر رکھ دیا جس کو دس آدمی اٹھاتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے نزدیک آئے، اور اس کو اٹھایا اور دونوں عورتوں کے جانوروں کو اچھی طرح پانی پلا دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے جو

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالِ يُمُوسَى أَتُرِيدُ
 أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِإِلَهِمِ ۗ إِنَّ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ
 جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ۝۱۹ وَجَاءَ
 رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يُمُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتِيرونَ
 بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ۝۲۰ فَخَرَجَ مِنْهَا
 خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۲۱ وَلَمَّا
 تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۲۲

پس جب موسیٰ نے چاہا کہ گرفت کرے اس پر جو موسیٰ کا اور فریاد کرنے والے کا دشمن ہے وہ اسرائیلی کہنے لگا:
 ”اے موسیٰ! کیا تم مجھ کو ایسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم نے ایک آدمی کو قتل کیا، تم تو یہی چاہتے ہو زمین
 میں سخت گیر بنو اور تم نہیں چاہتے یہ کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو“ ۝ اور ایک شخص شہر کے پرلے کنارے
 سے موسیٰ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا کہ اے موسیٰ! بیشک دربار والے تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں پس
 تم (یہاں سے) چلے جاؤ۔ بیشک میں تمہارا خیر خواہ ہوں ۝ پس (یہ سن کر) موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے
 اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی: ”اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچالے“ ۝ اور جب موسیٰ نے
 مدین کی طرف رخ کیا، کہا: ”امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا)“ ۝

مدین تک سفر کیا تو ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی وہ درخت کے سایہ میں جا بیٹھے۔ مدین فرعون کی عملداری سے باہر مصر
 سے دس دن کے راستہ پر تھا۔ غرض یہ کہ جب وہ دونوں لڑکیاں ہر روز کی بہ نسبت جلدی سے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر باپ
 کے پاس آئیں تو باپ کو تعجب ہوا۔ جب لڑکیوں کی زبانی سب قصہ سنا تو باپ نے ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو حضرت
 موسیٰ علیہ السلام کے بلانے کو بھیجا۔ وہ آئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ”میرا باپ تم کو بلاتا ہے کہ پانی پلانے کی
 اجرت دے۔“ یہ لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس شرماتی ہوئی منہ ڈھانک کر آئی تھی۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءٌ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَ
 وَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۗ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۗ قَالَتَا لَا
 نَسْقِي حَتَّىٰ يُصَدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ۝۲۳ فَسَقَىٰ لَهُمَا مَاءً
 تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝۲۴
 فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَبْسِيًا عَلَىٰ اسْتِحْيَاءٍ ۗ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ
 لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۗ فَلَمَّا جَاءَهَا وَقَصَّ عَلَيْهِ
 الْقَصَصَ ۗ قَالَ لَا تَخَفْ ۗ نَجَّوْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۲۵

اور جب مدین کے پانی (یعنی کنوئیں) پر پہنچے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روکے ہوئے ہیں۔ موسیٰ نے ان دونوں سے فرمایا تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں کہ ہم پانی نہیں پلاتے جب تک یہ سب چرواہے پلا کر نہ ہٹالیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ۝۲۳ تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف رخ کیا پس عرض کی: ”اے میرے پروردگار! میں اس نعمت کا جو تو میرے لئے اتارے اس کا محتاج ہوں“ ۝۲۴ پس ان دونوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس آئی کہ شرمائی ہوئی چلتی تھی، بولی: ”میرا باپ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہیں اس کی مزدوری دے جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے“، پس لے جب موسیٰ شعیب کے پاس آئے اور سب قصہ (اپنے مصر سے آنے کا) ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو تم ظالم قوم سے بچ آئے ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور ان کی صحبت میں رہنا لے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے اپنی تمام داستان بیان کی کہ جس کے سبب سے مصر سے نکلے تھے، تو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: ”اب کچھ نہ ڈرو، تم ظالم قوم کے ظلم سے بچ گئے“۔ لڑکی نے کہا: ”اے باپ! ان کو بکریاں چرانے کے واسطے نوکر رکھ لو“۔ اور جب لڑکی نے یہ بات کہی کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار ہے،

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا بَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ
 الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿۲۶﴾ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ
 هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَجَجٍ فَإِنْ أَتَيْتَ عَشْرًا فَمِنْ
 عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ سَجْدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ
 مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ
 قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿۲۸﴾

ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی بولی کہ اے میرے باپ! ان کو نو کر رکھ لو بیشک بہتر نو کر وہ جو طاقتور اور
 امانت دار ہو ﴿۲۶﴾ شعیب نے (موسیٰ سے لے لیا) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک تمہارے
 نکاح میں دوں اس (مہر) مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر تم دس برس پورے کر دو تو وہ تمہاری
 طرف سے (احسان) ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ بیشک تم مجھ کو ان شاء اللہ نیک لوگوں میں
 سے پاؤ گے ﴿۲۷﴾ موسیٰ نے کہا کہ (بس تو) یہ عہد میرے اور آپ کے درمیان ہو چکا، میں ان دونوں میں جو میعاد
 پوری کر دوں تو پھر مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہنے پر اللہ گواہ (کافی) ہے ﴿۲۸﴾

تو باپ نے کہا: ”تجھ کو اس شخص کی طاقت اور امانت کا حال کیونکر معلوم ہوا“۔ اس نے جواب میں کہا کہ کنوئیں کے منہ پر سے
 اس پتھر کو اٹھالیا جس کو دس آدمی اٹھاتے ہیں، اور جس وقت میں ان کو بلا کر لائی تو اسکے آگے آگے چلتی تھی۔ اس نے کہا کہ
 میرے پیچھے پیچھے چلو، جب کوئی راستہ نیا آئے یا کئی راہیں ہوں تو جو نئے راستہ پر چلنا ہو اس کی طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ
 جاؤں گا۔ پس اس بات سے معلوم ہو گیا کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار ہیں۔

۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر اس شرط پر راضی ہو کہ آٹھ برس یہاں مدین میں رہ کر
 میری بکریاں چراؤ تو ان دونوں لڑکیوں میں سے اپنی ایک لڑکی کا نکاح میں تمہارے ساتھ کر دوں گا، اور اس شرط سے بڑھ کر
 اور دو برس تم یہاں رہو تو یہ تمہارا احسان ہے۔ دو برس کی زیادتی میں تمہارے اوپر کچھ زبردستی نہ کروں گا، اور اللہ نے چاہا تو تم
 مجھ کو حسن و اخلاق اور وعدہ کے پورا کرنے میں نیک خصلت پاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ”یہ شرط مجھ کو

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ
 نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا
 بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ
 مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ
 يُّوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۰﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا
 رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۗ يُّوسَىٰ آقْبِلْ وَ
 لَا تَخَفْ ۗ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿۳۱﴾

پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بی بی کو لے کر روانہ ہوئے تو (رستہ میں کوہ) طور کی طرف
 ایک آگ دیکھی، اپنی بی بی سے کہا: ”تم ٹھہرو! بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس
 وہاں سے (رستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کی چنگاری لے کر آؤں تاکہ تم تا پو“ ﴿۲۹﴾ پس جب آگ کے پاس
 پہنچے تو ان کو اس میدان کے داہنے کنارے سے (جو موسیٰ کی داہنی جانب تھا) اس برکت والے مقام میں
 درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں ہی ہوں اللہ تمام جہان کا پروردگار ﴿۳۰﴾ اور یہ کہ اپنا عصا (زمین پر)
 ڈال دے، پھر جب موسیٰ نے اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا، (ہم
 نے کہا): ”اے موسیٰ! سامنے آ اور ڈر نہیں، بیشک تو امن والوں میں سے ہے ﴿۳۱﴾

منظور ہے۔ آٹھ برس تو ضرور میں یہاں رہوں گا اس کے بعد دو برس کی زیادتی میرے اختیار پر چھوڑ دی جائے۔“ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب کے بعد معاہدہ پورا ہو گیا۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اب ہم اس معاملہ کے
 پورا ہو جانے کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ کو سچائی سے پورا کر دے۔

لے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس کی مدت کو پورا کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر کے جانے کا اور اپنے بھائی
 اور اپنی ماں سے ملنے کا شوق ہوا۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت ہوئے۔ انکے ساتھ ان کی بیوی اور بھریاں تھیں جو

أَسْلُكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ وَأَضْمَمْتُ
إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذُنُوبُكَ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكَ إِلَى
فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۳۲﴾

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ بلا کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف زدہ کرنے کو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لے۔ پس یہ دونشانیاں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف (جاؤ)۔ بیشک وہ فاسق لوگ ہیں“ ﴿۳۲﴾

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو دی تھیں۔ یہ سفر جاڑے کے موسم کا تھا، اور اندھیری رات میں راستہ بھی بھول گئے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بیوی سے کہا: ”تم ٹھہرو! میں جاتا ہوں تاکہ راستہ کی کچھ خبر لاؤں اور تاپنے کیلئے کچھ آگ بھی لیتا آؤں“۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس آئے جو کہ طور کی جانب کو تھی۔ یہ آگ ایک سبز درخت میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ اتنے میں میدان کے داہنے کنارے کے درخت سے یہ آواز آئی کہ: ”اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں تمام جہان کا پرورش کرنے والا اللہ رب العالمین ہوں“۔ پھر فرمایا: ”اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم اپنے ہاتھ کا عصا یعنی لکڑی زمین پر ڈال دو“۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دی تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام ڈر کر پیٹھ پھیری اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے موسیٰ (علیہ السلام) آگے آؤ اور ڈرو مت تم ہر طرح سے امن میں ہو“۔

فرعونی لوگوں پر عذاب الہی کا آنا

۱۔ جب موسیٰ علیہ السلام پہلی جگہ آکھڑے ہو گئے تو پھر فرمایا: ”اپنا ہاتھ اپنی بغل کے اندر ڈالو، اور پھر نکالو۔ وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا“۔ پھر فرمایا: ”اگر لکڑی کے سانپ بن جانے سے کچھ ڈر لگے تو سینہ پر ہاتھ رکھ لینے سے یہ ڈر جاتا رہے گا“۔ پھر فرمایا: ”یہ دونوں معجزے ہیں اور یہ تمہارے سندیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف دونوں معجزے خدا نے بھیجے ہیں کہ وہ لوگ نافرمان ہیں“۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ دونوں معجزے لے کر فرعون کے پاس جاؤ، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تو ایک فرعون کو قتل کیا تھا۔ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ جب وہ لوگ مجھ کو دیکھیں گے تو جان سے مار ڈالیں گے۔ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے پس ان کو میرے ہمراہ بھیج دے۔ کہ وہ میری تقریر کی تائید اور میری تصدیق کرے، کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یعنی فرعون اور اس کے درباری مجھ کو جھٹلائیں گے، اور میرے کلام کو رد کر دیں گے۔ اور میں بوجہ زبان کی لکنت کے صاف صاف فوراً

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۳۳﴾ وَأَخِي
 هَارُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ بَرْدًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي
 أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنُنْشِدُكَ بِآخِيكَ وَ
 نَجْعَلُ لَكَ سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيٰتِنَا أَنْتُمْ وَمَنِ
 اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُونَ ﴿۳۵﴾

موسیٰ نے کہا: ”اے میرے پروردگار! بیشک میں نے ان میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں ﴿۳۳﴾ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔ تو اسے میری مدد کے لئے رسول بنا کہ وہ میری تصدیق کرے بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے“ ﴿۳۴﴾ اللہ نے فرمایا: ”ہم تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے، تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے“ ﴿۳۵﴾

جواب نہ دے سکوں گا۔ اس کے جواب میں فرمایا: ”اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہم ہارون (علیہ السلام) کو تمہاری قوت بازو بنائے دیتے ہیں، اور حکم دیتے ہیں کہ ان معجزوں کے سبب سے تم کو اور تمہارے ساتھیوں پر کوئی غالب نہ آسکے گا۔“
 لے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ فرعون کے ساتھ اگرچہ بہت کچھ لشکر کا جھگڑا تھا، اور اس لشکر کے مقابلہ میں ادھر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دو ہی شخص تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہمیشہ فرعون اور اس کے ساتھیوں پر ایسے غالب رہے کہ فرعون اور اس کے ساتھی عاجز آ گئے۔ اور باوجود اس قدر لاؤ لشکر کے دو آدمیوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پہلے برسر میدان جادو گروں نے مقابلہ کیا، وہ عاجز ہو کر مسلمان ہو گئے، پھر قحط پڑا تو خدا کی پناہ! کہ جنگل میں تمام کھیت اور شہر میں تمام باغ خشک ہو گئے۔ پھر آٹھ روز تک مینہ برسا کہ بنی اسرائیل کے محلہ میں تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پڑا۔ اور ہر فرعون کے محلے میں قد آدم پانی کھڑا رہا۔ پھر ٹیوں کا بادل آیا تو ایسا ہی آیا کہ جس سے بنی اسرائیل کو کچھ صدمہ نہ پہنچا، اور فرعونوں کی زراعت، انکے باغ، مکان کی چھتیں، بدن کے کپڑے، گھر کا سب سامان کھا کر برابر کر دیا۔ پھر جوڑوں کا وبال ایسا ہی آیا جس ہر ایک فرعون زیت سے بیزار ہو گیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب ایسا ہی آیا کہ کھانے پینے میں مینڈک تھے۔ پھر خون کا عذاب آیا کہ تمام پینے کا پانی یہاں تک کہ دریائے نیل سب خون ہی خون ہو گیا۔ ان عذابوں کی تفصیل سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرَىٰ
 وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ
 بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا
 يُفْدِحُ الظُّلُمُونَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ
 إِلَهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا مَلِكُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي
 أَظْلِعُ إِلَىٰ آلِ الْمُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۳۸﴾

پس جب اے موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لائے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو اور ہم نے ایسا اپنے اگلے باپ داداؤں کے وقت میں نہیں سنا ﴿۳۶﴾ اور موسیٰ نے فرمایا کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لئے آخرت کا گہرا چھا ہوگا (یعنی جنت) بیشک ظالم لوگ فلاح نہ پائیں گے ﴿۳۷﴾ اور فرعون نے کہا کہ اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا۔ پس اے ہامان! تو میرے لئے گارا (کی اینٹیں بنا کر ان کو) آگ میں پکوا کر ایک (بلند) محل تیار کرتا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے ﴿۳۸﴾

اے جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس معجزات لے کر گئے تو انہوں نے سرکشی کی راہ سے ان معجزات کو یہ کہا کہ یہ جادو بناوٹی ہے، اور ہم نے اپنے باپ دادا سے کبھی یہ نہیں سنا کہ فرعون کے سوا اور کوئی خدا ہے۔ ہم نے تو یہی بات ہمیشہ دیکھی ہے کہ لوگ فرعون کو خدا جانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا پروردگار ایسے شخص کے عقبی کی بہتری کو خوب جانتا ہے، جو اس کے پاس سے ہدایت لایا۔ یہ یاد رہے کہ مشرک لوگ کبھی فلاح نہ پائیں گے، میرے اور تمہارے درمیان میں پروردگار جلد فیصلہ کرے گا۔

فرعون کے غرق ہونے کا ذکر

۳۸ قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون دہریہ اور خدا کا منکر تھا، اور گمراہی کے سبب سے اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا ذکر کیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا تم قرار دو گے تو تم کو قید کردوں

وَاسْتَكْبَرَهُ وَجُودَهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَيْنَا
لَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُدْعَوْنَ إِلَى النَّارِ ۚ وَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿۴۱﴾

اور فرعون اور اس کے لشکر نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے ﴿۳۹﴾ پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) پس دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا ﴿۴۰﴾ اور ہم نے ان کو دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلا تے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی ﴿۴۱﴾

گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملعون دہریہ اس قدر خدا کا منکر تھا کہ خدا کے نام لینے والے کو قید کے قابل مجرم گنتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے تمام اراکین کو جمع کر کے ڈھنڈورا پٹوایا تھا کہ فرعون سب کا خدا ہے۔ چنانچہ اس ڈھنڈورے کا ذکر سورہ والنازعات میں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرعون نے دو باتیں کہی ہیں ﴿۱﴾ ایک تو یہ کہ سو اپنے اس کو اور کوئی خدا معلوم نہیں، ﴿۲﴾ اور دوسری یہ کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ بنی ان کا خدا ہے۔ دوسری بات اس نے پہلی بات کے چالیس برس کے بعد کہی۔ اس دوسری بات کے کہتے ہی خدا کے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کرتا تھا کہ یہ نہ تو رسول ہیں اور نہ میرے سوا کوئی خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جھوٹ کو لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے ہامان کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ کیونکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کرتا ہوں۔ اور اس پر چڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ لوں جو ایک غلط بات ہے۔ فرعون کو کبھی خدا کے وجود کا یقین نہ ہوا۔ وہ معجزہ کو جادو سمجھتا تھا، پھر جب ڈوبنے لگا تب اسکو یقین ہوا کہ خدا ضرور ہے۔ مگر اس وقت کے یقین سے اس کو نفع نہ ہوا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جب فرعون کے حکم کے موافق یہ اونچا محل اسکے وزیر ہامان نے بنایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس کو اپنا پر مار کر گرا دیا، جس سے بہت سے آدمی فرعون کے لشکر کے ہلاک ہو گئے۔ اب اس محل کے قصہ کے بعد مختصر طور پر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اسکے لشکر کی سرکشی اور فرعون کے غرق ہونے کا ذکر اسلئے فرمایا ہے کہ مشرکین کو عبرت ہو جائے کہ اللہ کے رسول کو جھٹلانے والوں کا انجام یہ ہوتا ہے۔

۱۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تھا، اس کو تمام کر کے اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب پہلے قرن یعنی زمانے والے ہلاک ہو چکے تو خلق کی راہنمائی کیلئے ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اس کو یہ یہ باتیں پیش

وَ اتَّبَعْنَهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِّنَ
 الْبَاقِيْنَ ۝۳۲ ۚ وَ لَقَدْ اَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا
 الْقُرُوْنَ الْاُولَىٰ بِصَاۤئِرٍ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَ رَحْمَةً لِّعَلَّاهُمْ
 يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۳۳ ۚ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلَىٰ مُوسَى
 الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۝۳۴ ۚ وَ لَكِنَّا اَنْشَاْنَا قُرُوْنَا
 فَتَطَاوَلْ عَلَيْهِمُ الْعُرُوْجُ ۚ وَ مَا كُنْتَ شَاوِيْفِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتَلُوْا
 عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ لَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝۳۵

۲۸

اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن بھی وہ بد حال لوگوں میں سے ہوں گے ۝ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اگلی امتوں کے ہلاک کر چکنے کے بعد کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی جس میں لوگوں کے (یعنی بنی اسرائیل کے) دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت مانیں ۝ اور (اے محبوب! ﷺ) تم (کوہ) طور کی مغربی جانب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کی طرف رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے ۝ لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت سی امتیں پیدا کیں پس ان پر زمانہ دراز گزرا اور نہ تم مدین کے رہنے والوں میں مقیم تھے کہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے۔ لیکن ہم رسول بنانے والے ہوئے ۝

آئیں: ● جنگل میں کلام کیا ● معجزات دیئے اور ● کتاب تورات عطا کی، جو بصارت اور ہدایت اور رحمت تھی سمجھداروں کیلئے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزرا تو خلق کی ہدایت کے لئے اے محبوب! ﷺ! تم کو بھیجا اور تم پر قرآن نازل کیا جس میں گذشتہ رسولوں کے واقعات تم پر ظاہر کئے۔ حالانکہ اے محبوب! ﷺ! اس زمانہ میں تم موجود نہیں تھے۔ اپنے رب کی رحمت سے رسول بنائے گئے تاکہ تم ایسے لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نبی نہیں آیا۔ کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کر لیں۔ ان پہلی قوموں کے قصے اس واسطے سنا دیئے گئے کہ تمہاری قوم کے لوگوں کی بھی وہ نوبت نہ آئے کہ جس طرح وہ پہلے لوگ دنیا کی زندگی کو اچھا سمجھ کر آخرت سے بالکل غافل ہو گئے، اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے لگے۔ آخر طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْنَا دِينَا وَلَكِنْ رَاحَةً مِّنْ رَبِّكَ
لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
أَيْدِيَهُمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ
آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾

اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کو آواز دی لیکن تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے (جو بذریعہ وحی کے تمہیں یہ غیب کے علم دیئے) کہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو نصیحت ہو ﴿۳۶﴾ اور اگر نہ ہوتا یہ کہ کوئی مصیبت کبھی پہنچتی اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور (ان احکام اور رسول پر) ایمان لاتے ﴿۳۷﴾

آنحضرت ﷺ پر مشرکین کا اعتراض

اے ان آیتوں میں قریش کو یوں قائل کیا کہ جب ان لوگوں میں سے کوئی رسول نہ تھا، اور کوئی کتاب اللہ کی طرف سے ان پر نہ اتری تھی، تو یہود اور نصاریٰ کو اہل کتاب دیکھ کر قریش کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کا اتباع کرتے، اور ان احکام اور رسول پر ایمان لاتے۔ پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق کتاب یعنی قرآن آیا تو اب ان کو مناسب تھا کہ اس نعمت کا شکر یہ ادا کرتے، اور اس کی پیروی کرتے۔ لیکن یہ تو نہ کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ عصا اور بیضا اور دریائے قلم کے بیچ میں سے راستہ کا معجزہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا، اسی طرح کا ظاہر آتا ہو کوئی معجزہ آپ کو بھی خدا کی طرف سے مل جائے، تو ہم ضرور آپ کو سچا نبی مان لیں گے۔ اور قریش یہ کہتے تھے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی مرتبہ پوری کتاب دیدی گئی، اسی طرح اس رسول پر کتاب پوری کیوں نہ اتاری گئی۔ اب اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے: ”پہلے موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب اور معجزہ عصا، بیضا اور دریائے قلم سے مل گیا تو کیا انہوں نے اس کا انکار نہ کیا تھا، اگر اپنے محبوب پر بھی اسی طرح اتارتے تو کیا ایمان لے آتے۔ اگر ایک ہی دفعہ کتاب کا اتار دینا ان کے ایمان کے لئے کافی ہو جاتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں لائے۔“ قریش

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ
 مُوسَىٰ ۗ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ قَالُوا سِحْرَانِ
 تَظْهَرَا ۗ وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَفْرًا نَسِيئُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ فَاتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ
 هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهَا ۗ أَتَّبِعُهُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۹﴾ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا
 لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا يُتَّبَعُونَ ۗ أَهْوَاءَهُمْ ۗ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ
 بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾ وَ
 لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۱﴾

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے کہ ان پیغمبر کو کیوں نہ دیا گیا جیسا کہ موسیٰ کو دیا گیا تھا؟
 کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو موسیٰ کو پہلے دیا گیا، کہہ دیا تھا کہ دونوں جادو گر ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور کہہ
 دیا کہ بیشک ہم ان دونوں کے منکر ہیں ﴿۳۸﴾ تم فرماؤ: ”تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ہدایت کرنے میں
 ان دونوں کتابوں (یعنی توراہ و قرآن) سے بہتر ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم (اپنے قول میں) سچے ہو“ ﴿۳۹﴾
 پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس
 سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے چلے، بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں
 فرماتا ﴿۴۰﴾ اور بیشک ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان کے لئے مسلسل بھیجا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں ﴿۴۱﴾

نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں جادو گر ہیں، آپس میں دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اور کہا
 بیشک ہم دونوں کے منکر ہیں۔

۱۔ شان نزول: مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے سرداروں کے پاس قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ کیا آنحضرت ﷺ کی
 نسبت کتب سابقہ میں کوئی خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں حضور ﷺ کی نعت و صفت ان کی کتاب توریت میں موجود
 ہے۔ جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی نسبت کہنے لگے کہ وہ دونوں جادو گر

الَّذِينَ اتَّيَهُمُ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿۵۳﴾ أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَ يَدْرَعُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ وَمَا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۵۴﴾ وَإِذَا سَبَعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلِّمْ عَلَيْكُمْ ۖ لَا تَبْتَغِ الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾

جن کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتاب دی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ اور جب یہ قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہی حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے بیشک ہم اس کے نزول سے پہلے ہی (رسول کو) مانتے تھے ﴿۵۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دو گنا اجر دیا جائے گا اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور یہ لوگ بھلائی سے برائی کو دفع کرتے ہیں، اور ہم نے (جو) (مال) ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں ﴿۵۴﴾ اور جب کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (کچھ جواب نہیں دیتے) اور کہتے ہیں: ”ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، پس تم پر سلام! ہم جاہلوں کے غرضی نہیں“ ﴿۵۵﴾

ہیں۔ ان میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی کتاب میں لکھ گئے کہ ایک ایسا ایسا شخص پیدا ہوگا، ادھر آنحضرت ﷺ ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم تو نہ ان کو سچا جانیں نہ ان کو بلکہ دونوں کے منکر ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ہم نے اس کلام یعنی قرآن کو ان لوگوں کی ہدایت کیلئے مسلسل بھیجا، تاکہ وہ نصیحت قبول کر لیں، تو اپنی جہل سے اعتراض کر دیتے تھے کہ قرآن ایک دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا۔ یہ نہیں جانتے کہ ہماری حکمت ہے کہ قرآن کی آیات یکے بعد دیگرے ہم اسلئے نازل کرتے ہیں کہ وہ خوب غور کر کے سمجھ لیں، اور ہر روز ایک نئے فائدہ اور نئی حکمت سے فیض اٹھائیں۔

لے شان نزول: یہ آیت مومنین اہل کتاب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان اہل انجیل کے حق میں نازل ہوئی جو ہمیشہ سے آ کر آنحضرت پر ایمان لائے۔ یہ چالیس حضرات

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ
 أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِنْ تَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَتَّخِطِفُ
 مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَمْ نُكِنِّ لَهُمْ حَرَمًا مِمَّنَّا

بیشک! (اے محبوب! ﷺ) تم (اپنی طرف سے) جس کو چاہو ہدایت نہیں کر سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو وہ خوب جانتا ہے ﴿۵۶﴾ اور کفار نے کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہو کر ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے (وطن کی سر) زمین سے اچک لئے (یعنی نکالے) جائیں، کیا ہم نے ان کو امن والے حرم میں جگہ نہیں دی۔

تھے جو حضرت جعفر ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور تنگی معاش دیکھی تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس مال ہے، آنحضرت ﷺ اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے مال لے آئیں، اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ آنحضرت ﷺ نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے۔ اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی، ان کے حق میں یہ آیت مَثَانِزَ قَوْمٍ يُنْفِقُونَ تک نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیتیں انہیں اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں چالیس بخران کے اور بتیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے۔

ابوطالب کے ایمان لانے کا ذکر

۱۔ شان نزول: مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے اُن کی موت کے وقت فرمایا: ”اے چچا کہہ دو لا الہ الا اللہ وہ کلمہ کہ اسکو خدا کے سامنے تمہاری بخشش کیلئے حجت پیش کر سکوں“۔ کہا: ”اے میرے بھتیجے! میں یہ جانتا ہوں ہوں کہ تم سچے ہو، لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے کہ مرتے وقت اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر بھتیجے پر ایمان لے آیا“۔ اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے۔ اگر ملامت و بد گوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس کو قبول کرتا“۔ اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے محبوب ﷺ کی تسلی فرمائی۔ کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے جنتی اور دوزخی اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے قرار پا چکے ہیں، اس لئے جو شخص دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو تو اس کا کچھ رنج نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ شان نزول: یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی۔ اس نے رسول کریم ﷺ سے کہا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں، اور آپ کی تابعداری میں ہماری بھلائی ہے۔ مگر ہمیں ڈر ہے کہ عرب لوگ شہر بدر

يُجِبِي إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا فِتْلِكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى

جہاں ہر قسم کے پھل روزی کے لئے ہماری طرف سے پہنچائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۵۷﴾ اور ہم نے بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنے عیش پر اتر آگئی تھیں، پس یہ ان کے گھر (اجڑے ہوئے) پڑے ہیں کہ جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد ہوئے، اور ہم ہی (ان کے) وارث بنے ﴿۵۸﴾ اور تمہارا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا۔

کردیں گے، اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا حرم کو جب سب عرب اس کی حرمت جانتے ہیں، تو کیونکر نکال دیں گے۔ اور کس طرح تم کو قتل کریں گے جو تم اس بات کا خوف کرتے ہو۔ اب تو تم کفر کی حالت میں ہو، اور امن سے اور آرام سے، ہو کہ تم ملکوں کے پھل اور طرح طرح کے میوے اور دنیا کی نعمتیں کھاتے ہو۔ کیا جب ایمان لے آؤ گے اس وقت خدا تم کو امن سے نہ رکھے گا، لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے۔ اگر جانتے تو ایمان لانے میں کیوں دیر کرتے۔ ان کو تو مناسب یہ تھا کہ ہم سے خوف کرتے، اور لوگوں سے امن میں رہتے، وہ بغیر ہمارے حکم کے کیا کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اُلٹا کیا کہ ہم سے تو کچھ بھی خوف نہیں کیا، اور لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ ہماری قدرت کاملہ اور ہمارے غضب سے بھی تو ڈرے ہوتے کہ ہم نے کیسے کیسے شہر بسبب ان کی نافرمانی اور سرکشی کے نیست اور نابود کر ڈالے۔

۱۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اور بہت سی بستیاں ہم نے ہلاک کر ڈالیں کہ ان کے رہنے والوں نے اپنی زندگی میں سرکشی کی تھی۔ پس جس بستی نے ہمارا کفر ان نعمت کیا اور عیش و عشرت میں ہمارے احکام کو پس پشت ڈال دیا، ہم نے ان کو ایسا برباد و ہلاک کیا کہ آج صفحہ ہستی پر ان کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ لیکن ہلاک کرنے سے قبل یہ ہم نے ضرور کیا ہے کہ ان کے پاس اپنے رسول بھیجے ہیں کہ وہ ہمارے احکام انہیں پڑھ کر سنائیں۔ جب ان لوگوں نے پشت پھیری اور نافرمانی کی، تو ہم نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔ آگے فرمایا: ”جو کچھ چیز تم کو دنیا میں دی گئی ہے، تو وہ محض چند روزہ دنیا میں دی گئی ہے، تو وہ محض چند روزہ دنیا کی زندگی کا برتاوا، اور اس کی زینت ہے۔ اور جو کچھ ثواب اللہ کے ہاں ہے۔ وہ اس سے بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ تو کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ جس شخص سے جنت کا ہم نے وعدہ کیا ہے پھر وہ اسے پانے والا ہے۔ کیا وہ شخص اُس جیسا ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا کی چند روزہ زندگی کا فائدہ دیا، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کیا جائے گا۔“

حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي
 الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا أَوْتِيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعُ الْحَيَاةِ
 الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾ أَفَسِنُ
 وَعَدْنُهُ وَعُدًّا حَسَنًا فَهُوَ لَا قِيَّةَ لِقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَّاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ
 شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۶۲﴾

جب تک ان (بستیوں) کے صدر مقام میں رسول نہ بھیجے جو ان کو ہماری آیتیں سنائے اور ہم بستیوں کے ہلاک کرنے والے نہیں مگر اسی حال میں کہ وہاں رہنے والے ظالم ہوں ﴿۵۹﴾ اور جو کچھ چیز تم کو دی گئی ہے پس وہ محض دنیا کی زندگی کا برتاو اور اس کی آرائش ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر، اور باقی رہنے والا ہے، پس کیا تمہیں (اتنی بھی) عقل نہیں ﴿۶۰﴾ پس کیا وہ شخص جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا (یعنی جنت) پھر وہ اسے پانے والا ہے، کیا وہ شخص اس جیسا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کیا جائے گا ﴿۶۱﴾ اور جس دن اللہ ان کافروں کو آواز دے گا، پس فرمائے گا: ”کہاں ہیں اے میرے وہ شریک جن کا تم گمان کرتے تھے“ ﴿۶۲﴾

توحید کا بیان

اے ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مشرکوں سے کہا جائے گا: ”کہاں ہیں وہ اللہ کے شریک، جن کا تم کو دنیا میں بڑا گھمنڈ تھا، کیا وہ عذاب سے بچانے میں تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں“۔ پھر فرمایا کہ بہکانے والے کہیں گے: ”اے رب ہمارے! یہ لوگ ہیں جن کو بہکایا ہم نے جس طرح ہم بہکے“۔ پھر اپنے پوجا کرنے والوں سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ پھر مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو تو بلاؤ کہ وہ تم کو اس عذاب سے بچاویں۔ یہ مشرک ان کو پکاریں گے لیکن کچھ جواب نہ پائیں گے، اور جب دیکھیں گے عذاب، اُس وقت یہ آرزو کریں گے کہ ہم بھی کاش دنیا میں ہدایت پانے والوں میں سے ہوتے تو یہ عذاب کیوں دیکھتے۔

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا
 أَغْوَيْنَهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿۲۳﴾
 وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُم فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا
 الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ
 مَا ذَا آجِبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۵﴾

وہ کہیں گے جن پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا: ”اے ہمارے پروردگار! یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے ان کو گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے، ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، وہ ہمیں نہیں پوجتے تھے“ ﴿۲۳﴾ اور (اس وقت ان مشرکین سے) کہا جاوے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے: وہ ان کی نہ سنیں گے اور (جب) یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو تمنا کریں گے: ”کیا اچھا ہوتا اگر وہ (دنیا میں) راہ پاتے“ ﴿۲۴﴾ اور جس دن خدا ان کافروں کو پکارے گا پس فرمائے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ ﴿۲۵﴾

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے ان سے پوچھے گا کہ بتلاؤ تم لوگوں نے اللہ کے رسولوں کی فرمانبرداری کی، تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے، اور ان کو جواب تک نہ آئے گا۔ یہ توحید اور اطاعتِ رسول کا سوال گویا آخری سوال ہے۔ جو میدانِ قیامت میں خاص اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوگا، اور یوں تو توحید اور اطاعتِ رسول کی بڑی شش آدمی کو قبر میں دفناتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دفنانے والے لوگ ابھی قبرستان سے پلٹ کر بھی نہیں آتے کہ منکر نکیر یہ دو فرشتے مردہ کے پاس آن کر اس سے توحید اور اطاعتِ رسول کا سوال کرتے ہیں۔ جو شخص توحید اور اطاعتِ رسول پر ثابت قدم دنیا سے اٹھا ہے، وہ انکے سوال کا جواب پورا پورا دیتا ہے، اور طرح طرح کی راحت ایسے شخص کیلئے اُس وقت سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو توحید اور اطاعتِ رسول میں جھوٹا ہے، وہ انکے سوال کے جواب کے وقت ہائے ہائے کر کے رہ جاتا ہے، اور اُس وقت سے طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ غرض تھوڑے دنوں کی دنیا کی زیست ہے، اور اس زیست میں کمائی کی چیز توحید اور اطاعتِ رسول سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اللہ سب کو اس کمائی کا شوق دے، جب سب نبی اور اُمتیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے، تو پہلے ہر ایک اُمت کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم کو تمہارے نبی نے اللہ کی وحدانیت اور شرک سے بچنے کی جو نصیحت کی، تو تم لوگوں نے اس نصیحت پر کیا عمل

فَعِيَّتْ عَلَيْهِمُ إِلَّا نُبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٦﴾ فَأَمَّا مَنْ
 تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٢٧﴾ وَ
 رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحَانَ
 اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٢٨﴾

پس اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی (اور کوئی عذر ان کو نظر نہ آئے گا) پس وہ ایک دوسرے سے
 (بسبب دہشت کے) کچھ پوچھ گچھ نہ کریں گے ﴿۲۶﴾ پس وہ جس نے (کفر و شرک سے دنیا میں) توبہ کی اور
 ایمان لایا اور عمل کئے اچھے، تو امید ہے کہ وہ (آخرت میں) نجات پانے والوں میں سے ہو ﴿۲۷﴾ اور تمہارا
 پروردگار جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پسند فرماتا ہے، ان کا کچھ اختیار نہیں ہے، اللہ
 پاک ہے اور بلند تر ہے اس سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں ﴿۲۸﴾

کیا۔ اس کا جواب نہ ہر ایک مشرک کو خود سوچھے گا، نہ ایک کو دوسرا عزیز قریب کچھ مدد دے سکے گا۔ غرض اس موقع پر جنہوں
 نے مرنے سے پہلے شرک چھوڑ کر کچھ نیک عمل دنیا میں کر لئے، ان کو نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ ورنہ ایسے موقع پر مشرک کو اپنی
 نجات کی کچھ امید نہ رکھنی چاہئے۔ روایت ہے کہ مشرکین عرب کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان محمد ﷺ کو کیوں نبی بنایا۔
 مناسب تو یوں تھا کہ عرب کے کسی سردار کو نبی بنایا جاتا جیسے ولید بن مغیرہ کہ مکہ کے بڑے بزرگ ہیں، یا عروہ بن مسعود ثقفی کہ
 طائف کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے خام خیال کا جواب دیتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے اس کے پیدا
 کرنے میں کسی کو دخل نہیں ہے، وہ خود مختار ہے، کسی کو ان باتوں میں کچھ دخل نہیں، اس پر کوئی حکومت کرنے والا نہیں، وہ سب
 کا حاکم ہے۔ وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح بادشاہ نہیں کہ کسی کی رائے اور مشورہ کی اس کو ضرورت ہو۔ اسکے سب کام حکمت
 سے ہیں۔ تم اسکی حکمتوں پر کب مطلع ہو سکتے ہو۔ جب سب مخلوقات اس کے زور و کھڑی ہوگی تو ان مشرکوں کو اپنی اس بکو اس
 کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ اب آگے رات دن کی نعمت کا احسان بتلایا کہ اگر خدات رات دن کا موجودہ انتظام درہم برہم کر دے
 تو ان کے بتوں میں یہ قدرت نہیں کہ اس ہرج کے رفع کرنے کیلئے اللہ کے انتظام کے موافق پھر رات دن قائم کر دیں۔ یہ تو
 ان کے بتوں اور شیاطینوں کی عاجزی کا حال ہے۔ اس کی مہربانی ہے کہ تم پر اس نے تمہارے لیے رات دن بنا دیئے۔ رات
 میں تو آرام اور چین کرتے ہو، اور دن میں اپنے اللہ کے فضل سے روزی کی تلاش کرتے ہو۔ یہ احسانات اللہ تعالیٰ نے کئے
 تاکہ تم اس کا شکر کرو۔ رات اور دن میں مختلف عبادات کے ساتھ اور اس کی نعمتوں پر بھی تم اللہ کا شکر کرو۔

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٢٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْخِصْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةَ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٣٠﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٣١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِدَلِيلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٢﴾ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٣﴾ وَ يَوْمَ يَأْتِيهِمْ فَيَقُولُ آيِنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٣٤﴾

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی تعریف دنیا اور آخرت میں ہے ﴿٢٩﴾ اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف (تم سب لوگ مرنے کے بعد) لوٹائے جاؤ گے ﴿٣٠﴾ تم فرماؤ: ”بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا کون اللہ ہے جو تمہارے پاس روشنی کو لے آئے، پس کیا تم (امر حق) نہیں سنتے ہو“ ﴿٣١﴾ تم فرماؤ: ”بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے سوا کون اللہ ہے جو تمہارے پاس رات کو لے آئے جس میں تم آرام کرو، پس کیا تمہیں سوچتا نہیں“ ﴿٣٢﴾ اور اپنی رحمت سے اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ رات میں آرام کرو اور تاکہ دن میں اللہ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور تاکہ (ان نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر کرو ﴿٣٣﴾ اور جس دن کہ اللہ ان کو پکارے گا پس فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کا تم گمان کرتے تھے ﴿٣٤﴾

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ
الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۵۵﴾ إِنَّ قَارُونَ كَانَ
مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ

اور ہم نے ہر گروہ میں سے ایک گواہ نکالیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ۔ پس وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی
کا ہے اور (دنیا میں) جو کچھ افترا کرتے تھے (آج) ان سے گم ہو جائے گا ﴿۵۵﴾ بے شک یہ قارون موسیٰ کی قوم
سے تھا، پس اس نے (کثرت مال کی وجہ سے) ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ

قیامت میں رسولوں کی گواہی

۱۔ مشرکین قیامت کے دن اللہ سے یہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہم کو کسی نبی نے تیرا کوئی حکم نہیں پہنچایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی
سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے دنیا میں احکام پہنچائے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں، ہم نے تو ان کو ہر طرح کا حکم پہنچا دیا تھا۔
کفار کہیں گے: ”ہرگز نہیں“۔ تمام رسولوں کی طرف سے رسول کریم ﷺ اور آپ کی اُمت پیش ہوگی اور شہادت دیں گے
کہ اے اللہ! ہر ایک نبی نے اپنی اُمت کو اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان گواہی دینے والوں سے پوچھے گا کہ تم کو کیا خبر کہ ہر
ایک نبی نے اپنی اُمت کو اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے کہ دنیا میں ہمارے آقا، سردار و جہاں محمد رسول اللہ ﷺ
نے قرآن کے ذریعہ خبر دی تھی کہ دنیا میں ہر ایک نبی ظاہر ہوئے، اور انہوں نے تبلیغ احکام کا کام پورا کیا۔ اس پر بھی جب کافر
نہ مانیں گے تو خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال بد کی شہادت دیں گے۔

قارون کا عبرتناک واقعہ

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا
دشمن منافق تھا، جیسے سامری منافق تھا۔ کثرت مال کے سبب سے اتر گیا تھا، اُس کے اترانے پر اللہ تعالیٰ نے اس کو برباد کر
دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت والی جماعت پر بھاری تھیں۔ وہ کنجیاں اپنے
ساتھ رکھتا تھا۔ اس قدر خزانے کی وجہ سے وہ اتر گیا۔ اور جب اس کی قوم نے اُس سے کہا کہ مت اتر اپنے مال و حشمت، پر
کیونکہ اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اور جو تجھ کو خدا نے دیا ہے اُس سے اپنے لئے آخرت کی اصلاح تلاش کر،
اور دنیا سے اپنا حصہ آخرت میں لے جانا نہ بھول۔ اس مال میں سے تیرا حصہ اللہ کی اطاعت میں خرچ کر، مرنے کے بعد
صرف ایک کفن ہے، کیا سب اس مال کو قبر میں لے جائے گا۔ اور خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کر، جیسے خدا نے تیرے ساتھ
بھلائی کی ہے۔ اور دنیا میں فساد نہ کر، اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس کے بعد قارون نے اپنی قوم

مَا إِنْ مَفَاتِحَهُ لَتَنُودًا بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا
تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٤٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ
الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا
أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٤٧﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۗ أَوَلَمْ
يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ
قُوَّةً وَأَكْثَرَ جَبَعًا ۗ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٨﴾

کہ ان کی کنجیاں ایک قوت والی جماعت پر بھاری تھیں، جب اس سے اس کی قوم کہا کہ تو (اس مال و
حشمت پر) اتر نہیں بیشک اللہ اترانے والوں (غرور کرنے) کو دوست نہیں رکھتا ﴿۴۶﴾ اور جو مال تجھ کو اللہ نے دیا
ہے اس سے اپنے لئے آخرت کی اصلاح تلاش کر اور دنیا میں اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) نہ بھول (یعنی
اعمال صالحہ) اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کر، اور زمین
میں فساد کرنے کی خواہش نہ کر، بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۴۷﴾ (قارون یہ سن کر) کہنے لگا کہ
یہ تو سب کچھ ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ بے شک اللہ نے اس سے پہلے وہ
امیں ہلاک کر ڈالیں جو قوت (مال) میں اس سے زیادہ اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں، اور مجرموں سے ان
کے گناہوں کے (تحقیق کرنے کی غرض سے) پوچھ نہ ہوگی ﴿۴۸﴾

کے لوگوں کی نصیحت کا یہ جواب دیا کہ یہ مال مجھ کو میری عقلمندی کے سبب سے ملا ہے۔ میں مال کمانا جانتا ہوں، اس لئے مجھ کو یہ
مالداری کی فضیلت ملی ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہلاک کر چکا ہے پہلے
لوگ جو قارون سے قوت اور مال میں زیادہ تھے مثلاً فرعون کہ وہ قوت اور مال میں زیادہ تھا۔ اگر مال اور قوت باعث فضیلت
ہوتے تو اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرتا۔“ پھر فرمایا کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کا سوال نہ کیا جائے گا، بلکہ ان کے ہاتھ
پاؤں سے گواہی لے کر ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۗ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
يَلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ ۗ إِنَّهُ لَكُدُوحٌ عَظِيمٌ ﴿۹﴾

تو (ایک لاوز) ۱۔ قارون اپنی قوم پر اپنی آرائش میں نکلا کہا انہوں نے جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے: ”اے کاش! کسی طرح ہم کو بھی ایسا ہی ملتا جیسا قارون کو ملا، بیشک وہ بڑے نصیب والا ہے“ ﴿۹﴾

قارون کا دھسنا

۱۔ ایک روز اپنی قوم کے روبرو بڑی تیاری و سامان زیوروں سے آراستہ ریشمی لباس پہنے گھوڑوں پر سوار نکلا۔ جب دنیا کے طلبگاروں نے یہ دیکھا تو تمنا کی کہ کسی طرح ہم کو بھی ایسا ہی سامان ملتا۔ اور یہ بھی ان دنیا کے طلبگاروں نے کہا کہ قارون بڑا نصیب والا ہے۔ جب ان کی یہ بات قوم کے علم والوں نے سنی تو کہنے لگے کیوں خرابی میں پڑتے ہو۔ اللہ کا دیا ہوا ثواب دنیا کے مال و متاع سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اسکے گھر والوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب خدا کی طرف سے زکوٰۃ کا حکم آیا کہ دسواں حصہ مال کا ادا کریں۔ حکم الہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے اس بات پر فیصلہ کیا کہ ہزار دینار میں سے ایک دینار، اور ہزار درہم میں سے ایک درہم، اور ہزار بکریوں میں سے تو ایک بکری دیدیا کر۔ جب اس نے زکوٰۃ کا حساب جوڑا تو بہت مال ہوا۔ اور اس کی حرص اور بخل اس پر غالب آ گیا۔ اس قدر مال جی سے نہ چھٹا، اپنے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہر بات میں تابعداری کی اب وہ چاہتا ہے کہ تمہارا مال بھی چھین لے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ تو ہمارا بڑا ہے، اب تو جو کہے وہ کریں۔ قارون نے کہا کہ میری یہ صلاح ہے کہ اس کو بنی اسرائیل میں بدنام کرادوں تاکہ پھر لوگ اس کے کلام کو نہ سنیں۔ پس اس نے حکم دیا کہ فلاں بدکار عورت کو بلاؤ، ہم اس کو کچھ انعام مقرر کر دیں، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سے زنا کی تہمت لگاوے۔ جب وہ عورت ایسا کرے گی تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے۔ اور قارون نے اس عورت کیلئے ہزار دینار اور ایک زرین طشت انعام میں مقرر کیا کہ جب بنی اسرائیل کل عید کے دن جمع ہوویں تو ایسا کیجئے۔ جب کل ہوئی تو لوگ جمع ہوئے، اور موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور خطبہ میں کہنے لگے کہ اگر کوئی چوری کرے گا ان کا ہم ہاتھ قطع کریں گے، جو بہتان لگائے اس کے اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اور جو زنا کرے گا اس کے اگر بی بی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا، یہاں تک کہ مر جائے۔ قارون کہنے لگا: ”یہ حکم سب کیلئے ہے خواہ آپ ہی ہوں۔“ فرمایا ”خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔“ کہنے لگا کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”اسے بلاؤ وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا، اور اس میں راستے بنائے اور توریت نازل کی۔ سچ کہہ دے“ وہ عورت ڈر گئی، اور اللہ کے رسول پر بہتان لگانے اور انہیں ایذا

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلِكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَ
عَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقَاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبَدَارِهِ
الْأَرْضَ ۗ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُتَنَصِّرِينَ ﴿٨١﴾

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے کہ تمہاری خرابی ہو اللہ کا ثواب (اس سے) بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے، اور یہ (ثواب) ان ہی کو ملتا ہے جو (دنیا کی حرص و طمع پر) صبر کرنے والے ہیں ﴿۸۰﴾ پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو (اس کی شرارت بڑھ جانے سے) زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی، اللہ (کے عذاب) سے بچانے میں اس کی مدد کرتی ﴿۸۱﴾

دینے کی جرأت اُسے نہ ہوئی، اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ کی قسم! یہ بات جھوٹ ہے، اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مال کثیر مقرر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حضور میں روتے ہوئے سجدہ میں گرے، اور یہ عرض کرنے لگے: ”یارب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب نازل فرما۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ”اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ جو قارون کے ساتھ رہنا چاہے وہ ان کے ساتھ رہے، اور جو میرے ساتھ ہو وہ علیحدہ ہو جائے۔“ سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے، اور سواد و شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے تو وہ گھٹنوں تک دھنس گیا۔ پھر آپ نے یہی فرمایا تو کمر تک دھنس گیا پھر آپ یہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گردن تک دھنس گیا، اب وہ بہت منت اور آہ و زاری کرنے لگا، اور بہت فریاد کرنے لگا۔ آپ نے التفات نہ فرمایا یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گیا اور زمین برابر ہو گئی۔ پس سوائے خدا کے کوئی گروہ اس کا مددگار بن کر نہ آیا۔ نہ وہ ہمارے عذاب سے بچ سکا۔ فرمایا: ”جو لوگ کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے، صبح قارون کو زمین میں دھنسا دیکھ کر یہ کہنے لگے: ”خدا اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے زمین تنگ کر دیتا ہے۔ اگر خدا ہمارے اوپر مہربانی نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا، اچھا ہوا۔“ پس معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔ دنیا تو سرائے ہے مگر یہ آخرت کا گھر ہم خاص ان کو ہی دیتے ہیں جو دنیا میں سرکش و ظالم نہیں ہوتے۔ اور خوبی عافیت کی پرہیزگاروں کیلئے ہے، جو شخص قیامت کے دن نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور جو کوئی بدی لائے گا تو بدی کر نیوالوں کو اسی قدر سزا دی جائے گی۔

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْلَا أَن مَنَّ اللَّهُ
عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَأَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ
الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَن
جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأٰ دُكَّ إِلَىٰ مَعَادٍ ط

اور نہ وہ (موسیٰ سے) بدلہ لے سکا اور کل جو لوگ اس کے مرتبہ کی آرزو کر رہے تھے، وہ صبح (قارون کو زمین میں
دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے: ”بس جی! معلوم ہوا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے رزق کو کشادہ
کرتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے، اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی دھنسا دیتا، بس
معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی“ ﴿۸۳﴾ (دنیا تو سرائے ہے مگر) یہ آخرت کا گھر (یعنی جنت) ہم ان لوگوں
کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور عاقبت (کی خوبی) پر ہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۸۴﴾
جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے تو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو کوئی بدی لائے تو بد کام
کرنے والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا وہ کرتے تھے ﴿۸۴﴾ بیشک جس نے تم پر قرآن (کی تلاوت و تبلیغ) لے واس کے
احکام) کو فرض کیا ہے، وہ تمہیں پھر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو (یعنی مکہ مکرمہ میں)۔

توحید کا بیان

لے ان آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی نصیحت سن کر راہ راست پر آنے والوں کا اور گمراہی پر جمنے والوں کا حال اللہ کو
خوب معلوم ہے۔ اے محبوب ﷺ! تم اپنا کام تبلیغ کا کئے جاؤ۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان گمراہی پر جمنے والوں
والوں سے سوال کرے گا تو یہ پچھتائیں گے۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میرا پروردگار خوب

قُلْ رَبِّيَ أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا
 كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ فَلَا
 تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ
 أَنْزَلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَ
 لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا
 وَجْهَهُ ۗ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

تم فرماؤ: ”میرا پروردگار خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو صریح گمراہی میں ہے اور تم امید نہ رکھتے تھے ﴿۸۵﴾ کہ تم پر کتاب بھیجی جائے گی مگر تمہارے پروردگار نے رحمت فرمائی“، پس تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا ﴿۸۶﴾ اور تمہیں یہ (کافر) اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں اور تم لوگوں کو (اپنے پروردگار کی راہ کی) طرف بلاؤ اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا ﴿۸۷﴾ اور اللہ کے ساتھ دوسرے کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے، اسی کا حکم ہے اور اسی کے پاس تم سب لوٹائے جاؤ گے (پس سب کو ان کے عمل کی جزا دے گا) ﴿۸۸﴾

جانتا ہے اس کو جو ہدایت پر ہے، اور جو کھلا گمراہ ہے۔ اور تم امید بھی نہیں رکھتے تھے کہ تم پر خدا کی کتاب بھیجی جائے گی، مگر محض تمہارے پروردگار کی مہربانی سے نازل کی گئی ہے۔ پھر تم کافروں کے مددگار نہ ہونا کہ یہ کافر تم کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی نصیحت سے نہ روک دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا بول بالا کرنے والا ہے۔ اس لئے تم لوگوں کو اس معبود کی عبادت کی رغبت دلاؤ جو وحدہ لا شریک ہے۔ اس کے بعد اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کر کے مشرکوں کو بتلایا کہ سوا اللہ کے اور کسی کی عبادت صحیح نہیں ہے، کیونکہ سوا اس کی ذات پاک کے اور سب کو فنا ہے۔ پھر فنا ہونے والی چیز عبادت کی لائق نہیں ہے۔ اسی کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے بلکہ جزا و سزا کیلئے سب اسی ذات پاک کے رو برو ایک دن حاضر کئے جائیں گے۔

﴿ اساتھا ۲۹ ﴾ ﴿ ۲۹ سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ ۸۵ ﴾ ﴿ رُكُوعَاتُهَا ۷ ﴾

سورہ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انہتر آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الْمَّجَّ ۱ أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يُّتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ۳

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ صرف یہ کہہ دینے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے، اور ان کی (قسم قسم کے مصائب سے) آزمائش نہ ہوگی ۱ اور بیشک ہم نے (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے (مسلمان) تھے تو اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا کہ کون (ایمان کے دعوے میں) سچے ہیں اور ضرور جھوٹوں کو معلوم کرے گا ۳

خواص سورہ عنکبوت: اس سورت کو سات مرتبہ بعد نماز عشاء پڑھ کر دعا کریں ان شاء اللہ ہر قسم کے رنج و غم سے محفوظ رہے گا، اور امراض چشم کے لئے بھی مفید ہے اور اس سورہ کو زعفران سے لکھ کر پانی سے دھو کر چوتھیا بخار والے کو پلاوے ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

مسلمانوں کی آزمائش کا ذکر

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد کچھ مسلمان مکہ میں ایسے رہ گئے تھے جن کو مشرک لوگ ہجرت سے بھی روکتے تھے۔ اور مکہ میں بھی ان کو امن سے نہیں رہنے دیتے تھے، بلکہ طرح طرح کی تکلیفیں ان مسلمانوں کو ہر وقت دیتے تھے۔ جن تکلیفوں سے وہ مسلمان تنگ دل تھے۔ ان کی ہمت بڑھانے کیلئے مدینہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جب مدینہ سے انکے دوست صحابہ نے انکو ان آیتوں کے نازل ہونے کا حال لکھ کر مکہ میں بھیجا تو وہ مشرکین سے لڑ کر ہجرت کے لئے مکہ سے نکلنے کو مستعد ہو گئے۔ اور کچھ مدینہ میں مہاجر بن کر پہنچ گئے۔ فرمایا کہ دار آخرت کی طرف کامیابی کے ساتھ جانا آسان بات نہیں، اس میں بڑی بڑی جانفشانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور بڑی سختیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اس لئے اس سورہ میں الّٰم سے ایک خاص مطلب کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمادیا کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ لا الہ الا اللہ کہہ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۴﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۵﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۶﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۷﴾

کیا یہ سمجھے ہوئے ہیں، وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کہ ہمارے قابو سے کہیں نکل جائیں گے کیا ہی وہ بری تجویز کرتے ہیں ﴿۴﴾ جس کسی کو اللہ سے ملنے کی امید ہو تو بیشک اللہ (سے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ﴿۵﴾ اور جو کوئی اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے کوشش کرتا ہے، بیشک اللہ سارے جہان سے بے پروا ہے ﴿۶﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو بیشک ہم انکی برائیاں دور کر دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا (یعنی نیک عمل) ﴿۷﴾

دینا اور صرف ایمان لا کر بیٹھ رہنا کافی ہے۔ اور ان کی کوئی آزمائش نہ ہوگی ضرور ہوگی۔ اسلئے کہ ان سے پہلے بھی ایمانداروں نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں، آزمائے گئے ہیں، گھریا لولے گئے ہیں، ماریں پڑی ہیں، دیس سے نکالے گئے ہیں، اس سے اہل اسلام کو مضبوط کیا جاتا ہے کہ اسلام میں تکالیف دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ ایسی آزمائشوں میں سچے جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں خصوصاً ہجرت سے پہلے ایمانداروں کو بڑی بڑی مصیبتوں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ (حقانی)

مسلمانوں کا ذکر

لے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس کو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید اور اپنے اچھے کاموں کے ثواب پانے کا بھروسہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا کرے گا کہ وہ دعا کا سننے والا اور تمام عملوں کا دیکھنے والا ہے۔ پھر فرمایا: ”جو محنت کر کے اچھے عمل کرے وہ اپنے ہی واسطے کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے نیک عملوں سے بے نیاز ہے۔ کسی کا نیک اور پرہیزگار ہونا خدا کی بادشاہت میں کچھ رونق نہیں بڑھاتا۔ اس پر بھی ایمان والوں کو عمدہ جزا دے گا، اور ان کی برائیوں کو ان کے ایمان اور نیک عمل کی برکت سے دُور کر دے گا۔ اور اچھے سے اچھا ان کے عملوں کا بدلہ دے گا۔ اور برائی کی سزا بقدر برائی کے دے گا بلکہ معاف کر دے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق دل میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا
لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿۸﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور اے ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا
زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہانہ مان، تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر
آنا ہے، پس میں تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۸﴾ اور اے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔

بھی اسی کو ایسے نیک کاموں کی توفیق دیتا ہے کہ وہ اچھی حالت سے اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوگا۔ اور یہ حشر کے منکر لوگ اللہ
تعالیٰ کے ملنے کا شوق دل میں نہیں رکھتے، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی خوشی سے ان کو اپنے روبرو بلانا نہیں چاہتا۔

ماں باپ کی فرمانبرداری کا ذکر

۱۔ شان نزول: جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے کہا کہ تو نے یہ کیا نیا کام کیا، جو محمد
ﷺ کے دین کو اختیار کیا۔ خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کھاؤں نہ پیوں، یہاں تک کہ مرجاؤں اور تیری ہمیشہ
کیلئے بدنامی ہو، اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے۔ پھر ان کی ماں نے فاقہ کیا اور شبانہ روز نہ کھایا نہ پیا، نہ سایہ میں بیٹھی، اس سے
ضعیف ہو گئی۔ پھر ایک دن اور اسی طرح رہیں۔ تب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے پاس آئے اور آپ نے اس سے فرمایا
کہ: ”اے ماں! اگر تیری سو جانیں ہوں، اور ایک ایک کر کے سب ہی نکل جائیں، تو بھی اپنا دین اسلام چھوڑنے والا نہیں۔
تو چاہے کھا چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مایوس ہو گئی کہ یہ دین محمدی چھوڑنے والا نہیں
تو کھانے پینے لگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اگرچہ ماں باپ کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کے حکم
کے مخالف ماں ہو یا باپ کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔ آخر آیت میں فرمایا کہ ایک دن سب کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا
پڑے گا۔ اور فرمانبرداروں کی جزا اور نافرمانوں کی سزا کا پورا پورا فیصلہ ہو جائے گا۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم ایمانداروں کو اور ان کو جنہوں نے اچھے عمل کئے ہیں، اپنے بندوں میں شامل کریں گے۔ اس
سے مقصود یہ ہے کہ نیک بندوں کے رہنے کی جگہ جنت میں ان کو رکھا جائے گا۔ اسکے بعد ارشاد کیا کہ لوگوں میں سے بعض ایسے
بھی ہیں، جو کہتے ہیں: ”ایمان لائے ہم اللہ پر، لیکن وہ لوگ یہ بات صرف زبان سے کہتے ہیں، انکے دلوں میں ایمان داخل
نہیں ہوا ہے۔ اس واسطے ان کا یہ حال ہے کہ جب ان کو کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو پھر یہ لوگ دین اسلام سے پھر جاتے ہیں۔
غرض کہ ان لوگوں کو اگر بھلائی حاصل ہو تو اطمینان ہے، اور اگر جانچ ہوئی تو پھر گئے۔“ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۙ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ
فَإِذَا آوَدِي فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۗ وَلَئِن جَاءَ
نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۗ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۙ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
لَيَعْلَمَنَّ السُّفٰهِيْنَ ۙ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا
اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ ۗ

ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے ۙ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں (جو زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذاؤں کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں، اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی مدد آئے تو (اس وقت) ضرور کہیں گے کہ بے شک ہم تو (دین میں) تمہارے ہی ساتھ تھے، کیا اللہ دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں خوب نہیں جانتا ۙ اور بیشک اللہ ایمان لانے والوں کو ظاہر کر دے گا اور بیشک منافقوں کو بھی ظاہر کر دے گا ۙ اور کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم (دین میں) ہماری راہ کی پیروی کرو اور (قیامت میں) تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔

یہ حال ہے کہ اگر کبھی کوئی مدد اور فتح تمہارے رب کی طرف سے آجائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو دین میں تمہارے ساتھ ہیں، اللہ دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں خوب جانتا ہے۔ جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ اگرچہ وہ منافق ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے کا دم بھریں، لیکن اللہ خوب جان لے گا ایمان والوں کو، اور خوب جان لے گا منافقوں کو کہ کون مطیع ہے اور کون نافرمان ہے۔

مشرکوں کا ذکر، نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی نصیحت

۱۔ شان نزول: ہجرت سے پہلے مکہ میں جو تھوڑے سے مسلمان تھے وہ کافر بیکس مسلمانوں کو از حد ستاتے تھے، اور ان سے یہ کہتے تھے کہ تم یہ تکالیف کس لئے اٹھاتے ہو کس لئے، اسلام نہیں چھوڑ دیتے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے اس گناہ سے ڈرتے ہیں، آخرت کا خوف ہے۔ مسلمانوں سے ابوسفیان اور مشرک لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اول تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے کے

وَمَا هُمْ بِخَبِيلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿۱۲﴾
 وَيَحْمِلُونَ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَيَسْأَلُونَ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ عِبَاءً كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳﴾ ۚ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ
 قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۖ فَأَخَذَهُمُ
 الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۴﴾

حالانکہ یہ لوگ انکے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ جھوٹے ہیں ﴿۱۲﴾ اور بیشک ضرور یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (دوسروں کے گناہوں کے) بوجھ اٹھائے ہوں گے اور ضرور قیامت کے دن ان سے پوچھ ہوگی جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے ﴿۱۳﴾ اور بیشک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف (پینچمبر بنا کر) بھیجا پھر وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہے، (اور قوم کو توحید و ایمان کی دعوت دیتے رہے) اور انکی ایذاؤں پر صبر کیا، پھر (جب باز نہ آئے تو) انکو طوفان نے آ پکڑا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے ﴿۱۴﴾

بعد پھر جنیں گے، اور نیکی بدی کا حساب و کتاب ہو کر جزا و سزا ہوگی۔ اگر ایسا ہوا بھی تو تمہاری بدیوں کی سزا ہم اپنے ذمہ لے لیں گے۔ تم اپنے قدیمی دین پر قائم ہو جاؤ، اور دنیا کے مزے اٹھاؤ۔ ان کے اس قول کا جواب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں، جو آخرت کے مواخذہ کا غیروں کا بوجھ اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ وہاں ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ باپ بیٹے اور بیٹا باپ سے دور بھاگے گا، کہ ایک کا وبال دوسرے پر نہ پڑ جائے، اور جتنے لوگوں کو گمراہوں نے بہکایا ہے گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کے دو وبال ایسے لوگوں کی گردن پر اس دن پڑیں گے۔ دار آخرت کی تکلیف، پھر کوئی اپنی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا، دوسرے کی تکلیف تو کیا برداشت کر سکتا ہے۔ اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے ہیں، ان کی اس افتراء پر دازی کی قیامت کو باز پرس ہوگی کہ تم کس جرأت اور بیباکی سے ایسی باتیں بناتے تھے۔ کیا یہ نہ جانتے تھے کہ ہمارے ہاں آج کے دن ذرہ ذرہ کا حساب پیش ہوگا۔

۱۔ اوپر مشرکین کی سرکشی کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دینے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کے حال سے آگاہ کیا۔ فرمایا کہ وہ اپنی قوم میں اس قدر عرصہ دراز تک رہے، اور پوشیدہ اور علانیہ دن رات ان کو سمجھاتے رہے۔ جب بھی قوم کے لوگ نہ سمجھے اور اللہ کے رسول کو جھٹلاتے رہے، اور اتنی مدت میں انکی قوم میں سے اسی

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَبَ السَّفِينَةَ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾ وَ
 إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ

پس ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو (اس طوفان سے) بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہان کے لئے نشانی کیا ﴿۱۵﴾ اور ہم نے ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔

(۸۰) آدمی ایمان لائے۔ جب اس قدر مدت دراز تک نوح علیہ السلام کی نصیحت اور ڈرانے نے کچھ فائدہ نہ دیا تو اسے محبوب ﷺ! اپنی امت کے حال پر کچھ غم نہ کریں۔ چالیس سال کی عمر میں نوح علیہ السلام رسول کر کے بھیجے گئے۔ اور قوم کے لوگوں میں ساڑھے نو سو برس رہے۔ اور طوفان کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے۔ وقت انتقال کے عزرائیل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے سب پیغمبروں سے زیادہ عمر پائی۔ دنیا کی تو خوب سیر کی ہوگی، آپ نے فرمایا: ”کیا سیر کری، دنیا کی مثل ایک مکان کے دو درہ ہیں، ایک وہ جدھر سے آئے دوسرا وہ جدھر کو جاتے ہیں صرف اتنی دیر ہوئی“۔ سورہ ہود میں گزر چکا ہے کہ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی نصیحت اور عذاب کے وعدہ کو جھوٹا جان کر خود اپنی زبان سے عذاب کے نازل ہونے کی خواہش کی۔ آخر طوفان کے عذاب آنے سے سوا اسی آدمیوں کے، اور باقی سارے قوم کے لوگ ہلاک ہو گئے۔ پھر ہم نے نوح علیہ السلام کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے یعنی بیٹے اور چند ایماندار کل اتنی تھے، جن کو غرق ہونے سے بچالیا۔ اور قرون تک اس کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی دکھانے کے لئے باقی رہنے دیا، تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت پکڑیں، اور اس عہد کو یاد کریں اور سرکشی سے باز آئیں“۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو خدا کی عبادت کی طرف بلایا، اور اس سے ڈرنے کو کہا کہ جب تم یہ کام کرو گے تو دنیا اور آخرت کی بہتری تم کو حاصل ہوگی۔ اور اللہ کے سوا جن بتوں کو اے کافر! تم پوجتے ہو وہ تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم نے ہی ان کے نام گھڑ لئے ہیں، اور ان کو معبود ٹھہرا لیا ہے، اور تم خود بت تراشتے ہو، اور ان کو اپنا معبود ٹھہراتے ہو۔ جن لوگوں کے نام کی یہ صورتیں ہیں ان کو تمہارے اس کام کی بالکل خبر نہیں۔ اس لئے قیامت کے دن وہ تم سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور جن بتوں کو پوجتے ہو، وہ تو تم کو رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لئے تم اللہ کی ہی خالص عبادت کرو، اور اس سے کشائش رزق کی التجا کرو۔ اور اسی کا شکر ادا کرو، اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دے گا۔ اور اگر تم ان باتوں کو جھٹلاؤ گے کہ جن لوگوں نے پہلے رسولوں کو جھٹلایا ہے، ان پر عذاب نازل ہوا ہے۔ ہر رسول اسی بات کا ذمہ دار ہے کہ خدا کا حکم امت کے لوگوں کو پہنچا دے“۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو جو حشر کے منکر تھے، یوں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا جس سے تم سننے والے اور دیکھنے والے ہو گئے۔ پھر جس خدا نے پہلی بار تم کو بنایا دوسری بار بھی تمہیں بنا سکتا ہے، کیونکہ دوسری بار کا پیدا کرنا اس پر آسان ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ
اَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ اِفْكَاطًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا
يَبْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا
لَهُ ۗ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكٰذِبُوْا فَقَدْ كٰذَبَ اُمَمٌ مِّنْ
قَبْلِكُمْ ۗ وَمَا عَلٰى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوْلَمْ يَرَوْا كَيْفَ
يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾

یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۱۶﴾ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو، بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں، پس تم اللہ سے روزی طلب کرو اور اس کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو، تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۷﴾ اور اگر تم مجھ کو جھٹلاؤ پس (میرا کچھ نقصان نہیں کیونکہ) تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف طور سے پیغام کا پہنچا دینا ﴿۱۸﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ مخلوق کو کس طرح اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوسری بار اس کو پیدا کرے گا (آخرت میں) لے بیشک یہ اللہ کو آسان ہے ﴿۱۹﴾

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ زمین میں سیر کرو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑو، کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اب پہاڑوں اور درختوں بوٹیوں اور کھیتوں کو پیدا کیا ہے، اسی طرح جس چیز کا دوبارہ پیدا کرنا اس کو منظور ہوگا وہ پیدا کر دے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے، اور یہ دوبارہ پیدا کرنا جزا و سزا کیلئے ہوگا تا کہ پہلی دفعہ کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے۔ اس سزا کے وقت تم آسمان و زمین میں کہیں بھاگ نہ سکو گے۔ اس لئے تم اللہ کو اپنا معبود ٹھہراؤ، اس لئے کہ اس شرک کے مواخذہ میں پکڑ لئے گئے تو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے کہ وہ تم کو گرفتار نہ کر سکے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا، اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی مددگار ہے۔ پھر فرمایا ہے: ”جو لوگ اللہ کی آیتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں اور آخرت کے منکر ہیں، وہ خدا کی رحمت سے ناامید ہیں، اور دنیا و آخرت میں ان لوگوں کے واسطے سخت عذاب ہے۔“

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ
 النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ
 يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا أَنْتُمْ
 بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۗ وَمَالِكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ
 وَاٰلِی وَا لَا نَصِیْرِ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ
 یَسُؤُوا مِنْ رَحْمَتِي ۗ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ
 جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ
 النَّارِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾

تم (ان لوگوں سے) فرماؤ کہ تم لوگ زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے، پھر اللہ ہی دوسری اٹھان (آخرت میں) اٹھائے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۰﴾ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے، اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ﴿۲۱﴾ اور نہ تم زمین میں (چھپ کر خدا کو) عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں، اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ﴿۲۲﴾ اور جو لوگ اللہ کی آیتوں سے اور اس کے سامنے جانے سے منکر ہوئے وہ لوگ (قیامت میں) میری رحمت سے ناامید ہو گئے اور ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے ﴿۲۳﴾ تو لے (ابراہیم علیہ السلام کے اس کہنے کے بعد) اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ کہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو (چنانچہ جلانے کا سامان ہوا) تو اللہ نے ان کو آگ سے بچالیا، بیشک اس قصہ میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۲۴﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتیں سن کر آپس میں یہ کہا کہ

marfat.com

منزل ۵

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَ يَلْعَنُ
بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۲۵﴾

اور لے ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر یہ بت بنائے ہیں، بس یہ تمہارے درمیان دوستی
(یہیں) دنیا کی زندگی تک ہے، پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا منکر ہو جائے گا اور ایک دوسرے پر
لعنت ڈالے گا اور اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا ﴿۲۵﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مارڈالو یا آگ میں جلا دو۔ چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آگ میں ہی جلا نا چاہئے۔ تو
سب نے مل کر بہت ساری لکڑیاں ایک میدان میں اکٹھی کیں اور ان لکڑیوں کے گرد میں ایک احاطہ کھینچا۔ پھر ایسی آگ
جلائی کہ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے، ایسی بڑی آگ کبھی نہیں جلی۔ پھر انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈال
دیا۔ ان کا حامی مددگار خداوند ذوالجلال تھا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وہ آگ ٹھنڈی اور راحت والی بن گئی،
ابراہیم علیہ السلام وہاں سے صحیح و سالم نکلے، اور کسی جگہ آپ کو تکلیف نہ پہنچی۔ پس ایماندار لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی
عجیب عجیب نشانیاں ہیں کہ اس نے ایسے نازک وقت میں اپنے خلیل کی کیسی مدد کی کہ آگ جیسی چیز میں جلانے کی تاثیر باقی نہ
رہی۔ اور آگ گلزار ہو کر راحت کا سماں بن گئی اور اللہ کے خلیل سے جن لوگوں نے اپنے بتوں کو توڑنے کا بدلہ لینا چاہا تھا وہ
لوگ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوئے۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے وعظ شروع کیا کہ آج دنیا میں جو تم نے اللہ کے سوا جو بت بنا رکھے ہیں اور انکی پرستش کرتے ہو،
اور وہ خدا جس نے تم کو پیدا کیا اس کی عبادت سے بالکل غافل ہو، تو بس یہ تمہارے درمیان بتوں کی دوستی یہی دنیا کی زندگی
تک ہے۔ پھر قیامت کے دن کچھ کام نہ آئے گی۔ بت اپنے پجاریوں سے بیزار ہوں گے، اور سردار اپنے ماننے والوں سے،
اور ماننے والے سرداروں پر لعنت کریں گے، اور سردار ماننے والوں پر۔ غرض یہ کہ ایک دوسرے سے بیزار ہوگا، اور لعنت
کرے گا، اور اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ جس کی مدد سے تم
اس عذاب سے نجات پاؤ گے۔ پس اس قوم میں سے ابراہیم علیہ السلام کا بھتیجا لوط علیہ السلام ایمان لایا۔ پھر حضرت ابراہیم،
لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ سلام اللہ علیہا اپنی چچا زاد بہن سے فرمانے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف وطن چھوڑ کر جاتا
ہوں۔ البتہ وہ غالب ہے پس مجھ کو اس کی ذات سے امید ہے کہ میرے دشمنوں سے مجھ کو ذلیل نہ کروائے گا، اور وہ صاحب
حکمت ہے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے اتفاق کیا اور وہاں سے نجران اطراف کوفہ میں

فَأَمِّنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ
 الْحَكِيمُ ﴿۲۶﴾ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ
 النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ
 الصَّالِحِينَ ﴿۲۷﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ
 مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۲۸﴾

تو (اتنی نصیحت پر) لوط نے ابراہیم کی تصدیق (رسالت) کی اور ابراہیم نے (فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی بتائی ہوئی جگہ کی) طرف ہجرت کرتا ہوں، بیشک وہی زبردست، حکمت والا ہے ﴿۲۶﴾ اور ہم نے (ہجرت کے بعد) ان کو اسحاق (بیٹا) اور (یعقوب (پوتا) عطا کئے اور ہم نے اسکی اولاد (یعنی نسل) میں نبوت اور کتاب (یعنی تورات، انجیل، زبور، قرآن شریف) کو (جاری) رکھا اور ہم نے اس کا صلہ اس کو دنیا میں بھی دیا اور بیشک وہ آخرت میں بھی (بڑے درجہ کے) نیک بندوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾ اور ہم نے لوط کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جب کہ اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بیشک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا ﴿۲۸﴾

آئے۔ پھر وہاں سے ملک شام میں گئے۔ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت چھتر برس کی تھی، اور اسی سال میں حضرت اسمعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیا، اور وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بیٹے ہیں، جو حضرت سارہ علیہا السلام کی لونڈی تھیں۔ اور جب سن شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک سو بارہ یا بیس برس کا ہوا تو حضرت سارہ علیہا السلام سے بھی ایک بیٹا یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے۔

بد فعلی کا انجام

ان آیتوں میں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام دیئے۔ اور ہر ایک کو نبی کیا، حضرت اسحاق علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے، اور یعقوب علیہ السلام پوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب کے سلسلے کو قائم رکھا، یہ ایک اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ بنی اسرائیل کے کل انبیاء حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کے خاندان میں سے ہی ہوئے ہیں۔ سب سے آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے سب لوگوں میں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے نبی

أَيُّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۗ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ
الْمُنْكَرَ ۗ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ

کہ تم شہوت کے ارادے سے مردوں کے پاس آتے ہو اور راہ مارتے ہو (راہ گیروں کو قتل کر کے انکے مال لوٹ کر) اور اپنی بھری مجلس میں برا کام کرتے ہو، پس اسکی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ کہنے لگے ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔

ہونے کی بشارت دی، جو اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ اسمعیل علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ پھر فرمایا: ”ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا کہ سب دین و مذہب والے ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو دوست جانتے ہیں۔“ اب آگے حضرت لوط علیہ السلام کا حال بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسے بڑے کام کرتے ہو جو تمام جہان میں کسی نے نہیں کئے۔ تم شہوت کے ارادہ سے مردوں کے پاس جاتے ہو، اور تم راہ مارتے ہو جو راہ سے گزرتا ہے اس کو قتل کر ڈالتے ہو، اور اس کا مال و اسباب لوٹ لیتے ہو، اور مجلس میں جمع ہو کر بڑے فعل کرتے ہو، اور کوئی کسی کو برا نہیں کہتا۔ مجاہد نے کہا مجلس میں سب کے رو برو ایک دوسرے سے بدکاری کرتے تھے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ یہی کہتے: ”اگر تم سچے ہو تو خدا کا عذاب ہم پر لے آؤ۔“ حضرت لوط علیہ السلام نے عرض کی کہ اے رب میرے! اس فساد کی قوم کے مقابلہ میں میری مدد کر، اور ان کو عذاب سے ہلاک کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول فرمائی اور فرشتے ان کی مدد کو بھیجے۔ وہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کی شکل میں آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے آگے کھانا رکھا، جب دیکھا کہ وہ نہیں کھاتے تو ان کو اجنبی جان کر ڈرے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں اور لوط علیہ السلام کی قوم کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں تو عذاب ہٹانے میں گفتگو کرنے لگے کہ شاید ان کو کچھ مہلت مل جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں، فرشتوں نے کہا: ”ہم سب کو جانتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام اور اس کے لوگوں کو ہم نجات دیں گے مگر اس کی بیوی نافرمان لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوگی۔“ غرض یہ کہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے تو لوط علیہ السلام ان کو دیکھ کر دل میں تنگ ہوئے۔ کیونکہ قوم کی بد فعلی سے اندوہناک تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو پہچانا نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس لئے فرشتوں نے ان سے کہا کہ تم نہ ڈرو، اور غم نہ کھاؤ، ہم تم کو اور تمہارے اہل کو عذاب سے بچائیں گے، مگر تمہاری بیوی انہیں کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو زمین کی جڑ سے اکھاڑ کر پھر ان کو دے مارا، اور ان پر پتھروں کا مینہ برسایا، اور ان کو قیامت کے روز تک اوروں کے لئے عبرت کا نمونہ قرار دیا۔ اس واسطے فرمایا: ”ہم نے عقل والوں کیلئے ظاہر نشان باقی رکھے تاکہ عبرت حاصل کریں۔“

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِيْ عَلٰى الْقَوْمِ
 الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبَشْرٰى قَالُوْا اِنَّا
 مُهْلِكُوْا اَهْلَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ؕ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ
 فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ؕ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهُ اِلَّا
 اَمْرًاۙ تَهْتَفُۙ كَانَتْ مِنَ الْغٰثِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّا اَنَّ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا
 سِئءَ عِبْرِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًاۙ وَقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ؕ اِنَّا
 مُنْجُوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا اَمْرًاۙ تَكَّ كَانَتْ مِنَ الْغٰثِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ
 عَلٰى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْرًاۙ مِّنَ السَّآءِۙ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ
 لَقَدْ رَكْنَا مِنْهَا آيَةًۙ بَيِّنَةًۙ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اگر تم (اس بات میں) سچے ہو ﴿۳۰﴾ لوط نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! ان فسادی لوگوں پر میری مدد کر (اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی) ﴿۳۱﴾ اور جس وقت ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے انہوں نے کہا ہم ضرور اس بستی والوں کو ہلاک کریں گے، بیشک اس بستی کے لوگ بڑے ظالم ہیں ﴿۳۲﴾ ابراہیم نے فرمایا کہ وہاں تو لوط (بھی رہتا) ہے فرشتوں نے کہا: ”ہم خوب جانتے ہیں جو کوئی اس میں ہے۔ ضرور ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے بجز اس کی بی بی کے کہ وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے“ ﴿۳۳﴾ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط کو ان کا آنا ناگوار ہوا اور ان کے سبب سے دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: ”نہ ڈریئے اور غم نہ کیجئے بیشک ہم تم کو اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے بجز تمہاری بی بی کے کہ وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے“ ﴿۳۴﴾ بیشک ہم اس بستی کے باشندوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس سبب سے کہ وہ بدکاری کرتے تھے“ ﴿۳۵﴾ اور بیشک ہم نے اس بستی کے عقل والوں کے لئے کچھ ظاہر نشان باقی رکھے ﴿۳۵﴾

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ فَقَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا
 الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝۳۶ فَكَذَّبُوهُ
 فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جثيين ۝۳۷ وَعَادًا وَثمودًا
 وَقَدْ نَبَّأْنَا لَكُمْ مِنْ مَّسْكِينِهِمْ ۖ وَذَرَيْنَا لَهُمُ الشَّيْطَانَ أَعْبَالَهُمْ
 فَصَدَّاهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ۝۳۸

اور لے مدین کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم شعیب کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا پس انہوں نے کہا: ”اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو“ ۝۳۶ پس ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تو ان کو زلزلے نے پکڑ لیا پھر وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے زانو کے بل گرے ہوئے مردہ پڑے رہ گئے ۝۳۷ اور ۲۔ ہم نے عاد اور ثمود کو بھی (ان کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور تم کو ان کے بعض مکان (اب تک) نظر آ رہے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال (بد) ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے پس انہیں راہ (حق) سے روک دیا اور وہ لوگ سمجھ بوجھ رکھتے تھے ۝۳۸

نافرمان لوگوں کا انجام

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے رسول حضرت شعیب علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم مدین کے باشندوں کو حکم دیا کہ تم اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرو، اور آخرت کے دن جزا کی توقع رکھو، اور لین دین میں لوگوں کے ساتھ دغا بازی نہ کرو۔ یہ لوگ تو لےنے میں دغا بازی کرتے تھے، اور راستہ بھی لوٹتے تھے، اور اللہ و رسول کو جھٹلاتے تھے۔ اس لئے ان کو زلزلہ اور سخت آواز نے پکڑا۔ جس سے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے مردہ پڑے ہوئے رہ گئے۔ پورا قصہ سورہ اعراف میں اور سورہ ہود میں اور سورہ شعرا میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ عاد حضرت ہود علیہ السلام کی اُمت ہے، اور ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی اُمت ہے۔ عرب کے لوگ انکے مکانوں کو خوب جانتے پہچانتے تھے، اور رات دن عرب کے لوگوں کا ان پر گور ہوتا تھا۔ قارون بڑے خزانوں والا تھا، اور فرعون شہر مصر کا بادشاہ تھا، اور اس کا وزیر ہامان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بسبب کفر کے ہر ایک کو اس کے گناہ کے مناسب عذاب میں پکڑا۔ قوم عاد نے دعویٰ کیا کہ ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے۔ ان کے اوپر بہت سخت آندھی آئی جو زمین سے کٹ کر

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ
فَأَسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا أَخَذْنَا
بِذُنُوبِهِمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ
الصَّبْحَةُ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَقْنَا ۖ
وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۰﴾

اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ان کے کفر کے سبب) ہلاک کیا اور بیشک ان (تینوں) کے پاس موسیٰ ظاہر نشانیاں لے کر آئے، پس ان لوگوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہمارے (عذاب) سے نکل جانے والے نہ تھے ﴿۳۹﴾ تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کے وبال میں پکڑا تو ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں سے کسی کو ہولناک آواز نے آپکڑا، اور ان میں سے کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کسی کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا، اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ خود ہی (شرارتیں کر کے) اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ﴿۴۰﴾

پتھراٹھا کر ان کو مارتی، اور ان کو اڑا کر آسمان سے سر کے بل پٹخ دیتی کہ جس کے صدمہ سے دھڑ سے سر جدا ہو کر دھڑ بھجور کے تنے کی طرح زمین پر گر پڑتا۔ اور شمود کہ انکی درخواست کے موافق ایک اونٹنی پتھر سے پیدا ہوئی، پھر بھی وہ یقین نہ لائے کفر پر اڑے رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اور جوان پر ایمان لائے تھے، ان کو ڈراتے کہ ہم تم کو بستی سے نکال دیں گے، سنگسار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا۔ اور قارون کو کہ وہ اپنے آپ کو سب سے بہتر جانتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، قیامت تک وہ دھنستا ہی چلا جائے گا، اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو مع اس کے لشکر کے ایک تھوڑی سی دیر میں دریا میں ڈبو دیا۔ کوئی خبر دینے والا بھی باقی نہ بچا۔ پھر فرمایا: ”یہ اللہ تعالیٰ نے تو ہر ایک کے واسطے ان کے پاس رسولوں کو بھیج دیا تھا، اور کتابیں بھی نازل فرمائیں، غرض یہ کہ کوئی دقیقہ ان کے سمجھانے کا باقی نہ رکھا مگر وہ کم بخت اپنے کفر اور جھٹلانے پر اڑے رہے، اور گناہوں اور نافرمانیوں سے اپنی شرارت کے سبب سے باز نہ آئے۔ غرض یہ کہ نوح علیہ السلام کی قوم سے قارون تک جو لوگ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم کے طور پر بے قصور ان کو ہلاک نہ کیا، کیونکہ ظلم کو اس نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرایا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی سرکشی ہلاک کے درجہ کو پہنچ گئی۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۚ
 اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ
 كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۗ
 وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۲﴾

وقف لایز

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے لے بنا لئے ہیں اللہ کے سوا اور مالک، مکڑی کی طرح ہے، اس نے جالے کا گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر جانتے (کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے تو ایسا نہ کرتے) ﴿۳۱﴾ بیشک اللہ جانتا ہے جس چیز کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں (کہ وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور وہی (اللہ) زبردست، حکمت والا ہے ﴿۳۲﴾

غیروں کو معبود بنانے کا رد

لے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر اوروں کو معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی کا گھر جو نہایت بودا ہے، اور گرمی جاڑے بارش کا اس میں کچھ بچاؤ نہیں۔ اسی طرح ان جھوٹے معبودوں سے ان کے پوجنے والوں کو کچھ فائدہ نہیں۔ ان کا دین مکڑی کے گھر کی طرح بودا ہے۔ فرمایا: ”اگر ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ آفت آجائے، تو ان کو اپنے جھوٹے معبودوں سے اس طرح کچھ مدد نہ ملے گی، جس طرح مکڑی کو اپنے گھر سے جاڑے گرمی میں کچھ بچاؤ کی مدد نہیں ملتی۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جھوٹے معبودوں کے پوجنے والوں کو دھمکایا کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں، جن کو تم ہمارے سوا پوجتے ہو۔ ہم تم سے سمجھ لیں گے، ہم زبردست حکمت والے ہیں۔ پھر فرمایا: ”ہم ان کہاوتوں اور مثالوں کو جو قرآن شریف میں لوگوں کے سمجھانے کیلئے بیان کرتے ہیں، ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر قارون تک سب قہے کی آیتیں جو اوپر گزری ہیں کہ یہ نافرمان لوگ اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے بھروسہ پر شرک میں گرفتار رہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کی پکڑ ہوئی تو جس طرح جاڑے گرمی میں مکڑی کا گھر اس کے کچھ کام نہیں آتا، اسی طرح ان مشرکوں کے جھوٹے معبود بھی ان کے کچھ کام نہ آئے۔“

فائدہ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اپنے گھروں سے مکڑیوں کے جالے ڈور کرو کہ یہ ناداری کا باعث ہوتے ہیں۔“

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ ۝۳۳
 خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً
 لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝۳۳

۳۳

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے لئے) بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں ۝۳۳
 اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو درست تدبیر سے پیدا کیا، بے شک اس میں (اس کے استحقاق عبادت کی)
 بڑی نشانی ہے مسلمانوں کے لئے ۝۳۳

۱۔ ان آیتوں میں اپنی قدرت کا حال بیان فرماتا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا بلکہ اس واسطے پیدا
 کیا کہ ہر ایک شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملے، بڑے کو بڑا، اچھے کو اچھا۔ اس آیت میں ایمان والوں کو ہدایت ہے کہ اللہ اکیلا
 جہان کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی اکیلا عبادت کے قابل ہے، اور منکرین حشر کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ خود تو دنیا میں جو کام کرتے
 ہیں اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ان کے مد نظر ہوتا ہے، مثلاً کھیتی میں پیداوار کا فائدہ، تجارت میں نقدی کا فائدہ، ان کا مقصود ہوتا
 ہے۔ پھر یہ نادان اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے انتظام کو بے فائدہ کیوں ٹھہراتے ہیں، اتنا نہیں سمجھتے کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے
 بعد اگر جزا و سزا نہ ہو تو دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانا ٹھہرتا ہے، جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔

أَثَلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۖ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا
تَصْنَعُونَ ﴿۳۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۗ

الجزء

(اے محبوب ﷺ) جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی پڑھو اور نماز قائم رکھو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے، اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۳۵﴾ اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر اسی طریقہ سے جو بہت بہتر ہو۔

نماز بری باتوں سے روکتی ہے

ان آیتوں میں فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! چونکہ تم رسول ہو، اس لئے جو کتاب تم پر وحی کی گئی ہے تم اس کی تبلیغ کرو۔ اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا کرو۔ کیونکہ اس میں نوح، ابراہیم، لوط، موسیٰ علیہم السلام کی امتوں کا پورا بیان ہے۔ کہ پہلے بھی کافر اور بت پرستوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ یہ کچھ کیا جس پر برباد ہوئے۔ اور نماز کی، جو کہ اعظم عبادت ہے خوب کوشش و سرگرمی سے ادا کرو۔ کیونکہ نماز بری اور بے حیائی کی باتوں سے روکتی ہے۔ اول تو ان میں ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھی جاتی ہے جس کا ہر جملہ انسان کی روحانی قوتوں کو ابھارنے والا ہے۔ پھر اسکے آگے کھڑا ہونا، حمد و ثنا کرنا، اس شاہ دو جہان رب العالمین کے آگے سر رکھ کر اس کی تعریف کرنا بیشک روح کو تازہ کرتا ہے۔ اور جب روح پر تازگی آتی ہے تو نفسانی باتیں جاتی رہتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے صحابہ نے کہا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے، مگر دن کو لوگوں کا مال چراتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت جلد اس کی نماز اس کو بڑے کاموں سے باز رکھے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ نماز پڑھنے والا شخص رفتہ رفتہ برے کاموں سے بچنے لگتا ہے۔ غرض نماز کی اس تاثیر کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا، اور نماز کے ذکر کے ساتھ اللہ کی یاد کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے اس کی تفسیر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یوں فرمائی ہے کہ نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ جب بندہ اللہ کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو یاد کرتا ہے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جو نماز میں اللہ کو یاد کرتے ہو، تو اللہ تعالیٰ تم کو یاد کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا اے بندو! تمہارے لئے ایک بڑی چیز ہے۔ جتنی دیر نماز میں لگے، اتنے ہی ہر گناہ سے بچے، اور آگے بھی بچتا آئے گا۔ مسئلہ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور بڑی باتوں سے نہ روکے، تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ خلوص سے عبادت کیا کرو وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کے مناظرے اور جھگڑے سے بھی روک دیا۔ جو وہ بسا اوقات مسلمانوں سے الجھا کرتے تھے۔ فرمایا: ”اے مسلمانو! نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر ساتھ اس

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزِلَ
إِلَيْكُمْ وَالْهَنَا وَالْهَكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۶﴾ وَكَذَلِكَ
أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ۖ فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمِنْ
هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ ۖ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا
كُنْتُمْ تَشْكُرُونَ قَبْلَهُ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ

مگر وہ لوگ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا (ان سے پورا مقابلہ کرو) اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف
اترا اور جو تمہاری طرف اترا اور ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اسی کی اطاعت کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور (اے محبوب!
ﷺ جس طرح ہم نے پہلے کتابیں اتاری تھیں) اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری، پس وہ لوگ جن
کو ہم نے کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان (اہل مکہ) میں سے ہیں جو
اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں سے منکر نہیں ہوتے مگر کافر لوگ ﴿۳۷﴾ اور (اے محبوب!
ﷺ اس قرآن کے نزول ہونے سے پہلے تم نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے داہنے ہاتھ سے لکھی۔

عادت کے جو بہتر ہے، ان کی سختی کے مقابلہ میں تم ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ مگر جوان میں سے ہٹ دھرمی کرتے ہیں، اور جو
ضدی متعصب، زبان دراز ہوں تو ان سے پورا مقابلہ کرو، اور کہو کہ الہام اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہو گیا۔ جو ہمارے نبی
ﷺ پر نازل ہوا۔ ہم اس پر ایمان لائے، اور جو تمہارے انبیاء سابقین کی طرف اترا ہے، جس کو تم بھی مانتے ہو اس کو بھی ہم مانتے
ہیں۔ توریت، انجیل، زبور پر ہمارا ایمان ہے اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے، پھر جس نے پہلی کتابیں اور رسول بھیجے، اسی نے یہ
نبی
ﷺ اور یہ کتاب یعنی قرآن شریف بھی بھیجا۔ فرمایا اور جیسا کہ ہم نے انبیاء پر کتابیں نازل کیں، ایسے ہی ہم نے تمہاری
طرف قرآن کو نازل کیا، کہ جو موافق پہلی کتابوں کے اصول میں ہے۔ پھر جن کو ہم نے کتاب دی مثل عبد اللہ بن سلام اور ان
کے احباب، وہ تو اس قرآن شریف پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان گروہ عرب میں سے بعض ایسے منصف ہیں کہ قرآن شریف پر اور
آنحضرت
ﷺ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جوان کا منکر ہے تو وہی ازلی کافر ہے، مثل کعب بن اشرف اور ابو جہل وغیرہ کے۔

قرآن شریف کا حق ہونا

ان آیتوں میں فرمایا کہ اے محبوب!
ﷺ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تم نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے، اور نہ کوئی

إِذَا لَأْسَرْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۳۸﴾ بَلْ هُوَ آيَةٌ بَيِّنَةٌ فِي صُدُورِ
الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ۗ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۳۹﴾ وَقَالُوا
لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَ
إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۰﴾

(اگر لکھے پڑھے ہوتے) تو اس وقت یہ جھوٹے لوگ (یعنی اہل کتاب) شک لاتے ﴿۳۸﴾ بلکہ یہ آیتیں روشن قرآن کی ہیں (جو) ان (مسلمان) لوگوں کے سینوں میں کہ جن کو علم دیا گیا ہے محفوظ ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم لوگ ﴿۳۹﴾ اور کہتے ہیں کہ ان پیغمبر پر ان کے پروردگار کی طرف سے کچھ نشانیاں کیوں نہیں بھیجی گئیں؟ تم فرماؤ: ”نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ میں تو (نا فرمانی کرنے والوں کو عذاب کا) صاف ڈرسانے والا ہوں“ ﴿۴۰﴾

کتاب اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ تو ان مشرکوں کے دل جانتے ہیں کہ اسی شخص ایسی کتاب تو اپنے دل سے ہرگز نہیں بنا سکتا جس کا بنا پڑھے لکھے لوگوں کی قدرت سے بھی باہر ہے۔ اور پہلی کتابوں میں تمہارے اوصاف ایسے تفصیل سے ہیں کہ اہل کتاب کے دل بھی خوب جانتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو، اور قرآن شریف کلام الہی ہے۔ پس اس روشن دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ یہ کتاب اس کے برگزیدہ اور سچے بندے محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ جو اس پر ایمان لایا اس نے کامیابی حاصل کر کے اس کے مہمان خانہ فردوس بریں میں قیام پذیر ہوا۔ اور جو اس پر ایمان لانے سے بوجہ اپنی شامت اعمال کے محروم ہوا، وہ دنیا میں خدا کی لعنت میں بسر کرے گا، اور عقبیٰ میں سرنگوں کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ فرمایا کہ یہ قرآن شریف کھلی کھلی آیتیں ہیں جو ان مسلمان لوگوں کے سینوں میں کہ جن کو علم دیا گیا ہے محفوظ ہیں۔ نہ کہ کاغذوں پر آنحضرت ﷺ نے لکھ رکھی ہیں۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات صاف اور روشن ہیں یعنی ان کے مطالب الہامی ہیں۔ اہل علم کے دلوں میں پیوست ہیں۔ وہ اہل علم دل سے یقین کرتے ہیں یعنی کچھ اس کے معجزہ پر بس نہیں کہ ایک اسی سے ایسی کتاب ظاہر ہووے، بلکہ نفس مضامین قرآن آفتاب کی مثل اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں۔ پھر جو کوئی ایسی آیتوں کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے۔

۱۔ جب آنحضرت ﷺ کی نبوت دلائل سے ثابت ہوئی اور یہ بتلایا گیا کہ جس طرح پہلے نبیوں پر کتاب نازل کی گئی تھی، اسی طرح آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی۔ اس پر کفار قریش نے کہا کہ محمد ﷺ کو وہ نشانیاں کیوں نہ دی گئیں تھیں۔ فرمایا: ”کیا ان کو یہ کتاب کا معجزہ کم ہے جس کا عام اعلان ہے کہ ایسی ایک سہوت بنا دو سب عاجز ہو گئے۔ اور قرآن

۷۴

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۗ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَ
بَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۗ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا
بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۵۲﴾ وَ
يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَلَوْ لَّا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ
الْعَذَابُ ۗ وَلِيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۳﴾

کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب (یعنی قرآن ایسی نشانی) نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بیشک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں ﴿۵۱﴾ تم فرماؤ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جو باطل پر یقین لائے اور اللہ کے منکر ہوئے وہی لوگ گھائے میں ہیں ﴿۵۲﴾ اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر (علم الہی میں عذاب آنے کا) ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ضرور ان پر عذاب آجاتا، اور بیشک وہ عذاب ان پر اچانک آئے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۵۳﴾

پاک اگلے نبیوں کے سب معجزوں سے پورا اور کامل معجزہ ہے، جس کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی و معجزہ کی حاجت نہیں۔ کیونکہ یہ نشانی معجزہ جب تک جہان میں رہے گا تب تک اس کو زوال نہیں۔ فرمایا کہ اس قرآن شریف میں ایمان والوں کے لئے قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے کا نتیجہ اللہ کی رحمت سے جنت ہے۔ اور اس قرآن میں یہ بھی ہے کہ جو اس کی نافرمانی کرے گا اس پر عذاب ہوگا۔

تم کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے جو سب کچھ جانتا ہے، اگر میں جھوٹ کہتا ہوں گا تو وہ مجھ سے بدلہ لے گا، لیکن وہ تو دن بدن اسلام کو ترقی دے رہا ہے، جس سے اسلام کا حق ہونا صاف ظاہر ہے۔ اب اللہ تعالیٰ مشرکوں کی دوسری جہالت بیان کرتا ہے کہ وہ خدا کا عذاب جلد طلب کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دیا جائے کہ اگر عذاب کیلئے وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو بہت جلد ان پر عذاب آچکا ہوتا۔ اور وہ عذاب ان پر یکا یک بے خبری میں آجائے گا، اور روزخ ان کی تاک میں ہے۔ قیامت کے دن جب ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرما دے گا کہ اب عذاب کی جلدی کرنے کا، اور اپنی بد اعمالی کا مزہ چکھو۔

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَسُجُوتٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٥٢﴾
يَوْمَ يَعْبَثُ فِي الْعَذَابِ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ
ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ لِيُعَذِّبَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي
وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿٥٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ
إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٥٥﴾

یہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بیشک دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿٥٢﴾ جس دن انہیں عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھاٹک لے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”جو کچھ تم کرتے تھے (اب اس کا) مزا چکھو ﴿٥٣﴾ اے میرے لے ایماندار بندو! بیشک میری زمین کشادہ ہے پس تم میری ہی عبادت کرو ﴿٥٤﴾ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے“ ﴿٥٥﴾

ہجرت کا حکم

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ہجرت کا حکم فرماتا ہے کہ جس شہر میں آدی دین پر پورا نہ چل سکے، وہاں سے ہجرت کر کے دوسرے شہر میں چلا جائے، جہاں دین پر آزادی سے چل سکے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”سب شہر اللہ کے ہیں، اور سب بندے اللہ کے ہیں۔ جہاں نیکی کر سکے وہاں قیام کرو۔“ پہلے پہل بے وطن ہونے میں تنگی معاش کے اندیشہ سے لوگوں کو مکہ کے چھوڑنے میں پس و پیش تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ کی زمین کشادہ اور اللہ ہر جگہ رزاق ہے، اس خوف و خطر ناک جگہ سے حبشہ کو ہجرت کی تاکہ وہاں بے خوف اپنے دین پر چلیں۔ وہاں کے بادشاہ نجاشی نے ان کو جگہ دی اور بڑی مدد کی۔ وطن چھوڑنا یوں ہی ایک آسان بات نہیں، اس پر مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی جدائی، اور اپنے دینی بھائیوں کا فراق شاق گزرتا تھا۔ ان دونوں باتوں سے تسکین اور اطمینان کامل دلاتا ہے۔ اول بات کا اطمینان اس آیت میں دلاتا ہے کہ ہر ایک شخص کو ایک روز موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر تم ہمارے پاس آؤ گے، اس واسطے تم کو چاہئے کہ اللہ کی بندگی میں رہو۔ جو ایمان لائے اور اچھے عمل بھی کئے ان کی جگہ بہشت میں اونچے محل اور نیچے نہریں ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ ان میں یہ اچھا بدلہ ان نیک عمل کرنے والوں کا ہے، جنہوں نے دین کے کاموں کی تکلیف اور محنتوں کی ایذا پر صبر کیا، اور دین پر جتنے رہے، اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرًّا فَتَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعَمَ أَجْرٍ الْعَالِينَ ﴿۵۸﴾ الَّذِينَ
 صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۵۹﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ بَرْذَقَهَا
 اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ
 خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے، بیشک ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا ﴿۵۸﴾ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور بہت سے ایسے زمین پر چلنے والے ہیں کہ (دوسرے دن کے لئے) اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے، اللہ انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے ﴿۶۰﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو گے کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج کو اور چاند کو کام میں لگایا۔

۱۔ شان نزول: مومنین مکہ نے جب اوپر کی آجوں کو سنا فوراً ہجرت کا قصد کیا، لیکن ایک اور دغدغہ (اندیشہ) پیش آیا کہ وہاں رزق کا کیا سامان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گھر پر بھی تو بغیر مدد خدا کے کچھ کام نہیں چلتا، پھر سفر میں بھی وہی دے گا۔ اطمینان کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فرمایا بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی کا آپ بندوبست نہیں کرتے یعنی روزی کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حاصل یہ ہے کہ ایسے بہت جانور ہیں کہ جو اپنی روزی کا خیال بھی نہیں کرتے کہ کل ہم کہاں سے کھائیں گے۔ ہوا کے پرندوں اور زمین کے سوراخوں میں رہنے والوں کو دیکھو، اللہ ہی ان کو اور تم کو روزی دیتا ہے۔ پس ظاہری روزی کے اسباب بہم نہ پہنچنے سے ہجرت کرنے میں کیوں اندیشہ کرتے ہو، جب تم اپنی ماں کے رحم میں تھے تو کیونکر تم کو روزی پہنچی تھی۔ جب پیدا ہوئے تو تمہاری ماں کے پستان سے دودھ کس نے اتارا۔ جس نے ایسے وقت نازک میں تم کو یاد کیا تو آج وہ تم کو بھول جائے گا نہیں ہرگز نہیں۔ جب تمہاری روزی دینے کا ایسے قادر ذوالجلال کو خیال ہے تو پھر تم کو کیا پروا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ان آجوں میں اپنا معبود ہونا بیان فرماتا ہے کہ اس کے سوائے کوئی لائق بندگی نہیں۔ اس واسطے کہ مشرک لوگ اگر چہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی پوجتے ہیں، لیکن آسمان وزمین، چاند سورج، رات دن کا پیدا کرنے والا اللہ ہی کو جانتے ہیں، اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بندوں کا روزی دینے والا اور مارنے والا بھی وہی اللہ ہے۔ پھر فرمایا ان سے پوچھئے کہ کس

لَيَقُولَنَّ اللَّهُ ۚ فَإِنِّي يُؤْفِكُونَ ﴿٢١﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ
 مِن عِبَادِهِ وَ يَقْدِرُ لَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ وَلَئِن
 سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَاهُ إِلَّا رِضًا مِّن بَعْدِ مَوْتِهَا
 لَيَقُولَنَّ اللَّهُ ۗ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٣﴾

تو ضرور یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر وہ کہاں (توحید کے راستہ سے) بہکے چلے جاتے ہیں ﴿۲۱﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۲۲﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو گے کہ وہ کون ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی سرسبز) کر دیتا ہے تو ضرور یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے، تم فرماؤ: ”سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر لوگ بے عقل ہیں ﴿۲۳﴾“

نے اتارا آسمان سے پانی، پھر چلایا۔ اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے یعنی خشک کو تروتازہ کیا تو البتہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ مطلب یہ کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے کے کافر اقرار کرتے تھے کہ آسمان سے مینہ وہی برساتا ہے، جب لوگ قحط سے مرنے لگتے ہیں۔ اور بندوں کا رازق، اور ان کی موت اور روزی کا آگے پیچھے، کم و بیش کرنیوالا وہی ہے۔ کسی کو غنی دولت مند بنا دے، کسی کو فقیر محتاج۔ جیسے مناسب دیکھتا ہے جس کو جس کا مستحق جانتا ہے ویسا ہی کرتا ہے۔ سب کا خالق ہے، وہی اکیلا سب کی تدبیر کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کہ کر پھر بتوں کو اپنا معبود جانتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اکثر ان مشرکوں میں کے عقل نہیں رکھتے، یہ مشرک آخرت کے منکر تھے۔ اور انہوں نے اپنے سب کاموں کا دار و مدار دُنیا کی زندگی پر رکھا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ دُنیا کی زندگی ناپائیدار ہے جس کو بقا نہیں، اور آخرت کا جینا ہمیشہ کا جینا ہے، اگر یہ مشرک اس بات کو سمجھتے تو فانی کو باقی پر اختیار نہ کرتے۔ دُنیا کی زندگی محض کھیل کود ہے مثلاً لڑکے تھوڑی دیر تک مل کر کھیل کود لیتے ہیں، پھر تھک کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم وجود میں لوگ آتے ہیں، دنیا کی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے اصلی راستہ کو جہاں جاتا ہے، اور اپنے اصلی کام کو جو یہاں کرنا تھا محمول جاتے ہیں۔ اتنے میں جام عمر لبریز ہوا، دنیا سے بڑی تلخ کلامی کے ساتھ سب کو چھوڑ چھاڑ ایسے گئے کہ پھر کبھی کسی نے اس طرف آکر بھی نہ جھانکا۔ غرض یہ کہ یہ جس طرح کھیل کود بے بنیاد ہے، اسی طرح دنیا کی زندگی بھی نقش بر آب ہے۔

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ ۖ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ
 لَهِیَ الْحَيَاةُ ۗ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۲۳﴾ فَإِذَا سَأرَكِبُوا فِي الْفُلِّ
 دَعَا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الرِّیِّنَ ۗ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا
 هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿۲۵﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۗ

وقف الابر

اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل اور کود اور پیشک آخرت کا گمروہی (اصل) زندگی ہے، کاش اگر وہ جانتے (دنیا و آخرت کی حقیقت) ﴿۲۳﴾ پھر جب وہ (لوگ) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لا کر کہ اس مصیبت سے نجات وہی دے گا، پس جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو فوراً وہ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿۲۵﴾ تاکہ جو کچھ نعمت ہم نے ان کو عطا کی ہے اس کی ناشکری کریں۔

شاہ روم کا قصہ

ان آیتوں میں فرمایا کہ جب یہ مشرکین جو حیات دنیا میں محو رہے ہیں، کشتی پر سوار ہو کر دریا کا سفر کرتے ہیں، اور دریا کی موجیں جب کشتی کو تہ و بالا کرتی ہیں، اور موت سامنے دکھائی دیتی ہے، تب ان کی فطری حالت عود کر آتی ہے۔ تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں جیسے کبھی شرک کی ہوا بھی نہ دکھائی تھی۔ پھر جب وہ ان کو خشکی میں بچالاتا ہے، اور وہ بے خوف ہو جاتے ہیں، تو اس وقت بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو عطا کی ہے اس کی ناشکری کرتے ہیں، اور ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا میں شاد مراد رہیں گے، دنیا کو برتیں۔ اس ناشکری کی سزا یہ بات مرنے کے بعد بخوبی معلوم ہو جائے گی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ قریش پر اپنا احسان جتلاتا ہے کہ ان کو حرم میں اس طرح آباد کیا کہ جو اس میں آیا اس کو امن ملا۔ مکہ والے امن میں تھے، اور سارے ملک میں فساد تھا۔ ایک کو ایک لوٹا قتل کرتا۔ اس نعمت کا شکر یہ ان لوگوں نے یہ کیا کہ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا، اور بتوں کی بندگی کی۔ اللہ کے احسان کے بدلے میں ناشکری کی۔ ان کو چاہئے تھا کہ خاص اللہ کی بندگی کرتے، اور کسی کو اس کا شریک نہ کرتے۔ اور اس کے محبوب ﷺ کی تعظیم کرتے، انہوں نے بجائے تعظیم کے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمتیں ان سے لے لیں، اور بدر میں ان کو قتل کیا۔ پھر غلبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو ہو گیا، مکہ فتح ہوا، اور ان کو اللہ نے ذلیل و خوار کیا۔ پھر فرمایا ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، اور دین حق کو جھٹلائے۔ جبکہ وہ حق اس کے پاس آئے تو ایسے منکروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ مشرکوں کا احوال بیان فرما چکا تو اب ان کے مقابل میں اپنے

وَلِيَسْتَعِزُّوا^{وقفة} فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا
 حَرَمًا مِمَّا وَبَّيَخَطَفُ النَّاسِ مِنْ حَوْلِهِمْ^ط أَفِالْبَاطِلِ
 يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٢٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى
 عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ^ط أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ
 مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا^ط
 وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٩﴾

اور تا کہ چند دن اور خوشی سے زندگی بسر کر لیں۔ پس حقیقت حال کو اب جان لیں گے ﴿۲۶﴾ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا؟
 کہ ہم نے حرمت والی زمین کو امن والا بنایا ہے اور ان کے آس پاس والے لوگ اچک لئے جاتے ہیں پس کیا باطل
 پر ایمان لاتے ہیں اور خدا کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں ﴿۲۷﴾ اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر
 جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ (حق) اس کے پاس آئے تو کیا ایسے کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے ﴿۲۸﴾
 اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا بیشک ہم انکو اپنے راستے دکھائیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کیساتھ ہے ﴿۲۹﴾

نیک بندوں کا احوال بیان کرتا ہے، کہ جن لوگوں نے ہماری رضا مندی حاصل کرنے کیلئے محنت کی۔ ان کو ہم اپنی راہیں
 سوجھاویں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو نیک راستوں کی طرف زیادہ ہدایت کریں گے اور توفیق اچھی عطا کریں گے۔

﴿ اساتفا ۲۰ ﴾ ﴿ ۳۰ سورۃ النور ۸۲ ﴾ ﴿ رکوعاھا ۲ ﴾

سورۃ روم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ روم: جو شخص اکیس مرتبہ اس سورت کو پڑھے تو دشمن پر فتح یاب ہو اور جو شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے تو
 فرشتوں کی تعداد کے برابر جزا دے۔

الَّتْمِ ۱۰ غُلِبَتِ الرُّومُ ۱۱ فِيْ اَدْنٰى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ
سَيَعْلَبُوْنَ ۱۲ فِيْ بَضْعِ سِنِيْنَ ۱۳ لِلهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ ۱۴
يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۵

الَّتْمِ روم لے والے نزدیک کی زمین (یعنی ملک شام) میں مغلوب ہو گئے ۱۰ اور وہ اپنے (اس) مغلوب ہو جانے کے بعد عنقریب چند سال میں (اہل فارس پر) غالب ہوں گے ۱۱ حکم اللہ ہی کا ہے پہلے اور پیچھے بھی، اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے ۱۵

۱۔ شان نزول: روم میں پہلے تو ستارہ پرست لوگوں کی بادشاہت تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تین سو برس کے قریب تک اس مذہب کے لوگ ملک روم کے بادشاہ رہے۔ پھر ان میں کا ایک بادشاہ جس کا نام قسطنطین تھا، نصرانی ہو گیا۔ اور یہ شہر قسطنطنیہ اس نے بنایا، اور بارہ ہزار کے قریب گر جانے لگا۔ اور بہت سے قانون جاری کئے، اور اسی کے زمانے میں دین عیسائی کی بہت باتوں میں رد و بدل ہو گیا۔ غرض اس کے زمانہ سے روم کے ملک میں نصرانی بادشاہت شروع ہوئی۔ اسی سلسلہ کا جب ہرقل بادشاہ تھا، اس سے اور ملک فارس سے، جس کا لقب کسریٰ تھا، لڑائی ہوئی اور کسریٰ کی فوج ہرقل کی فوج پر غالب آئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس وقت آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے اور ابھی کچھ تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ کسریٰ کی فتح سن کر مکہ کے مشرک لوگوں نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ، جس طرح تم اپنے آپ کو آسمانی کتاب کا پیرو اور پابند بتلاتے ہو، اسی طرح ملک روم کے لوگ نصرانی ہیں اور جس طرح ہم لوگوں کو تم مشرک بتلاتے ہو، پاری لوگ بھی ویسے ہی ہیں۔ آخر ان کا ہی دین غالب رہا اور وہی رومیوں پر غالب آئے۔ اے مسلمانو! اسی طرح ہم بھی تم پر آخر کو غالب آئیں گے۔ یہ خبر سن کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا کہ مشرک لوگ یوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نو برس کے بعد پھر رومی لوگ پارسیوں پر غالب آئیں گے۔ اور آپ کے کلام کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم! رومی ضرور اہل فارس پر غلبہ پائیں گے۔ اے اہل مکہ! تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی ہے۔ تو ابی بن خلف کافر آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا، اور سوساونٹ کی شرط ہوئی، آخر نو برس کے بعد رومی پارسیوں پر غالب ہوئے، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شرط جیت گئے۔ اس آیت میں جو ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس روز مسلمان خدا کی مدد سے اپنی فتح کی خوشی منائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ کی طرف سے فرشتوں کی مدد آن کر بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر فتح حاصل ہوئی، اور بڑے بڑے سرکش خاک میں مل گئے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ جس بات کا وعدہ کر لے وہ کبھی

بِنَصْرِ اللَّهِ ۱ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۲ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۳ وَعَدَّ
 اللَّهُ ۴ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۵
 يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۶ وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ
 غٰفِلُونَ ۷ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۸ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ
 وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَدَّدٍ ۹ وَإِنَّ كَثِيرًا
 مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُونَ ۱۰

وہ جسے چاہے مدد دیتا ہے اور وہی ہے غالب مہربان ۱۰ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں ۱۱ وہ لوگ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بے خبر ہیں ۱۲ کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ کہ ان دونوں کے درمیان ہے، درست تدبیر ہی سے اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے پیدا کیا ہے، اور بے شک بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا انکار رکھتے ہیں ۱۳

خلاف نہیں ہوتا۔ لیکن جن لوگوں کا بھروسہ دنیا کے اسباب ظاہری پر ہے، وہ اللہ کے وعدہ پر بھروسہ رکھنا نہیں چاہتے، کیونکہ وہ لوگ تو دنیا کی زندگی پر گرویدہ اور آخرت کی جزا و سزا سے بالکل غافل ہیں۔

قیامت کے منکرین کا حشر

۱۔ ان آیتوں میں اللہ جل شانہ نے یہ بات فرمائی ہے کہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کریں۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلیل ہے کہ وہ پروردگار مخلوقات کے پیدا کرنے میں اکیلا ہے۔ اس واسطے اس کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں ہے، اور نہ کوئی بجز اس کے مخلوقات کا پالنے والا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہ لوگ اپنے دلوں میں نہیں سوچتے کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کی مخلوقات اور رنگ برنگ کی چیزیں ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ اس پر یہ لوگ اگر غور کریں تو اچھی طرح جان لیویں کہ یہ تمام مخلوق بیکار پیدا نہیں کی گئی ہے، بلکہ نیک و بد کی جزا و سزا کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ایک مدت معین تک اس کی معاد مقرر کی گئی ہے۔ اور وہ قیامت کا روز ہے، لیکن اکثر لوگ اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے کے

أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضِ وَعَمَرُوهَا
 أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ
 لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ①

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تا کہ دیکھتے کہ کیسا برا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ
 زور آور تھے اور انہوں نے زمین کو (بویا) جو تا اور آباد کی، انکی آبادی سے زیادہ اور ان کے پیغمبر معجزے لائے (مگر
 انہوں نے نہ مانا)، پس اللہ کی شان ایسی نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ①

منکر ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جب یہ لوگ مثلاً کھیتی کرتے ہیں تو اناج کے فائدہ کی نیت سے، اور باغ لگاتے ہیں تو میوہ کھانے
 کے ارادہ سے، پھر اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی مخلوقات کیا بغیر کسی نتیجہ کے پیدا کی ہے، نہیں نہیں۔ بلکہ نتیجہ اس کا وہی جزا و سزا ہے
 جس کے موافق اللہ کے رسول نصیحت کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات پر تشبیہ فرمائی کہ جو کچھ احکام ہمارے رسول لائے
 وہ حق ہیں۔ جنہوں نے ان کو جھٹلایا خدا نے ان کو ہلاک کر دیا، اس واسطے فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی، تا کہ
 ان کو معلوم ہو جاتا کہ کیا حال ہوا ان پہلی امتوں کا جو ان سے زور اور قوت میں زیادہ تھیں۔ اور بہ نسبت ان کے انہوں نے
 زمین کو بھی کھیتی اور عمارت سے زیادہ آباد کیا تھا۔ باوجود اس کے جب ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر پہنچے، اور وہ
 اپنی دولت اور قوت کے گھمنڈ میں اللہ کے رسول کو جھٹلانے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ پھر خدا کے عذاب
 سے کوئی ان کو بچانے والا نہ ہوا۔ اس عذاب کے نازل کرنے میں اللہ نے کچھ ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم
 کرتے تھے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کو جھٹلاتے تھے۔ اس لئے انجام کار ان لوگوں کا جنہوں نے برا کام کیا تھا، بڑا
 ہی ہوا کہ دنیا میں وہ لوگ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے، اور آخرت کا عذاب جدا بھگتیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ اللہ نے پہلی بار مخلوقات کو جس طرح پیدا کیا ایسا ہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے جس طرح پہلی بار
 پیدا کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد پھر جلانے پر قادر ہے۔ پھر قیامت کے روز تم سب اس کی طرف
 لوٹائے جاؤ گے۔ اس وقت ہر ایک اپنے عمل کا بدلہ پائے گا، اور جس روز قیامت قائم ہوگی، اس دن مجرم لوگ نا امید اور آس
 ٹوٹے رہ جائیں گے۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ ان کا کلام منقطع ہو جائے گا، وہ ساکت رہ جائیں گے، کیونکہ
 ان کے پاس پیش کرنے کے قابل کوئی حجت نہ ہوگی۔

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ آسَأُوا وَالسُّوْءَآى أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَ
كَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ⑩ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ⑫ وَ
لَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُا وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ
كُفْرِينَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُنْفِقُونَ ⑭ فَأَمَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ⑮

پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا، اسلئے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے ⑩ اور اللہ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑪ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرم لوگ ملزم ہو کر خاموش رہیں گے (یعنی ناامید ہو جائیں گے) ⑫ اور ان کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی انکا سفارشی نہ ہوگا اور وہ اپنے شریکوں کے غیر معتقد ہو جائیں گے ⑬ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مومن اور کافر ایک دوسرے سے جدا جدا ہو جائیں گے ⑭ پس وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے پس وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال کئے جائیں گے ⑮

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ پھر مومن اور کافر کبھی جمع نہ ہوں گے، جس طرح دنیا میں نیک و بد سب ایک جگہ مل کر رہتے ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے، یعنی جو لوگ جنتی ہیں جنت میں، اور جو لوگ دوزخی ہیں دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اسکے بعد جن گناہگاروں کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکل آئیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ارحم الراحمین کی باری ہے، یہ فرما کر ایسے لوگوں کو جنہوں نے عمر بھر کوئی نیک کام نہ کیا، لپ بھر کر دوزخ سے نکالے گا، اور جنت میں داخل فرمائے گا۔ اب دوزخ میں وہ لوگ رہ جائیں گے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قابل ہیں۔ پھر جنت اور دوزخ کے مابین موت کو ذبح کر کے جنتیوں کو ہمیشہ جنت میں، اور دوزخیوں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم سنا دیا جائے گا۔

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي
 الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ﴿۱۲﴾ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ
 تُصْبِحُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ
 تُظْهِرُونَ ﴿۱۴﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
 وَيُخَيِّ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿۱۵﴾

اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں اور آخرت کا ملنا جھٹلایا پس وہ عذاب میں لادھرے جائیں گے ﴿۱۲﴾ پس لے
 تم اللہ کو پاکی سے یاد کرو شام (یعنی مغرب و عشا) کے وقت اور صبح (یعنی فجر) کے وقت ﴿۱۳﴾ اور سب اسی کے
 واسطے تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور تیسرے پہر (یعنی عصر) کے وقت اور جب دو پہر (یعنی ظہر)
 کا وقت ہو ﴿۱۴﴾ وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے (یعنی پرند کو انڈے سے، انسان کو نطفہ سے) اور بے جان کو
 جاندار سے (یعنی انڈے کو پرند سے، نطفہ کو انسان سے) نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ
 کرتا ہے، اور اسی طرح تم (قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ﴿۱۵﴾

خدا کی قدرت کے انمول اور منفرد کرشمے، دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ ہمارے نام کی تسبیح اور ہماری پاکی بیان کیا کرو۔ اور حضرت ابن عباس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت جامع ہے واسطے اوقاتِ صلوٰۃ کے۔ تُصْبِحُونَ سے فجر کی نماز اور تُظْهِرُونَ سے ظہر کی
 نماز اور عَشِيًّا سے عصر کی نماز اور تُمْسُونَ سے مغرب کی نماز اور عشاء کی نماز ہے۔ یعنی پانچوں وقت تم ہماری تسبیح اور حمد ثنا کیا
 کرو، اس میں ہی تمہاری بہتری ہے، ورنہ تمہارے لئے سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ تم جانتے ہو اللہ کی قدرت کو، اس کی شان
 یہ ہے کہ بے جان چیز میں سے جاندار نکال کے موجود کر دیتا ہے۔ کسی کے خیال میں آتا ہے کہ انڈے سے بچہ، اور نطفہ سے چلتا
 پھرتا جاندار جسم پیدا ہو جائے۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور اگر آنکھوں سے نہ دیکھتے، اور ہم تم سے
 بیان کرتے تو تم کا ہے کو یقین کرتے۔ ہم نے تو تمہارے سامنے اپنی قدرت کا نمونہ دکھا دیا ہے، اب تم کو ہماری قدرت میں شک
 کرنے اور یقین نہ کرنے کا کیا موقع ہے۔ اور دیکھو اس کی قدرت کی نشانی کہ وہ زندہ چیز سے بے جان چیز نکال کر موجود کرتا
 ہے۔ جس بے جان چیز سے جاندار چیز نکالی تھی، پھر اسی جاندار سے بے جان نکال دیتا ہے، یعنی حیوان سے نطفہ اور انڈا وغیرہ۔

بتاؤ تو سبھی یہ سب کچھ کون بیٹھا ہوا کرتا ہے۔ فرمایا تمام چیزیں ہمارے قبضہ قدرت میں ہیں، اور جو ہم چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ جس طرح ان سب چیزوں کو ہم مردہ اور زندہ کرتے، اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتے ہیں، اسی طرح تم کو بھی قبروں سے نکال کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اب تم شک کرتے ہو مگر عنقریب تم کو یقین ہو جائے گا، لیکن اس وقت میں وہ یقین کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ناگہاں تم آدمی بن کر زمین میں چلتے پھرتے ہو، تم کو تو یہ ہی تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے، اور بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گی، پھر ہماری زندگی اور از سر نو پیدا ہو جانے کی کیا صورت ہے۔ تو دیکھو ہم نے تم کو مٹی ہی سے بنایا ہے، کیا ہم پھر مٹی سے نہیں بنا سکتے۔ یا اس وقت ہم کو کوئی دقت پیش آ جائے گی، ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری قسم میں سے بیویاں پیدا کیں۔ وہ تمہارا جوڑا اور بیبیاں ہوں تاکہ تم کو آرام اور چین ہو۔ اگر بیبیاں غیر جنس سے ہوتیں تو بجائے محبت کے نفرت، اور بجائے آرام کے تکلیف ہوتی۔ اسی واسطے تمہاری عورتیں تمہاری قسم سے بنائیں، اور ان میں اور تم میں محبت اور رحمت ڈال دی تاکہ نظام عالم کا قائم رہے، اور معاش دنیا کا سامان بہم پہنچا سکیں۔ فکر کرنے والے لوگوں کے لئے بلاشبہ اس میں ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں، اور جو فکر ہی نہیں کرتے وہ ہماری نشانیوں سے اندھے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے۔ آسمان کو کیسا بلند اور فراخ بنایا، ستاروں سے اس کو رونق بخشی، اور دنیا کی چھت اس کو قرار دیا۔ زمین کو کیسا پست کیا، اور اس کے اندر پہاڑ، میدان، دریا، سمندر، درخت غرض انسان کی ضرورت کی چیزیں پیدا کیں۔ جس سے خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اور تمام زبانوں کا اختلاف کہ ہر ملک کی جدا جدا بولی ہے۔ اسی طرح تمہارے رنگ صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک کا چہرہ دوسرے کے چہرہ سے نہیں ملتا۔ پھر بھی اس کی قدرت کی بڑی نشانی سمجھاؤ کیلئے ہے۔ اور یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ رات میں تمہارے لئے نیند کو بنا دیا، جس کے سبب سے تم کو راحت ملتی ہے۔ دن میں ادھر ادھر پھر کر روزی کے اسباب ڈھونڈتے ہو، اور دور دور کے دریا اور خشکی میں سفر کرتے ہو۔ ان باتوں میں قرآن شریف کی نصیحت کو جو دل سے سنتے ہیں، ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے کہ کبھی تم ہیبت ناک بادل اور بجلی کی کڑک سے ڈر جاتے ہو۔ اور دیکھو جب ہم بارش کے برسانے میں دیر کر دیتے ہیں، تو زمین خشک ہو کر مردہ ہو جاتی ہے، مرجانے کے بعد پھر اس کو زندہ کر دیتے ہیں۔ تو بارش برساتے ہی تمام جڑی بوٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں زمین پر سبزہ لہلہلانے لگتا ہے۔ درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں جیسے مردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پس اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سمجھ رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے کھڑے ہیں۔ آسمان کو زمین پر گرنے سے خدا نے روک رکھا ہے، بغیر اسکے حکم کے گر نہیں سکتا۔ پھر فرمایا اب تو اللہ کی قدرت کی یہ سب نشانیاں دیکھ کر تم لوگ حشر کے منکر ہو۔ لیکن جب تمہارے مرجانے کے بعد تمہارا پروردگار تم کو نیک و بد کے حساب کیلئے زندہ کرنا چاہے گا تو ناگہاں تم اسی وقت زندہ ہو ہو کر قبروں سے نکل آؤ گے۔ پھر فرمایا کہ آسمان اور زمین میں جو کوئی ہے سب اس کی ملک ہے، اور سب اس کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آسمان و زمین میں کوئی اس کے حکم کو نال نہیں سکتا۔ تو ان منکرین حشر کی کیا طاقت ہے کہ یہ حشر کے حکم کو نال دیویں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْشُرُونَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاجْتِلَافُ السَّنَاتِ ۗ وَالْوَاوَانِ كُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۲۳﴾ وَيُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۲۴﴾

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو (یعنی آدم کو) مٹی سے پیدا کیا، پھر تم دیکھو انسان بن کر دنیا میں پھیلے ہوئے ہو ﴿۲۰﴾ اور خدا کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ ان سے تم کو آرام ملے، اور تمہارے آپس میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے ﴿۲۱﴾ اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے آسمان وزمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں (یعنی لب ولہجہ) اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے ﴿۲۲﴾ اور اسی کی نشانیوں میں سے رات و دن میں تمہارا سونا اور تمہارا رزق تلاش کرنا اس کے فضل سے ہے۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے ﴿۲۳﴾ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اس سے زمین مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی تروتازہ) کرتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان کے لئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۲۴﴾

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۗ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ
 دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ ۗ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ ۗ كُلُّ لَّهُ قِنُوتٌ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ
 يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۗ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۗ

﴿٢٧﴾

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب تمہیں زمین سے ایک
 ندا فرمائے گا تو فوراً تم (زندہ ہو ہو کر قبروں سے) نکل پڑو گے ﴿٢٥﴾ اور اسی کے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین
 میں ہیں سب اس کے زیر حکم ہیں ﴿٢٦﴾ اور وہی ہے جو اول بار (مخلوق کو) پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا
 کرے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس کو بہت آسان ہے اور اس کی شان بلند ہے آسمانوں اور زمین میں، اور وہ
 غالب حکمت والا ہے ﴿٢٧﴾ اللہ تمہارے لئے تمہارے ہی حال میں سے ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

منکرین حشر کو دوبارہ زندہ ہونے کی مثال

۱۔ شان نزول: مشرکین مکہ مر کر پھر زندہ ہونے کی آیتوں کے مضمون کو سن کر بڑا تعجب کرتے تھے۔ اور مر کر مٹی ہو جانے
 کے بعد پھر جی اٹھنا کسی طرح ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اگر یہ اپنی عقل سے
 کام لیں تو سمجھ جائیں گے کہ ایک شخص جو ایک دفعہ ایک کام کر چکتا ہے تو دوسری دفعہ اس کو وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ پہلی دفعہ
 اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جس طرح انسان کو پیدا کیا ہے وہ دوسری دفعہ بھی پیدا کر دے گا۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی
 قدرت کی نشانیاں جو بتلائی گئی ہیں، ان کو دیکھ کر ان منکرین حشر کو لازم ہے کہ اللہ کو پہچانیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور قدرت
 میں ایسا زبردست اور بے مثل ہے کہ آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔

۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے سمجھانے کو یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ جو تمہارے لونڈی غلام ہیں، کیا وہ ہماری دی
 ہوئی روزی میں تمہارے سا جھی ہیں۔ بھلا تم اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنے برابر ہونا پسند کرتے ہو۔ وہ برابر ہو کر مال میں
 تصرف کرنے لگیں، یا تم ان سے ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ اپنے بھائی بندوں سے ڈرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ غلام لونڈی
 تمہارے مال میں شریک نہیں، نہ تم کو ان سے مال کی بانٹ لینے کا ڈر ہے۔ نہ غلام کو یہ اختیار ہے کہ تم سے مال بٹائے۔ پھر غور

هَلْ لَكُمْ مِمَّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَالَهُمْ مِنْ نَصِيرِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ط

کیا تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں تمہارے ساتھ ان چیزوں میں کچھ شریک ہیں، ہم نے تم کو مال دیا ہے تو (کیا) تم سب اس میں برابر استحقاق سمجھے ہو، (کیا) تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو، ہم ایسی مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۲۸﴾ بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کے پیروی کی، پس اس کو کون راہ دکھائے جسے خدا گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ﴿۲۹﴾ پس! تم اکیلے اسی کے ہو کر اپنا منہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا کرو، اللہ کے اس دین کی پیروی کرو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی ہوئی چیز نہ بدلنا (یعنی دین الہی پر قائم رہنا)۔

کہ جب غلام کو جو تمہارا بنایا ہوا نہیں، وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تم جیسا، پھر تم اپنے مال میں کہ جو تم کو اللہ نے دیا ہے تمہارا بنایا ہوا نہیں، شریک اور برابر ہونا پسند نہیں کرتے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو کب پسند ہوگا کہ تم اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کا شریک بناؤ۔ پھر فرمایا ہم قرآن کی آیتوں کو اس طرح سے کھول کر سمجھا رہے ہیں۔ لیکن ان ظالم مشرکوں نے بغیر سمجھے ہوئے بتوں کے پوجنے میں اپنی خواہش نفس کی پیروی کی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جس کو اللہ گمراہ کر دے، اس کو کون ہدایت کر سکتا ہے۔ وہ لوگ اللہ کے علم میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں، نہ دنیا میں راہ راست پر آسکتے ہیں، نہ قیامت کے دن ان کا کوئی ایسا مددگار ہے جو ان کو عذاب سے بچا دے۔ لہٰذا اوپر کی آیتوں میں مشرکین کو الزام دے کر اور ان سے مایوسی ظاہر فرما کر آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے حکم دیتا ہے کہ اے لوگو! تم اپنا منہ اللہ کی عبادت کیلئے سیدھا رکھو۔ ان آیتوں میں یہ اللہ کی وحدانیت کی تاکید ہے، اسی واسطے فرمایا کہ اللہ کے اس دین اسلام کی پیروی کرو جس پر اس نے پیدا کیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اسکے ماں باپ اس کو بے دین کر دیتے ہیں۔ پس خدا کی عبادت کرو، اور خدا سے ڈرو، اور نماز کی پابندی کرو، کیونکہ تمام عیب سے بچاتی ہے۔ اور شرک مت کرو۔

ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّا كَثَرْنَا النَّاسَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾ مُنِيبِينَ
 اِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمَشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾
 مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيْعًا ۗ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ
 فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسُ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِيْنَ اِلَيْهِمْ
 اِذَا آذَقْتَهُمْ مِنْهُ رٰحَةً ۗ اِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۰﴾ (مومنو!) اسی (خدا) کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو ﴿۳۱﴾ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (معبود کے باب (بارے) میں اختلاف کر کے اور گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے ﴿۳۲﴾ اور جب لوگوں کو کوئی سختی پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے، پھر جب اللہ ان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ناگہاں ان میں سے بعضے لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں ﴿۳۳﴾

اسکے بعد مشرکوں کا حال بیان کیا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی۔ کہ تغیر و تبدل کر کے دین کی بعض باتوں کو مانا اور بعض کو نہ مانا۔ جن لوگوں نے دین کی باتوں کو چھوڑ کر پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا ہے، جیسے یہود اور نصاریٰ، مجوس اور بت پرست، یہ ہر ایک فرقہ اپنے گھڑے ہوئے دین میں خوش و خرم ہے۔ اور اس کو حق سمجھ رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے اور خدا کے ہاں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

خوشی میں خدا کا شکر، اور تکلیف میں صبر کرنا مومن کی شان ہے

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فطرت اسلامی کا یہ ثبوت بیان فرمایا کہ مشرک فطرت کے تقاضے سے ناچار ہونے کے وقت اللہ وحدہ لا شریک کو پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ ان کو اپنی طرف سے کچھ رحمت کا مزہ چکھا دیتا ہے، اور ان کا مطلب پورا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتے ہیں، اور بتوں کی پوجا کرنے لگتے ہیں، اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو جاتے ہیں، اور آسودگی کو بتوں کی مدد کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دنیا میں چند روزہ فائدہ اٹھالیں، عنقریب یہ لوگ معلوم کر لیں گے کہ ان کے عملوں کی شامت سے ان کو کیا بات پیش آئی، آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی بے وقوفی کا ذکر فرمایا۔ کہ کیا ہم نے ان کے اوپر کوئی سزا آسمان سے اتاری ہے جو ان کو شرک کرنے کو کہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ شرک کو اچھا بتاتے ہیں،

لِيَكْفُرُوا بِآبَائِهِمْ فَمَتَّعُوا^{وقفہ} فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۲۳﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا
عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۲۵﴾ وَإِذَا آدَقْنَا
النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا^۱ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۱﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ^۲ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾

تاکہ ہماری دی ہوئی چیز کی ناشکری کریں، پس (دنیا میں چند روزہ) فائدہ اٹھا لو، پھر عنقریب تم حقیقت حال جان لو گے ﴿۲۳﴾ کیا ہم نے ان پر کوئی سندا تاری ہے کہ وہ سندا ان کو شرک کرنے کو بتا رہی ہے ﴿۲۵﴾ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں پس اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے ان کے اعمال بد کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں تو فوراً وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں ﴿۳۱﴾ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی فرماتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۲۴﴾

اور کوئی سندا پیش نہیں کر سکتے تو ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا انجام ٹھیک نہیں۔ پھر فرمایا جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، تو اس کے ساتھ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو اپنے عملوں کے سبب سے کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو فوراً وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ انسان کی یہ جبلی خصلت ہے کہ عیش میں مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا، اور اترانے لگتا ہے۔ اور سختی میں ناامید ہو جاتا ہے، یہ خیال کر لیتا ہے کہ مجھ کو بھلائی اور بہتری کبھی حاصل نہ ہوگی۔ ہاں جو بندے عیش میں شکر کرتے ہیں، اور سختی میں صبر کرتے ہیں، وہ ہر حالت میں ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اب فرمایا کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے، اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔ ہر چیز میں اس کا تصرف ہے سب کام حکمت سے کرتا ہے۔ بیشک اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اب آگے قرابت دار، مسکین، محتاج اور مسافر کے حسن سلوک کا ذکر فرما کر فرمایا یہ کام بہتر ہیں، ان کو جو قیامت کے دن اللہ کا دیدار چاہتے ہیں، اور یہ اعلیٰ مقصود اور بڑی مراد ہے۔ اور وہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں، جو اس حکم کے موافق دنیا میں عمل کرتے ہیں۔

فَاتِذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَسِيرَ وَالسَّبِيلَ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْبٰرِحُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَا اَتَيْتُمْ مِّنْ
رَّبِّ اللّٰهِ بِرُبُوٰفٍ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرِيْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا اَتَيْتُمْ مِّنْ
زَكَوٰةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْبٰضِعُوْنَ ﴿۲۹﴾ اللّٰهُ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يَرْجِعْكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۗ

پس (اے مخاطب!) قرابت دار کو اس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو، یہ (دنیا) ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿۲۸﴾ اور تم جو چیز (یعنی ہدیہ یا تحفہ) زیادہ لینے کو دو تاکہ اس میں دینے والوں کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی، (کیونکہ یہ عمل خالص اللہ نہیں ہوا) اور جو کچھ تم خدا کی رضامندی کیلئے خیرات دو پس یہ لوگ ہیں دو گنا کرنے والے ﴿۲۹﴾ اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی، پھر تم کو مارے گا پھر تم کو جلانے گا۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ تم جو چیز ہدیہ یا تحفہ دوست احباب یا آشناؤں کو یا اور کسی شخص کو اس نیت سے دو، کہ وہ پلٹ کر اس سے زیادہ دے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ہاں نہ ملے گا۔ کیونکہ یہ عمل خالص اللہ نہیں ہوا۔ آگے فرمایا صدقہ دینے سے ظاہر میں اگرچہ مال گھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑھتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ ایسے مال میں برکت دیتا ہے، اور عقبیٰ میں ایک روپیہ خرچ کرنے کا اجر دس سے لے کر سات سو تک کا ہے۔ اب آگے مشرکوں کو یہ تشبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو اور ان کی ضرورت کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ اور وہی وقت مقررہ کے آنے پر ان کو دنیا سے اٹھائے گا، اور پھر سزا جزا کیلئے انہیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ باوجود اس کے یہ اللہ کی تعظیم میں بتوں کو جو شریک کرتے ہیں، اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بتوں کا حصہ ٹھہراتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔

اعمالِ بد کی سزا دنیا میں بھی ہوا کرتی ہے

۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرمایا ہے کہ ان مشرکوں سے دریافت کیا جائے کہ ان کا پیدا ہونا، ان کا جینا، ان کا مرنا، ان کا رزق، کوئی چیز ان کے بتوں کے اختیار میں ہے۔ اور جب آنکھوں دیکھتے ہیں کہ ان بتوں کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، تو عبادت کے وقت ان بتوں کو یہ لوگ جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ذرا ان کو نادم ہونا چاہئے کہ

هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي
النَّاسِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَلَيْهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾

کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے؟ کہ جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے؟ وہ پاک اور بلند تر ہے اس چیز سے کہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿۳۰﴾ خشکی (یعنی زمین) اور تری (یعنی دریا) میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے خرابیاں پھیل گئی ہیں تاکہ خدا لوگوں کو ان کے بعض عمل بد کا مزہ چکھا دے، شاید کہ وہ لوگ باز آجائیں ﴿۳۱﴾ ایسے بے اختیار اور عاجز کو جو خود دوسرے کے اختیار اور قابو میں ہو، معبود ہونے کا کون سا حق حاصل ہے۔ اللہ پاک ہے اور بلند تر ہے، اس سے جس کا وہ شریک کرتے ہیں۔

صفات خداوندی

پھر فرمایا کہ زمین میں قحط و با اور دریا میں جہازوں، کشتیوں کے ڈوبنے اور دودھ گھی کے پیدا ہونے میں کمی آ جانا، ہر چیز کا گراں ہو جانا، باہم ملک کے لوگوں میں جنگ و جدل ہونا، ہزار ہا مخلوق خدا کا خانہ ویران ہونا، بیماری کی کثرت، ہیضہ کا زور، حیا و شرم اٹھ کر اس کی جگہ بے حیائی ہونا، یہ بلائیں لوگوں کی بد کاریوں اور گناہوں کے سبب سے آتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اپنی اس فلسفہ اور صنعت، اور ہر قسم کی دستکاری و شہ زوری و دولت مندی پر گھمنڈ کر کے یہ کہتے ہو کہ ہم خود ان مصائب کو اپنی تدبیر سے دفع کر دیں گے، تو ملک خدا میں ذرا پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا انجام ہوا۔ وہ بھی یہی دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اور جو ہلاک ہو چکے ہیں وہ شرک میں مبتلا تھے۔ پس تم دین اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو۔ فرمایا کہ قیامت جو ایک دن آنے والی ہے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے، اس دن سب لوگ حساب کے بعد جدا جدا ہو جائیں گے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ کی طرف جائیں گے۔ جس نے کفر کیا اس کا وبال اس پر پڑے گا، اور جس نے نیک کام کیا سو وہ اپنے لئے جنت میں ٹھکانا بناتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صلہ دے، ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے، بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اس لئے ان کو جدا مکان دوزخ عنایت ہوا، ورنہ ایمانداروں کے ہمراہ وہ بھی جنت میں پہنچتے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہوا کے سبب سے جو بادل آتے ہیں، اور بادلوں کے سبب سے بارش جو ہوتی ہے، اور ہواؤں کے وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے۔ اور انہیں سے پھل پھول کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے، اور اسکے حکم سے ہواؤں کے ذریعہ سے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرو۔ اور تم کو مناسب ہے کہ بمقابلہ ان نعمتوں کے ہمارا شکر کرو، فقط ایک ہوا میں تمہارے لئے اتنے نفع رکھے ہیں، ایسی ہی بہت سی چیزیں ہیں جن میں تمہارا نفع ہے۔ پھر فرمایا جس طرح نظام عالم جسمانی کے لئے ہوائیں چلاتے ہیں، اسی طرح نظام عالم روحانی کیلئے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آئے ہیں، جو اپنی قوموں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر جس نے نہ مانا، ہم نے ان لوگوں سے ان کی

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ
 كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۳۲﴾ فَأَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلُ
 أَنْ يَأْتِيَ يَوْمًا لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدِّعُونَ ﴿۳۳﴾ مَنْ كَفَرَ
 فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نُفْسِهِمْ يُهْدُونَ ﴿۳۴﴾ لِيَجْزِيَ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
 الْكَافِرِينَ ﴿۳۵﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُنذِرَكُمْ مِنْ
 رَحْمَتِهِ وَلِيَجْزِيَ الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ وَ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ
 تَشْكُرُونَ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ
 فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاذْتَقَنَّا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۗ

تم فرماؤ: ” زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ پہلوں کا کیسا انجام ہوا ان میں اکثر مشرک تھے ﴿۳۲﴾ پس تم اپنا رخ
 سیدھا دین (اسلام) کی طرف رکھو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن سب
 لوگ جدا جدا ہو جائیں گے ﴿۳۳﴾ جو شخص کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو نیک عمل کریں تو وہ لوگ
 اپنے ہی لئے آرام گاہ درست کرتے ہیں ﴿۳۴﴾ تاکہ اللہ اپنے فضل سے صلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور
 انہوں نے اچھے عمل کئے، بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۳۵﴾ اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ
 خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور اس لئے کہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور اس لئے کہ اس حکم سے
 (ان ہواؤں سے دریا میں) کشتیاں چلیں، اور اس لئے کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو ﴿۳۶﴾ اور اس لیے
 کہ تم شکر کرو اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں
 لائے، (لیکن بعض نے ان کو جھٹلایا) پھر ہم نے بدلہ لیا ان لوگوں سے جنہوں نے نافرمانی کی۔

نافرمانی کی وجہ سے بدلہ لیا، اور ہم پر مسلمانوں کی مدد کرنی ضرور تھی، لہذا ہم نے ان کی مدد کی۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ
فَتُثِيرُ سَحَابًا فِيبَسُطُهَا فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلْمِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ
عِبَادَةٍ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۸﴾ ج

اور ہم پر مسلمانوں کی مدد لازم تھی ﴿۳۷﴾ اللہ وہ ہے کہ لہ ہواؤں کو بھیجتا ہے پس وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر خدا اس بادل کو آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے، پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے، پس تو (اے مخاطب!) دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان میں سے مینہ نکل رہا ہے (بارش برس رہی ہے)، پھر جب وہ اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے اسے پہنچا دیتا ہے جیسی وہ خوش ہو جاتے ہیں ﴿۳۸﴾

علامات قیامت اور جنتی دوزخیوں کا ذکر

لہ ان آیتوں میں ہوا کا ذکر اور ہوا کے سبب سے بادل جو آتے ہیں ان کا ذکر اور بادلوں کے سبب سے مینہ جو برستا ہے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جس طرح ہر سال برسات کے موسم میں زمین کی مری ہوئی مٹی زندہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ہر طرح کے اناج کے پیدا ہونے کی قوت آ جاتی ہے۔ اسی طرح حشر کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک مرے ہوئے شخص کے جسم کو پھرتیار کر کے ان جسموں میں پھر روح پھونکے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے کہ دوسرے صور سے پہلے شبنم کی طرح ایک مینہ برے گا جس سے زمین میں کے سب مرے ہوئے لوگوں کے پتلے بن کر تیار ہو جائیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا جس سے ان پتلوں میں روح پھونک دی جائے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح اب مینہ سے دریا میں موتی کا، اور زمین میں طرح طرح کی پیداوار کا جسم پیدا ہوتا ہے، اسی طرح حشر کے دن ایک مینہ سے انسان کا جسم پیدا ہوگا۔ اسی مشابہت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن پاک میں زمین کی پیداوار سے حشر کی تشبیہ بیان فرمائی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ مشرک لوگ اللہ کی قدرت کی نشانیوں پر دھیان نہ کریں گے، تو اس طرح کی قدرت کے منکر پہلی اُمتوں کا جو انجام ہو چکا وہی ان کا ہوگا۔ تاکہ دشمنوں کی ہلاکت سے ایمان داروں کو ایک طرح کی مدد مل جائے۔ کیونکہ اس طرح کی مدد ہمیشہ سے اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ آخر کو فرمایا بارش کے برسنے، اور پیداوار کے زور پکڑ جانے کے بعد اگر اللہ کی قدرت سے کوئی ایسی مخالف ہو اچل جائے، تو اللہ تعالیٰ کے برسائے کے احسان کو بھول کر ایسی ناشکری کرنے لگتے ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے انکے ساتھ کوئی احسان ہی نہیں کیا۔

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ﴿۳۹﴾ فَانظُرْ
إِلَىٰ أَثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي
الْمَوْتَىٰ ۗ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۰﴾ وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ
مُصَفَّرًا الظُّلُمَاتِ مِنْ بَعْدِ يَكْفُرُونَ ﴿۴۱﴾ فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ
الضُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۴۲﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادٍ الْعُمَىٰ عَنْ
ضَلَّتِهِمْ ۚ إِنَّ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۴۳﴾

اور اگرچہ اس مینہ (بارش) کے برسنے سے پہلے ناامیدی میں تھے ﴿۳۹﴾ تو اللہ کی رحمت (یعنی بارش) کے اثر دیکھو کہ
اللہ زمین کو کیونکر زندہ (سرسبز) کرتا ہے اسکے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد بیشک وہی مردوں کو زندہ کرے گا
اور سب چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۴۰﴾ اور اگر ہم کوئی ایسی ہوا بھیجیں جس سے یہ لوگ اپنی کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس
کے بعد ناشکری کرنے لگیں ﴿۴۱﴾ پس تم! مردوں (یعنی کافروں) کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب کہ وہ
پیٹھ دے کر پھریں (یعنی حق کے سننے سے بہرے ہوں) ﴿۴۲﴾ اور نہ تم اندھوں (یعنی دل کے اندھوں) کو ان کی گمراہی
سے ہدایت پر لاؤ تم تو اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر یقین رکھے، پس یہ لوگ فرمانبرداری کرنے والے ہیں ﴿۴۳﴾

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ لوگ مردے اور بہرے کی مانند ہیں، اور بہرہ بھی وہ جس کی پیٹھ پھری ہوئی ہو۔ کیونکہ اگر بہرے
آدمی کا منہ کسی بات کرنے والے شخص کی طرف ہو تو ہونٹوں کی حرکت یا اشارہ سے بھی کچھ سمجھ سکے۔ ان لوگوں میں وہ بات بھی
نہیں، یہ ایسے بہرے ہیں کہ ان کا منہ بھی بات کرنے والے شخص کی طرف نہیں بلکہ پیٹھ پھری ہوئی ہے۔ جب کفار جنگ بدر
میں مارے گئے تو آنحضرت ﷺ نے ان مردوں کے نام لے کر پکارا، اور فرمایا کہ ہم نے تو خدا کا وعدہ سچا پایا۔ تم لوگوں کو
بھی خدا کے فرمانے کا ظہور معلوم ہو گیا، اور اب تو تم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے تو یہ دن آج
نہ دیکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! آپ بے جان مردوں سے باتیں
کرتے ہیں“۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مردے میری اس بات کو سنتے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس فرماتے
ہیں کہ اہل قبور ہر حالت میں سنتے ہیں۔ امام شافعی نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے علم

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ
 جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ
 الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا
 لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۖ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا
 الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ

اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو شروع بنا تو انی کی حالت میں پیدا کیا، پھر بنا تو انی کے بعد تم کو قوت عطا فرمائی، پھر
 قوت کے بعد کمزوری اور بڑھا پادیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی جاننے والا قدرت والا ہے ﴿۵۴﴾ اور
 جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھائیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ (دنیا میں) نہیں رہے اسی طرح
 وہ لوگ دنیا میں راہ سے اوندھے جاتے تھے ﴿۵۵﴾ اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان ملا: ”بیشک تم لوگ اللہ
 کے لکھے ہوئے میں اٹھنے کے دن (یعنی قیامت) تک رہے۔“

میں راہ ہدایت پر نظر آنے سے اندھے قرار پانے چکے ہیں، ان پر قرآن کی نصیحت کا اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن کی نصیحت کا اثر تو
 ان لوگوں پر ہی ہوگا جو علم الہی میں ایماندار اور فرمانبردار ٹھہر چکے ہیں۔

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے حالات میں تغیر و تبدل، اول سے بڑھاپے تک ہے، وہ بیان فرمایا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے اول مٹی سے، پھر پانی جیسی تیلی چیز نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر بوٹی سے انسان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد پھر
 ہڈیاں، پھر ان پر گوشت چڑھایا، پھر روح پھونکی، پھر ماں کے پیٹ سے بچہ کمزور پیدا ہو کر پھر رفتہ رفتہ کچھ زور پکڑتا گیا۔ پھر
 بلوغ کے قریب ہوتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، یہ نہایت قوت کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد پھر نقصان کا زمانہ شروع ہوتا ہے،
 طاقت کم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ بڑھا ہو جاتا ہے، بال سفید ہو جاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے بندوں میں
 اپنی قدرت کے موافق تصرف کرتا ہے۔ اور وہ کمال علم اور قدرت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے اور کر سکتا ہے۔

۲۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ غافل دنیا کے فریفتہ لوگ جو دنیا کو اپنی غفلت سے اپنا ہمیشہ کا ٹھکانہ جانتے ہیں۔ پس مجرم لوگ
 قیامت کے دن لاکھوں کروڑوں برس کا عذاب دیکھیں گے، تو قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اس لاکھوں برس کے عذاب کے
 حساب سے تو گویا ہم دنیا اور قبروں میں گھڑی دو گھڑی رہے۔ فرمایا یہ عذراں لوگوں کے کچھ کام نہ آئے گا۔

فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا
يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾ وَلَقَدْ
ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ
لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾ كَذَلِكَ يَطْبَعُ
اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾

تو یہ ہے۔ وہ دن اٹھنے کا (جس کے تم دنیا میں منکر تھے) لیکن تم نہیں جانتے تھے ﴿٥٦﴾ پس اس دن ظالموں کا
عذر کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا ﴿٥٧﴾ اور بیشک ہم نے اس قرآن
میں لوگوں کے لئے ہر ایک قسم کی مثال بیان فرمائی، اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں
گے: ”تم تو نہیں مگر باطل پر ہو“ ﴿٥٨﴾ اسی طرح مہر کر دیتا ہے اللہ جاہلوں کے دلوں پر (جن کو جانتا ہے کہ وہ
گمراہی ہی اختیار کریں گے) ﴿٥٩﴾

قیامت کے دن کسی کا عذر نہیں سنا جائے گا

ان آیتوں میں فرمایا کہ دنیا میں گھڑی دو گھڑی یہ غافل لوگ اس عذر کے طور پر بتلا دیں گے کہ گویا دنیا میں زیادہ رہنے اور
اللہ کے رسول کی نصیحت سننے کا موقع ان کو نہیں ملا۔ اس واسطے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان ملا، قسم کھا کر غفلوں کے اس عذر کا
جواب دیں گے۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو جس قدر اللہ کے وعدہ کے موافق دنیا میں ہم رہے، اسی قدر تم بھی رہے، اور تم انکار
کرتے تھے پھر مر کر زندہ ہونا، اور خدا کے سامنے جا کر حساب و کتاب ہونا، ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب عذر کا وقت ہاتھ
سے جاتا رہا، بے وقت اب عذر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ترمذی میں ہے کہ دنیا میں عقل مند وہی شخص ہے جو دنیا میں رہ کر
اپنی عقلی کو سنبھالنے کا کچھ کام کرے۔ ورنہ پھر عقلی میں بڑی خرابی پیش آئے گی۔ اب آگے فرمایا قیامت کے دن ان ظالموں کا
کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا، کہ قرآن میں طرح طرح کی مثالیں بیان کر کے ان کو آج کے دن کا انجام اچھی طرح سمجھا دیا
تھا، مگر علم ازلی کے موافق ان کے دلوں پر کفر اور شرک کا رنگ ایسا چھا گیا تھا کہ تمام عمر یہ لوگ اس انجام کو جھٹلاتے رہے، اور اس
انجام سے اپنے آپ کو انجام بنا لیا، آخر آج وہ انجام ان کے رو برو آیا۔

۱۰

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾

پس صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے (وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا) اور تمہیں بے برداشت نہ کر دیں وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے (یعنی ان کے لئے عذاب کی جلدی فرمائیں) ﴿٦٠﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کر کے تسلی کے طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ تم ان کی مخالفت اور دشمنی پر صبر کرو، بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے اور تمہارے ساتھ والوں سے غلبہ کا اور مدد کرنے کا جو وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو ضرور پورا کرے گا۔ اس وعدہ میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔ آخر بدر کی لڑائی کے وقت اور فتح مکہ کے وقت اس وعدہ کا ظہور ہوا کہ بدر کی لڑائی میں بڑے بڑے مخالف دین مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

﴿٦٠﴾ ایتھا ۲۴ ﴿٦١﴾ ۳۱ سُوْرَةُ لُقْمَانَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ ﴿٦٢﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۴ ﴿٦٣﴾

سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الَّذِي هَدَىٰ ذُرِّيَّتَهُ لِّلْحَنَنِ ﴿٦٤﴾ هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ ﴿٦٥﴾

الذی نے حکمت والی کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں ﴿٦٥﴾ جو ہدایت اور رحمت ہے نیکوں کے لئے ﴿٦٤﴾

خواص سورہ لقمان: جو شخص اس سورت کو پڑھے گا وہ غرق ہونے سے محفوظ رہے گا۔ اور درد شکم کے لیے مفید ہے اس کو پڑھ کر اس جگہ دم کرے۔ اس سورت کو سات بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلاوے ان شاء اللہ شفا پاوے گا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو نیک کام کرنے والوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ یہ قرآن ان کے حق میں رحمت ہے۔ نیک کام کرنے والے محسنین وہ لوگ ہیں جو شریعت کے تابع ہو کر اچھے عمل کرتے ہیں۔ مثلاً نماز کو اس کے وقتوں پر فرض ہو یا سنت سب کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی زکوٰۃ کو جو اس کے مستحق ہیں ان کو دیتے ہیں، اور صلہ رحمی کرتے ہیں، اور آخرت کی جزا و سزا کا یقین رکھتے ہیں، اور اللہ سے آخرت کے ثواب کی امید رکھتے ہیں، دنیا کے دکھاوے کو کسی نیک عمل میں ریا کاری نہیں کرتے۔ خالص عقبنی کے اجر کی نیت سے جو لوگ کرتے ہیں، انہیں کو فرمایا کہ یہ لوگ دنیا میں راہ راست پر ہیں جسکے سبب سے آخرت میں ان ہی کو کامیابی ہے۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ
يُوقِنُونَ ۝۴۱ أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝۴۲ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن
سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِينٌ ۝۴۳ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا
كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۴۴

وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۴۱ یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر
ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۴۲ اور ۴۳ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کھیل کی بات (یعنی قصے کہانیاں خلاف
شرع) خریدتے ہیں کہ بے سمجھے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکاویں اور اللہ کی راہ کو ٹھٹھا بنالیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ
جن کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ۴۴ اور جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے
گویا اس نے سنا ہی نہیں۔ جیسے اس کے کانوں میں ڈاٹ ہے۔ پس اسکو عذاب دردینے والے کی خبر سنا دو ۴۵

۴۱ شان نزول: یہ آیت نصر بن حارث بن کلابہ کے حق میں نازل ہوئی، جو تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں میں سفر کیا
لرتا تھا۔ اس نے عجیبوں کی کتابیں خریدیں جس میں قصے کہانیاں تھیں۔ وہ قریش کو سناتا اور کہتا کہ سید کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ
تمہیں عاد اور شمود کے واقعات سناتے ہیں، اور میں رستم اور اسفندیار اور شاہان فارس کی کہانیاں سناتا ہوں۔ کچھ لوگ ان
کہانیوں میں مشغول ہو گئے، اور قرآن کی نصیحت کی باتیں سننے سے رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ وہ خود بھی گمراہ
ہیں، اور دوسرے لوگوں کو بھی بہکا کر گمراہی کا راستہ سکھاتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں پر دو ہر عذاب ہوگا، ذاتی گمراہی کا
جدا، اور لوگوں کو بہکانے کا جدا، کیونکہ بہ نسبت اکہرے عذاب کے دو ہرے عذاب میں جو ذلت کی زیادتی ہے ظاہر ہے۔

جنتیوں کے انعام کا ذکر

۴۲ اوپر کی آیتوں میں جن لوگوں کا ذکر تھا انہی کو فرمایا کہ ایسے لوگوں کے روبرو جب قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ اپنی
مالداری کے غرور میں پیٹھ موڑ کر اس طرح ٹل جاتے ہیں کہ گویا وہ بہرے ہیں۔ اس واسطے فرمایا اے محبوب ﷺ! تم ایسے ہر
شخص کو دکھ دینے والے اس عذاب کی خبر سنا دو جو قیامت کے دن اس پر کیا جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ جس طرح وہ اللہ کی

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝۸
 خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا ۝۹ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱۰ خَلَقَ
 السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَآلَتِي فِي الْأَرْضِ رَأَوْسِي أَنْ
 تُبِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۝۱۱ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝۱۲

بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کے لئے نعمت کے باغات ہیں ۝۸ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ۝۹ اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ (کے لنگر) ڈالے تاکہ تم کو ادھر ادھر نہ ہلائے اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلانے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگائے ۝۱۰

کتاب سے، اور اس کے محبوب سے گستاخی کر کے اللہ کے رسول کو رنج دیتا تھا، اسی طرح اللہ اس کو قیامت کے روز دکھ دینے والے عذاب میں ڈالے گا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا حال بیان فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کو بڑی رغبت و توجہ کے ساتھ سنتے ہیں، اور ان سے بڑے بڑے فائدے اور نفع حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر ایمان لائے، اور تمام پیغمبروں کے رسول ہونے کی تصدیق کی، اور شریعت کے مطیع ہو کر اچھے عمل کئے، ان کے واسطے نعمتوں کے باغ ہیں۔ جس میں انواع اقسام کی لذتیں، اور طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں، ان کے اندر ہمیشہ ہمیشہ چین اور مزے لیں گے۔ عمدہ عمدہ لطیف کھانے اور پینے کی چیزیں اور پوشاک و لباس قسم قسم کے پہنیں گے۔ اور بڑے بڑے عالی شان مکان میں رہیں گے، اور پاکیزہ پیمیاں ان کی ہم نشینی کے لئے موجود ہوں گی۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے کیونکہ وہ وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرے گا۔ اس لئے اس کی ذات بڑی کریم و رحیم ہے، اور وہ زبردست عزت والا اور حکمت والا ہے۔ پھر فرمایا کہ خدائے حکیم نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا۔ جن کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی سورہ رعد (پارہ ۱۳) میں گزر چکی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر بوجھ بھاری پہاڑوں کے ڈالے تاکہ بوجھل ہو جائے، اور تم کو لے کر ادھر ادھر نہ ہلائے اور پھیلانے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر طرح طرح کے حیوانات جن کی تعداد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، پیدا کئے۔ پھر فرمایا کہ اتارا ہم نے آسمان سے پانی، پھر اگائے ہم نے زمین میں اس کے سبب ہر قسم کے جوڑے خوشنما اور عمدہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام اور فضل ہے۔

هَذَا خَلَقُ اللَّهِ فَأَرْوِنِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۖ بَلِ الظَّالِمُونَ
 فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۱۱ ۚ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ ۖ وَمَنْ
 يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝۱۲

یہ (سب) اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، پس تم مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا کیا چیزیں پیدا کیں، بلکہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں ۱۱ اور ۱۱ بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی (اور ہم نے کہا) کہ اللہ کا شکر کر اور جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے پس بیشک اللہ بے پرواہ تعریف والا ہے ۱۲

۱۔ اس آیت میں مشرکوں کو قائل کیا ہے کہ اللہ کی قدرت سے تو یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے، اسی واسطے اللہ کے رسول یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ کیونکہ معبود تو وہ ہے جس میں قدرت ہے، وہ اپنی قدرت کے سبب سے اپنے عبادت کرنے والوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تم جو اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہو، اور اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے ہو، اور قرآن شریف کی نصیحت کے سننے سے جان بوجھ کر بہرے بنتے ہو تو بتلاؤ تو تمہارے جھوٹے معبودوں نے ان چیزوں میں کیا چیز پیدا کی ہے۔ اور جب تم اپنے جھوٹے معبودوں کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز ایسی نہیں بتلا سکتے، جس سے تم کو آخرت یا دنیا میں کسی طرح کا فائدہ پہنچے۔ تو معبودوں کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا کہ تم ان کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ پس یہ ظالم نا فہم کھلی گمراہی میں ہیں۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے لقمان کو حکمت دی۔ یعنی عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں جو پیغمبروں کے موافق ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبری سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے جب حضرت داؤد علیہ السلام پر نبوت اتری تو انہوں نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا، اور کہا کہ جب اللہ ہی نے مجھ کو سبکدوش کیا پھر کیوں نہ میں سبکدوش ہو جاؤں۔ ان سے پوچھا گیا کہ سب میں برا شخص کون ہے۔ جواب دیا کہ لوگ اسے گناہوں میں پھنسا ہوا دیکھیں اور اسکو ذرا بھی پروا نہ ہو۔ ہم نے اس سے کہا کہ خدا نے جو تم کو حکمت عطا کی ہے اس کا شکر یہ ادا کرو۔ اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے واسطے کرتا ہے، کیونکہ اس کا ثواب تو وہی پائے گا، اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، تو سمجھ لو کہ اللہ کو کچھ پروا نہیں، اس کے کام سب اچھے ہوتے ہیں۔ اور یاد کرو جس وقت کی لقمان نے اپنے بیٹے کی نصیحت کرنے میں یہ بات کہی کہ اے پیارے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک مت بنانا، کیونکہ شرک تو بڑا ظلم ہے۔ وہ اس نصیحت کے سنتے ہی سمجھ گیا اور ان کے حکم پر عمل کیا۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾ وَصَيَّنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلَهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَى الْبَصِيرِ ﴿۱۴﴾ وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىٰ جِئْتُمُ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا: ”اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بیشک شرک بڑا ظلم ہے“ ﴿۱۳﴾ اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے (اطاعت کے) بارے میں تاکید فرمائی، (کیونکہ) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری اٹھائی اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹنا ہے یہ کہ میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر، آخر (سب کو) میری طرف لوٹ کر آنا ہے ﴿۱۴﴾ اور اگر وہ دونوں تجھے اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ مان اور (ہاں) دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دے، اور اس شخص کی پیروی کر جو میری طرف رجوع لایا، پھر میری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔ پس میں تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۱۵﴾

حقوق والدین

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ باپ کے احسان تو ہوش کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کھلاتا پہناتا ہے، ماں کے احسان اسکے عالم بے خبری میں اس سے بڑھ کر تھے۔ اس لئے ان کو یاد دلاتا ہے کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا، ضعف پر ضعف اٹھائے۔ کس لئے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے، ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور دو برس تک اس کے پاس رہا جدا نہ ہوا۔ دودھ پلاتی اور ساتھ سلاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ماں کی محنت مشقت کا اس لئے ذکر کیا کہ بچہ ماں کے احسانوں کو نہ بھولے۔ ماں کا حق جتانے کے بعد انسان کو فرمایا کہ اللہ کا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر، تجھ کو میرے پاس دوبارہ زندہ ہو کر آنا ہے۔ اس وقت میں تجھ کو پورا بدلہ شکر کرنے کا دوں گا۔ فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کاموں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يٰۤاَتِ بِهَا اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

(لقمان نے کہا) اے میرے بیٹے! اگر برائی رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر کے درمیان میں یا آسمانوں میں یا وہ زمین کے اندر کہیں ہو، اللہ اس کو (قیامت کے دن) لے آئے گا، بیشک اللہ ہر بارگی کا جاننے والا خبردار ہے ﴿۱۱﴾

نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر فرمایا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ماں باپ کا بڑا حق ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ماں باپ تجھ سے شرک کرنے پر زور ڈالیں تو ان کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ کیونکہ شرک ایسی بے سند چیز ہے جس کا پتہ دنیا میں کسی کو معلوم نہیں۔ اسی لیے اس بارے میں ماں باپ کی پیروی مت کرنا۔ ہاں معاملات دنیا میں تو ان کا ساتھی رہ، اور ان کے ساتھ سلوک کرتا رہ۔ دین میں ان لوگوں کی پیروی کرنا جو ایمان والے لوگ ہیں۔ آخر تم سب کو اللہ کے پاس جزا و سزا کیلئے آنا ہے، پھر میں تم کو بتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت

۱۔ لقمان اپنے بیٹے سے کہتے ہیں: ”اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو، اور ہو وہ پتھر میں، یا آسمان یا زمین میں، کہیں ہو جزا و سزا کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی ٹھوس پتھر میں گھس کر عمل کرے، تو بھی اس کا عمل ظاہر ہو جائے گا خواہ کیسا ہی عمل ہو۔ فرمایا کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی کہ نماز کو اسکے ارکان، اوقات کے ساتھ قائم رکھنا، اور لوگوں کو موافق شرع نصیحت کرنا، اور خلاف شرع سے منع کرنا، اور اس نصیحت کے کرنے میں کچھ تکلیف لوگوں کی طرف سے پہنچے تو صبر کرنا، کیونکہ صبر بڑی ہمت کی چیز ہے۔ اور تم تکبر نہ کرنا، اور بڑائی نہ مارنا، اور ایسا مت کرنا کہ خدا کے بندوں کو حقیر سمجھو، اور جب وہ تم سے بات کریں تو ان سے غرور نہ کرنا۔ پھر فرمایا زمین میں اتر کر مت چلو، کیونکہ وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اور اپنی چال درمیانی اختیار کرنا، نہ بہت تیز نہ بہت آہستہ، بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ چلنا۔ اور باتوں میں اپنی آواز نرم کر لیا کرو۔ بیشک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم گدھے کی آواز سنو تو اللہ سے پناہ مانگو۔ اس لئے کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے۔ اور جب تم مرغ کی آواز سنو تو اپنے حق میں بہتری کی دعا مانگو، کیونکہ وہ اللہ کے فرشتوں کو دیکھ کر بولتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرغ کی آواز سن کر جو کوئی دعا کرے گا تو فرشتے جو مرغ کو نظر آتے ہیں وہ آمین کہیں گے، اور ان کی آمین کی جہکت سے عیب نہیں کہ وہ دعا قبول ہو جائے۔

يُبَيِّنُ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَى
 مَا أَصَابَكَ ۗ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝۱۴ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
 لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
 مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝۱۵ وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۗ إِنَّ
 أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝۱۶ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ
 مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَ
 بَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا
 كِتَابٍ مُنِيرٍ ۝۲۰

اے میرے بیٹے! نماز کو قائم رکھ اور اچھی باتوں کی نصیحت لوگوں کو کر اور بری باتوں سے منع کر اور تجھ پر جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں ۱۴ اور اپنے رخساروں کو (تکبر سے) لوگوں کی طرف سے مت پھیر اور زمین میں اترا کر مت چل، بیشک اللہ کسی اترانے والے اپنی تعریف کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ۱۵ اور میانہ چال اور اپنی آواز کچھ پست کر بیشک سب آوازوں میں بری (یعنی مکروہ) گدھے کی آواز ہے ۱۶ (اے لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس نے تمہیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ بھر پور دیں، اور بعضے آدمی ایسے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے، اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں ۲۰

۱۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں مثلاً سورج چاند، مینہ، زمین میں کھیتی باغ انسان کی یہ سب ضرورت کی چیزیں پیدا کیں۔ اس پر بھی بعضے ناشکر لوگ ایسے ہیں کہ بغیر علم کے، اور بغیر ہدایت، اور بغیر روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک ہونے میں طرح طرح کی جتیں نکالتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا
عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ
السَّعِيرِ ۝۲۱ وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۖ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝۲۲

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ (یہ ہم نہ کریں گے) بلکہ ہم اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (جب بھی ان کی ہی پیروی کریں گے) ۲۱ اور جو کوئی اپنا رخ خدا کی طرف جھکا دے اور ہونیکلی کرنے والا، تو بیشک اس نے مضبوط دستاویز تھامی، اور ہر ایک کام کی انتہا خدا ہی کی طرف ہے۔ ۲۲

۱۔ فرمایا کہ ان مشرکوں سے جب اللہ کی کتاب پر چلنے کو کہا جاتا ہے، تو یہ نادان کہتے ہیں کہ یہ ہم نہ کریں گے، بلکہ ہم بتوں کی پیروی کریں گے جس کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اس کا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ کیا یہ لوگ باپ دادا کی چال چلیں گے، اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے باپ دادا شیطان کے پیرو اور گمراہ ہوں، تو کیا جب بھی یہ ان کا طریقہ اختیار کریں گے یہ عقل سے بہت بعید ہے۔

اللہ کریم کی صفات کا بیان

۲۔ ان آیتوں میں مذکور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں، اور اسکے بعد اس دلی ارادہ کے مطابق نیک کام کریں، تو ان لوگوں نے بڑی مضبوط رسی کو پکڑ لیا ہے۔ یعنی نجات کا بڑا قوی ذریعہ ان کے ہاتھ آ گیا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر فرمایا جو شخص اللہ کے حکم پر نہ چلے تو اے محبوب ﷺ انکے کفر پر رنج نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے، اس وقت ہم ان کو ان کے عملوں کو جتلا دیں گے اور سزا دیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں، اس پر کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا ہم تھوڑے دنوں دنیا میں ان کو کچھ عیش دے رہے ہیں، جب تک وہ زندہ ہیں، پھر ہم آخرت میں ان کو ایسے عذاب میں گرفتار کریں گے جس سے وہ ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔ اور اگر مشرکوں سے سوال کرو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مشرک اس بات کو جانتے ہیں کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جس نے تم سے اپنی

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ۗ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ
 إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۲﴾ نَبِّئِهِمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ
 عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۲۳﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
 لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۗ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ لِلَّهِ مَا فِي
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي
 الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَدُّهَا مِنْ بَعْدِهَا سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا
 نَفَدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۷﴾

اور جو کوئی کفر کرے تو تم اس کے کفر سے غم نہ کھاؤ اور ان کو تو ہمارے ہی طرف لوٹنا ہے پس ہم ان کو بتلا دیں گے جو وہ کرتے تھے بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے ﴿۲۲﴾ ہم ان کو (دنیا میں) چند روزہ عیش دیں گے، پھر ہم انہیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے ﴿۲۳﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے تم فرماؤ: ”سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں“ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے ﴿۲۵﴾ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، بیشک اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر یہ ہو کہ جس قدر زمین میں درخت ہیں وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو جائے اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی کے ہوں) تو اللہ کی باتیں (یعنی صفتیں) ختم نہ ہوں گی، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾

توحید کا اقرار کروالیا۔ باوجود مشرک ہونے کے خود مشرکوں کے اقرار سے ان پر الزام ثابت ہو گیا۔ پھر ایسے جاہل ہیں کہ بتوں کو معبود جانتے ہیں۔ پھر فرمایا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، وہ سب اللہ کی ملک ہے۔ پس وہی عبادت کا مستحق ہے۔ بیشک اللہ ہی بے پروا تعریف والا ہے۔ پس جس شخص نے اسلام کو مرتے دم تک مضبوط پکڑا اس نے گویا نجات کی رسی حاصل کی۔ لہٰذا ان آیتوں میں فرمایا اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بنائے جائیں، اور ساتوں سمندر کی سیاہی بنا کر اس کی معلومات کو لکھنا چاہیں، جب بھی اسکی کلمات یعنی معلومات ختم نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ کی باتیں تو بے انتہا ہیں۔ وہ سب پر غالب ہے، اور سب کو جانتا ہے۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً ۖ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ
 بَصِيرٌ ﴿۲۸﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ
 فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ آجَلٍ مُّسَمًّى ۚ
 أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا
 يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ ۗ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۳۰﴾

تم نے سب کا پیدا کرنا اور (مرے پیچھے یعنی مرنے کے بعد) اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک جان کا، بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے ﴿۲۸﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کام میں لگائے، ہر ایک ایک اپنے مقرر میعاد تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے ﴿۲۹﴾ یہ بہ سبب اس کے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور جن چیزوں کو اللہ کے سوا یہ لوگ پوجتے ہیں سب بے اصل ہیں، اور یہ بسبب اس کے ہے کہ اللہ ہی بلند مرتبہ بزرگ قدر والا ہے ﴿۳۰﴾

۱۔ مطلب یہ ہے کہ ساری مخلوقات کا پیدا کرنا، اور بعد مرنے کے پھر اس کا زندہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ مشکل نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک جان کا پیدا کرنا اور چلانا ہے۔ کس لئے کہ سب کا موجود کرنا فقط کُن کے کہنے سے ہوتا ہے۔ وہ قادر مطلق جب ارادہ کرتا ہے کسی شے کا تو فرماتا ہے: ”ہو جا“ وہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، اور سب کے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حشر کے منکر جو باتیں کرتے ہیں، اور حشر کو جھٹلا کر جس طرح کے کاموں میں معروف ہیں، ان سب کی اللہ کو خبر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب ایک کلمہ، کُن کے ساتھ ہی یہ حشر کے جھٹلانے والے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے، اور ان کی گستاخی کی زبانی باتیں، اور ہاتھ پاؤں کے بد اعمال، سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا، تو اس وقت انکو حشر کے جھٹلانے کی حقیقت کھل جائے گی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت سے آگاہ فرماتا ہے کہ اللہ بڑھا دیتا ہے رات کو دن میں، اس طرح کچھ حصہ رات کا دن میں داخل کرتا ہے، جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے۔ یہ گرمی کے موسم کا حال ہے۔ پھر دن کم ہو جاتا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے، یہ بات جاڑے کے موسم میں ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کام میں لگا رکھا ہے سورج چاند کو، کہ ہر ایک ان میں سے ایک خاص وقت یعنی قیامت تک اپنا اپنا دورہ کئے جائے گا۔ ان حدیثوں کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ دنیا کا کل انتظام ایک وقت مقرر

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ لِيُرِيكُمْ مِنْ آيَاتِهِ ۗ
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ
 كَالظَّلْلِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ
 فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۗ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿۳۲﴾

(اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتیاں دریا میں چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو نشانیاں دکھائے، بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ﴿۳۱﴾ اور جب انکو دریا کی موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب انکو نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بد عہد اور ناشکر ہیں ﴿۳۲﴾

تک کا ہے، ہمیشہ کیلئے نہیں۔ جو لوگ دنیا کی اس ناپائیدار زندگی پر عیش میں ہیں، وہ بڑے دھوکے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب وہ ایسا صاحب قدرت ہے تو وہی معبود برحق ہے۔ اور اس کے سوا تم جس چیز کو پوجتے ہو وہ سب بے اصل ہیں۔ وہ ایسی ذات برتر و بلند ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہے، اور وہ ایسا بڑا ہے کہ سب چیزیں اس کے روبرو عاجزی کرنے والی ہیں۔

توحید کا بیان

۱۔ اس آیت میں فرمایا دریا میں کشتیاں چلتی ہیں، تاکہ تم کو اپنی قدرت کی نشانی دکھائے کہ دریا کو تمہارا تابعدار بنا دیا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پانی میں یہ طاقت پیدا نہ کرتا کہ کشتی اٹھائے تو کبھی پانی پر کشتیاں نہ چلتیں۔ پھر فرمایا اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار ہیں، اور خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور تکلیف پر صبر کرتے ہیں، تو یہ صفتیں مومن کی ہیں۔ ایسوں کیلئے اللہ کی قدرت کی باتوں میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۲۔ شان نزول: یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے حق میں نازل ہوئی۔ جس سال مکہ مکرمہ کی فتح ہوئی تو وہ سمندر کی طرف بھاگ گئے۔ وہاں باد مخالف نے گھیرا اور خطرے میں پڑ گئے تو عکرمہ نے کہا کہ اگر اللہ ہمیں اس خطرہ سے نجات دے تو میں ضرور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، ہوا ٹھہر گئی، اور عکرمہ مکہ مکرمہ کی طرف آ گئے، اور اسلام لائے۔ اور بعض ان میں ایسے تھے جنہوں نے عہد وفا نہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَأَخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ
 وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَانِبٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ
 فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۚ إِنَّ
 اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۗ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۗ وَ يَعْلَمُ مَا فِي
 الْأَرْحَامِ ۗ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۗ وَمَا تَدْرِي
 نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آوے گا اور نہ
 کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کو کچھ نفع دے گا (روز قیامت ہر انسان نفسی نفسی کہتا ہوگا) بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس تم کو
 دنیا کی زندگی دھوکہ نہ دے اور تمہیں دھوکہ باز شیطان اللہ کے علم پر فریب نہ دے ۚ بیشک اللہ ہی کو قیامت کا
 علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے، اور جانتا ہے جو کچھ حاملہ کے پیٹ میں ہے، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ وہ کل کیا
 کام کرے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین پر مرے گی، بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا بتا نیوالا ہے ۚ

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو جس دن ہر انسان: ”نفسی نفسی“ کہتا ہوگا۔ یعنی کسی ظالم نے جس قدر ظلم کسی
 مظلوم پر کیا ہے، اس ظلم کے حساب سے کچھ ثواب اس ظالم کی نیکیوں کا مظلوم کو دلا یا جائے گا۔ اور اگر اس طرح کے معاوضہ
 میں نیکیاں اور نیکیوں کا ثواب کچھ کم پڑ جائے گا تو ظلم کے حساب سے مظلوم کے گناہوں کا عذاب ظالم کو بھگتنا پڑے گا۔ اس ظلم
 اور زیادتی کے معاوضہ اور بدلہ کو باپ بیٹے اور بیٹا باپ کی شکل سے گھبراوے گا کہ کہیں باپ کی بیٹے پر یا بیٹے کی باپ پر کچھ
 زیادتی نہ نکل آئے۔ اور اس زیادتی کے بدلہ میں ایک کی نیکیاں دوسرے کے پاس نہ چلی جاویں۔ اور نہ کافروں کی مسلمان
 اولاد، نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کو فائدہ پہنچائیں گے۔ اور وہ دن ضرور آنا ہے اور قیامت اور حساب و جزا کا وعدہ ضرور پورا
 ہونا ہے۔ سو تم کو دنیا کی زندگی نہ بہکاوے کہ نعمت ایمان سے محروم رہ جاؤ اور نہ شیطان کا دھوکا خدا کی یاد سے غافل کرے۔

علم غیب کا ذکر

۲۔ شان نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر
 قیامت کا وقت دریافت کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، خبر دیجئے کہ مینہ کب آئے گا، اور میری عورت حاملہ ہے،

مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا، مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ اور اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے بتائے، اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر اس نے سورۃ جن (پارہ ۲۹) کی آیت میں دی ہے۔ اس کا مفصل بیان سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ اسباق ۳۰ ﴾ ﴿ ۳۲ سورۃ السجدة مکیہ ۷۵ ﴾ ﴿ رکوعا ۳ ﴾

سورۃ السجده مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الْم ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۲ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۳ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا اَتَتْهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۴

(اس) ۱۔ کتاب (یعنی قرآن) کا اتارنا پروردگار عالم کی طرف سے ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ۲ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ (محمد ﷺ نے) اس کو اپنے دل سے بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ تمہارے پروردگار کی طرف سے وہ ہی حق ہے کہ تم اس قوم کو ڈراؤ کہ جن کے پاس کوئی ڈر سنا نیوالا نہیں آیا۔ تم سے پہلے اس امید پر کہ وہ راہ پائیں ۳

خواص سورہ السجده: اس سورت کو سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے بخار والے کو پلانا مفید ہے۔ جو شخص اس سورت کو ایک بار اپنے گھر میں پڑھے تو تین دن تک اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہو پاتا ہے۔

قرآن کا ذکر

۱۔ اس آیت میں فرمایا یہ کتاب یعنی قرآن کہ جس کے برحق ہونے میں عاقل کو غور و تامل کرنے کے بعد کوئی بھی شبہ باقی نہیں رہتا۔ یہ اس کی طرف سے ہے جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے۔ روحانی پرورش سے اسی کا خاصہ ہے، اس لئے اس نے دنیا کی شائستگی کے لئے ایک ایسی کتاب نازل کی جو آفتاب کی طرح سے اپنے لئے خود گواہ ہے۔ آگے فرمایا کیا یہ کافر کہتے ہیں

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۗ مَا لَكُمْ مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۗ
أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۳﴾ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ
يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۴﴾
ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۵﴾

اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قرار لیا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اے گروہ کفار! سوائے اس کے نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا، پھر کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۳﴾ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، پھر ہر کام اسی کی طرف رجوع کرے گا، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ہزار برس کی ہے ﴿۴﴾ یہ صفت ہے جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر غالب مہربان کی ﴿۵﴾

کہ محمد ﷺ نے اس کو اپنے دل سے بنالیا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ ان کا گمان بالکل غلط ہے، بلکہ یہ قرآن حق ہے۔ تیرے پروردگار کی طرف سے اُتر ہے۔ اب اس کے نازل ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ اس لئے نازل کی گئی تاکہ اے محبوب ﷺ! تم اُن لوگوں کو ڈراؤ کہ جن کے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ اس قوم کی خصوصیت نہیں کہ آنحضرت ﷺ خاص عرب ہی کے لئے مبعوث ہوئے تھے بلکہ تمام جہان کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔

انسان کی پیدائش کا ذکر

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں موجود ہے چھ روز کی مدت میں پیدا کیا، یعنی اتوار سے شروع کیا جمعہ کو ختم کیا۔ اس کے بعد وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا یعنی تقرقات نافذ کرنے لگا۔ وہ ایسا عظیم ہے کہ سوائے اس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے، اور نہ سفارش کرنے والا ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ ایسی ذات کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ایسا ہے کہ آسمان سے لے کر زمین تک جتنے کام ہیں، ہر کام کی وہی تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔ پھر ہر کام اسی کے حضور میں پہنچ جاوے گا۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی، یعنی قیامت میں سب کام مع ما لہا وما علیہا اسی کے حضور میں پیش ہوں۔ وہ ہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا اور زبردست رحمت والا ہے۔ اس نے جو چیز بنائی یعنی جس مصلحت کیلئے اس کو بنایا اس کو مناسب اور بہت اچھا بنایا ہے۔

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ﴿٦﴾
 ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ
 فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۗ
 قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٨﴾ وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي
 خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَفِرُونَ ﴿٩﴾

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔ اور انسان (یعنی آدم) کی پیدائش مٹی سے شروع کی ﴿٦﴾ پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے (یعنی نطفہ) سے رکھی ﴿٧﴾ پھر اس کے اعضاء درست کئے اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے (مگر پھر بھی) تم تھوڑا شکر کرتے ہو ﴿٨﴾ اور یہ (کافر) کہتے ہیں: ”کیا جب ہم زمین (یعنی مٹی) میں مل جائیں گے کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے“ بلکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے حضور حاضری سے منکر ہیں ﴿٩﴾

۱۔ ان آیتوں میں حضرت انسان کی پیدائش کا حیرت انگیز حال بیان فرماتا ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے۔ مراد انسان سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو نسب آدمیوں کے باپ ہیں۔ ان کو اول اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو مٹی سے، پھر اس کی ماں کے پیٹ میں اس کو ٹھیک کیا۔ سر کی جگہ سر، اور کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک، غرض ہر ایک عضو کو اس اندھیرے میں اس موقع و محل پر قائم کیا۔ اور ہر ایک عضو کو اس اندازہ سے بنایا کہ علم تشریح کے واقف ہونے کے بعد عالم و عاقل کو اس بات کا ضرور اقرار ہوگا کہ یہ کیسے بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے باکمال کی کاریگری ہے۔ اور اس کو ٹھیک کر کے اپنے پاس سے روح پھونک دی، یعنی چلنے پھرنے لگا۔ پھر تمہارے نفع کے واسطے اے اولاد آدم! شنوائی اور بینائی اور دل عطا کئے، مگر اس پر بھی تم بہت ہی کم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہو۔ ان باتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو آگے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ مشرک لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم مرکز زمین میں رل مل جائیں گے، تو کیا ہم نئی پیدائش سے پھر جلانے جائیں گے، یہ بات عقل سے بعید ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ بات ان کی کمزور طاقت کی نسبت تو بعید ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بات ہرگز بعید نہیں۔ کیونکہ جب اس صاحب قدرت نے پانی سے ان کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونک دی، تو اس وقت اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ پھر فرمایا یہ مشرک اپنے پروردگار کے رو برو کھڑے ہونے سے جب منکر ہوں تو ان سے

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ
تُرْجَعُونَ ۝۱۱ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝۱۲ وَ
لَوْ شِئْنَا لَنَبَاغِلَنَّ أَنْفُسَهُمْ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي

تم فرماؤ: ”تمہاری روح موت کا فرشتہ (یعنی عزرائیل) قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے“ ۱۱ اگر تم دیکھو کہ تو تعجب کرو جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے پروردگار کے سامنے (شرم و خوف سے) سر جھکائے ہوئے (کہہ رہے) ہوں گے کہ اے پروردگار ہمارے (اب) ہم نے دیکھا اور سنا ہم کو (دنیا میں) پھر بھیج تاکہ ہم اچھے عمل کریں بیشک ہم کو (اب) یقین آ گیا ۱۲ اور ۱۳ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی ہدایت عطا فرماتے لیکن میری طرف سے بات قرار پا چکی۔

کہہ دیا جائے کہ ملک الموت تمہاری جان تو قبض کرے گا، جو کہ تمہارے اوپر تعینات کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ تم دوبارہ جلائے جاؤ گے، اور اپنے پروردگار کے روبرو اپنے عملوں کی جزا و سزا کے لئے حاضر کئے جاؤ گے۔ ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ اب تو منکرین حشر دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے منکر ہیں، لیکن جب مرتے ہی انکو حشر کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ اور اس نتیجہ کے ظہور کیلئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو قیامت کے دن کھڑے ہوں گے، تو ان کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ وہ اپنے رب کے روبرو حقیر ذلیل ہو کر کھڑے ہوں گے۔ اور شرم کے مارے گردنوں کو جھکا کر کے زبان سے کہیں گے کہ اے پروردگار ہمارے! ہم نے دیکھا اور سنا، اب ہم تیرے حکم کو مانتے ہیں۔ دیکھا اور سنا کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ کا عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا، اور رسولوں کے بیان کی صداقت سن لی۔ پھر کہیں گے: ”اب ہم کو دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ ہم اچھے عمل کریں، کیونکہ اب ہم کو پورا یقین ہو گیا کہ تیرا وعدہ سچا اور برحق ہے۔“ لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اگر ان کو پھر دنیا میں بھیج دیا جائے، تو پہلے کی طرح پھر دنیا میں خدا کی آیتوں اور رسولوں کو جھٹلائیں گے، جیسا کہ سورہ انعام میں گذر چکا ہے۔

کفار کے عذاب اور مومن کی شان کا ذکر

۱۲ ان آیتوں میں فرمایا اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کرتے، ایمان دار نیک کردار کر دیتے۔ مگر ان میں صلاحیت نہ تھی، ان کو رسولوں اور ہماری کتاب نے بہت کچھ سکھایا مگر انہوں نے نہ مانا نہ سنا۔ لیکن میرا نوشتہ ازلی پورا ہوا، ہم تو قول کے سچے ہیں، اور

لَا مَلَكٌ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳﴾ فَذُوقُوا بِهَا
نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا إِنَّا نَسِينَكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ
بِأَنَّكُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا
خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۵﴾
تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا

کہ ضرور میں دوزخ کو بھردوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے (جنہوں نے کفر اختیار کیا) ﴿۱۳﴾ پس اب عذاب کا مزہ چکھو، اس لئے کہ تم اپنے اس دن کی حاضری کو بھول گئے تھے، ہم نے بھی تم کو (اس عذاب میں چھوڑ کر) بھلا دیا اور تم اپنے اعمال کے بدلے اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو ﴿۱۴﴾ پس ہماری نشانیوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿۱۵﴾ (شب کو) ان کی کروٹیں خواہگا ہوں سے جدا ہوتی ہیں اور اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں خوف سے اور (اس کی رحمت کی) امید سے۔

بات کو پورا کر دکھاتے ہیں۔ اور وہ قول یہ ہے کہ ضرور دوزخ کو آدمیوں اور جنات سب سے بھر دیں گے، اور جب کافر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو محافظان دوزخ ان سے کہیں گے کہ ذرا اپنے اس دن کے بھول جانے کا مزہ چکھو۔ ہم بھی تم کو اس عذاب میں چھوڑ کر بھول جائیں گے، اپنی بدکرداری، بے ایمانی کا ہمیشہ کا عذاب تو چکھو۔ فرمایا کہ یہ بدنصیب کیا ایمان لائیں گے۔ ہماری آیتوں پر تو وہ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں سمجھائی جاتی ہیں تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور جو اوصاف اس کو شایاں ہیں ان سے اسکی تعریف کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان کو آیات الہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو وہ خوف الہی کے مارے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اس کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ کہتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے، نہ تو دنیا میں کسی سے پیش آتے ہیں، نہ اللہ کے رسولوں اور اس کے احکام سے تکبر کر کے ہٹ دھری کرتے ہیں، ان میں کامل صلاحیت ہے۔ اس آیت کو سن کر سجدہ کرنا لازم ہے۔

۱۔ شان نزول: یہ آیت تہجد کے بارہ میں اتری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند نیک کاموں کا ذکر کر کے فرمایا کہ تہجد کی نماز ایک ایسی چیز ہے جس کے ثواب کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا، اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۱۱﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ
 أَعْيُنٍ جَزَاءً جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن
 كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۳﴾ أَمْ أَلِّزِينَ الْأَمْثِلَ وَالصَّالِحِينَ
 فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ وَأَمْ أَلِّزِينَ
 فَسَقُوا فَمَا لَهُم نَارُ ۙ

وقف غفران

اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں ﴿۱۱﴾ پس اے کوئی نفس نہیں جانتا کہ (ہم نے) ان کے لئے جو آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے (جس سے وہ راحت پائیں گے)، ان کے اچھے عملوں کے بدلے میں ﴿۱۲﴾ تو کیا جو شخص ۱۳ ایمان والا ہے مانند اس شخص کے ہو جائے گا جو بے علم ہے یہ (دونوں ہرگز) برابر نہیں ہو سکتے ﴿۱۴﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے پس ان کیلئے ہمیشہ بسنے کے باغ ہیں، یہ مہمانی ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے ﴿۱۵﴾ اور جو لوگ بے حکم ہیں پس انکا ٹھکانا دوزخ ہے۔

ترمذی کی روایت جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، یہ ہے کہ یہ آیت عشاء کی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کچھ لوگوں پر تھکان اور نیند کے سبب سے عشاء کی نماز بھی شاق ہی ہوتی ہے، اس لئے عشاء کی نماز کی شان میں بھی اس آیت کا مطلب پایا جاتا ہے۔ اوپر جن ایماندار لوگوں کا ذکر تھا کہ وہ قرآن کی نصیحت کو کان لگا کر سنتے ہیں، اور احکام الہی کے تابع ہیں، یہ انہی کا ذکر فرمایا کہ جب اور لوگ آرام سے سوتے ہیں تو یہ لوگ اپنے بستروں کو خالی چھوڑ کر عذابِ عقبی کے خوف، اور راحتِ عقبی کی اُمید سے تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ نے اپنے بعض نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ وہ نعمتیں رکھی ہیں، جو کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنی، نہ کسی کے دل میں انکا تصور گزر سکتا ہے۔ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ فرمایا جن نعمتوں کا اس آیت میں ذکر ہے اس کی تفسیر انسان کے اختیار سے باہر ہے۔

۱۳ شان نزول: ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ایک شخص مشرک مکہ سے جس کا نام ولید بن عقبہ تھا، تکرار ہو گئی۔ ولید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ”تم میرے سامنے کے بچے ہو میں تم کو کیا سمجھتا ہوں“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو جواب دیا: ”تو اللہ تعالیٰ کا منکر کافر ہے، میں تجھ کو کیا سمجھتا ہوں“، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا
عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾ وَ لَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ
الْعَذَابِ الْآدِنِيِّ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَ
مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ
الْمُجْرِمِينَ مُتَّبِعُونَ ﴿٢٢﴾ وَ لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي
مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ بِهِ وَ جَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٢٣﴾

وہ لوگ جب اس میں سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ عذاب دوزخ (کے مزے) چکھو کہ جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۲۰﴾ اور بیشک ہم ان کو کچھ نزدیک کا (یعنی دنیاوی) عذاب بھی اس بڑے (عذاب) (یعنی آخرت) سے پہلے چکھا دیں گے تاکہ یہ لوگ باز آویں ﴿۲۱﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا بیشک ہم (ایسے) مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں ﴿۲۲﴾ اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے موسیٰ کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا ﴿۲۳﴾

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ کافروں کیلئے دنیا میں بھی دکھ، بیماری، تنگی، قحط سالی یہ طرح طرح کے عذاب ہیں، تاکہ وہ اپنے کفر سے باز آویں۔ اس پر بھی جو لوگ اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے، اور کفر کی حالت میں مر جائیں گے۔ تو عقبیٰ میں ان کو طرح طرح کا عذاب ہے، جس عذاب سے نہ ان کو موت ہے، نہ کہیں بھاگنے کا موقع ہے، کس لئے کہ ان مجرموں کو اللہ کے کلام سے نصیحت کی باتیں سناتے ہیں تو یہ لوگ مکر ایساں کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان کی مکڑائیوں کا بدلہ ان کو اچھی طرح مل جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب تورات عطا فرمائی تھی۔ پھر آپ اے محبوب ﷺ! اس کتاب کے ملنے میں شبہ نہ کیجئے، کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں گمراہی بڑھ گئی تھی، بنی اسرائیل کے لئے تورات نازل کی گئی۔ اسی طرح آپ کے زمانہ میں تمام عالم گمراہ ہو گیا تھا، ان کی ہدایت کے

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ إِبْرَاهِيمَ نَذِيرًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَانُوا بِالآيَاتِ
 يُوقِرُونَ ﴿١٠٠﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يُفَصِّلُ بَيْنَهُم بِمَا يَشَاءُ لِقِيَمَةِ قِيَامِكَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُ
 يَفْتَلِنُونَ ﴿١٠١﴾ لَوْلَمْ يُهَيِّئْ لَهُمُ كَمَا أَهْلَكَ كَمَا لَمْ يَهَيِّئْ لَهُمُ نَارًا لِلنَّارِ

اور ہم نے ان میں سے (ابراہیم کے) نذیر بنائے جو اہل بیتِ ابراہیم سے (لوگوں کو) ہدایت کیا کرتے تھے
 جب کہ انہوں نے (کافروں کی ایذاؤں پر) صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لائے ﴿۱۰۰﴾ بے شک تمہارا
 پروردگار قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۱۰۱﴾ کیا انہیں اس پر
 ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان کے لیے کتنی آیتیں بلا کر دیں۔

لئے آپ کو نبی بنا لیا اور آپ کو کتاب و پیمانہ دیا اور نبی ہوا اور حضرت ﷺ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا قرآن مجید پا چکے تھے بلکہ یہ
 اور لوگوں کے لئے فرمایا کہ تم اس میں شبہ نہ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں جیسا کہ مجاہد و کلبی و سدی کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ
 اے محبوب ﷺ! ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ
 شب معراج میں آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا میں نے شب معراج میں چھ آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
 سے ملاقات کی ہے۔ ان آجوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ قریش اچھی طرح سمجھا
 لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے جس طرح نبی اسرائیل کو دین و دنیا کی دولت ملی اور اس طرح تمہیں بھی اگر تم

آخر الزمان ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کریں گے، تو دین و دنیا کی دولت پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے، اور اس کا وعدہ برحق
 ہے۔ جو لوگ قریش میں سے صلح اسلام ہوئے، اور اللہ کے رسول کے فرمانبردار بن گئے۔ جس طرح کی بادشاہت دنیا میں ان
 کو ملی، اس سے تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اور جو مرتبہ ان کو معجزی میں ملے گا اس کے حال کے دو سچے گواہ ایک قرآن
 شریف دوسرا حدیث شریف موجود ہیں۔ کیا اللہ کی شہادت اور اللہ کے رسول ﷺ کی شہادت سے بڑھ کر کوئی گواہی دنیا میں
 پیدا ہو سکتی ہے۔ اب بھی جس کسی کو دین اور دنیا کی خوبی درکار ہو، وہ سچے دل سے اللہ کے محبوب ﷺ کی فرمانبرداری اختیار
 کرے۔ پھر اللہ کے وعدہ کا ظہور جیسا جب تھا وہ اب بھی موجود ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا کہ
 جن باتوں میں وہ جھگڑا کرتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ یہ مشرک اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلانے والے انہیں سمجھتے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے جرم
 میں ان کے لیے پہلے کتنی توہینیں طرح طرح کے عذابوں سے ہم نے ہلاک کر دی ہیں۔ ان لوگوں کو یہ بات ظاہر نہیں ہوتی، یہ جب

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ
يُنْتَظَرُونَ ﴿۳۹﴾ فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ وَانْتَظَرِ إِنَّهُمْ مُنْتَظَرُونَ ﴿۴۰﴾

تم فرماؤ کہ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ﴿۳۹﴾ پس ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بے شک وہ بھی منتظر ہیں ﴿۴۰﴾

کوئی ندامت کام آئے گی، نہ ان کے اسلام لانے کا وعدہ قبول ہوگا۔ اور اگر فیصلہ کے دن سے روزِ بدر یا روزِ فتح مکہ مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ جبکہ عذاب آجائے، اور وہ لوگ قتل ہونے لگیں تو حالتِ قتل میں ان کا ایمان لانا قبول نہ کیا جائے گا، اور نہ عذاب موقوف کر کے انہیں مہلت دی جائے گی (ابن جریر، جمل وغیرہ)

اے محبوب ﷺ! آپ ان منکرینِ حشر سے کنارہ کر لیں کچھ بحث نہ کریں، اور انکی عقلی حجتوں کا کچھ خیال نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اس دن کا انتظار کریں، اور ان لوگوں کو بھی اس کا انتظار کرنا چاہئے۔ وقت مقررہ پر وہ دن سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرمایا کہ جس طرح ہر ایک آدمی کی عمر کی مدت مقرر ہے۔

﴿اباھا ۷۳﴾ ﴿سورۃ الاحزاب مائتہ ۹۰﴾ ﴿مرکوعاھا ۹﴾

سورۃ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں تہتر آیتیں اور نور کو ع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُشْفِقِينَ ط

اے نبی (ﷺ) اللہ کا خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی (خلاف شرع بات) نہ سننا۔

خواص سورہ الاحزاب: لڑکیوں کے لئے پیغام بکثرت آنے کیلئے اس سورت کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر ایک ڈبہ میں بند کر کے گھر میں رکھ دیں۔ اور جو شخص اس سورت کو ہمیشہ پڑھے اس کو رزق میں کشائش ہوگی اور ہر بلا سے اور عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (خازن و مدارک)

شان نزول: ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاسود سلمیٰ جنگِ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے۔ آنحضرت ﷺ سے گفتگو کیلئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ ”آپ لات، عزئی، منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں، کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۲ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۳ مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ

بیشک اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے ۱ اور اسی کی پیروی کرنا جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہیں وحی بھیجی جاتی ہے۔ اے لوگو! اللہ تمہارے سب کام کی خبر رکھتا ہے ۲ اور (اے سننے والے) تو اللہ پر بھروسہ رکھ اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا ۳ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینہ کے اندر دو دل نہیں بنائے، اور ۴ تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو (یعنی ماں کہہ بیٹھتے ہو) تمہاری ماں نہیں بنایا۔

شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے، اور ہم لوگ آپ کو، آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے۔ تو آنحضرت ﷺ کو ان کی گفتگو ناگوار ہوئی، اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے قتل کی اجازت نہ دی، اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکال دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں خطاب تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے، اور مقصود ہے آپ کی امت سے فرمانا کہ جب نبی ﷺ نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو۔ اور نقض عہد کا ارادہ نہ کرو، اور کفار اور منافقین کی خلاف شرع بات نہ مانو۔

۱۔ شان نزول: ایک کافر ابو عمر حمید فہری کی یادداشت اچھی تھی، کفار نے کہا اسکے دودل ہیں جیسی تو اس کا حافظہ اتنا قوی ہے۔ وہ خود بھی کہتا تھا کہ دودل ہیں، ہر ایک میں محمد ﷺ سے زیادہ عقلمندی اور ہوشیاری ہے۔ جب بدر میں مشرک بھاگے تو ابو عمر اس شان سے بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں ایک پاؤں میں۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ جنگ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کچھ تو مارے گئے، اور کچھ بھاگ گئے۔ ابوسفیان نے کہا: ”اے بد بخت! تیرا کیا حال ہے، جو ایک جوتی تو پہن رکھی ہے اور دوسری ہاتھ میں لے رکھی ہے۔“ اس نے کہا: ”اس کی مجھے خبر نہیں، میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ دونوں جوتیاں پاؤں میں ہیں۔“ اس وقت ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ دودل ہوتے تو جوتی جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا بھول نہ جاتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ منافقین آنحضرت ﷺ کیلئے دودل بتاتے تھے کہ ان کا ایک دل ہمارے ساتھ ہے، اور ایک دل اپنے اصحاب کے ساتھ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ظہار کا بیان

۲۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تھا وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے، اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۗ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝

اور اے (محبوب ﷺ یاد کرو) جب کہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے (خصوصیت کے ساتھ) اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ہم نے ان سے پکا عہد لیا ۝

میراث اور مسلمانوں اور ہجرت والوں پر منقسم ہو جاتی تھی، یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ہاں اگر اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو کچھ وصیت کر جاؤ تو یہ جائز ہے۔ پہلے حکم کا منسوخ ہونا کتاب یعنی لوگوں محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

ان آیتوں میں فرمایا: ”یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا، اور خصوصاً آپ سے اے محبوب ﷺ! اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے سے بڑا مستحکم عہد لیا کہ اس میں کبھی فرق نہ آسکے۔ نبی کو جب اسرار غیب کا راز داں بنایا جاتا ہے تو اس سے اس قسم کا سخت عہد بھی لیا جاتا ہے۔ اب گفتگو اس میں ہے کہ وہ کیا عہد تھا اور کب لیا گیا تھا۔ دوسری بات کی بابت حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں منقول ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا کہ جب روز میثاق میں لوگوں کو آدم علیہ السلام کی پشت سے باہر نکالا تھا، اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا۔ اول بات کی بابت مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ دین الہی کو قائم رکھیں، احکام الہی لوگوں کو سنائیں۔ اول تو جمیع انبیاء علیہم السلام کا ذکر عام طور سے بیان کیا، پھر ان میں سے پانچ نبیوں کا نام لیا جو بڑے اولوالعزم اور صاحب شریعت تھے۔ اگرچہ دنیا میں آنحضرت ﷺ کا ظہور سب نبیوں کے بعد ہو کر آپ ہی پر سلسلہ نبوت تمام کر دیا گیا، مگر آپ عالم ازلی میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس آیت کی شرح میں فرمایا ہے کہ میں سب نبیوں سے پیدا ہونے میں اول ہوں، اور پیچھے جانے میں سب سے آخر ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد لینے کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ یہ اس لئے لیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے سوال کرے گا کہ تم نے اپنے کام کو پورا اور عہد کو سچا کر دیا، لوگوں کو احکام پہنچائے۔ وہ کہیں گے: ”ہاں!“ اس سے منکروں کو الزام دے گا کہ تم نے ہمارے نبیوں کی تبلیغ کو نہ مانا۔ مسند امام احمد، صحیح بخاری، ترمذی وغیرہ میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایتیں ہیں جن کا ذکر سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ سوائے امت محمدیہ ﷺ کے اور امتیں اپنے نبیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو جھٹلائیں گی، اور کہیں گی: ”یا اللہ! ہم کو کسی نبی نے تیرا حکم نہیں پہنچایا۔“ اس پر امت محمدیہ ﷺ کے نیک لوگ قرآن کے حوالہ سے ان نبیوں کی تائید میں یوں کہیں گے کہ یا اللہ! تو نے نبی آخر الزمان ﷺ پر قرآن اتارا تھا، اس کے موافق ہم گواہی دیتے ہیں کہ ان نبیوں نے تیرے سب احکام اپنی امتوں کو پہنچائے۔ اس گواہی پر فیصلہ ہو کر وہ نبیوں کے جھٹلانے والی امتیں دردناک عذاب میں جائیں گی۔

لَيْسَ لِّلصَّادِقِينَ عَن صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

تاکہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ان سچوں سے ان کے سچ کی بابت سوال کرے، اور کافروں کے لئے اس نے درد دینے والا عذاب تیار رکھا ہے ۝ اے مسلمانو! اللہ کی نعمت اپنے اوپر یاد کرو جس وقت تم پر لشکر (خندق کی لڑائی میں) آئے، پس ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے (یعنی ملائکہ) اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے ۝

غزوہ خندق کا بیان

۱۔ یہ خندق کی لڑائی کا قصہ ہے، یہ لڑائی ۵ھ میں ہوئی۔ اس میں کافر قریب دس ہزار کے چڑھ آئے تھے۔ ابوسفیان اس کا سپہ سالار تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو خندق کے کھودنے کا حکم کیا، مسلمانوں نے بڑی محنت کی۔ اور حضور ﷺ بھی خندق سے مٹی نکالنے میں اور کھودنے میں صحابہ کرام کے ساتھ شامل رہے۔ ایک مہینہ دشمن مدینہ کو گھیرے پڑے رہے، پھر ایک رات اللہ نے آندھی بھیجی جس کے سبب سے کافروں کا تمام لشکر تباہ ہو گیا۔ کافر ناچار ہو کر اُلٹے چلے گئے۔ اس لڑائی کو جنگِ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جس وقت تم پر لشکر کافروں کے آئے، پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی، اور ایسا لشکر فرشتوں کا پہنچا جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے، اور دشمنوں کے دلوں پر ڈر اور خوف ڈال دیا۔ یہ احزاب کا قصہ سورہ بقرہ میں بھی گزر چکا ہے کہ ایماندار لوگوں نے ثابت قدمی سے خندق کے کھودنے کی جاڑے اور بھوک کی اس لڑائی میں جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔ پھر فرمایا مدینہ کے مشرق کی طرف اونچی بستیاں جو ہیں، ادھر سے قبیلہ غطفان بنی قریش وغیرہ کی فوج، اور مدینہ کی مغرب کی پشت جانب مکہ سے قریش، جب یہ سب دشمن مشرک تمہارے اوپر چڑھ آئے۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ آنکھیں حیرت میں ہوئی تھیں، اور کلیجے تمہارے منہ کو آنے لگے تھے۔ اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے کہ اس مرتبہ ہم نہیں بچیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کا امتحان لیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے۔ جنہوں نے کفار کو بہت ہی سختی سے جھنجھوڑا، اور ان کے دلوں پر دہشت ڈال دی۔ اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں شک تھا، کہنے لگے کہ جو وعدہ ہم سے کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے فتح

۱۲۵

اذْجَعَوْكُمْ مِّنْ قُلُوبِكُمْ ۖ مِّنْ اَمَقْلِ مِمَّنْكُمْ ۖ وَاذْذَخَعْتُمْ اِلَّا تُصِلُوْا
 وَتُبْعَتِ الْقُلُوْبُ الْحٰجِرَ وَتُنظُّوْنَ بِاِلٰهِ الْغٰثُوْنَ ۙ هٰذَا لِكُلِّ قَبِيْلٍ
 لِّمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَزَلُّوْا وَاَوْلٰٓئِ الْاَشْرٰٓئِيْنَ ۙ ۝۱۰ وَاذْذِيْقُوْا الْمُنْفِقُوْنَ
 الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ مَا وَعَدْنَا اللّٰهَ وَاَرْسَلْنَا اِلَّا نَجْرًا ۙ وَ
 اِذْخَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَآ اَهْلَ الْيَمٰٓمِ لَا مَقٰمَ لَكُمْ فَاَرْجِعُوْا

جس وقت کافر تم پر چڑھ آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے پیچھے سے اور جب کہ (شہرت و عیب و عیبت سے) آنکھیں حیرت میں ہوئیں تمہیں اور دل گلوں تک پہنچے (یعنی خوف و اضطراب انتہا کو پہنچ گیا) اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے (امید و یاس کے) ۱۰ اس موقع پر مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھجھوزے گئے ۱۱ اور جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں شک کا مرض (یعنی ضعف ایمان) تھا کہنے لگے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ دیا تھا ۱۲ اور جب کہ ان (منافقوں) میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے پیغمبر! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں تم گمراہوں کو واپس چلو

کا، کیا وہ محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا تھا۔ بعض منافقوں نے یہ بھی کہا کہ اے پیغمبر! تمہیں مقابلہ میں ٹھہرنے سے ٹھہرا ہے اپنے گمراہوں کو واپس چلو اور ان میں سے کچھ لوگ نبی آخر الزماں ﷺ سے رخصت مانگنے لگے کہ جا رہے گمراہوں اور خالی پڑے ہیں۔ اس کہنے سے ان کی غرض گمراہوں کو بھلا گئی تھی۔ پھر فرمایا: یہ بھلائی کرنے والے لوگ اللہ کا عیب ہیں کہ ان کو بھلا دینے کے ہر طرف سے دشمن آجائیں اور ان کو گھیر لیں، پھر ان سے کفر میں داخل کرنے کا ارادہ کریں تو ضرور وہ لوگ میٹرک بن جائیں، ڈرنیکے سب سے ایمان کو چھوڑ دیں، اور پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اگر اللہ سے عہد کر لیں گے۔ اس بے ایمانی کے وبال کا ان کو کچھ خوف نہیں۔ ان سے کہا دیکھو کہ اللہ نے تم کو مومن بننے سے بھلا گناہ کیونکہ نبی کی رحمت کا وعدہ ہے، اگر اس چند روزہ زندگی میں اللہ تم پر کوئی آفت ڈالے تو وہ کون ہے جو تم کو اللہ کی آفت سے بچا سکے۔ بلکہ اللہ کی رحمت پانوں کے اللہ کے ہوا کوئی حماچی اور نہ مدد کرنے والا اور اللہ تعالیٰ ان پر نظر رکھتا رہے گا تو کوئی ان کو کسی طرح کی آفت میں نہیں ڈال سکتا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ
إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۸

بیشک اللہ جانتا ہے تم میں سے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے (وطنی) بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور وہ جہاد میں نہیں آتے مگر تھوڑے ۝۱۸

منافقین کا ذکر اور ان کا کردار

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا حال اپنے محبوب ﷺ کو ظاہر کر دیا، اور فرمایا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنی جان اپنا مال بچانے کیلئے یہ لوگ تھوڑی سی دیر کے لئے لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ اسلئے یہ خود بھی لشکر اسلام کا ساتھ دینے میں دریغ کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی طرح طرح سے بہکا رہے ہیں، اور آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینے میں ان کو یہ سب حال معلوم ہے۔ پھر مسلمانوں کو منافقوں کی نشانی بتلا دی کہ جو جہاد کے وقت ایسی نامردی کی باتیں کرتے ہیں، وہ آپ کے حق میں بخیلی کرتے ہیں۔ پھر جب خوف کا وقت آئے تو تم نہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح پھر رہی ہیں کہ جس پر سکرات موت طاری ہو۔ اور پھر اس تکلیف کے جانے کے بعد ٹوٹ کا مال تقسیم ہونے کے وقت بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے اور اپنی بہادری جتلاتے ہیں۔ وہی منافق ہیں کیونکہ جو لوگ خالص مسلمان ہیں، اور محض آخرت کے اجر کی غرض سے لڑتے ہیں، نہ وہ دشمن کے غلبہ کے وقت گھبرا کر اس طرح نامردی کی باتیں کرتے ہیں، نہ وہ دنیا میں کسی کو اپنی بہادری جتلانا چاہتے ہیں، ان کا تو جو معاملہ ہے خالص اللہ کے ساتھ ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اجر دے گا۔ یہ اوپری دل سے جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں، ان کو اللہ کی درگاہ سے اجر کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ ایسے اوپری دل کے عملوں کا حال جان لینا اور ان کو بلا اجر ٹھہرا دینا اس کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ البتہ انسان کے نزدیک یہ بات مشکل اور اس کے اختیار سے خارج ہے۔ پھر فرمایا کہ جو فوجیں مدینہ پر چڑھ کر آئی تھیں اگر چہ وہ پلٹ کر چلی گئیں۔ لیکن ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں، بلکہ یہ جانتے ہیں کہ وہ پھر آ جائیں گی۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ فوجیں پھر کر آ جائیں تو یہ لوگ آرزو کریں گے، ہم اس وقت مسلمانوں کے لشکر میں نہ ہوتے بلکہ کہیں اور پر لے گاؤں میں ہوتے، اور دُور سے ہی اس لڑائی کی خبر سن لیتے۔ پھر فرمایا اگر فوجیں پھر کر آ جائیں اور لڑائی کا موقع پیش آ جائے تو لشکر اسلام کو ایسے لوگوں کے موجود ہونے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان لوگوں کے دل میں عقبی کے اجر کا یقین نہیں ہے، اس واسطے یہ لوگ برائے نام لشکر اسلام کا کچھ ساتھ دے کر لڑائی میں زیادہ دیر تک ہرگز نہ ٹھہر سکتے۔ جو لوگ اس لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ مدینہ میں رہ گئے تھے، اب آگے ان کو نصیحت فرمائی کہ جن لوگوں کو عقبی کے اجر کی توقع ہے، انہیں ہر حال میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی بہتر ہے۔ آگے فرمایا کہ ایماندار لوگ فوجوں کو دیکھ کر گھبرائے نہیں، بلکہ انہوں نے یہی کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ

أَشْحَةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدْوِيرًا
 أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُعْشى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ
 سَلَقُوكُمْ بِاللِّسَانِ حِدَادٍ أَشْحَةً عَلَى الْخَيْرِ ۗ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا
 فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۗ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۱۹ يَحْسَبُونَ
 الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۗ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوْنَ أَلَّا يُلَاقَهُمْ بِأَدُوِّنَ
 فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ ۗ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قُتِلُوا إِلَّا
 قَلِيلًا ۝۲۰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ
 يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَآءَ لَا خَرَوْا ۗ كَرِهَ اللَّهُ لِكَثِيرٍ ۝۲۱

تمہاری مدد میں بجلی کرتے ہیں، پھر جب خوف کا وقت آئے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں پھر رہی ہیں جیسے کسی پر سکرات موت طاری ہو، پھر جب خوف دور ہو جائے تو تیز زبان سے تمہیں طعنے دینے لگیں مال غنیمت کے لالچ میں، یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے، پس اللہ نے ان کے تمام اعمال اکارت (ضائع) کر دیئے اور یہ اللہ کو آسان ہے ۝ وہ (منافقین اپنی بزدلی سے) سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر ابھی نہیں گئے (حقیقت میں وہ بھاگ چکے) اور اگر وہ لشکر (دوبارہ) آجائیں تو یہ (منافق) آرزو کریں کہ کاش ہم کسی طرح باہر گاؤں میں نکل کر تمہاری خبریں (مدینہ کے آنے جانے والوں سے) پوچھتے اور اگر (کسی مجبوری سے) تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے ۝ بیشک تمہارے لئے رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کے ثواب کی اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو ۝

کے وعدہ میں جس آزمائش کا ذکر تھا یہ وہی آزمائش ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے انجام کو اللہ اور اللہ کے رسول پر سوچ دیا، اور آخر کار فتح اسلام کے وعدہ پر ان کا یقین اور بڑھ گیا، اور سمجھ گئے کہ وعدہ کے ایک ٹکڑے کا جب ظہور ہو گیا، تو اب دوسرے ٹکڑے کا ظہور بھی ہوگا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لِمُؤْمِنِيٍّ قَاتِلٍ لَمَنِ يَكْفُرُوا كُفْرًا وَكُنِيَ لِلْمُؤْمِنِينَ
 الْمُؤْمِنِينَ الْقِتْلَةُ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝ وَأَمْزَلَ الْمُؤْمِنِينَ
 طَاهِرُونَ مِمَّنْ لَقِيَ الْكُفْرَ مِنْ صِيَاصِيهِمْ وَقَدْ فِي قُلُوبِهِمُ
 الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝ وَأَوْهَشَكُمْ
 أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضَهُمْ تَطْوَاهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

۱۲

اور اللہ نے کافروں (کے لشکر) کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ لوٹا دیا کہ (مسلمانوں پر چڑھائی کر کے) کچھ
 نفع نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو جنگ کی کفایت دی، اور اللہ زبردست غالب ہے ۝ اور جن اہل کتاب نے ان
 (کفار) کی مدد کی تھی ان کو اللہ نے اپنے قلعوں سے اوتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ ان میں ایک گروہ کو
 تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ (یعنی عورتوں اور بچوں) کو قید کر لیتے ہو ۝ اور (آخر کار) تم کو انکی زمین اور انکی
 مکان اور انکی مالوں کا وارث کیا اور انکی زمین کا بھی جس پر تم نے بلا بھی قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝

ہوئے۔ اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے یاد دلایا ہے کہ سب مسلمانوں نے جس طرح اللہ کے رسول ﷺ سے دین کی لڑائی
 میں جان بازی کرنے کا عہد کیا ہے، حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کو اپنے اس عہد پر قائم رہنا چاہئے، اور
 منافقوں کے بھگانے میں ہرگز نہیں آنا چاہئے۔ جو لوگ حضرت بلال بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح احد کی لڑائی میں ثابت
 قدم رہے، ان کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ بھی اپنی جان بازی کے عہد پر قائم اور عہد کے پورا کرنے سے ہٹے نہیں گئے۔ اس لئے اس
 لڑائی میں انہوں نے منافقوں کی طرح اپنے عہد کو نہیں بدلا۔ آخر آیت میں عہد کو سچا کرنے والوں کا اور بد عہد کرنے والوں
 کا نتیجہ ذکر فرمایا کہ عہد کو سچا کرنے والوں کے لئے جنت ہے اور بد عہد کرنے والوں کے لئے عذاب ہے۔ بد عہد کرنے
 کرنے والوں میں بعض لوگ اللہ کے علم میں توبہ کرنے والے بھی تھے، اس لئے فرمایا ان میں جن کو اللہ چاہے عہد کو بد عہد
 سے توبہ کرنے کی ان کو توفیق دے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ توبہ سے بعد توبہ سے پہلے لے لیا ہوں میں نے معاف کر دینے میں اللہ بڑا
 مہربان اور بخشنے والا ہے۔

۱۲ کی قریظہ سے آنحضرت ﷺ کے مقابل قریش و غطفان وغیرہ انہوں نے لڑی تھی، اس میں عروہ بن مسعود نے بھی حصہ لیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ
زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾

اے نبی! ﷺ! اپنی بیبیوں سے فرمادو: ”اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال دوں اور تم کو اچھی طرح سے رخصت کر دوں (بغیر کسی ضرر کے)“ ﴿۲۸﴾

یہ اخیر ذیقعدہ ۴ھ یا ۵ھ میں ہوا۔ جب غزوہ خندق میں شب کو مخالفین کے لشکر بھاگ گئے، جس کا اوپر کی آیات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس شب کی صبح کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، اور ہتھیار اتار دیئے۔ اس روز ظہر کے وقت جب آنحضرت ﷺ کا سر مبارک دھویا جا رہا تھا، جبرئیل امین حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے چالیس روز سے ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم فرماتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا کہ ندا کر دی جائے کہ: ”جو فرمانبردار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھے۔“ آنحضرت ﷺ یہ فرما کر روانہ ہو گئے، اور مسلمان چلنے شروع ہوئے اور یکے بعد دیگرے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچتے رہے۔ لشکر اسلام نے پچیس روز تک بنی قریظہ کو گھیرے رکھا، اس سے وہ تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا تم میرے حکم پر قلعوں سے اترو گے؟“ انہوں نے انکار کیا تو فرمایا: ”کیا قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ کے حکم پر اترو گے؟“ اس پر وہ راضی ہوئے اور سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں حکم دینے پر مامور فرمایا۔ حضرت سعد نے حکم دیا کہ مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتیں اور بچے قید کئے جائیں، پھر بازار مدینہ میں خندق کھودی گئی اور وہاں لا کر ان سب کی گردنیں ماری گئیں۔ ان لوگوں میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار حنی بن اخطب اور بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسد جو ان تھے جو گردنیں کاٹ کر خندق میں ڈال دیئے گئے۔ پھر فرمایا: ”وارث کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین یعنی باغ اور کھیتوں کا، اور ان کے مکانات یعنی قلعوں کا، اور ان کے مال نقد و اسباب و مواشی کا، اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھے ہیں۔ اس زمین میں سلف کا اختلاف ہے زمین سے مراد خیبر ہے جو فتح قریظہ کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ یا وہ ہر زمین مراد ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا، کا مطلب یہ ہے کہ بنی قریظہ پر فتح دینے کے علاوہ اور بہت سی فتوحات بھی اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

۱۔ شان نزول: بنی قریظہ کے قصہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی بیویوں کا ذکر اس سبب سے آیا کہ بنی قریظہ کا اکثر مال آنحضرت ﷺ نے مہاجرین کو دے دیا تھا، جس کے سبب سے مہاجرین کو کسی قدر آسودگی ہو گئی تھی۔ مہاجرین کی یہ آسودگی دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی بیویوں کو بھی آسودگی کا خیال ہوا، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نان نفقہ کی مقدار میں کچھ زیادتی کر دینے کی خواہش پیش کی۔ آنحضرت ﷺ کو تو سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے آپ کو ایک

وَإِنْ كُنْتُمْ تُرَدُّنَ اللَّهُ وَمَا سُوَّلَهُ وَالِدَآرَآءَ الْآخِرَةِ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ
 لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾ يُنْسَأُ النَّبِيَّ مَنْ يَأْتِ
 مِنْكُمْ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۗ وَ
 كَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿۳۰﴾

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کا گھر (یعنی بہشت) چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی
 والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے“ ﴿۲۹﴾ اے نبی کی بیوی! تم میں سے جو کوئی صریح حیا کے خلاف (رسول
 اللہ ﷺ کی شان میں) بے ادبی کی جرأت کرے گی تو اس کو اوروں سے دو گنا عذاب ہوگا، اور یہ بات اللہ پر
 آسان ہے ﴿۳۰﴾

طرح کا رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے اس رنج کے فیصلہ کے طور پر یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے محبوب
 ﷺ! تم اپنی بیویوں سے فرما دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ دنیوی مال دے کر طلاق
 دیدوں، اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کی بہبودی کو چاہتی ہو تو
 اللہ تعالیٰ نے تمہاری نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ دونوں امر میں سے آنحضرت ﷺ کی ازواج
 مطہرات نے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کی رضا مندی کو اختیار کیا، اور دنیا کی زندگی پر آخرت کے گھر کو ترجیح دی۔ بعد
 اسکے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا کی خوبی اور آخرت کے ثواب کو جمع کر دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ازواج مطہرات کو دنیا یا آخرت کو پسند کرنے کا اختیار دیا
 تو اللہ کے رسول ﷺ پہلے پہل میرے پاس تشریف لائے، اور یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ: ”جلدی نہ کرنا۔ اپنے
 والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرنا“۔ انہوں نے عرض کیا: ”حضور ﷺ کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ
 کو اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو چاہتی ہوں“، اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا کہ اے نبی کی بیوی! تم
 میں سے جو کوئی صریح حیا کے خلاف جرأت کرے گی، تو اس کو دو گنا عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا
 مَرَّتَيْنِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿۳۱﴾ يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ
 كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
 الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۳۲﴾

اور ۱۔ جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور اس کے رسول کی، اور نیک کام کرے تو ہم اس کو اوروں سے دو ہر اٹھارے
 دیں گے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے ﴿۳۱﴾ اے نبی کی بیوی! تم (مرتبہ میں) اور
 عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پر ہیزگاری اختیار کرو، پس تم (اجنبی مردوں سے) بات کرنے میں ایسی نرمی نہ
 کرو کہ جس (منافق) کے دل میں بیماری ہے کہ وہ لالچ کرے، اور بات معقول کہو (یعنی دین اسلام کی اور نیکی
 کی تعلیم اور پند و نصیحت کی) ﴿۳۲﴾

پردہ کا حکم، ازواج مطہرات اور اہل بیت (علیہم الرضوان) کے فضائل

۱۔ اے نبی کی بیوی! تم میں سے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی دل سے ہمیشہ تابعدار رہے گی، اور عمل اچھے کرے گی تو ہم
 اس کو ثواب اوروں سے دو ہر اڑیں گے۔ یعنی اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا زیادہ ثواب دیں گے، تو تمہیں بیس گنا زیادہ دیں
 گے، کیونکہ تمام جہان کی عورتوں پر تمہیں شرف و فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مرتبہ امت کی نیک عورتوں سے دنیا
 اور عقبیٰ میں بڑھ کر ہے، کیونکہ دنیا میں امت کے ہر مرد کو حکم ہے کہ وہ اپنی ماں کے برابر تمہاری عزت کرے۔ اور عقبیٰ میں
 آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجہ میں تمہارا مقام ہوگا۔ آگے آداب تعلیم ہیں کہ اگر بضرورت غیر مرد سے پس
 پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت اور نرمی نہ آنے پائے۔ اور بات میں لوج نہ ہو۔ عفت مآب خواتین کے
 لئے یہی شایاں ہے۔ اور ”معقول بات کہو“ کا مطلب یہ ہے یہ دین و اسلام کی اور نیک تعلیم اور پند و نصیحت، کی اگر ضرورت
 پیش آئے تو بے لوج لہجہ سے بات کہو۔ اور اسلام سے پہلے جس طرح عورتیں بے پردہ اور اپنا بناؤ سنگھارا اجنبی مردوں کو دکھاتی
 پھرتی تھیں، کہ جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں۔ اور پچھلی جاہلیت سے آخر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے
 افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ پس اپنے گھروں میں بیٹھ کر نماز زکوٰۃ، اور اسی طرح کے اللہ اور رسول ﷺ کی
 فرمانبرداری کے کاموں میں لگی رہو۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ
 الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ
 لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾
 وَادْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
 كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿۳۴﴾

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور دکھاتی نہ پھرو جیسا کہ پہلے جاہلیت (یعنی قبل اسلام) کے زمانہ میں بے پردگی کا دستور تھا۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی (ﷺ) کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی (یعنی گناہوں کی نجاست) دور کر دے اور تم کو (ہر طرح ظاہر او باطن) پاک کر کے خوب سترا کر دے ﴿۳۳﴾ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن) اور حکمت (یعنی حدیث شریف)، بیشک اللہ رازداں پورا خبردار ہے ﴿۳۴﴾

۱۔ اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور اہل بیت میں آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سب داخل ہیں۔ آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ان آیات میں اہل بیت کو یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا، کیونکہ گناہوں کا مرکب ان سے ایسا ہی طوٹ ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے، اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔ فرمایا تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت آمیز کلام رات دن پڑھے جاتے ہیں، اس کو تم یاد کرو اور لوگوں کو بطور نصیحت کے سناؤ۔ تمہارے گھروں میں دارین کی نعمتیں ہم نے اتار رکھی ہیں، تم اس کی قدر کرو۔ بعض کے نزدیک آیات اللہ سے قرآن اور حکمت سے حدیث شریف کے حفظ کرنے پر کمال ترغیب ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کمال مہربان اور سب چیزوں سے پورے طور پر خبردار ہے۔ اور سب حکمتیں اس کو معلوم ہیں، جو مناسب جانتا ہے وہ کرتا ہے، اور سب کے انجام سے پورا پورا واقف ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ
 وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ
 وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّالِحِينَ
 وَالصَّالِحَاتِ وَالْحَفِظِينَ وَالْحَفِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا
 الذِّكْرَاتِ ۗ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۵﴾

پیشک۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ﴿۲۵﴾

مومن کی دس نشانیاں

۱۔ شان نزول: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں، تو ازواج نبی ﷺ سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”نہیں“ تو اسماء نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں۔ فرمایا: ”کیوں“ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ عورتوں کی تعریف فرمائی گئی۔ اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہے ﴿۱﴾ دوسرا ایمان ہے کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہونا ہے ﴿۲﴾ تیسرا مرتبہ قنوت یعنی عبادت ہے ﴿۳﴾ چوتھا مرتبہ کہ وہ صدق نیات و صدق اقوال و افعال ہے ﴿۴﴾ پانچواں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں اور عبادتوں کی پابندی کرنا، اور ممنوعات سے پرہیز کرنا، رضائے الہی کے لئے اختیار کیا جائے ﴿۵﴾ اس کے بعد چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب و جوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے ﴿۶﴾ اس کے بعد

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ۝۳۶

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو (اختیار) پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا ۝

ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریق فرض و نفل دینا ہے ۝ پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے۔ یہ بھی فرض و نفل دونوں کو شامل ہیں۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درم صدقہ کیا وہ مصدقین میں، اور جس نے ہر مہینہ ایام بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے ۝ اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے، اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے، اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے۔ ۝ سب سے آخر دسویں مرتبہ کثرت ذکر کا بیان ہے۔ ذکر میں تسبیح حمید جہلیل تکبیر، قرأت قرآن، علم دین کا پڑھنا، نماز و عظ نصیحت، میلاد شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جبکہ وہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔ ان اوصاف کے مرد اور عورتوں کا انجام یہ ہے کہ تیار کر رکھی ہے اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم رکھا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو باتیں اس آیت میں ذکر کی گئیں ہیں جس مرد یا عورت میں یہ باتیں ہوں گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے مرد اور ایسی عورتوں کو بڑا اجر عنایت فرمائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہ کر طرح طرح کی راحت پائیں گے۔ جنت کی ایسی نعمتیں ہیں جن کی تفسیر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

۱۔ شان نزول: یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسدیہ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضور پُر تو ر ﷺ نے زید بن حارثہ کی جن کو آنحضرت ﷺ نے آزاد کیا تھا، اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے زینب سے جو آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں منگنی کرنی چاہی۔ انہوں نے انکار کیا اور عرض کرنے لگیں: ”یا رسول اللہ! میں آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، اور قریش کی سردار ہوں۔ میں اپنے لئے زید کو پسند نہیں کرتی“۔ انکے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انکار کیا۔ اس وقت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جب خدا اور اس کا رسول (ﷺ) ایک بات کا حکم دے چکے تو پھر ایمان والوں کو اس میں اپنا کچھ اختیار باقی نہیں رہا، اور جو نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی نے عرض کیا کہ جو آپ کا حکم ہو ہم اس میں راضی ہیں، پس آنحضرت

ﷺ نے زینب کا نکاح زید سے کر دیا، اور ان کا مہر دس دینار ساٹھ درم، ایک جوڑا جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں، پچاس مد (ایک پیانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں **مسئلہ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو چکا تو آنحضرت ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ: ”حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی ازواجِ طاہرات میں داخل ہوں گی، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔“ آخر کار ایک مدت تک زینب زید کے نکاح میں رہیں، ان کی تقدیر میں پیغمبر ﷺ کی بیوی بننا لکھا تھا، اور آنحضرت ﷺ کو بھی خدا کی طرف سے اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ کسی روز حضرت زینب رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں آئیں گی۔ لیکن آپ کسی سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدم اطاعت، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تنگ ہو کر ان کو علیحدہ کرنا چاہا۔ رسول کریم ﷺ اگرچہ جانتے تھے کہ یہ امر ہونے والا ہے مگر آپ نے بطور مشورہ کے منع کیا کہ تم اس کو طلاق نہ دو اور خدا کا خوف کرو۔ بشریت سب کے ساتھ لگی ہے خاوند بیوی میں ایسا ہوتا ہی ہے۔ شدنی امر ہو کر رہتا ہے، جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ کو لوگوں کے طعن کا اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کرنے کا، اور ایسا کرنے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جو ان کی منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی۔ مقصود یہ ہے کہ امر مباح میں بے جا طعن کرنے والوں کا کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہئے۔ جب زید نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیدی اور عدت گزر گئی تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت کا پیام لے کر گئے۔ اور انہوں نے سر جھکا کر کمال شرم و ادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی جو میرے رب کو منظور ہو اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہِ الہی میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا، فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم کہتے تھے کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور علیحدہ نہ کر، اور خدا سے ڈر، اور اللہ تعالیٰ جس بات کو ظاہر کرنے والا تھا، تم اس کو ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ زینب سے تمہارا نباہ نہیں ہو سکے گا، اور طلاق ضرور واقع ہوگی۔ اس کو زبان پر نہیں لاتے کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح کروں گا تو طرح طرح کی بدگوئی سنی پڑے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کو اس رسم کا مٹانا منظور تھا۔“ فرمایا کہ ہم نے جو یہ کیا کہ اول زینب کا زید سے نکاح کر دیا، پھر اس سے چھڑا کر آپ کے ساتھ نکاح کر دیا، اس لئے ہم نے یہ کیا تاکہ مسلمانوں کو ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کر لینے میں کچھ دقت نہ ہو۔ جبکہ ان کے منہ بولے بیٹے ان سے مطلب حاصل کر چکے ہوں۔ طلاق دیدی ہو عدت پوری ہو گئی ہو۔ اللہ کا کام ہو کر رہتا ہے جیسا اللہ کو منظور تھا وہی ہوا۔

وَ اِذْ تَقُولُ لِلَّذِي اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللهُ اَحْسُ اَنْ تَخْشَاهُ ۗ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۗ وَكَانَ اَمْرُ اللهِ مَفْعُولًا ﴿۲۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فَبِمَا فَرَضَ اللهُ لَهُ ۗ سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۗ وَكَانَ اَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ﴿۲۸﴾

اور (اے محبوب ﷺ یاد کرو) جب تم اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور تم نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ رکھتے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں (کے طعنوں) کا ڈر تھا، اور اللہ زیادہ سزاوار (حق دار) ہے کہ اس کا خوف رکھو، پس جب زید نے زینب سے اپنی حاجت انجام کو پہنچائی (اور طلاق دے دی اور عدت گزر چکی) تو ہم نے تمہارے نکاح میں دیدی تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالکوں کی بیبیوں سے نکاح کے کرنے میں کچھ حرج نہ رہے جب کہ ان سے ان کا کام ختم ہو جائے، اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا تھا ﴿۲۷﴾ نما پر اس بات میں کچھ حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان (پیغمبروں) کے حق میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے ﴿۲۸﴾

حقیقی باپ کا ذکر

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ نے جو طریقہ اپنے نبی کے واسطے جائز کر دیا ہے، وہ مثل اس طریق کے ہے جو پہلے نبیوں کا طریقہ تھا کچھ اس سے لمبوٹ میں فرق نہیں آتا۔ دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیبیاں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں۔ اگر یہ نبی ﷺ اس پر عمل در آمد کریں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں، اللہ کا جو حکم مقرر ہو چکا ہے وہ

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۴۰﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿۴۱﴾

وہ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے ﴿۳۹﴾ محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آپ سب نبیوں کے مہر ہیں (یعنی نبوت آپ پر ختم ہے) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ﴿۴۰﴾ اے مسلمانو! اللہ کو بکثرت یاد کرو ﴿۴۱﴾

نہیں ملتا ہے۔ وہ انبیاء سابقین کیسے تھے جو اپنے رب کے پیغام امت کو پہنچایا کرتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے۔ اے محبوب ﷺ تم تو سب سے افضل ہو، پھر تم لوگوں کا خوف کیوں کرو گے۔ پھر فرمایا نیکوں کی فرمانبرداری اور بدوں کی بدگوئی کے حساب کتاب کے لئے اللہ کا علم کافی ہے۔ ایک دن ان سب باتوں کا حساب و کتاب ہو کر جزا و سزا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کے زید بن محمد کہنے سے محمد ﷺ غیر کی اولاد کے باپ نہیں ہو سکتے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منکوحہ آپ کیلئے حلال نہ ہوتی۔ آپ کے فرزند تو حضرت قاسم اور طیب اور طاہر و ابراہیم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، جو اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے۔ انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔ اور سب رسول ناصح، شفیق اور واجب التوقیر و لازم اطاعت ہونے کے لحاظ سے اپنی امت کے باپ کہلاتے ہیں۔ بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں، لیکن اس سے امت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی، اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لئے ثابت نہیں ہوتے۔

ختم نبوت

وہ تو اللہ کے محبوب ﷺ اور خاتم النبیین ہیں۔ نبوت آپ پر ختم ہو گئی، آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں، مگر نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل ہوں گے۔ اور اسی شریعت پر حکم کریں گے، اور آپ ہی کے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے تو وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا علم بہت وسیع ہے، اس نے ہر بات اپنے علم کے موافق ٹھہرائی ہے، اس میں کسی کو کچھ دخل نہیں دینا چاہئے۔

اے ان آیتوں میں فرمایا کہ اے مسلمانو! دل سے، زبان سے، ہاتھ پیروں سے، ذکر الہی میں لگے رہو، اور نمازوں میں صبح اور عصر کی نماز کا بڑا خیال رکھو کہ صبح کی نماز کا وقت غفلت کا وقت ہے، اور عصر کی نماز کا وقت کام کاج کا ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ
لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ۗ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ
رَاحِمًا ﴿۳۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۗ وَ أَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا
كَرِيمًا ﴿۳۴﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَ
نَذِيرًا ﴿۳۵﴾ وَ دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿۳۶﴾ وَ بَشِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿۳۷﴾

اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کیا کرو ﴿۳۲﴾ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو (گمراہی کے) اندھیروں سے (نور ایمان کی) روشنی کی طرف نکالے، اور اللہ مسلمانوں پر مہربان ہے ﴿۳۳﴾ ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے (یعنی موت یا قبروں سے نکلنے یا جنت میں داخل ہونے کے وقت) اور ان کے لئے (جنت میں) عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے ﴿۳۴﴾ اے نبی ﷺ! بیشک ہم نے تمہیں گواہی دینے والا اور خوشخبری پہنچانے والا اور ڈرسانے والا ﴿۳۵﴾ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب (بنا کر) بھیجا ﴿۳۶﴾ اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے ﴿۳۷﴾

لوگ ذکر الہی اور نماز صبح اور شام کے پابند ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعاء خیر کی برکت سے وہ گمراہی کے اندھیروں سے راہ راست کے اُجالے میں رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر مہربان ہے، وہ ہمیشہ ایسے لوگوں کو دنیا میں راہ راست پر رکھے گا، اور عقبیٰ میں اس کے اجر میں ان کو جنت میں داخل کرے گا جہاں یہ لوگ خوشی سے آپس میں سلام علیک کریں گے۔ جس سلام علیک کا مطلب گویا یہ مبارکباد ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا کر امن و امان سے جنت میں داخل کیا۔

فضائل مصطفیٰ ﷺ

اے اے محبوب ﷺ! درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے تُوْر نبوت نے پہنچائی، اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے تُوْر حقیقت افروز سے دور کر دیا، اور خلق کیلئے معرفت و توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں، اور ضلالت کی وادی تاریک میں گم کرنے والوں کو اپنے تُوْر نبوت سے ضماْر و بصاْر اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔ حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے۔ اس لئے اس کی صفت میں مُنیر و ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدی کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے، پھر فرمایا جو کافر اور منافق تمہارے رسالت کے

وَلَا تُطْعَمُ الْكُفْرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعَا ذُرِّيَّتَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ وَ
 كَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿۳۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ
 ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا
 فَمَتَّعُوهُنَّ وَسَرَحُوهُنَّ سَرَاحًا جَبِيلًا ﴿۳۹﴾ يَا أَيُّهَا
 النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ

اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس سے درگزر کرو، اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کا ذی کار ساز ہے ﴿۳۸﴾ اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے (کسی وجہ سے) طلاق دے دو، پس تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں کہ تم اس کا شمار کرو، پس ان کو کچھ (مال سے) فائدہ دے دو اور اچھی طرح سے ان کو رخصت کر دو ﴿۳۹﴾ اے نبی! مسلمان عورتوں کو تمہاری وہ بی بیوں حلال کیں کہ جن کو تم ان کا مہر دو۔

کام میں فتور ڈالیں تو اے محبوب ﷺ! ان کا کہنا نہ سنو، اور ان کی جہالت کی باتوں پر صبر کر کے اپنے کام کے پورا کرنے میں اللہ پر بھروسہ رکھو۔

عدت کا ذکر

پھر فرمایا اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، اور پھر تم صحبت سے پہلے کسی وجہ سے طلاق دیدو، تو پھر عورتوں کو عدت میں بٹھانے کا کچھ حق نہیں ہے۔ جس سے تم مہینوں یا حیضوں سے گنتی کرنے لگو، پھر تم ان کو نہیں روک سکتے بلکہ اس وقت ان کو اختیار ہو جاتا ہے کہ دوسرا نکاح کر لے۔ پس ایسی عورت کو کچھ فائدہ اپنی حیثیت کے موافق دے کر اچھی طرح رخصت کر دو۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کو قبل مباشرت طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں ہوگی۔ **مسئلہ**۔ خلوت صحیح قربت کے حکم میں ہے تو اگر خلوت صحیح کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہوگی اگرچہ مباشرت نہ ہوگی ہو۔ **مسئلہ**۔ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں آدھا مہر واجب ہوگا، اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تو آدھی پر اپنی حیثیت کے موافق فائدہ دینا ضرور ہے۔

نکاح کرنے کی شرط

۱۔ ان آیتوں میں اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم جن بیویوں کو مہر دے چکے ہو وہ اللہ نے تم پر حلال کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کی بی بیوں کا مہر پانسو درم تھا، مگر اس حکم سے تین بی بیوں مستثنیٰ ہیں ایک تو ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ ان کا

وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَيْكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِيُكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہارے پھوپھویوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہاری خالوں کی بیٹیاں، جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور حلال کی ایمان والی عورت اگر وہ اپنا نفس نبی کو بخش دے (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ نبی اگر اسے نکاح میں لانا چاہے، یہ (اجازت اے محبوب! ﷺ) خاص تمہارے لئے ہے سب مسلمانوں کیلئے نہیں، بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے حق میں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں کے حق میں مقرر کیا ہے، یہ خصوصیت تمہاری اس لئے کہ تمہیں کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝

مہرنجاشی بادشاہ حبشہ نے چار سو دینار دیا۔ حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کہ جن کو آنحضرت ﷺ نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔ مسئلہ۔ غنیمت میں ملنے کا ذکر بھی یہاں فضیلت کیلئے ہے کیونکہ مملوکت مملکت میں خواہ خرید سے ملک میں آئی ہوں، یا ہبہ سے، یا وراثت یا وصیت سے، وہ سب حلال ہیں۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! اگر کوئی مسلمان عورت بغیر مہر اور بغیر مشروط نکاح اپنی جان آپ کو نذر کرے، بشرطیکہ آپ سے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو ہم نے آپ کیلئے اس عورت کو حلال کیا۔ یہ نکاح بے مہر خالص آپ کیلئے جائز ہے، امت کیلئے نہیں ہے۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! تمہارے نکاح کے حکموں کے علاوہ امت کے مسلمانوں کو چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور انکے ہر ایک نکاح میں عورت کے وارث کی اجازت اور گواہوں کی گواہی ضرور ہے، اور لونڈیوں کی صحبت میں رکھنے کی انکو اجازت ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ نکاح کے احکام اس واسطے تفصیل وار نازل فرمائے ہیں کہ اے محبوب ﷺ! تمہاری امت کے مسلمان لوگوں کو اس باب میں کچھ تنگی نہ رہے۔ اور ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے یہ لوگ جو بے احتیاطی کر چکے، اسکو اللہ معاف کر نیوالا اور بخشنے والا مہربان ہے۔

تُرْجَىٰ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْتَىٰ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ۖ وَمَنْ ابْتِغَيْتَ
 مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۖ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنَهُنَّ ۖ
 لَا يَحْزَنَ ۖ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْنَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي
 قُلُوبِكُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝۵۱ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ
 وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ

تم نے ان بی بیوں میں سے جس کو چاہو علیحدہ رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا ان میں سے تمہاری خواہش ہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں، یہ اجازت اس لئے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور جو کچھ تم ان کو دو اس پر سب کی سب خوش رہیں، اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے، اور اللہ جاننے والا نکل والا ہے ۵۱ ان کے بعد ۲ اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تم ان (موجودہ) بی بیوں کی جگہ دوسری بیبیاں بدل لو۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس بی بی کو چاہیں پاس رکھیں، اور بی بیوں میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ لیکن باوجود اس اختیار کے سید عالم ﷺ تمام ازواج مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے تھے، اور ان کی باریاں برابر رکھتے۔ بجز حضرت سودہ کے جنہوں نے اپنی باری کا دین حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدیا تھا۔ اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی ازواج میں ہو۔ مسئلہ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چند بیبیاں کر لے، اور پھر ان کے درمیان مساوات و انصاف قائم نہ رکھے تو قیامت کے روز ایسی حالت میں اٹھے گا کہ اسکا آدھا جسم گلا ہوا ہوگا۔ اور نیز یہ بھی فرمایا کہ جس کی ایک بیوی ہو اور اس کو تنگ رکھے، اس کا انجام بھی خراب ہوگا۔ آگے فرمایا ازواج میں سے آپ نے جس کو معزول یا ساقط القسمہ کر دیا ہو، آپ جب چاہیں اس کو نوازیں۔ اس کا آپ کو اختیار دیا گیا ہے کیونکہ جب وہ جانیں گی کہ یہ تفویض اور یہ اختیار آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے، تو ان کے قلوب مطمئن ہو جائیں گے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا نکل والا ہے۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان نو بیویوں کے بعد جو آپ کے نکاح ہیں، جنہیں آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کو اختیار کیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کیلئے ازواج کا نصاب نو ہے جیسے کہ امت کیلئے چار، فرمایا انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لو۔ ایسا بھی نہ کرو۔ یہ احترام ان ازواج کا اس لئے ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے

وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ۝۵۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنَّ إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ

اگرچہ تم کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر تمہارے ہاتھ کا مال لونڈیاں (دوست) ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ۵۲ اے مسلمانو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً جس وقت تم کو کھانے کے لئے بلایا جاوے نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو، بیشک اس سے نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔

انہیں اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللہ و رسول ﷺ کو اختیار کیا اور آسائش دُنیا کو ٹھکرادیا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے انہیں پر اکتفا فرمایا اور آخر تک یہی بیباں حضور ﷺ کی خدمت میں رہیں۔ حضرت عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آخر میں حضور ﷺ کے لئے حلال کر دیا گیا تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں۔ اس تقدیر پر آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت انا احلنا لك ازواجك التي، ہے کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

معاشرتی آداب

۱۔ شان نزول: جب آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں، اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں۔ آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے، اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا، اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے۔ آنحضرت ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے، اور دورہ فرما کر تشریف لائے۔ اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے۔ تب حضور اقدس دولت سرائے میں داخل ہوئے۔ اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس سے آنحضرت ﷺ کی کمال حیا اور شان کرم و حسن اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے، بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسن آداب کا اعلیٰ ترین معلم ہے۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ۗ ذَلِكُمْ
 أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۗ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ
 وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَرْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۗ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ
 اللَّهِ عَظِيمًا ﴿۵۲﴾ ۝ إِنَّ تَبْدُؤَ شَيْئًا أَوْ تَخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ
 عَلِيمًا ﴿۵۳﴾ ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْنَ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا
 إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا
 نِسَاءِيَهُنَّ وَلَا مَمْلَكَتٍ أَيْمَانُهُنَّ ۚ

اور جب نبی کی بیویوں سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو، اس میں تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی زیادہ ستھرائی ہے، اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا بھاری گناہ ہے ﴿۵۲﴾ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے تو بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿۵۳﴾ لہٰذا ان عورتوں پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے باپ اور بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجیوں اور اپنے بھانجیوں اور اپنی دینی عورتوں اور اپنی کنیزوں سے پردہ نہ کریں۔

پردہ کا حکم

لہٰذا ان آیتوں میں فرمایا کہ ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات دسواں اور خطرات سے امن میں رکھتی ہے۔ اور تم کو زیبا نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف کوئی ایسا کام کرو جو خاطر اقدس پر گراں ہو۔ جس عورت سے آنحضرت ﷺ نے عقد فرمایا وہ حضور ﷺ کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو امت کے لوگوں کی ماں ٹھہرا دیا تو اللہ کے رسول ﷺ کی کسی بیوی سے امت کا کوئی شخص کسی نکاح نہیں کر سکتا۔ اس میں اعلام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپکی حرمت ہر حال میں واجب کی۔ شان نزول: جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۵۵ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۵۶ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝۵۷

اور اے عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو، بیشک اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے ۝۵۵ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی (محمد ﷺ پر) درود اور خوب سلام بھیجا کرو ۝۵۶ بیشک جو (کفار) لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو، ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے، اور ان کے لئے (آخرت میں) ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۝۵۷

درود شریف کے فضائل

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی محمد ﷺ پر خوب درود اور سلام بھیجا کرو۔ جب اس نبی ﷺ کا ہمارے ہاں اتنا رتبہ ہے کہ خود ہم اور ہمارے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں، تو تم کو بہ طریق اولیٰ اس نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ضروری ہوا۔ اور اللہ پاک نے جو نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کو تمام عالم میں پسند کیا، اور مصطفیٰ اور اپنا محبوب گردانا تو جس طرح اللہ پاک کو اپنی تعریف بندوں کی زبان سے اچھی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو تعظیم اور دعا کے ساتھ پسند فرمایا۔ اس پر نبی ﷺ کا عجب رتبہ اور بارگاہ الہی میں دعا کا وسیلہ ہے۔ بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ کی طرف سے ہر درود کے بدلے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، دس گنا اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے، دس نیکیاں اس کے واسطے لکھی جاتی ہیں، دس برائیاں اس سے دور کی جاتی ہیں۔ دعائے ننگے سے پہلے درود شریف پڑھا جاوے تو دعا قبول ہوتی ہے، ورنہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔ درود شریف سے آنحضرت ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ گناہ معاف ہوتے ہیں، مشکلیں آسان ہوتی ہیں نہ حدیثوں میں ہزاروں فوائد لکھے ہیں، غرض یہ کہ ہر شخص کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت لازم ہے، کیونکہ جس کے دل میں آپ کی محبت نہ ہوگی، تو اس کے دل میں قرآن کی محبت بھی نہ ہوگی، اور خدا کی بھی نہ ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو لوگ درود پڑھنے سے غافل ہیں، قیامت کے دن درود شریف پڑھنے والوں کا ثواب دیکھ کر ان غافل لوگوں کو بڑی حسرت آوے گی۔ بعض حدیثوں اور کچھ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص درود

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا كَتَبْنَا فَقَدْ
 احْتَبَلُوا بِهَتَانَا وَ اِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ
 بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۗ ذٰلِكَ
 اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾

اور جو لوگ مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر کسی برائی کے کہ عمل میں لائے ہوں ایذا پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ اپنے سر لیا ﴿۵۸﴾ اے نبی! ﷺ اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو (کہ یہ شریف ہیں) پھر ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۵۹﴾

شریف پڑھنا بھول گیا وہ گویا جنت کا راستہ بھول گیا۔ اس لئے مسلمانوں کو درد شریف کا زیادہ درد رکھنا چاہئے۔

منافقوں کا انجام اور عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایذا دی، اس نے مجھ کو ایذا دی، اور جس نے مجھ کو ایذا دی، اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اس حدیث کو ملا کر ان آیتوں کی تفسیر کا حاصل یہ ہوا کہ جس کسی نے ناجبھی سے اللہ تعالیٰ کے ایذا کی کوئی بات منہ سے نکالی، یا اللہ کے رسول ﷺ یا آپ کے صحابہ کے ایذا کی کوئی بات، یا مسلمان مرد یا عورت پر کوئی جھوٹا بہتان لگایا، تو ایسا شخص اللہ کی رحمت سے دور قرار پا کر بڑا گنہگار اور سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔

۱۔ شان نزول: جب منافق لوگ شریف عورتوں کو راستہ میں چھیڑا کرتے تھے، اور جب ان منافقوں کو دھمکایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ شریف مسلمان عورتوں کو تم کیوں چھیڑا کرتے ہو، تو کہتے تھے کہ ہم نے انکو شریف جان کر نہیں چھیڑا بلکہ لوٹھی جان کر چھیڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، پھر فرمایا کہ منافقوں کی ایک اور بھی ایذا رسانی تھی وہ یہ کہ مدینہ میں طرح طرح کی خوفناک خبریں اڑا کر لوگوں کو پریشان کیا کرتے تھے، کہ فلاں بادشاہ چڑھ کر آتا ہے وہ آ کر یوں قتل عام کرے گا، فلاں قوم آتی ہے۔ ان سب کی نسبت فرمایا ہے کہ اگر یہ منافق اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، شک و شبہ یا مرض زنا کاری ہے، اور وہ جو افواہیں اڑایا کرتے ہیں باز نہ رہیں گے۔ تو اے محبوب ﷺ! تم کو ہم ان پر ابھاریں گے اور مسلط کریں گے، پھر مدینہ ان سے خالی کر لیا جائے گا۔ اور یہ مدینہ سے باہر نکل کر بھی خوش حال نہ رہیں گے بلکہ ذلیل و خوار ہو کر کہ جہاں پاویں پکڑیں جاویں اور قتل کئے جائیں گے۔ یہ جملہ بطور تہدید کے ہے کہ اگر منافق اس بات سے باز نہ آئیں گے

لَیِّنٌ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَ الَّذِیْنَ فِی قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَ
 الْمُرْجِفُونَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنْ نُعْرِیْكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَكَ فِیْهَا اِلَّا
 قَلِیْلًا ۙ ﴿۲۰﴾ مَلْعُوْنِیْنَ ۙ اَیْبَا تُقْفُوْا اُخْدُوْا وَ قَتَلُوْا تَقْتِیْلًا ﴿۲۱﴾
 سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ
 تَبْدِیْلًا ﴿۲۲﴾ یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۗ قُلْ اِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ
 اللّٰهِ ۗ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۲۳﴾

اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں (برے خیال کی) بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے، تو بیشک ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ تمہارے پاس مدینہ میں نہ رہیں گے، مگر تھوڑے دنوں ﴿۲۰﴾ لعنت کئے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جاویں اور گن گن کر قتل کئے جاویں ﴿۲۱﴾ جیسا کہ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں بھی جو پہلے گزر گئے اور تم خدا کا دستور ہرگز کہیں بدلا ہوا نہ پاؤ گے ﴿۲۲﴾ (منکر) لوگ! تم سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ﴿۲۳﴾

تو جہاں پائے جاویں گے قتل کئے جاویں گے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ گزر چکے ان میں بھی اللہ پاک کا یہی دستور رہا ہے کہ ایسے لوگوں کو ہمیشہ غارت کرتا رہا ہے، اور خدا کے دستور کو تم بدلتا ہوا نہ دیکھو گے۔ اگر انہوں نے اپنے اعمال سے توبہ نہ کی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے دستور کو ان کے ساتھ برتے گا، اور جو بیان کر دیا ہے وہ کر دکھاوے گا۔

۱۔ شان نزول: مشرکین جو تمسخر و استہزاء اور ستانے کے طور پر گھڑی گھڑی اے محبوب ﷺ تم سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے ہیں گویا کہ ان کو بہت ہی جلدی ہے، اور یہودی اس کو امتحاناً پوچھتے تھے کیونکہ توریت میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ جب لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے قیامت کا حال پوچھا کرتے تو آپ ایک نو عمر لڑکے کی طرف نظر ڈال کر یہ فرمادیا کرتے کہ اس لڑکے کے بوڑھا ہونے سے پہلے موجودہ لوگوں میں سے اکثر لوگ مر جائیں گے، اور مرنے کے ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کو اپنا قیامت کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكُفْرِينَ وَآمَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ۖ ﴿٢٣﴾ خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَا
 يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۖ ﴿٢٤﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ
 يَلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ ۖ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا
 كِبَرَاءَ نَفَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا ۖ ﴿٢٦﴾ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ
 وَالْعَنَهُمُ لَعْنًا كَبِيرًا ۖ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا
 مُوسَى فَبَرَّ أَلَّا اللَّهُ مَبْقَالُوا ۖ وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۖ ﴿٢٨﴾

بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ﴿۲۳﴾ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اس
 میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار ﴿۲۴﴾ جس دن کہ ان کے منہ آگ میں پھیرے جائیں گے کہیں گے اے
 کاش! ہم خدا کی فرمانبرداری کرتے ہوتے اور رسول کا حکم (دنیا میں) ماننا ہوتا (تو آج اس عذاب میں نہ گرفتار
 ہوتے) ﴿۲۵﴾ اور کہیں گے: ”اے ہمارے پروردگار! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں
 نے ہم کو (سیدھے) راستے سے گمراہ کر دیا ﴿۲۶﴾ اے پروردگار! ہمارے! ان کو دو گنا عذاب دے (کیونکہ وہ خود
 بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا) اور ان پر بڑی لعنت کر“ ﴿۲۷﴾ اے مسلمانو! تم ان لوگوں
 جیسے نہ ہو جانا کہ جنہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو رنج پہنچایا، پس اللہ نے موسیٰ کو بری کر دیا اس بات سے جو
 انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے نزدیک عزت دار ہے ﴿۲۸﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

لے ان آیتوں میں فرمایا اے مسلمانو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا کہ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستایا۔ حضرت موسیٰ علیہ
 السلام کو اس عیب سے جو لوگوں نے لگایا تھا بری کیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک بڑے عزت دار تھے۔ امام
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیا دار اور بڑے
 پردہ کرنے والے تھے۔ شرم کے سبب سے ان کا بدن بنی اسرائیل میں سے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے بنی اسرائیل میں کچھ
 موذی (شرارتی) لوگوں نے انکو ستایا، اور کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بدن کے کسی عیب کے سبب سے اس قدر پردہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٤٠﴾ يُصْلِحْ
لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٤١﴾ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۗ
إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٤٢﴾

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو ﴿۴۰﴾ کہ اللہ (اسکے صلہ میں) تمہارے اعمال تمہارے لئے درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے تو بیشک لے وہ بڑی کامیابی کو پہنچا ﴿۴۱﴾ بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی تو انہوں نے اسکے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور اسکو آدمی نے اٹھالیا، بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے ﴿۴۲﴾

کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عیب سے یوں بری کیا کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے جا کر اپنے کپڑے اتارے، اور ایک پتھر پر رکھ دیئے اور نہانے لگے، جب نہا چکے اور اپنے کپڑے لینے کے لئے آگے بڑھے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لاشی لے کر پتھر کے پیچھے دوڑے، اور فرمانے لگے: ”او پتھر! میرے کپڑے دیدے، او پتھر! میرے کپڑے دیدے“ یہاں تک کہ وہ پتھر بنی اسرائیل میں جا پہنچا اور ٹھہر گیا۔ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تمام جسم نہایت صاف اور بے عیب دیکھا۔ اس کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی باتوں سے بری فرمایا۔ دوسری روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ایک پہاڑ پر گئے تو وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ! تم نے ہی ان کو مار ڈالا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا اور وہ حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ اٹھا کر بنی اسرائیل کے روبرو لائے، اور جنازے میں سے آواز آئی کہ میں اپنی موت سے مرا ہوں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام بجالاؤ اور کوئی کام ایسا نہ کرو جو ان کے رنج و ملال کا باعث ہو۔ پھر فرمایا اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، تاکہ اللہ اسکے صلہ میں تمہارے اعمال کو درست کر دے، اور تمہارے گناہ معاف کر دے، اور جس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو وہ شخص بڑی مراد کو پہنچا۔ اور بڑی مراد کو پہنچنا یہی ہے کہ اللہ اس کو عذاب دوزخ سے بچائے گا، اور جنت میں داخل کرے گا، جہاں ہر طرح سے ہمیشہ کا عیش و آرام ہے۔

لے اس آیت میں امانت کا جو ذکر ہے اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو اللہ نے انسان پر فرض کی ہیں۔ جس کے ادا کرنے سے

لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَ
 يَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
 رَحِيمًا ۝

انجام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے
 اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر رحمت سے توجہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۝

انسان کی نجات ہے۔ اس امانت کو اللہ نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا تھا کہ اگر اس امانت کو تم
 پورے طور پر ادا کرو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا ورنہ تم کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ وہ اس شرط سے ڈرے، اور اس امانت کو قبول
 نہیں کیا۔ پھر اللہ نے اس امانت کو حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کیا، اور انہوں نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس
 امانت کو قبول کر لیا۔ اللہ کو اپنے علم ازلی سے یہ بات معلوم تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بہت سی اولاد اس امانت میں خیانت
 کرے گی۔ اسی واسطے اللہ نے فرمایا کہ انسان بڑا نادان ہے کہ بغیر انجام سوچے اتنا بڑا بوجھ اپنے سر پر لے لیا۔ اور پھر انسان
 کی تسکین کیلئے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اس امانت میں کسی طرح کی خیانت کریں گے، تو اللہ غفور و رحیم ہے، وہ اس کی مغفرت
 فرما دے گا۔ ہاں جو شخص مرتے دم تک شرک و نفاق کی خیانت حق الہی میں کرے گا وہ آخرت کے عذاب میں پکڑا جائے گا۔
 کس لئے کہ انتظام الہی کے موافق دنیا کے پیدا ہونے کی بنیاد اس جزا و سزا کے فیصلہ پر قائم ہوئی ہے۔ یہ انتظام آسمان و زمین
 اور پہاڑوں کو جتلیا گیا تھا جب انہوں نے ذمہ داری سے ڈر کر اس انتظام کو اپنے ذمہ نہیں لیا، اور سب بنی آدم کے باپ
 حضرت آدم علیہ السلام نے اس انتظام کو اپنے ذمہ لے لیا تو سب بنی آدم کو اس عہد پر قائم رہنا چاہئے۔

﴿اباھا ۵۴﴾ ﴿سورۃ سبا ۵۸﴾ ﴿رکوعاھا ۲﴾

سورہ سبا مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ السبا: جو کوئی اس سورت کو سات مرتبہ صبح کے وقت پڑھے گا وہ ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور دشمن کے ظلم و
 جفا سے دور رہے گا۔ اگر اس سورت کو بعد نماز فجر پڑھ کر یرقان والے پر دم کرے اور پانی دم کر کے وہ پانی یرقان والے کے منہ
 پر چھڑکے ان شاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ
 فِي الْآخِرَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلْبِغُ فِي الْأَرْضِ
 وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ
 الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ②

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہی حکمت والا، خبردار ہے ① وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان، بخشنے والا ہے ②

توحید کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ دنیا اور آخرت میں سب تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے، کیونکہ انعام کر نیوالا دنیا اور آخرت کے لوگوں پر وہی ہے اور وہی سب کا مالک ہے۔ اور سب کے اوپر اسی کا حکم جاری ہے، سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں، اسی لئے اسی کیلئے تعریف ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔ پھر فرمایا پانی کی بوندیں جس قدر زمین میں جانے والی ہیں، اور جس قدر دانے زمین کے اندر بوئے ہوئے، اور چھپے ہوئے ہیں ان سب کی گنتی وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اس کی کیفیت اور شمار کو بھی جانتا ہے۔ اور اسی طرح جس قدر قطرے اور روزی آسمان سے اتری ہے، اور جو نیک عمل اور روحیں آسمان پر چڑھتے ہیں، ان سب کو بھی خوب جانتا ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، جو ان کی نافرمانیوں کے سبب سے ان پر جلدی عذاب نہیں بھیجتا۔ اور جو اس کے بندے اس کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اور توبہ کرتے ہیں، ان کے خطاؤں سے بڑا درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکوں کو یوں قائل کیا گیا ہے کہ جب انسان اور آسمان و زمین میں سب انسان کی ضرورت کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی، اور اس کے اختیار اور علم میں ہیں، نہ ان مشرکوں کے بتوں نے ان میں سے کوئی چیز پیدا کی، نہ کسی چیز پر ان کا کچھ اختیار چلتا ہے، نہ ان بتوں کو کسی ضرورت کی چیز کا کچھ حال معلوم ہے۔ تو پھر ان بتوں کو اللہ کی تعظیم میں شریک ٹھہرانے کا کیا حق ہے۔ اب تو دنیا میں شیطان کے بہکانے سے یہ مشرک لوگ اپنے بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں مگر مرنے کے بعد ان کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں غلطی پر تھے۔ دونوں جہان کی تعظیم اور تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے شرک سے توبہ کر کے اللہ کی وحدانیت کا جو شخص قائل ہو جائے تو اسکے زمانہ شرک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي
 لَتَأْتِيَٰكُمْ عَلِيمٌ الْغَيْبِ لَا يَعْرُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي
 السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي
 كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝۲ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝۳

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ تم فرماؤ: ”کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! وہ ضرور تم پر آئے گی (پروردگار) غیب کا جاننے والا ہے، اس سے ذرہ بھر غائب نہیں کوئی چیز نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی نہ بڑی مگر یہ کہ وہ صاف بتانے والی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے ۝ تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ۝

قیامت میں دوبارہ اٹھنے کا ذکر

۱۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا آنا جگہ جگہ قسم کھا کر تاکید سے فرمایا ہے کہ اس سے ایک تو ان منکروں کا جواب دینا مقصود ہے جو قیامت کے منکر تھے۔ اور آنحضرت ﷺ جب قیامت کا ذکر فرماتے تھے تو بڑا تعجب کرتے تھے، اور دوسرا مقصود یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب، عملوں کا تولنا، جنت اور دوزخ میں داخل ہونا، جن جن باتوں کا ذکر ہے ان باتوں پر مسلمانوں کا ایمان مضبوط ہو جائے۔ کیونکہ جب تک ان باتوں پر ایمان مضبوط نہ ہوگا، خلوص سے نیک کام آدمی سے نہ ہو سکے گا۔ جب تک نیک نیت سے نیک کام نہ کیا جائے، تو اوپری دل سے کیا کام مقبول نہیں ہے۔ قرآن شریف اور حدیث شریف میں قیامت کا نام یوم آخر جو آیا ہے اس کا سبب علماء نے یہی لکھا ہے کہ پہلا دن تو ہر انسان کے لئے وہ ہے، جس دن وہ بالکل نیست سے ہست ہو کر دنیا میں پیدا ہوا، اور دوسرا دن وہ ہوگا کہ قیامت ہو کر پھر دوبارہ انسان نیست سے ہست ہو جائے گا۔ فرمایا آسمان اور زمین اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنا یاد دلا کر منکروں کو قائل کیا ہے کہ جس طرح پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نیست سے ہست کیا ہے، اسی طرح قیامت کے دن ہوگا۔ اور جس طرح پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت سے کوئی چیز باہر نہ تھی، دوسری دفعہ بھی باہر نہیں ہے۔ کتاب مبین سے مقصود لوح محفوظ ہے، جس میں ہر ایک چھوٹی بڑی چیز دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی جا چکی ہے۔ قیامت اس لئے آئے گی کہ نیک و بد کا فیصلہ کیا جائے، پھر فرمایا کہ

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّا جَزِي
 الْيَمِّ ۝ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ
 هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ وَقَالَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُوكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُّبَيِّنُ لَكُمُ الْآيَاتِ
 مَبْرُوقٍ إِنَّا لَنفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کی ان کے لئے سخت دردناک عذاب کی سزا ہے ۝ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اترا ہے (یعنی قرآن) وہی حق ہے، اور وہ خدائے غالب سب خوبیوں والے کی راہ بتاتا ہے ۝ اور کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرکر سرگل جاؤ گے اور) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم (اس کے بعد قیامت کو) پھر نئی پیدائش ہو گے ۝

جنت میں عزت کی روزی ہوگی، جنت میں جو نعمتیں مسلمانوں کو ملیں گی، وہ نہ کسی نے آنکھ سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزر سکتا ہے۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جن لوگوں نے قرآن کی آیتوں کو جھٹلانے کی کوشش کی، اور آنحضرت ﷺ کو شاعر اور جادو گر کہہ کر جھٹلایا۔ ان بد بختوں کے واسطے سختی کا دردناک عذاب ہے۔ اب آگے فرمایا لوح محفوظ میں قیامت کا آنا جہاں لکھا ہے اور نیک و بد کی جزا و سزا کا حال لکھا ہے وہاں قیامت کے آنے کا یہ فائدہ بھی لکھا ہے کہ علم الہی کے موافق جن لوگوں نے قرآن کی نصیحت سے عقبتی کی بہبودی کی سمجھ حاصل کر لی ہے، وہ اس قرآن کی نصیحت سے روکنے والوں کا کہنا نہیں مانیں گے۔ جس کا نتیجہ ان کے حق میں یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ قرآن کی ہدایت اور جزا و سزا کی صداقت کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے بعضے جنتی اپنے دنیا کے بہکانے والوں کو دوزخ میں دیکھ کر اپنی دنیا کی ثابت قدمی اور بہکانے والوں کے بہکانے میں نہ آئے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

۲۔ ان آیتوں میں منکرین حشر کی نادانی بیان فرمائی ہے کہ ان نادانوں کے پاس اور کوئی دلیل عقلی تو حشر کے ناممکن ہونے کی

أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
 بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ
 أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ نَسْأَنخِصِفُ
 بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِم كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
 لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

کیا اس شخص نے خدا پر (قصداً) جھوٹ باندھ لیا ہے، یا اس کو جنون ہے (یہ دونوں باتیں نہیں) بلکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ۝ پس کیا انہوں نے نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے آسمان اور زمین، اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں، بیشک اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے نشانی ہے ۝

نہیں ہے، فقط یہی ایک نادانی کا تعجب انکے دل میں بسا ہوا ہے کہ ان کا گوشت پوست ہڈیاں سب کچھ گل گل کر جب خاک ہو جائے گا، تو پھر یہ دوبارہ کیونکر پیدا ہوں گے۔ اور منکرین حشر کی اس نادانی کا جواب اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن میں یہی دیا ہے کہ آخر ان کا گوشت پوست ہڈیاں گل گل کر ایسی ہی خاک ہو جائیں گی۔ جس طرح دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے کی خاک تھی، جس خاک سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا۔ جس پتلے سے سلسلہ بہ سلسلہ کروڑ ہا پتلے پیدا ہوتے چلے آتے ہیں۔ پھر ایسے قادر مطلق کو اسی خاک سے دوبارہ ہر ایک پتلا کو علیحدہ علیحدہ بنا دینا کیا مشکل ہے۔

۱۔ اس آیت میں انہی قیامت کے منکر لوگوں کو یوں سمجھایا گیا ہے کہ یہ لوگ کیا آنکھوں سے دیکھتے نہیں کہ ان کے آگے اور پیچھے آسمان اور زمین ہے۔ کہ جہاں کہیں آتے جاتے ہیں آسمان ان کے سروں پر ہے، اور زمین ان کے نیچے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور زمین ان کو گھیرے ہوئے ہیں، آگے پیچھے وہی دکھائی دیتے ہیں۔ کیا وہ اندھے ہو گئے ہیں جو اتنا نہیں دیکھتے کہ یہ دونوں اللہ کی قدرت کی کتنی بڑی نشانیاں ہیں۔ جب ان کے پیدا کرنے کی ہم میں پہلی دفعہ کی قدرت دیکھتے ہیں، تو کیا ہم ان کو دوسری بار پیدا نہیں کر سکتے، یا یہ سب ان کے کفر اور جھٹلانے کے ان کے اوپر عذاب نہیں نازل کر سکتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں، لیکن ہم نے اپنی بزدباری کے سبب سے ان کو مہلت دے رکھی ہے۔ اور پچھلی امتوں کے قصے جو ان لوگوں کو سنائے گئے ہیں، ان میں سرکشی سے باز آنے والے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والے کیلئے عبرت پکڑنے کی بڑی نشانی ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يُجِبَالٌ أَوْ يَمَعَهُ وَالطَّيْرُ ج وَالنَّالَهُ
 الْحَدِيدَ ۝۱۰ أَنْ أَعْمَلَ سُبُغَتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا
 إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱

اور بیشک ۱۔ ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنی طرف سے بزرگی دی (ہم نے حکم دیا): ”اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح کرو“ اور پرندوں کو (ان کا مسخر کر دیا) اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا ۱۰ اور (یہ حکم دیا) کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور (کڑوں کے) بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو، (اے داؤد کے گھر والو!) تم سب نیک کام کرو، بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں ۱۱

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا واقعہ

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس انعام اور فضل کا حال بیان فرمایا ہے جو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام پر کیا، کہ نبوت اور کتاب و سلطنت ان کو دی، اور بہت سا لشکر اور سامان دیا، اور اس طرح کی آواز ان کو عطا کی جب وہ تسبیح کرتے تو ان کے ساتھ اونچے اونچے پہاڑ بھی تسبیح کرتے۔ اور پرندوں کو حکم دیا کہ جب وہ تسبیح کرتے تو پرند جھک آتے، اور طرح طرح کی آوازوں سے ان کا ساتھ دیتے، یہ آپ کا معجزہ تھا۔ پھر فرمایا ہم نے ان کے لئے لوہے کو مثل موم کے نرم کر دیا یعنی آپ کے دست مبارک میں لوہا آ کر مثل موم یا گوندھے ہوئے آئے کے نرم ہو جاتا تھا، اور آپ اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنا لیتے تھے۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کے حالات کی جستجو کے لئے اس طرح نکلتے کہ لوگ آپ کو نہ پہچانیں، اور جب کوئی ملتا اور آپ کو نہ پہچانتا تو اس سے آپ دریافت کرتے کہ داؤد کیسا شخص ہے، سب لوگ تعریف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسان کی صورت میں بھیجا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے بھی حسب عادت یہی سوال کیا تو فرشتے نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں تو بہت ہی اچھے آدمی، کاش ان میں ایک خصلت نہ ہوتی۔ اس پر آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بندہ خدا کونسی خصلت ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ بیت المال سے لیتے ہیں۔ آپ نے بارگاہ الہی میں دعا کی کہ ان کے لئے کوئی ایسا سبب کر دے جس سے آپ اپنے اہل و عیال کا گزارہ کریں۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لوہے کو نرم کیا، اور آپ کو صنعت زرہ سازی کا علم دیا۔ آپ روزانہ ایک زرہ بناتے وہ چار ہزار کو بکتی تھی۔ اس میں سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ کرتے اور فقراء اور مساکین پر بھی صدقہ کرتے۔ پھر فرمایا کہ اس لوہے سے بڑی زرہ بناؤ کہ پہننے والا اس کو زمین میں گھسیتا جاوے یعنی بدن سے زیادہ ہو اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازے کا لحاظ رکھنا۔ اور اے داؤد کے گھر والو تم بھی اس کے ساتھ مل کر اچھے کام کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو میں سب کو دیکھ رہا ہوں اس کی جزا دوں گا۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عُدُوها شَهْرًا وَرَواحُها شَهْرًا ۚ وَأَسَلنا لَهُ عَيْنَ
الْقِطْرِ ۗ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۗ وَمَن يَزِغْ
مِنْهُم عَن أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا
يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَ تَبائِيلٍ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ
رَّاسِيَتٍ ۗ اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ۗ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا، اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل
(بھی) ایک مہینے کی راہ، اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور جنوں میں بعضے وہ تھے جو
اس کے آگے پروردگار کے حکم سے کام کرتے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے (آخرت میں)
دوزخ کا عذاب چکھائیں گے ﴿۱۲﴾ (وہ جنات) اس کے لئے وہ چیزیں بناتے جو کچھ وہ چاہتا، اونچے
اونچے محل اور تصویریں اور حوضوں کے برابر لگن اور (بہت بڑی) دیگیں جو ایک جگہ جمی رہتی تھیں، (ہم نے کہا):
”اے داؤد کے گھر والو! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں“ ﴿۱۳﴾

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعام داؤد علیہ السلام پر کیا تھا، اس کے ذکر کے بعد اس انعام کا ذکر فرمایا جو ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام
پر کیا۔ وہ یہ کہ ہوا کو تابع کر دیا کہ وہ ان کو صبح سے دوپہر کی سیر میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر ادیتی تھی، اور ایسے ہی دوپہر سے شام
تک کی سیر میں ایک مہینہ کی راہ لے پہنچتی تھی۔ اسی طرح ایک روز میں دو مہینہ کا راستہ طے ہو جاتا تھا۔ شاہ صاحب نے اپنے
فوائد میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک تخت تھا جس پر سب لشکر چلتا تھا۔ ہوا اس کو لئے چلتی تھی ملک شام سے
یمن اور یمن سے شام۔ ایک اور ہم نے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ نکالا تھا، جنات اس کو سانچوں میں ڈھال کر برتن بناتے۔
بہت بڑے لشکر کے موافق ان میں کھانا پکتا اور بٹتا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کی طرح سلیمان علیہ السلام کیلئے جنوں کو
بھی تابع کر دیا تھا ہر طرح کا کام کرتے تھے۔ اور جو کوئی ان جنوں میں ہمارے حکم سے سرتابی کریگا تو اس کو آخرت میں ہم
آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دنیا ہی میں ان کو آگ کا عذاب دیا، اور ایک فرشتہ اس لئے
مقرر کیا کہ جو جن کسی طرح کی نافرمانی کرے، تو وہ فرشتہ ایک آگ کا کوڑا اس جن کے مارتا تھا جس سے وہ جن جل کر بالکل
خاک ہو جاتا تھا۔

۲۔ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے اونچے اونچے محل اور تصویریں اور مسجدیں بنیں، انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔ اور

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ
تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝۱۳

پھر اے جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کے مرنے کا پتہ نہ بتایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا، پس جب سلیمان زمین پر گر گئے تو جنوں کو حقیقت معلوم ہوئی اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (ہرگز) اس ذلت کی تکلیف میں (ایک سال تک) نہ رہتے (کیونکہ وہ تو سلیمان کو زندہ سمجھ رہے تھے) ۱۳

ایسے بڑے بڑے لگن آپ نے تیار کرائے تھے جن میں ایک ہزار آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ اور دیگیں ایسی بڑی بڑی بنوائی تھیں جن پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا ہی ناممکن تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے داؤد کے گھر والو! جو نعمتیں اللہ نے تم کو عطا فرمائیں ہیں ان کا شکر ادا کرو۔

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنات پر ظاہر نہ ہو۔ تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسب عادت نماز کے لئے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات حسب دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے، اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت زندہ ہیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ دراز تک اسی حالت پر رہنا ان کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ ایک ایک ماہ دو دو ماہ اور اس سے بھی زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے، اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ بحکم الہی گھن کے کیڑے نے آپ کا عصا کھالیا، اور آپ کا جسم مبارک جو لٹھی کے سہارے سے قائم تھا گر پڑا۔ اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا اور اگر جنات غیب جانتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات سے مطلع ہو جاتے، اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں تکالیف شاقہ اٹھائے نہ رہتے۔ مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے قبل داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ کی وفات جنوں پر ظاہر نہ ہو تاکہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروف عمل رہیں اور انہیں جو علم غیب کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتٍ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا
 مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلَدًا طَيِّبَةً وَرَبُّ غَفُورٌ ۝۱۵
 فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ
 جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِي أُكُلٍ خَطْبٍ وَأَثْلِ وَمَشَىٰ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝۱۶
 ذَلِكَ جَزَيْنَهُم بِمَا كَفَرُوا ۝ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورًا ۝۱۷

پیشک ۱۔ قوم سبا کے لئے ان کی بستی میں نشانی تھی، دو باغ دائیں اور بائیں تھے (اور ان سے کہا گیا تھا):
 ”اپنے پروردگار کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کیا کرو، (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور
 (آخرت میں گناہوں کا) اللہ بخشنے والا ہے“ ۝۱۵ پس انہوں نے منہ پھیر لیا، ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا
 (جس نے باغ و مال وغیرہ سب کچھ ڈبو دیا) اور انہیں ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جن کے
 میوے نہایت بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ اور تھوڑی سی بیریاں ۝۱۶ ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری
 (اور ان کے کفر) کی سزا اور ہم سزا ناشکرے ہی کو دیا کرتے ہیں ۝۱۷

قوم کی نافرمانی کا انجام

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ قوم سبا کیلئے ان کی بستی میں یہ نشانی اللہ کی قدرت کی تھی کہ وہ دو باغ دائیں اور بائیں
 طرف رکھتے تھے۔ یہ باغ ایسے سرسبز تھے اور اس قدر کثرت سے ان میں میوے کی پیداوار تھی کہ کوئی عورت ٹوکرا سر کے اوپر
 رکھ کر درختوں کے نیچے سے گزرتی تو خود بخود ٹوکرا میوے سے بھر جاتا۔ اور ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنے پروردگار کی دی ہوئی
 روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ تمہارے لئے دنیا میں رہنے کو عمدہ شہر ہے، اور آخرت میں گناہ بخشنے والا پروردگار ہے۔ جب
 ان لوگوں نے اللہ کی نصیحت کو نہ مانا اور بت پرستی نہ چھوڑی تو ان پر یہ آفت آئی کہ قوم سبا کے بادشاہوں نے دو پہاڑوں کے
 کنارے درخت لگا دیئے تھے۔ وہ بہت سبز اور میوے دار ہوئے، بند کی مضبوطی کے سبب سے انکی خاطر جمع تھی لیکن ان لوگوں
 کی نافرمانی کی سزا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گھونس نے اس بند میں سوراخ کر کے اس کو توڑ ڈالا۔ اور اس کثرت پانی سے آیا
 جس نے سب میوے کے درختوں کو بھیتی اور بستی کے مکانات کو برباد کر دیا، اور ان میوہ دار باغوں کی جگہ کچھ جھاڑ پیلو اور بیری
 کے درخت پیدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو پانی کے ریلے سے جو برباد کیا، یہ اس قوم کی نافرمانی اور ناشکری کی سزا تھی۔
 کیونکہ بغیر جرم کے ظلم کے طور پر کسی قوم کو برباد کر دینا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا رکھا ہے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَ
 قَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۚ سِيرُوا فِيهَا لِيَالِي وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا
 رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِنَا أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَ
 مَرَقَّتْ لَهُمْ كُلُّ مَرْقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے ان میں اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی، بہت سے شہر ایک دوسرے سے ملے ہوئے
 آباد کر دیئے، اور ان کے سفر کا ایک انداز رکھا کہ بے خوف و خطر راتوں کو دنوں کو ان شہروں میں چلو ﴿۱۸﴾ پس وہ کہنے
 لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں میں دوری پیدا کر دے اور (علاوہ اس کے اور بھی نافرمانیاں کر
 کے) انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا، پس ہم نے انکو (بعد والوں کیلئے) افسانے بنا دیئے اور انہیں پوری پریشانی
 سے پراگندہ کر دیا، بیشک اس قصہ میں ہر بڑے صبر کرنے والے کیلئے ضرور نشانیاں ہیں ﴿۱۹﴾

قوم سبا کی نافرمانی

لہ ان آیتوں میں قوم سبا کی باقی کی حالت کا ذکر ہے کہ یہ لوگ یمن سے ملک شام کو اکثر جایا کرتے تھے۔ اس راستہ میں گاؤں
 ایسے پاس پاس تھے کہ مسافر کو کھانا پینا اور سفر کا سامان لادنے کی حاجت نہیں ہوتی تھی، کہ جس جگہ کا ارادہ کیا بے تکلف وہاں
 چل دیا، جہاں ٹھہرا، پانی اور میوہ تیار پایا۔ چلنے والا ایک مقام سے صبح چلے تو وہ دوپہر کو ایک آبادی میں پہنچ جائے، اور جب
 دوپہر کو چلے تو شام کو ایک شہر میں پہنچ جائے۔ اور ہم نے ان سے کہا کہ راتوں میں کوئی کھٹکا، نہ دنوں میں کوئی تکلیف، نہ دشمن کا
 اندیشہ، نہ بھوک پیاس کا غم۔ جب ان لوگوں میں نعمت اور مالداری کے سبب سے حسد پیدا ہوا کہا کہ ہمارے اور غریبوں کے
 درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا کہ قریب قریب کی منزلیں ہیں۔ لوگ خوشی خوشی ہو ا خوری کرتے چلے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے
 بعد دوسری آبادی آ جاتی ہے، وہاں آرام کرتے ہیں۔ نہ سفر میں ٹکان، نہ کوفت۔ اگر منزلیں دور ہوتیں، اور سفر کی مدت دراز
 ہوتی، راہ میں پانی نہ ملتا، جنگلوں اور بیابانوں میں گزر ہوتا، تو ہم تو شہ ساتھ لیتے۔ پانی کا انتظام کرتے، سواریاں اور خدام
 ساتھ رکھتے، سفر کا لطف آتا، اور امیر و غریب کا فرق ظاہر ہوتا۔ یہ خیال کر کے انہوں نے کہا کہ ہمارے اور شام کے درمیان
 جنگل اور بیابان کر دے کہ بغیر توشہ اور سواریوں کے سفر نہ ہو سکے۔ انہوں نے سختی کے سفر کی اللہ سے دعا کی جو حقیقت میں ایک
 بددعا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بددعا قبول کر لی اور پانی کے ریلہ کا عذاب بھیج کر ملک یمن سے ان کو بالکل اجاڑ دیا۔ جس
 سے ان میں کچھ لوگ ملک شام کو، کچھ مدینہ اور عمان وغیرہ کو چلے گئے۔ اور وہ ملک یمن کی راحت پھر ان کو خواب میں بھی نظر نہ

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ
 الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُّؤْمِنُ
 بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنهَا فِي شَكٍّ ط وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾

اور بیشک شیطان نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا، پس اس کی پیروی کی مگر ایک گروہ کہ
 مسلمان تھا (وہ اس کی چالاکیوں میں نہیں آیا) ﴿۲۰﴾ اور شیطان کا ان پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر اس لئے کہ ہم دکھا دیں
 کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۲۱﴾

آتی۔ اور ان کی یمن کی راحت کی حالت، اور اس راحت کے بعد تکلیف کی حالت، اس وقت کے لوگوں میں ایک افسانہ کی
 طرح مشہور ہو گئی۔ بیشک ایسے قصے مصیبت کے وقت صبر، اور راحت کے وقت شکر کرنے والوں کے حق میں عبرت کی نشانیاں
 ہیں۔ اور یہ عبرت ایمان کی نشانی ہے۔ اس لئے تھوڑے سے مسلمانوں کے سوا اکثر لوگ مصیبت کے وقت گھبرا کر، اور رحمت
 کے وقت اتر کر، بے صبری اور ناشکری میں شیطان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان نے آسمان سے نکالے جانے کے
 وقت یہ جو کہا تھا کہ بنی آدم کو ہر طرح سے بہکاؤں گا، پس اس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔

شیطانی وسوسہ کا انجام

۱۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ شیطان کا وسوسہ انسان کے پیچھے لگانا اس لئے ہے کہ اللہ کے علم ازلی میں یہ بات قرار پا چکی ہے، کہ
 خواہش نفسانی اور اس خواہش نفسانی کا ابھارنے والا شیطان دنیا میں انسان کے ساتھ پیدا ہوگا۔ تو کچھ انسان شیطان کے
 بہکاؤں میں آن کر اپنی عمر برے کاموں میں گزار دیوں گے، اور کچھ انسان اللہ کے رسول ﷺ کی نصیحت مان کر شیطان کے
 بہکاؤں میں نہ آئیں گے۔ بلکہ شیطان کے وسوسہ سے ان کو اور یہ فائدہ ہوگا کہ جب شیطان ان کے دل میں کسی برے کام کا
 وسوسہ ڈالے گا، اور وہ خوفِ عقوبتی سے اس وسوسہ کو ٹال دیوں گے، اور اس وسوسہ کے موافق برا کام کرنے کی جرأت نہ کریں
 گے۔ تو اس برے خیال کو چھوڑنے کے عوض میں ایک نیکی ان کے نامہ اعمال میں لکھی جاوے گی۔ پھر فرمایا کہ اس قدر انتظام الہی
 کے بعد کسی طرح کا شیطانی غلبہ انسان پر باقی نہیں رہتا ہے۔ جو کوئی اس انتظام سے غافل رہے گا، وہ عقوبتی کا منکر اور قابل سزا قرار
 پائے گا۔ جو کوئی شیطان کے پھندے سے بچنے کے انتظام الہی کو کام میں لائے گا، اس کے لئے ایک نیکی ہے، سات سو تک یا
 اس سے بھی زیادہ بدلہ ہے اور ایسے لوگوں کی نگہبانی اللہ کے۔ ہاتھ ہے اور اس کی نگہبانی ہر چیز کے لئے کافی ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شِرْكِ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ۝۲۲ وَلَا تَتَفَعَّلُوا الشَّفَاعَةَ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقُّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝۲۳

(اے محبوب! ﷺ) تم فرماؤ کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) گمان کرتے ہو ان کو پکارو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں (نہ) آسمانوں میں نہ زمین ہی میں اور نہ انکی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار ہے ۝ اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کیلئے وہ اجازت دیدے (اس وقت تمام اہل محشر پریشان ہوں گے) یہاں تک کہ جب اجازت دے کر انکے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا کہ وہ بلند مرتبہ بڑی شان والا ہے ۝

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ مشرکین مکہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ سے بہت مخالفت شروع کی، تو اس مخالفت کے اثر سے مکہ میں سخت قحط پڑا۔ اس قحط کے زمانہ میں مشرکین مکہ نے اپنے بتوں سے مینہ برسنے کی بہت کچھ التجا کی، لیکن ایک بوند پانی کی نہیں پڑی۔ آخر اللہ کے رسول ﷺ سے ابوسفیان نے مینہ برسنے کی دعا کی التجا کی، اور آپ کی دعا سے مینہ برسنا۔ اسی طرح کی بتوں کی بے اختیاری جتلانے کیلئے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور قوم سبا کے قصے سنائے۔ فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں ان جھوٹے معبودوں کا کوئی اختیار اسلئے نہیں چل سکتا کہ آسمان وزمین میں نہ ایک ذرہ کے یہ مالک ہیں، نہ آسمان کے پیدا کرنے میں ان کا کچھ سا جھا ہے، نہ کسی چیز کے پیدا کرنے میں اللہ نے ان سے کچھ مدد چاہی ہے۔“

توحید اور مشرکین کا ذکر

۲۔ آنحضرت ﷺ جب مشرکین مکہ کو بت پرستی سے منع کرتے، اور آخرت کے عذاب سے ڈراتے، تو کہتے تھے کہ اول تو ہم مر کر جینے کے نہیں، اور اگر جئے اور حساب کتاب اور عذاب کا موقع پیش آیا تو جن مورتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں، اللہ کی درگاہ میں ضرور ہماری سفارش کر کے ہم کو عذاب سے نجات دلوائیں گے۔ فرمایا کہ جن مورتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں نہ خدا کی

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ
 إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ قُلْ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا
 أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۵﴾

تم نے فرماؤ کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے، تم خود فرماؤ کہ اللہ دیتا ہے اور بیشک ہم یا تم (دونوں میں سے) یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا صریح گمراہی میں ﴿۲۳﴾ تم فرماؤ: ”ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کی تم سے پوچھ نہیں ہوگی نہ تمہارے اعمال کی ہم سے پوچھ ہوگی“ ﴿۲۵﴾

خدائی میں ان کو کچھ اختیار ہے کہ اپنے اختیار سے بچا سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت

صحیح بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایتیں ہیں کہ شفاعت دو طرح کی ہوگی: ﴿۱﴾ ایک محشر کے میدان میں گرمی اور پسینے سے تمام اہل محشر گھبرا کر جب اس بات کی شفاعت چاہیں گے کہ ان کا حساب و کتاب جلدی سے شروع ہو جائے، اور اس شفاعت کیلئے اہل محشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس جائیں گے مگر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شفاعت پر کوئی نبی مستعد نہ ہوگا۔ اسی واسطے یہ شفاعت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص ہے۔ ﴿۲﴾ دوسری شفاعت کلمہ گو گناہ گاروں کو دوزخ میں سے نکال کر جنت میں داخل کرانے کی ہوگی۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان بت پرستوں سے یہ پوچھو کہ آسمان سے مینہ برسا کر اور زمین میں ہر طرح کی پیداوار کی تاثیر پیدا کر کے تم لوگوں کے رزق کا سامان کون کرتا ہے، اور جب مکہ میں قحط پڑا تھا تو تم نے بتوں سے اس قحط کے رفع کی بہت ہی التجا کی۔ آخر کار ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا کہ اس قحط کو رفع کیا۔ اس کے بعد ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ مکہ کے قحط کے تجربہ سے یہ سمجھ لو کہ ہم میں اور تم میں کون حق پر ہے۔ پھر فرمایا ان سے کہہ دیا جائے جو نصیحت تم کو کی جاتی ہے، اگر تم لوگ اس کو نہ مانو گے، تو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہمیں تمہیں سب کو اللہ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ اس دن حق ناحق سب کھل جائے گا۔ کیونکہ حق ناحق اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے، اور وہ اپنے علم کے موافق بڑے انصاف سے فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا جن بتوں کو یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ان میں اللہ کی قدرت جیسی کوئی بات یہ لوگ دکھا سکتے ہیں تو دکھلا دیں، لیکن اللہ کی قدرت اور حکمت ایسی زبردست ہے کہ اس کی قدرت اور حکمت جیسی کوئی بات مخلوق میں ہرگز نہیں پائی جاسکتی۔ اب آگے اپنے محبوب کی تسکین کے لئے فرمایا: ”اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری نصیحت کو نہیں مانتے تو اس کا کچھ رنج نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اور رسولوں کی طرح تم کو اللہ نے کسی خاص قوم کا رسول بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ تمہاری نبوت ایسی عام ہے کہ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں۔ گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے،

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۗ وَهُوَ الْفَتَّاحُ
 الْعَلِيمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ كَلَّا ۗ بَلْ هُوَ
 اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ
 نَذِيرًا ۗ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا
 الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ
 عَنْهُ سَاعَةً ۗ وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن
 نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ

تم فرماؤ کہ ہمارا پروردگار ہم سب کو (قیامت کے دن) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان سچا فیصلہ کر دے گا، اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے ﴿۲۶﴾ تم فرماؤ کہ مجھے تو دکھاؤ جن کو تم نے شریک (خدا) بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾ اور (اے محبوب! ﷺ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کیلئے (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے (مسلمانوں کو) خوشخبری اور (کافروں کو) ڈر سنانے کو، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۸﴾ اور یہ لوگ (سن کر) کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) ﴿۲۹﴾ تم فرماؤ کہ تمہارے لئے ایک ایسے دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو اور نہ آگے بڑھ سکو ﴿۳۰﴾ اور کافر کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے تھیں

سب کے لئے آپ رسول ہیں، اور وہ سب آپ کے امتی ہیں۔ غرض یہ کہ رسول کریم ﷺ تمام خلق کے رسول ہیں، اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ سورہ فرقان کی ابتدا میں بھی اس کا بیان گذر چکا ہے (خازن)۔ آگے فرمایا کہ اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں، اسلئے سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، اور ایسی سرکشی کے سبب نئے قیامت کی باتوں کو ہنسی خیال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آخر ان باتوں کا ظہور کب ہوگا۔ اسکے جواب میں ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ جب ان باتوں کے ظہور کا وقت آ گیا، تو پھر گھڑی بھر کی بھی دیر سویر نہ ہوگی۔

۱۔ آیتوں میں فرمایا کہ جب ان مشرکوں کو قیامت کا جواب دیا گیا کہ وہ وقت آ جائے گا تو گھڑی بھر کی بھی دیر سویر نہ ہوگی۔ تو

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ
بَعْضٍ الْقَوْلَ ۚ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا
أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا
أَنْحُنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ
مُجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ
الْبَلِّ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۗ

اور کاش تو دیکھے جبکہ یہ ظالم اپنے پروردگار کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا، وہ جو ناتواں سمجھے گئے تھے اپنے سرداروں سے کہیں گے: ”(ہم تمہارے سبب سے برباد ہو گئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مسلمان ہو جاتے“ ﴿۳۱﴾ (اس پر) یہ سردار لوگ ناتواں لوگوں سے کہیں گے: ”کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آئی (ہرگز نہیں) بلکہ تم خود گنہگار لوگ تھے“ ﴿۳۲﴾ اور (اس کے جواب میں) یہ ناتواں لوگ ان سرداروں سے کہیں گے (کہ نہیں) بلکہ تمہارا رات دن کا مکر تھا جبکہ تم ہم کو اللہ کا انکار کرنے اور اس کے لئے برابر والے (شریک) ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے۔

ان مشرکوں نے یہ کہا کہ قرآن پاک یا اس سے پہلے کی جن کتابوں میں قیامت کا ذکر ہے، ان میں سے ایک کتاب کو بھی ہم نہیں مانتے۔ پھر فرمایا اب تو اپنی سرداری کے گھمنڈ سے یہ سردار لوگ اور ان کے ماننے والے لوگ ان سرداروں کے بہکانے کے سبب سے یہ سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، لیکن قیامت کے دن جب اس سرکشی کی سزا کا موقع آئے گا تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے گا۔ سردار لوگ اپنے تابع لوگوں کو گمراہ ہونے کا، اور تابع لوگ سرداروں کو رات دن کے بہکانے کا الزام لگاویں گے، اور کہیں گے کہ اگر تم ہم کو سیدھے ایمان کے راستے سے نہ بھٹکاتے تو ہم مسلمان ہو جاتے۔ اور یہ سردار اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ایمان سے روک لیا، اور تمہارا جی مسلمان ہونے کو چاہتا تھا ہرگز نہیں، بلکہ خود تمہارے دل ہی تصور اور گناہ کرنے کو چاہتے تھے، خود تمہی گنہگار ہوئے ہو۔ اور دونوں فرقہ عذاب دیکھیں گے تو وہ شرمندگی جو ایمان نہ لانے کی وجہ سے انکو حاصل ہوگی، ایک دوسرے سے چھپاویں گے۔ پھر فرمایا کہ تم ایک بہت بڑا امر دیکھو گے اور کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈالیں گے جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اس کی جزا ان کو ملے گی۔

وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَبَّاءُ رَأَوْا الْعَذَابَ ۖ وَجَعَلْنَا الْإِغْلَاقَ فِي
 أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾
 مَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِهَا
 أُرْسِلْتُمْ بِهِ كِفْرًا ۖ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ مَوَالٍ ۚ وَأَوْلَادًا ۚ وَمَا
 نَحْنُ بِبُعَدَّيْنِ ﴿۳۵﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ
 يَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾

اور وہ لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو اس وقت دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے اور منکروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈالیں گے، پس جو کچھ وہ (دنیا میں کفر اور معصیت) کرتے تھے انہیں کا بدلہ ان کو ملے گا ﴿۳۳﴾ اور ہم نے جب کبھی کسی بستی میں کوئی ڈرسانے والا (رسول) بھیجا تو وہاں کے دولت مند لوگوں نے بھی کہا کہ تم جو لیکر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں ﴿۳۵﴾ اور کہا: ”ہم تم سے مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم کو عذاب نہ ہوگا“ ﴿۳۵﴾ تم فرماؤ: ”بیشک میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگی فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“ ﴿۳۶﴾

۱۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی تسکین خاطر فرمائی گئی ہے کہ آپ ان کفار کی تکذیب و انکار سے رنجیدہ نہ ہوں، کفار کا انبیاء کے ساتھ یہ دستور رہا ہے، اور مالدار لوگ اسی طرح اپنے مال و اولاد کے غرور میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے رہے۔

امت کے غربا و مساکین کی دین سے وفاداری

شان نزول: دو شخص شریک تجارت تھے ان میں سے ایک مکہ مکرمہ میں رہا، اور ایک ملک شام کو گیا۔ وہاں اس نے آنحضرت ﷺ کی خبر سنی تو اپنے ہم شریک کو مکہ مکرمہ میں خط لکھا، اور اس سے آنحضرت ﷺ کا مفصل حال دریافت کیا۔ اس شریک نے جواب میں لکھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان تو کیا ہے لیکن سوائے غریب لوگوں کے کسی نے ان کا اتباع نہیں کیا۔ جب یہ خط اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ آیا اور آتے ہی اپنے شریک سے کہا کہ مجھے رسول کریم ﷺ کا پتہ بتاؤ، اور معلوم کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آپ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا: ”بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنا“، اور آپ نے احکام اسلام بتائے، یہ باتیں اس کے دل میں اثر کر گئیں۔ اور وہ شخص پچھلی کتابوں کا عالم تھا کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بیشک

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ
 آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۖ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ
 فِي الْعُرْفِ أَمْنُونَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ
 أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
 يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ
 يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَبِعًا ثُمَّ
 يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے
 اور اچھے عمل کئے، تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) اعمال کے سبب دوگنا بدلہ ہے اور وہ (بہشت کے)
 بالا خانوں میں اطمینان سے بیٹھے ہیں ﴿۳۷﴾ اور جو لوگ ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ
 عذاب میں لا دھرے جائیں گے ﴿۳۸﴾ تم فرمادو: ”بیشک میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے
 کشادہ روزی دیتا ہے (اور جس کیلئے چاہے) تنگی فرماتا ہے، اور جو کچھ تم خرچ کرو (راہ خدا میں) پس اللہ اس کا
 بدلہ دیتا ہے، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۳۹﴾ اور جس دن اللہ ان سب (مشرکین) کو (مرے
 پیچھے) اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا: ”کیا یہ لوگ تم کو پوجتے تھے؟“ ﴿۴۰﴾

اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم نے یہ کیسے جانا“۔ اس نے کہا: ”جب کبھی کوئی نبی بھیجا گیا ہے پہلے
 چھوٹے درجہ کے غریب لوگ ہی اسکے تابع ہوئے، یہ سنتِ الہیہ ہمیشہ ہی جاری رہی“ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

خدا کے رسول کو جھٹلانے کا انجام

۱۔ مکہ کے مشرک لوگوں میں کا ایک گروہ فرشتوں کی صورتوں کی پوجا اس اعتقاد سے کیا کرتا تھا کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو وہ
 فرشتے اپنی پوجا کرنے والوں کی سفارش کر کے انہیں عذابِ دوزخ سے بچا دیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جس دن

قَالُوا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيْنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ
 الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْيَوْمَ لَا يِيْلِكَ بِعَعْضِكُمْ
 لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ۗ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُقُوْا عَذَابَ
 النَّٰرِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكْذِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
 قَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا رَاجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّصِدَّكُمْ عَمَّا كَانُ يَعْبُدُوْ
 اٰبَاؤَكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّفْتَرٰى ۗ

فرشتے عرض کریں گے کہ تجھے پاکی ہے ہمارا تو تو ہی کارساز ہے نہ یہ بلکہ یہ لوگ جنوں کو پوجتے تھے ان میں سے اکثر لوگ جنوں پر اعتقاد لاتے تھے ﴿۳۱﴾ پس (کافروں سے کہا جاوے گا): ”آج تم میں سے کوئی کسی کے نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار نہ رکھے گا“ اور (اس وقت) ہم ظالموں (یعنی کافروں) سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم (دنیا میں) جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو ﴿۳۲﴾ اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (نبی کی نسبت) کہتے ہیں: ”یہ تو محض ایک ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت) سے روکے جن کو تمہارے باپ دادا پوجتے تھے اور کہتے ہیں: یہ قرآن محض ایک باندھا ہوا جھوٹ ہے۔“

ان فرشتہ پرستوں کو سب مخلوقات کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کے قائل کرنے کے لئے فرشتوں سے اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری مورتوں کی دنیا میں پوجا کیا کرتے تھے؟ اللہ کے فرشتے یہ بات سن کر عرض کریں گے: ”خدا یا! تو تو پاک ہے تیرا دوسرا شریک کیا ہو سکتا ہے۔ ہمارا تو ہی کارساز ہے اور ہم تیرے بندے ہیں، تو خوب جانتا ہے وہ تو شیطانوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہماری مرضی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔“ فرشتوں کے اس سچے جواب کے بعد اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا کہ آج کے دن کا نفع نقصان عذاب ثواب سب اس کے ہاتھ ہے، اس کے سوا کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس ارشاد کے بعد ظالموں یعنی کافروں سے کہے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف سے پہلے نہ کوئی کتاب ان عرب پر اتاری اور نہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی رسول ان کی طرف بھیجا گیا۔ عرب کے لوگ پہلے جانتے تھے اور کہتے تھے اگر کوئی ڈرانے والا ہمارے پاس آتا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُحِقَّ لَنَا جَاءَهُمْ ۗ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ
 مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾ وَمَا آتَيْنَهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ
 قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۳۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَمَا بَلَغُوا
 مِثْقَالَ رَمَلٍ مِنْهُ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۳۵﴾ قُلْ
 إِنَّمَا آعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج

اور کافروں نے کلام حق (یعنی قرآن) کو کہا جبکہ وہ ان کے پاس آیا کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے، اور ہم نے
 مشرکین عرب کو نہ تو کچھ کتابیں دیں کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے
 والا (پیغمبر) بھیجا ﴿۳۳﴾ اور جو (کافر) ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی جھٹلایا اور یہ (مشرکین عرب) اس کے
 دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ﴿۳۴﴾ جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا، پس انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا تو دیکھو میرا
 عذاب (ان پر) کیسا ہوا ﴿۳۵﴾ تم فرماؤ: ”میں تم کو ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں۔“

یا کوئی کتاب ہم پر نازل کی جاتی تو ہم اور قوموں کی نسبت زیادہ ہدایت پر ہوتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو
 بھیجا۔ اور قرآن بھیجا تو بغیر کسی سند کے اللہ کے رسول کو جھوٹا کہنا، اور آسمانی کتاب کو جادو بتلانا ان لوگوں کی نادانی ہے۔ پھر
 فرمایا ان سے پہلے ایسی قوموں نے رسولوں کو جھٹلایا ہے کہ دولت اور قوت کے حساب سے یہ لوگ پہلی قوموں کے دسویں حصے کو
 بھی نہیں پہنچے۔ جب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کی دولت و قوت نے ان کو کچھ نفع نہ دیا، تو یہ لوگ جو کہ ان سے ہر بات
 میں کم ہیں، رسول ﷺ کے جھٹلانے کے بعد عذاب الہی سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ پہلی قوموں کے
 قدم بقدم چلیں گے تو یہی انجام ان کا ہوگا جو ان کا ہوا ہے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آخر قریش میں کے بڑے بڑے
 لوگ جنہوں نے قرآن اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا، ان کا انجام بدر کی لڑائی میں یہ ہوا کہ بڑی ذلت سے یہ لوگ مارے گئے۔

۱۔ اے محبوب ﷺ تم ان سے کہہ دو کہ تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خدا کے لئے اور اسکے راستے کی تلاش
 میں کھڑے ہو۔ تو دو دو اور ایک ایک، پھر سو چو کہ یہ (ﷺ) سچ کہتے ہیں یا جھوٹ، اور پہلے یہ کیسے تھے اور سابق میں ان کی
 کیا عادات تھیں، ان میں جھوٹ بولنے کا، اور خاص کر خدا پر افترا کرنے کا مادہ ہے، یا نہیں۔ کہیں کسی سے انہوں نے تعلیم پائی،
 جو یہ ایسے ایسے کلام بیان کرتے ہیں جس پر کوئی قادر نہیں۔ کچھ یہ عقلمندی کی باتیں کرتے ہیں، یا دیوانوں یا مجنونوں کی سی باتیں
 کرتے ہیں۔ اگر تم تمہارا دو آدمی باہم مل کر فکر کرو کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا صاحب یعنی محمد ﷺ مجنون آدمی نہیں

أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْنِيًّا وَفَرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ
 جِنَّةٍ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝۳۶ قُلْ
 مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۗ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۗ وَهُوَ عَلَىٰ
 كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۳۷ قُلْ إِنْ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمَ
 الْغُيُوبِ ۝۳۸ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝۳۹

کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے رہو، پھر سوچو کہ تمہارے ان صاحب کو کچھ جنوں (تو) نہیں، وہ تو
 نہیں مگر تم کو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرسانے والے ہیں“ ۝۳۶ تم فرماؤ: ”میں نے تم سے اس
 (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا، میرا معاوضہ تو پس اللہ ہی پر ہے، اور وہ ہر چیز پر خبردار ہے“ ۝۳۷ تم
 فرماؤ بیشک میرا پروردگار اپنے انبیاء کی طرف حق ڈالتا ہے جاننے والا سب غیبوں کا“ ۝۳۸ تم فرماؤ: ”حق آیا اور
 معبود باطل نہ پہلی بار کچھ پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کر سکتا ہے“ ۝۳۹

ہے۔ اور یہ جو تم نے غل مچا رکھا ہے اور جمع کر رکھا ہے، اس میں تم کو حق نہیں نظر آئے گا۔ جب تم ٹھنڈے دل سے سوچو گے تو تم
 کو صاف حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔ فرمایا اگر اس کی نافرمانی کرو گے تو اس پر آخرت میں جو عذاب مرتب ہونے والا ہے، یہ
 اس سخت عذاب کے آنے سے پہلے تم کو ڈرانے والے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی
 روایت ہے کہ کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی کو آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی، جس سے اس کا بھیجا کھول
 جائے گا۔ اس آیت میں دوزخ کے جس عذاب کو اللہ تعالیٰ نے بڑا سخت فرمایا ہے، اس کی تفسیر بیان سے باہر ہے۔

لہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکوں سے اس طرح کہیں کہ میں جو تم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام اور تبلیغ کرتا
 ہوں، اور خدا کی عبادت کا حکم کرتا ہوں، اس کے اوپر میں تم سے کچھ اجرت نہیں طلب کرتا، نہ کچھ انعام چاہتا ہوں، تم اپنا اجر
 اپنے پاس رہنے دو۔ کیونکہ میں تو اللہ سے اس کا ثواب چاہتا ہوں، اور وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، اور میرے قول کی
 سچائی کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا اس قرآن کے ذریعہ سے اب وہ دین حق آ گیا جس کے سبب سے نہ آئندہ شرک کی نئی رسم پیدا ہو
 سکتی ہے، نہ مٹی ہوئی رسم پھر رواج پڑ سکتی ہے۔

قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا
يُوحَىٰ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَرَغُوا فَلَا
قُوَّةَ وَأُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۵۱﴾

تم فرماؤ۔ اگر میں بہکا اپنے ہی برے کو بہکا اور اگر میں ٹھیک راہ پر ہوں تو اس سبب سے ہے کہ میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے، بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے ﴿۵۰﴾ اور ۵۱ کا ش کہ تم دیکھو جب کہ یہ کفار گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر عذاب سے بچ کر نہ نکل سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لئے جائیں گے ﴿۵۱﴾

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ جو مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ شان میں کیا کرتے تھے کہ آپ گمراہ ہو گئے معاذ اللہ۔ مسئلہ۔ انبیاء سب معصوم ہیں گناہ ان سے نہیں ہو سکتا، اور حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں، اور کہنے لگے کہ ہم سے بھی باپ دادا کا دین چھڑانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے فرمادیں کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بہکا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے، اور اگر جس طرح میں کہتا ہوں کہ میری جو کچھ نصیحت ہے، وہ اللہ کے حکم کے موافق ہے، اور تم لوگ اس نصیحت کی مخالفت کرتے ہو تو اس مخالفت کا سخت عذاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم کو بھگتنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے قول و فعل سنتا اور دیکھتا ہے جس طرح کا قول و فعل جس کسی کا ہوگا، اسی طرح کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس کو دے گا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں تو یہ لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں، جس دن ان کے قول و فعل کا وبال ان پر پڑے گا اس دن ان لوگوں کی پریشانی کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا۔

اعجاز قرآن مجید

تفسیر روح البیان میں ہے کہ عرب کے ایک مایہ ناز شاعر اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے ان سے کہا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر گئے، اور اتنے بڑے شاعر اور زبان کے ماہر ہو کر محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ انہوں نے کہا ہاں وہ مجھ پر غالب آگئے۔ قرآن کریم کی تین آیتیں میں نے سنیں اور چاہا کہ ان کے قافیہ پر تین شعر کہوں ہر چند کوششیں کی، محنت اٹھائی، اپنی تمام قوت صرف کر دی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بشر کا کلام نہیں وہ آیتیں قُلْ إِنْ تَرَىٰ يَقْتَدِفُ بِالْحَقِّ سَمِيعٌ قَرِيبٌ تک ہیں۔

منکرین حشر کا ذکر

۲۔ فرمایا اے محبوب ﷺ اگر آپ کافروں کے بد انجام احوال دیکھیں جب وہ موت کے قریب، یا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے وقت، یا جنگ بدر کے دن گھبرائیں گے تو ایک عجیب ہولناک بات دیکھیں گے۔ یہ لوگ وہاں سے بھاگ کر کہاں جاسکتے ہیں، اور اس روز یہ ہمارے عذاب سے بھاگ نہ سکیں گے۔ اور پاس ہی کے مقام یعنی قبروں سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہم محمد ﷺ اور قرآن شریف پر ایمان لے آئے لیکن ایمان ان کے ہاتھ اس قدر دور مقام سے کیسے لگ سکتا

وَقَالُوا امْنَابِهِ جَ وَآئِي لَهُمُ التَّأْوِشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝۵۲ وَقَدْ
 كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ جَ وَيَقْدِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝۵۳ وَ
 حِجْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ط
 إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ۝۵۴ ع

اور کہیں گے: ”ہم اس پر ایمان لائے“ اور (اب) ایمان ان کے ہاتھ اس قدر دور جگہ سے کیسے لگ سکتا ہے
 (یعنی محال ہے) ۵۲ حالانکہ (عذاب دیکھنے سے) پہلے تو اس سے انکار کر چکے تھے اور بے تحقیق باتیں دور ہی
 دور سے ہانکتے ہیں ۵۳ اور آڑ کر دی گئی درمیان ان کے اور درمیان اس چیز کے کہ جسے چاہتے ہیں (یعنی توبہ و
 ایمان)، جیسا کہ ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے ۵۴

ہے۔ یعنی ایمان کی جگہ تو دنیا تھی، اور یہ اس وقت آخرت میں ہیں۔ پہلے سے تو یہ لوگ کفر کر رہے تھے، اور ان باتوں میں جن
 کی ان کو خبر نہ تھی، انکلیں مارتے رہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو کہیں جادو گر کہا، کہیں شاعر بنایا، کہیں کاہن ٹھہرایا، اور ایسے ہی
 قرآن کو کبھی جادو، کبھی شعر، کبھی کہانت، جو ان کے جی میں آیا سمجھتے رہے۔ ان لوگوں کا ایمان اس وقت کا ہرگز قبول نہ کیا
 جائے گا، اور رد کر دیا جائے گا جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم خیالوں کو روک دیا گیا کہ جب انہوں نے علامات آخرت دیکھ
 لیں، اور ایمان لانا چاہا تو اس وقت ان کو اس ایمان سے کچھ نفع نہ دیا گیا۔ ایسے ہی ان کے ساتھ ہونا ہے، ان سے ان کے ہم
 خیال بڑے سک اور بے چینی کی حالت میں تھے۔

﴿ آیاتھا ۲۵ ﴾ ﴿ سورۃ فاطر مکیۃ ۲۳ ﴾ ﴿ رکوعاھا ۵ ﴾

سورۃ فاطر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ فاطر: جس کو کوئی سخت ضرورت حاکم سے ہو تو کچھ مرتبہ یہ سورۃ پڑھے اور اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ
 درود شریف پڑھے اللہ کے فضل سے ضرورت اس کی پوری ہو، اور اس سورت کو لکھ کر جانور کے گلے میں باندھے تو ہر آفت سے
 امن میں رہے گا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي
 أَجْنِحَةٍ مَّثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعًا ۖ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا
 وَمَا يُمْسِكُ ۗ فَلَا يُرْسِلُ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۗ

سب سے تعریف اللہ کے لئے (جو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے، جن کے دودو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں، وہ بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ اللہ لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں، اور جو کچھ روک لے تو اس کے روک لینے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے ۝ اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں یاد کرو۔

سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جو آسمان اور زمین کا ابتدا ہی سے پیدا کرنے والا ہے۔ اور جس نے پیغمبروں تک وحی لے جانے کا قاصد ملائکہ کو کر دیا۔ کیسے ملائکہ جن کے دودو تین تین چار چار پر ہیں، وہ اپنی مخلوق میں خواہ فرشتے ہیں، خواہ ان کے غیر۔ جو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

س اس آیت میں ارشاد ہے جو اللہ تعالیٰ آدمیوں کیلئے رحمت کا دروازہ کھول دے تو کوئی اس رحمت کا روکنے والا نہیں، اور جو بند کر دے اور روک دے تو کوئی پھر اس کو کھولنے والا نہیں۔ غرض سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اسکے سامنے کسی کی مجال نہیں جو اس کے انتظام میں دخل دے سکے، اور جو کام وہ کرتا ہے حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔

س ان آیتوں میں ارشاد ہے: ”اے لوگو! تم پر جو خدا کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس کا شکر کرو، سوائے خدا کے تمہارا کوئی اور پیدا کرنے والا ہے، جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو۔ جب نہیں ہے تو اسی کی تابعداری میں کوشش کرو، اور سب جھگڑوں کو چھوڑو، جب اسی نے پیدا کیا، اور کھانے پینے کو بھی وہی دیتا ہے، تو اس کے برابر تمہارے اوپر کس کا حق ہے۔ تمہارے رگ اور پٹھوں میں اسکے انعامات سرایت کر رہے ہیں، اور خود اس کے بنائے ہوئے ہو، پھر اس کو چھوڑ کر کہاں جاتے

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ فَأَنْتُمْ تُؤْفِكُونَ ﴿۲﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۳﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿۴﴾

کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی پیدا کرنے والا ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی دے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں اوندھے جاتے ہو (یعنی ایمان و توحید سے پھرے جاتے ہو) ﴿۲﴾ اور اگر یہ تم کو جھٹلائیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ﴿۳﴾ اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (کہ آخرت کو بھول جاؤ)، اور دھوکا باز شیطان اللہ کے حکم پر تمہیں فریب نہ دے ﴿۴﴾

ہو، اور اپنے ایسے محسن کو کیوں بھولے جاتے ہو۔ آگے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم کو یہ کافر جھوٹا بتاویں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم سے پہلے جو رسول ہو چکے ہیں، ان کو بھی تو لوگ جھوٹا بتا چکے ہیں۔ اور سب کام اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ کیا تمہارا صبر کرنا اور ان کا تم کو جھوٹا بنانا ہمارے سامنے پیش نہ ہوگا، اور کیا ہم اس کی جزا و سزا نہ دیں گے۔“ پھر فرمایا: ”اے لوگو! خدا کا وعدہ سچا ہے، اور جو کچھ اس نے حشر و نشر اور جزا و سزا کی نسبت بیان فرمایا ہے، وہ ضرور ایک روز وقوع میں آنے والا ہے۔ جب یہ بات ضرور ایک روز ہونے والی ہے تو اب وقت کو غنیمت جانو، اور اس دن کے لئے کچھ ہماری رضامندی کا سامان کر لو، اور غفلت سے باز آؤ۔ پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے، اور آخرت سے غافل کر دے، اور شیطان فریب میں کہیں تم کو نہ ڈال دے۔ دیکھو اے لوگو! اگر ایسی بات ہوگئی تو ہمیشہ کے لئے سوائے حسرت اور افسوس، اور طرح طرح کی مصیبتوں اور ذلت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اور شیطان کے فریب دینے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بندہ خوب سے گناہ کئے جاتا ہے، اور کچھ خوف و خطر نہیں کرتا، اور مغفرت کی امید کرے جاتا ہے۔ اور کہتا جاتا ہے کہ خدا غفار ہے، اور توبہ کرنے کی نوبت نہیں آنے دیتا، اور دل میں یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ توبہ کیلئے بہت سی فرصت ہے، لیکن یہ لذت کہاں ہاتھ آئے گی۔ البتہ شیطان ہمیشہ سے تمہارا دشمن ہے، تم اس کو اپنا دشمن سمجھو، اور اسکی مخالفت اور شرع کی موافقت کرو۔ دشمن کا کہنا کوئی نہیں مانا کرتا، اور جو مانے گا وہ ضرور ایک دن خوار اور ذلیل ہوگا۔ کیونکہ وہ تو اس کو ایسی ہی تعلیم کرے گا جو اسکے لئے مضر ہو۔ پھر فرمایا کافروں کیلئے ہمارے ہاں سخت عذاب ہے، اور جو ایمان لائے اور پھر کام بھی اچھے کئے، ان کیلئے ہماری بخشش ہے، اور بڑا اجر ہے۔“

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۗ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۗ^٦ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۗ^٧ أَفَمَنْ يُؤْمِنُ لَهُ سَوْءُ عِبَلِهِ فَرَأَاهُ حَسَنًا ۗ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ فَلَا تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۗ^٨ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا

بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن سمجھو، شیطان تو اپنے گروہ کو اسی لئے بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں ۶ (پس) جو لوگ کافر ہو گئے ان کے لئے عذاب سخت ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ۷ پس کیا وہ شخص جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے بھلا سمجھا تو (کیا وہ مثل مومن صالح کے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں)، اس لئے جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہدایت کرتا ہے، تو تمہاری (اس غم میں کہ ایمان نہ لائے اور) ان کی اس حالت کی حسرتوں میں جان نہ جائے، بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہہ رہے ہیں ۸ اور اللہ وہ ہے جس نے (بارش سے پہلے) ہوائیں بھیجیں، پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو ابھارتی ہیں۔

۱۔ شان نزول: ابو جہل وغیرہ مشرکین جو اپنے کفر و شرک جیسے قبیح افعال کو شیطان کے بہکانے کو بھلا سمجھانے سے اچھا سمجھتے تھے، اور برے کام اچھے معلوم ہونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا کہ اس شخص کے مثل کوئی ہو سکتا ہے جس کو خدا نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گمراہ کرے، اور جس کو چاہے ہدایت کرے، اے محبوب ﷺ! آپ اس غم میں کہ یہ ایمان نہ لائے تو انکی اس حالت کی حسرت میں اپنی جان نہ کھویئے۔ بلاشبہ اللہ تمام ان کاموں کو جو وہ کر رہے ہیں بخوبی جانتا ہے، تو وہ ان کو ان عملوں کی سزا دے گا۔

۲۔ مشرکین کو حشر کا انکار تھا جس کے سبب سے عقلمندی کی بہودی کی باتیں ان لوگوں کے دل میں نہیں جمتی تھیں، اور اسی سے اللہ

فَسُقْنَهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَاهُ إِلَّا رُضَّ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ كَذٰلِكَ
 الشُّوْرُ ① مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۖ اِلَيْهِ يَصْعَدُ
 الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۗ وَالَّذِينَ يَبْكُرُونَ
 السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَمَكْرُؤُا لِيْكَ هُوَ يَبُوْرُ ①

پھر ہم اسے مردہ (یعنی خشک) شہر کی طرف رواں کرتے ہیں، پھر ہم اسکے ذریعہ زمین کو اسکے مرے پیچھے (بخر ہو جانے کے بعد) زندہ (یعنی سرسبز) کرتے ہیں، اسی طرح حشر میں مردوں کا اٹھنا ہے ① جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) سب عزت اللہ ہی کیلئے ہے، اے اسی کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے، اور جو نیک کام ہے اسکو بلند کرتا ہے، اور جو لوگ اے (ہمارے نبی کے خلاف) برے داؤں کرتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کا یہ مکر برباد ہو جائے گا ①

کے رسول ﷺ کو رنج ہوتا تھا۔ اس لئے اکثر جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کھیتی کی مثال دے کر حشر کا حال ان لوگوں کو سمجھایا ہے کہ جس طرح زمین مردہ پڑی ہوتی ہے، اس میں گھاس تک نہیں ہوتی۔ پھر جس وقت اللہ تعالیٰ نے مینہ کی ہوا چلائی اور پانی کے بھرے ہوئے بادل بھیجے، اور مینہ برسایا تو اس وقت زمین حرکت کر کے اُبھرتی ہے، اور اس میں ہر طرح کی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی حال جسموں کا ہے جب اللہ ان کو دوبارہ اٹھانا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ایک ایسی بارش بھیجے گا کہ وہ تمام زمین کو پہنچے گی، پھر ہم تمام مردوں کو قبروں سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ خدا کی قدرت کے سامنے خشک زمین میں سے سبزہ پیدا کرنا، اور مردہ کو قبر سے نکال کر کھڑا کر دینا دونوں برابر ہیں۔ پھر فرمایا جو اپنی عزت ڈھونڈتا ہے اس سے کہہ دو کہ ساری عزت خدا کیلئے ہے۔ بندوں میں سے اسی کو عزت حاصل ہو سکتی ہے جو اس بڑی عزت والے کی تابعداری کرے۔

نیک عمل کا ذکر

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے جو اس آیت کے معنی بیان کئے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ نیک سے مراد وہ عمل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ، اور کلمات پاکیزہ سے مقصود نفلی ذکر الہی ہے جیسے تلاوت قرآن تسبیح تہلیل و طائف درود شریف دعا وغیرہ۔ جو شخص فرض عبادت کے ادا کرنے کے بعد یہ نفل ذکر الہی کرے گا، اس کے فرض عمل اس کے نفل ذکر الہی کو اس رتبہ کو پہنچا دیں گے کہ وہ نفلی ذکر آسمان پر چڑھ جائے گا۔ اور آسمان پر چڑھنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ نفلی ذکر اللہ کی جناب میں قبول ہو جائے گا۔ اور وہ نیک عمل کر نیوالے کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

۲۔ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ دارالندوہ میں ہمارے رسول ﷺ کے ساتھ بڑے بڑے مکر اور داؤں فریب کرتے ہیں،

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ
مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعْتَرُ مِنْ مُعْتَرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ
عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ (۱۱) وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ
هَذَا عَذَبٌ فُرَاتٌ سَائِبٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ

اور اللہ نے آدم کو (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بوند (یعنی نطفہ) سے، پھر تمہارے لئے مرد اور عورت کے جوڑے کئے اور نہ کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے، اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے، مگر یہ سب ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے، بیشک یہ سب کام اللہ کو آسان ہے ۝ اور ۱۱ دونوں دریا برابر نہیں، یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے جن کا پانی خوب میٹھا خوشگوار اور یہ دوسرا کھاری کڑوا ہے۔

اور کبھی ان کے قید کرنے کا مشورہ کرتے ہیں، کبھی ان کے قتل کرنے اور جلا وطن کرنے کا مشورہ کرتے ہیں، جس کا تفصیلی بیان سورہ انفال (پارہ ۹) میں گذر چکا ہے، ان کے واسطے سخت عذاب مقرر ہے۔ اور وہ اپنے داؤں فریب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ ان کے شر سے محفوظ رہے، اور انہوں نے اپنی مکاریوں کی سزائیں پائیں کہ بدر میں قید بھی ہوئے، قتل بھی کئے گئے، اور مکہ مکرمہ سے نکالے بھی گئے۔

صفات باری تعالیٰ

۱۔ اس آیت میں آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرما کر منکرین حشر کو یوں قائل کیا گیا ہے کہ جو صاحب قدرت پانی جیسی پتلی چیز سے اولادِ آدم کا پتلا بنا دینے پر قادر ہے۔ جس قدرت کو رات دن یہ لوگ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، تو پھر حشر کے دن آدم کے پتلے کی طرح مٹی سے تمام اولادِ آدم کے پتلے بنا دینا، اور ان میں پیٹ کے بچوں کی طرح روحوں کا پھونک دینا، اسکی قدرت سے کیونکر باہر ہو سکتا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر پانی کی بوند یعنی نطفہ سے پھر تمہارے لئے مرد اور عورت کے جوڑے بنا دیئے۔ پھر فرمایا کہ کوئی عورت ایسی نہیں کہ اسکو حمل ہو یا وہ جنے، اور خدا کو اسکے حمل اور جننے کا علم نہ ہو۔ یعنی حمل اور وضع اور مدت سب اسکو معلوم ہے، اور کیوں معلوم نہ ہو سب چیزیں اسکے حکم سے اور اسکی قدرت سے عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ آگے فرمایا کہ عمر کی زیادتی اور کمی سب لوح محفوظ میں موجود ہے، خدا کو سب کی عمروں کا حال خوب ظاہر ہے۔ آخر کو فرمایا کہ انسان کی عقل کے آگے یہ باتیں مشکل معلوم ہوتی ہیں، لیکن اللہ کے علم اور قدرت کے آگے یہ سب باتیں آسان ہیں۔

۲۔ اس آیت میں قدرت کی یہ نشانی فرمائی کہ زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے دریا پیدا کئے ہیں ۝ ایک دریا تو

وَمِنْ كُلِّ تَأْكُلُونَ لَحَبًا طَرِيًّا وَتَسْخَرُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا وَ
 تَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاحِرٌ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲﴾
 يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْبِيرٍ ﴿۱۳﴾

اور تم ہر ایک (دریا) میں سے (مچھلیاں نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور (یعنی موتی مونگا) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دریا میں دیکھتا ہے کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور اس لئے کہ تم شکر کرو ﴿۱۲﴾۔ وہ رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک ایک میعاد مقرر تک چلتا ہے، یہ ہے پروردگار تمہارا اسی کی (دونوں جہان میں) بادشاہی ہے، اور جن کو تم اس کے سوا پوجتے ہو (یعنی بت) وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی مالک نہیں ﴿۱۳﴾

شیریں ہے پیاس کو بجھاتا ہے ﴿۱۲﴾ اور دوسرا دریا نہایت کھاری کڑوا ہے جو خلق کو خلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان دونوں کے بیچ میں آڑ رکھ دی ہے۔ چنانچہ اسکا ذکر سورۃ الفرقان (پارہ ۱۹) میں گزرا، پھر فرمایا کہ تم دونوں دریاؤں میں سے تازہ گوشت مچھلیاں کھاتے ہو، اور پہننے کا زیور موتی اور مونگا نکالتے ہو۔ آگے فرمایا کہ سمندر میں جہاز چلتے ہیں، اور چھوٹے دریاؤں میں کشتیاں چلتی ہیں، جس میں تجارت کا مال ادھر سے ادھر جا کر بکتا ہے۔ جس کے سبب سے لوگوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اس لئے کہ تم شکر کرو۔

۱۔ یہ ایک اور قدرت کی نشانی بیان فرمائی کہ گرمی کے موسم میں رات کا کچھ حصہ دن میں ملا کر دن کو بڑا کر دیا جاتا ہے، اور جاڑے کے موسم میں اسی طرح رات کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ نے نفع کے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک بندھے ہوئے وقتوں پر چلتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہی اللہ پروردگار ہے تمہارا، جس نے یہ سارے کام کئے ہیں۔ اسی کے واسطے دونوں جہان میں بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جن کو تم اس کے سوا پوجتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اور اگر تم بتوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو بھی نہیں سنتے۔ اس لئے کہ وہ پتھر ہیں جس میں

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا
لَكُمْ ۖ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ
خَبِيرٍ ۚ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيدُ ۚ ﴿١٤﴾ إِنَّ يَسَاءَ يَدُوهُمْ أَن يَسْأَلُوكَ بِالْحَسْبِ وَالْمَالِ
الَّذِي كَسَبُوا ۚ وَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ يُغْنِي عَنْهُمْ كِتَابُ اللَّهِ
وَالْحَقُّ وَالْحَسْبُ اللَّهُ ۗ ﴿١٥﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ﴿١٦﴾ وَمَا ذَلِكُ
عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۚ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ﴿١٨﴾ وَمَا ذَلِكُ
عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۚ ﴿١٩﴾

الغنى

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکار کونہ سنیں، اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہارے کہنے کو قبول نہ کریں، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے، اور تجھ کو اللہ خبردار کی طرح کوئی نہ خبر دے گا ﴿۱۳﴾ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز، سب خوبیوں والا ہے ﴿۱۴﴾ اگر وہ چاہے تو تمکو نابود کر دے اور نئی مخلوق لے آئے ﴿۱۵﴾ اور یہ کام اللہ پر کچھ دشوار نہیں ﴿۱۶﴾ اور (قیامت کے دن) کوئی اے بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کے (گناہوں)

جان نہیں ہے۔ مفصل حال سورۃ یونس اور سورۃ سبأ میں گذر چکا ہے۔ اوپر طرح طرح کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر فرما کر آگے فرمایا "اے لوگو! تم اپنی ضرورت کی ہر ایک چیز میں اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تمہاری عبادت کا محتاج نہیں ہے، تمہاری ہی عیبی کی بہبودی کے لئے تم کو شرک و کفر سے بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور اوپر جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ان کے پیدا کرنے میں کوئی اللہ کا شریک نہیں، اس لئے تعریف کے قابل بھی وہی وحدہ لا شریک ہے۔ پھر فرمایا اس فہمائش کے بعد بھی اگر تم لوگ نہ مانو گے تو اللہ کی قدرت سے یہ بات کچھ مشکل نہیں کہ وہ تم کو ہلاک کر کے تمہاری جگہ کسی فرمانبردار مخلوق کو پیدا کر دیوے۔

مسلمان اور کافر کی مثال

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ کوئی شخص قیامت کے دن کسی دوسرے شخص کے گناہ کا ذمہ دار نہیں، اور اگر کوئی شخص اپنے گناہوں میں لدا ہو کسی دوسرے شخص کو اس بوجھ کے اٹھانے کے واسطے پکارے گا، تو وہ شخص اگرچہ اس کا بہت قریب کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو جیسے باپ یا بیٹا، جب بھی اس کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر نہ لے گا۔ ان دونوں صورتوں میں بوجھ کا نہ اٹھانا اللہ کے حکم کی وجہ سے ہے۔ اب قیامت کی نفسانسی اور قرابت داروں کے غیر ہو جانے کا حال ذکر فرما کر فرمایا کہ بغیر دیکھے قیامت کی باتوں کا، اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا جن کو خوف ہے، ان کو ہی اللہ کے رسول ﷺ کی نصیحت کچھ کارگر ہوتی ہے۔ دنیا کی محبت میں جو لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوئے، اور قیامت کے حساب و کتاب کو بالکل بھول گئے ہیں۔ ان کے دل پر

وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِلْهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا تَدْعُ
 ذَا قُرْبَىٰ ۖ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا
 الصَّلَاةَ ۖ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۸﴾
 مَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿۲۰﴾ وَلَا
 الظُّلُّ وَلَا الْحُرُورُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۗ

اور اگر کوئی بوجھل (یعنی گنہگار) اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا
 اگرچہ وہ شخص اس کا قرابت دار ہی ہو، (ابے محبوب! ﷺ) تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے
 اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں، اور جو کوئی (گناہوں سے) پاک ہو تو اپنے ہی بھلے کو
 پاک ہوا، اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۸﴾ اور اندھا (یعنی جاہل) اور آنکھوں والا (یعنی عالم)
 برابر نہیں ﴿۱۹﴾ اور نہ اندھیریاں (یعنی کفر) اور اجالا (یعنی ایمان) ﴿۲۰﴾ اور نہ سایہ (یعنی جنت) اور تیز دھوپ (یعنی
 دوزخ) ﴿۲۱﴾ اور زندے (یعنی مسلمان) اور مردے (یعنی کفار) برابر نہیں۔

اس نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اندھا اور آنکھوں والا یعنی جاہل اور عالم برابر نہیں ہو سکتے، اور نہ اندھیرے اور روشنی
 یعنی کفر اور ایمان برابر ہیں، اور نہ چھاؤں اور دھوپ یعنی جنت اور دوزخ برابر ہو سکتی ہے۔ اور زندے اور مردے یعنی مومنین
 اور کفار بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اس کو سناتا ہے، وہ ایمان لے آتا ہے۔ اور تم ان لوگوں کو
 جو قبروں میں ہیں یعنی کفار جن کے قلوب مردہ ہیں ان کو نہیں سنا سکتے کہ وہ تمہاری بات سن کر تم کو جواب دیں۔ یہاں پر اس
 آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے۔ اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع ہو۔ مردوں کا سننا
 احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، اور شاہ صاحب نے بھی اپنے فوائد میں لکھا ہے کہ قبر والوں یعنی مردوں سے سلام علیک کرو، وہ
 سنتے ہیں اور بہت جگہ مردے سے خطاب کیا ہے۔ یہ مثالیں بیان فرما کر کہ جس طرح یہ چیزیں ایک سی نہیں ہیں، اسی طرح اللہ
 اور رسول ﷺ کے فرمانبردار اور نافرمان ایک سے نہیں ہیں۔ دنیا میں بھی دونوں فرقے الگ الگ ہیں اور آخرت میں بھی
 الگ الگ۔ دوزخ اور جنت میں ہوں گے۔ تمہارا کام فقط یہ ہے کہ ہر ایک کو عذاب الہی سے ڈرو۔

إِنَّ اللَّهَ يُسِيعُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسِيعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ۝۲۲ إِنَّ
 أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۝۲۳ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَإِنْ مِنْ
 أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝۲۴ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ ۖ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝۲۵
 ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۲۶ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ
 أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۖ

۲۵/۵

بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنا تا ہے اور تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں (یعنی کافر جن کے قلوب مردہ ہیں) ۲۲ نہیں سنا سکتے تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو ۲۳ (اے محبوب! ﷺ) بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری لانے والا اور ڈر سنانے والا بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو ۲۴ اور اگر یہ (کفار) تم کو جھٹلائیں تو جو (کفار) ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا، ان کے پاس ان کے پیغمبر روشن دلیلیں (یعنی معجزات) اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے ۲۵ پھر میں نے ان کافروں کو (طرح طرح کے عذاب میں) پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا ۲۶ (اے مخاطب! ۲) کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگ کے پھل نکالے۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا: ”اے محبوب! ﷺ! ہم نے تم کو سچا دین دے کر ان لوگوں کے واسطے جو اس کو مانیں، خوشخبری دینے والا بھیجا ہے۔ اور جو اس کو نہ مانیں ان کا ڈرانے والا۔ اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نبی اس امت کا ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر مشرکین آپ کی تکذیب کریں تو ان سے پہلے لوگوں نے بھی تو اپنے نبی کی تکذیب کی تھی۔ باوجودیکہ وہ انبیاء ان کے پاس ظاہر دلیلیں یعنی معجزے اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے، پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔ تو جیسے ان انبیاء نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجئے۔ پھر ان کافروں کو جنہوں نے انبیاء کی تکذیب کی تھی ان کی تکذیب کی وجہ سے ہم نے عذاب میں گرفتار کیا، سو میرا انکار اور میرا ان کو ہلاک کر دینا کیسا ہوا یعنی سب اپنے موقع پر ہوا۔

کیسے لوگ خدا سے ڈرتے ہیں

۲۔ یہ ایک اور نشانی قدرت کی بیان فرمائی کہ ایک ہی مانی کے اثر سے سب میوے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جس میوہ کا رنگ اللہ

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيضٌ وَ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيبُ
 سُودٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَابِّ وَ الْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ
 كَذَلِكَ ۖ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
 غَفُورٌ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ أَنْفَقُوا
 مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَ عَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورًا ﴿۲۹﴾
 لِيُوفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَ يَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۰﴾

اور (اسی طرح) پہاڑوں میں مختلف رنگ کے راستے ہیں، بعض سفید اور بعض سرخ رنگ کے اور بعض کالے
 نہایت کالے ﴿۲۷﴾ اور آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ اسی طرح مختلف ہیں (جیسے پھلوں اور پہاڑوں
 میں پس) خدا سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بیشک اللہ غالب، بخشنے والا ہے ﴿۲۸﴾
 بیشک اے وہ لوگ جو اللہ کی کتاب (یعنی قرآن) پڑھتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے
 رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت (یعنی ثواب) کے
 امیدوار ہیں جن میں کبھی گھانا ہی نہیں ﴿۲۹﴾ تاکہ اللہ ان کے ثواب انہیں بھر پور دے اور ان کو اپنے فضل سے اور
 زیادہ دے بیشک وہ بخشنے والا، قدر دان ہے ﴿۳۰﴾

تعالیٰ نے سرخ ٹھہرا دیا ہے اسکو پانی اپنے اثر سے سبز نہیں کر سکتا، اور سبز سرخ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پہاڑوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے
 رنگ برنگ کا پیدا کیا ہے، اور ان میں رنگ برنگ کی گھائیاں رکھی ہیں۔ یہی حال انسان، چار پائیوں اور کیڑے پتنگوں کا ہے۔
 پھر فرمایا اللہ کی ان قدرتوں کو دیکھ کر وہی لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اس میں سب قدرتیں ہیں۔ وہ نافرمان
 لوگوں کی گرفت کر لینے میں بڑا زبردست ہے۔ اور فرمانبرداروں کے گناہوں کے معاف کر دینے میں بڑا غفور و رحیم ہے۔

اے ان آیتوں میں فرمایا جو لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں، اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں،
 اور نماز ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے، ان میں سے پوشیدہ اور علانیہ ہماری راہ میں یعنی زکوٰۃ یا
 صدقہ کے طور پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ان کو کبھی گھانا ہی نہیں، کیونکہ اللہ ان کے
 اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، اور بڑھائے گا، اللہ اس ثواب کو اپنے فضل سے۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے ان کے گناہ، اور
 قدر دانی کرنے والا ہے ان کے تھوڑے عملوں کی۔ پھر فرمایا اللہ ان کو کبھی گھانا ہی نہیں، کیونکہ اللہ ان کے گناہ، اور
 قدر دانی کرنے والا ہے ان کے تھوڑے عملوں کی۔ پھر فرمایا اللہ ان کو کبھی گھانا ہی نہیں، کیونکہ اللہ ان کے گناہ، اور
 قدر دانی کرنے والا ہے ان کے تھوڑے عملوں کی۔

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ
 إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝۳۱ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا
 مِنْ عِبَادِنَا فِيهِمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
 بِالْخَيْرَاتِ بإِذْنِ اللَّهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَصْلُ الْكَبِيرُ ۝۳۲ جَنَّتْ عَدْنٌ
 يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۚ

اور (اے محبوب! ﷺ) وہ کتاب (یعنی قرآن) جو ہم نے تمہاری طرف (بذریعہ) وحی بھیجی ہے وہ ہی حق ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے ۝۳۱ پھر ہم نے اپنی کتاب (یعنی قرآن) کا وارث کیا اپنے ان بندوں میں سے جن کو ہم نے منتخب کر لیا (یعنی آپ کی امت کو) تو کوئی لہ ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، اور کوئی ان میں درمیانی چال پر ہے، اور کوئی ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف سبقت لے گیا، یہی اللہ کا بڑا فضل ہے ۝۳۲ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ لوگ داخل ہوں گے، ان کو اس جگہ سونے کے کنگن اور موتی کے زیور پہنائے جاویں گے۔

وحی کی ہے، وہ ہی حق ہے۔ اسی واسطے یہ تصدیق کرتا ہے ان کتابوں کی جو اس سے آگے ہیں جیسے توریت اور انجیل وغیرہ۔ اور یہ پہلی کتابوں کی صداقت دیتی ہیں بلاشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کی خوب خبر رکھتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ کون مستحق فضیلت کا ہے۔ تمام رسولوں کو اس نے سارے آدمیوں پر فضیلت دی ہے، اور بعض نبیوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔ اور نبی آخر الزماں ﷺ کا مرتبہ سب نبیوں سے زیادہ کیا ہے۔ پھر فرمایا پہلی کتابوں کی صداقت جبکہ اس قرآن میں ہے۔ تو اس قرآن کے ذریعہ سے ان پہلی کتابوں کا ہم نے ان لوگوں کو وارث بنایا جن کو پسند فرمایا۔ ہم نے اپنے بندوں میں سے کہ وہ قائم رکھنے والے ہیں اسکے حکموں کو۔ مراد ان سے یہ امت محمدی ہے۔

۱۔ اس آیت میں تین قسم کے لوگوں کا بیان فرمایا کہ: ۱۔ بعض تو ان میں سے گنہگار ہیں، اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور عمل نہیں کرتے۔ صرف ایمان ہی ایمان ہے ۲۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو اوسط درجے کے ہیں۔ پورے عامل نہیں اور ۳۔ بعض کامل ہیں ایمان میں بھی اور عمل میں بھی، ہر ایک نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے ہیں خدا کے حکم سے۔ ان لوگوں کو کتاب یعنی قرآن کا عطا فرمانا یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

۲۔ عذابِ دوزخ کا ذکر: جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا وارث کیا یہ ان کا حال ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا
 الْحَزْنَ ۗ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِي أَهْلَنَا دَارَ الْمَقَامَةِ
 مِنْ فَضْلِهِ ۚ لَا يَسُنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَسُنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿۳۵﴾ وَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا
 يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۗ كَذٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كٰفِرٍ ﴿۳۶﴾

اور پوشاک ان کی وہاں ریشمی ہوگی ﴿۳۳﴾ اور کہیں گے: ”سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قادر دان ہے ﴿۳۴﴾ وہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ہمیشہ رہنے کے گھر (یعنی جنت) میں اتارا جہاں ہم کو نہ کوئی رنج پہنچے اور نہ ہم کو اس میں کوئی تکان لاحق ہو“ ﴿۳۵﴾ اور اے جو لوگ کہ کافر ہوئے ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان کی قضا آئے کہ مرجائیں اور نہ دوزخ کے عذاب میں ان پر کچھ کمی کی جائے، ہم ہر بڑے ناشکرے (یعنی کافر) کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ﴿۳۶﴾

فضل سے جنت میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو موتی اور سونے کے جڑاؤ کنگن اور ریشمی کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اسی واسطے دنیا میں مردوں پر یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے کہ جنت میں کھانے پینے کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے۔ دنیا میں آدمی کو معیشت کا جانی اور مالی نقصانات کا خاتمہ بخیر ہو نے کا اور عبادت کے قبول ہونے کا طرح طرح کا فکر و غم تھا۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ سب غم جاتے رہیں گے۔ اس لئے جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں، جس نے ہمیں سب غموں سے آزاد کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا غفور و رحیم ہے کہ اس نے ہمارے گناہ معاف کر دیئے۔ اور وہ بڑا قادر دان ہے کہ اس نے ہماری تھوڑی سی عبادت کے بدلہ میں ہم کو جنت جیسا مقام عنایت فرمایا کہ جہاں بے محنت اور مشقت کے ہم ہمیشہ رہیں گے۔

۱۔ فرمانبردار لوگوں کے انجام کے ذکر کے بعد یہ نافرمان لوگوں کے انجام کا ذکر فرمایا کہ ان کا انجام ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جانا ہے۔ دنیا کی آگ کا ایک انگارہ اگر انسان کے جسم پر رکھ دیا جائے تو اس کی برداشت اس سے نہیں ہو سکتی۔ دوزخ کی آگ تو وہ آگ ہے جس میں دنیا کی آگ سے انتہائی تیزی زیادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا کی تکلیف سے دو طرح چھٹکارا ہوتا ہے ۱۔ یا تو آدمی تکلیف کی سختی سے مر جاتا ہے ۲۔ یا رفتہ رفتہ تکلیف کچھ کم ہو جاتی ہے۔ دوزخ میں یہ دونوں

وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي
 كُنَّا نَعْمَلُ ۖ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ
 النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ۚ (۲۷) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ
 السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۙ (۲۸)

اور اہل دوزخ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو (یہاں سے نکال تاکہ (اب) ہم (دنیا میں جا کر) اچھے عمل کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے ہم کہیں گے: ”کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہیں دی تھی کہ جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا (رسول بھی) آیا تھا تو اب مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۚ (۲۷) بیشک ۱۔ اللہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ بات کا، بیشک وہ دلوں کی باتیں (خوب جانتا ہے) ۚ (۲۸)

باتیں نہ ہوں گی دوزخ کی تکلیف تو ایسی ہوگی کہ چاروں طرف سے موت نظر آئے گی، اور وہاں ان کی موت کا بھی حکم نہ دیا جائے گا جس سے مر کر چھوٹ جائیں۔ اور نہ گھڑی بھر اس عذاب میں کسی قسم کی تخفیف کی جائے گی۔ جیسا کہ ہم ان کو عذاب میں گرفتار کریں گے، ایسے ہی ہر کافر کا حال ہونا ہے، اور وہ اس آگ میں چیخ چیخ کر پکار رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو اس آگ سے نکال دے، تاکہ ہم اچھے کام کریں اور وہ کام نہ کریں گے جو ہم دنیا میں خراب خراب کرتے تھے۔ اس بارگاہ عالی سے حکم ہوگا: ”کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی تھی کہ جو چاہتا اس مدت میں نصیحت پکڑ سکتا تھا، اور تمہارا پاس ڈر سنانے والا بھی ہمارے پاس سے آیا۔ اس وقت تم کو کچھ نہ سوچھی، اس وقت خدا اور رسول کو بھول گئے۔ اب کیا ہو سکتا ہے تمہارے عمل کرنے کا وقت تو گزر گیا۔ وہ تو دنیا ہی میں تھا اور اس عالم کو تو ہم نے جزا و سزا کے ہی لئے بنایا ہے۔ باوجودیکہ ہمارے پیغمبر بھی تمہارے پاس سمجھانے کو آئے سو تم نے ان کا کہنا نہ مانا، سو اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔ کافروں کا کوئی ایسا مددگار نہیں ہے جو ان کو عذاب سے بچالے۔“

۱۔ اوپر فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کا قیامت کے دن کا انجام کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا اللہ تعالیٰ غیب دان ہے۔ اس لئے اس نے اپنے علم کے موافق ابھی سے لوگوں کو قیامت کے انجام سے ہوشیار کر دیا، اور اس کو دلوں کا بھید تک معلوم ہے، اس واسطے جزا و سزا کے وقت اس سے دل کا اعتقاد یا ہاتھ پیر کا کام، یا منہ کی بھلی بری بات کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ پھر فرمایا کہ پہلے کے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر کے ان لوگوں کو ان کی جگہ پر پیدا کیا۔ اس لئے پہلے

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ ۖ فَسَنُ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَ
 لَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ
 الْكَافِرِينَ كُفْرَهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ أَسَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ الَّذِينَ
 تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ
 شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ۚ أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْهُ ۚ بَلْ إِنْ
 يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۴۰﴾

وہی ہے کہ جس نے تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین کیا، پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کو ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک نہیں بڑھائے گا مگر بیزاری اور کافروں کے حق میں ان کا کفر نہیں بڑھائے گا مگر نقصان (آخرت میں) ﴿۳۹﴾ تم فرماؤ: ”بھلا بتاؤ تو اپنے وہ شریک (یعنی بت) جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں کچھ ان کا سا جھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں“ (ان میں سے کوئی بھی بات نہیں)، بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے مگر فریب کا ﴿۴۰﴾

کے لوگوں کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی نافرمانی سے پہلے کے مشرکوں کو کیا نقصان پہنچ چکا ہے۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں سے پوچھو تو سہی کہ ان کے بتوں نے ان کی ضرورت کی کسی چیز کو پیدا کیا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں ان کے بتوں کی کچھ شراکت ہے، یا اللہ تعالیٰ نے بتوں کی پوجا کرنے کی ان مشرکوں کے پاس کوئی سند بھیجی ہے۔ جب ان باتوں میں سے کسی بات کو یہ لوگ ثابت نہیں کر سکتے، تو ان کے بہکانے والوں نے بتوں کی سفارش کا وعدہ جو کر رکھا ہے کہ بت تمہاری سفارش کریں گے، یہ ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ جس کا حال ان کو قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔ پھر فرمایا یہ شرک ایسی بری چیز ہے جس کے خوف سے آسمان وزمین اپنی جگہ سے ہل جاویں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بربداری سے آسمان کو گرنے اور زمین کو ہلنے سے روک رکھا ہے۔ اور اگر وہ موجودہ جگہ سے ہل جاویں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ بیشک وہ تحمل والا بخشنے والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُسِيطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ إِنَّ تَزُولَ لَهٗ وَلِيْنٌ زَالَتَا
 إِنَّ أَمْسَكُهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝۳۱
 أَقْسُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْبَانِهِمْ لِيْنِ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ
 أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا
 نُفُورًا ۝۳۲ اسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۗ ط

بیشک اللہ ہی نے آسمانوں کو اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ جگہ سے نہ ہٹیں، اور اگر بالفرض وہ ہٹ جاویں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں کو تھام سکے، بیشک وہ بردبار بخشنے والا ہے ۝ اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈرسانے والا (یعنی پیغمبر) آیا تو بس اس (کے حق و ہدایت) سے ان کی نفرت ہی بڑھی ۝ زمین میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور برے داؤں سے (یعنی مکر و فریب سے)

نافرمانی کا انجام

۱۔ شان نزول: آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رؤساء قریش نے سنا تھا کہ اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی ہے۔ آپس میں کہتے تھے کہ یہ کیسے دو گروہ ہیں کہ اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ قسم خدا کی اگر کوئی پیغمبر ہمارے پاس آتا تو ہم ان سے زیادہ راہ پائے ہوئے ہوتے، اور اللہ کے رسول کی پوری فرمانبرداری کرتے۔ جب آنحضرت ﷺ نبی ہوئے، اور قریش نے آپ سے طرح طرح کی مخالفت کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے قریش کے قائل کرنے کو اس مضمون کی چند آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ پہلے تو یہ لوگ قوم عرب میں اللہ کے رسول کے آنے کی آرزو کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو پوری کی تو اللہ کے رسول سے انہوں نے مخالفت نکالی۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ کے رسولوں کی مخالفت کے سبب سے کتنی قومیں ان سے پہلے ہلاک ہو چکی ہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئیں گے تو ایک دن وہی انجام ان کا ہونے والا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دستور بدلنے اور ٹلنے والا نہیں۔ اگر قریش میں کے سرکش لوگ اپنی سرکشی اور اللہ کے رسول کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کے داؤ پچ ایک دن انہی پر الٹ پڑیں گے، اور دستور الہی کے موافق پہلے کے نافرمان لوگوں کی طرح انکی ساری سرکشی خاک میں مل جاوے گی۔

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۖ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ
 الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ
 تَحْوِيلًا ۝۴۳ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ
 مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝۴۴

اور برے داؤں کا وبال (اصل میں) اس کے چلنے والے ہی پر (الٹ) پڑتا ہے، پس کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اسی کے جو اگلے (کافر) لوگوں کا دستور ہوا، پس تم ہرگز اللہ کے دستور کو بدلا ہوا نہ پاؤ گے، اور ہرگز اللہ کے قانون کو ملتانہ پاؤ گے ۴۳ اور کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا، حالانکہ وہ قوت میں ان سے بہت زیادہ تھے، اور اللہ ہرگز ایسا نہیں کہ کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں اس کو عاجز کر سکے، بیشک وہ بڑا علم والا بڑی قدرت والا ہے ۴۴

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ اکثر شام کے ملک کا سفر کرتے ہیں کیا ان کو اس راستہ میں پہلے کے سرکشوں کی اجڑی ہوئی بستیاں نظر نہیں آتیں۔ جو ان سے قوت میں مال و اولاد میں ہر طرح سے بڑھ کر تھے، لیکن ان کی سرکشی کے سبب سے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کرنا چاہا تو اللہ کی قدرت کے آگے ان کی قوت، مالدار کی کوئی چیز بھی ان کو آفت سے نہ بچا سکی۔ پھر فرمایا باوجود طرح طرح کی سرکشی کے یہ لوگ آفت سے اب تک اس واسطے بچے ہوئے ہیں کہ عادت الہی میں ایسے لوگوں کی پکڑ کی جلدی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی بد اعمالی پر لوگوں کو جلدی پکڑے تو زمین پر کوئی جاندار ہلاکت سے نہ بچ سکے۔ کس لئے کہ علم اس کا وسیع ہے جس سے فرمانبردار اور سرکش نافرمان سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں، سب کے دلوں تک کا حال اس کو خوب معلوم ہے۔ قدرت اسکی زبردست ہے کہ پہلے کی بڑی بڑی سرکش قوموں کو جس عذاب سے اس نے چاہا ایک دم میں ہلاک کر دیا، لیکن اس کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اور عادت الہی یہ ہے کہ وقت مقررہ سے پہلے وہ نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے، تاکہ ان نافرمان لوگوں کو مہلت کے زمانہ میں راہ راست پر آنے کا پورا موقع ملے۔ جو سرکش لوگ مہلت کے زمانہ میں اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز نہیں آتے، تو وقت مقررہ پر ان کو ایسے سخت عذاب میں پکڑ لیتا ہے جس سے وہ بالکل ہلاک ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ يَوُّ أَخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَأْبِهِ وَ
 لَكِنَّ يَوُّ خَرُّهُمْ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
 بِعِبَادِهِۦ بَصِيْرًا ۝۳۵

۵۰۴۲

اور اگر اللہ لوگوں کو انکے اعمال کے سبب پکڑتا تو روئے زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا و لیکن اللہ انکو ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دیتا ہے، پس جب ان کا وقت مقرر آئے گا تو بیشک اللہ کے سب بندے اسکی نگاہ میں ہیں ۝

﴿ آیاتھا ۸۳ ﴾ ﴿ ۳۲ سُوْرَةُ یَس ۳۱ مِکِّيَّةٌ ﴾ ﴿ ۵ رُكُوْعَاتُهَا ۵ ﴾

سورہ یاسین مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

یَس ۱ ۚ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ۲ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۳ ۚ عَلٰی
 صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۴ ۚ

یس حکمت لہ والے قرآن کی قسم ہے ۱ بیشک (اے محبوب ﷺ) تم ۲ سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو ۳

خواص سورہ یاسین: اس سورت کے بے حد خواص ہیں یہ سورت قرآن شریف کا دل ہے جو شخص کسی حاجت کیلئے پڑھے ان شاء اللہ کامیاب ہووے۔ محتاج پڑھے غنی ہو جاوے۔ اسکو لکھ کر بطور تعویذ کے اپنے پاس رکھے تو نظر بد اور آسیب وغیرہ اور بیماریوں سب سے محفوظ رہے۔ اور اس سورت کو قریب المرگ والے کے روبرو سناوے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کر دے گا اور جانکنی والے پر تین مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں ان شاء اللہ فوراً روح اسکی آسانی سے نکل جائے گی۔ اگر بیمار پر پڑھ کر دم کریں تو ان شاء اللہ شفا پائے گا۔

لہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر چیز کے لئے قلب ہے، اور قرآن کا قلب یس ہے، اور جس نے یس پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ ہر سختی کے وقت یس پڑھنا چاہئے اس کی برکت

تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاءَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

یہ لہ قرآن غالب مہربان کا اتارا ہوا ہے ۝ تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ کہ جس کے باپ دادا (پیغمبروں کے ذریعہ سے) نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں ۝ بیشک اس میں سے اکثر لوگوں پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا ہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ۝

سے وہ سختی دفع ہو جاتی ہے۔ مراد حاصل ہوتی ہے، اور موت کے آنے کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے، اور ایمان نصیب ہوتا ہے۔ اور یس کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد جناب رسول کریم ﷺ ہیں، کیونکہ آپ کے بہت سے نام ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی آپ کا نام ہی ہے۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مکہ کے مشرک آنحضرت ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتے تھے۔ کبھی تو جادوگر بتلاتے تھے اور کبھی شاعر اور کاہن کہتے تھے، اور کبھی کہتے تھے کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ اس لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ مشرکوں کو یقین دلانے کیلئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ذکر کیا کہ اے محبوب ﷺ! آپ بلاشبہ پیغمبروں میں ہیں، اور آپ سیدھے راستہ پر ہیں یعنی اس راستہ پر ہیں کہ جو انبیاء سابقین کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت تمام مخلوقات کیلئے ہے۔

قرآن کے جھٹلانے والوں کا انجام

لہ اوپر قرآن کی قسم کھا کر یہ اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ جس قرآن کی قسم کھائی گئی ہے وہ قرآن ایسے کا اتارا ہوا ہے جو قرآن کے جھٹلانے والے کو سزا دینے میں بڑا زبردست اور قرآن کے ماننے والوں کے حق میں بڑا صاحب رحم ہے۔ پھر قرآن کے نازل کرنے کا سبب بیان فرمایا کہ قرآن ایسے لوگوں کو عذاب آخرت سے ڈرانے کے لئے اتارا گیا ہے کہ جن میں بہت مدت سے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ اس واسطے ان میں موروثی غفلت چلی آتی ہے۔ پھر فرمایا ان میں سے اکثر لوگوں پر بات تقدیری ثابت ہو چکی ہے، اس لئے اے محبوب ﷺ! ایسے لوگوں کے حال پر تم کو کچھ افسوس نہ کرنا چاہئے۔ اب آگے ان نافرمان لوگوں کی مثال بیان فرمائی کہ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو، اور اس کا سر آسمان کی طرف اونچا ہو کر رہ جائے، اور اس کو زمین پر کی کوئی چیز نظر نہ آئے۔ گردن میں طوق اس طرح ڈالا جاتا ہے کہ اس میں دونوں ہاتھ بھی جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے جب طوق مع دونوں ہاتھوں کے ٹھوڑی تک ہوا، تو ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے پھنس کر گردن اونچی ہو گئی، اور آنکھیں آسمان کو لگ گئیں۔ دوسری مثال یہ بیان فرمائی کہ ان کے آگے پیچھے دیوار اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اس لئے یہ لوگ آگے پیچھے کی چیز تو درکنار دیوار پر کی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی گمراہی کا جب یہ حال ہے تو قرآن کی آیتوں میں ان کے بھلے برے کو جو جتلیا گیا ہے اس کو یہ لوگ کسی طرح ماننے والے نہیں۔ اس لئے ان

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فَبِهِ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِغُفْرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ﴿١٢﴾

وقف غفران

بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں، پس وہ تھوڑیوں تک ہیں پس یہ اوپر کومنہ اٹھائے رہ گئے ﴿۸﴾ اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار قائم کر دی، پس ہم نے (ہر طرف سے) ان کو ڈھانک دیا (یعنی ایمان کی راہ بند ہے)، پس وہ کچھ نہیں دیکھتے ﴿۹﴾ اور ان کے لئے تمہارا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۱۰﴾ پس تم تو اسی شخص کو ڈرنا سنا سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے بے دیکھے ڈرے، پس اسے مغفرت اور عزت کے ثواب (یعنی جنت) کی خوشخبری لے دو ﴿۱۱﴾ بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں کہ جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے اور جو نشانیاں (یعنی طریقے) پیچھے چھوڑ گئے۔

کو عذابِ آخرت سے ڈرانا اور نہ ڈرانا یکساں ہے۔ جو لوگ راہِ راست پر یعنی مسلمان ہیں، اور انہوں نے نہیں دیکھا، لیکن اللہ کے کلام کا یقین ان کے دل میں ایسا جم گیا ہے کہ بن دیکھے عذاب کا خوف بھی ان کو نافرمانی سے روکتا ہے۔ اب اس خوف اور ایمان کا نتیجہ بیان فرمایا کہ ایسے لوگوں کے حق میں گناہوں کی معافی کا اور تھوڑی سی نیکی کے بڑے اجر کا اللہ کا وعدہ ہے۔ اے محبوب اللہ! تم اللہ کا یہ وعدہ خوشخبری اللہ کی قدرت کی نشانی کے طور پر ایسے لوگوں کو سنا دو۔

اللہ کی قدرت کی نشانی

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ کامل بدلہ پانے کا مقامِ آخرت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ہم مردوں کو زندہ کریں گے۔ پھر فرمایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، اور نیک و بد عمل اور ان کی جزا و سزا دینے کے واسطے لوح محفوظ میں لکھتے ہیں۔ اور ہم انکے ان طریقوں کو بھی اس میں لکھتے ہیں جن کو وہ اپنے بعد والوں کے واسطے مقرر کر گئے ہیں۔ ہم نے لوح محفوظ میں تمام چیزوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿۱۲﴾ وَأَضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا
أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں شمار کر رکھا ہے ﴿۱۲﴾ اور ان سے ایک داستان اس شہر والوں کی بیان کرو جب ان کی طرف فرستادے (پیغمبر) آئے ﴿۱۳﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو حواریوں صادق و صدوق کو انطاکیہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے، دین حق کی دعوت دیں۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے اس شخص کا نام حبیب نجار تھا۔ اس نے ان کا حال دریافت کیا ان دونوں نے کہا کہ ”ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تمہیں دین حق کی دعوت دینے آئے ہیں کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرو۔“ حبیب نجار نے نشانی دریافت کی انہوں نے کہا: ”نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، برص والے کا مرض دور کرتے ہیں۔“ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب نجار ایمان لائے اور اس واقعہ کی خبر مشہور ہو گئی، اور ایک خلق کثیر نے ان کے ہاتھوں اپنے امراض سے شفا پائی۔ یہ خبر پہنچنے پر بادشاہ نے انہیں بلا کر کہا: ”کیا ہمارے معبودوں کے سوا اور کوئی معبود بھی ہے۔ ان دونوں نے کہا ”وہی جس نے تجھے اور تیرے معبودوں کو پیدا کیا“، پھر لوگ ان کے درپے ہوئے اور انہیں مارا اور یہ دونوں قید کر لئے گئے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعوں کو بھیجا، وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے، اور بادشاہ کے مصاحبین و مقربین

راہ پیدا کر کے بادشاہ تک پہنچے اور اس پر اپنا اثر پیدا کیا۔ جب دیکھا کہ بادشاہ ان سے خوب مانوس ہو گیا تو ایک روز بادشاہ سے ذکر کیا کہ دو آدمی جو قید کئے گئے ہیں وہ کیا کہتے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب انہوں نے نئے دین کا نام لیا فوراً ہی مجھے غصہ آ گیا۔ شمعوں نے کہا: ”اگر بادشاہ کی رائے ہو تو انہیں بلا لیا جائے دیکھیں ان کے پاس کیا ہے۔“ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے شمعوں نے ان سے دریافت کیا تمہیں کس نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: ”اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور ہر جاندار کو روزی دی اور جس کا کوئی شریک نہیں۔“ شمعوں نے کہا کہ اس کی مختصر صفت بیان کرو۔ انہوں نے کہا: ”وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔“ شمعوں نے کہا: ”تمہاری نشانی کیا ہے۔“ انہوں نے کہا: ”جو بادشاہ چاہے“ تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلایا۔ انہوں نے دعا کی وہ فوراً بینا ہو گیا، شمعوں نے بادشاہ سے کہا کہ اب مناسب یہ ہے کہ تو اپنے معبودوں سے کہہ کہ وہ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں تاکہ تیری اور ان کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعوں سے کہا کہ تم سے کچھ چھپانے کی بات نہیں ہے، ہمارا معبود نہ دیکھے نہ سنے، نہ کچھ بگاڑ سکے نہ بنا سکے۔ پھر بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا
 إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا
 أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ۗ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا سَكْدِبُونَ ﴿۱۵﴾ قَالُوا رَبُّنَا
 يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُم لَمُرْسَلُونَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۷﴾
 قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَسَّسَنَّكُمْ
 مِنَ الْعَذَابِ أَلِيمٌ ﴿۱۸﴾

جب ہم نے ان کی طرف دو حواری بھیجے پس انہوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے سے قوت دی، اب ان تینوں فرستادوں نے کہا: ”بیشک ہم تمہاری طرف (ہدایت کیلئے) بھیجے گئے ہیں“ ﴿۱۳﴾ ان لوگوں نے کہا: ”تم تو ہم جیسے آدمی ہو اور نہ خدا نے کوئی چیز بھیجی ہے تم محض جھوٹ بولتے ہو“ ﴿۱۵﴾ انہوں نے کہا: ”ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں“ ﴿۱۶﴾ اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف صاف پیغام پہنچا دینا“ ﴿۱۷﴾ وہ لوگ بولے: ”بیشک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کریں گے اور بیشک تم کو ہمارے ہاتھوں دکھ کی مار پڑے گی“ ﴿۱۸﴾

اگر تمہارے معبود کو مردے کے زندہ کر دینے کی قدرت ہو تو ہم اس پر ایمان لے آئیں۔ انہوں نے کہا: ”ہمارا معبود ہر شے پر قادر ہے۔“ بادشاہ نے ایک دہقان کے لڑکے کو منگایا جس کو مرے ہوئے سات دن ہو گئے تھے اور جسم خراب ہو چکا تھا، بدبو پھیل رہی تھی۔ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ”میں مشرک مرا تھا، مجھ کو جہنم کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم ہو بہت نقصان دہ ہے۔ ایمان لاؤ۔“ اور کہنے لگا کہ آسمان کے دروازے کھلے، اور ایک حسین جوان مجھے نظر آیا، جوان تین شخصوں کی سفارش کرتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: ”کون تین۔“ اس نے کہا: ”ایک شمعون اور دویہ۔“ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ کے دل پر اثر کر گئی تو اس نے بادشاہ کو نصیحت کی، وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لائے، اور کچھ ایمان نہ لائے اور عذاب الہی میں ہلاک کئے گئے۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس قوم کے ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس شہر کے دروازے پر آن کر ایک چنگھاڑ ماری جس سے ان کے کلیجے پھٹ کر فوراً مر گئے۔

قَالُوا طَا بِرُكُم مَعَكُمْ أَطِينٌ ذُكِّرْتُمْ ط بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ①۹
 وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَّسْعَى قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا
 الْمُرْسَلِينَ ②۰ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ②۱

انہوں نے فرمایا: ”کہ تمہاری نحوست تو تمہارے (کفر کے) ساتھ ہے، کیا اس لئے کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو“ ①۹ اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا: ”اے میری قوم! بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو ②۰ ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہ راست پر ہیں“ ②۱

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدَ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۳﴾ ءَأَتَّخِذُ مِنْ
 دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرِدُنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شِيَأًا
 وَلَا يُنْقِذُونَ ﴿۲۴﴾ إِنْ أَرَادْتُ بِرَبِّكُمْ
 فَاسْبِعُونَ ﴿۲۵﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۗ قَالَ يَلِيَّتْ قَوْمِي يَعْلمُونَ ﴿۲۶﴾
 بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْبُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ
 مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا
 صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خِيدُونَ ﴿۲۹﴾ يُحْصِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ مَا
 يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۰﴾

اور مجھے کیا (عذر) ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں کہ جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف
 لوٹائے جاؤ گے ﴿۲۳﴾ کیا میں اللہ کے سوا اور (باطل) معبود ٹھہراؤں کہ اگر خدا مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ
 ان (باطل معبودوں) کی سفارش میرے کچھ کام آئے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں ﴿۲۴﴾ (اگر میں ایسا کروں) تو بیشک
 میں صریح گمراہی میں ہوں ﴿۲۵﴾ بیشک میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا، پس میری سنو ﴿۲۶﴾ اس سے فرمایا گیا کہ
 جنت میں داخل ہو، کہنے لگا: ”کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہوتی ﴿۲۷﴾ کہ کس چیز سے میرے پروردگار نے
 میری مغفرت کی اور مجھ کو عزت والوں میں شامل کیا“ ﴿۲۸﴾ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی لشکر (فرشتوں
 کا اس کی ہدایت کے لئے) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا ﴿۲۹﴾ وہ سزا تو ایک آواز سخت
 تھی، پس وہ سب اسی دم (اس سے) بچھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے ﴿۳۰﴾ اور (کہا گیا) کہ ہائے افسوس (ایسے)
 بندوں کے حال پر جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں ﴿۳۰﴾

الْمَیْرُوْا کُمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنْتُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝۳۱
 وَاِنْ کُلُّ لَسَّاجِیْمٍ لَّدَیْنَا مَحْضُرُوْنَ ۝۳۲ وَاٰیةٌ لَّهُمْ اَلْاَرْضُ الْمَیِّتَةُ ۝۳۳
 اَحْیَیْنَهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فِیْنَهٗ یَا کُلُوْنَ ۝۳۴ وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنَّتٍ
 مِّنْ نَّخِیْلِ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ۝۳۵ لِیَا کُلُوْا مِنْ
 ثَمَرِهَا وَّمَا عَلَّمَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ۝۳۶ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ۝۳۷

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں کہ وہ اب ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر آنے والے ہیں اور جتنے بھی نہیں ۝۳۱ سب کے سب (قیامت کے دن) ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے ۝۳۲ اور ان کے لئے مردہ (یعنی خشک) زمین ایک نشانی ہے جس کو ہم نے (بارش سے) زندہ (یعنی سرسبز) کیا اور پھر اس سے اناج نکالا پس اس میں سے (وہ) کھاتے ہیں ۝۳۳ اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کئے ۝۳۴ تاکہ لوگ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا (یہ سب خدا کا دیا ہوا ہے) تو کیا (یہ لوگ اس نعمت کا) شکر نہیں کریں گے ۝۳۵

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہر سال حشر کا حال سمجھنے کے لئے وہ مردہ یعنی خشک زمین کو جس میں گھاس تک نہیں اگتی منکرین حشر کے حق میں ایک نشانی ہے۔ کہ جس وقت ہم نے اس پر مینہ برسایا تو مردہ زمین یعنی خشک زمین کا پانی سے ہرا بھرا کر دینا یعنی بعد مرنے کے زمین کو زندہ کر دیا۔ جس سے ہم نے اناج پیدا کیا جس کو وہ سب لوگ کھاتے ہیں، یہ نشانیاں دوبارہ پیدا کرنے کی دلالت کرتی ہیں، اور ہم نے اس زمین میں طرح طرح کے باغ کھجوروں اور انگوروں کے پیدا کئے، اور جاری کئے زمین میں چشمے اور ندیاں، تاکہ لوگ باغ کے میوے اور پھلوں میں سے کھائیں۔ پھر فرمایا یہ چیزیں ان کی بنائی ہوئی نہیں، نہ ان کے معبودوں کی، بلکہ صرف اسکی قدرت سے پیدا ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ اس نعمت کا شکر کیوں نہیں کرتے۔ وہ اللہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے جس نے زمین کی اگنے والی چیزوں کو طرح طرح سے پیدا کیا، اور بہت سی ایسی عجیب اور غریب چیزیں پیدا کی ہیں جس کو تم جانتے تک بھی نہیں ہو۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ وَاجْعَلْ لَهَا مِثْلَ ثَابِتِ الْأَرْضِ وَمِنْ
 أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ ۖ نَسُدُّ عَنْهَا النُّجُومَ
 فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ ذَٰلِكَ
 تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۸﴾

پاک ذات ہے وہ کہ جس نے سب جوڑے پیدا کئے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور
 ان چیزوں سے کہ جن کی انہیں خبر نہیں ﴿۳۶﴾ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے
 دن کو اتار لیتے ہیں، پس ناگہاں وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور سورج اپنی مقررہ راہ پر چلتا رہتا ہے
 یہ اندازہ خدائے غالب جاننے والے کا (بنایا ہوا) ہے ﴿۳۸﴾

رات اور دن قدرت کی نشانیاں

۱۔ یہ ایک قدرت کی نشانی کا ذکر فرمایا کہ ایک نشانی ہماری قدرت کی ان کے واسطے رات ہے۔ فرمایا کہ ہم اس رات پر سے
 دن اتار لیتے ہیں۔ وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، راہ کا اندھیرا اور دن کا اجالا دونوں خدا کی قدرت کی نشانی ہیں۔
 رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے۔ رات کو انسان آرام پاتا ہے اور دن کو ہر طرح کا
 کام دھندہ کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نیند کو موت اور سو کر اٹھنے کو دوبارہ جینا فرمایا ہے۔ نیند
 میں آدمی کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں، اسلئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سونا اور دن کو پھر جاگ اٹھنا، حشر کا
 ایک نمونہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رات دن کا ذکر فرمایا۔

۲۔ ایک اور قدرت کی نشانی کا ذکر فرمایا کہ آفتاب کے دورہ کا یہ ہے کہ قیامت تک مشرق سے نکلنے اور مغرب میں غروب
 ہونے کا دورہ۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پیچھے لگا دیا ہے، وہی اس کا دورہ ہے، قیامت کے دن اس کی حرکت جاتی رہے گی۔
 آنحضرت ﷺ نے ایک روز حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ سورج جو غروب ہوتا ہے تو تم کو معلوم ہے کہ یہ
 کہاں جاتا ہے۔ انہوں نے کہا: ”کچھ معلوم نہیں“۔ آپ نے فرمایا: ”یہ عرش معلیٰ کے بیچ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سجدہ کرتا ہے،
 اور معمول کے موافق مشرق سے نکلنے کی اس کو اجازت ملتی ہے۔ جب قیامت آنے کو ہوگی تو مغرب کی طرف سے نکلنے کا اس کو
 حکم ہو جائے گا، پھر کسی کا ایمان قبول نہ ہوگا۔ اور سورج مغرب سے نکلتے ہی دابتہ الارض نکل آوے گا، اور مسلمان اور کافر کو
 الگ الگ کر دیوے گا“۔ آخر کو فرمایا سورج کی چال کا یہ اندازہ ایسے زبردست صاحب علم کا ٹھہرایا ہوا ہے کہ اس میں کبھی فرق
 نہیں پڑ سکتا۔

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿۳۹﴾ لَا
 الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۗ وَ
 كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۴۰﴾ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ
 الْمَسْحُونِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ﴿۴۲﴾

اور اے چاند کیلئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے ﴿۳۹﴾ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور آسمان میں ہر ایک ایک (سورج اور چاند اور ستارے) سیر کرتے ہیں ﴿۴۰﴾ اور اے ان کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے بنی آدم کی نسل کو (نوح کی) بھری کشتی میں سوار کیا ﴿۴۱﴾ اور ہم نے ان کے لئے کشتی کی مانند اور چیزیں پیدا کیں کہ جن پر وہ سوار ہوتے ہیں ﴿۴۲﴾

چاند اور سورج قدرت کی عظیم نشانیاں

۱۔ منجملہ دلائل کے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے چاند کے واسطے اٹھائیس منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ کہ وہ ہر ماہ کی اٹھائیس رات دن میں ان میں سے گذرتا ہے۔ اگر تمیں کا مہینہ ہوتا ہے تو دو دن غائب رہتا، اور جو اٹھائیس روز کا مہینہ ہوتا ہے تو ایک روز غائب رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پچھلی تاریخوں میں بہ سبب باریکی اور زردی اور کچی مثل تلی سوکھی خمدار ٹہنی کھجور کے ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ سورج کو نہیں لائق کہ چاند کو پکڑ ليوے۔ مطلب یہ ہے کہ چاند کی چال سے سورج کی چال کم ہے، اس لئے سورج چاند کو پکڑ نہیں سکتا۔ اور رات بھی دن سے آگے بڑھنے والی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دن تو آئے نہیں اور دوسری رات شروع ہو جائے۔ ان کے لئے یہی ایک حد اللہ تعالیٰ نے ٹھہرا دی ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند ستارے سب کے سب الگ اپنے اپنے دورہ میں سیر کر رہے ہیں۔

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اور نشانوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنی قدرت سے دریا کو بھی تمہارا تابعدار بنا دیا کہ تم اس میں جو سامان و اسباب کی کشتیاں لئے پھرتے ہو۔ فرمایا کہ ہم نے ان کے باپ داداؤں کو نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند چھوٹی بڑی کشتیاں بھی پیدا کر دیں جن پر وہ چڑھتے پھرتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو ان کو ڈبو دیں ان کو جو کشتیوں میں سوار ہیں، پھر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں جو ان کو اس مصیبت سے نجات دیوے۔ مگر ہم اپنی رحمت سے دریا اور خشکی میں سفر کراتے ہیں، اور ایک وقت مقررہ تک تم کو ہر ایک آفت سے بچاتے ہیں۔

وَإِنْ نَسَاغُرْقُهُمْ فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَدُونَ ﴿۳۳﴾ إِلَّا رَحْمَةً
 مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۳۴﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَ
 مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ
 إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا رَزَقَكُمْ
 اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّذِينَ آمَنُوا أَتَطَعَمُونَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ
 أَطَعَمَهُ تَطِيعًا إِنَّا نَأْتِيهِمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۷﴾

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں، پھر نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ وہ رہا کئے جائیں ﴿۳۳﴾ لیکن ہم نے اپنی
 طرف سے رحمت کی اور ان کو ایک وقت مقررہ تک بہرہ مند کیا ﴿۳۴﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس
 عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے (یعنی عذاب دنیا) ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا (یعنی عذاب آخرت)
 ہے شاید کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۳۵﴾ اور جب بھی ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی
 ہے تو اس سے منہ ہی پھیر لیتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں
 خرچ کرو تو کافر لوگ مسلمانوں کے لئے کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں کہ اگر اللہ چاہتا تو (خود) کھلا
 دیتا تم تو نہیں مگر ظاہر گمراہی میں ﴿۳۷﴾

قیامت کس حالت میں قائم ہوگی

۱۔ مشرکین مکہ کو جب پہلی قوموں کے حال سے ڈرنے کو کہا جاتا، اور ان کی گمراہی کے آئندہ کے نتیجے کی انہیں یاد دلائی جاتی
 ہے، تو بجائے راہ راست پر آنے کے یہ لوگ قرآن کی ان نصیحتوں کو نال دیتے تھے۔ اسی طرح جب ان لوگوں سے یہ کہا جاتا
 تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو خوشحال جو کیا ہے اس کے شکر یہ میں غریب محتاج لوگوں کے ساتھ کچھ سلوک کیا کرو۔ تو اسکے جواب میں
 یہ لوگ کہتے تھے کہ کیا ان لوگوں کو کھانا کھلاویں اور کچھ خیرات دیں، جس کے اعتقاد میں یہ ہے کہ اللہ ہی ان کو رزق دے سکتا
 ہے۔ تم لوگ جو باوجود اس بات کے کہ خدا کو رازق سمجھے ہوئے ہو، اور پھر ہم سے کہتے ہو کہ غریب اور محتاج لوگوں کے ساتھ
 سلوک کرو، تو تم صریح گمراہی میں بڑے ہوئے ہو۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ مَا يَنْظُرُونَ
إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّصُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ
تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ
مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٤١﴾

اور لے (کافر لوگ) کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو ﴿۳۸﴾ (تو بتاؤ) وہ لوگ بس ایک سخت
آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے ﴿۳۹﴾ پس (اس وقت)
نہ یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں میں واپس جاسکیں گے ﴿۴۰﴾ اور جب (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا پس
وہ سب فوراً اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑتے چلیں گے ﴿۴۱﴾

قیامت کا منظر

۱۔ جس طرح کوئی کسی چیز کا منتظر ہوتا ہے اس طرح کافر لوگ قیامت کا حال سن کر مسخرے پن اور تعجب سے یہ بات مسلمانوں
سے کہتے کہ جو کچھ تم قیامت کا حال کہتے ہو کہ مر کر پھر جینا ہوگا، اگر یہ تمہارا بیان سچ ہے تو آخر اس کا ظہور کب ہوگا، اور قیامت
کی ابتدا کس صورت سے ہوگی جس کو نفخة الفزع کہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے جواب میں فرمایا کہ
جب یہ لوگ ایک منتظر آدمی کی طرح قیامت کے انتظار میں ہیں، تو ان کو ایک سخت آواز کا انتظار کرنا چاہئے کہ لوگ اپنے دنیا
کے کاروبار میں معمول کے موافق اسی طرح مصروف ہوں گے، جس طرح آج کاروبار میں مصروف ہیں کہ یکا یک ایک سخت
آواز آن کر تمام دنیا فنا ہو جائے گی۔ کہ نہ کوئی اپنے مال کی کسی کو کچھ وصیت کر سکے گا، نہ گھر کے باہر گیا ہو شخص پھر گھر کو
آسکے گا، اس کے بعد چالیس برس تک تمام دنیا ویران پڑی رہے گی۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اس آواز سے سب جی
اٹھیں گے، اور اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کے لئے قبروں سے نکل کر چل نکلیں گے۔ اس دوسرے صور کا نام نفخة
البعث ہے۔ دونوں صور کے مابین چالیس برس کے زمانہ میں عذاب قبر موقوف ہو جائے گا، اور عذاب قبر والے لوگوں کو ایک
غنودگی سی آجائے گی۔ اسی واسطے جب یہ لوگ دوسرے صور کی آواز سے جاگ اٹھیں گے، تو اپنی قبروں کو اپنی خواب گاہ قرار دے
کر یہ کہیں گے کہ افسوس! ہم کو ہماری خواب گاہ سے کس نے اٹھایا، کیا آج وہ دن ہے جس کو حشر کا دن اللہ کے رسول ﷺ
نے دنیا میں بتلایا تھا۔ پھر فرمایا کہ دوسرے صور کی فقط ایک ہی آواز ان لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونے کے لئے
ایسا گہرا تقاضا ہے کہ اس آواز کے ساتھ ہی یہ سب اللہ تعالیٰ کے روبرو پکڑے ہوئے آجائیں گے۔

قَالُوا يُؤَيِّلْنَا مِنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۖ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَ
 صَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ
 لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۵۳﴾ فَاَلْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا
 كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ﴿۵۵﴾
 هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلٰى اِلَّا رَاٰ بِكَ مُتَكَبِّرُونَ ﴿۵۶﴾

(کافر) کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی! ہم کو کس نے ہماری خواب گاہوں سے جگا دیا، یا یہ وہی (قیامت) ہے جس کا خدا نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا تھا ﴿۵۲﴾ پس وہ ایک سخت آواز ہوگی جیسی وہ سب کے سب ہی ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے ﴿۵۳﴾ تو آج اے کسی جان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۵۴﴾ بے شک بہشت والے آج کے دن اپنے کاموں میں خوش ہیں ﴿۵۵﴾ وہ ۲ اور ان کی بیبیاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں ﴿۵۶﴾

۱۔ اوپر دوسرے صور کی آواز سن کر اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہو جانے کا ذکر تھا، اب اس کے نتیجے کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر ظلم حرام کر لیا ہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کے ثواب میں کمی نہ ہوگی، اور بدی کی سزا جرم کی حیثیت سے بڑھ کر نہ دی جائے گی۔

جنتیوں اور دوزخیوں کا انجام

۲۔ ان آیتوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کا ذکر فرمایا، کیونکہ دنیا کا پیدا ہونا اور حشر کا قائم ہونا سب اسی نتیجے کے لئے تھا۔ جنتیوں کے حال کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اور ان کی بیبیاں طرح طرح کی نعمتوں کے مشغلہ میں لگے ہوئے ہوں گے۔ جنت کے مکانوں اور درختوں کے سایہ کی ٹھنڈک میں چھپر کھٹوں کے گدوں، یا ان کے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ اور طرح طرح کے میوے، اور جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہ سب کچھ وہاں موجود ہو جائے گا۔ اور ان کو پروردگار کی طرف سے السلام علیکم فرمایا جائے گا۔ اور جس وقت کہ مسلمان اور گنہگار جمع ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے گنہگارو! الگ ہٹ جاؤ، اور پھر ان کو یوں قائل کیا جائے گا کہ کیا رسولوں کی زبانی تم کو شیطان کی فرمانبرداری سے منع نہیں کیا گیا تھا کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ اس پر بھی ایک بڑی جماعت نہ سمجھی سے شیطان کے بہکانے میں آگئی، تو ایسے لوگوں کا ٹھکانا آج

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَ لَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ﴿٥٤﴾ سَلَامٌ قَدْ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ﴿٥٥﴾ وَ اَمَّا زُ وَالْيَوْمَ اَيُّهَا الْمَجْرُمُونَ ﴿٥٦﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَبْنَى اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٥٧﴾ وَ اِنْ اَعْبُدُونِي ۙ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥٨﴾ وَ لَقَدْ اَضَلُّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۙ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥٩﴾ هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦١﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَيْدِيَهُمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٢﴾

وقف غفران

وہاں ان کیلئے (ہر طرح کے) میوے ہیں اور جو کچھ چاہیں گے ان کو ملے گا ﴿٥٤﴾ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا ﴿٥٥﴾ اور (دوزخیوں سے کہا جائے گا): ”اے مجرمو! آج (جنتیوں سے) الگ ہو جاؤ“ ﴿٥٦﴾ اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو (انبیاء کی معرفت) تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کو نہ پوجنا بیشک شیطان تمہارا صریح دشمن ہے ﴿٥٧﴾ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے ﴿٥٨﴾ اور بیشک اس (شیطان) نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا، تو کیا تمہیں عقل نہ تھی؟ (کہ تم اس کی گمراہی کو سمجھتے) ﴿٥٩﴾ یہ ہے وہ دوزخ کہ جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا ﴿٦٠﴾ آج اس میں داخل ہو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے ﴿٦١﴾ آج اے ہم انکے مونہوں پر مہر لگا دیں گے (کہ وہ بول نہ سکیں) اور انکے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور انکے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿٦٢﴾

کے دن بوجہ کفر کے دوزخ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”دوزخ کے عذاب کا جو حال مجھ کو معلوم ہے، اگر وہ میں پورا بیان کر دوں تو لوگ ہنسنا چھوڑ کر ہمیشہ روتے رہیں، اور گھربار چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں۔“

۱۔ اس آیت میں قیامت کے دن لوگوں کا حساب و کتاب جس وقت ہوگا، اس وقت کی حالت کا ذکر ہے۔ جب نیک و بد سب طرح کے لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے تو بعض گنہگار لوگ یعنی مسلمان اے ہوں گے کہ اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر

وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿۲۶﴾
 وَ لَوْ نَشَاءُ لَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا
 يَرْجِعُونَ ﴿۲۷﴾ وَمَنْ نُعِذْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۗ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۲۸﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے پس انہیں کچھ نہ سوجھتا ﴿۲۶﴾ اور اگر ہم چاہتے تو بیشک ان کے گھروں ہی میں ان کی صورتیں مسخ کر دیتے کہ جس سے نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے ﴿۲۷﴾ اور ہم جسے بڑی عمر کا کریں اسے پیدائش میں الٹا پھیریں (کہ وہ بچپن کے سے ضعف و ناتوانی کی طرف واپس ہونے لگے) پس کیا وہ نہیں سمجھتے؟ ﴿۲۸﴾

جس قدر گناہ اس میں لکھے ہوں گے ان کا اقرار کریں گے، ان کے اقرار پر اللہ تعالیٰ کو رحم آوے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے سب گناہ معاف کر دے گا۔

اعضاء انسانی کا کلام کرنا

اور بعضے کافر اور منافق ایسے ہوں گے کہ اپنے کفر اور گناہوں کا انکار کریں گے، اور کہیں گے کہ: ”یا اللہ! تیرے فرشتوں نے ہمارے نامہ اعمال میں وہ برے کام لکھ دیئے ہیں جو ہم نے ہرگز دنیا میں نہیں کئے۔“ اس پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے منہ پر اپنی قدرت سے خاموشی کی مہر لگا دیوے گا، جس سے ان کی زبان بالکل بند ہو جائے گی۔ اور ان کے ہاتھ پیروں کو گویائی دے دے گا، ان کے ہاتھ پیران کے سب گناہوں کا حال اس طرح بیان کر دیوں گے۔ کہ جب ہاتھ گناہوں کا حال بیان کرے گا تو پیر اس کے بیان کے سچے ہونے کی گواہی دیوے گا۔ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے فقط ہاتھ اور پاؤں کو گویائی دیئے جانے کا ذکر فرمایا ہے، اور سورہ حم السجدہ میں ذکر آوے گا وہاں کان آنکھ اور سارے جسم کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اعضاء سے آدمی دنیا میں بُرا کام کرے گا وہ سب قیامت کے دن گواہی دیوں گے۔

لہٰذا اس آیت میں فرمایا: ”اگر ہم یوں چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے، پھر وہ رستے کو ڈھونڈھتے اور رستہ نہ پاتے، حالانکہ ہم نے ایسا نہیں کیا ان کی ظاہری آنکھیں اور رستہ ظاہری پانا اس کی دلیل ہے، جس طرح ہم نے ظاہری آنکھیں دی ہیں، ہر ایک کو باطنی آنکھیں بھی عطا کی ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے نہیں دیکھتے۔ شیطان نے ان کی آنکھوں پر لذات اور شہوات کے حجاب ڈال رکھے ہیں۔ پھر فرمایا: ”اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتوں کو مسخ کر کے انکے گھروں ہی میں بندر یا خنزیر یا پتھر وغیرہ بنا دیں، پھر وہ کہاں جاسکتے ہیں۔“ پھر فرمایا کہ ان کے اعضاء جس قدر اور جس طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، کیا اس کا حال یہ لوگ اپنے بچپن جو انی اور بڑھاپے کی حالت سے نہیں سمجھ سکتے کہ جوانی سے پہلے ان کی کمزوری کیسی طاقت سے بدل گئی، اور بڑھاپا آتے ہی پھر وہی کمزوری کیونکر پلٹ کر آگئی۔ جب ہم ایسے ایسے امور پر قادر ہیں تو ہم ان کو مرے

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾
 لِيُنذِرَ مَنِ كَانَ حَيًّا وَيَحْيِيَ الْقَوْلَ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٣٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا
 خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُونَ ﴿٣١﴾

اور اے ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے، یہ تو (جو کچھ لائے ہیں) محض نصیحت اور روشن قرآن ہے ﴿۳۰﴾ تاکہ اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو (یعنی صاحب فہم) اور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے ﴿۳۱﴾ کیا انہوں نے نہ دیکھا ہے کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے (نفع) کے لئے پیدا کئے، پس یہ ان کے مالک ہیں ﴿۳۱﴾

پیچھے زندہ بھی کر سکتے ہیں پھر کیوں ایمان نہیں لے آتے۔

۱۔ جو لوگ سرکشی سے یہ زبان درازی کرتے ہیں کہ قرآن کو شعر اور اللہ کے رسول ﷺ کو شاعر کہتے ہیں، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ ان میں چھوٹے سے بڑے ہوئے، ان لوگوں کو خوب معلوم ہے۔ اور ہم نے اپنے نبی ﷺ کو شعر نہیں سکھایا ہے، اور نہ شعر ان کی شان کے لائق ہے، یہ تو جو کچھ لائے ہیں وہ تو صرف نصیحت اور روشن قرآن ہے۔ جو احکام وغیرہ کو ظاہر کر رہا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو زندہ اور سمجھدار قابل خطاب ہیں ان کو سنادیں۔ یعنی مومنین کو اور کافروں پر عذاب کے فرمان کو ثابت کر دو تاکہ منکروں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے، انکو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ دنیا میں کسی نے نہیں سمجھایا۔

منکرین حشر کا ذکر (اللہ کی نعمتیں اور بندوں کی ناقدری)

۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے گنتی نعمتوں میں سے مثال کے طور پر فرمایا: ”کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے واسطے ان چیزوں کو پیدا کیا جیسے اونٹ گائے بھیڑ بکری۔ پس یہ لوگ ان پر قابض ہیں اور ہم نے ان اونٹ گائے بھیڑ بکری کو ان کا تابع کر دیا ہے کہ یہ ان پر سوار ہوتے ہیں، ان کا گوشت کھاتے ہیں، اور بھی ان کے مقاصد ہیں یعنی ان کے بالوں سے نفع اٹھانا، اور ان جانوروں میں ان کو دودھ پینے کا بھی نفع ہے، اور کھالوں کے کپڑے بنانے کا نفع ہے۔ نعمت کا ذکر فرما کر یہ فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ کے احسانات کا تو یہ حال، اور ان کی ناشکری کا یہ حال کہ اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں انہوں نے خدا کے سوا بت عبادت کے واسطے ٹھہرا رکھے ہیں۔ شاید وہ خدا سے سفارش کر کے ان کو عذاب سے بچالیں گے۔ وہ ان کی مدد کر ہی نہیں سکتے بلکہ وہ بھی ان کے ساتھ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے، اور یہ تمام حال ان کو قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔ اوپر کی مثال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی یہ تسکین فرمائی اے محبوب ﷺ! جب اللہ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ حال ہے جو اس مثال میں بیان کیا گیا۔ وہ تم کو کہتے ہیں کہ تم سچے رسول نہیں ہو، تو تم اس کا خیال نہ کرو، ان کی زبانی بد

وَدَلَّلْنَاهُمْ فِيهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٤٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبٌ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٤٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نصرَهُمْ وَلَا هُمْ لَهُمْ جندٌ محضُونَ ﴿٤٥﴾ فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٤٦﴾ أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٤٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٤٨﴾

اور انہیں ان کے لئے تابع کر دیا تو ان میں سے کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں ﴿٤٢﴾ اور ان کے لئے ان میں کئی طرح کے فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں (یعنی دودھ)، تو کیا شکر نہ کریں گے ﴿٤٣﴾ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور (باطل) معبود ٹھہرائے کہ شاید ان سے مدد ملے ﴿٤٤﴾ (لیکن) وہ (بت) ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور وہ بت ان (کافروں) کے لشکر سب گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے ﴿٤٥﴾ پس تم ان کی بات کا غم نہ کرو، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ﴿٤٦﴾ کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا، پس وہ ناگہاں صریح جھگڑا کرنے والا ہے ﴿٤٧﴾ اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا، کہنے لگا: ”ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں“ ﴿٤٨﴾

گوئی، ان کے ہاتھ پیروں کے برے کام، ان کے دلوں کے برے خیال اللہ کو سب معلوم ہیں۔ وقت مقررہ پر ان سب کا بدلہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

مرنے کے بعد زندگی کی دلیل

۱۔ شان نزول: یہ آیت عاص بن وائل یا ابو جہل اور بقول مشہور ابی بن خلف جحی کے حق میں نازل ہوئی۔ مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار میں آنحضرت ﷺ سے بحث و تکرار کرنے آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی، اس کو توڑتا جاتا تھا اور آنحضرت ﷺ سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ہاں اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا“، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے جہل کا اظہار فرمایا گیا کہ گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد اللہ کی قدرت سے

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٤٩﴾
 الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ
 تُوقِدُونَ ﴿٥٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ
 عَلَىٰ أَن يُخْلِقَ مِثْلَهُمْ ۗ بَلَىٰ ۚ ق ۖ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٥١﴾

تم فرماؤ کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے اول بار ان کو پیدا کیا اور وہ ہر قسم کی پیدائش سے واقف ہے ﴿۴۹﴾ وہ ایسا قادر ہے کہ جس لے نے تمہارے لئے ہرے درخت میں سے آگ پیدا کی، پس جیھی تم اس سے (اور آگ) سلگاتے ہو ﴿۵۰﴾ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے دوبارہ پیدا کرے کیوں نہیں اور وہی بڑا پیدا کرنے والا، علم والا ہے ﴿۵۱﴾

زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے، کتنا احمق ہے۔ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گند انطفہ تھا، گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر۔ اللہ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور و متکبر انسان ہوا کہ اس کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس عقلی حجت کا یہ جواب دیا کہ یہ کم عقل اتنی بات نہیں سمجھتا کہ کوئی انسان تو ایک بوند پانی سے بچے کا پتلا نہیں بنا سکتا، پھر انسان کی قدرت سے باہر۔ اللہ کی جو قدرت اس کم عقل نے پہلی پیدائش میں آنکھوں سے دیکھی لی، وہی قدرت الہی اس کو مرنے کے بعد دوسری پیدائش میں آنکھوں سے دیکھنی ہوگی، کیونکہ وہ قادر برحق پانی کی بوند کو قوی اور توانا انسان بنا دیتا ہے۔ اس کی قدرت سے گلی ہوئی ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے، اور اس کو ناممکن سمجھنا کتنی بڑی جہالت ہے۔

لے انسان کی عقل کی رسائی سے باہر یہ اور قدرت کی نشانی بیان فرمائی ہے، کیونکہ انسان کا عقلی تجربہ تو یہی ہے کہ کسی ہرے درخت کی ٹہنیوں پر آگ ڈال دی جائے تو اس کی ٹہنیاں جل جائیں گی۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ بعضے درختوں میں اس نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ ان درختوں کی ہری ٹہنیوں کو توڑ کر ایک ٹہنی کو دوسری ٹہنی سے رگڑا جائے تو ان ٹہنیوں میں سے آگ نکلتی ہے، جس آگ کو مسافر لوگ کام میں لاتے ہیں۔ عرب میں دو درخت ہیں جو وہاں کے جنگلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، ایک کا نام مزح ہے دوسرے کا عفار۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑی جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے، باوجودیکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت کی کیسی عجیب و غریب نشانی ہے کہ آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضدوں کو جمع کر دیا، پھر فرمایا کہ جس خدا نے ان منکرین حشر کے سر

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾
 فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾

اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے: ”ہو جا“ پس وہ فوراً ہو جاتی ہے ﴿۸۲﴾ پس پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ﴿۸۳﴾

پر بغیر ستون کے سات آسمان کھڑے کر دیئے، ان کے رہنے اور بننے کے لئے پانی پر زمین بچھادی، کیا ایک دفعہ پیدا کر کے پھر دوبارہ ان منکرین حشر کا پیدا کرنا کیا اس کی قدرت سے باہر ہے، نہیں نہیں، وہ بڑا خالق ہے اور اس کا علم بہت وسیع ہے۔ اس کی قدرت کے کارخانہ میں ہر ایک چیز کے پیدا ہو جانے کے لئے فقط حکم کی دیر ہے۔ یہ منکرین حشر اس کی شان میں جو بکواس لگاتے ہیں، اس سے وہ پاک ہے۔ ہر ایک چیز اس کے حکم کے تابع ہے، جنگل دریا میں جہاں کہیں ان منکرین حشر کی خاک ہوگی، اس کو جمع کیا جا کر ان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، اور عمر بھر کے سب نیک و بد کا ان کو حساب دینا پڑے گا۔

﴿۱۸۲ آیاتھا﴾ ﴿۳۷ سُوْرَةُ الصَّفٰتِ مَكِّيَّةٌ ۵۲﴾ ﴿۵ رکوعاھا ۵﴾

سورہ صافات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالصَّفٰتِ صَفًّا ۱۱۱ فَالزَّجْرٰتِ زَجْرًا ۱۱۲ فَالتَّلٰیٰتِ ذِكْرًا ۱۱۳

قسم ہے اے ان جماعتوں کی جو باقاعدہ صف باندھے ہیں ﴿۱۱۱﴾ پھر ان جماعتوں کی جو جھڑک کر چلائیں ﴿۱۱۲﴾ پھر ان جماعتوں کی جو قرآن پڑھیں ﴿۱۱۳﴾

خواص سورہ والصف: جس پر آسیب کا خلل ہو اس کے کان میں سات مرتبہ اذان دے اور یہ پوری سورت اور سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور آیہ الکرسی اور سورہ الطلاق اور سورہ حشر کی آیتیں ہو الذی سے آخر تک پڑھے ان شاء اللہ آسیب جل جائے گا۔ (شاہ ولی اللہ)

اے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی قسم یاد فرمائی: ﴿۱۱۱﴾ چند گروہوں کی یا تو مراد اس سے ملائکہ کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں، یا علماء دین کے گروہ جو تہجد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر مصروف

إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ
 رَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝
 وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ إِلَّا عَلَيَّ وَ
 يُقَدِّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ إِلَّا
 مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

بیشک تمہارا معبود ضرور ایک وہ پروردگار ہے ۱ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور
 پروردگار ہے مشرقوں کا (یعنی مشرق اور مغرب کا) ۲ بیشک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے
 آراستہ کیا ہے ۳ اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی ۴ (اب) وہ شیاطین عالم بالا کی باتوں کی طرف
 کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے بھگانے کے لئے انگارے پھینکے جاتے ہیں ۵ اور ان کے لئے
 (آخرت میں) ہمیشگی کا عذاب ہے ۶ مگر جو کوئی (شیطان فرشتوں کا کوئی کلمہ کبھی) اوچک لے چلا، پس ایک
 جلانے والا شعلہ اس کے پیچھے لگا ۷

عبادت رہتے ہیں، یا نمازیوں کے گروہ جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے مقابل ہوتے ہیں۔ ۱ دوسری قسم جھڑک
 کر چلانے والوں سے مراد ملائکہ ہیں جو بادل پر مقرر ہیں، اور اس کو حکم دے کر چلاتے ہیں، یا یہ مراد ہے کہ وہ علماء جو وعظ و پند
 سے لوگوں کو جھڑک کر دین کی راہ پر چلاتے ہیں، یا یہ کہ وہ غازی جو گھوڑوں کو ڈانٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں۔ ۲ تیسری قسم
 قرآن شریف کی، یا تو قرآن شریف پڑھنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو جنگ سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن میں مصروف
 ہوتے ہیں، یا عام قرآن پڑھنے والے۔ ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ آسمان وزمین اور ان کی درمیانی کائنات اور تمام
 حدود و جہالت سب کا مالک وہی ہے تو کوئی دوسرا کس طرح مستحق عبادت ہو سکتا ہے لہذا وہ شریک سے پاک ہے۔

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی یہ نشانی جتلائی ہے کہ اس نے آسمان میں ستارے پیدا کر کے آسمان کو زینت
 سے آراستہ کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شیطان سرکش سے ہم نے آسمان کو اوپر جانے سے محفوظ رکھا ہے۔ اب آنحضرت ﷺ
 کے زمانہ میں وہ شیاطین عالم بالا کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے، اور وہ طاقت نہیں رکھتے کہ باتیں سن سکیں، اور وہ ہر
 طرف سے دُردر پھٹ پھٹ کر کے نکالے جاتے ہیں۔ اور ہر چہار طرف سے فرشتے ان پر آگ کے انگارے پھینکتے ہیں، اور
 ان کیلئے آخرت میں ہمیشگی کا عذاب ہے۔ مگر ہاں جو کوئی شیطان فرشتوں کا ایک آدھ لفظ سن بھاگا تو اس کا ایک دھکتا ہوا شعلہ
 اس کو جلانے کے لئے پیچھا کرتا ہے۔

فَأَسْتَفْتِهِمْ أَهْمُ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ
لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝۱۲ وَإِذَا ذُكِرُوا لِذِكْرِهِمْ وَ
إِذَا أَرَأَوْا آيَةَ تَسْخَرُونَ ۝۱۳ وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۱۵

تو تم ان لے (کافروں) سے پوچھو: ”کیا ان کی پیدائش زیادہ سخت ہے یا ہماری پیدا کی ہوئی مخلوق، بے شک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ۝۱۱ بلکہ تمہیں ان (کافروں کی تکذیب کرنے) پر تعجب آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں ۝۱۲ اور جب انہیں نصیحت دی جائے تو نصیحت قبول نہیں کرتے ۝۱۳ اور جب یہ کوئی نشانی (مثل شق القمر وغیرہ) دیکھتے ہیں ہنسی اڑاتے ہیں ۝۱۴ اود کہتے ہیں: ”یہ تو نہیں مگر صریح جادو“ ۝۱۵

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ ان منکرین حشر سے ذرا پوچھو تو سہی کہ آسمان زمین ستارے فرشتے شیاطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا ان کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود ان کا پیدا کرنا، اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد۔ ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے اسے ان کا دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہوگا۔ آگے فرمایا ان کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے ایک طرح کی چپکتی مٹی سے جس کا پتلا ہم نے تیار کیا، آج اس کے یہ دعوے ہیں کہ آسمان زمین کا بنانے والا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ جس طرح پہلے تم کو مٹی سے بنایا، دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ آگے فرمایا ان کافروں کو حشر کا قائم ہونا تفصیل سے سمجھایا جاتا ہے اور یہ لوگ نہیں مانتے ہیں۔ اس پر اے محبوب ﷺ! تم کو ان لوگوں کے حال پر تعجب ہوتا ہے لیکن تعجب کی کچھ بات نہیں ہے۔ یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو بغیر سوچے سمجھے مسخر اپن کر کے اور معجزات شق القمر وغیرہ کو جادو بتلا کر نال دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے دل پر قرآن کی نصیحت کا اور معجزہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آگے فرمایا یہ لوگ اپنی قدیمی جہالت پر اڑے ہوئے کہتے ہیں کہ صاحب جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہو گیا، صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں، اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے، شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ وہ سب پھر از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ ان سے فقط اتنا ہی کہہ دیا جائے کہ ہاں تم اور تمہارے بڑے حشر کے دن ضرور اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت ذلیل و رسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔ پھر فرمایا کہ اب تو یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں مگر دوسرے صور کی آواز سنتے ہی دوبارہ زندہ ہو کر تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے گا، اور آپس میں یہ کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس یہ تو سچ سچ سزا و جزا کا دن تو آنکھوں کے سامنے آ گیا جس کی رسول خبر دیتے اور ہم ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ پھر اللہ کے فرشتے ان نافرمانوں کو جواب دیویں گے کہ ہاں یہ وہی نیک و بد کے فیصلہ کا دن ہے

عَٰذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا لَبَعُوثُونَ ﴿۱۶﴾ أَوٰٓ اٰبَآؤُنَا
 اِلَآ وَاٰلُوُنَا ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوُنَا ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
 وَاٰحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوُنَا ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا اَيُّوِيْلِنَا هٰذَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿۲۰﴾
 هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكٰذِبُوُنَا ﴿۲۱﴾ اٰحْشُرُوْا الَّذِيْنَ
 ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَاَمَّا كَانُوْا يَعْبُدُوُنَا ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
 فَاَهْدُوْهُمْ اِلَى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مُّسْئِلُوُنَا ﴿۲۴﴾

کیا جب ہم مر کر خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے ﴿۱۶﴾ (اور) کیا ہمارے اگلے
 باپ دادا بھی ﴿۱۷﴾ تم فرماؤ کہ ہاں اور تم ذلیل ہو گے ﴿۱۸﴾ پس وہ (قیامت) تو ایک سخت آواز ہوگی (یعنی دوسرے
 صورتوں کی) پس ناگہاں وہ (زندہ ہو کر اپنے افعال) دیکھنے لگیں گے ﴿۱۹﴾ اور کہیں گے: ”ہائے خرابی ہماری! یہ جزا کا
 دن ہے“ ﴿۲۰﴾ (ان سے کہا جائے گا) کہ (ہاں) یہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم (دنیا میں) جھٹلاتے تھے ﴿۲۱﴾
 (اور فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ) ہانکوں ظالموں (یعنی کافروں) کو اور ان کے ہمراہیوں (یعنی شیاطین) کو اور
 جن کی وہ خد کے سوا پوجا کرتے تھے (یعنی بت) ﴿۲۲﴾ پس ان سب کو دوزخ کی طرف ہانکو ﴿۲۳﴾ اور ان کو (پل
 صراط کے قریب) ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے ﴿۲۴﴾

جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ اس کے بعد حساب و کتاب ہو کر بت پرستوں وغیرہ کی جماعتیں بنائی جا کر فرشتوں کو حکم دیا
 جائے گا کہ ان جماعتوں اور ان کے جھوٹے معبودوں کو دوزخ کی طرف ہانکو۔

قیامت میں کافروں سے پوچھنا کچھ

۱۔ جن جماعتوں اور ان کے جھوٹے معبودوں کو دوزخ کی طرف ہانکنے کا حکم ہوگا، ان کے دوزخ میں جھونکے جانے سے پہلے
 فرشتوں کو یہ بھی حکم ہوگا کہ ان جماعتوں کو ذرا پل صراط کے قریب ٹھہراؤ، کچھ ان سے پوچھنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے
 فرمایا: ”چار باتوں کی جواب دہی کیلئے ہر ایک شخص کو خدا تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا پڑے گا:

① ایک تو ہر شخص سے پوچھا جاوے گا کہ اُس نے اپنی عمر کس کام میں گزاری۔

② دوسری بات یہ کہ اگر کچھ علم پڑھا تو اس علم کے موافق کیا عمل کیا۔

مَا لَكُمْ لَا تَنصَرُونَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾ وَأَقْبَلْ
بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ
الْبَيِّنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ
مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۗ
إِنَّا لَذٰٓئِقُونَ ﴿۳۱﴾ فَاَعْوِبْكُمْ إِنَّا كُنَّا غٰوِينَ ﴿۳۲﴾ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي
الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۳۴﴾

تم کو کیا ہوا؟ ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ ﴿۲۵﴾ بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہیں ﴿۲۶﴾ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال جواب (یعنی اختلاف) کرتے ہوئے کہیں گے ﴿۲۷﴾ کہ بیشک تم ہمارے داہنی طرف سے بہکانے آتے تھے (یعنی بزور قوت ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے تھے) ﴿۲۸﴾ وہ جواب دیں گے: ”بلکہ تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے ﴿۲۹﴾ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے ﴿۳۰﴾ بس (اب) ہم پر ہمارے پروردگار کی بات ثابت ہوگئی کہ بیشک (اب) ہم کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے ﴿۳۱﴾ پس ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا جیسے ہم خود گمراہ تھے“ ﴿۳۲﴾ پس وہ سب کے سب اس روز عذاب میں شریک ہیں ﴿۳۳﴾ بیشک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں ﴿۳۴﴾

﴿۲۵﴾ تیسری بات یہ کہ کس کس طریقہ سے دنیا میں مال کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔

﴿۲۶﴾ چوتھی بات یہ کہ خاص کر جوانی کو کس مشغلہ میں صرف کیا۔

وہ اس روز نہایت عاجزی اور اطاعت سے گردن جھکائے ہوں گے۔ پھر ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ جس عذاب کو دنیا میں تم لوگ جھٹلاتے تھے، آج ایک دوسرے کی مدد کر کے تم اس عذاب کو کیوں نہیں ٹال دیتے۔ اب بہکنے والے اپنے بہکانے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہیں گے کہ تم ہی ہم کو بڑے زور و شور سے ہر وقت بہکاتے رہتے تھے۔ بہکانے والے جواب دیں گے کہ تم خود تو ایمان نہ لائے ہم پر الزام رکھتے ہو، ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے۔ تم لوگ خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے۔ اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا، خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی۔ اب سو اس کے کچھ غلط کاریوں کا عذاب بھگتیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو اسی طرح قائل و معقول کر کے جرم کے موافق سزا دے گا۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۲۵﴾ وَ
 يَقُولُونَ إِنَّا لَنَرِكُمْ لَشَاعِرًا مَّجْنُونًا ﴿۲۶﴾ بَلْ جَاءَ
 بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۷﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ
 الْأَلِيمِ ﴿۲۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ
 الْمُخْلِصِينَ ﴿۳۰﴾ أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۳۱﴾

بیشک اے وہ لوگ ایسے تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تکبر کرتے تھے ﴿۲۵﴾ اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے چھوڑ دیں ﴿۲۶﴾ (اے بد بختو! ہمارے نبی دیوانے شاعر نہیں ہیں)۔ بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے ﴿۲۷﴾ بیشک تم درد دینے والے عذاب (کے مزے) کو چکھو گے ﴿۲۸﴾ اور تم کو ویسا ہی بدلا دیا جائے گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۲۹﴾ مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں ﴿۳۰﴾ ان کیلئے وہ روزی ۲ ہے جو ہمارے علم میں ہے ﴿۳۱﴾

۱۔ قیامت کے دن جب ان لوگوں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا، جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے، تو اس وقت ان کو یاد دلایا جائے گا کہ تم پر عذاب اسی سبب سے ہے کہ تم توحید کی باتیں اللہ کے رسول ﷺ سے سن کر نخوت اور تکبر سے ان حق باتوں کو نہیں سنتے تھے، اور رسول ﷺ کو شاعر اور دیوانہ بتلاتے تھے کہ کیا ایک دیوانے کے کہنے سے ہم اپنے باپ دادا کے زمانہ کے معبودوں کو چھوڑ دیویں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی بات کا جواب دیا کہ ہمارے رسول ﷺ کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لے کر آیا ہے، اور سارے جہان کے بچوں کی تصدیق کرتے ہیں، یا مجنون اور دیوانے ایسے سچے اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں۔ پس انکار توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو جو کچھ کرتے تھے وہ سب سامنے آ جائے گا۔

۱۔ اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جنت میں جنتی لوگ اس طرح جڑاؤ تختوں پر بیٹھیں گے کہ ایک کی پشت دوسرے کی طرف نہ ہوگی۔ دنیا کی شراب سے درد سر ہوتا ہے، طبیعت نالاش کرتی ہے، نشہ چڑھ کر عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ جنت کی شراب میں کوئی بات نہ ہوگی۔ نہروں میں جس طرح پانی بہتا ہے اس طرح جنت میں شراب اور دودھ اور شہد اور میٹھے پانی کی نہایت

فَوَاكِهَ ۚ وَ هُمْ مُكْرَمُونَ ﴿۳۲﴾ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿۳۳﴾ عَلَى سُرُرٍ
 مُتَقَابِلِينَ ﴿۳۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاۤسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿۳۵﴾ بِيضَاءَ لَدَّةٍ
 لِّلشَّرِبِیۡنَ ﴿۳۶﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ ۗ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ﴿۳۷﴾ وَعِنْدَهُمْ
 قُصُرٌ مِّنَ الطَّرْفِ عِیۡنٍ ﴿۳۸﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿۳۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
 عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۰﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِیۡنٌ ﴿۴۱﴾
 یَقُولُ أَبٰٓئِكَ لَمِنَ الْبَصٰٓدِقِیۡنَ ﴿۴۲﴾

یعنی میوے، اور ان کی بڑی عزت ہوگی ﴿۳۲﴾ نعمت کے باغوں میں ﴿۳۳﴾ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿۳۴﴾ ان پر نگاہ کے سامنے بہتی صاف شراب کے جام کا دور ہوگا ﴿۳۵﴾ جو رنگ میں سفید پینے والوں کے لئے لذت ﴿۳۶﴾ نہ اس شراب میں کچھ خرابی ہو اور نہ وہ اس سے مست ہوں ﴿۳۷﴾ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (یعنی شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنے والی) ﴿۳۸﴾ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں بیٹھی ہوں گی گویا ان کی آنکھوں میں چھپائے ہوئے انڈے ہیں ﴿۳۹﴾ پس اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ﴿۴۰﴾ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: ”بیشک (دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا (وہ قیامت کا منکر تھا) ﴿۴۱﴾ مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تم قیامت کو سچ مانتے ہو“ ﴿۴۲﴾

صاف نہریں ہوں گی۔ اس شراب کا رنگ ایسا ہوگا کہ جس کے دیکھنے سے رغبت آوے گی۔ دودھ نہ کبھی جسے گانہ کھٹا ہوگا۔ یہ شہد موم کے میل سے بالکل صاف ہوگا۔ جنت کی اور نعمتوں اور جنت کے میووں کا جو ان آیتوں میں ذکر ہے مختصری بندوں کو بتلا دیں، پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ان آیتوں میں جنت کی حوروں کا بھی ذکر ہے کہ وہ شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی حوریں جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں، اور خوبصورت و پیاری آنکھوں والیاں ہیں گویا ان کی آنکھیں چھپائے ہوئے انڈے ہیں۔ غرض جنت میں جانا نصیحت کرے گا، اسی وقت ان چیزوں کی قدر معلوم ہوگی۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ بہشتی لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے وقت متوجہ ہوں گے کہ میاں دنیا میں میرا ایک ہم نشین تھا، جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص

عَٰذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ اِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿۵۴﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ
 مُّطَّلِعُونَ ﴿۵۵﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَآءِ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ
 كِدْتُ لَتُرْدِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۸﴾
 اَفَمَنْ حُنَّ بِيَّتِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا اَوْلٰى وَمَا حُنَّ بِعَدِّ بَيْنِ
 اِنَّ هٰذَا هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِيَسْئَلِ هٰذَا فليَعْبَلِ الْعٰبِلُونَ ﴿۶۱﴾

کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم کو جزا و سزا دی جائے گی؟ ﴿۵۴﴾ کہا جائے گا: ”کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟“ ﴿۵۵﴾ پس جھانکا تو اپنے ہم نشین کو دوزخ کے بیچ میں دیکھا کہ (عذاب میں گرفتار ہے) ﴿۵۶﴾ بولا: ”خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے“ ﴿۵۷﴾ اور اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) پکڑے آئے ہیں“ ﴿۵۸﴾ تو کیا ہمیں مرنا نہیں؟ ﴿۵۹﴾ مگر ہماری پہلی موت (وہی جو دنیا میں ہو چکی) اور نہ ہم کو کوئی عذاب ہوگا ﴿۶۰﴾ بیشک یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۶۱﴾ ایسی ہی نعمت کے واسطے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے ﴿۶۱﴾

مٹی میں مل جائے، اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں۔ پھر اسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے از سر نو زندہ کر دیں، بھلا ایسی بے تکلی بات پر کون یقین کر سکتا ہے۔ تو پھر وہ اپنے احباب اہل جنت سے کہے گا کہ کیا تم اسکو دیکھنا چاہتے ہو وہ ہم نشین ضرور دوزخ میں پڑا ہوگا آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ پھر جو دیکھا کہ بیچ دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے، یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا۔ کہے گا: ”خدا کی قسم! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا محض اللہ کے فضل نے دستگیری فرمائی، جو اس مصیبت سے بچالیا اور سیدھی راہ پر قائم رکھا۔ ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا“۔ اہل جنت اہل دوزخ کا حال دیکھ کر اپنے عیش و آرام کی بڑی قدر کریں گے، اور اس وقت فرط مسرت سے کہیں گے کہ ہم جنتی لوگ سدا اسی عیش میں رہیں گے، اور اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں، اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحیحین کی روایت میں ہے کہ جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہو جانے کے بعد جنت اور دوزخ کے مابین موت کو ذبح کر دیا جائے گا، اور پھر فرشتے پکار کر اہل جنت اور اہل دوزخ کو سنادیوں گے کہ اب جو جس حال میں ہے، ہمیشہ اسی حال میں رہوے گا اب کسی کو موت نہیں

أَذْلِكَ خَيْرٌ لَّا أَمْ شَجَرَةُ الرَّقُومِ ۖ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۖ
 إِنهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۖ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ
 الشَّيْطَانِ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا كُفُونَ مِنْهَا فَمَا كُفُونُ مِنْهَا الْبُطُونُ ۖ ثُمَّ إِنَّ
 لَهُمْ عَلَيْهَا لَشُوبًا مِّنْ حَيْمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۖ
 إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ

تو یہ لہ مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت ۖ بیشک ہم نے اس زقوم کے درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش کیا ہے ۖ بے شک وہ ایک درخت ہے کہ دوزخ کی جڑ میں نکلتا ہے ۖ اس کا پھل لہ جیسے شیطانوں کے سر (یعنی نہایت بدہیت) ۖ تو بیشک وہ دوزخی لوگ اس میں سے کھائیں گے پس وہ اس سے پیٹ بھریں گے ۖ پھر بیشک ان کے لئے اس پر کھولتے پانی کی ملونی ہے ۖ پھر آخر ٹھکانا ان کا ضرور دوزخ کی طرف ہے ۖ بیشک ان کافروں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا ۖ پس وہ انہیں کے قدم بقدم دوڑے جاتے ہیں ۖ

اہل دوزخ کی خوراک

لہ اوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں دوزخیوں کی مہمانی کا ذکر ہے کہ جنت کی نعمتیں بہترین یا دوزخیوں کی خوراک زقوم بہتر ہے۔ زقوم ایک درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا بد ذائقہ ہوتا ہے۔ دوزخ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یہ درخت لگایا ہے جس کو یہاں زقوم کے درخت سے موسوم کیا ہے۔

لہ قنادہ کا قول ہے کہ قرآن شریف میں تھوہر کے درخت کا ذکر آیا تو مشرکین تعجب سے کہنے لگے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر ہوگا۔ اس پر فرمایا یہ اللہ کی قدرت ہے کہ دوزخ کے کنارے پر نہیں بلکہ بیچ دوزخ کی جڑ میں یہ درخت نکلے گا۔ جو آخرت میں ظالموں کے واسطے ایک بلا ہے، کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بے قرار ہوں گے تو یہ ہی کھانے کو دیا جائے گا۔ جب تھوہر سے ان کے پیٹ بھریں گے، وہ جلتا ہوگا پیٹوں کو جلائے گا، اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہوگا، اور مدت تک تو پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے، پھر جب وہ پانی ان کو پلایا جائے گا تو کٹ کر انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ اس کھولتے ہوئے پانی کو ملونی کا پانی جو فرمایا۔ اس کی تفسیر سورہ ابراہیم میں گزر چکی ہے کہ زیادہ بد مزہ کرنے کے لئے اس پانی میں پیپ بھی ملائی جائے گی۔ دوزخ کے درجے الگ الگ ہیں کہ بعض دوزخوں میں دوزخیوں کی خوراک تھوہر ہوگی، اور بعضوں میں کانٹے دار

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٤١﴾ وَ لَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ
 مُنذِرِينَ ﴿٤٢﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذِرِينَ ﴿٤٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ
 الْمُخْلِصِينَ ﴿٤٤﴾ وَ لَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٤٥﴾ وَ نَجَّيْنَاهُ وَ
 أَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٤٧﴾ وَ
 تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٤٨﴾ سَلَّمَ عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَلَمِينَ ﴿٤٩﴾

اور بیشک ان سے پہلے اگلے لوگوں میں بھی بہت سے گمراہ ہو گئے تھے ﴿٤١﴾ اور بیشک ہم نے ان کے درمیان ڈر
 سنانے والے (پیغمبر) بھیجے ﴿٤٢﴾ پس دیکھو ان کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈر سنایا گیا تھا ﴿٤٣﴾ مگر اللہ کے خالص
 بندے (محفوظ رہے) ﴿٤٤﴾ اور اے بیشک نوح نے ہم کو (مدد کے لئے) پکارا، پس ہم دعا کو خوب قبول کرنے والے
 ہیں ﴿٤٥﴾ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی ﴿٤٦﴾ اور ہم نے اسی کی اولاد (یعنی نسل) کو
 باقی رہنے دیا ﴿٤٧﴾ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں نوح کی تعریف باقی رکھی ﴿٤٨﴾ نوح پر سلام ہو جہاں والوں میں ﴿٤٩﴾

گمانس۔ عرب کے لوگ خوفناک چیز کو شیطان سے تشبیہ دیا کرتے۔ اس واسطے تموہر کے پھل کو شیطان کے سر سے مشابہت
 دی ہے۔ آگے فرمایا: ”مشرکین میں کے اور پچھلی امتوں کے نافرمان لوگ اس واسطے عذاب میں پکڑے گئے کہ انہوں نے
 اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو نہ مانا، اور سرکشی کر کے اپنے بڑوں کی لیکر کے فقیر رہے۔ ہاں اللہ کے چنے ہوئے جن بندوں نے
 اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو مان لیا، وہ اس عذاب سے بچ کر جنت میں داخل ہوئے۔“

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس سمجھایا اور نصیحت کرتے رہے مگر ان کی شرارت اور ایذا رسانی برابر
 بڑھتی رہی، آخر حضرت نوح علیہ السلام نے مجبور ہو کر یہ دعا مانگی: ”یا اللہ! اب میں قوم کے لوگوں کی سرکشی سے عاجز آ گیا۔ اس
 لئے ان سے ایسا بدلہ لے کہ ان کا ایک گھر بھی زمین پر باقی نہ رہے۔“ آخر اللہ کے رسول کی بددعا کے اثر سے وہ قوم غرق ہو کر
 ہلاک ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”طوفان کے بعد سام، حام اور یافث نوح علیہ السلام کے تین بیٹے جو طوفان سے
 بچے، ان کی نسل سے تمام دنیا چلی، پھر فرمایا کہ رہتی دنیا تک نوح علیہ السلام کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک
 خلقت ان پر سلام بھیجتی ہے، اور سارے جہاں میں نوح علیہ السلام کہہ کر یاد کئے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا: ”جس طرح اللہ تعالیٰ

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾
 ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾ إِذْ جَاءَ
 رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿٨٥﴾
 أَيُّكَ الْإِلَهَةُ دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾
 فَظَنُّوا نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾

بیشک ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۸۰﴾ بیشک نوح ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا ﴿۸۱﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں (یعنی کافروں) کو غرق کر دیا ﴿۸۲﴾ اور بیشک لے نوح کے طریقہ پر چلنے والوں میں سے ابراہیم تھا ﴿۸۳﴾ جب کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس وہ دل جو عیب سے پاک تھالے کر آیا ﴿۸۴﴾ جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو ﴿۸۵﴾ کیا اپنی رائے سے خدا کو چھوڑ کر (جھوٹ موٹ کے) اور معبودوں کو ڈھونڈتے ہو ﴿۸۶﴾ پس اس خدا کے ساتھ جو تمام جہان والوں کا پروردگار ہے۔ تمہارا کیا گمان ہے ﴿۸۷﴾ پھر ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا ﴿۸۸﴾ پھر کہا: ”بیشک میں بیمار ہونے والا ہوں“ ﴿۸۹﴾

نے نوح علیہ السلام اور انکے ساتھ کے ایماندار لوگوں کو طوفان کی آفت سے بچا کر ان کے مخالفوں کو طوفان کے عذاب سے ہلاک کر دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کامل الایمان اور خالص دل سے عبادت کرنے والے بندہ کو اس کی نیکیوں کا صلہ دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

لے یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مختصر طور پر بیان فرمایا۔ سورۃ الانبیاء میں اس قصہ کی زیادہ تفصیل گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر اور قوم کے لوگوں کے روبرو بت پرستی کی مذمت بیان کی۔ جب ان لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے دبی ہوئی آواز میں قسم کھائی کہ کبھی موقع پا کر میں ان بتوں کا پورا علاج کر دوں گا۔ سال بھر میں ایک میلہ بستی کے باہر ہوا کرتا تھا جس میں بستی کے سب لوگ جاتے تھے، اور میلہ میں جاتے وقت کچھ کھانا پکا کر بت خانہ میں رکھ جاتے تھے اور میلہ میں پلٹ کر جب آیا کرتے تھے تو وہ کھانا کھا لیتے۔ اس قصے کے سال جب یہ لوگ جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیماری کا غرر کر کے بستی میں رہ گئے۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۙ فَرَاغَ إِلَىٰ إِلَهِهِمْ فَقَالَ لَا تَأْكُلُونَ ۙ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۙ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۙ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ۙ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَشْحَبُونَ ۙ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۙ

پس اے وہ لوگ ابراہیم سے پیٹھ موڑ کر چلے گئے ۙ پس ابراہیم ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر گیا تو کہا کہ تم (اس چڑھاوے کے کھانے کو) کھاتے کیوں نہیں ۙ تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں ۙ پھر تو ابراہیم بڑے زور سے ان کے مارنے پر متوجہ ہوا ۙ پس وہ (بت پرست) اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے ۙ ابراہیم نے کہا: ”کیا تم اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے (بتوں) کو پوجتے ہو ۙ حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو جو کرتے ہو“ ۙ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

اے اور ان لوگوں کے بستی کے باہر چلے جانے کے بعد بت خانہ کو اکیلا پا کر بت خانہ میں گئے اور بتوں کے سامنے کھانا دھرا ہوا دیکھ کر پہلے تو دل لگی کے طور پر بتوں سے یہ کہا کہ تم یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ جب بتوں نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا تو پھر ان بتوں سے یہ کہا کہ تم بولتے کیوں نہیں، اس کے بعد سب میں بڑے بت کو ثابت چھوڑ دیا اور باقی سب چھوٹے بتوں کو توڑ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب یہ لوگ میلہ سے پلٹ کر آئے اور بت خانہ میں عادت کے موافق کھانا لینے گئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا پا کر آپس میں چرچا کرنے لگے کہ یہ کام کس نے کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دبی ہوئی آواز سے وہ قسم کھائی تھی جس کا ذکر اوپر کی آیت میں گذر چکا ہے تو ان میں کے بعضے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سن لی تھی۔ اس واسطے ان لوگوں نے اس کام کا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ظاہر کیا، اس پر ان لوگوں نے اس کی فریاد نمرود سے کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نمرود کے سامنے بلائے گئے تو انہوں نے یہ کہا کہ تم لوگ بڑے بت کے ساتھ ملا کر ان چھوٹے بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس لئے بڑے بت نے اس بات کو ناپسند کیا اور چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اگر یہ بت کچھ بات کر سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کو کس نے توڑ ڈالا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات سے جب وہ لوگ قائل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو یوں بھی قائل کیا کہ تم لوگ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہو جو عقل سے بالکل بعید ہے۔

۳ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو ان بت پرستوں نے یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی، اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے، آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے گا، مگر اللہ نے ان ہی کو نیچا

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُيُوتًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۙ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا
فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۙ ۹۸ وَ قَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي
سَيَهْدِينِ ۙ ۹۹ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۙ ۱۰۰ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ
حَلِيمٍ ۙ ۱۰۱ فَلَمَّا بَدَعَ مَعَهُ السَّعَىٰ قَالَ يُبَيِّنُ لِي فِي الْمَنَامِ آيَاتِي
أَذْبَحُكَ فَأَنْظُرُ مَاذَا تَرَىٰ ۙ ۱۰۲ قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي
إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۙ ۱۰۳ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۙ ج

وہ لوگ بولے کہ ابراہیم کے لئے ایک عمارت (یعنی آتش خانہ) تعمیر کرو، پھر ان کو بھڑکتی آگ میں ڈال دو ۙ تو ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برادراؤں (مکر و فریب) کرنا چاہا پس ہم نے ان کو نچا دکھایا ۙ اور ابراہیم نے (جبکہ ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا) یہ کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا ۙ (یہ دعا کی): ”اے رب! مجھ کو نیک فرزند عطا کر“ ۙ پھر ہم نے اس کو ایک برادراؤں کے کی خوشخبری دی ۙ پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا تو کہا: ”اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھ کو (امر الہی) سے ذبح کرتا ہوں (یعنی ذبح کا انتظام کر رہا ہوں) پس تو دیکھ تیری کیا رائے ہے“، اس نے کہا: ”اے باپ میرے! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، آپ مجھ کو ان شاء اللہ تعالیٰ صابر پائیں گے“ ۙ پس جب وہ دونوں ہمارے حکم کے تابع ہوئے اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) ماتھے کے بل لٹایا ۙ

دکھلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گزار کر دی گئی۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے الہام الہی کے موافق ملک شام کی طرف ہجرت کی، اور ملک شام میں پہنچ کر نیک بیٹے کے عطا ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور اس دعا کے اثر سے حضرت اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

قربانی اسمعیل علیہ السلام

۱۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اثر سے حضرت اسمعیل علیہ السلام پیدا ہو کر اچھی طرح پھرنے چلنے کے قابل ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا تا کہ ان کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہوتے ہیں یا زبردستی کرنی پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہی خواب میں دیکھتے رہے۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی، بیٹے

وَنَادَيْتُهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمَ ۝۱۰۳ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّعْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ ۝۱۰۵ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝۱۰۶ وَقَدَّيْنَاهُ بِذَبْحٍ
 عَظِيمٍ ۝۱۰۷ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝۱۰۸ سَلَامٌ عَلَى اِبْرَاهِيمَ ۝۱۰۹
 كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۱۱۰ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۱۱ وَ
 بَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝۱۱۲

اور (چاہتے تھے کہ ذبح کرے اس وقت) ہم نے ابراہیم کو آواز دی ۝۱۰۳ کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب کو سچ
 کر دکھایا بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۝۱۰۵ بیشک یہ صریح آزمائش تھی ۝۱۰۶ اور ہم نے ایک جانور (جنت
 سے) اس کے عوض میں دے کر اسے بچا لیا ۝۱۰۷ اور ہم نے پیچھے آنے والی نسلوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا ۝۱۰۸ کہ
 (ہماری طرف سے) ابراہیم پر سلام ہو ۝۱۰۹ ہم نیک بندوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۝۱۱۰ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ
 کے ایماندار بندوں میں سے ہے ۝۱۱۱ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوشخبری دی کہ جو نیکوں میں سے نبی ہوگا ۝۱۱۲

نے بلا توقف قبول کیا کہنے لگے کہ ابا جان دیر کیا ہے آپ کو جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کے موافق عمل کریں، سو آپ ان
 شاء اللہ دیکھ لیں گے کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمعیل علیہ السلام
 کو اوندھا اس لئے لٹایا کہ چھری پھیرتے وقت اسمعیل علیہ السلام کا چہرہ دیکھ کر جوشِ محبت کے سبب سے اللہ کے حکم کی تعمیل میں
 کچھ خلل نہ پڑے۔ جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی پر بالکل تیار پایا تو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے
 بدلے میں ایک دنبہ قربانی کے لئے بھیج دیا۔ اور غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تم نے اپنے خواب کو سچا کر
 دکھایا۔ پھر فرمایا کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں یہ بڑی آزمائش تھی لیکن اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے ایسا ہی برتاؤ
 برتا ہے جو برتاؤ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برتا، کہ ان کے اکلوتے بیٹے کو بھی قربانی سے بچا دیا اور ایک اور
 بیٹے کی خوشخبری ان کو سنادی۔ اور آزمائش میں پورے اترنے سے انکا ذکر خیر دنیا میں پھیلا دیا کہ ہر ایماندار آدمی ان پر سلام
 بھیجتا ہے۔ پھر فرمایا علم الہی کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک اچھی بڑی طرح
 کے لوگ ہوں گے۔ کوئی نیک کام کرنے والا مومن ہوگا، اور کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا کافر ہوگا۔ پس بنی اسرائیل میں جو
 خرابیاں پیش آئیں اور قیامت تک پیش آویں گی، یہ ان کی غیب گوئی کا قرآن شریف میں ایک معجزہ ہے۔

وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحٰقَ ط وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ ۙ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ
 مُبِينٌ ۙ ۱۱۳ ۙ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۙ ۱۱۴ ۙ وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا
 مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۙ ۱۱۵ ۙ وَنَصَرْنَاهُمْ فَاكْفَرُوا ۙ هُمُ الْغَالِبِينَ ۙ ۱۱۶ ۙ وَ
 اتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۙ ۱۱۷ ۙ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۙ ۱۱۸ ۙ وَ
 تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۙ ۱۱۹ ۙ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۙ ۱۲۰ ۙ اِنَّا
 كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۙ ۱۲۱ ۙ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۙ ۱۲۲ ۙ

اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور ان دونوں کی اولاد میں کوئی نیک کام کرنے والا (یعنی
 مومن) ہے، اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا (یعنی کافر) ہے ۱۱۳ اور اے بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر
 احسان کیا ۱۱۴ اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو بڑی مصیبت سے نجات دی ۱۱۵ اور ہم نے
 ان کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی، پس وہی لوگ غالب ہوئے ۱۱۶ اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب
 (یعنی تورات) عطا فرمائی ۱۱۷ اور ان کو سیدھا راستہ دکھایا ۱۱۸ اور ہم نے پیچھے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر خیر
 باقی رکھا ۱۱۹ (کہ ہماری طرف سے) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ۱۲۰ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۱۲۱
 بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں ہیں ۱۲۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان احسانوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام پر
 کئے۔ اول یہ کہ ان دونوں کو نبوت عطا کی۔ دوسرے یہ کہ فرعون اور اس کی قوم بنی اسرائیل پر ظلم کرتے تھے کہ ان کے لڑکوں کو
 مار ڈالتے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے ان کو نجات دی اور مدد کی کہ یہ ان پر غالب ہو گئے۔ اور
 ان کی زمین اور مال سب کچھ ان کے ہاتھ لگا، اور ان کی آنکھوں کے روبرو ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر
 توراہ کو اتارا اور ان کو سیدھی راہ بتائی، اور پچھلی خلقت میں ان کا یہ ذکر خیر رکھا کہ سب ایمانداران پر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر فرمایا
 کہ بیشک ہم اسی طرح صلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ پھر فرمایا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہمارے
 اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں سے ہیں۔“

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾
 أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ
 آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ
 الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكَنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَّمَ عَلَيَّ إِلَى يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾
 إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾

اور اے بیشک الیاس پیغمبروں میں سے ہے ﴿۱۲۳﴾ جبکہ اس نے اپنی قوم سے فرمایا: ”کیا تم پرہیزگاری نہیں کرتے ﴿۱۲۴﴾ کیا بعل کو (جو ایک بت کا نام ہے) پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر پیدا کرنے والے ﴿۱۲۵﴾ اللہ کو جو تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے“ ﴿۱۲۶﴾ پس ان لوگوں نے اس کو جھٹلایا پس بیشک وہ لوگ (دوزخ میں) حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۲۷﴾ مگر اللہ کے خالص بندے (محفوظ رہیں گے) ﴿۱۲۸﴾ اور ہم نے پیچھے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا ﴿۱۲۹﴾ (کہ ہماری طرف سے) الیاس پر سلام ہو ﴿۱۳۰﴾ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۳۱﴾ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے ایماندار بندوں میں سے ہے ﴿۱۳۲﴾

حضرت الیاس علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو اللہ نے ملک شام کے ایک شہر بعلبک کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ بعل نامی ایک بت کو پوجتے تھے، جو سونے کا تھا، اس کی لمبائی بیس گز تھی، چار منہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو! جس اللہ نے تم کو اور تمہارے بڑوں کو پیدا کیا، اس کا شکر یہ کیا یہی ہے کہ تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر اس بعل بت کی پوجا کرتے ہو۔ غرض ان کو خدا کے غضب اور بت پرستی کے انجام بد سے ڈرایا۔ جب انہوں نے نہ مانا تو دین و دنیا کے عذاب میں پکڑے گئے۔ دنیا کا عذاب تو یہ ہوا کہ ان لوگوں میں تین برس کا سخت قحط پڑا، اور عقبیٰ میں جو سب مشرکوں کا حال ہوگا وہی مصیبت ان لوگوں پر آوے گی۔ فرمایا: ”اس قوم میں سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے جو حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لائے، انہوں نے عذاب سے نجات پائی، پھر فرمایا: حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے کامل الایمان بندے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر خیر دنیا میں جاری رکھا، اور ہم نے ان پر سلام یعنی رحمت و سعادت نازل کی۔ فرمایا ہم قول و فعل میں احسان برتنے والوں کو یوں ہی اچھا صلہ دیتے ہیں۔“

وَإِنَّ لُوطًا لِّمَنِ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝
 إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ۝ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ۝ وَإِنَّكُمْ
 لَتَرُونَهُمْ مُّصْبِحِينَ ۝ وَبِالْبَيْتِ ۝ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّ
 يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ۝

اور لہ بیشک لوط پیغمبروں میں سے ہے ۱۳۳ جبکہ ہم نے اسکو اور اسکے سب گھر والوں کو نجات دی ۱۳۴ مگر ایک بڑھیا
 (یعنی اس کی زوجہ) کہ (اس عذاب میں) پیچھے رہ جانے والوں میں تھی ۱۳۵ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا ۱۳۶ اور
 بیشک تم ان لوگوں کے مقامات پر صبح کو ۱۳۷ اور رات کے وقت بھی گزرتے ہو، پھر کیا تم (اس پر بھی) نہیں سمجھتے ۱۳۸
 اور تہ بیشک یونس پیغمبروں میں سے تھا ۱۳۹ جبکہ وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف دوڑا ہوا پہنچا۔ (لیکن کشتی ڈوبنے لگی) ۱۴۰

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

۱۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے قصہ کے بعد یہ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ یہ قصہ سورۃ الاعراف، سورۃ ہود،
 سورۃ شعراء اور سورۃ النمل میں گزر چکا ہے حضرت لوط علیہ السلام جب ملک عراق سے ملک شام کو آئے تو سدوم کے لوگوں کی
 ہدایت کے لئے نبی مقرر ہوئے۔ مدت تک حضرت لوط علیہ السلام نے طرح طرح کی نصیحت سے ان لوگوں کو راہ راست
 پر لانا چاہا، ان لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ بد فعلی کی عادت نکالی تھی۔ جب یہ لوگ اپنی عادت بد سے باز نہ آئے، آخر اللہ کے
 حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستی کو اٹا دیا۔ یہ قریش کو فرمایا کہ مکہ سے شام کو جو قافلے آتے جاتے تھے، قوم لوط کی
 اٹنی ہوئی بستیاں ان کے راستے سے نظر آتی تھیں۔ یعنی دن رات ادھر گزرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں
 ہوتی، کیا سمجھتے نہیں کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہدایت کی جب ان کی نصیحت کو نہ مانا تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو
 عذاب الہی کے نازل ہونے کی خبر سنائی اور خود اس بستی کے باہر چلے گئے۔ جب ان لوگوں نے کچھ کچھ آثار عذاب الہی کے
 دیکھے تو جنگل میں جا کر بہت روئے، اور گڑ گڑائے اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم فرما کر ان پر عذاب نازل نہیں
 فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ وقت مقررہ پر عذاب نہیں آیا تو اپنے دل میں سوچا کہ جس قوم کے نزدیک جھوٹا
 ٹھہر چکا ہوں، اس قوم کی سرحد میں بھی ٹھہرنا مناسب نہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے دریائی سفر کا ارادہ کیا، کشتی پر سوار ہوئے، کشتی
 دریا میں چلنے سے ٹھہر گئی جب قرعہ ڈالا کہ کس شخص کے سبب سے کشتی نہیں چلتی تو تین دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ یہ
 قصہ سورۃ یونس اور سورۃ انبیاء میں مفصل گزر چکا ہے وہاں اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۳۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۳۲﴾
 فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۳۳﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ
 يُبْعَثُونَ ﴿۱۳۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۳۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً
 مِّنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۳۶﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۳۷﴾ فَآمَنُوا
 فَسَدَّوْا لَهُمُ الْبُيُوتَ إِلَى حِينٍ ﴿۱۳۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ
 الْبُيُوتُ ﴿۱۳۹﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿۱۴۰﴾

تو قرعہ ڈالا پس (یونس ہی) گرا دینے والوں میں ہوا (تو دریا میں گرا دیا گیا) ﴿۱۳۱﴾ اس کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا ﴿۱۳۲﴾ پس اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ﴿۱۳۳﴾ ضرور اس (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا جس دن کہ لوگ اٹھائے جائیں گے ﴿۱۳۴﴾ پھر ہم نے اس کو ایک صاف میدان میں (مچھلی کے پیٹ میں سے نکال کر) ڈال دیا اور وہ بیمار تھا ﴿۱۳۵﴾ اور ہم نے اس پر (سایہ کے لئے) ایک کدو کے قسم کا درخت اگایا ﴿۱۳۶﴾ اور ہم نے اسے ایک لاکھ آدمیوں کی طرف (پنجمبر بنا کر) بھیجا، بلکہ اس سے زیادہ ﴿۱۳۷﴾ پس وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا ﴿۱۳۸﴾ پس لے ان مشرکوں سے پوچھو کہ کیا تمہارے پروردگار کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ﴿۱۳۹﴾ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ اس وقت موجود تھے! ﴿۱۴۰﴾

اللہ تعالیٰ کی اولاد بتانا

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ ان مشرکوں سے پوچھو کہ اتنی بڑی عظمت و قدرت والے خدا کے لڑکیاں ہیں، اور تمہارے لڑکے۔ تم لوگ خدا کیلئے ایسی چیز پسند کرتے ہو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اور یہ کہتے ہو کہ فرشتے عورتیں ہیں اور خدا کی لڑکیاں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے تم کو خوب معلوم ہے۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جو گواہی دیتے ہو، بلکہ یہ لوگ اپنے شیطانی دسواں سے افتراء کر کے یہ کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے، یہ جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے لڑکے چھوڑ کر لڑکیاں اپنے لئے بنائیں۔ عورتوں کو اپنے لئے پسند کیا، افسوس تمہارے حال و خیال پر۔ تم کیسے نامعقول حکم لگاتے ہو، خدا کو اپنے سے بھی کم کر دیا۔ تم جو بات منہ سے نکالتے ہو اس کو سمجھو بھی نہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے، اور کون امر شان الہی

اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكِهَمْ لَيَقُولُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَا اللّٰهُ لَا وَاِنَّهُمْ
 لَكٰذِبُونَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفٰى الْبَنَاتِ عَلٰى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ مِّنْ كَيْفٍ
 تَحْكُمُونَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوا
 بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا
 وَ لَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
 يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
 مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صٰلِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

آگاہ ہو بیشک وہ لوگ اپنے بہتان سے کہتے ہیں ﴿۱۵۱﴾ کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ بیشک ضرور جھوٹے ہیں ﴿۱۵۲﴾ کیا اللہ
 نے بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں ﴿۱۵۳﴾ تم کو کیا ہو گیا، تم کیسا حکم کرتے ہو ﴿۱۵۴﴾ تم دھیان نہیں کرتے ﴿۱۵۵﴾ کیا تمہارے
 پاس (اس بارے میں) کوئی واضح دلیل موجود ہے ﴿۱۵۶﴾ تو اپنی کتاب لاؤ (جس میں یہ سند ہو) اگر تم سچے ہو ﴿۱۵۷﴾ اور
 مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ مقرر کیا، اور اے بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ (بیہودہ
 بات کے کہنے والے) ضرور (جہنم میں عذاب کیلئے) حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۵۸﴾ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو کچھ
 بیان کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ مگر جو اللہ کے خاص چنے ہوئے بندے ہیں ﴿۱۶۰﴾ پس بیشک اے کافر و! تم اور وہ (بت) جس کو تم
 اللہ کے سوا پوجتے ہو ﴿۱۶۱﴾ تم اللہ کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں ﴿۱۶۲﴾ مگر اسی کو جو کہ جہنم میں جانے والا ہے ﴿۱۶۳﴾

کے لائق ہے اور کون منافی۔ یا تمہارے پاس کوئی واضح کتاب آگئی ہے جس کی دلیل عقلی یا نقلی سے یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی
 ہے کہ فرشتے خدا کی عورتیں ہیں۔ اگر کوئی دلیل یا کوئی کتاب ہو تو پیش کرو اور اپنے دعویٰ کی سچائی دکھاؤ اگر نہ سچے ہو۔

فرشتوں کو خدا کی اولاد کہنے کا الزام

اہل شان نزول: بعض لوگوں نے بنی خزاعہ میں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے خاندان میں اپنی سسرال کی بعض جنات
 کے ساتھ ملنے سے فرشتے پیدا ہوئے، (معاذ اللہ) یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿۱۲۳﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنَّا
 لَنَحْنُ السُّبْحُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿۱۲۷﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا
 ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۲۹﴾

اور لے فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے (جہاں ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں) ﴿۱۲۳﴾ خدا کی عبادت اور اس کے حکم میں صف باندھنے والے ﴿۱۲۵﴾ اور لے بیشک ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے والے ہیں ﴿۱۲۶﴾ اور بیشک یہ (کفار عرب) کہتے تھے: ﴿۱۲۷﴾ ”اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی (کتابوں کے طور پر) ہوتی ﴿۱۲۸﴾ تو ہم اس کی اطاعت کرتے (اور) اللہ کے خاص بندے ہوتے“ ﴿۱۲۹﴾

۱۔ شان نزول: تفسیر قرطبی اور تفسیر مقاتل میں چند روایتوں سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ مقام سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پہنچے تو اس مقام پر پہنچ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے جانے سے رکے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ ایسے مقام پر مجھ سے جدا ہوتے ہو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان آیتوں کے مضمون کے موافق جواب دیا۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قائل کرنے کو ان تین آیتوں میں نازل فرمایا کہ یہ ظالم مشرک فرشتوں کو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں، اور ان صورتوں کی پوجا کر کے صورتوں والے فرشتوں کو اپنا سفارشی قرار دیتے ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ اللہ کی جناب میں عام فرشتوں کا تو کیا ذکر ہے مقرب فرشتوں کا بھی یہ حال ہے کہ جو جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ٹھہرا دی ہے، اس حد سے ایک قدم آگے وہ جنبش نہیں کر سکتے۔

۲۔ اوپر مشرکین مکہ کی گمراہی کی باتوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ان مشرکوں کو یوں قائل کیا کہ اس کتاب کو دیکھ کر پہلے تو یہ لوگ حرص کرتے تھے کہ ان میں کوئی نبی آسمانی کتاب لے کر آوے، اور قسمیں کھا کر یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ان میں کوئی نبی آیا تو یہ لوگ اللہ کے خاص بندے بن جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی حرص کو پورا کر دیا تو یہ لوگ اللہ کے کلام کو جھٹلانے لگے اور وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رکھا۔ سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ بات علم الہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو مدد پہنچاتا ہے، اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے۔ آگے فرمایا اب تو یہ لوگ عذاب کی جلدی کرتے ہیں کہ ہمارا انجام جلدی دکھلا دو۔ اس کا جواب دیا کہ اپنے اوپر جو آفت لائے جانے کی جلدی مچا رہے ہو جب وہ آئے گی تو بہت برا وقت ہوگا، عذاب الہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہو، اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھا پہ مار جائے۔ عذاب آنے کے وقت یہی ہی حشران

فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴۰﴾ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا
 الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۴۲﴾ وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ
 الْغَالِبُونَ ﴿۱۴۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۴۴﴾ وَ أَبْصَرَهُمْ فَسَوْفَ
 يُبْصِرُونَ ﴿۱۴۵﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۴۶﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ
 فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْدَرِينَ ﴿۱۴۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۴۸﴾ وَ أَبْصَرَ
 فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۴۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۵۰﴾

جب ان کے پاس اگلوں کی سی کتاب آگئی (یعنی قرآن نازل ہوا) اس کے منکر ہوئے، پس عنقریب (اپنے کفر کا انجام) جان لیں گے ﴿۱۴۰﴾ اور بے شک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں (یعنی پیغمبروں) سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے ﴿۱۴۱﴾ کہ ضرور انہیں مدد دی جاوے گی ﴿۱۴۲﴾ اور بیشک ہمارا ہی (یعنی اہل ایمان کا) لشکر غالب رہے گا ﴿۱۴۳﴾ پس تم ان سے ایک وقت تک منہ پھیر لو اور انہیں دیکھتے رہو ﴿۱۴۴﴾ پس عنقریب یہ (طرح طرح کے عذاب دنیا و آخرت میں) دیکھ لیں گے ﴿۱۴۵﴾ پس کیا یہ کافر ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں ﴿۱۴۶﴾ تو (یاد رکھیں کہ) جس وقت (ہمارا عذاب) ان کی انگنائی (آنگن) میں اترے گا تو ڈرائے ہوؤں کی کیا ہی بری صبح ہوگی ﴿۱۴۷﴾ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو اور دیکھتے رہو ﴿۱۴۸﴾ پس عنقریب یہ (طرح طرح کے عذاب دنیا و آخرت میں) دیکھ لیں گے ﴿۱۴۹﴾ تمہارا لے پروردگار جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں ﴿۱۵۰﴾

لوگوں کا ہوگا تو ان کو اس جلدی کی حقیقت کھل جاوے گی۔ چنانچہ اس وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہوا کہ اس لڑائی میں بڑے بڑے اسلام کے مخالف بڑی ذلت سے مارے گئے۔ پھر فرمایا کہ پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا، اب آگے چل کر آخرت میں یہ کافر کیا کچھ دیکھتے ہیں۔

۱۔ اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک، اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے، سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء اور رسول پر اس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو ان کی عظمت و عصمت اور سالم و منصور ہونے کی دلیل ہے۔ احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی میں

وَسَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۲﴾

اور پیغمبروں پر سلام ہے ﴿۱۸۱﴾ اور تمام خوبیاں اللہ ہی کو جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۱۸۲﴾

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”فرضوں کے بعد تین دفعہ اس آیت کو پڑھنا بڑا ثواب ہے۔“

﴿ایاتھا ۸۸﴾ ﴿سورۃ ص ص ۲۸﴾ ﴿مکیۃ ۲۸﴾ ﴿رکوعاھا ۵﴾

سورہ ص مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ﴿۲﴾

ص قسم ہے کہ اس قرآن کی جو نصیحت دینے والا ہے (جس سے تم دعوت کرتے ہو حق ہے) ﴿۱﴾ بلکہ کافر سرکشی اور مخالفت میں ہیں (اس سبب سے نہیں مانتے) ﴿۲﴾

خواص سورہ ص: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس سورت کو پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ ہر گناہ سے بچا دے گا۔ اگر اس سورہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں تو خلق اس کو عزیز بنا دے اور اس سورہ کو سات بار پڑھ کر دم کریں نظر بد دور ہوگی۔

شان نزول: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے قریش میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی تھی۔ اس لئے ایک جماعت قریش کی ایک روز ابوطالب کے پاس گئی، اور ابوطالب سے آنحضرت ﷺ کی طرح طرح کی شکایت کی۔ ابوطالب نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! یہ قوم کے لوگ تمہاری شکایت کرتے ہیں، کہ تم ان کے معبودوں کو برا کہتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ میں قوم کے لوگوں سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب و عجم ان کافر مانبردار ہو جائے۔ وہ خوش ہو کر بولے کہ بتلائیے وہ کلمہ کیا ہے، آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ”زیادہ نہیں صرف ایک کلمہ توحید ہے، لا الہ الا اللہ“ یہ سنتے ہی طیش میں آ کر کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے: ”کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا بنا دیا۔ چلو جی یہ اپنے منصوبے سے کبھی باز نہ آئیں گے، یہ تو انہی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جتے رہو۔“ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

كَمَا هَلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَ وَاوَّلَاتٍ حِينَ مَنَاصٍ ۲
 وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هَذَا سِحْرٌ
 كَذٰبٌ ۳ أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۴ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ
 عَجَابٌ ۵ وَاَنْطَلَقَ الْبَلَا مِنْهُمْ اِنْ اَمْشَوْا وَاَصْبِرُوا عَلٰى اِلٰهَتِكُمْ ۶
 اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَزِيْرٌ ۷ مَا سِعْنَا بِهٰذَا فِي الْبِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۸ اِنَّ
 هٰذَا اِلَّا اِخْتِلَاقٌ ۹ اَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۱۰ بَلْ هُمْ فِي
 شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۱۱ بَلْ لَسَّا يَدُوْقُوْا عَذَابًا ۱۲

ان سے پہلے ہم نے بہت سی امتوں کو (عذاب سے) ہلاک کر دیا، پس وہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ وقت رہائی کا نہ تھا ۱ اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آیا اور کافر کہنے لگے کہ یہ ایک جھوٹا جادو گر ہے ۲ کیا اس نے بہت معبودوں کا ایک خدا کر دیا، بیشک یہ ایک عجیب بات ہے ۳ اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے سردار آپس میں یہ کہتے ہوئے چلے کہ اس کے پاس سے چلو اور اپنے معبودوں کی پوجا پر صابر رہو، بیشک اس دین میں اس کا کچھ (ذاتی) مطلب ہے ۴ یہ بات تو ہم نے پچھلے دین میں بھی نہ سنی، یہ تو نری ایک بنائی ہوئی بات ہے ۵ کیا ہم سب لے میں سے اسی شخص (یعنی محمد ﷺ) پر قرآن نازل کیا گیا (یہ تو کچھ نہیں) بلکہ کافر میری نصیحت (یعنی قرآن) کی طرف سے شک میں ہیں۔ بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ۱۲

خدا پر اعتراض کرنا

لہ قرآن شریف کو جھٹلانے کی باتوں میں مشرکین ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن شریف اگر کسی انسان پر نازل ہوتا، تو ولید بن مغیرہ عروہ بن مسعود ایسے مالدار شخص پر نازل ہوتا۔ یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد ﷺ ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے جہان میں ایک یہ ہی اس منصب کے لئے ہم گئے تھے اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا۔ جس پر اپنا کلام نازل

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝۹ أَمْ لَهُمْ
 مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ فَلْيَرْتَقُوا فِي
 الْأَسْبَابِ ۝۱۰ جُدُّ مَا هُنَالِكَ مَهْرُومٌ مِّنَ الْأَحْرَابِ ۝۱۱
 كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝۱۲ وَشُعُوبٌ
 قَوْمِ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الْأَحْرَابُ ۝۱۳

کیا انکے پاس تمہارے پروردگار زبردست بخشنے والے کی رحمت کے خزانے ہیں؟ ۹ یا کیا انکی حکومت ہے؟
 آسمانوں اور زمین اور جو کچھ انکے بیچ میں ہے، تو انکورسیاں لٹکا کر (آسمان پر) چڑھ جانا چاہئے ۱۰ یہ ایک ذلیل
 لشکر ہے ان ہی (کافروں کے) لشکروں میں سے جو وہیں بھگا دیا جائے گا ۱۱ ان سے پہلے جھٹلایا تھا نوح کی
 قوم نے اور عاد اور فرعون نے، جو (لوگوں کو باندھ کر سزا دینے کیلئے) میخیں رکھتا تھا ۱۲ اور ثمود نے اور لوط کی
 قوم نے اور بن والے (جو شعیب کی قوم سے تھے) یہ ہیں وہ گروہ ۱۳

کرتا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق ان کو دھوکا لگا ہوا ہے، وہ یقین
 نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے، وہ ضرور پیش آ کر رہے گا۔ کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا
 مزہ نہیں چکھا، جس وقت خدائی مار پڑے گی تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی رحمت کے خزانے اور
 آسمان وزمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے۔ جس پر جو انعام چاہے کرے
 کون روک سکتا ہے، یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ کسی بشر کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے
 کون ہو کہ صاحب اس پر یہ مہربانی فرمائی، ہم پر نہ فرمائی۔ کیا رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمان کی حکومت کے تم مالک و مختار
 ہو، جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آؤ، اور رسیاں تان کر آسمان پر
 چڑھ جاؤ تا کہ وہاں سے محمد ﷺ پر وحی کا آنا بند کر سکو۔ اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی و منشاء کے موافق آسمان وزمین
 کے انتظام و تدبیر کا کام انجام دے سکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان وزمین کی حکومت اور خزانہ رحمت کی ملکیت کا دعویٰ عبث
 ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی یا جنون کے اور کیا ہوگا۔ فرمایا جس طرح ان سے پہلے لوگ قوم نوح علیہ
 السلام سے لے کر فرعون تک بڑی بڑی طاقتور قومیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں، ایک دن یہی حال ان کا ہونے
 والا ہے۔ اور پھر دوسرے صور کی آواز سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے ان کی بد اعمالی کی پوری سزا ان کو دی جائے گی۔

۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹
 ۱۰
 ۵

۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹
 ۱۰
 ۵

ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے پیغمبروں کو نہ جھٹلایا ہو پس میرا عذاب (ان پر) لازم ہو گیا اور یہ کفار پس ایک ہی سخت آواز کے منتظر ہیں (جو صور کی) کہ اس کو کچھ وقفہ ہوگا اور (کفار ہنسی سے) کہتے ہیں: ”اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ (یعنی عذاب) جلد دیدے حساب کے دن سے پہلے“ (اے محبوب ﷺ) تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو (عبادت کی بڑی) قوت رکھتا تھا بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا تھا بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کیا، شام اور صبح تسبیح کرتے تھے اور (اسی طرح) پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے

السلام سے لے کر فرعون تک بڑی بڑی طاقتور قومیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں، ایک دن یہی حال ان کا ہونے والا ہے۔ اور پھر دوسرے صور کی آواز سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے ان کی بد اعمالی کی پوری سزا ان کو دی جائے گی۔
 شان نزول: مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ سے جب یہ سنا کہ قیامت کے دن دائیں اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے، اور جو لوگ جنت میں جائیں گے ان کو بڑی نعمتیں ملیں گی تو کفار بطور استہزاء و تمسخر حضور ﷺ سے بولے کہ ہمارے نامہ اعمال تو ہم کو یہیں دکھادیں ہم دیکھ لیں کہ ہم نے کیا کیا ہے، اور ان میں کیا رکھا ہے۔ تب یہ آیت اتری کہ اے محبوب ﷺ! یہ کفار قرآن کی خبروں کو نہیں مانتے۔ ہنستے ہیں کہتے ہیں کہ پروردگار حساب کے دن سے پیشتر ہمارے نامہ اعمال ہم کو دیدے، تو اے محبوب ﷺ! تم ان خرافات کا کچھ جواب نہ دو، صبر کرو ان کی باتوں پر دل طول نہ کرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

حضرت داؤد علیہ السلام جب صبح شام ذکر الہی کرتے تھے، ان کے ساتھ پہاڑ اور جانور بھی ذکر الہی کیا کرتے تھے، اور حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑوں اور جانوروں کے ذکر الہی کا مطلب سمجھتے تھے، اسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا۔ پھر فرمایا، اللہ

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ ۝۲۰ وَهَلْ
 آتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْبِحَرَابِ ۝۲۱ إِذْ دَخَلُوا عَلَى
 دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۝۲۲

وقف الائم

اور ہم نے اس کی بادشاہی کو بڑا مضبوط کیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کرنے والا قول عطا کیا ۲۰ اور کیا تمہیں آپس میں جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی۔ جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار ۲۱ کو دکر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان سے اس طرح آنے سے) گھبرا گیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ خوف نہ کیجئے۔

تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فوج و لشکر کی کثرت عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روئے زمین کے بادشاہوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت بڑی مضبوط اور قوی بادشاہت تھی۔ چھتیس ہزار مرد آپ کے محراب کے پہرے پر مقرر تھے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت یعنی نبوت عطا کی۔ فصل خطاب یعنی وہ کلام وہ عقل جو مدعی، مدعی علیہ کے درمیان جلد فیصلہ کر دے۔ کسی مقدمہ میں نہ رکتے، سچا حکم جھٹ سنا دیتے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! کیا تمہیں وہ جھگڑے والوں کی بھی خبر آئی جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں جہاں کوئی پہنچ نہ سکتا تھا، دو جھگڑنے والے لے کر پہنچے۔ حضرت داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت اور شوکت کے یہ ناگہاں ماجرا دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ آدمی ہیں، یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو بے وقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی، دربانوں نے کیوں نہیں روکا، اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا سبیل کی ہوگی۔ خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں، اور ہم سے خوف نہ کھائیے، ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کیلئے آئے ہیں۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ میرے اس دینی بھائی کے پاس ننانوے دُنیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنیا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر سو پوری کرے اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے، بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے، جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے۔ غرض میرا حق چھیننے کیلئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سن کر یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص ننانوے دُنیاں رکھ کر پھر اپنے دینی بھائی کے پاس ایک دُنیا بھی نہیں دیکھ سکتا وہ بڑی نا انصافی کرتا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ایک معاملہ میں جہاں چند شخص شریک ہوتے ہیں، وہاں اکثر ایسے معاملے پیش آتے ہیں کہ ایک بھائی دوسرے بھائی پر ظلم کرنے لگتا ہے کہ قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے، مگر جو لوگ کہ مسلمان ہیں، اعمال صالحہ خالصتاً اللہ ادا کرتے ہیں، وہ ایسی باتوں سے بچتے ہیں، اور وہ دنیا میں بہت تھوڑے ہیں۔

خَصِّنِ بَعِي بَعْضَنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَ
 اهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۲۲ ۝ إِنَّ هَذَا أَخِي ۲۳ ۝ لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ
 نَعَجَةً ۲۴ ۝ وَإِلَى نَعَجَتِهِ ۲۵ ۝ وَاجِدَةٌ ۲۶ ۝ فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَرِّبْنِي فِي
 الْخِطَابِ ۲۷ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجِكَ إِلَى نِعَاجِهِ ۲۸ ۝ وَإِنَّ
 كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ
 عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۲۹ ۝ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ
 رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۳۰ ۝

السجدة: ۱۰

ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس اس پر انصاف سے ہم میں فیصلہ کر دیجئے اور بے
 انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی راہ بتائیے ۲۲ ۝ بیشک یہ میرا (دینی) بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور
 میرے پاس ایک دنبی ہے، اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور مجھ پر بات میں زور ڈالتا ہے ۲۳ ۝
 داؤد نے کہا: ”بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے، اور بیشک اکثر
 سانچھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور عمل اچھے کئے (وہ زیادتی نہیں
 کرتے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں“ اور اب اے داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اس کو آزما یا تھا، پس اپنے پروردگار سے
 معافی مانگی اور سجدہ میں گرا اور خدا کی طرف رجوع ہوا ۳۰ ۝

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ سن کر وہ دونوں فرشتے جیسے آئے تھے، ویسے ہی بے تامل کو دکر چل دیئے۔ تب داؤد علیہ
 السلام کے خیال میں یہ بات آئی کہ اس مقدمہ کی صورت ان ہی کے حال کے موافق ہے۔ روایت ہے کہ آپ کی ننانوے بی
 بیبیاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دیدیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا۔ لیکن آپ کا
 پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اعزاء و اقارب دوسرے کی طرف کیا التفات کرنے والے تھے، آپ کے لئے راضی ہو گئے۔
 جب حضرت داؤد علیہ السلام نے مقدمہ کی روداد کو اپنے اوپر صادق پایا، اور سمجھے کہ درحقیقت یہ مقدمہ والے نہ تھے، بلکہ خدا
 کے فرشتے مجھے تنبیہ کرنے آئے تھے۔ اور اس بات کا ان کو یقین ہوا کہ ہم نے ان کو محنت و تکلیف میں مبتلا کیا، اور ان کا امتحان

فَعَفَرْنَا لَهُ ذَلِكُ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۲۵﴾ يُدَاوِدُ
 إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا
 تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ يُضِلُّونَ عَنْ
 سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا أَيُّومَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

پس ہم نے اسے معاف فرمایا اور بیشک داؤد کے لئے ہمارے پاس اعلیٰ مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے ﴿۲۵﴾ کہا اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب لے کیا، پس تو لوگوں میں انصاف سے حکم کر اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا، پس وہ خدا کے رستہ سے تم کو بہکا دے گی، بیشک جو لوگ کہ خدا کے رستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس لئے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے ﴿۲۶﴾

لیا گیا۔ تب وہ اپنے رب سے استغفار کرنے لگے۔ اور سجدہ میں گر کر عاجزی، خضوع و خشوع، توبہ کرنے لگے۔ ہم نے ان کی مغفرت کی، اور صرف مغفرت ہی نہیں بلکہ ہمارے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور ہمارا مقرب بندہ ہے، اور اس کیلئے بہشت میں اچھی بازگشت ہے۔

اے داؤد! (علیہ السلام) تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا لہذا اسی کے حکم پر چلو، اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الہی کے موافق کرتے رہو۔ کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بہکا دینے والی ہے، اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں۔ لہذا یہاں رہ کر وہاں کیلئے کچھ کام کرنا چاہئے، اور وہ کام یہ ہی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق و عدل کے اصول پر کار بند ہو، اور خالق و مخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے، کھاپی کر ختم کر دیں گے، آگے حساب کتاب کچھ نہیں۔ یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے، سو ایسے منکروں کیلئے آگ تیار ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے عدل و حکمت کا اقتضاء یہ نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کے برابر کر دیں، یا ڈرنے والوں کے ساتھ بھی وہ ہی معاملہ کرنے لگیں جو ڈھیٹ اور نڈر لوگوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اسی لئے ضرور ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزا و سزا کا رکھا جائے۔ لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار آدمی قسم قسم کے مصائب و آفات میں مبتلا رہتے ہیں، اور کتنے ہی بدمعاش بے حیا مزے چمین اڑاتے ہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی حکمت الہی کے موافق نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کے لئے دوسرا جہان مقرر ہے۔ کیونکہ نیک و بد کو ہمیشہ ایک حال میں رکھنا انصاف الہی کے بالکل

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ
 الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۗ ﴿۲۷﴾ أَمْ نَجْعَلُ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ أَمْ
 نَجْعَلُ السُّعْيِينَ كَالْفُجَّارِ ۗ ﴿۲۸﴾ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ
 لِّيَذَكِّرَ بِهِ وَيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ ﴿۲۹﴾ وَهَبْنَا لِدَاوُدَ
 سُلَيْمَانَ ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۗ ﴿۳۰﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ نہیں پیدا کیا، یہ تو کافروں کا گمان ہے
 پس کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے ﴿۲۷﴾ دوزخ سے کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے عمل
 کئے ان جیسا کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر ٹھہرا دیں
 (ہرگز نہیں) ﴿۲۸﴾ یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا اس لئے کہ لوگ اس کی
 آیتوں میں غور کریں اور عقل مند نصیحت پکڑیں ﴿۲۹﴾ اور اے ہم نے داؤد کو ایک بیٹا سلیمان عطا فرمایا، سلیمان
 بہت اچھا بندہ تھا، بیشک وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والا تھا ﴿۳۰﴾

خلاف ہے۔ اب قریش کو تنبیہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ یہ سراپا عقوبتی کی یہودی کی نصیحت کا
 قرآن اے محبوب ﷺ تم پر اس لئے نازل فرمایا ہے کہ جو لوگ عقل سلیم رکھتے ہیں، وہ اس سے یہ نصیحت حاصل کریں کہ دنیا
 کے نیک و بد کی جزا و سزا کا فیصلہ ضرور ہونے والا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانے ٹھہرتا ہے جو اللہ کی
 شان سے بہت بعید ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کا تذکرہ

اے اوپر داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اس خلافت، نبوت اور نیابت بادشاہت کو اللہ تعالیٰ
 نے فقط حضرت داؤد علیہ السلام پر ختم نہیں کیا بلکہ ان کی اولاد میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی وہی مرتبہ عنایت فرمایا کہ وہ
 نبی بھی ہوئے، بادشاہ بھی ہوئے، اور باوجود بادشاہت کے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مرضی کے کاموں میں لگے رہے۔ اب آگے

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُفُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ
حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوهَا
عَلَيَّ ۖ فَفُطِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ
وَأَقْبَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۝

(یاد کرو) جبکہ تیسرے پہر کو اس کے سامنے تیز دوڑنے والے گھوڑے پیش کئے گئے ۝ پس سلیمان نے کہا: ”میں نے ان گھوڑوں کی محبت چاہی اپنے پروردگار کے یاد سے یہاں تک کہ آفتاب پردہ میں چھپ گیا“ ۝ پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، پس ان کی پنڈلیوں گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا ۝ اور اے بیشک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ہم نے اس کے تحت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا تو وہ (خدا کی طرف) رجوع ہوا ۝

ان کے جوش دینی اور مرضی الہی کے کاموں کی اُمتگ کی مثال گھوڑوں کے قصہ سے بیان فرمائی۔ شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کیلئے پرورش کئے گئے تھے، ان کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اس شغل میں عصر کے وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے۔ اس پر کہنے لگے: ”اگر ایک طرف ذکر اللہ سے بظاہر علیحدگی رہی، تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے، جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمتہ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش وافر میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ۔ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کے چند باعث تھے:

● ایک تو گھوڑوں کی عزت و شرف کا اظہار کہ وہ دشمن کے مقابلے میں بہتر معین ہیں۔

● دوسرے امور سلطنت کی خود نگہرانی فرمانا کہ تمام عمال مستعد رہیں۔

● سوم یہ کہ آپ گھوڑوں کے احوال اور ان کے امراض و عیوب کے اعلیٰ ماہر تھے۔ ان پر ہاتھ پھیر کر ان کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔ واللہ الحمد (تفسیر کبیر)

بعض مفسران روایات کا کئی طرح سے مطلب بتاتے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ سلیمان علیہ السلام نے عصر کے وظیفہ میں دیر ہو جانے کے رنج سے گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں ذبح کر ڈالا، اور ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ کر گوشت صدقہ کر دیا۔

۱۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام قسم کے وقت ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے گرفت

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۚ
 إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٢٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً
 حَيْثُ أَصَابَ ﴿٢٦﴾ وَالشَّيْطَانَ كُلًّا بَنَاءً ۖ وَغَوَاصًّا ﴿٢٧﴾ وَآخِرِينَ
 مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٢٨﴾

عرض کی: ”اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو، بیشک تو ہی دینے والا ہے“ ﴿۲۵﴾ پس ہم نے ہوا کو اس کے تابع کر دیا اور اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتا ﴿۲۶﴾ اور جنات بس میں کر دیئے ہر عمارت بنانے والوں کو اور غوطے خوروں کو ﴿۲۷﴾ اور دوسرے جناتوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (تابع کر دیا پھر ہم نے کہا) ﴿۲۸﴾

کے طور پر ان کی آزمائش کی۔ وہ آزمائش یہ تھی کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات اپنی نوے بی بیوں پر دورہ کروں گا، ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہوگا۔ مگر یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے ان شاء اللہ نہ فرمایا (غالباً حضرت کسی ایسے شغل میں تھے کہ اس کا خیال نہ رہا) تو کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک کے، اور اس کے بھی ادھورا بچہ پیدا ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے لڑکے ہی پیدا ہوتے، اور راہ خدا میں جہاد کرتے (بخاری پارہ تیرہ کتاب الانبیاء) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ ان کے تحت پر لا کر ڈال دیا کہ لو یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور ان شاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت

پھر جب اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بادشاہت کے عطا ہونے کی دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے۔ کہ جس کی مثال دنیا میں نہ پائی جاوے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جنات کو ان کا فرمانبردار کر دیا۔ وہ ہوا ظاہر میں تو نرم تھی آندھی نہ تھی، لیکن تاثیر میں ایسی تیز تھی کہ رات دن میں دو مہینہ کا راستہ طے ہو جاتا تھا۔ آگے فرمایا کہ جنات جو تعینات تھے وہ کچھ تو عمارتوں کے بنانے کا کام کرتے تھے، اور کچھ غوطے لگا کر سمندر میں سے موتی نکالتے تھے۔ اور کچھ اور کام کرتے تھے جن کاموں کا ذکر سورہ سبأ وغیرہ میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔ جو جنات سرکشی کرتے تھے، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جاتا تھا۔ آخر کو فرمایا سلیمان علیہ السلام بارگاہ الہی میں صاحب مرتبہ تھے، اس لئے اتنی بڑی بادشاہت عطا کر کے یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس بادشاہت کے کاموں میں وہ جس طرح چاہیں تصرف

هَذَا عَطَاً وَنَافَاً مِّنْ أَوْامِسِكُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۹ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا
 لَزُفَىٰ وَحُسْنَ مَاٍ ۝۴۰ وَادْكُرْنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ
 أَنِي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۝۴۱ أُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا
 مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝۴۲ وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ
 رَاحَةً مِّنَّا وَذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝۴۳

یہ ہمارا عطیہ ہے پس کسی کو دو یا نہ دو تم پر کچھ حساب نہیں ۳۹ اور بیشک سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہمارے ہاں ضرور
 قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ۴۰ اور اے ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو، جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو
 پکارا کہ شیطان نے مجھ کو ایذا اور تکلیف دینے کیلئے ہاتھ لگایا ہے ۴۱ ہم نے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں مار (جس سے
 چشمہ نکل آیا ہم نے فرمایا): ”تمہارے نہانے اور پینے کے لئے یہ ٹھنڈا پانی ہے“ ۴۲ اور ہم نے اس کو اس کے اہل و
 عیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور اپنی رحمت سے عنایت فرمائے اور عقلمندوں کے لئے نصیحت تھی ۴۳

کریں، کسی بات میں ان سے کسی طرح کی پرسش نہ ہوگی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر

ابو ترندی اور ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے
 فرمایا: ”دنیا میں سب سے زیادہ آزمائش انبیاء کی ہوا کرتی ہے۔“ اس عادت الہی کے موافق حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ
 آزمائش ہوئی کہ ان کی سب اولاد مر گئی، سارا مال برباد ہو گیا۔ خود ایسے بیمار ہوئے کہ تمام بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ بستی کے
 لوگوں نے بستی سے باہر ایک کونے میں ان کو ڈال دیا۔ سو ان کی بی بی کے اور کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہ رہا۔ تیرہ یا اٹھارہ
 برس تک یہی حال رہا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر اس لئے مشہور ہے کہ وہ اس سخت آزمائش میں گھبرائے نہیں۔ حضرت
 ایوب علیہ السلام کے ایک دوست کی زبان سے ایک دن جب یہ کلمہ نکلا کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کوئی ایسا بڑا گناہ ہوا
 ہے جو تیرہ یا اٹھارہ برس کی تکلیف میں بھی معاف نہیں ہوا۔ تو یہ کلمہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے وہ دعا کی جس کا ذکر ان
 آیتوں میں ہے۔ اسکے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو خواب میں یہ حکم ہوا کہ زمین میں لات مارو، انہوں نے لات ماری تو
 زمین میں سے دو چشمے پیدا ہو گئے۔ انہوں نے ایک چشمہ کا پانی پیا، اور دوسرے چشمہ سے نہائے اور فوراً اچھے ہو گئے۔ اس
 واقعہ کا مفصل بیان سورہ انبیاء کے رکوع چھ میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

وَأَخَذَ بِيَدِكَ ضَعْفًا فَضْرِبُ بِهِ وَلَا تَحْنُطُ ۖ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۖ
 نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۳۳﴾ وَادْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَقَ وَ
 يَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿۳۴﴾ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ
 ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۳۶﴾

اور حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ میں ایک سینکوں کا مٹھالے کر (اپنی بیوی کو) مارو اور قسم میں جھوٹے نہ بنو، بیشک ہم نے ایوب کو صابر پایا وہ بڑا اچھا بندہ تھا، بیشک وہ خدا کی طرف رجوع ہونے والا تھا ﴿۳۳﴾ اور اسے ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے (یعنی ہاتھ پیر کی عبادت اور دلوں کے نور ایمان والے) ﴿۳۴﴾ بیشک ہم نے ان کو ایک پاک فضیلت کے لئے جو دار آخرت کا یاد کرنا ہے خالص کر لیا تھا ﴿۳۵﴾ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۳۶﴾

۱۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی بی بی کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس حالت کی رفیق تھی اور چنداں تصور وار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچا کرنے کی ایک تدبیر ان کو بتلا دی کہ ایک سینکوں کا مٹھالے کر بی بی کو مارو اور قسم میں جھوٹے نہ بنو، جو ان ہی کے لئے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کیلئے اتنی بات کافی نہ ہوگی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر مشہور ہے اور ان کے صبر کی صداقت اس سے ہوتی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام بہت اچھے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تکلیف کے وقت صبر کرنے والا اور اللہ کی طرح رجوع ہونے والا پایا۔

۲۔ اے محبوب ﷺ! قرآن میں ہمارے مقبول بندوں، سچے رسولوں کا ذکر کرو۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کہ یہ لوگ اپنے زمانوں میں بڑے قوت والے، اللہ کی عبادت میں اور بڑے عمدہ سمجھ والے امور دین و یقین میں گزرے ہیں۔ ہم نے ان کو خاص ایک ہی بات کے لئے خالص کر لیا تھا۔ دوسری چیز کی طرف التفات ہی نہ کرتے تھے۔ وہ ذکر آخرت اور ذکر خدا یعنی سوائے یاد خدا اور ذکر آخرت کے دنیا کی طرف توجہ ہی نہ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے موافق یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔ اس لئے ان کے ہاتھ پیروں کی عبادت ان کے دلوں کا تو را ایمانی سب کچھ اللہ کی مرضی کے موافق تھا۔

وَاذْكُرْ اِسْمَاعِيْلَ وَ اَلْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ۝ وَ كُلُّ مِّنْ اَلْاٰخِيَارِ ۝ هٰذَا
ذِكْرٌ ۝ وَ اِنَّ لِّلْمُتَّقِيْنَ لِحُسْنِ مَّآبٍ ۝ جَنَّتِ عَدْنٍ مُّفْتَحَةٌ لَّهُمْ
اَلْاَبْوَابُ ۝ مُّكِّيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ
شَرَابٍ ۝ وَ عِنْدَهُمْ قَصِرٰتُ الطَّرْفِ اَثْرَابٌ ۝

اور اے (اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل) (علیہم السلام) کو یاد کرو اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے ۝ یہ ایک نصیحت ہے، اور اے بیشک پرہیزگاروں کے لئے (آخرت) اچھا ٹھکانا ہے ۝ ان کے لئے باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن کے سب دروازے کھلے ہوئے ہیں ۝ ان میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ وہاں بہت سے میوے اور شراب منگوائیں گے ۝ اور ان کے پاس ہم عمروہ بیبیاں (بیویاں) ہوں گی کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں ۝

۱۔ یہ قرآن شریف جس میں پہلے انبیاء اور پہلی امتوں کے قصے ہیں ان سے لوگوں کو نصیحت پکڑنی چاہئے تاکہ نیکی اور بدی کا انجام لوگوں کی سمجھ میں آوے۔ اور حضرت اسماعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور الیسع حضرت الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے، ان کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر

۲۔ جو لوگ دنیا میں عذاب الہی سے ڈر کر مناہی کے کاموں سے بچتے، اور عقبنی کے ثواب کا اعتقاد دل میں رکھ کر نیک کاموں میں لگے رہے، ان کیلئے اچھا ٹھکانا ہے۔ پھر اس اچھے ٹھکانے کی تفصیل بیان فرمائی کہ وہ بروز قیامت جنت کے دروازے انکے واسطے کھلے ہوئے ہونگے۔ ہر طرح سے آراستہ ہوں گے، وہ وہاں جا کر تخت عزت پر جلوہ افروز ہوں گے۔ چھپر کھٹوں پر بیٹھیں گے۔ تکیہ مسند لگائے ہوئے عیش و عشرت میں طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے شربت اور شرابیں منگائیں گے۔ اور جو خواہش ہوگی وہ فوراً انکے پاس حاضر ہو جائے گی، اور وہاں حوریں ہوں گی نیچی نگاہوں والیاں کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں، اور سب حوریں نوجوان ایک عمر کی ہوں گی، یا شکل و شمائل خوب میں اپنے ازدواج کی ہم عمر معلوم ہوں گی۔ جب جنتی لوگ جنت میں طرح طرح کی نعمتوں سے خوش ہوں گے، تو ان سے یہ کہا جائے گا یہ وہی نعمتیں ہیں جن کا وعدہ تم سے دنیا میں اللہ کے رسولوں نے کیا تھا۔ اور یہ جنت کی نعمت عیش ایسی ہوگی کہ کبھی اس کو فنا و انقطاع نہ ہوگا۔ اہل جنت کے ذکر کے بعد آگے اہل دوزخ کا ذکر فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں نافرمانی کی۔ مرنے کے بعد ان کیلئے برا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جس میں یہ لوگ جھونکے جاویں گے، اور انکو کھولتا ہوا پانی اور پیپ پلائی جاوے گی، اور بھی چند دو چنداں ہی طرح کے عذاب ہوں گے۔

هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۵۳ إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ
تَفَادٍ ۝۵۴ هَذَا وَإِنَّ لِلطَّغِينِ لَشَرَّ مَا بَلَغُوا فِيهَا ۝۵۵ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا
فِيئْسَ الْبِهَادُ ۝۵۶ هَذَا فُلَيْدُ وَقُوَّةٍ حَبِيمٌ وَعَسَاقُ ۝۵۷ وَأَخْرَجْنَا
شَكْلَةَ أَزْوَاجٍ ۝۵۸ هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ
إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝۵۹

(اے مسلمانو!) یہ ہے وہ (نعمت) جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ دیا جاتا ہے ۝۵۳ بیشک یہ ہماری (دی ہوئی) روزی ہے جس کو (دنیاوی روزی کی طرح) کبھی زوال نہیں ۝۵۴ ان (ایمان والوں) کو توبہ ہے، اور بیشک حد سے گزرنے والوں کا برا ٹھکانا ۝۵۵ دوزخ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔ پس بہت بری جگہ ہے ۝۵۶ ان کو یہ عذاب ہے پس اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ ۝۵۷ اور (اس کے علاوہ) اسی قسم کے طرح طرح کے عذاب ہیں ۝۵۸ (ان سے کہا جائے گا) یہ اے ایک اور جماعت تمہارے ساتھ دوزخ میں گھس رہی ہے جو تمہاری تھی، وہ کہیں گے: ”ان کو کشادہ جگہ آگ میں نہ ملے، بیشک ان کو دوزخ میں جانا ہی ہے وہاں بھی تنگ جگہ میں رہیں“ ۝۵۹

اہل دوزخ کا آپس میں جھگڑا

اے یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لالا کر دوزخ کے کنارے جمع کریں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا، بعد ان کے مقلدین و اتباع کی جماعت آئے گی، اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو یہ ایک اور جماعت داخل ہوگی، تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے چلی آرہی ہے۔ خدا کی مار ان پر، یہ بھی یہیں آ کر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تم ہی پر خدا کی مار ہو، خدا تم کو ہی آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی تھے جن کے اغوا و اضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں، جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے، جس طرح ہو یہاں ہی سب مرو کھپو۔ آپس میں لعن طعن کر کے پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا، اس کو دوزخ میں دو گنا عذاب دیجئے۔ شائد سمجھیں گے کہ اس کا دو گنا عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائے گا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں، ایک دوسرے کو کوسنا اور پھنکارنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔ پھر جب وہاں دیکھیں گے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ دوزخ میں

قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَأَمْرَحِبًا بِكُمْ قَدْ قَدَّمْتُمْ لَنَا فِئْسَ الْقَرَارُ ۝۶۰ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَرِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝۶۱ وَ قَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ۝۶۲ أَتَّخَذْنَاهُمْ سِحْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ۝۶۳ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۝۶۴ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِنِّي إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۶۵

(تابع) کہیں گے: ”بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملے یہ مصیبت تم ہمارے آگے لائے تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے“ ۶۰ وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار! جو اس مصیبت کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دو گنا عذاب دے ۶۱ اور دوزخی بولے: ”ہمیں کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم دنیا میں برا سمجھتے تھے ۶۲ کیا ہم ان سے ہنسی کرتے تھے یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں ۶۳ بیشک یہ دوزخیوں کا آپس میں جھگڑنا حق ہے ۶۴ تم فرماؤ کہ اے میں تو (عذاب الہی) سے ڈر سنانے والا ہوں اور بجز اللہ واحد قوت والے کے کوئی معبود نہیں ہے ۶۵

جانے کے واسطے جمع ہوئے ہیں، مگر جن مسلمانوں کو پہچانتے اور سب سے زیادہ برا جان کر مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ اس جگہ نظر نہیں آتے، تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم غلطی سے ان کے ساتھ ہنسی کرتے تھے، وہ اس قابل نہ تھے کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں، یا اسی جگہ کہیں ہیں۔ یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں، اس لئے وہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ دوزخیوں کے آپس کا یہ جھگڑا اور تکرار اور ایک دوسرے کا لعنت اور پھٹکار کرنا ضروری ہے جس میں شک نہیں۔

اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں سے کہہ دو: ”میں اس عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ تم مانویانہ مانو میرا کام کہہ دینا ہے تم کو خوب سمجھاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ سوائے اللہ وحدہ لا شریک کے کوئی قابل عبادت نہیں، نہ اس کا کوئی سا جھی نہ اولاد۔ وہ یکتا ہے، قاہر ہے، سب مخلوق پر غلبہ والا ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں، جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے، جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے، اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے، اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے، اور ساتھ ہی اس کی لامحدود رحمت و بخشش کو کس کی مجال ہے محدود

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٢٦﴾ قُلْ هُوَ
 نَبِيُّ عَظِيمٌ ﴿٢٧﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٢٨﴾ مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ
 الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنبَاءٌ أَنذِيرُ مُبِينٌ ﴿٣٠﴾

جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا مالک ہے (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے ﴿۲۶﴾ تم فرماؤ: ”یہ ایک بڑی خبر ہے ﴿۲۷﴾ (مگر افسوس) تم اس سے غفلت میں ہو ﴿۲۸﴾ مجھے اے عالم بالا (یعنی فرشتوں) کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑے تھے (یہ باتیں مجھے وحی سے معلوم ہوئیں اور) ﴿۲۹﴾ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں تم کو صاف صاف ڈر سنادوں ﴿۳۰﴾

کردے۔ اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ تم اس خبر قیامت کو کھیل سمجھ رہے ہو، یہ بڑی ڈراؤنی ہولناک خبر ہے۔ افسوس تم جس سے بے پروائی کرتے ہو، یا یہ کہ قرآن شریف کوئی ادنیٰ درجہ کا قصہ نہیں، اسکے مضامین کو تو دیکھو کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ عجیب و غریب مقدس کتاب ہے، عظمت و کرامت والی کہ اس میں سب اگلے پچھلے قصے مذکور ہیں، اور سب سچے یقینی مگر پھر بھی اس کو تم جھٹلاتے ہو۔

۱۔ اے محبوب ﷺ! کہہ دو کہ مجھ کو کیا علم تھا کہ عالم بالا کے ملائکہ کس بات میں گفتگو کرتے تھے، میری طرف خدا سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے مجھ کو اخبار غیب معلوم ہوتے ہیں۔ وہ وحی یہ ہے کہ میں تم کو قرآن کے قصص عبرت خیز سنا کر ڈراؤں کہ میں خدا کا نذیر مبین تمہارے لئے آیا ہوں۔ جو تم کو تمہاری صاف فصیح و محاورہ زبان میں ڈراتا ہوں۔ یعنی اگر رسول نہ ہوتا تو مجھ کو وہ خبر جو عرب والوں نے کبھی نہ سنی تھی، کیونکر معلوم ہوتی۔ یہ ایک سچی یقینی دلیل نبوت ہے کہ بغیر تعلیم ظاہر اسرار غیبی ظاہر کر دیئے۔

عظمت حبیب خدا ﷺ

ترمذی، مسند امام احمد، مسند عبد بن حمید اور دارمی وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معتبر روایتیں ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے بہترین حال میں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ اے محمد (ﷺ) عالم بالا کے ملائکہ کس بحث میں ہیں، میں نے عرض کیا: ”یا رب تو ہی دانائے“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست رحمت و کرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، اور میں نے اس فیض کا اثر اپنے قلب مبارک میں پایا، تو آسمان و زمین کی تمام چیزیں میرے علم میں آ گئیں۔ پھر میں نے بتلا دیا کہ کفارات یہ ہیں:

● نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہرنا ● اور پیادہ یا جماعتوں کیلئے جانا اور ● اور جس وقت سردی وغیرہ کے باعث پانی کا استعمال

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٤١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهُ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ
كُلُّهُمْ اِجْمَاعًا ﴿٤٣﴾ اِلَّا اِبْلِيْسَ ۗ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٤﴾

(وہ وقت یاد کرو) ۱۔ جب کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: ”بیشک میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں“ ۲۔ پس جب میں اس کو پورے طور سے بنا لوں اور اس میں (اپنی طرف سے) روح پھونکوں پس تم اس کے آگے سجدے میں گرنا“ ۳۔ تو سب فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا ۴۔ مگر ابلیس نے (نہ کیا۔ کیونکہ اس نے) تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہی تھا ۵۔

ناگوار ہو، اس وقت اچھی طرح وضو کرنا۔

جس نے یہ کیا اس کی زندگی بھی بہتر، موت بھی بہتر، اور گناہوں سے ایسا پاک و صاف نکلے گا جیسا اپنی ولادت کے دن تھا۔ اور فرمایا: ”اے محمد (ﷺ)! نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسٰكِيْنِ وَ اِذَا اَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاَقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ“ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ہر چیز روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی“۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو کچھ مشرق و مغرب میں ہے سب میں نے جان لیا۔ امام علامہ علاؤ الدین علی بن محمد ابن ابراہیم بغدادی معروف بہ خازن اپنی تفسیر میں اس کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کا سینہ مبارک کھول دیا، اور قلب شریف کو منور کر دیا، اور جو کچھ نہ جانتے تھے، اس سب کی معرفت آپ کو عطا کر دی تا آنکہ آپ نے نعمت و معرفت کی سردی اپنے قلب مبارک میں پائی۔ اور جب قلب شریف منور ہو گیا اور سینہ پاک کھل گیا، تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے باعلام الہی جان لیا۔

۱۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس جگہ بیان فرمایا ہے اسی طرح یہ قصہ اس سے پہلے سورہ بقرہ، اعراف، حجر وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے، مفصل تفسیر وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر یہ ہے کہ اے محبوب! یاد کرو جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے آدمی بناؤں گا ہوں۔ جب میں اس کے قالبِ خاکی کو بنا کر تیار کر لوں اور وہ خاکہ پورا بن جائے، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس وقت تم سب کے سب بے چوں و چرا اس کے سامنے سجدہ کرنا۔ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو بنایا، اس میں اپنی روح ڈال دی تو سارے فرشتوں نے حکم کو مانا، اور سجدہ کیا، مگر ابلیس نے حکم نہ مانا اور سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یا اللہ! تو نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے، اس لئے میں آدم سے بہتر ہوں۔ اس نافرمانی اور حکم الہی کے مقابلہ میں عقلی قیاس دوڑانے کے جرم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو مرد و ٹھہرا کر آسمان پر سے نکال دیا۔

قَالَ يَا بَلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِإِيْدِي ۗ^ط
 أَتَكْبِرُتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝^{۷۵} قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۗ^ط
 خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝^{۷۶} قَالَ فَأَخْرِجْ مِنْهَا
 فَإِنَّكَ رَاجِعٌ ۝^{۷۷} وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝^{۷۸} قَالَ
 رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝^{۷۹} قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ
 الْمُنظَرِيْنَ ۝^{۸۰} إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝^{۸۱} قَالَ فَبِعِزَّتِكَ
 لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝^{۸۲} إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝^{۸۳}

اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا اس سے کہ سجدہ کرے تو اس چیز کو جس کو میں نے اپنے ہاتھوں
 سے بنایا ہے کیا تجھے غرور آگیا یا (حقیقت میں) تو مغروروں میں تھا ۝ بولا: ”میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ)
 تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا“ ۝ ارشاد ہوا: ”تو جنت سے نکل جا بیشک تو (اس حرکت
 سے) راندھا (رد کر دیا) گیا ہے ۝ اور بیشک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت رہے گی“ ۝ کہنے لگا:
 ”اے میرے پروردگار! پس مجھے (مہلت دے اس دن تک کہ مردے اٹھائے جاویں“ ۝ ارشاد ہوا: ”بیشک تو
 مہلت والوں میں ہے ۝ اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے (یعنی فتح اولیٰ تک)“ ۝ بولا: ”تو مجھ کو قسم ہے لے
 تیری عزت کی! ضرور میں گمراہ کروں گا ان سب کو ۝ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں“ ۝

شیطان کا اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرنا

لے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”شیطان نے قسم کھا کر اللہ سے کہا کہ انسان کے جسم میں جب تک جان رہے گی تب تک
 بہکانے میں کوتاہی نہ کروں گا، مگر تھوڑے سے لوگ جو تیری راہ میں اخلاص والے ہوں گے یعنی انبیاء و اولیاء۔ اللہ نے قسم کھا
 کر جواب میں فرمایا کہ: ”جب تک انسان کے جسم میں جان رہے گی اور گناہ کر کے توبہ کرتا رہے گا میں بھی ہمیشہ اس کے گناہ
 معاف کرتا رہوں گا“۔ اس حدیث کو اسی آیت کی تفسیر سمجھنا چاہئے کیونکہ یہاں فقط شیطان کا قول ہے، اور حدیث میں شیطان

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَا مَلَائِكَةَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْبَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا
مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنَّهُ هُوَ الْوَالِي الَّذِي لَا يَلْعَلِبِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ
بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾

ارشاد ہوا پس ٹھیک بات ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ﴿۸۴﴾ بیشک میں ضرور تجھ سے اور جو ان میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے دوزخ بھر دوں گا ﴿۸۵﴾ تم فرماؤ کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں ﴿۸۶﴾ یہ قرآن تو بس سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے ﴿۸۷﴾ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم کو اس کی سچائی کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی مرنے کے بعد) ﴿۸۸﴾

کا قول بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کے قول کی قسم کھا کر جو جواب دیا ہے وہ بھی موجود ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں اللہ نے جس طرح ہر مرض کو پیدا کر کے اس کی دوا پیدا کر دی، اسی طرح آزمائش کے طور پر شیطان کو پیدا کر کے اس کی دوا پیدا کر دی، اسی طرح آزمائش کے طور پر شیطان کو پیدا کر کے اس کا علاج بھی پیدا کر دیا ہے، جس کی تاثیر کو قسم کھا کر اپنے بندوں کو سمجھایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کرنے والا دل سے اور دوسرے گناہ کرنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے، اور اگر بغیر توبہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو داغ پر داغ پڑ جاتا ہے، یہاں تک کہ تمام دل کو زنگ لگ جاتا ہے۔ یہ فرما کر آپ نے یہ آیت پڑھی: کَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ بعضے لوگ توبہ کرتے ہیں مگر اوپری دل سے اس طرح کہ توبہ کرتے وقت بھی ان کے دل میں آئندہ گناہ کی جانب سے پوری نفرت نہیں ہوتی، اس طرح کی توبہ کرنا نہ کرنا یکساں ہے کہ قبول نہیں ہوتی۔

اے محبوب! ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ میں اس قرآن کی نصیحت پر تم لوگوں سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا، جس کی وجہ سے تم قرآن کی نصیحت کے سننے سے بھاگتے ہو۔ اور ایک مدت سے میں تم لوگوں میں رہتا ہوں تم کو میری عادت معلوم ہے کہ میں اپنے دل سے بنا کر کوئی بات نہیں کہتا، اور قرآن کے مضمون کو بھی رات دن سنتے ہو کہ اس میں کوئی بات بناوٹ کی نہیں، بلکہ یہ قرآن تو سارے جہانوں کے لئے آدمی و جن سب کیلئے نصیحت ہے۔ اس پر بھی تم لوگ مجھ کو جھوٹا شاعر اور قرآن کو شعر جو کہتے ہو یہ تمہاری زبردستی ہے۔ اگر تم لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آؤ گے تو کچھ دنوں کے بعد اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔

﴿اباھا ۷۵﴾ ﴿سورۃ الزمر مکیہ ۵۹﴾ ﴿رکوعاھا ۸﴾

سورۃ زمر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۱ اِنَّا اَنْزَلْنٰ اِلَیْكَ
الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاَعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ۲ اِلَّا اللّٰهُ الدِّیْنُ
الْخَالِصُ ۳ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ ۴

اس کتاب لے (یعنی قرآن) کا اتارنا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ۱ (اے محبوب! اللہ علیہ السلام) بیشک ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے، پس تم اللہ کی عبادت کرو خالص اس کے بندے ہو کر ۲ یاد رکھو خالص عبادت کرنا اللہ ہی کے لئے ہے اور ۳ جن لوگوں نے خدا کے سوا اور دوست بنائے ہیں۔

خواص سورہ الزمر: اس سورۃ کو جو شخص سات بار پڑھے تو بلند اقبال ہو اور رزق میں کشائش ہو اور ہمیشہ راحت میں رہے، اور جو کوئی اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ مخلوق کی نظر میں محبوب ہوگا۔

لے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید محمد ﷺ نے از خود نہیں بنا لیا بلکہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے، خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اے محبوب ﷺ! ہم نے بواسطہ حضرت جبریل علیہ السلام تمہاری طرف کتاب اتاری، جو بالکل حق و یقین ہے باطل نہیں ہے۔ پس اے محبوب ﷺ! لوگوں کو پہنچاؤ، اور اپنے اللہ کی عبادت کرو سچے دل سے، اعلیٰ درجہ کے مرتبہ توحید محض کے ساتھ۔ نہایت اخلاص کے ساتھ خطاب آنحضرت ﷺ سے ہے، مگر مراد سب امت ہے۔ آدمیوں کو چاہئے کہ اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کر لیں، شرک کی بوجہ باقی نہ رہے، اللہ اسی عبادت کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کیلئے ہو۔

۴ عموماً مشرک لوگ یہ ہی کہا کرتے ہیں کہ ان مورتوں اور دیوتاؤں کو اس اعتقاد سے پوجتے ہیں کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے اگر ہم پر کوئی مصیبت آوے گی تو وہ مورتیں جن کو پوجتے ہیں، اللہ کی درگاہ میں ان کی سفارش کر کے وہ مصیبت ٹال دیوے گی۔ یہاں اس سورۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے اس غلط خیال کا مختصر یہ جواب دیا کہ جس اختلاف میں یہ مشرک پڑے ہیں، ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہو جاوے گا، مگر ان مشرکوں کے قیامت کے قائل نہ ہونے کے سبب سے سورۃ احقاف میں اللہ تعالیٰ

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۲﴾
 أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۖ إِلَّا صَافِي مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحٰنَهُ ۗ ط
 هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يَكُوِّرُ
 اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

(کہتے ہیں) کہ ہم ان (بتوں) کو صرف اس واسطے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کے پاس نزدیک کر دیں، بیشک ان میں فیصلہ کر دے گا اللہ اس بات کا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹا بڑا شکر اہو ﴿۲﴾ اگر اللہ اپنے لئے اولاد بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا جن لیتا پاکی ہے اس کے لئے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب ﴿۳﴾ اس نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر سے پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا۔

نے ان کے غلط خیال کا جواب دنیا کی حالت کو بتلایا ہے۔ جس جواب کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی امتوں کے ہلاک ہو جانے کا ذکر فرما کر پھر یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ بت پرست لوگ اپنے اعتقاد میں سچے ہیں کہ جن کی صورتوں کو یہ پوجتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت ان صورتوں کی اصلی صورتیں ان کی سفارشی بنیں گی تو پچھلے زمانہ کے بت پرستوں پر جو طرح طرح کے اللہ کے عذاب نازل ہوئے، اس وقت ان سفارشیوں نے سفارش کر کے اللہ کے عذاب کی مصیبت کو کیوں نہیں ٹالا۔

اے ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے جھوٹے منکر لوگوں کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ دنیا کو اس نے نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کیا ہے۔ زبردستی میں وہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی۔ جھوٹ تو ان مشرکوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں، اللہ سب سے اعلیٰ، سب سے برتر ہے۔ اس کا کوئی شریک، نہ لڑکانہ لڑکی، اگر اللہ اپنے لئے لڑکانہ لڑکی بنانے کا ارادہ کرتا تو اعلیٰ درجہ کا نئی طرح کا تمام مخلوقات سے زالا برگزیدہ کر کے نہ بناتا، بلکہ جنت کی مخلوقات میں سے کوئی عمدہ مخلوق کو اپنی اولاد قرار دیتا۔ اللہ ایک ہے، جس کا نہ کوئی شریک نہ اولاد، ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے، اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اسے حاجت۔ پھر اولاد بنانا آخر کس غرض سے ہوگا۔

توحید کا بیان

۲ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طریقہ سے پیدا کیا، بیکار بے فائدہ فضول نہیں بنایا، ان میں لاکھوں حکم ہیں۔ اللہ کبھی

كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَيَّ ۖ أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ
 مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُمْ مِنْ
 الْأَنْعَامِ ثَلَاثَةَ زُوجٍ ۖ يَخْلُقَكُمْ فِي بَطُونٍ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ
 بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۖ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۖ

ہر ایک میعاد معین تک چلتا ہے، یاد رکھو کہ وہی غالب بخشنے والا ہے ۝ اس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا، پھر اسی ایک شخص سے اسکی بی بی (حوا) کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آٹھ جوڑے چار پایوں میں سے پیدا کئے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک طرح کے بعد دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے، یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار خاص اسی کی بادشاہی ہے۔

رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے، اور کبھی دن کو رات میں، یعنی کبھی دن کبھی رات، اور پھر کبھی دن بڑا رات چھوٹی، کبھی رات بڑی دن چھوٹا۔ یہ گردش زمانہ اس کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے۔ جب رات میں دن داخل ہوتا ہے رات بڑھ جاتی ہے، جب دن میں رات داخل ہوتی ہے دن بڑھ جاتا ہے۔ اور اس نے تو روشنی شمس و قمر کو مسخر و فرمانبردار بنایا ہے کہ تمام بنی آدم کو نفع پہنچا رہے ہیں۔ یہ ساری گردشیں رات دن آفتاب و مہتاب کی ایک وقت معین تک کیلئے مقرر ہیں، جو ہر وقت ہر آن اپنی میعاد تک چل رہے ہیں۔ اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم ہے، لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب انتظام درہم برہم کر دیا جائے، لیکن وہ بڑا بخشنے والا ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔ اپنی شان عفو و مغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔

اے انسانو! خدا کی قدرت میں غور کرو کہ تم سب دنیا بھر کے انسانوں کو ایک اکیلی جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کر ڈالا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کا جوڑا یعنی بی بی حوا کو آدم ہی سے پیدا کیا، اور تمہارے واسطے قدرت نبی سے جانوروں کے آٹھ جوڑے اتارے بکری۔ گائے۔ اونٹ۔ بھینر اور مادہ آٹھ ہوئے، جس کا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ خدا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں کس کس طرح کے پلٹے دے کر پیدا کرتا ہے۔ پہلے نطفہ کا قطرہ چھوٹا سا ہوتا ہے، پھر وہی قطرہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے، پھر لوٹھڑا بنتا ہے، پھر ہڈیاں بنائیں اور ان پر گوشت منڈھا، پھر روح پھونکی اور تم تین اندھیری کوٹھڑیوں میں رہتے ہو، وہاں بھی تمہاری خبر گیری کرتا ہے: ۱۔ ایک پیٹ ۲۔ دوسرا رحم ۳۔ تیسرا جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے، وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اس میں کوئی شریک نہ تھا۔ پھر جو کوئی اپنے خالق اور آسمانوں اور زمین کے بادشاہ کی تعظیم اور عبادت میں بلا سبب دوسروں کو شریک کرتا ہے، وہ راہ راست سے پھرا ہوا ہے۔ اے غافلو! تم اپنے مالک پروردگار ایسی بڑی شان والے خدا کو چھوڑ کر کدھر بے فائدہ بھٹکتے پھرتے ہو۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآئِي تُصَرِّفُونَ ﴿٢﴾ إِنَّ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ
عَنْكُمْ ۗ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ
لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣﴾ وَإِذَا مَسَّ
الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو ﴿۲﴾ اگر تم نے ناشکری کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر گزاری کرو تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے اور ﴿۳﴾ (یاد رکھو) کوئی جان کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ آخرت میں نہ اٹھائے گی، پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے، پس وہ تم کو بتا دے گا جو تم کرتے تھے، بیشک وہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے ﴿۴﴾ اور ﴿۳﴾ جس وقت انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے پس اپنے پروردگار کی جناب میں اسی کی طرف رجوع ہو کر (عاجزی سے) دعا کرتا ہے۔

۱۔ اے کافرو! تم اپنے مالک کا شکر ادا نہیں کرتے، ایمان نہیں لاتے، رسول اور قرآن کے ساتھ کفر کرتے ہو، تو خوب سمجھ لو کہ خدا تمہارے ایمان کا محتاج نہیں ہے۔ وہ تو بے پروا ہے۔ بے نیاز ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کا طریقہ پسند نہیں فرماتا، اور سوائے مذہب اسلام کے کسی مذہب کو قبول نہیں کرے گا کہ اس کا برگزیدہ پسندیدہ مذہب وہی ہے، جو محمد ﷺ قرآن میں لے کر آئے ہیں۔ اور اے آدمیو! اگر تم شکر بجالاؤ گے، ایمان قبول کرو گے، تو وہ قبول فرمائے گا تم سے راضی ہوگا۔

۲۔ اے لوگو! اپنی اپنی فکر عاقبت کرو، تمہارے گناہ کوئی دوسرا نہ اٹھا دے گا، ایسا نہ ہوگا کہ ایک کا گناہ دوسرا اٹھالے، یا ایک کے کئے کے بدلے دوسرا پکڑا جائے، یا کئے سے زائد ظلماً گناہ بڑھادیے جائیں، دنیا میں چند روزہ رہنا ہے رہ لو، پھر آخر کار تم سب کا مرجع اسی تمہارے پروردگار کے پاس ہے، سب مر کر وقت وقت سے وہیں پہنچو گے۔ وہ غافل نہیں تمہارے ہر کام کی ہر بات کی تم کو خبر دے گا کہ یہ کیا تھا۔ دلوں کی تہہ میں جو بات چھپی ہوئی ہو اسے بھی جانتا ہے۔

۳۔ کافروں کو جب کوئی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے، بلا میں پڑتے ہیں تو اس وقت خدا یاد آتا ہے۔ خوب خدا کو پکارتے ہیں کہ یا اللہ! یہ مصیبت ٹل جائے۔ اور اللہ سے عاجزی کرتے ہیں، اس کی طرف بخصوع و خشوع متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر جب خدا اپنی

ثُمَّ إِذَا حَوْلَهُ نِعْمَةٌ مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوًّا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ
 لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَتَّبِعُونَ كُفْرًا قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ
 مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۗ ۝۸۰ أَفَمَنْ هُوَ قَانِتٌ ۖ إِنَّا وَاللَّيْلِ سَاجِدٌ ۖ وَقَاۤئِمًا
 يَحْذَرُ الْأَخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ
 يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ ۝۸۱

پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ جس کے لئے (اللہ سے) پہلے دعا کرتا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) خدا کے راستے سے گمراہ کر لے، تم فرماؤ کہ اپنے کفر سے تھوڑے دنوں اور فائدہ اٹھالے، بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے ۝۸۰ کیا لے وہ فرمانبردار جو رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہو، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا، تم فرماؤ: ”کیا جاننے والے اور انجان برابر ہیں مگر ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں“ ۝۸۱

رحمت سے وہ سختی دور کر کے نعمت دیتا ہے، تو اب سب خدا کی یاد بھول جاتا ہے، اور مصیبت میں جو خدا کو یاد کرتا تھا وہ سب فراموش کر دیتا ہے۔ اور ایسا غافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے، اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اے کافر! چند روز دنیا میں اور رہ سہ لے، کفر میں عیش اڑالے، اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا، کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اسکے دل کو بے قرار کئے ہوئے ہے، اور دوسری طرح اللہ کی رحمت کا امیدوار بندہ اور وہ بد بخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے، اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ایسا ہوتو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل، یا سمجھ دار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہ رہا، مگر اس بات کو بھی وہ ہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

قُلْ يُعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ط لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ط إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ
أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا
لَهُ الدِّينَ ⑪ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ⑫

(اے محبوب! ﷺ) میری طرف سے تم فرماؤ: ”اے میرے ایماندار بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو جنہوں نے نیک کام کئے ہیں ان کیلئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے، صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے شمار ملتا ہے“ ⑩ تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں خالص اسکا بندہ ہو کر ⑪ اور مجھے حکم ہے کہ (اس امت میں) سب سے پہلے میں مسلمان ہوں ⑫

ہجرت حبشہ

۱۔ شان نزول: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قبل ہجرت کافر ستاتے تھے انکی تسکین کے لئے یہ آیت اتری کہ اے محبوب ﷺ! برگزیدہ بندوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ سے ڈرو، اور اس کی فرمانبرداری کرو، دنیا کی چند روزہ تکلیف کا خیال نہ کرو۔ جو آدمی دنیا میں اچھے کام کر جائیں گے، ان کو بھلائی ملے گی۔ یعنی مذہب مقدس توحید و اسلام اختیار کریں گے، ان کو قیامت میں جنت و رحمت ملے گی۔ پھر فرمایا اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ پر چلنے سے مانع ہوں، تو اللہ کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ۔ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجا لاسکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنے پڑیں گے، اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ در ہے کہ بے شمار ثواب بھی ملے گا، اس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔ چنانچہ نبوت کے پانچ برس کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم سے اسی آدمی کے قریب مکہ سے حبشہ کو چلے گئے تھے، اسی کو حبشہ کی ہجرت کہتے ہیں۔ مدینہ کی ہجرت کے بعد یہ لوگ پھر حبشہ سے مدینہ کو چلے آئے، اسی واسطے ان لوگوں کو دو ہجرتوں والا کہا جاتا ہے۔

نیک اور بد کا انجام

۲۔ کافروں نے کہا: ”اے رسول ﷺ! تم بت پرستی چھوڑاتے ہو، اس کو بُرا کہتے ہو، آخر ہم نے تو نہیں نکال لی۔ پرانے زمانوں سے بڑے بڑے عقلاء اور باپ دادا کرتے چلے آئے، کسی نے بھی بُرا کہا۔ تم کو چاہئے کہ انہیں کی اتباع پر چلو، اور خلاف راہِ آبائی جو باتیں کر رہے ہو ان کو ترک کر دو“۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! تم ان سے کہہ دو کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ فقط اسی کی عبادت کروں، توحید خالص نہایت اخلاص سے سچے دل سے مانوں، اور اپنا دین

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللَّهُ
 أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿۱۴﴾ فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنْ
 الْخَيْرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَلِكَ
 هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مَنْ فَوْقِهِمْ ظُلُّ مِنَ النَّارِ وَمِنْ
 تَحْتِهِمْ ظُلٌّ ۗ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَةً ۗ لِيُعَابِدُنَا ۗ فَاتَّقُوا ۗ ﴿۱۶﴾

تم فرماؤ بالقرآن اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے پروردگار سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ﴿۱۳﴾ تم فرماؤ میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، خالص اسی کا بندہ ہو کر ﴿۱۴﴾ پس تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو۔ تم فرماؤ بیشک نقصان میں وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی جان اور اہل و عیال کو قیامت کے روز ہار بیٹھے، یاد رکھو یہی صریح نقصان ہے ﴿۱۵﴾ ان کے لئے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ایسے ہی ان کے نیچے بھی آگ ہوگی یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو ﴿۱۶﴾

عبادت اسی کے لئے مخصوص کر دوں۔ اور یہ کہ اس زمانہ میں کہ توحید کا نام باقی نہ رہا ہے، میں سب سے پہلے خود مسلمان ہوں، بعد میں اوروں کو کروں۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! کہہ دو کہ تم تو مجھ کو اپنے دین کی طرف بلاتے ہو، اور خدا کا حکم یوں ہے تو اگر میں تمہارا کہا مانوں، اور خدا کی نافرمانی کروں تو عذاب کا مستحق ہو جاؤں، اور مجھ کو ڈر ہے کہ بڑے ہولناک دن میں مجھ کو سزا نہ ملے۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! صاف صاف کہہ دو کہ میں تو اس دعوتِ توحید سے ہرگز منہ نہ موڑوں گا، اور اللہ ہی کی سچے خالص دل سے عبادت کرتا ہوں۔ اب تم کو اختیار ہے کہ جو چاہو کرو، جو مذہب چاہو رکھو، جس کو چاہو پوجو، شرک کرو خود سزا پاؤ گے۔ یہ اجازت شرک نہیں ہے بلکہ غصہ اور خفگی اور تہدید ہے۔ اے محبوب! کہہ دو کہ ٹوٹے اور نقصان والے تو وہ ہیں جو اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہے ہیں، اپنے کو آپ مصیبت میں پھنسا رہے ہیں، اور اچھی اچھی چیزیں عمدہ عمدہ گھریاں جو ان کے لئے ہیں، اس کو چھوڑ کر عذاب لیتے ہیں، بروز قیامت وہ ٹوٹے میں پڑیں گے، اور ان کافروں کیلئے دوزخ میں آگ کے سائبان ہیں۔ اوپر بھی اور نیچے بھی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔ یہ عذاب ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اور قرآن میں سمجھاتا ہے۔ اے لوگو! سمجھ لو یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں، اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ
 الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ
 أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۸﴾
 أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ أَفَأَنْتَ تُتَّقِدُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ ﴿۱۹﴾

اور وہ لے جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے ان ہی کیلئے خوشخبری ہے، پس تم میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو ﴿۱۷﴾ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس کی بہترین باتوں کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل والے ہیں ﴿۱۸﴾ پس کیا لے وہ شخص جس پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا ہے، تو کیا تم (ہدایت دے کر) اس دوزخی کو بچا لو گے؟ ﴿۱۹﴾

لے اے محبوب ﷺ! وہ اچھے بندے جنہوں نے عبادتِ شیطان و بت پرستی سے کنارہ کیا، اور سچے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوئے، اور تمام احکامِ اسلام مانے ان کو خوشخبری ہے۔ مژدہ رحمت دیں گے، جب قیامت میں جنت کا حکم ہوگا، اور دروازہ پر پہنچیں گے تو مبارک سلامت کا غل ہوگا۔ بشارتِ رحمت دی جائے گی۔ اے محبوب ﷺ! ان اچھے بندوں کو دنیا میں بشارت دیجئے جو بات سن کر غور و تحقیق کرتے ہیں۔ اور ہر بات میں عمدہ بات جو دیکھتے ہیں، اسی کو مانتے ہیں، مضبوطی کی طرف توجہ کرتے ہیں شہوں میں نہیں پڑتے۔ حق واضح پر اعتقاد رکھتے ہیں، اور عمل کرتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے رستہ کی عقل سے کام لے کر توحیدِ خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

لے اے محبوب ﷺ! وہ شخص جس پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا، اور اس کی قسمت میں معذب ہونا لکھ چکا، تو کیا تم ایسے شخص کو جو آگ میں دیدہ و دانستہ پھنسا ہے، اور یقیناً بد بخت ازلی ہے، عذابِ دوزخ سے بچا سکتے ہو، نجات دلا سکتے ہو، نہیں اور ہر گز نہیں۔ پس ان کے انکار سے غمگین نہ ہوں

مناظر جنت

لیکن وہ آدمی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں موحد ہیں، ان کیلئے جنت میں بالا خانہ، دریچہ، محل بلند عالی شان، اور ان بالا خانوں پر اور بالا خانے، مضبوط بنے ہوئے، ہوا سے باتیں کرتے ہوئے، آراستہ و پیراستہ ہیں۔ انکے نیچے شرابِ ناب و آبِ صاف شفاف شیر و شہدِ خالص کی نہریں رواں ہوں گی۔ اللہ کا وعدہ مسلمانوں سے ہے، جس کو وہ ہرگز خلاف نہ کرے گا، اور خدا کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ آگے فرمایا کہ کیا یہ خدا کی قدرت کا کرشمہ نہیں کہ اللہ آسمان سے مینا اتارتا ہے، اس کو چشمہ چشمہ کر کے زمین میں چلاتا ہے، نہریں چشمے ندیاں نالے تالاب وغیرہ، پھر ان کے ذریعہ سے مختلف مختلف قسم کی کھیتیاں، پھل پھول،

لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَةٌ ۖ لَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نُهُرٌ ۖ وَعَدَا اللَّهِ ۗ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْبِعَادَ ۝
 أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ
 ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيَجُ فَتَرَهُ مُضْفَرًا ثُمَّ
 يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝
 شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۗ فَوَيْلٌ
 لِلْقَسِيَّةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرے ان کیلئے (جنت کے) بالا خانے ہیں، اور ان پر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں، ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۝ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے، پھر اسکے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں نکالتا ہے پھر جب وہ کھیتی (پک کر) خشک ہو جاتی ہے تو اسکو زرد ہوئی دیکھتا ہے، پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بیشک اس مضمون میں عقلمندوں کیلئے بڑی نصیحت ہے ۝ پس کیا وہ شخص کہ جس کا اللہ نے اسلام (کے قبول کرنے) کیلئے سینہ کھول دیا تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور (یعنی ہدایت) پر ہے، اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے، پس خرابی ہے انکی جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہیں، وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ۝

اناج میوے گھاس وغیرہ نکالتا، پھر وہ قریب خشکی کے آجاتا ہے۔ اس کا رنگ بدل جاتا ہے، پہلے وہ ہرا ہرا ہلہاتا تھا اب وہ زرد زرد نظر آتا ہے۔ پھر اللہ کی قدرت اس کو سوکھی لکڑی بنا دیتی ہے، بھس ہو جاتا ہے۔ یونہی دنیا اور اسکے ساز و سامان، اسکی عیش و عشرت، اسکے رہنے والوں کی مثل ہے کہ آخرموت آخرفنا ان باتوں میں عقل والوں کیلئے عبرت و نصیحت ہے۔

قرآن مقدس کتاب ہے

۱۔ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کیلئے کھول دیا، اور نہ اس کو اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے، اور نہ

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي ۖ تَقْسَعُ مِنْهُ
 جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ
 ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ
 فَسَالَهُ مِنْ هَادٍ ۖ ﴿۲۳﴾ أَفَسِنِّي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

اللہ نے سب سے عمدہ کتاب یعنی قرآن کتاب اتاری ہے جس کی آیتیں اول سے آخر تک ایک ہی ہیں دوہرے بیان والی، اس سے انکے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، پھر انکے بدن اور دل نرم ہو کر یاد الہی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اسکے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دکھاتا ہے، اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو اسکا کوئی راہ دکھانیوالا نہیں ۲۳ پس کیا وہ شخص جو قیامت کے دن برے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا اپنے چہرہ کے سوا (کیا نجات پانے والوں کے برابر ہو جائے گا)

احکام اسلام سے انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کا ایک نور قلب میں عطا فرمایا، جس کے اُجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر چل رہا ہے۔ دوسرا بد بخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو، یوں ہی کفر کی اندھیروں میں بھٹکتا پھرے، ایسے سخت دل لوگوں کی بڑی خرابی ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کتابوں سے اچھی اور افضل اور اعلیٰ کتاب اتاری یعنی مضامین تاکید کیلئے، اور خوب سمجھانے کیلئے، مکرر سے کرر سمجھائے گئے ہیں، پاس پاس دو طرح کا ذکر ہے: عذاب کے پاس رحمت کا، وعدہ کے پاس وعید کا، امر کے پاس نہی کا، اخبار کے پاس احکام۔ اس مقدس کتاب میں ہیبت اور رحمت دونوں ہیں۔ پہلے تو اس کتاب کو سن کر ان لوگوں کے دل جو خدا سے ڈرتے ہیں، ہیبت کھا جاتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جسم لرزتے ہیں۔ پھر جب رضوان و رحمت کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل میں نرمی اور محبت کا مزہ آ جاتا ہے۔ اللہ کے ذکر کی طرف اور رغبت بڑھ جاتی ہے۔ یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے، خدا اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے مقدس مذہب و سچے طریقہ کی راہ دکھاتا ہے، اور جس کو خود خدا گمراہ کرے اس کا پھر کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے فرشتے نافرمان لوگوں کو انکے منہ کے بل گھسیٹیں گے، اور انکو اوندھے منہ آگ میں ڈال دیں گے۔ جس سے پہلے پہل ان کے منہ کو دوزخ کی آگ جھلس دیوے گی۔ اسکو فرمایا کہ جس نے منہ کے بل گھسیٹے جانے اور اوندھے منہ آگ میں ڈال جانے سے اپنے آپکو بچا کر جنت میں

وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۲۳﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ فَأَتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۵﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ
 الْعَذَابَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْعَذَابُ الْآخِرَةُ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا
 يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
 لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۷﴾

اور ظالموں سے کہا جائے گا: ”جو کچھ تم کرتے تھے اس کا وبال چکھو“ ﴿۲۳﴾ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے اے بھی
 پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پس ان پر (خدا کا) اس جگہ سے عذاب آیا کہ جہاں سے ان کو خبر نہ تھی ﴿۲۵﴾ پھر اللہ نے ان کو اسی دنیا
 کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا، اور بیشک آخرت کا عذاب بہت سخت ہے، کاش اگر وہ جانتے ﴿۲۶﴾ اور بیشک اے ہم
 نے لوگوں (کی ہدایت) کیلئے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثال بیان کر دی ہے تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں ﴿۲۷﴾

داخل ہونے کی سرخروئی حاصل کی، وہ بہتر ہے یا جو اس عذاب میں گرفتار ہوا وہ بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ نافرمان لوگ جب
 اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے، تو ان کو ذلیل کرنے کے لئے اللہ کے فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا
 میں جیسے کام کرتے تھے، ان کی سزا میں اب یہ دوزخ کا عذاب چکھو۔

اے ان کافروں سے پہلے بھی ایسے لوگ گزر چکے ہیں جنہوں نے سخت دلی سے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا، اور ایسے لوگوں کا آخر
 انجام یہ ہوا کہ دنیا اور آخرت کے ناگہانی عذاب میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پکڑ لیا۔ دنیا کے عذاب کا نتیجہ تو فقط اتنا ہی ہوا
 کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے مگر آخرت کا عذاب سمجھدار کیلئے بہت سخت ہے کہ وہاں طرح طرح کا عذاب ہے۔

اے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے ہدایت کیلئے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثال بیان کر دی، اب بھی نہ سمجھنا
 اپنی غفلت اور حماقت سے ہے۔ قرآن کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کہ قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا
 ہے، تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں اور اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے، جو اس میں کوئی
 ٹیڑھی ترچھی بات نہیں، سیدھی اور صاف باتیں ہیں۔ جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلاف اسکے مضامین یا
 عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے، نہ ان کا ماننا مشکل، اور جن چیزوں پر عمل کرنا چاہتا ہے نہ ان پر عمل کرنا محال۔
 غرض یہ ہے کہ لوگ بہ سہولت اس سے مستفید ہوں اعتقادی و عملی غلطیوں سے پرہیزگاری اختیار کریں۔

قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا
رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلْبًا لِرَجُلٍ ۖ هَلْ
يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۖ الْحَدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۹﴾ إِنَّكَ مِثُّ
وَأَنَّهُمْ مِثُّونَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿۳۱﴾

ہم نے عربی زبان کا قرآن نازل کیا جس میں ذرا اختلاف نہیں، اس لئے کہ وہ پرہیزگاری کریں ﴿۲۸﴾ اللہ
ایک لہ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک (غلام) مرد میں کئی بدخوا آقا شریک ہیں اور ایک (دوسرا غلام) خالص
ایک ہی مالک کا ہے، تو کیا ان دونوں (غلام) کی حالت برابر ہے؟ (ہرگز نہیں)، سب خوبیاں اللہ کے ہیں بلکہ
ان میں کے اکثر جانتے نہیں ﴿۳۰﴾ بیشک تمہیں لہ انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے ﴿۳۱﴾ پھر لہ تحقیق تم
قیامت کے روز اپنے پروردگار کے سامنے ایک دوسرے سے جھگڑو گے ﴿۳۱﴾

لہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ایک بندہ تو ایسا ہے کہ اس کے بہت سے مالک شریک ہیں، اور وہ سب آپس میں
مختلف طبیعت کے ہیں۔ ایک ایک بات سے خوش دوسرا ناراض۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ، کوئی کہیں بھیجتا ہے کوئی کہیں۔ آیا
ایسا بندہ سب کو خوش کر سکتا ہے کبھی نہیں۔ سب اس سے ناراض رہیں گے، اور ایک بندہ ایسا ہے کہ اس کا مالک ایک ہی ہے، وہ
ہر وقت اس ایک ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے، خالص دل سے اس کو مالک جانتا ہے۔ آیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں، ان دونوں
کا ایک حال ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ الحمد للہ حق واضح ہو گیا سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں کہ کیسے اعلیٰ مطالب و حقائق کو کیسی
صاف اور دلنشیں مثالوں اور شواہد سے سمجھا دیتا ہے۔ مگر اس پر بھی اکثر بد نصیب ایسے ہیں۔ جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی
توفیق نہیں پاتے۔

لہ اس میں کفار کا رد ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے۔ انہیں فرمایا گیا کہ خود مرنے والے ہو کر
دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں، اور انبیاء کی موت ایک آن کیلئے ہوتی ہے،
پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے، اس پر بہت شرعی دلیلیں قائم ہیں۔

لہ انبیاء علیہم السلام امت پر حجت قائم کریں گے کہ انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی، اور دین کی دعوت دینے میں جہدِ بلیغ صرف
فرمائی۔ اور کافر بے فائدہ معذرتیں پیش کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اختصام عام ہے کہ لوگ دنیوی حق میں مختصم
کریں گے، اور ہر ایک اپنا حق طلب کرے گا۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ^ط
 الْيَسَّ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۳۲ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَ
 صَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۳۳ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ^ط
 ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا
 وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۵ الْيَسَّ اللَّهُ
 بِكَافٍ عَبْدًا^ط وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ^ط وَمَنْ يُضِلِلِ
 اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۶

پس اے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور حق کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا
 دوزخ میں کافروں کی جگہ نہیں ۝ اور (یعنی رسول کریم ﷺ) سچا دین (یعنی توحید) لے کر تشریف لائے اور
 وہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) جنہوں نے ان کی تصدیق کی، یہی لوگ پرہیزگار ہیں ۝ ان کے
 لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں اپنے پروردگار کے پاس سے، یہی نیکی کرنے والوں کا صلہ ہے ۝ تاکہ اللہ ان سے اس
 برے کام کو دور کر دے جو انہوں نے کیا ہے، اور انہیں ان کے اچھے کام کا صلہ دے جو وہ کرتے تھے ۝ کیا اللہ
 اے اپنے بندہ (محمد ﷺ کی مدد) کے لئے کافی نہیں ہے، اور یہ (کافر) لوگ تمہیں ان (جھوٹے معبودوں) کا
 خوف دلاتے ہیں جو اللہ کے سوا ہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کرے پس اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں ۝

شُرک کا بیان

اے اللہ کے شریک اور اولاد قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور جو انبیاء، نبی باتیں خدا کی طرف سے لائے، ان کو سنتے ہی
 جھٹلانے لگا، سوچنے سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی بلاشبہ جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے، اور ان
 سے ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا اور کہاں ہوگا۔ پھر فرمایا جو سچا دین اور قرآن شریف رسول کریم ﷺ لوگوں کی ہدایت
 کیلئے لائے، اور امت میں کے وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ، جنہوں نے اللہ کے رسول اور کلام کو دل سے سچا جان کر اس کی

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۲۷﴾
 وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۗ قُلْ
 أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ

اور جس کو اللہ راہ دکھائے پس اس کے لئے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ غالب بدلہ لینے والا نہیں ﴿۲۷﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو بیشک ضرور کہیں گے: ”اللہ نے!“ تم فرماؤ: ”بھلا بتاؤ تو وہ جنہیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے۔“

نصیحت کے موافق عمل کیا، اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ جس میں ہر طرح کی نعمتیں موجود ہیں، جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہ اسی وقت موجود ہو جائیں گی۔ آخر کو فرمایا خالص دل سے عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسا ہی صلہ دے گا کہ جو نعمت وہ چاہیں گے وہ ان کو ملے اور اللہ ان کی نیکیوں کی جزا دے گا اور بدیوں پر گرفت نہ کرے گا۔

۷۔ شان نزول: جن آیتوں میں مشرکین مکہ کے بتوں کی مذمت ہوئی تھی، ان آیتوں کو سن کر یہ مشرک لوگ آنحضرت ﷺ کو اپنے بتوں کی طرف سے ڈراتے تھے کہ یہ بت آپ کو کوئی نقصان پہنچا دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد ﷺ کی حمایت کیلئے کافی ہے۔ بغیر مرضی اللہ کی کسی کی کیا مجال ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو کچھ نقصان پہنچا سکے۔ مکہ کے قحط کے وقت ان مشرکوں کو اپنے بتوں کی بے بسی معلوم ہو چکی ہے، اس پر بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو صاحب اختیار گنتے ہیں۔ یہ لوگ گمراہ ہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ راست پر لانے والا نہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے اس کو کوئی بہکانے والا نہیں۔ پھر فرمایا یہ تو اپنے بتوں سے ڈرتے ہی رہیں گے، اللہ تعالیٰ کے کارخانہ میں ان لوگوں کی ایسی باتوں کی سزا کا وقت آ جاوے گا تو وہ ایسا زبردست بدلہ لینے والا ہے، کہ اسکے بدلہ لینے کے وقت ان کا کوئی بت ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

روح کا بیان

۱۔ اگر تم ان کفار سے پوچھو گے کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا، تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ پس تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ مخلوقات کے پیدا کرنے میں جب ان بتوں کا کچھ دخل نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تکلیف کو ٹال دینے، یا راحت کو تکلیف سے بدل دینے میں نہ ان کو کچھ دخل ہے، نہ ان کے نقصان پہنچانے سے میں کچھ ڈرتا ہوں۔ مجھ کو تو فقط اللہ ہی کافی ہے، جس پر سب کا بھروسہ ہے، اور جس کے اختیار میں ساری مخلوقات کا نفع اور نقصان ہے۔

هَلْ هُنَّ كَشِفَتْ ضُرَّةَ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُسِكَتُ
 رَاحَتِهِ ۖ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ
 لِقَوْمٍ اعْبُدُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ مَنْ
 يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا
 عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ
 ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۱﴾ اللَّهُ يَتَوَفَّى
 الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۚ

تو کیا یہ بت اس کی بھی ہوئی تکیف رفع کرنے والے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تم فرماؤ: ”مجھے اللہ کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں“ ﴿۳۸﴾ تم فرماؤ: ”اے میری قوم! اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ بیشک میں بھی اپنا کام کرتا ہوں، پس عنقریب جان جاؤ گے“ ﴿۳۹﴾ کس پر آتا ہے عذاب جو اس کو رسوا کرے گا اور (بعد مرنے کے) اس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترے گا“ ﴿۴۰﴾ بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کے لئے ہدایت حق کے ساتھ اتاری، پس جس نے راہ پائی تو اپنے نفع کے لئے، اور جو کوئی بہکا تو وہ اپنے ہی نقصان کے لئے بہکا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں ﴿۴۱﴾ اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روہیں قبض (یعنی معطل) کرتا ہے اور جو نہیں مریں ان کی (روہیں) سوتے وقت قبض کرتا ہے۔

۱۔ اے محبوب ﷺ تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں تو اللہ پر اپنا بھروسہ رکھ کر تم کو نصیحت کرے جاؤں گا۔ تم اگر میری نصیحت کو نہیں مانتے، تو جو کچھ تم مکر و حیلے میری عداوت میں کر رہے ہو، وہ کرو عنقریب تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آگے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دین کی وہ سچی باتیں تم پر نازل فرمائی ہیں کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ بھلائی کو پہنچا، اور جو اس رستہ سے بہکا وہ خرابی میں پڑ گیا، اور اے محبوب ﷺ! ان بہکنے والوں کی گمراہی کا کچھ الزام تمہارے ذمہ نہیں ہے، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم کے نتیجہ کا ظہور ہے، جو ضرور ہو کر رہے گا۔

نیند اور موت میں فرق

۲۔ نیند اور موت کے وقت ایک ہی چیز ہے جو کھینچتا ہے، اگر نیند کی حالت میں وہ کھینچ کر پھر جسم میں نہ آئے تو مردہ ہے۔ اگر

فِيَسِيكَ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الِمْوْتَ وَ يُرْسِلُ الِاٰخِرَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۗ قُلْ اَوْلَوْا كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْۡاًا وَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۳۳﴾

پھر جن پر موت کا حکم کر چکا ہے ان کی (روحیں) روک لیتا ہے، اور باقی روحوں کو ایک میعاد تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے بیشک اس معاملہ میں ان لوگوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں ﴿۳۲﴾ کیا ان (مشرک) لوگوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں، تم فرماؤ: ”کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں (تب بھی تم ان کو سفارشی بناؤ گے)“ ﴿۳۳﴾

پھر جسم میں آگئی ہے تو زندہ ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سونے کے وقت کی دعا کی بڑی ایک حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ! اگر سونے کی حالت میں جان جو جسم سے الگ ہووے ہے، اس کو تو روک رکھے تو اس جان پر اپنا رحم کر، اور اگر وہ جان پھر جسم میں آوے تو اس کو نیک کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ ان صحیح حدیثوں سے قشیری کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے کہ ایک ہی جان ہے جو نیند میں کھنچ جاتی ہے، اور پھر جسم میں وہ نہ آوے تو آدمی مردہ ہو جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ سوتے آدمی اور مردہ میں تو فرق ہے سوتے آدمی کی نبضیں چلتی رہتی ہیں، سانس چلتا رہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا ہے۔ سوتے وقت جان کئی موت اور نیند کے جان کے کھینچنے میں فرق ہے۔ اس کا جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ دیا ہے کہ نیند کے وقت روح کا تعلق جسم سے موت کے وقت کی طرح بالکل الگ نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح آفتاب آسمان پر ہے، اس کی شعاع زمین پر ہے کہ آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے، نیند کی حالت میں جسم اور روح کی جدائی اسی طرح کی ہے اور موت کے وقت جسم اور روح کی جدائی ایسی ہے جس طرح قیامت میں آفتاب کا نور آفتاب کے جسم سے بالکل الگ کر دیا جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے بدن میں روح اور نفس دو چیزیں ہیں، سونے کی حالت میں روح بدن میں رہتی ہے، اور نفس نکل جاتا ہے۔ مسند عبد بن حمید میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہی چیز جس کو روح کہتے ہیں، انسان کے بدن میں ہے اور مرنے کے وقت ہی جسم سے نکل جاتی ہے، اور خواب میں مردوں کی روح سے ملتی ہے اور بات چیت کرتی ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ، اس کا مطلب یہ ہے کہ نیند میں جان کا جسم سے الگ ہو جانا، اور جاگنے کے وقت پر اس کا جسم میں آ جانا، دھیان کرنے والوں کیلئے حشر کی ایک ایسی بڑی نشانی ہے، جو بہت سی نشانیوں کے برابر ہے۔ نیند کی حالت میں جان کا جسم سے الگ ہو جانا، اور جاگنے کی حالت میں اس کا پھر جسم میں آ جانا حشر کا پورا نمونہ ہے۔

۱۔ مشرکین بتوں کی نسبت دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں، ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں،

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ ثُمَّ اِلَيْهِ
 تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدًا اشْرَاكَتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا
 يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۗ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِذَا هُمْ
 يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَلِمِ الْغَيْبِ وَ
 الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۳۵﴾

تم فرماؤ: ”شفاعت تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، پھر تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے“ ﴿۳۳﴾ اور جب لے ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل متنفر ہوتے ہیں، اور جب اللہ کے سوا اوروں یعنی فرضی (معبودوں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو ناگہاں یہ خوش ہوتے ہیں ﴿۳۴﴾ تم کہو: ”اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی (قیامت کے دن) اپنے بندوں کے درمیان اس چیز میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے“ ﴿۳۵﴾

اسی لئے ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ سوا دل تو شفع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے شفع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے شفاعت کا اذن دیتا ہے، بتوں کو اس نے شفع نہیں بنایا، اور عبادت تو خدا کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں۔ پس آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خدا کے لئے ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے، تم سب قیامت میں اسکے پاس لوٹ کر جاؤ گے جزا و سزا پاؤ گے۔

شُرک کا بیان

آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ مشرک لوگ آئے اور کہنے لگے کہ جس دین کی آپ ہم لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں وہ دین تو اچھا ہے، لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں اگر اس کی پکڑ نہ ہو تو ہم کو اس دین کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی غفور و رحیم کی صفت کے آگے کسی گناہ کی اگرچہ حقیقت نہیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر مشرک کو عذاب کے آجانے کی بے بسی سے پہلے شرک کو چھوڑنا، اور اس سے آئندہ کیلئے توبہ کرنی چاہئے، اور شرک کے علاوہ گناہوں کی معافی بغیر توبہ کے بھی اللہ کی ذات سے رکھنی چاہئے۔ ہاں جو مشرک شرک کی حالت میں بغیر توبہ کے مر جاوے گا تو قیامت کے دن یہ افسوس کرے گا کہ میں نے

وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
 لَاقْتَدُوا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَبَدَّ اللَّهُ مَا
 لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۳۷﴾ وَبَدَّ اللَّهُ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ
 مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۸﴾

اور لے اگر ظالموں کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب ہو، اور اس کے مانند اس کے ہمراہ (اور بھی) ہو تو یہ سب
 روز قیامت کے بڑے عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے دے دیں (تب بھی قبول نہ ہوگا)، اور خدا کی طرف
 سے ان کو وہ بات ظاہر ہوگی جس کا ان کو کوئی گمان بھی نہ تھا ﴿۳۷﴾ اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں
 گی اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی کرتے تھے وہ ان کو آگھرے گا ﴿۳۸﴾

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کیوں کوتاہی کی، اور دین کی باتوں کو سخر اپن کیوں سمجھا رہا۔ "یہ افسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو
 بھی دنیا میں راہ راست پر آ جانے اور ایک کام کرنے کی توفیق دیتا تو کیا اچھا ہوتا۔ نیک کام کرنے کے لیے افسوس کے طور پر
 دنیا میں دوبارہ پیدا ہونے کی تمنا کرے گا تو بے وقت کا افسوس کسی کے کچھ ہاں کام نہ آدے گا۔"

اہل دوزخ کی حسرتیں

۱۔ دوزخی لوگ دوزخ میں سے جنتیوں کو طرح طرح کے عیش میں جب دیکھیں گے، اس وقت دوزخی لوگ طرح طرح کی
 حسرت کی باتیں کریں گے جن کا ذکر اوپر گذرا۔ مثلاً کبھی کہیں گے: "کیا اچھا ہوتا کہ آج ہم لوگ بھی پرہیزگاروں میں
 ہوتے" کبھی کہیں گے کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم لوگوں کو پھر دنیا میں جانے کی اجازت مل جاتی، اور ہم اب کی دفعہ دنیا میں جا کر نیک
 کام کرتے اور پھر جنت پاتے۔ "ان دوزخیوں کی ان حسرت کی باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا کہ اب حسرت کا
 کیا موقع ہے۔ دنیا میں رہنے کا موقع بھی تم کو ملا، اور اللہ کے رسول کی معرفت تمہارے پاس قرآن پہنچا، اور حق و باطل کی
 راہیں واضح کر دی گئیں، اور تم کو حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت دی گئی، باوجود اسکے تم نے حق کو چھوڑا، اور اس کو قبول
 کرنے سے تکبر کیا، مگر اسی اختیار کی، جو تم کو دیا گیا اس کی ضد و مخالفت کی بتو اب تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر اللہ ہم کو راہ دکھاتا تو
 ہم ڈروالوں میں ہوتے، اور تمہارے تمام عذر جھوٹے ہیں۔ آگے فرمایا کہ کفر میں گرفتار ہو کر جن لوگوں نے دنیا میں اللہ پر
 جھوٹ باندھا ہے، یعنی شان الہی میں ایسی بات کہی جو اسکے لائق نہیں، اس کے لئے شریک تجویز کئے۔ اولاد بتائی اس کی
 صفات کا انکار کیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی ندامت کی حالت دیکھنے کے قابل ہوگی۔ کہ جب ان کا
 نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دے کر ان کو دوزخی ٹھہرایا جاوے گا، تو ان کے چہروں پر سیاہی چھا جاوے گی۔ اس طرح ان لوگوں

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ
 إِنَّمَا أُوتِيْتُهَا عَلَىٰ عِلْمٍ ۗ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا
 يَعْلَمُونَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
 يَكْسِبُونَ ﴿۵۰﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۗ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ
 هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۗ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۵۱﴾
 أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ إِنَّ
 فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا
 عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۗ

پس جب انسان کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت ملی ہے بلکہ یہ نعمت ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ﴿۴۹﴾ بیشک یہ بات وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے کہہ چکے ہیں پھر (جب ہمارا عذاب ان پر نازل ہوا تو) ان کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا ﴿۵۰﴾ پس ان کو سزا اس چیز کی پہنچی جو عمل کیا، اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب انہیں بھی ان کے اعمال کی سزائیں پہنچیں گی اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ﴿۵۱﴾ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہے، اور وہی (جس کے لئے چاہے) تنگی کرتا ہے، بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ (اے محبوب! ﷺ) میری طرف سے تم فرماؤ کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر (گناہ کر کے) زیادتی کی ہے نا امید نہ ہوں خدا کی رحمت سے۔

کی حالت بھی دیکھنے کے قابل ہے، جنہوں نے خدا کا خوف دل میں رکھا، اور نیک کاموں میں تا بمقدور لگے رہے، اور ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے کر انکے سروں پر موتیوں کے تاج رکھے جاویں گے، اور ان کو جنت میں داخل کیا ہونے اور اس دن کو بہ طرح کی برائی سے امن میں رہنے کی خوشخبری دی جاوے گی۔ اس خوشی سے ان کے چہروں پر رونق آ جاوے گی۔

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۵۳﴾ وَأَنْبِئُوا
إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِبُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا
تُنصَرُونَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ
أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً ۖ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۵﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ
يَحْسُرُنِي عَلَىٰ مَا فرَطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ مِنَ السَّخِرِينَ ﴿۵۶﴾

بیشک اے اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، بیشک وہی بڑا بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۵۳﴾ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار رہو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی ﴿۵۴﴾ اور اسی کی پیروی کرو جو اچھی چیز تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اتاری گئی اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں (اس کی) خبر بھی نہ ہو ﴿۵۵﴾ (یہ اس لئے کہ قیامت کے دن) ۲۔ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس! ان تقصیروں (کو تا ہیوں) پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں تو (احکام خداوندی پر) ہنسی کرتا تھا ﴿۵۶﴾

مصیبت کے وقت خدا کو یاد کرنا چاہئے

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور کلمہ توحید، لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل جو آخرت و قیامت کے قائل نہیں نفرت کرتے ہیں، اور وہ بہت تنگ دل اور پریشان ہوتے ہیں، اور ناگواری کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاتا ہے، اور جب خدا کے اور شریکوں کا ذکر ہوتا ہے یعنی لات منات عزلی وغیرہ بتوں کا، تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا: تم جو اللہ سے دعا مانگو، اسی کی طرف متوجہ ہو، اور کہو اے اللہ! ہم کو خبر دے، بہتری کا ارادہ ہمارے ساتھ ہو تو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو باتیں بندوں سے پوشیدہ ہیں ان کا بھی واقف و عالم ہے اور جو بندے جانتے ہیں ان کا بھی، یعنی تیرا علم ہر شے پر محیط ہے۔ اب تیرے ہی سے فریاد ہے تو ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان اختلاف کا عملی فیصلہ فرمائے گا۔

۲۔ قیامت کے دن جب ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا، اس وقت جو ظالم کفر کر کے خدا تعالیٰ کی شان گھٹاتے تھے، ان کا سخت برا حال ہوگا، اگر اس روز فرض کیجئے کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے دو گنا ان کے پاس ہوں، تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر کسی طرح اپنا پیچھا چھڑالیں۔ جو بد معاشیاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کر کے انکے سامنے ہوں گی، اور

أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۵۷﴾ أَوْ تَقُولَ
 حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةٌ فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾
 بَلَىٰ قَدْ جَاءَ ثُكَّ أَيْتِي فَكُذِّبَتْ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ
 الْكٰفِرِينَ ﴿۵۹﴾ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ
 وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۗ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۶۰﴾

یاب یہ کہے کہ اگر اللہ (دنیا میں) مجھ کو راہ دکھاتا تو بیشک میں پرہیزگاروں میں سے ہوتا ﴿۵۷﴾ یا جب عذاب کو دیکھے تو کہے: ”اے کاش! مجھے دوسری بار (دنیا میں) پھر جانا ہوتا کہ میں نیکی کرنے والوں میں ہوں“ ﴿۵۸﴾ اللہ فرمائے گا: ”ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں پس تو نے ان کو جھٹلایا اور تو نے غرور کیا اور تو کافروں میں سے ہوا“ ﴿۵۹﴾ اور (اے مخاطب!) جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو قیامت کے دن ان کے منہ کالے دیکھے گا، کیا غرور کرنے والوں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے؟ ﴿۶۰﴾

ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی انکے خیال و گمان میں بھی نہ گزرے تھے۔ غرض تو حید خالص اور دین حق سے جو ہنسی کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا، اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ ان پر الٹ پڑے گا۔
 ۱۔ جب کافر کو مصیبت، شدت بلا پہنچتی ہے تو ہم کو یاد کرتا ہے، عاجزی سے پکارتا ہے، یہ بات ان لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح سے بسی ہوئی ہے کہ تکلیف کے وقت سوا اللہ کے ان کے بت کچھ کام نہیں آتے۔ اس واسطے تکلیف کے وقت خالص اللہ ہی سے یہ لوگ رفع تکلیف کی التجا کرتے ہیں، لیکن یہ ان لوگوں کی ناشکری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی وہ تکلیف رفع کر دیتا ہے، تو کبھی اس رفع تکلیف کو اپنی تدبیروں کے اثر سے، اور کبھی اپنی عزت اور شرافت سے سمجھنے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احسانات اس آزمائش کے لئے ہیں، کہ کون شخص اس کے احسانات کا شکر ادا کرتا ہے، اور کون شخص ناشکری میں پکڑا جاتا ہے، اور یہ خوب یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی ایسے ناشکر لوگ گذر چکے ہیں، جنہوں نے اپنی ناشکری کی سزا بھگت لی۔ قارون وغیرہ اور اب بھی وہی عادت الہی جاری ہے، اس عادت الہی کے موافق جب ان لوگوں کی سزا کا وقت آ جاوے گا تو یہ لوگ کہیں بھاگ کر اللہ کو تھکا نہیں سکتے۔ یہ تو ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ دنیا میں بہت سے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خوشحالی دے رکھی ہے، اور

وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿۲۱﴾ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۲۲﴾ لَهُ
مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ أَفَعَبَرَاءُ اللَّهِ تَأْمُرُونِي أَنْ أَعْبُدَ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿۲۴﴾

اور اللہ پر ہیزگاروں کو (عذاب سے) نجات دے گا (اور انہیں) ان کے مقصد کی جگہ پہنچا دے گا کہ نہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے (کیونکہ جنت میں غم نہیں) ﴿۲۱﴾ خدا ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور اسے وہ ہر چیز کا مختار ہے ﴿۲۲﴾ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے لئے ہیں، اور جنہوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا، وہی نقصان میں ہیں ﴿۲۳﴾ تم فرماؤ: ”اے جاہلو! کیا مجھے اللہ کے سوا دوسرے کی پرستش کرنے کو کہتے ہو؟“ ﴿۲۴﴾

بہت سے فرمانبردار لوگوں کو تنگ دستی۔ ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ ان کی عزت اور شرافت کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی ہر ایک تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے۔ آخر کو فرمایا ایسی باتوں کو وہی سمجھتے ہیں جو اللہ کی قدرت کے قائل ہیں، یہ قدرت الہی کے منکر لوگ ایسی باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ کو اپنی امت کے لوگوں کی تنگ دستی کا کچھ اندیشہ نہیں ہے، اندیشہ تو یہ ہے کہ خوشحالی کی ناشکری میں پہلی امتوں کی طرح کہیں یہ لوگ بھی ہلاک نہ ہو جاویں۔

۱۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خزانوں و رزق و بارش کی کنجیاں ہیں، وہی ان کا مالک ہے جو لوگ قرآن کی نصیحت کے منکر ہیں، وہ بہت بڑا نقصان اٹھائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ان خزانوں کے بہت بڑے حصے سے وہ محروم ہیں۔

شُرک اور قیامت کا بیان

۱۔ شان نزول: مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ ہمارا تمہارا جھگڑا یہی ہے کہ تم ہمارے بتوں کو نہیں مانتے۔ اگر تم چاہو تو یہ جھگڑا یوں مٹ سکتا ہے کہ برس دن تک تم ہمارے بتوں کی پوجا کر لیا کرو، اور ہم برس دن تک تمہارے خدا کی عبادت کر لیا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم ان سے کہہ دو کہ اے نامعقول جاہلو کافرو! مجھ کو یہ حکم درائے دیتے ہو کہ میں سوائے خدا کے غیروں کو پوجوں، عجب نامعقول ہو۔ انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرے، اور اللہ کے رسول سے معاذ اللہ یہ امید رکھے کہ وہ اسکے راستہ پر آجائیں گے۔ اے محبوب ﷺ! تمہاری طرف اور تم سے جو پہلے پیغمبر گزرے، ان سب کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا کہ آخرت میں شرک کے تمام اعمال اکارت ہیں، اور شرک کا انجام سوا نقصان کے کچھ نہیں۔ لہذا انسان کا فرض ہے کہ وہ خالص خدائے قدوس کی عبادت کرے، اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں اس کا شکر ادا کرے۔“

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ
 لِيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخُسْرَيْنِ ۖ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ
 مِنَ الشَّاكِرِينَ ۖ ۶۵ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا
 قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۗ سُبْحٰنَهُ وَ
 تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۖ ۶۶

اور بیشک (اے محبوب! ﷺ) تمہاری طرف وحی کی گئی اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، (اے سننے والے!) اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرے عمل برباد ہو جائیں گے اور ضرور تو خسارہ میں رہے گا ۶۵ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور (اللہ کا) شکر کرنے والوں میں ہو ۶۶ اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور اس کی شان وہ ہے کہ ساری زمین قیامت کے دن اس کی ایک مٹھی میں ہوگی، اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے ۶۶

حاکمیت اعلیٰ اور قیامت کا منظر

ابن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ایک عالم علماء یہود میں سے آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، اور کہا: ”اے محمد ﷺ! ہماری کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر، اور زمین کو ایک انگلی پر، اور درختوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، اور باقی تمام خلقت کو ایک انگلی پر رکھے گا۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ مشرکین نے اس کی عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا، اور ملحوظ نہ رکھا، جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا بیان ہے۔ اس کی عظمت و شان کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اس کے ایک ہاتھ میں، اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپیٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر اس کی عبادت میں بے جان مورتوں کو شریک کرنا کہاں تک روا ہوگا، وہ شرکاء تو خود اس کی مٹھی میں پڑے ہیں۔ حدیث بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ کر اپنے دست قدرت میں لے گا، پھر فرمائے گا کہ آج وہ بادشاہت کے دعوے کر نیوالے کہاں گئے۔ اس وقت کوئی جواب دینے والا موجود نہ ہوگا، اسلئے پھر خود فرمادے گا کہ سب ملک اللہ کا ہے۔ پہلے صور میں جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ اس سے مر

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا
 مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۗ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٢٨﴾
 أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورٍ رَبَّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءَتْ
 بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٩﴾

اور جب صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے بیہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو دفعتاً وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ﴿۲۸﴾ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور (سب کا) نامہ اعمال (لا کر ہر ایک کے سامنے) رکھے جائیں گے اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پرگواہ ہوں گے، اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان کو سزا نہ لیا جائے گا ﴿۲۹﴾

جائیں گے، اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی۔ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء اور شہداء، ان پر اس صور سے بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔ اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس صور کا شعور بھی نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صور صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے سوائے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و ملک الموت علیہم السلام کے، پھر اللہ تعالیٰ دونوں صوروں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں، جن کے لئے قرآن مجید میں بل احياء آیا ہے،۔ آگے فرمایا کہ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا کہ جس سے لوگ اپنی قبروں سے کھڑے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں آ کر پریشانی کی طرح ہر طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، یا یہ معنی ہیں کہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ آگے فرمایا نئی زمین جو پیدا ہوگی اس پر میدان محشر میں سب جمع ہوں گے۔ گرمی اور پسینہ سے گھبرا کر سب انبیاء کے پاس جلد حساب و کتاب شروع ہونے کی شفاعت کی درخواست کریں گے۔ اور سوا آنحضرت ﷺ کے کسی نبی کی جرأت اس شفاعت کی نہ ہوگی۔ آخر کار آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ اس نئی زمین پر لوگوں کے حساب و کتاب کے لئے تجلی فرماوے گا۔ حساب کا دفتر کھلے گا، سب کے اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے، انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت گواہ دربار میں حاضر ہوں گے، اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا، کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی۔ نیکی کے بدلہ میں کمی، اور نہ بدی کے بدلہ میں زیادتی ہوگی، جس کا جتنا اچھایا برائے عمل ہے، سب خدا کے علم میں ہے۔ اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

وَوَفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ وَسَيُقَاسُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَتَحَتْ
 أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ
 عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَ
 لَكِن حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٤٢﴾ قِيلَ ادْخُلُوا
 أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبُئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٤٣﴾

اور ہر شخص کو جو کچھ اس نے دنیا میں کیا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور خدا کو خوب معلوم ہے جو کچھ یہ کرتے تھے ﴿٤١﴾ اور کافر دوزخ کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور دوزخ کے داروغہ (نگران) ان سے کہیں گے: ”کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں خوف دلاتے تھے“ کافر کہیں گے: ”ہاں لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہوا“ ﴿٤٢﴾ (ان سے) کہا جاوے گا: ”دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کو“ پس دوزخ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے ﴿٤٣﴾

اہل دوزخ کی ذلت اور اہل جنت کی عظمت

۲۔ تمام کافروں کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اور چونکہ کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائیگا، اور جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے، دروازے کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جاویں گے، اور جو فرشتے دوزخ کے محافظ ہیں وہ کفار سے بطور ملامت یہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے احکام لے کر رسول نہیں آئے اور اس دن کی آفت سے انہوں نے تم کو نہیں ڈرایا۔“ دوزخی لوگ جواب دیں گے کہ ہاں رسول تو اللہ کے احکام لے کر آئے، اور انہوں نے اس دن کی آفت سے ہم کو ڈرایا، لیکن ہم لوگوں نے ان کا کہنا نہیں مانا، اور شیطان کا کہنا ہر بات میں مانتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ جو شیطان کا کہنا مانے گا وہ جہنم میں جھونکا جاوے گا۔ اسی ارشاد کے موافق آج ہم اس آفت میں پکڑے گئے۔ اللہ کے فرشتے دوزخیوں کی یہ بات سن کر کہیں گے کہ دنیا کے عیش و آرام کے غرور میں جب تم لوگوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہیں مانا۔ تو جاؤ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے جلتے رہو۔ اہل جنت جب جنت کے دروازے پر جاویں گے تو اللہ کے فرشتے

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَ
 فَتَحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَأَدْخُلُوهَا
 خَلِيدِينَ ﴿۱۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْشَنَا
 الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۗ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۱۴﴾ وَ
 تَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ
 رَبِّهِمْ ۗ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۵﴾

۱۳

اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے، یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور بہشت کے داروغہ (نگران فرشتے) ان سے کہیں گے: ”تم پر سلام، تم خوشحال ہوئے پس اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ“ ﴿۱۳﴾ اور لے وہ کہیں گے: ”سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں، پس نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا ثواب ہے“ ﴿۱۴﴾ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی کہتے ہیں، اور لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جاوے گا: ”سب خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہان کا پروردگار ہے“ ﴿۱۵﴾

ان سے سلام طلب کریں گے، اور کہویں گے کہ تم لوگ دنیا میں نیک راہ پر تھے، اس لئے اب جاؤ اور جنت میں ہمیشہ رہو۔ لے ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ جب اللہ جنت فرشتوں سے جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری سنیں گے، اور جنت کی نعمتیں دیکھیں گے تو اس وقت اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کریں گے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ سب خوبیاں اس اللہ کو ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا، جو دنیا میں رسولوں کی معرفت کیا تھا، اور اس وعدہ کے موافق ہم کو جنت میں وہ نعمتیں عنایت کیں کہ جو نہ ہم نے آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کبھی ہمارے دل میں ان کا خیال گزرا، اور ہم کو جنت کی زمین کا مالک بنایا، جہاں چاہیں ہم رہیں بیٹھیں۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنتی لوگ جنت کی نعمتیں دیکھ کر ادھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر رہے ہوں گے، اور نیک و بد کا انصاف سے جو فیصلہ ہو جاوے گا، اس فیصلہ کو دیکھ کر اللہ کے فرشتے ادھر عرش معلیٰ کے پاس حلقہ باندھے ہوئے، صفیں آراستہ کئے ہوئے کھڑے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کریں گے۔

﴿ ایتھا ۸۵ ﴾ ﴿ سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ مَكِّيَّةٌ ۲۰ ﴾ ﴿ مَرَكُوعَاتُهَا ۹ ﴾

سورہ مؤمن مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچاس آیتیں اور نور کو ع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۲ غَافِرِ الذَّنْبِ
وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ۳ ذِي الطَّوْلِ ۴ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۵
إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۶

کتاب لہ (یعنی قرآن) کا اتارنا اللہ غالب جاننے والے کی طرف سے ہے ۱ جو بخشنے والا گناہ کا اور
(ایمانداروں کی) توبہ قبول کرنے والا ہے (کافروں پر) سخت عذاب کرنے والا (عارفوں پر) بڑے انعام
والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے ۲

خواص سورہ المؤمن: جس کے زخموں نے عاجز کیا ہو وہ اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے ان شاء اللہ شفا پاوے،
اور اگر ایک بار اس کو روزانہ پڑھے ان شاء اللہ تمام مقصد حاصل ہوں، اور اس سورت کو لکھ کر دکان میں لگا دینے سے تجارت کو
ان شاء اللہ منافع ہوگا اور غیب سے خریداری ہوگی۔

قرآن خدا کا کلام ہے

۱ مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد ﷺ نے خود بنا لیا ہے۔ اس کے جواب میں جگہ جگہ فرمایا کہ امی نبی پر یہ قرآن اترا
ہے۔ اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ امی شخص تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر آسمانی مدد کے وہ باتیں نہیں بتلا سکتے۔ اس
لئے اب کسی کو اس میں شک کرنے کا موقع باقی نہیں رہا۔ قرآن کلام الہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر فرمایا ان
سیدھی سیدھی باتوں کے سمجھانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ اللہ کے رسول اور قرآن کی مخالفت سے باز نہ آویں گے، تو اللہ تعالیٰ
ایسے سرکش لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے بہت سی پچھلی سرکش قوموں کو طرح طرح کے عذابوں سے
ہلاک کر دیا۔ جس کے قصے گھڑی گھڑی ان لوگوں کو اس لئے سنا دیئے گئے ہیں کہ اگر یہ لوگ ان کے قدم بقدم چلیں گے تو یہی
انجام ان کا بھی ہوگا۔ پھر فرمایا جو کوئی قرآن کی نصیحت کو مان کر پچھلی سرکشی سے توبہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس ایماندار کی توبہ قبول
کرنے والا ہے، اور اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور کافروں کا عذاب بہت سخت ہے۔ اور اس کی قدرت بہت

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي
 الْبِلَادِ ① كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَ
 هَتَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهَ وَجَدَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا
 بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ② فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ③ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَاتُ
 رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا وَأَنْتُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ④

وَقَالَ
 رَبُّكَ

اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن) میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر لوگ (اے سننے والے!) پس تجھے دھوکا نہ دے
 ان (کافروں) کا آنا جانا شہروں میں ① ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور نوح کی قوم کے بعد دوسری جماعتوں
 نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا، اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ ارادہ کیا کہ اسے پکڑ لیں (اور قتل کر ڈالیں)
 اور (پیغمبروں سے) ناحق جھگڑے کئے۔ تاکہ اس سے حق کو ٹال دیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا، پس میری سزا
 کیسی ہوئی ② اور اسی طرح کافروں پر تمہارے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں ③

بڑی ہے، اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ پھر فرمایا جو صفتیں بیان کی گئیں جب وہ مخلوقات میں سے کسی میں نہیں پائی
 جاتیں، تو لائق عبادت بھی وہی وحدہ لا شریک ہے، جس کے روبرو حساب و کتاب اور نیک و بد کی جزا و سزا کیلئے سب کو حاضر
 ہونا ضرور ہے۔

منکرین اسلام کا انجام

۱۔ شان نزول: مشرک لوگ نبی کریم ﷺ سے آن کر جھگڑا کیا کرتے تھے۔ اور قرآن شریف کے باب میں طرح طرح
 کے بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول
 ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے مخالفت کر کے ابھی تک جو کسی وبال اور عذاب الہی میں نہیں پکڑے گئے، اور چین سے شہر شہر
 تجارتیں اور تندرستی اور آرام سے گذر کر رہے ہیں، ان لوگوں کے اس حال پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان لوگوں کی اس
 طرح کی باتوں سے ان کا کفر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ وقت
 آتے ہی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے مخالف لوگوں کا انجام ہوا، وہی ان
 لوگوں کا انجام ہوگا۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ
يُؤْمِنُونَ بِهِ وَ يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ
شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ
عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
رَاحَتْهُ ۝ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

وہ جو (فرشتے) عرش (الہی) کو اٹھاتے ہیں۔ اور اے جو اس کے گرد ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، (کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور علم میں ہر چیز کی سمائی (یعنی وسیع) ہے تو ان کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے، اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے ۝ اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں (بیویوں) اور ان کی اولاد میں جو نیک ہوں ان کو بھی داخل کر، بیشک تو غالب حکمت والا ہے ۝ اور ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کے) گناہوں کی سزاؤں سے بچا اور جس کسی کو تو اس دن گناہوں کی سزاؤں سے بچائے تو بیشک اے تو نے اس پر رحم فرمایا اور اس معاملہ میں بچانا یہی بڑی کامیابی ہے ۝

ثواب و عذاب کا ذکر

اے اوپر کی آیات میں بحرین و منکرین کا حال زبوں بیان ہوا تھا، یہاں ان کے مقابل مومنین تابعین کا فضل و شرف بیان کرتا ہے۔ کہ عرش الہی کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بیٹا فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ہے، اور جو مقررین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے آگے مسلمانوں کیلئے استغفار کرتے ہیں کہ یا اللہ! دنیا میں جو لوگ مسلمان ہیں، ان کے گناہ معاف فرما کر انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ کیونکہ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ
إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ①

پیشک جو لوگ کافر ہوئے (قیامت کے دن) انکو پکارا جائے گا کہ ضرورتاً تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جبکہ تم کو (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا پس تم کفر کرتے تھے ①

تیری رحمت بہت بڑی ہے کہ اپنی رحمت سے تو جس کو چاہے دوزخ کے عذاب سے بچا سکتا ہے، اور تیرا علم ایسا وسیع ہے کہ نیکیوں اور بدوں کا دلی ارادہ تک تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اسلئے جن نیک لوگوں کے باپ دادوں اور بیبیوں اور ان کی اولاد کو کہ ان کے دلوں میں تیری وحدانیت تو ہو مگر نیک عملوں کے حساب سے ان کو جنت کا اعلیٰ درجہ نہ مل سکتا ہو، تو ان سب کو جنت کا اعلیٰ درجہ عنایت فرمانا کہ سب جنت کا اعلیٰ درجہ پا کر خوش ہوں۔ کیونکہ تو بڑا زبردست ہے، جو چاہے وہ کر سکتا ہے، اور تیری حکمت ایسی بڑی ہے کہ تو نے اپنی حکمت اور تدبیر سے ایک کام کا سبب دوسرے کام کو ٹھہرا رکھا ہے۔ مثلاً گنہگاروں کی بخشش کا سبب تو نے شفاعت کو ٹھہرا رکھا ہے۔ اس واسطے کم نیک عمل رشتہ داروں کے حق میں ہماری یہ سفارش ہے، کہ ان کو بھی جنت کا اعلیٰ درجہ اس طرح عنایت فرما کہ ان کے کچھ گناہ دوزخ کی سزا کے قابل ہوں تو اس سزا سے بالکل بچ کر جنت میں داخل ہو جانا تیری رحمت کے آگے تو کچھ بھی نہیں۔ مگر گنہگاروں کے حق میں یہ بہت کامیابی کی صورت ہے۔

لہ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب ایسے لوگ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے تو دوزخ کے عذاب سے تنگ آ کر یہ لوگ ان باتوں سے بہت بیزاری ظاہر کریں گے، جن باتوں کو دنیا میں بڑی خوشی سے کرتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ حال دیکھ کر ان کو قائل کرنے کیلئے اللہ کے فرشتے پکار پکار کر ان سے کہیں گے کہ بے وقت کی اس بیزاری سے اب کیا ہوتا ہے، دنیا میں جب تم کو قرآن کے موافق فرمانبرداری کی نصیحت کی جاتی تھی، اور تم سرکشی سے اسکو نہیں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس سرکشی سے بہت بیزار تھا، یہ عذاب اللہ تعالیٰ کی اس بیزاری کا نتیجہ ہے، اب یہ عذاب کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ فرشتوں کی یہ جھڑکی سن کر یہ دوزخی لوگ اللہ سے عرض کریں گے: ”یا اللہ! تو موت دے چکا ہم کو دو دفعہ، اور زندگی دے چکا دو دفعہ یعنی پیدا ہونے سے پہلے ہم بالکل بے جان تھے، تو نے ہم کو پیدا کیا، پھر ہم جان دار ہوئے، پھر عمر پوری ہو جانے کے بعد تو نے ہم کو بے جان کیا، اور حساب و کتاب اور سزا و جزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا، اسلئے حشر کے انکار کے جرم کا، اور باقی سب جرموں کا اب ہم کو اقرار ہے۔ اگر دوبارہ ہم کو دنیا میں بھیج دیا جاوے تو ہم حشر کے اقرار پر قائم رہیں گے، اور حشر کے سامان کے لئے نیک کام کریں گے۔“ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملے گا کہ پہلی دفعہ جو تم لوگوں کو پیدا کیا تو تمہارا دنیا میں یہ حال تھا کہ خالص اللہ کا نام لینے سے تم کو نفرت تھی۔ تم نے اکیلے سچے خدا کی پکار پر کبھی کان نہ دھرا، ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار کرتے رہے۔ اور تمہارا بتوں پر ایمان تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ اگر تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجا

قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا اِثْنَيْنِ وَاٰحْيَيْنَا اِثْنَيْنِ فَاَعْتَرَفْنَا
 بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلِ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهُ اِذَا دُعِيَ
 اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُشْرِكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۗ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ
 الْكَبِيْرِ ۝۱۲ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلْ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا وَّ
 مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُنِيْبُ ۝۱۳ فَاَدْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
 الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۴

وہ کہیں گے: ”اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم کو دوبار مردہ کیا اور دوبار زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، پس کیا دوزخ سے نکلنے کی کوئی راہ ہے (کہا جاوے گا ہرگز نہیں) ۱۱ یہ عذاب اس لئے ہے کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم اس کو یقین کرتے تھے، پس حکم اللہ عالی شان کے لئے ہے ۱۲ وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لئے روزی اتارتا ہے اور نہیں نصیحت قبول کرتا ہے مگر جو (خدا کی طرف) رجوع کرتا ہے ۱۳ پس تم اللہ کے خالص بندے ہو کر اس کے لئے عبادت کرو اور اگرچہ کافر برامائیں ۱۴

جاوے تو تم وہی کرو گے، جو پہلی دفعہ کر کے آئے۔ اس واسطے تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجنا لا حاصل ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور بزرگ کا تمہارے حق میں یہی حکم ہے جو کچھ تم کر کے آئے ہو اسکی سزا بھگتو۔ اب آگے فرمایا ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے اللہ کی قدرت کی ایسی بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ حشر کا یقین کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بارش کی نشانی ایسی ہے جو حشر کے یقین کے لئے کافی ہے، کیونکہ پہلے سال کے اناج، ہرے دانے اور ہر ایک میوے کی تازی گھلیاں، دوسرے سال تک سوکھ کر بالکل مردہ ہو جاتی ہیں، جن کو مردے کی طرح یہ لوگ بیج ڈالنے کے وقت زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ پھر جو صاحب قدرت آسمان پر سے مینہ برسا کر ان مردہ دانوں سے ہزاروں ہرے دانے اور ان سوکھی گھلیوں سے ہزاروں تروتازہ میوے سال بہ سال پیدا کر دیتا ہے، اس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ ایک مینہ کی تاثیر سے انکے پتلے تیار ہو جاویں، اور جس طرح ماں کے پیٹ میں ان کے پتلوں میں روح پھونک دی جاتی ہے، اسی طرح ان پتلوں میں روح پھونک دی جاوے گی۔

توحید کا بیان: ۱۔ ان آیتوں میں صاحب توحید اور خالص دل سے عبادت کرنے والوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم

رَافِعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بَرْزُورٌ ۚ

وہی (جنت میں) درجوں کا بلند کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے اپنے حکم سے روح (یعنی وحی) نازل فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے تاکہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) ملاقات کے دن (یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے ﴿۱۵﴾ جس دن کہ (سب لوگ قبروں سے) بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔

خالص دل سے اللہ کی عبادت کئے جاؤ، اور اللہ کے حکم میں جھگڑا کرنے والوں کا، اور ان کی خوشی کا کچھ خیال نہ کرو۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے خالص عبادت کا نتیجہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا جن کے سبب سے خالص عبادت الہی کی ہدایت لوگوں کو ہوتی ہے، اور خالص عبادت کرنیوالوں کا درجہ ہر ایک رتبہ کے موافق قیامت کے دن بلند فرماوے گا۔ قتادہ کے قول کے موافق یہاں روح کے معنی ”وحی“ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کسی کو نبوت کے قابل پاتا ہے، اس کو نبی مقرر کر کے بذریعہ وحی کے اپنے نبی پر اس لئے احکام بھیجتا ہے، کہ وہ اللہ کے نبی لوگوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرا دیوں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس دوسری نئی زمین پر لوگ حشر کے میدان میں کھڑے کئے جاویں گے، اس زمین پر نہ کسی مکان اور پہاڑ کی کچھ علامت ہوگی، نہ اور کچھ آڑ ہوگی بلکہ صاف میدان چشیل ہوگا۔“ اسی واسطے آگے کی آیت کے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حشر کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی نہ رہے گی۔ جب فتح موت ہو لے گا اور سب مرجائیں گے، تب اکیلا خدا ہی خدا رہ جائے گا۔ اس وقت کہے گا کہ آج بادشاہت اور مملکت کس کی ہے اور کون ملکیت کا مدعی ہے۔ جب کچھ جواب نہ ہوگا تو خود ہی ارشاد فرمائے گا کہ صرف اللہ کی ہے، جو واحد ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، قہار ہے۔ سب پر موت کا حکم دیا، سب پر غالب ہے۔ اس دن ہر جان اچھی بری اپنے اعمال کا بدلہ پائے گی کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”شفاعت اہل کلمہ گنہگاروں کیلئے ہوگی“ اسی واسطے مشرکوں سے کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا قیامت کے دن نہ کوئی دوست ہوگا، نہ شفاعت کرنے والا ہوگا۔ اللہ ہر بات جانتا ہے، نگاہوں کی خیانت، اور چوری نامحرم کو دیکھنے، اور ممنوعات پر نظر ڈالنا، یاد دل میں کچھ نیت کی، یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا اللہ سب بھیدوں کو جانتا ہے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن نیک و بد کا وہی انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ مشرک لوگ خدا کے سوا جن بتوں کو پوجتے ہیں، نہ وہ علم رکھتے ہیں، نہ قدرت۔ یہ بت تو بالکل بت ہی ہیں نہ انکی آنکھیں، نہ ان کے کان، نہ ان میں نیک و بد کے سمجھنے کی عقل۔ اسلئے یہاں دنیا میں یہ مشرک لوگ اپنے بتوں کو مان لیوں قیامت کے دن تو ان مشرکوں کا پورا فیصلہ اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔

لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۗ لِلَّهِ الْوَاحِدِ
 الْقَهَّارِ ﴿۱۱﴾ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا ظُلْمَ
 الْيَوْمَ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۲﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذَا
 الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمٍ ۗ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَيِّمٍ وَلَا
 شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿۱۳﴾ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفَى الصُّدُورُ ﴿۱۴﴾
 وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۗ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ
 بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۲۰﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
 فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ

اللہ پر ان کا کچھ حال چھپانہ ہوگا، (اللہ فرمائے گا): ”آج کس کی بادشاہی ہے“ پھر خود ہی جواب دے گا: ”خاص
 ایک اللہ سب پر غالب کی“ ﴿۱۱﴾ آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی، آج کسی پر کچھ زیادتی نہ ہوگی، بیشک اللہ جلد
 حساب لینے والا ہے ﴿۱۲﴾ اور ان لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈراؤ جس وقت دل حلق کے پاس آجائیں گے غم
 سے بھرے ہوئے، (اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی۔ جس کا کہا مانا جائے ﴿۱۳﴾ اللہ جانتا
 ہے آنکھوں کی خیانت کو اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے ﴿۱۴﴾ اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے، اور وہ مشرک خدا کے سوا جن
 (بتوں) کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، بیشک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۲۰﴾ تو کیا انہوں نے
 زمین میں سفر نہیں کیا تا کہ دیکھتے جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا؟

نافرمانوں کا ذکر

۱۔ کیا ان کفار نے خدا کے ملک خدا کی زمین میں گشت نہیں کیا کہ کارخانہ ہائے قدرت دیکھ کر عبرت پکڑتے، اور دیکھتے کہ
 اگلے کافروں کا کیا انجام ہوا، جو ان سے کہیں زیادہ قوی تھے، ان سے ہزاروں درجے ان کی یادگاریں زمین میں اب تک موجود

كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ
بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَّاقٍ ۝۳۱ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ
تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّهُ قَوِيٌّ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۳۲

کہ وہ لوگ ان سے قوت میں اور ان نشانیوں میں بہت زیادہ تھے جو زمین پر (اپنی یادگار) چھوڑ گئے، پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑا، اور اللہ (کے عذاب) سے ان کا کوئی بچانے والا نہ ہوا ۝۳۱ یہ سزا اس سبب سے ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے پس وہ کافر ہوئے تو اللہ نے ان کو پکڑا، بے شک اللہ بڑی قوت والا، سخت سزا دینے والا ہے ۝۳۲

ہیں۔ قلعہ مکانات وغیرہ، انہوں نے کفر کیا، خدا نے ان کو پکڑ لیا، سزا دی، اور خدا کے عذاب سے انکو کوئی بچانے والا نہ ملا کہ عذاب الہی سے بچا سکتا، عاقل کا کام ہے کہ دوسرے کے حال سے عبرت حاصل کرے۔ اس عہد کے کفار یہ حالات دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے، کیوں نہیں سوچتے کہ پچھلی قومیں ان سے زیادہ قوی و توانا، اور صاحب ثروت و اقتدار ہونے کے باوجود اس عبرت ناک طریقہ پر تباہ کر دی گئیں۔

۱۔ ان آیتوں میں یہ بتلایا کہ ان پچھلے لوگوں کا طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہونا فقط اللہ کے رسولوں کی مخالفت کے سبب سے تھا، اور ان پچھلے لوگوں میں سب سے آخر فرعون کی قوم جو ہلاک ہوئی تھی، اس کا قصہ بھی مثال کے طور پر ذکر فرما دیا۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ پچھلے زمانہ کی تاریخی بات کو یاد دلا کر مشابہت کے طور پر موجودہ زمانہ کی بات کے انجام کو ذہن نشین کرنا، اس مطلب کے ثابت کرنے کیلئے ایک بڑا عمدہ طریقہ ہے۔ اسی مطلب کیلئے قرآن شریف میں جگہ جگہ پچھلے لوگوں کے قصے ذکر فرمائے گئے، اگرچہ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا لیکن توراہ کے زکوٰۃ کے حکم پر موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا منکر ہو کر انکو جادوگر کہنے لگا۔ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، اور اسکے وزیر ہامان اور قارون کے پاس نو معجزے اور قوی ظاہر دلیل دے کر بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے، اور ہمارا حکم ان کو پہنچایا، تو انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے، انکے لڑکوں کو قتل کر ڈالو، اور لڑکیوں کو باندیاں بنا لو۔ جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ سے عاجز آیا تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں سے یہ مشورہ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ارادہ کو فرعون

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ
 هَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ
 مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا
 نِسَاءَهُمْ ۗ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
 ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۗ ج

اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا ﴿۲۳﴾ فرعون اور ہامان قارون کی طرف پس ان لوگوں نے کہا جادو گر ہے بڑا جھوٹا ﴿۲۴﴾ پس جب وہ انکے پاس ہماری طرف سے سچا پیغام لیکر آیا تو کہہ دیا جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے ہیں انکے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور انکی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو اور وہ کافروں کا داؤں (مکر و فریب) نہیں مگر تباہی ﴿۲۵﴾ اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا مجھ کو چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے پروردگار کو (مدد کیلئے) پکارے۔

نے ظاہر کیا، تو غرور سے یہ بھی کہا کہ جس اللہ کی مدد کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ ہے، وہ اپنے اللہ کی مدد کیلئے اور قتل سے بچا دینے کے لئے بلاوے۔ اور قوم کے لوگوں سے یہ بھی کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ چھوڑ دینے میں مجھ کو یہ خوف ہے کہ وہ تمہارے قدیمی دین کو بدلنے اور نئے دین کے پھیلانے میں ایک فساد برپا کر دے گا۔ فرعون کے اس ارادہ کا حال سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منکر حشر لوگوں کی ایذا سے اس لئے اللہ کی پناہ مانگی کہ جن لوگوں کے دل میں ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے، وہ اس طرح قتل ناحق کے درپے نہیں ہوتے، اور اس قتل کے مشورہ کے وقت اس پوشیدہ مسلمان قبیلے کو جوش آیا اور اس نے قوم کو نصیحت کی کہ اے قوم کے لوگو! کیا تم ایسے شخص کے قتل ناحق کے درپے ہو کہ جو اللہ کو معبود اور اپنے آپ کو اللہ کا رسول بتلاتا ہے، اور اپنے رسول ہونے کی نشانیاں بھی اس نے تم لوگوں کو دکھا دیں۔ یہ ایک ہی نشانی کیا کم ہے کہ تم لوگ اس کو جادو گر کہتے ہو، اور تمہارے بڑے بڑے جادو گر اس کے مقابلہ سے عاجز اور خلاف عادت باتوں کو تائید غیبی بتلاتے ہیں۔ اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہیں، تو خدا پر جھوٹ باندھنا کچھ چھوٹی بات نہیں ہے۔ ایک دن ضرور ان پر اس کا وبال پڑے گا۔ مگر یہ تو کہو کہ اگر وہ سچے ہوئے تو سچے شخص نے جس عذاب سے تم کو ڈرایا ہے، اس کا کیا انجام ہوگا۔ کیونکہ ایسے حد سے بڑھ جانے والے لوگ بارگاہ الہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں۔ جو بچوں کو جھوٹا ٹھہرا کر ضد سے انہیں قتل کر ڈالیں۔ یہ میں نے مانا کہ آج ملک مصر کی حکومت تمہارے ہاتھ میں ہے، جس کو تم چاہو قتل کر سکتے ہو، لیکن قتل ناحق کے سبب سے کوئی آسمانی آفت ہم پر آگئی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے وقت پر ہماری مدد کو کون کھڑا ہوگا۔

إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ۖ ﴿٢٦﴾
 قَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ
 الْحِسَابِ ۖ ﴿٢٧﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ
 أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ
 رَبِّكُمْ ۗ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۗ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ
 بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۖ ﴿٢٨﴾
 لِقَوْمٍ لَّكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَهَرِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ فَمَنْ يَبْصُرْنَا مِنْ
 بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۗ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ

بیشک مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ کہیں تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد پیدا کرے ﴿۲۶﴾ اور موسیٰ نے (یہ سن کر) کہا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر تکبر کرنے والے کے شر سے جو قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا ہے ﴿۲۷﴾ اور کہا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان نے کہ جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا کہ کیا تم ایک مرد کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو؟ کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن نشانیاں لایا ہے، اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے، پس اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے، اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں کچھ (حصہ) اس (عذاب) کا پہنچ جائے گا جس کا وہ تم سے وعدہ دیتا ہے، بیشک اللہ راہ نہیں دکھاتا اس شخص کو کہ جو حد سے گزرنے والا جھوٹا ہو ﴿۲۸﴾ اے میری قوم (کے لوگو!) آج تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں غالب ہو، پس اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آجائے۔ فرعون نے کہا کہ میں تو تم کو وہی بات سمجھاتا ہوں

موسیٰ علیہ السلام کا توحیدی اعلان: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو توحید کے اختیار کرنے کا طریقہ لوگوں کو بتلاتے تھے،

إِلَّا مَا أُرِي وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿۱۳﴾ وَقَالَ الَّذِينَ
 آمَنُوا لَيُفْعِلُنَّ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿۱۴﴾

جو مجھے سوچھی ہے (کہ ان کا قتل مناسب ہے) اور میں تم کو وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے ﴿۱۳﴾ اور وہ لے بولا
 جو ایمان لایا تھا: ”اے میری قوم! مجھ کو تمہاری نسبت اگلی جماعتوں کے دن کا سا خوف ہے ﴿۱۴﴾

اس کو فرعون نے اوپر کی آیتوں میں فسادی طریقہ بتلایا، اور جس دہریہ طریقہ پر آپ تھا کہ اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا، اور لوگوں
 کو بت پرستی سکھاتا تھا، اس طریقہ کو اس نے کہا کہ یہ بھلائی کی راہ ہے۔ یہ باتیں فرعون کی کچھ اس سبب سے نہیں تھیں کہ
 فرعون، یا اس کی قوم کو خدا کی خدائی، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا کسی طرح یقین نہ آیا ہو، بلکہ نخوت اور تکبر کے سبب
 سے وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو فساد کی باتیں بتلاتے تھے۔

۱۔ اس مسلمان نے کہا جو قوم فرعون میں سے تھا کہ اے لوگو! مجھ کو یہ خوف ہے کہ کہیں تم پر ایسا عذاب نہ آجائے، جیسا کہ اگلی
 جماعتوں پر آیا۔ جیسے قوم نوح کا حال ہوا تھا، اور قوم عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد گزرے۔ دیکھو ان لوگوں کے
 سامنے پیغمبران برحق نے دعویٰ نبوت کیا، انہوں نے جھٹلایا، اس کا نتیجہ یہ پایا کہ عذاب الہی میں جلا ہوئے، کسی پر کسی قسم کا
 عذاب آیا، کسی پر کسی قسم کا۔ پس اس لئے تم سے کہتا ہوں کہ ذرا سوچ سمجھ کر کام کرو، اگر ان کا قول سچ ہوا، یعنی یہاں پیغمبران برحق
 ہوئے، تو یاد رکھنا کہ سخت بلاؤں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اپنے کئے کی سزا پاؤ گے، دنیا میں برباد ہوگی، اور دین بھی برباد جاوے
 گا۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اللہ تعالیٰ تو کسی پر ظلم کرتا ہی نہیں، ظلم کرنا تو کیسا ظلم کا قصد بھی نہیں کرتا،
 ہاں وہ عادل ہے۔ ظالموں کو ظلم کی سزا ضرور دیتا ہے، اگر تم ظلم کرو گے، تو اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کھٹاڑی مارو گے۔ اسی
 مسلمان نے یہ بھی کہا کہ اے لوگو! میں قیامت کے دن سے خوف کھاتا ہوں، کہ اس روز طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی،
 ہر شخص اپنے سرگروہ کے ساتھ، اور ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی۔ جنتی دوزخیوں کو، اور دوزخیوں جنتیوں کو
 پکاریں گے۔ نیک بختوں اور بد بختوں کو پکارا جائے گا، کہ فلاں سعید ہوا، اب کبھی شقی نہ ہوگا، اور فلاں شقی ہو گیا اب کبھی سعید نہ
 ہوگا۔ اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی، اس وقت ندا کی جائے گی کہ اہل جنت کو اب ہمیشگی ہے موت نہیں۔ اور اہل دوزخ
 کو اب ہمیشگی ہے موت نہیں۔ آگے فرمایا کہ تم سب کو نیشیب و فراز پوری طرح سمجھا چکا، اس پر بھی تم نہ مانو، تو سمجھ لو کہ تمہاری عناد
 و خروبی کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی کر لیا ہے، کہ تم کو تمہاری پسند کردہ غلطی اور گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ پھر ایسے
 تمہارے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اس ایماندار شخص نے اپنی نصیحت میں یہ بھی کہا کہ تم پہلے بھی ایسا ہی کر چکے ہو، جب
 تمہاری ہی قوم میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیغمبری ملی، اور وہ معجزات لے کر تمہارے پاس آئے تو انہیں بھی تم نے نہ
 مانا۔ ان کی نبوت میں بھی تمہیں شک ہی رہا، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد بھی تم نے کفر کیا،

مِثْلَ دَابِّ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۗ وَمَا
 اللَّهُ بِرِيدٍ ظَلِمًا لِّلْعِبَادِ ۝۳۱ وَيَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ
 التَّنَادِ ۝۳۲ يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ
 مَن يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۳ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ
 بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ
 قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۗ

جیسا دستور گزار قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا اور اللہ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا ۝۳۱ اور اے میری قوم! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس دن پکارے گی (یعنی قیامت) ۝۳۲ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے (اور اس وقت) تم کو اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ۝۳۳ اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف (علیہ السلام) روشن نشانیاں لے کر آئے، پس تم اس چیز سے ہمیشہ شک ہی میں رہے، جو وہ تمہارے پاس لائے تھے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا، تم نے کہا: ”ہرگز اللہ اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔“

اور کہا کہ نہ یوسف علیہ السلام رسول تھے، نہ اب بعد میں کوئی رسول آئے گا۔ اس سے بڑھ کر گمراہی اور سرکشی کیا ہوگی حضرت یوسف علیہ السلام نے مردہ گھوڑے کو زندہ کر دکھایا، چھوٹے سے بچے نے ان کی پاکداری پر گواہی دی، ایسے ایسے معجزوں کو بھی جھوٹا سمجھا۔ اب اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا اور عصا وغیرہ معجزات باہرہ دیکھتے ہو اور جھٹلاتے ہو، یہ سخت گمراہی ہے اور جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، یوں بغیر سمجھے ہو مجھے بغیر حجت کے جتنی بننا سراسر حماقت ہے۔ اور جو رسول و قرآن کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کے دن ان پر خدا کا بہت ہی بڑا غصہ ہوگا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک اور اللہ کے ماننے والوں کے نزدیک، بہت بڑی ہلاکت کی بات ہے۔ اور سخت نازیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر متکبر ظالم کے دل پر مہر بھی کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے حق بات ماننے کی دل میں صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس میں کافروں کو تشبیہ ہے کہ قوم فرعون پر کچھ موقوف نہیں، تمہارے دلوں پر بھی مہر ہو گئی ہے۔ جیسا ان کا انجام خراب ہوا، تمہارا بھی ویسا ہی ہوگا۔

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝۳۳ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ
 فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ
 آمَنُوا ۗ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵ وَقَالَ
 فِرْعَوْنُ يَا مَعْزُومُ ابْنُ لِي صِرَاحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝۳۶ أَسْبَابَ
 السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۗ وَكَذَلِكَ
 نُزِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ
 إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝۳۷

اسی طرح سے اللہ گمراہ کرتا ہے اس کو جو حد سے گزرنے والا ہے، شک لانے والا ہے ۝ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں کہ ان کے پاس آئی ہو (ان کا یہ جھگڑنا) اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک سخت نفرت کی بات ہے، اور اللہ اسی طرح مہر کر دیتا ہے ہر تکبر کرنے والے سرکش کے پورے دل پر ۝ اور فرعون نے کہا: ”اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا شاید میں ان رستوں تک پہنچ جاؤں ۝ (یعنی) آسمانوں کے رستوں میں تاکہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور پیشک میں تو موسیٰ (علیہ السلام) کو جھوٹا سمجھتا ہوں“ اور اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کے برے کام بھلے کر دکھائے گئے اور وہ ثواب کی راہ سے روکا گیا تھا اور فرعون کا داؤں (مکر و فریب) ہلاک ہونے ہی کو تھا ۝

فرعون کی نافرمانی

اے فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک اونچا محل تیار کر، تاکہ میں اس پر چڑھ کر آسمان کے رستوں میں پہنچوں، وہاں چڑھ کر ذرا دیکھوں تو سہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا کیسا ہے، اور میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی یقین نہیں کہ میرے سوا کوئی اور خدا بھی ہے۔ فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہلوا یا، اور بت پرستی پھیلائی، اور شریعت موسیٰ کی باتوں کو خرابی کی باتیں بتلاتا، اور اپنے ان سب برے کاموں کو اچھا جانتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے کے داؤ کیلئے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکے قتل کرائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ اتَّبَعُونَ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۖ يَوْمَ
اتَّبَاهُذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۖ

اور وہ لے ایمان والا بولا: ”اے میری قوم! میری پیروی کرو میں تم کو بھلائی کا راستہ دکھاؤں ۖ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی محض چند روزہ برتنے کے لئے ہے اور بیشک ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہی ہے ۖ

آنے کے داؤ کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ کرایا۔ آسمان پر چڑھنے کیلئے اونچا محل بنانے کا حکم دیا، کسی داؤ میں اس کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی واسطے فرمایا فرعون کا جو داؤ تھا وہ مرنے اور تباہی کا تھا۔

۱۔ سورۃ الاعراف (پارہ ۹) میں گزر چکا ہے کہ قوم فرعون پر طوفان کی، ٹڈیوں کی، مینڈکوں کی، غرض طرح طرح کی آفتیں آئیں، اور فرعون اس طرح کا جھوٹا خدا تھا کہ اس سے کوئی آفت نہیں ٹالی گئی، آخر ہر آفت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی التجا کی گئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آفت کو ٹالا۔ اسی بات کو ایماندار شخص نے ہر ایک آفت کو سمجھایا کہ جس طریقہ کو فرعون بھلائی کا طریقہ بتلا رہا ہے، اس طریقہ میں ہرگز کچھ بھلائی نہیں ہے۔ کیونکہ اس طریقہ میں اگر کچھ بھلائی ہوتی تو ان آفتوں کے وقت کچھ بھلائی ضرور پہنچتی۔ ہاں جس طریقہ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نصیحت کرتے ہیں، بھلائی کا طریقہ وہ ہے کہ اس کے طفیل تمہاری سب آفتیں رفع دفع ہو گئیں۔ فرعون نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے روکنے کیلئے اپنے آپ کو مصر کا بادشاہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنگ دست، اور بے عزت کہا۔ اس بات کو ایماندار شخص نے قوم کے لوگوں کو یوں سمجھایا کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، فرعون جیسے بہت سے بادشاہ ہوئے اور مٹ گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے سے آخرت کی جن راحتوں کا وعدہ ہے، ان کو ہمیشگی ہے، اب تم ایمان لاؤ کفر چھوڑو۔ اس لئے کہ جو دنیا میں برے کام کرے گا کفر اختیار کرے گا تو اس کو بُرا ہی بدلہ ملے گا یعنی دوزخ اور جو مرد عورت اچھے کام کرے خالصاً اللہ بشرطیکہ مسلمان ہو، اخلاص والا ہو، تو وہ اچھا بدلہ پائیں گے۔ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں طرح طرح کے رزق دیئے جائیں گے، اور بے حساب روزی ملے گی۔ اب اے قوم کے لوگو! تم ہی ذرا غور کرو کہ جس طریقہ کی میں نصیحت کر رہا ہوں، وہ طریقہ نجات کا ہے۔ کہ اپنی پیدائش کو آنکھ سے دیکھ کر پیدا کرنے والے کی ہستی کا انکار کیا جاوے، فرعون کو خدا مانا جاوے، جس کے خدا ٹھہرانے کی میرے پاس کچھ سند نہیں۔ اور اللہ کے معبود ہونے کی سند تو تم کو معلوم ہے کہ وہ اپنی بادشاہت میں ایسا زبردست ہے کہ اس کی آفتوں کو سو اس کے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ قصور معاف کرنے والا وہ ایسا ہے کہ ہر ایک آفت کے ٹل جانے پر تم نے اسکو معبود ٹھہرانے کا اقرار کیا۔ اور اس نے فقط اس اقرار پر تمہارے پچھلے قصوروں سے درگزر فرما کر ہر ایک آفت کو ٹال دیا۔ غرض اب تک کے بیان سے جو حق بات ثابت ہوئی وہ یہی ہے کہ جس طریقہ کو فرعون نے بھلائی کا طریقہ بتلایا ہے، اس طریقہ کی بھلائی کا دنیا اور آخرت میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ دنیا کی بھلائی کی ناامیدی کے حال تو تم کو دنیا کی

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِمَّنْ
ذَكَرَ أَوْ أُتِيَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ
فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۰﴾ وَ لِقَوْمٍ مَّا لِيَ أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَىٰ وَ
تَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ﴿۳۱﴾ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَ أُشْرِكَ بِهِ مَا
لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۗ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ﴿۳۲﴾ لَا جَرَمَ
أَنَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ

جو شخص برا کام کرے گا تو اس کو تو اسی کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا، اور وہ جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان، پس وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا ﴿۳۰﴾ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو ﴿۳۱﴾ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور خدا کے ساتھ اس چیز کو شریک کروں جس کی حقیقت کا مجھے علم نہیں، اور میں تم کو خدا کے غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں ﴿۳۲﴾ یقینی بات ہے تم مجھ کو جس کی طرف بلاتے ہو اس کا بلا و قبول کرنے کے لائق نہیں، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

آفتوں کے وقت معلوم ہو گئے۔ اب تم اس پر خود غور کر لو کہ جو جھوٹا خدا دنیا کی آفتوں کے ٹالنے میں عاجز ٹھہرا۔ اس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ کہ جب ہم سب اللہ کے روبرو سزا و جزا کے لئے حاضر ہوں گے، اور نافرمان لوگوں کی سزا دوزخ کی آگ قرار پاوے گی، تو کیا اس عاجز خدا میں اس عذاب کے ٹال دینے کی طاقت پیدا ہو جاوے گی۔ اب تو اے قوم کے لوگو! تم میری باتوں کو اوپری دل سے سنتے ہو، مگر آگے جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے۔ آخر کو اس ایماندار شخص نے اپنا انجام اللہ کے سپرد کیا، اور کہہ دیا کہ سب بندوں کا احوال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ تفسیر مقاتل میں ہے کہ اس ایماندار شخص کی نصیحت سے غصہ ہو کر اس کو مار ڈالنا چاہا، وہ پہاڑ کی طرف چلا گیا، اور وہاں نماز میں مشغول ہو گیا۔ فرعون نے ہزار آدمی اس کی جستجو میں بھیجے، اللہ تعالیٰ نے درندے اس کی حفاظت پر مامور کر دیئے۔ جو فرعون نے اس کی طرف آیا، درندوں نے اس کو ہلاک کیا اور جو واپس گیا اس نے فرعون سے حال بیان کیا۔ فرعون نے اس کو سولی دے دی تاکہ یہ حال مشہور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار شخص کو قوم کے لوگوں کی برائی سے بچایا، اور ایسی ایسی زیادتیوں کی سزا میں فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو کر ہلاک کر دیا۔

وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْأُسْرَفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۳۳﴾
 فَسْتَذَكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ۗ وَأَفْوِضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
 بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۴﴾ فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ
 فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿۳۵﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَ
 يُؤْمَتُّوهُمْ السَّاعَةَ ۗ أَدْخَلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۳۶﴾

اور بیشک ہم کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک جو لوگ حد سے گزرنے والے ہیں وہی دوزخی ہیں ﴿۳۳﴾ پس
 جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہتا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ
 اپنے بندوں کے احوال کو (خوب) دیکھتا ہے ﴿۳۴﴾ پھر اللہ نے اس کو (یعنی مومن کو موسیٰ کے ساتھ) ان کے
 فریبوں کی برائی سے بچالیا اور فرعون والوں کو (مع فرعون کے) سخت عذاب نے آگھیرا ﴿۳۵﴾ وہ آگ جس پر
 صبح اور شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، حکم ہوگا فرعون والوں کو (مع فرعون کے) سخت
 تر عذاب میں داخل کرو ﴿۳۶﴾

عذاب قبر کا بیان

۱۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فرعونوں کی رو میں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ
 پر پیش کی جاتی ہیں، اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے، اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا، اور
 قیامت کے دن اللہ فرشتوں کو حکم کرے گا کہ لو آج فرعون اور اس کی قوم کو نہایت سخت عذاب میں نیچے کے طبقے میں داخل کرو۔
 بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح و شام پیش کیا جاتا ہے جنتی پر جنت کا، اور دوزخی پر دوزخ
 کا۔ اور اس سے کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کیلئے ہر ایک شخص کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا، اور عذاب
 قبر جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔ صحیح حدیثوں سے منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت روح کا مردہ کے جسم میں پھر آنا پایا
 جاتا ہے، اور اس وقت کے عذاب کا ذکر جو کچھ حدیث میں آیا مثلاً قبر کا بھینپنا دونوں کانوں کے بیچ میں فرشتوں کا گر مارنا،
 اس سے بھی روح اور جسم دونوں پر عذاب قبر کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

وَإِذْ يَتَحَايُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعْفُو الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا
 كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّعْتَدُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۳۷﴾ قَالَ
 الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۳۸﴾ وَ
 قَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا
 مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۳۹﴾ قَالُوا أَوْلَمْ تَأْتِكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ط قَالُوا
 بَلَىٰ ط قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دَعُوا الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ﴿۴۰﴾

اور (یاد دلاؤ) جبکہ کفار اے دوزخ میں آپس میں جھگڑیں گے تو کمزور لوگ سرکشوں سے کہیں گے: ”بیشک ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ دفع کرنے والے ہو“ ﴿۳۷﴾ وہ سرکش کہیں گے کہ ہم سب دوزخ میں ہیں (ہم تمہارے ساتھ کچھ کام نہیں کر سکتے) بیشک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہے ﴿۳۸﴾ اور جو آگ میں ہیں جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار کی جناب میں دعا کرو کہ ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے ﴿۳۹﴾ داروغہ کہیں گے: ”کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزات لے کر نہ آئے تھے“، کہیں گے: ”ہاں آئے تھے“، داروغہ کہیں گے: ”پس تم ہی دعا کرو“ (ہم کافر کے حق میں دعا نہ کریں گے) اور کافروں کی دعا نہیں مگر تباہی کو ﴿۴۰﴾

اے محبوب ﷺ! آپ اپنی قوم سے جہنم کے اندر کفار کے آپس میں جھگڑنے کا حال ذکر فرمائیے کہ جب سب کفار دوزخ میں جمع ہوں گے، تو آپس میں جھگڑا کریں گے۔ کمزور لوگ سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں تمہارے تابع دار تھے، اور تمہاری بدولت ہی کافر بنے۔ اب اتنا کرو کہ کوئی حصہ عذاب کا ہم سے دفع ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم سب اس میں مبتلا ہیں، ہم عذاب کا کوئی حصہ دفع نہیں کر سکتے۔ اللہ فیصلہ کر چکا اپنے بندوں کے حق میں کہ ایمانداروں کو اس نے جنت میں داخل کر دیا، اور کافروں کو جہنم میں۔ جو ہونا تھا ہو چکا، جب دوزخیوں پر عذاب کی سختی ہوگی، اور صبر باقی نہ رہے گا، اور خدا کو پکارتے پکارتے تھک جائیں گے، تو دوزخ کے داروغہ سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم سے کچھ عذاب کم کر دے۔ جتنا دنیا کا دن ہوتا تھا اتنی ہی دیر مہلت مل جائے۔ داروغہ ان کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس خدا کے رسول نہیں آئے تھے، کیا انہوں نے ظاہر معجزات پیش نہ کئے تھے۔ کہیں گے: ”کیوں نہیں“، تب داروغہ ان سے کہیں گے: ”تم خود دعا کرو“

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ
الْأَشْهَادُ ۝۵۱ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذِرَاتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ
لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝۵۲ وَ لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَ أَوْرَثْنَا بَنِي
إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝۵۳ هُدًى وَ ذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝۵۴

بیشک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں ضرور مدد کریں گے اور اس روز بھی کہ گواہ
کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کے دن) ۵۱ جس دن ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کا عذر کرنا کچھ فائدہ نہ
دے گا، اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر (یعنی جہنم) ہے ۵۲ اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ
السلام) کو رہنمائی (یعنی توریت اور معجزات) عطا فرمائی اور ہم نے بنی اسرائیل ۱ کو اس کتاب (یعنی
توریت) کا وارث کیا ۵۳ عقلمندوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے ۵۴

ہم کافروں کے حق میں دعا نہ کریں گے، اور نہ ہم اس عذاب سے تمہاری رہائی چاہتے ہیں۔ ہم تم سے بہت بیزار ہیں، اس قدر
تم کو جتائے دیتے ہیں کہ تم دعا کرو یا نہ کرو، دونوں یکساں ہیں۔ کیونکہ کافروں کی دعا لائق قبول ہونے کے نہیں بالکل بیکار بے
اثر ہے۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے، دنیا میں مدد کریں گے، ان کو غلبہ عطا فرمائیں
گے، اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے، یعنی قیامت کے دن کہ ملائکہ رسولوں کی تبلیغ، اور کفار کی تکذیب کی گواہی
دیں گے، اب ان گواہوں کے بعد کافروں کا کوئی عذر نہ سنا جاوے گا، اور رحمت الہی سے محروم کیا جا کر، دوزخ میں ان کو
جھونک دیا جاوے گا۔

منکرین کا ذکر

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، یعنی توریت جو کتاب ہدایت تھی، اور بنی اسرائیل کو
کتاب کا وارث بنایا، اس سبب سے، کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کی کتاب، اور رسول کی تابعداری پر صبر کیا، اور جس کتاب
کے وہ وارث کئے گئے، اس میں ان کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل کامل عطا فرمائی۔ اب آگے اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! آپ کفار کی زبان درازی اور فریب بازی پر صبر کیجئے۔ خدا کا وعدہ حق و یقین ہے، ضرور
تمہاری اور تمہارے ساتھ کے مسلمانوں کی مدد ہوگی۔ اور دشمن ہلاک ہوں گے، اور خدا سے اپنی امت کے واسطے استغفار

فَأَمَّا إِنْ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَاسْتَعْفَرَ لِدُنُوبِكَ وَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ
بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝۵۵ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ
سُلْطَنٍ أَتَاهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ
بِاللَّهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝۵۶ لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ
مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝۵۷

پس (اے محبوب! ﷺ) تم کافروں کی ایذا پر صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اپنوں (یعنی اپنی امت) کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کرو ۝۵۵ بیشک وہ (کفار) جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے کہ ان کے پاس آئی ہو، نہیں ہے ان کے دلوں میں مگر برائی کی ہوس کہ وہ وہاں تک پہنچنے والے نہیں، بس تم اللہ کی پناہ مانگو، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے ۝۵۶ بیشک اے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۝۵۷

اور بخشش چاہیں اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تعریف کریں۔ ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں، پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔ یہ حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر ساری امت کو سنایا۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! جو لوگ خدا کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، یعنی رسول و قرآن کو نہیں مانتے، جھوٹے خیالات پکاتے ہیں، بغیر سند کے طرح طرح کے جھگڑے نکالتے ہیں، وہ بڑے متکبر غروری ہیں۔ ان کا یہی تکبر ان کی تکذیب و انکار، اور کفر کے اختیار کرنے کا باعث ہوا، کہ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی ان سے اونچا ہو۔ اس لئے آنحضرت ﷺ سے عداوت کی بایں خیال فاسد کہ اگر آپ کو نبی مان لیں گے، تو اپنی بڑائی جاتی رہے گی، اور امتی اور چھوٹا بننا پڑے گا، اور ہوس رکھتے ہیں بڑے بننے کی، ہرگز ہرگز بڑائی میسر نہ آئے گی، بلکہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت و انکار ان کے حق میں ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ان کے غرور اور تکبر کی باتیں سنتا ہے، اور ان کے اعمال بد کو دیکھ رہا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وقت مقررہ پر ان سب باتوں کا فیصلہ ہو جاوے گا۔

۱۔ شان نزول: یہ آیت منکرین بعثت کے رد میں نازل ہوئی۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا بنانا آدمی کے پیدا کرنے سے بڑھ کر ہے، لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔ یہ اشارہ ان کفار کی طرف ہے جو قرآن کے منکر اس وجہ سے تھے کہ اس میں قیامت کا ذکر ہے۔ ان کو قیامت کا اعتقاد نہ تھا، اور مردہ کا زندہ ہونا ان کو محال نظر آتا تھا۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ جس خالق نے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
 الصَّالِحَاتِ وَلَا السُّيَءِ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ السَّاعَةَ
 لَأْتِيَةٌ ۗ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ
 رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۗ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ
 عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ ﴿٦٠﴾

اور لہ اندھا (یعنی جاہل) اور آنکھوں والا (یعنی عالم) برابر نہیں، اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور
 نہ بدکار برابر ہیں، تم لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو ﴿٥٨﴾ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں
 لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے ہیں ﴿٥٩﴾ اور تمہارے پروردگار نے فرمایا: ”تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول
 کروں گا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے“ ﴿٦٠﴾

آسمان اور زمین کو پیدا کر دیا، اسے آدمی کا پیدا کرنا مشکل ہے، اور آدمی بھی ہزاروں پیدا کر دیئے، جس نے ایک بار پیدا کر
 دیئے، اسے دوسری بار پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

لہ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اسی طرح ایماندار نیک کردار اور کافر بدکار برابر نہیں،
 کیونکہ ایماندار شخص جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراطِ مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، اور اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اور اللہ کو
 پہچانتا ہے، اور کافر اندھے جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا، اور قدرت کی نشانیوں کو نہیں دیکھتا، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔
 پھر فرمایا کہ ان کا اندھا پن اسلئے ہے کہ یہ اللہ کی دی ہوئی سمجھ سے کام نہیں لیتے، اگر ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو بت پرستی، حشر
 کے انکار اور ایسی اور نافرمانی کی باتوں کی برائی ان کو اچھی طرح سب کھل جاوے۔ پھر فرمایا کہ ان میں کے اکثر لوگ حشر کے
 منکر ہیں تو ہوں، ان کے انکار سے انتظام الہی کچھ پلٹ نہیں سکتا۔ بلکہ انتظام الہی کے موافق سزا و جزا کیلئے دوبارہ زندہ کرنے
 کی قیامت ضرور آنے والی ہے۔ کسی کے انکار سے اس کا آثار نہیں سکتا، اس واسطے اللہ کا حکم سب بندوں کو یہی ہے کہ وہ
 خالص دل سے اللہ کی عبادت کریں، جو کوئی اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ آیت میں دعاء کے معنی
 ”عبادت“ کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے الدعاء هو العبادۃ (ابوداؤد، ترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہونگے
 کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۲۱﴾
 اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَاَن تُوْفِكُونَ ﴿۲۲﴾
 كَذٰلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يٰبٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ اللَّهُ الَّذِي
 جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۗ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ
 صُوْرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ ۗ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۗ

وقف لازم

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات کو پیدا کیا تاکہ اس میں آرام کرو، اور دن دیکھنے کے لئے روشن پیدا کیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے ﴿۲۱﴾ وہ ہے اللہ تمہارا پروردگار، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس (تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر) کہاں اوندھے جاتے ہو ﴿۲۲﴾ اسی طرح وہ لوگ بھی اوندھے چلا کرتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿۲۳﴾ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ اور آسمانوں کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہاری صورت بنائی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار۔

۱۔ ان آیتوں میں مثال کے طور پر سمجھانے کے لئے رات دن کے پیدا کرنے کا فضل اور احسان بتایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات پیدا کی، کہ تم اس میں تسکین و آرام پاؤ، اور دن پیدا کیا کہ چلو پھر کام دھندا کرو، روشنی میں جو کام چاہو انجام دو۔ اللہ آدمیوں پر فضل و احسان والا ہے مگر اکثر آدمی شکر نہیں کرتے، ایمان نہیں لاتے۔ خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے سب سے برتر ہے، سوائے اس کے کوئی معبود خالق نہیں۔ غور کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی ضرورت کی ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، تو پھر یہ کافر لوگ اپنے پیدا کر نیوالے کی عبادت سے کیوں پھرے ہوئے ہیں۔ کیا انکو معلوم نہیں کہ ان کی عادتوں کے لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں، اور ان کا انجام جو کچھ ہو وہ ان کو کئی دفعہ سنا دیا گیا ہے کہ آخر طرح طرح کے عذابوں سے وہ ہلاک ہو گئے۔ اگر یہ لوگ ان کے قدم بقدم رہے تو یہی انجام انکا ہوگا۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں: ۲۔ اوپر کی آیت کے بعد دوسرے فضل اور احسان کا ذکر فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے

فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٣﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ
 مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٤﴾ قُلْ إِنِّي
 نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي
 الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٥﴾

پس بڑی برکت والا ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۲۳﴾ وہی (ہمیشہ ہمیشہ) زندہ (رہنے والا) ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم خالص اس کے بندے ہو کر اس کی عبادت کرو، سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے ﴿۲۴﴾ تم (ان مشرکین سے) کہ فرماؤ: ”بیشک میں منع کیا گیا ہوں اس سے کہ میں ان کی پرستش کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جب کہ میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں آئیں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں رب العالمین کی تابعداری کروں“ ﴿۲۵﴾

لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ مثل بچھونے کے بنایا تاکہ تم اس پر چلو پھرو، سوؤ بیٹھو، ہر ایک طرح کا آرام حاصل کرو۔ پہاڑوں کی میٹھوں سے اس کو ایسا مضبوط جمادیا کہ ہل نہیں سکتی، ورنہ تم کو اس پر رہنا مشکل ہو جاتا، اور آسمان کو تمہارے لئے مثل چھت کے بنا دیا۔ اے انسانو! تمہاری ماؤں کے شکموں میں صورتیں بنائیں، اور ان کو نہایت عمدہ طریقہ سے بنا کر سنوارا۔ یعنی حیوانات کی نسبت انسان کی شکل خوبصورت پیدا فرمائی، اور تم کو مزید اچیزیں کھلائیں یعنی جانوروں کی خوراک کے اعتبار سے انسان کی خوراک عمدہ پیدا فرمائی، یا یہ کہ حلال کھانا دیا۔ یہ تمہارا خدا ہے جس نے تم پر ایسے ایسے احسانات کئے، پس اس کا شکر ادا کرو۔ وہ بڑی عظمت و برکت والا خدا ہے، سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ سب حیوان و انسان وغیرہ کا وہی اللہ ہے، جو ہمیشہ سے زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اسکے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پس اے بندو! اسی کی بخلوص دل عبادت کرو، سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔

۱۔ شان نزول: کفار نابکار نے براہ جہالت و گمراہی اپنے دین باطل کی طرف حضور پر نور سید عالم ﷺ کو دعوت دی تھی۔ اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَ مِنْكُمْ مَنْ يُوْتِي مِنْ قَبْلِ وَ لِتَبْلُغُوا أَجْلًا مُّسَمًّى وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَ يُيْتِّئُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٦٥﴾

وہی ہے کہ جس نے تم کو (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے، پھر خون کی پھٹک سے، پھر تم کو بچہ بنا کر (اس کے پیٹ سے) نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر باقی رکھتا ہے کہ تم بوڑھے ہو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے اور باقی رکھتا ہے کہ تم ایک وعدہ مقررہ تک پہنچو اور (یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے) تاکہ تم سمجھو ﴿٦٤﴾ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس جب کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے ﴿٦٥﴾

۱۔ وہ پروردگار جس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو خاک سے بنایا، پھر تاسل کا سلسلہ یوں قائم کیا کہ تم کو مٹی کے قطرہ سے پیدا کرتا ہے، پھر اس قطرہ مٹی کو خون کی پٹکی بنا دیتا ہے، پھر سب اعضاء درست کیے جاتے ہیں، پھر جان ڈالی جاتی ہے۔ پھر بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے، پھر جوان بنتا ہے، پھر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اس تمام عمر میں کس قدر قدرت اللہ کی ظاہر ہوتی ہے، اور کس قدر احسان اللہ کے بندوں پر ہوتے ہیں۔ اگر انصاف کی آنکھیں میسر ہوں تو بار احسان سے سر نہ اٹھا سکے۔ ہر وقت اللہ کی عبادت میں رہے، دنیا کے کاروبار سے نفرت ہو جائے، اللہ کی یاد سے رغبت ہو جائے۔ اولیاء اللہ جو دنیا سے بیزار ہو جاتے ہیں، یہی سبب ہے کہ وہ ان معاملات کو غور کر کے دیکھتے ہیں، اور اللہ کی قدر پہچانتے ہیں۔ ہم لوگ فرائض سے بھی قاصر ہیں۔ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ ”تم میں سے بعض ایسے ہیں کہ وہ بڑھاپے سے قبل ہی مر جاتے ہیں، کوئی ماں کے پیٹ میں مرا، اور کوئی بچپن میں، کوئی لڑکپن میں اور کوئی جوانی میں مر جاتا ہے۔ ہر ایک کے لیے معیاد مقرر ہے۔ اس معیاد میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اور سب کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ تاکہ تم خالق کی قدرت پر غور کرو اور انواع قدرت کو دیکھ کر اس کو خالق اور معبود مانو۔ اب ان منکرین حشر کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جس صاحب قدرت نے انسان کی پہلی پیدائش میں اپنی یہ قدرت دکھائی اس کی قدرت کے آگے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ مٹی سے دوبارہ پتلا بنا کر اسی پتلے میں روح پھونک دے۔ پھر فرمایا پہلی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ ط أَنَّى يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾
 الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِأَٰرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ
 يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذَا لَأَغْلِقُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ ط يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾

کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ (دین حق اور ایمان سے) کہاں پھرے جاتے ہیں ﴿٦٩﴾ جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اسے جو کچھ ہم نے رسولوں کیساتھ بھیجا پس وہ عنقریب (اپنی تکذیب کا انجام) جان جائیں گے ﴿٧٠﴾ جب طوق ہوں گے انکی گردنوں میں اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے ﴿٧١﴾

دفعہ کا جینا اور مرنا جو اللہ کے حکم سے ہے وہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، دوبارہ جینے کو یہ لوگ مشکل جانتے ہیں اللہ کے حکم کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ جس کام کے ہو جانے کے لئے اس کا حکم ہو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

مشرکوں کی ہٹ دھرمی

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ باوجود اس طرح تفصیل سے سمجھانے کے بھی یہ مشرک لوگ کس طرح کی ہٹ دھرمی کرتے ہیں، اور اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ابھی ان مشرکوں کو اس ہٹ دھرمی کے جھگڑوں کا انجام کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ جس وقت اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کے جرم میں ان لوگوں کو مجرموں کی طرح طوق اور زنجیر میں جکڑ کر دوزخ میں ڈالا جاوے گا، اس وقت ان کو اس ہٹ دھرمی کی سب حقیقت کھل جاوے گی پھر فرمایا کہ جن بتوں کی مذمت سے چڑ کر یہ لوگ آج اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں، کل قیامت کے دن جب یہ مشرک اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے۔ تو ان بتوں کے معبود بنانے سے صاف منکر ہو جائیں گے۔ اور ان کا وہ انکار کچھ کام نہ آئے گا اور دوزخ میں ان کو جتلیا جاوے گا کہ دنیا میں ہٹ دھرمی، اور ناحق طور پر جو تم اتراتے تھے، اور اللہ کی آیتوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، آج یہ اسی کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑا۔ پھر اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں کے بیجا جھگڑے پر صبر کرنا چاہئے، کیونکہ ان مشرکوں پر انکے بے جا جھگڑوں کا وبال اللہ کے وعدہ کے موافق دنیا میں پڑنے والا ہے۔ فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے، وقت مقررہ آتے ہی یہ مشرک زیر ہو جائیں گے، اور اللہ کے رسول ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ اور اگر دنیا کے وبال سے بعضے لوگ ان میں سے بچ گئے، اور کفر کی حالت میں مر گئے، تو وہ عاقبت کے عذاب میں پکڑے جاویں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے بہت سے مشرک تو آنحضرت ﷺ کے روبرو ہی زیر ہو گئے۔ پھر صحابہ کے زمانہ میں بہت سے ملک فتح ہوئے، اور جو لوگ حالت کفر پر رہے، ان کا دین و دنیا کا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں یہ لوگ نہایت ذلت سے مارے گئے، اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

فِي الْحَيِّمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۙ ﴿٤٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ آئِنَ مَا كُنْتُمْ
 تَشْرِكُونَ ۙ ﴿٤٣﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۙ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا
 مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۙ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۙ ﴿٤٤﴾ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
 تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ۙ ﴿٤٥﴾ أَدْخُلُوا
 أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَلِدِينَ فِيهَا ۙ فَبئسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۙ ﴿٤٦﴾
 فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۙ فَمَا نُرِيكَ بِبَعْضِ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ
 نَتَوَفَّيَكَ فَأَلَيْنَا يَرْجِعُونَ ۙ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ
 مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۙ

کھولتے پانی میں، پھر آگ میں دہکائے جائیں گے ﴿٤٢﴾ پھر ان سے کہا جائے گا جن کو تم اللہ کے سوا شریک مقرر
 کرتے تھے ﴿٤٣﴾ کہاں گئے، کہیں گے وہ تو ہماری نظر سے گم ہو گئے بلکہ ہم اس سے پہلے ہرگز کچھ نہیں پوجتے تھے
 اللہ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے ﴿٤٤﴾ یہ عذاب اس سبب سے ہے کہ تم دنیا میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس
 سبب سے ہے کہ تم اترتے تھے ﴿٤٥﴾ (اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کو، پس کیا ہی
 بری جگہ ہے غرور کرنے والوں کی ﴿٤٦﴾ پس تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس اگر ہم تمہیں (تمہاری وفات
 سے پہلے) کچھ وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے دکھا دیں، یا تم کو (اس سے) پہلے ہی وفات دیں پس انہیں
 ہماری طرف پھرنا ہے ﴿٤٧﴾ اور لے بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے، بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ان
 کا احوال ہم نے تم سے بیان کر دیا اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کا احوال ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

لہ اللہ تعالیٰ نے پچھلے نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ فرما کر آنحضرت ﷺ کی تسکین فرمائی کہ ہمیشہ سے اللہ کے نبی اور رسول
 آتے رہے، اور منکر لوگ ان سے جھگڑا کرتے آئے ہیں۔ اور وہ وقت مقررہ آنے کے ساتھ ہی اس طرح فیصلہ اللہ کی طرف

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ
 قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۴۸﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ
 الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۴۹﴾ وَلكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَ
 لِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
 تُحْمَلُونَ ﴿۵۰﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۗ فَأَمَّا آيَاتِ اللَّهِ تَتَكَبَّرُونَ ﴿۵۱﴾

اور کسی نے رسول کو مقدر نہ تھا کہ اللہ کے بغیر حکم کوئی نشانی لے آئے، پس جس وقت اللہ کا حکم آئے گا تو انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت اہل باطل نقصان میں رہیں گے ﴿۴۸﴾ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے تاکہ تم ان میں سے کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ ﴿۴۹﴾ اور تمہارے لئے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور (اسلئے بنائے) تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے مقصد تک پہنچو جو تمہارے دل میں ہے اور ان پر (خشکی میں) اور کشتیوں پر (دریا میں) سوار ہوتے ہو ﴿۵۰﴾ اور یہ خدا تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پس اللہ کی کس کس نشانیوں کا انکار کرو گے؟ ﴿۵۱﴾

سے ہوا ہے، جس سے منکروں کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ اور بعضے پچھلے نبی اور رسولوں کا حال تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مثال کے طور پر جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، اور کتنے نبی اور رسولوں کا ذکر بھی نہیں فرمایا۔

۱۔ شان نزول: کافر سخر اپن کے طور پر نئے نئے معجزے مانگتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات

۲۔ اللہ کی وہ ذات ہے جس نے تمہارے فائدہ کے واسطے گائے اونٹ بکری وغیرہ جانور پیدا کئے۔ ان میں سے کسی پر سوار ہوتے ہو، اور کسی کا گوشت کھاتے ہو۔ اونٹ پر سوا بھی ہوتے ہیں، اور اس کا گوشت بھی کھاتے ہیں، اور اس پر بوجھ لاد کر دور دور شہروں میں سفر کرتے ہیں۔ اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں، اور دودھ پیتے ہیں، اور بیلوں سے کھیتی کرتے ہیں۔ اور بکری کا گوشت کھاتے ہیں، اور دودھ پیتے ہیں، اور پھر ان سب کے بال کاٹے جاتے ہیں۔ ان سے برتنے کی چیزیں بنائی جاتی ہیں، ان کی کھال طرح طرح کے کام میں لائی جاتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانعام اور سورۃ النحل میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اسی واسطے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر یہ حال بیان کیا اور فرمایا کہ تمہارے اور نفع ہیں، خشکی کے سفر میں اونٹوں سے، اور دریا کے سفر میں کشتیوں سے کام لیا جاتا ہے۔

آثار موت کے وقت ایمان قبول نہیں: یہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی قدرت سے اللہ کے معبود حقیقی

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ ۗ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا
 أَعْنَىٰ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۲﴾

کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ دیکھتے جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا، (حالانکہ) وہ لوگ ان سے بہت زیادہ تھے اور قوت میں سخت اور نشانوں میں (بھی)، جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں پس وہ جو کما تے تھے ان کے کچھ کام نہ آیا ﴿۸۲﴾

ہونے سے بے خبر ہیں، ان کے خبردار کرنے کیلئے یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یہ سب نشانیاں دیکھ کر بھی یہ بے خبر لوگ اپنی بے خبری سے باز نہیں آتے، تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آخر یہ لوگ اللہ کی قدرت کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کریں گے۔ خود اپنی پیدائش کے منکر ہیں کہ سوا اللہ کے کسی اور کو ان کی پیدائش میں دخل ہے، یا ان کی ضرورت کی چیزیں کسی اور نے پیدا کر دی ہیں۔ اور جب اللہ کے اس سوال کا جواب یہ لوگ نہیں دے سکے، تو پھر جن بتوں کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں، ان بتوں کو اللہ کا شریک کرنے کا کون سا حق حاصل ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ نشانی بھی عبرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے کہ پہلے لوگوں کی عمارتوں کی حیثیت سے وہ پچھلے لوگ قوت میں، مال و متاع میں حال کے لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ لیکن اللہ اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کے سبب سے جب ان کی تباہی اور برباد ہونے کا وقت آ گیا تو ان کی قوت، ان کی مالداری ان کے کچھ کام نہ آئی۔ اسی طرح اگر یہ لوگ بھی سمجھانے سے نہ مانیں گے، اور اللہ کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئیں گے، تو یہی انجام ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اب تو یہ لوگ پچھلے لوگوں کی طرح اللہ کے رسول کی نصیحت کو مسخر اپن میں اڑا دیتے ہیں۔ لیکن معلوم رہے کہ نصیحت کے سمجھنے کا وقت جب ہی تک ہے کہ غیب کی باتوں پر بغیر دیکھے آدمی ایمان لاوے۔ جب اللہ کا عذاب آ جاوے گا، یا موت کے وقت عذاب کے فرشتے آدمی کو نظر آنے لگیں گے، یا قیامت کے آثار نمودار ہو کر آفتاب مغرب سے نکل آوے گا، پھر نہ مشرک کا ایمان قبول ہوگا نہ گنہگاروں کی توبہ قبول ہوگی۔ اوپر گزر چکا ہے کہ عذاب الہی کے آنے کے بعد غرق ہوتے وقت فرعون ایمان لایا اور قبول نہ ہوا۔ غرض دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ مجبوری کے وقت یہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی، اس لئے انتظام الہی میں کسی کا مجبوری کا ایمان، یا مجبوری کی توبہ قبول ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اسی واسطے پچھلے کافر لوگوں نے مجبوری کے وقت فرمانبرداری کا اقرار کیا، لیکن ان کے اس بے وقت کے اقرار نے ان کو آخرت کی خرابی سے کچھ نہ بچایا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ بِبَيِّنَاتٍ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَ
 حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا
 بِاللَّهِ وَحُدَاهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ
 إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ
 وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۵﴾

پس جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے اسی علم پر خوش رہے جو ان کو دنیا
 میں حاصل تھا اور ان کو اس چیز (یعنی عذاب) نے گھیر لیا جس کے ساتھ وہ ہنسی کرتے تھے ﴿۸۳﴾ پس جب انہوں
 نے ہمارا عذاب (آتے) دیکھا تو کہنے لگے کہ (اب) ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے
 منکر ہوئے جن کو ہم اس کا شریک مقرر کرتے تھے ﴿۸۴﴾ پس ان کا ایمان ان کو ہرگز نفع نہیں دیتا تھا، جبکہ انہوں نے
 ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا ہے اور اس وقت کا نقصان میں رہے ﴿۸۵﴾

﴿۵۲﴾ اب آیتھا ﴿۵۱﴾ ﴿۲۱﴾ سُوْرَةُ حَمَلِ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۲۱ ﴿۲۰﴾ ﴿۱۹﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿۱۷﴾ ﴿۱۶﴾ ﴿۱۵﴾ ﴿۱۴﴾ ﴿۱۳﴾ ﴿۱۲﴾ ﴿۱۱﴾ ﴿۱۰﴾ ﴿۹﴾ ﴿۸﴾ ﴿۷﴾ ﴿۶﴾ ﴿۵﴾ ﴿۴﴾ ﴿۳﴾ ﴿۲﴾ ﴿۱﴾ ﴿۰﴾

سورہ حم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ حم سجدہ: ہر صبح و شام سو بار اس سورت کا پڑھنا حاکم کے ظلم سے بے خوف کرتا ہے بلکہ حاکم کا اس پر
 رحم ہوتا ہے اس سورت کو عرق گلاب اور زعفران سے لکھ کر آب باراں سے دھو کر اس میں سرمہ پیس کر لگانے سے یا خود اس پانی
 سے آنکھ دھونے سے سفیدی اور آشوب اور ناخن وغیرہ کو نافع ہوتا ہے۔

حَمِّ ۱ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۲ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا
عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۳ بِشِيرٍ أَوْ نَذِيرًا ۴ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ
لَا يَسْمَعُونَ ۵ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي
أَذَانِنَا وَقُرْءٍ مِّنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَأَعْمَلْنَا لِنَاغْمِلُوكُمْ ۶

یہ لہ (کلام) بڑے رحم والے مہربان کی طرف سے اتارا گیا ہے ۱ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں واضح کی گئی ہیں حالانکہ قرآن عربی (زبان میں) ہے ایسے لوگوں کے لئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں ۲ (ایمان والوں کو) خوشخبری دیتا اور (منکروں کو) ڈر سنا تا ہے، پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیرا پس وہ سنتے ہی نہیں ۳ اور وہ (مشرکین آنحضرت ﷺ سے) کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم ہمیں بلا تے ہو ہمارے دل اس بات سے غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے، پس تم اپنا کام کرو بیشک ہم بھی اپنا کام کرتے ہیں ۴

۱۔ مشرکین کہتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں، محمد ﷺ نے خود بنا لیا ہے۔ اس واسطے اللہ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور طرح طرح سے اس باب میں مشرکین کو قائل کیا ہے۔ کہیں فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن کو کلام الہی نہیں جانتے تو اس کے مانند کچھ آیتیں بنا کر یہ بھی پیش کریں۔ یہاں فرمایا کہ ان ہی لوگوں کی زبان میں یہ قرآن ایسا نازل کیا گیا ہے، جس میں پہلی کتابوں کے سچے قصے، ہر طرح کے احکام، دنیا کی پیدائش کا، اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد کا حال، یہ سب باتیں تفصیل سے ہیں۔ اور اُمی رسول ﷺ پر یہ باتیں اتاری گئی ہیں، جس سے ہر سمجھدار شخص کی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آسکتی ہے، کہ اُمی تو درکنار کوئی پڑھا لکھا آدمی بھی اس طرح کی غیب کی باتیں ہرگز نہیں بتلا سکتا۔ پھر فرمایا اس قرآن کی نصیحت پر عمل کر نیوالوں کو عقبی کی بہبودی، اور نہ عمل کر نیوالوں کو عقبی کی خرابی، اگرچہ اس قرآن میں اچھی طرح سے بتلا دی گئی ہے، مگر ان مشرکین میں سے اکثر لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے مکڑائی کرتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ سے کہتے ہیں کہ قرآن کی نصیحت کے سمجھنے سے ہمارے دل گویا ایک غلاف میں ہیں۔ ہمارے دلوں پر یہ نصیحت کسی طرح اثر نہیں کر سکتی، کیونکہ جس طرح اس نصیحت کے سمجھنے سے ہمارے دل غلاف میں ہیں، اسی طرح اس نصیحت کے سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتا، گویا ہم تم کو نصیحت کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھتے بھی نہیں۔ اسلئے تم اپنے دین پر رہو، اور اپنے خدا سے ہماری ہلاکت کی دعا مانگو، اور فکر کرو ہم اپنے دین پر قائم ہیں۔ تمہارے خلاف جو ہو سکے گا، کریں گے، اور اپنے خداؤں سے مدد مانگتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنبَاءِ إِلَهكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ
فَاسْتَقِيبُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ۗ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ﴿٦﴾ الَّذِينَ
لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٧﴾

تم فرماؤ: ” آدمی اے ہونے میں تو (ظاہراً) تم جیسا ہی آدمی ہوں میری ۱۲ طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا پروردگار ایک ہی معبود ہے، پس اس (معبود برحق) کی طرف سیدھے متوجہ ہو اور اس سے بخشش طلب کرو اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے ﴿۷﴾ وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں اور آخرت کے بھی منکر ہیں ﴿۶﴾

مشرکوں کو جواب

اے اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں کی باتوں کے جواب میں کہہ دو، ”ظاہر میں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات سنی بھی جاتی ہے، اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر کوئی جنسی مغایرت بھی نہیں ہے۔ تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے، نہ تمہارے سننے میں آئے، اور میرے تمہارے درمیان کوئی پردہ ہو۔ اگر بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں نہ ہم انکے کلام کو سمجھ سکیں۔ ہمارے انکے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑا پردہ ہے، لیکن یہاں تو ایسا نہیں، کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے، اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے، اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔“ فائدہ: آنحضرت ﷺ کا بالحاظ ظاہر، ”أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ فرمانا حکمت ہدایت و ارشاد کیلئے بطریق تواضع ہے، اور جو کلمات تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں۔ چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا، یا اس سے برابری ڈھونڈنا ترک ادب، اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمتی کو روا نہیں کہ وہ حضور سے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔

۱۲ میری طرف خدا نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام وحی بھیجی ہے کہ جو تمہارا معبود ہے، وہ یکتا ہے اس کے لڑکانہ، شریک، اسکی طرف متوجہ ہو، کفر سے توبہ کرو، حق پر قائم رہو، توحید پر چلو، استغفار کرو، ورنہ مشرکین کیلئے بڑی خرابی ہے۔ آگے منع زکوٰۃ سے خوف دلانے کیلئے فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ زکوٰۃ کو منع کرنا ایسا برا ہے کہ قرآن کریم میں مشرکین کے اوصاف میں ذکر کیا گیا۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کو مال بہت پیارا ہوتا ہے، تو مال کا راہ خدا میں خرچ کر ڈالنا، اس کے ثبات و استقلال، اور صدق و اخلاص نیت کی قوی دلیل ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں فرمایا کہ زکوٰۃ سے مراد ہے توحید کا معتقد ہونا اور لا الہ الا اللہ کہنا۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہونگے کہ جو توحید کا اقرار کر کے اپنے نفسوں کو شرک سے باز نہیں رکھتے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝۱
 قُلْ أَيْنَكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَ
 تَجْعَلُونَ لَهُ آندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۲

بیشک ۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کیلئے ایسا ثواب ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں ۲۔ تم ۳۔
 فرماؤ: ”کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم اس کے لئے ہمسر مقرر
 کرتے ہو، وہ سارے جہان کا پروردگار ہے ۴۔

باری تعالیٰ کا فضل و کرم

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور خالص اللہ اعمال صالحہ کئے، انکے لئے جنت کا ثواب ملے گا، جو کبھی موقوف نہ ہوگا، یا ناقص نہ ہوگا، یا
 یہ کہ ان پر احسان جتا کر ان کو شرمندہ نہ کیا جائے گا یا کہ ان کا ثواب بعد ان کی موت کے بھی ان کو ملتا رہے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے
 کہ یہ آیت بیماروں اپا بھجوں اور بوڑھوں کے حق میں نازل ہوئی جو عمل و طاعت کے قابل نہ رہیں۔ انہیں وہی اجر ملے گا جو
 تندرستی میں عمل کرتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب بندہ کوئی عمل کرتا ہے، اور کسی مرض یا سفر کے باعث وہ
 عامل اس عمل سے مجبور ہو جاتا ہے، تو تندرستی اور اقامت کی حالت میں جو کرتا تھا ویسے ہی اس کیلئے لکھے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ کفار اللہ کی وحدانیت اور صفات کمالیہ کا انکار کرتے، جس صاحب قدرت
 اور صاحب علم نے زمین اور آسمان کو اور یہ سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا کہ جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر
 یہ کفار اس کی تعظیم میں بتوں کو جو شریک کرتے ہیں، جو ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں رکھتے، یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔ پھر
 فرمایا اس صاحب قدرت نے زمین میں پہاڑوں کی بو جھل میخیں ٹھونک دیں جس سے زمین خوب جم گئی، اور یہ پہاڑوں کی
 میخیں زمین کے اوپر کے رخ سے اسلئے ٹھونکی گئیں کہ ان کا بڑا حصہ باہر نکلا رہے۔ جس سے دریا اور ندیاں ان میں سے جاری
 ہوں، اور سورج کی شعاع ان پر پڑ کر ان میں طرح طرح کے جواہرات پیدا ہوتے رہیں۔ اور ہر زمین کی پیداوار میں یہ برکت
 رکھی کہ ایک اناج کے دانے سے ہزاروں دانے، ایک میوہ کی گٹھلی سے ہزاروں پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی انسان کی خوراکیں
 ہیں، جن کا زمین سے نکلنا ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ دو دن میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں اس کے
 متعلقات کا بندوبست ہوا۔ جو پوچھے یا پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہوا سے بتلا دو۔ پوچھنے والوں کیلئے واضح بیان ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ
 صاحب قدرت پانی کی بھاپ سے آسمان کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا، اور اس پانی کی بھاپ اور زمین سے فرمایا کہ تم
 دونوں یا تو خوشی سے منظور کرو، نہیں تو تمہیں مجبور کیا جاوے گا۔ ان دونوں نے خوشی سے اللہ کا حکم منظور کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيًۭا مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا اَقْوَاتَهَا
 فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۝ سَوَاءً لِّلسَّآءِ يَلِيْنَ ۝ ۱۰ ثُمَّ اَسْتَوَىٰ اِلَى السَّآءِ وَ
 هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ اَنْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۝ قَالَتَا
 اَنْتِيَا طَا بِعَيْنٍ ۝ ۱۱ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى
 فِي كُلِّ سَبَاۗءٍ اَمْرًا ۝ وَزَيْنًا السَّآءِ الدُّنْيَا بِصَابِيْحٍ ۝ وَحِفْظًا ۝
 ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ۱۲ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ
 صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثٰوْدٍ ۝ ۱۳

اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ پیدا کئے اور اس (زمین) میں برکت رکھی اور اس میں (اس کے
 رہنے والوں) کی روزیاں مقرر کیں، یہ سب ملا کر چار دن میں ہوا پوچھنے والوں کیلئے بیان واضح ہے ۝ پھر
 آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سا تھا، پس آسمان سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں حاضر ہو خواہ خوشی
 سے یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم خوشی سے حاضر ہوئے ۝ پس انہیں دو روز میں پورے سات آسمان
 بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام (فرشتوں کو) بھیجے اور آسمان دنیا کو ہم نے چراغوں (یعنی
 ستاروں) سے زینت دی اور ہم نے (شیاطین مسترقہ سے) اس کی محافظت کی، یہ خدا غالب علم والے کی
 تدبیر ہے ۝ پس اگر منہ پھیریں وہ (مشرکین) پس تم فرماؤ کہ میں تم کو ایسے مہلک (عذاب سے ڈراتا ہوں
 جیسا عاد اور ثمود پر (شُرک و کفر کی بدولت) عذاب آیا تھا ۝

پانی کی بھاپ سے سات آسمان دونوں میں بنائے، اور ہر ایک آسمان میں فرشتے، دریا جو کچھ پیدا کرنا تھا، اس کے پیدا ہو جانے
 کا حکم دیا۔ آسمان دنیا کو روشن ستاروں سے زینت اور شیاطین کو آسمان کی خبروں سے باز رکھنے کے لئے تارے پیدا کئے، یہ تدبیر
 خدائے غالب کی ہے جو کافروں سے بدلہ لینے والا ہے، اور ممالک سے بھاری بھاری عذاب کا جاننے والا ہے۔

اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا
تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۗ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِهَا
أُرْسِلْتُمْ بِهِ كِفْرًا ۗ ﴿۱۳﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مَقَوتًا ۗ أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ
هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۗ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾

جبکہ ان کے پاس ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، (کفار) بولے: ”اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اتارتا، پس جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے“ ﴿۱۳﴾ پس وہ جو عاد کے لوگ تھے تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ طاقت میں ہم سے زیادہ سخت کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے ﴿۱۵﴾

کافروں کے قدم بقدم چلنے کا انجام

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا اگر یہ کفار لوگ اس سیدھی سیدھی نصیحت کو بھی ٹال دیویں، اور شرک و کفر سے باز نہ آویں، تو اے محبوب ﷺ! ان سے کہہ دیا جاوے کہ میں تم کو قوم عاد اور ثمود جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ جو تمہارا حال ہے وہی انکا تھا کہ جس طرح آگے پیچھے ایک کے بعد ایک وہ قومیں پیدا ہوئیں، اسی طرح آگے پیچھے انکے پاس پیغمبر بھیجے گئے، اور پیغمبروں نے ان قوموں کو خالص اللہ کی عبادت کرنے کی نصیحت بھی کی۔ مگر جس طرح کی بے ٹھکانے کی باتیں اللہ کے رسول سے تم لوگ کرتے ہو، کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہو سکتا کوئی فرشتہ ہونا چاہئے، ایسی ہی باتیں ان کافروں نے اللہ کے پیغمبروں سے کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت آندھی کے عذاب سے قوم عاد کو، اور سخت چیخ اور زلزلہ کے عذاب سے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ اگر انہیں کافروں کے قدم بقدم تم لوگ بھی چلتے رہے اور کفر و شرک سے باز نہ آئے، تو ایک دن یہی انجام تمہارا بھی ہوگا۔ آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے عذاب کے وقت اپنے انصاف کے موافق اپنے رسول اور انکے ساتھ کے ایماندار پر ہیزگار لوگوں کو اس عذاب سے بچا دیا، اور باقی کے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ رسولوں کے چھلانے والے لوگ یہ جو کہتے تھے کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہو سکتا فرشتہ ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سورۃ الانعام میں جو دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنُنذِرَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا
يُنْصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَبْيَ عَلَى الْهُدَىٰ
فَأَخَذْتَهُمْ صَاعِقَةً الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى
النَّارِ فَهُمْ يَوْمَ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾

پس ہم نے ان پر ان کی شامت کے دنوں میں ایک سخت گرج کی آندھی بھیجی تاکہ ہم ان کو اس دنیا کی زندگانی
میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں، اور بیشک آخرت کے عذاب میں سب سے بڑی رسوائی ہے اور ان کی
مدد نہ کی جائے گی ﴿۱۶﴾ اور وہ جو ثمود کے لوگ تھے پس ہم نے ان کو (رسول کے ذریعہ سے) راہ دکھائی تو انہوں
نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا، پس ان کو ذلت کے عذاب کی سخت آواز نے پکڑ لیا بسبب اس
(بد اعمالی) کے جو وہ کرتے تھے ﴿۱۷﴾ اور ہم نے (اس عذاب سے) ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور
پرہیزگاری کرتے تھے ﴿۱۸﴾ اور (وہ دن ان کو یاد دلاؤ) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف ہانکے
جائیں گے پس ان کے اگلوں کو روکیں گے ﴿۱۹﴾

فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے، اسلئے اگر آسمان پر سے کوئی فرشتہ بھی رسول بنا کر بھیج
جاوے گا تو ضرور وہ انسان کی صورت میں ہوگا، جس سے ان لوگوں کی یہی بے ٹھکانے کی باتیں باقی رہیں گی۔ یہ جو فرمایا تھا۔
نسبت دنیا کے عذاب کے ایسے لوگوں کا آخرت کا عذاب بڑی رسوائی کا ہوگا۔ آگے اس کا ذکر فرمایا کہ رسوا کرنے کیلئے ایسے
لوگوں کی جماعت بندی سب اہل محشر کے سامنے کی جاوے گی، اور ان میں سے جو لوگ اپنی بد اعمالی کے منکر ہوں گے۔ ان
کے کان آنکھ اور ہاتھ پیروں سے ان کی بد اعمالی کی گواہی دلوں ان کو رسوا کیا جاوے گا۔ قوم عاد اور قوم ثمود کا قصہ سورۃ
الاعراف، سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَبْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوا الْجُلُودُ دِهْنٌ لِّمَّ شَهِدْنَا عَلَيْهَا قَالُوا
أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَبْعُكُمْ وَلَا
أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا
تَعْمَلُونَ ﴿۲۲﴾ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ

(یہاں تک) کہ پچھلے آئیں یہاں تک کہ جب وہاں (دوزخ میں) پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں (یعنی دوسرے اعضاء) ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ﴿۲۰﴾ اور (اس وقت) وہ اپنی کھالوں (یعنی اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہم پر کیوں گواہی دی، وہ (اعضاء) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی (بولنے کی قوت) دی اور اس نے تم کو اول بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے ﴿۲۱﴾ اور تم (گناہ کرتے وقت) اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے لیکن تم گمان کرتے تھے کہ جو تم کرتے ہو اس میں سے بہت سے کاموں کو اللہ نہیں جانتا ﴿۲۲﴾ اور یہ تمہارا گمان جو غلط گمان تم نے اپنے پروردگار کے ساتھ کیا اس نے تم کو ہلاک کیا۔

کافروں کی نافرمانی

۱۔ شان نزول: صحیحین، ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قریش کے کچھ لوگ مکرم شریف میں جمع تھے، اور آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ کیا خدا ہماری باتوں کو سنتا ہے۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ اگر ہم پکار کر بات کریں گے تو خدا سنے گا۔ ورنہ نہیں، دوسرے نے جواب دیا کہ خدا سب طرح سنتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ غیر سے چھپ کر گناہ کرتے ہیں، یہ خبر نہیں کہ ہاتھ پاؤں بتلاویں گے، ان سے بھی پردہ کریں، اور کرنا بھی چاہتے تو اسکی قدرت کہاں تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا، سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے، اور اسکے ہاں ہماری پوری مثل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔

۲۔ اوپر کی آیت میں ذکر تھا پردہ کی باتوں کو مشرک لوگ اللہ کے علم سے باہر گمان کرتے تھے، ان آیتوں میں فرمایا کہ ان

فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخُسِرِينَ ۲۳ ﴿۲۳﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۚ وَإِنْ يَسْتَعْتَبُوا فَمَا لَهُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ۲۴ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خُسِرِينَ ۲۵ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْعُوا إِلَيْهَا الْقُرْآنُ

پس تم ٹوٹے پانے والوں (نقصان اٹھانے والوں) میں ہو گئے ﴿۲۳﴾ (اس حالت میں) اگر وہ صبر کریں تو بھی دوزخ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے ﴿۲۴﴾ اور ہم نے (دنیا میں) ان پر کچھ ساتھی (شیاطین) تعینات کئے، پس انہوں نے انہیں بھلا کر دکھلایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور ان کے حق میں عذاب کا وعدہ ثابت ہوا، داخل ہوئے ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے جنات اور (کفار) آدمیوں سے، بیشک وہ لوگ ٹوٹے والے (نقصان اٹھانے والے) تھے ﴿۲۵﴾ اور کافر بولے: ”اس قرآن کونہ سنو۔“

لوگوں کے اس گمان نے ان کو ہلاک اور ٹوٹے میں ڈالا، کیونکہ اسی گمان کے سبب سے ان لوگوں کو کثرت گناہوں کی جرات بڑھ گئی۔ گناہ کرتے رہے، اور اسی گمان میں رہے کہ ان کے بہت سے گناہ اللہ کے علم سے باہر ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ ان کے اس گمان کو جھوٹا کر کے ان کے سب گناہ ان کو جتلا دے گا، اور ان کی سزا دوزخ کی آگ قرار پاوے گی۔ اور ان سے کہہ دیا جاوے گا کہ اب تم اس آگ کی مصیبت پر صبر کرو، یا جھوٹے غدر پیش کر کے غل شور مچاؤ، کسی طرح اب اس آگ سے تم کو نجات نہیں۔ کیونکہ یہ دوزخ کا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کا گھر قرار پایا ہے۔ سورۃ الزخرف میں آئے گا کہ جو لوگ یاد الہی سے غافل رہتے ہیں شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے کہ دم بھر کیلئے ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور نیک کاموں سے ہمیشہ انکو روکتا رہتا ہے، اور برے کاموں کو ایسی اچھی صورت میں انکو دکھلاتا ہے کہ برے کاموں کی برائی ان پر ظاہر نہیں ہونے دیتا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح سے پچھلے جنات، اور آدمیوں میں ان کا شمار بھی دوزخیوں میں ہو گیا، اور جنت میں ایسے لوگوں کیلئے جو ٹھکانے بنائے گئے، انکو ہاتھ سے کھودینے کا انہوں نے نقصان اٹھایا۔

منکرین اسلام کی اسلام دشمنی

لے شان نزول: کفار قریش ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے کہ جب محمد ﷺ قرآن شریف پڑھیں تو زور زور سے شور کرو خوب چلاؤ، اونچی اور نیچی آوازیں نکال کر چیخو، بے معنی طمات سے شور کرو، تالیاں اور سینیاں بجاؤ تاکہ کوئی قرآن سننے نہ پائے، اور محمد ﷺ پریشان ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کو سخت عذاب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ

وَالْعَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ ﴿۲۶﴾ فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا
شَدِيدًا ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ
أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارِ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا
يَجْحَدُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِينَ أَضَلَّنَا مِنَ
الْجِنَّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُم تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْسَافِلِينَ ﴿۲۹﴾
إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

اور (اگر سنا نے لگیں تو) اس کے درمیان میں (شورو) غل مچاؤ شاید (اس تدبیر سے) تم غالب ہو ﴿۲۶﴾ پس ضرور ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھا دیں گے، اور بیشک ہم ان کو ان برے کاموں کا ضرور بدلہ دیں گے کہ جو وہ کرتے تھے ﴿۲۷﴾ یہی آگ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے اس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے یہ اس کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿۲۸﴾ اور کافر (دوزخ میں) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو وہ دونوں دکھا دے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا جن و انس میں سے تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے (آگ میں) ڈالیں تاکہ وہ سب سے نیچے رہیں لہٰذا ﴿۲۹﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ”ہمارا پروردگار اللہ ہے“ پھر اسی پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں۔

کا کلام سننے سے رُکنا، یارو کنا خدا کا دشمن بننے کی نشانی ہے، اور جن لوگوں کے بہکانے سے دوزخی لوگوں نے برے کام کئے ہیں، دوزخ میں جانے کے بعد یہ لوگ کہیں گے یا اللہ! ہم تو آفت میں پھنسے ہیں لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو گمراہ کیا، اور اس آفت میں گرفتار کرایا ہے، ذرا انہیں ہمارے سامنے کر دے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تاکہ انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

محبوبان بارگاہ الہی

لے اللہ تعالیٰ نے ان خدا کے دشمن لوگوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے دل سے اقرار کیا، اور اس پر قائم رہے، اسکی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک ہٹے جو زبان سے کہا تھا، اسکے مقتضی پر اعتقاد اور عملاً جے رہے، اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا، جو عمل کیا خالص اسکی خوشنودی اور شکر گزاری کیلئے کیا، اور اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا، اور اسی کے راستہ پر چلے، ایسے مستقیم نیک لوگوں کی قبض

أَلَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾
 نَحْنُ أَوْلِيَاكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا
 تَشْتَهُنَّ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿۳۱﴾ نَزْلًا مِّنْ غَفُورٍ
 رَّحِيمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
 وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾

(اور کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جس کا تم سے (رسول کی معرفت) وعدہ دیا جاتا تھا ﴿۳۰﴾ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی (تمہارے ساتھ رہیں گے) اور (جنت میں) تمہارے لئے (ہر نعمت موجود) ہے اس میں جو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو (وہاں ملے گا) ﴿۳۱﴾ یہ بطریق مہمانی کے بخشنے والے مہربان کی طرف سے (ہوگا) ﴿۳۱﴾ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے؟ جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے: ”پیشک میں مسلمان ہوں“ ﴿۳۲﴾

روح کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں، اور نیک لوگوں کو اللہ کی رضا مندی کی، اور مغفرت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ مسند امام احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت ہے کہ قبر کے سوال و جواب کے بعد اللہ کے فرشتے نیک لوگوں کو ان کا جنت کا ٹھکانہ دکھا کر یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں رہنے اور بسنے کیلئے تم کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا، اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی اور روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے، اور جنت کے جو وعدے رسول ﷺ کی معرفت کئے گئے تھے، وہ اب تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ اور کہتے ہیں تمہاری زندگی میں بھی تمہارے نیک عمل لکھنے کیلئے اللہ کے فرشتے تمہارے دوست تھے، اور اب بھی تمہارے دوست ہیں، اور جنت کا ٹھکانا تمہیں دکھاتے ہیں، جس میں اللہ غفور الرحیم نے مہمانوں کی خاطر داری کی طرح تمہارے لئے سب کچھ تیار کر رکھا ہے۔

لہ شان نزول: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ”میرے نزدیک یہ آیت موزنون کے حق میں نازل ہوئی“، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ کی طرف دعوت دے، وہ اس میں داخل ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا
الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا
الَّذِينَ صَبَرُوا ۗ وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا ذُو حِطِّ عَظِيمٍ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّا نَزَعْنَاكَ
مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّبِيْعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۶﴾

اور اے نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے اے سننے والے) برائی کو بھلائی سے ٹال، پس ناگہاں وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا گہرا دوست ہے ﴿۳۳﴾ اور یہ خصلت پس ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ فضیلت پس بڑے نصیب والے ہی کو ملتی ہے ﴿۳۵﴾ اور اگر (ایسے وقت میں) تجھے شیطان کی طرف سے کچھ دوسوٹہ آئے تو (فورا) اللہ کی پناہ مانگ، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے ﴿۳۶﴾

رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو شخص لوگوں کو نیک راستے پر لگاتا ہے، اسکو اپنے ذاتی عملوں کے اجر کے سوا اس قدر اجر اور ملے گا، جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا۔

قرآن میں حسن اخلاق کی تعلیم

۱۔ ان آیات میں حسن اخلاق کی تعلیم فرمائی ہے یعنی خوب سمجھ لو نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ دونوں کی تاثیر جدا گانہ ہے، بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہذا ایک مومن کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے، بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے، تو اس کے مقابل وہ طرز اختیار کرنا چاہئے جو اس سے بہتر ہو مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی، اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا، اور گودل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے، اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں۔ ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے، وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ بہر حال ایسے لوگوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔ پھر فرمایا کبھی ایسے موقع پر شیطانی وسوسے سے بے اختیار غصہ

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا
 لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ
 تَعْبُدُونَ ﴿۳۴﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ
 بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿۳۵﴾

اور اے اس کی قدرت (توحید کی) نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں، نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور (صرف) اس خدا کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو ﴿۳۴﴾ پس اگر کافر لوگ (اللہ کو سجدہ کرنے سے) تکبر کریں تو (پرہیز نہیں) وہ جو فرشتے تمہارے پروردگار کے پاس ہیں، رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے ذرا) نہیں اکتاتے ﴿۳۵﴾

آ جاوے تو اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے، کہ اللہ انسان کے دل کی ہر حالت کو خوب جانتا ہے۔ وہ پناہ الہی کی التجا سن کر فوراً دل کے اس جوش کو رفع فرماوے گا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں سلیمان بن مرد سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو غصہ میں بھرا ہوا دیکھ کر یہ فرمایا کہ یہ شخص اگر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہے تو ابھی اس کا غصہ جاتا رہے۔

توحید کا بیان اور اللہ کریم کی قدرت کی کامل نشانیاں

اے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ شاید یہ لوگ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کے قائل ہوں، اور شرک سے باز آویں۔ اس خالق صاحب قدرت نے انسان کے آرام کیلئے رات کو پیدا کیا، کہ رات کو انسان آرام پا کر دوسرے دن پھر کام دھندے کے قابل ہو جاوے، وہ قادر مطلق رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر اس میں سے صبح کے اُجالے کو نکالتا ہے۔ تاکہ دن کے اُجالے میں ہر ایک آدمی اپنا کام دھندہ کرے، سورج کے طلوع اور غروب سے دن رات اور مختلف موسم اسی نے پیدا کئے۔ سورج اور چاند کی منزلیں اور چال اس حساب سے رکھیں، جس سے مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کفار لوگ ان قدرت کی نشانیوں کے پیدا کرنے والے کی شکر گزاری نہیں کرتے، اور اسکی تعظیم چھوڑ کر کوئی سورج کی پوجا کرتا ہے کوئی چاند کی۔ یہ کافر اتنا نہیں سمجھتے کہ مثلاً سورج چاند کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے گہن کا عیب جو لگا دیا ہے، ان میں اس عیب کے دور کر دینے کی قدرت ہے نہیں، پھر یہ اپنے پوجا کرنے والوں کی مدد کرنے کی قدرت کہاں سے لاویں گے۔ اب آگے فرمایا عبادت اللہ ہی کو زیبا ہے، جس نے رات دن سورج چاند سب چیزوں کو پیدا کیا، پھر فرمایا اگر اس فہمائش کے بعد یہ کافر لوگ صرف اللہ کو سجدہ کرنے سے مٹاویں اور تکبر کریں، تو اللہ کو ان کی عبادت کی کچھ پروا نہیں۔ آسمان پر اللہ کے فرشتے رات دن اس کی عبادت کو موجود ہیں، جو کسی وقت عبادت سے نہیں اکتاتے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ
 اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتِ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۚ

اور لہ (اس کی قدرت اور توحید کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ (اے مخاطب!) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک
 پڑی ہوئی ہے۔ پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تو تروتازہ ہوئی اور بلند ہوئی، بیشک ۳۹ جس نے زمین کو زندہ
 کیا البتہ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۳۹﴾ بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں کجروی
 کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے مینہ برسنے سے پہلے زمین کیسی سوکھی پڑی ہوتی ہے۔ ہر طرف
 خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے، لیکن جہاں مینہ پڑا پھر اس کی تروتازگی رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتا ہے۔ آخر یہ انقلاب کس
 کے دستِ قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے جس خدا نے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا، کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن
 میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا۔ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔

قرآن کے جھٹلانے والوں کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں انہی لوگوں کو فرمایا کہ جو لوگ قرآن کی آیتوں کے سنانے کے وقت سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں، اور سنتے
 نہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بہرے ہیں، ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں، ایسی ٹیڑھی باتیں کر کے جو شخص قیامت کے
 دن دوزخ کی آگ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پاوے گا، ان کے نزدیک وہ بہتر ہے، یا جو قرآن کی نصیحت کے موافق
 عمل کر کے اپنے آپ کو اس دن کی آفتوں سے بچاوے گا، وہ بہتر ہے۔ اتنی بات کو خوب سمجھ کر جو ان کا جی چاہے وہ کریں، اللہ
 ان کے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔ وقت مقررہ آنے پر ان میں سے سرکش اپنی سزا کو پہنچ جاویں گے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ
 قرآن کی نصیحت کے سمجھنے میں ٹیڑھی باتیں کرتے ہیں اور قرآن کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور انکے کلام الہی ہونے کے منکر ہیں
 تو وہ جہنم میں جائیں گے۔ اور یہ قرآن عزت و کرامت و شرافت والا ہے، کہیں سے اس میں باطل لغوبات کو دخل نہیں، وہ ہر
 طرح سے محفوظ ہے، یا یہ کہ کوئی باطل بات اس میں نہیں، نہ آگے سے نہ پیچھے سے، یعنی کوئی کتاب تو ریت انجیل زبور اس کی
 مخالف نہیں، اور نہ اسکے بعد کوئی کتاب ایسی آنا ممکن کہ اس سے مخالفت کھائے، یا یہ کہ اس کی غیبی خبروں کی اور اولین و آخرین
 کے حالات کی، نہ کوئی اگلی آسمانی کتاب تکذیب کرتی ہے، نہ بعد کو کوئی کتاب ہے۔ بلکہ سب کتب سماویہ کے مطابق ہے، اس
 کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی تسلی فرمائی کہ یہ لوگ قرآن کو جادو اور تم کو جادو گر جو کہتے ہیں، اور قرآن کی نصیحت

أَفَن يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ اعْبُدُوا
 مَا شِئْتُمْ ۗ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
 بِالذِّكْرِ لَكَاِبًا جَاءَهُمْ ۗ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿۳۱﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ
 مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۗ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۳۲﴾ مَا
 يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَد قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو
 مَغْفِرَةٍ ۗ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَبِيَّا لَقَالُوا
 لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۗ أَءَعْجَبِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ

پس کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے، یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن و امان کے ساتھ (جنت میں) آئے گا، جو جی میں آئے کرو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ﴿۳۰﴾ بیشک جو لوگ قرآن سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا (ان کی خرابی کا حال نہ پوچھو) اور بیشک یہ (قرآن) بڑی عزت والی کتاب ہے ﴿۳۱﴾ اس کی طرف باطل کو راہ نہیں نہ اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے وہ سب خوبیوں والے حکمت والے کی طرف سے اتارا ہوا ہے ﴿۳۲﴾ اے محبوب! ﷺ سے وہی فرمایا جائے گا جو تم سے پہلے رسولوں سے فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے ﴿۳۳﴾ اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کفار عرب کہتے کہ اس کی آیتیں (زبان عربی میں) کیوں نہیں کھولی گئیں۔ کیا کتاب عجمی اور مخاطب عربی

پر چلنے کے جواب میں ٹیڑھی بات کرتے ہیں، اس کا کچھ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کس لئے کہ یہ بات کچھ نئی نہیں ہے، پہلے رسولوں سے بھی منکر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے آئے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جو لوگ راہ راست پر آجائیں گے، اُنکے لئے خدا کے ہاں معافی ہے۔ اور جو لوگ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے، جو آخر کار دردناک عذاب کے مستوجب ہوں گے۔

مشرکین کو جواب، بے مثل قرآن مجید

لے شان نزول: قرآن پاک کو دیکھ کر بڑے بڑے فصحاء عرب کی زبانوں پر تالے پڑ گئے تھے، لیکن اپنی بڑائی سے باز

قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَاۗءٌ ۙ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْ
اٰذَانِهِمْ وَقُرْۗءٍ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۙ اُولٰٓئِكَ يَنْۢبِـَٔدُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ
بَعِيْدٍ ۙ ﴿۳۳﴾ وَّلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَاخْتَلَفَ فِيْهِ ۙ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضٰى بِهٖم ۙ

تم فرماؤ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں (اس قرآن کے سننے سے) گرانی (یعنی بہرہ پن) ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں اندھا پن ہے، گویا یہ لوگ (قرآن سے اتنے غافل ہیں کہ) دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں اور لہ بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی پس اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف ایک بات پہلے سے نہ گزر چکی ہوتی تو جیسا ان کا فیصلہ ہو جاتا (یعنی دنیا ہی میں انہیں سزا دے دی جاتی)۔

نہیں آتے تھے۔ آخر کار کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا، ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر سوا عربی کے کسی اور زبان میں قرآن اتارا جاتا تو کفار کہتے کہ عربی میں کیوں نہیں اترا، یہ ایسا کیوں نہیں اترا کہ ہم سمجھتے، اس کی آیتیں مفصل فصیح عربی میں کیوں نہیں ہوتیں، اور اعتراض کرتے کہ وہ رسول تو عربی زبان والے ہیں، اور قرآن عجیب ہے۔ اے محبوب! تم کہہ دو کہ یہ قرآن تو ایمان والوں کیلئے ہدایت ہے، گمراہی سے نجات ہے، انکے دلوں کی تاریکیاں دور کرنے کیلئے شفا ہے۔ اور جو کافر ہیں ایمان نہیں لاتے، ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں، اس واسطے نہ وہ اس قرآن کی نصیحت کو سن سکتے ہیں، نہ اس کی خوبیوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو یا اس سے بھی قرآن کی نصیحت کا سنانا ان کے حق میں ایسی دور کی آواز ہے جو نہ ان کو سنائی دیتی ہے، نہ یہ اس کا کچھ مطلب سمجھ سکتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں تورات اور یہود کی پھوٹ اور ٹیڑھی باتوں کا ذکر فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، اس میں اختلاف کیا گیا۔ کوئی تصدیق کرتا ہے، کوئی تکذیب، اگر خدا کی حکمت ازیلہ سے جو ہونے والی باتیں ہونہ چکی ہوتیں، اور یہ مقدور نہ ہو گیا ہوتا کہ اس امت سے عذاب موخر رہے گا، تو ابھی فیصلہ کر دیا جاتا اور بسبب تکذیب عذاب نازل ہو جاتا۔ اور یہود و نصاریٰ و مشرکین سب ہلاک ہو جاتے۔ یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے، کھلے شک میں گرفتار ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، جو کوئی ان میں سے راہ راست پر آ کر نیک کام کرے گا تو اچھے سے اچھا نیکی کا بدلہ اس کو ملے گا، اور جو کوئی بدی کی حالت پر مر جائے گا تو سزا پائے گا، کیونکہ بارگاہ الہی میں کچھ ظلم نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک فیصلہ انصاف کا ہے۔

وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۳۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾

اور بیشک یہ لوگ قرآن کی طرف سے ایک دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں ﴿۳۵﴾ جو کوئی نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو کوئی برائی کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا ﴿۳۶﴾

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا
تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۖ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ
شُرَكَائِي ۚ قَالُوا اذْنُكَ ۚ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۚ ﴿۳۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا
كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظُنُّوا مَالَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ ﴿۳۸﴾

قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف دیا جاتا ہے، اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو حمل رہے اور نہ وہ جنے مگر خدا کے علم سے، اور جس روز اللہ ان (مشرکین) کو آواز دے گا کہ میرے شریک (اب) کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم تجھے کہہ چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں ہے اور جنہیں یہ لوگ پہلے (یعنی دنیا میں) پوجتے تھے وہ ان کی نظر سے گم ہو گئے اور سمجھ گئے کہ انہیں (عذاب الہی سے) بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

مشرکوں کا مسخر اپن

ان آیتوں میں فرمایا کہ جہاں مشرکین کی اور مسخر اپن کی باتیں تھیں، وہاں مسخر اپن کے طور پر یہ لوگ اکثر قیامت کا حال پوچھا کرتے تھے کہ: ”جس قیامت کے دن کی سزا سے ڈرایا جاتا ہے، وہ آخر کب آئے گی۔“ مشرکوں کی اس بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ ”قیامت کے آنے کے وقت، اور میوؤں کا درختوں کے غلافوں میں سے نکلنے کا وقت، اور مادہ کے حمل کو اور اسکی ساعتوں کو اور وضع کے وقت کو، اور اسکے ناقص وغیرہ اور اچھے اور برے اور نرمادہ ہونے کو رب جانتا ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے گھڑی گھڑی مسخر اپن سے قیامت کے آنے کا وقت کیوں پوچھتے ہو۔“ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اولیائے کرام، اصحاب کشف بسا اوقات ان امور کی خبریں دیتے اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علم ان کا ذاتی نہیں، اللہ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ تو حقیقت میں یہ اسی کا علم ہوا غیر کا نہیں (خازن)۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ مشرک لوگ مسخر اپن سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہیں، مگر قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ وہ جو تم نے دنیا میں گھڑ رکھے تھے، جنہیں تم پوجا کرتے تھے، وہ تمہارے جھوٹے معبود کہاں ہیں، ان کو بلاؤ۔ کہ تم کو دوزخ کے عذاب سے بچاویں، تو ان لوگوں کو سوائے اس کے اور کوئی صورت عذاب سے رہائی کی نظر نہ آئے گی۔ کہ یہ مشرک لوگ اپنے بتوں سے بری ہونے کا اظہار کریں گے، اور شرک سے بیزاری ظاہر کریں گے، اور اپنے بتوں کو بالکل بھول جائیں گے، مگر اس وقت کی یہ باتیں ان لوگوں کے کچھ کام نہ آویں گی۔

لَا يَسْمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَوْسُقُ
 قُتُوْبًا ۝ وَلَئِنْ أَذَقْتَهُ رَاحَةً مِّمَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّهُ
 لَيَقُولَنَّ هَذَا إِلَىٰ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَئِنْ رُجِعتُ إِلَىٰ
 رَبِّيٰ إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنٰ ج

آدمی نے بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے پس ناامید ہر اسماں ہو جاتا ہے ۝ اور اگر ہم اس تکلیف کے بعد جو کہ اس پر پہنچی تھی اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھا دیں تو کہے گا: ”یہ تو میری (کوشش کا نتیجہ) ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہیں ہوگی، اور اگر (بالفرض) مجھے میرے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی گیا تو بیشک میرے لئے اس کے پاس بھلائی ہے۔“

۱۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مشرک لوگ حشر کے منکر ہیں۔ ان کے ہر کام کا دار و مدار دنیا کی زندگی اور دنیا کی خوبی پر ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک شخص دنیا کی خوبی کے مانگنے سے کبھی نہیں اکتاتا، اگر ان کا بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے، لیکن ذرا کوئی افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا، تو پھر مایوس اور ناامید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اس وقت اس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے، اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا۔ جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔ اس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجئے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا، تو کہنے لگتا ہے یہ تو میری کوشش کا نتیجہ ہے۔ میں نے فلاں تدبیر کی تھی، اب نہ خدا کی مہربانی یاد رہی، نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت، جو پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا، اور کہتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے کہنے کے موافق قیامت قائم ہوئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا، تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر خدا کے نزدیک بڑا اور نالائق ہوتا، تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے۔ لہذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہ ہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔ فرمایا کہ یہ گمان ان لوگوں کا بالکل غلط ہے۔ اب تو خوش ہو لو کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے۔ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ مکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح عمر بھر کے کرتوت سامنے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب آدمی پر احسان کرتے ہیں یعنی کافروں کو مال دیتے ہیں، تو خدا کو بھول جاتا ہے، شکر سے منہ پھیر لیتا ہے، اور یاد الہی سے تکبر کرتا ہے، اور بالکل بے پرواہ ہو

فَلَنْبَيِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۖ وَ لَنْ يُقِيمَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَإِذَا أُنْعِمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَ نَأْجِبَانِيهِ ۚ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُودَعَا ۚ عَرِيضٍ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مَكْرٌ فَهَبْتُمْ بِهِ مَنَاصِلُ ۚ أَمْ لَكُمْ مِنْ عِندِ اللَّهِ رِجَالٌ مُّسْتَكْبِرِينَ ۝

پس ہم کافروں کو ضرور بتلا دیں گے جو وہ کام کرتے تھے اور ضرور ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے ۝ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو (ہمارے احکام سے) منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے (یعنی یاد الہی سے تکبر کرتا ہے) اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے ۝ تم فرماؤ: ”بھلا بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے کہ جو اس (حق کی) مخالفت میں ثواب سے دور ہے“ ۝

کرادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آتی ہے، تو اسی خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ایماندار شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ تکلیف کے وقت صبر کرتا ہے، اور راحت کے وقت اللہ کا شکر بجالاتا ہے۔“

منکرین کا ذکر

۱۔ اے محبوب ﷺ! ان کافروں سے کہہ دو کہ تم جو یوں بے دھڑک قرآن کا انکار کرتے ہو، اتنا خیال نہیں کرتے اور یہ نہیں بتلاتے کہ اگر یہ قرآن خدا کے پاس سے ہو، اور پھر تم لوگ اسکے جھٹلانے کے درپے رہے، تو پھر تم سے بڑھ کر گمراہ اور حق کا دشمن کون ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی وہ نشانیاں ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لاوے گا، جس سے یہ لوگ اچھی طرح جان لیویں گے کہ جو باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی تھیں، وہ بالکل آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان آیات سے مراد پچھلی امتوں کی اجڑی ہوئی بستیاں ہیں، جن سے انبیاء کی تکذیب کرنیوالوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان نشانیوں سے مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں، جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے نیاز مندوں کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔ چنانچہ معرکہ بدر میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے امداد اور فتح مکہ میں مرکز عرب کے اندر، اور فتح مکہ میں مرکز عرب کے اندر، اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ آگے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! کیا ان کیلئے یہ دلیل و معجزہ نبوت

سُرِّيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِي اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَّبِعُوْنَ لَهُمْ اَنْتَهُ
 الْحَقُّ ۚ اَوْلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنْتَهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۵۲﴾ اَلَا اِنَّهُمْ
 فِيْ مَرِيَّةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۚ اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿۵۳﴾

ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کی ذات میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر
 ظاہر ہو جائے کہ بیشک وہ حق ہے۔ کیا تمہارے پروردگار کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ﴿۵۲﴾ آگاہ ہو بیشک اے کافر
 اپنے پروردگار کی ملاقات کی طرف سے شک میں ہیں، آگاہ ہو کہ خدا ہر چیز کو اپنے علم میں احاطہ کئے ہوئے ہے ﴿۵۳﴾

کافی نہیں کہ ہزاروں اُمم ماضیہ (گزشتہ امتوں) کی خبریں ان کو غیب سے بتاویں، اور ان کو سینکڑوں واقعات جن کو انہوں نے
 دیکھا سنا بھی نہ تھا، سنا دیئے۔ کیا یہ اس کی کافی دلیل نہیں کہ خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ مشرکین قیامت کے آنے کے بارے میں اور بعد موت اپنے رب کے پاس جانے میں اور حساب
 کتاب کے ہونے میں شک رکھتے ہیں۔ خدا کے وعدہ کا یقین نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے،
 حالانکہ اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جاسکتے۔ اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں، یا پانی
 میں بہہ جائیں، یا ہوا میں منتشر ہو جائیں، تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ
 کر دینا کچھ مشکل نہیں۔

﴿۵۲﴾ اٰیٰتہا ۵۳ ﴿۵۳﴾ سُوْرَةُ الشُّوْرٰی مَكِّيَّةٌ ۲۲ ﴿۲۲﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۵ ﴿۵﴾

سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تریپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ الشوریٰ: جو کوئی اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ لوگوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ امام غزالی
 رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حم ﴿۱﴾ عسق ﴿۲﴾ سے الحکیم تک اس آیت کا شائد کے وقت پڑھنا مفید ہے، اور اگر روزانہ
 پڑھے تو نشتہ قیامت کے دن اس پر سلام کہیں گے۔

حَمَّ ۱ عَسَى ۲ كَذٰلِكَ يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۱
 اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۲ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۳ وَهُوَ
 الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْبَلٰكَةُ
 يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِهِنَّ فِى الْاَرْضِ ۵ اَلَا اِنَّ
 اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۵

(اے محبوب ﷺ!) اسی طرح تمہاری طرف وحی بھیجتا ہے اور ان (انبیاء) کی طرف جو تم سے پہلے تھے، اللہ غالب حکمت والا ۱ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی سب سے بڑا اور عظمت والا ہے ۲ قریب ۳ ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جاویں اور سہ فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور زمین والوں کے واسطے بخشش مانگتے ہیں، آگاہ ہو بیشک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے ۵

۱ اے محبوب ﷺ! جیسا تمہاری طرف یہ قرآن اتارا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت وحی بھیجی، یوں ہی ان کی طرف بھی بھیجی جو تم سے پہلے انبیاء تھے۔ پھر فرمایا اس فہمائش کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی بے ٹھکانے کی باتوں سے باز نہ آویں گے، اور کلام الہی کو جھٹلائے جاویں گے، تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے پچھلی بہت سی قوموں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا، اور کوئی اسکے عذاب کو ٹال نہ سکا۔ فرمایا جبکہ آسمان زمین کا مالک وہی وحدہ لا شریک ہے۔ اور سب پر اسی کا حکم جاری ہے۔ تو پھر کس استحقاق سے یہ مشرک لوگ غیروں کو اس کی تعظیم میں شریک کرتے ہیں۔ ۲ آسمان باوجود اپنی عظمت و رفعت، خدا کی ہیبت و عظمت و قدرت کے آگے ایسے حقیر ہیں، کہ قریب ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے تک پاش پاش ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ بعض نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب مشرکین اللہ تعالیٰ کیلئے شرک ٹھہراتے ہیں۔ تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی سخت گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی اوپر والی سطح تک پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے۔

فرشتوں کی صفات

سہ فرشتے آسمانوں میں اپنے رب کیلئے عاجزی کرتے ہیں، تسبیح کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، تعریف کرتے ہیں، اور زمین میں جو مخلصین مومنین ہیں، ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگتے ہیں۔ بیشک اللہ توبہ والوں کو بخشنے والا، اور جو توبہ پر مرے اس پر ضرور رحم کر نیوالا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا
 أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ① وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا
 لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجُمُعِ لَا رَيْبَ
 فِيهِ ② فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ③ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
 لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ④

اور اے جنہوں نے اللہ کے سوا اور دوست بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں، اور تم ان کے ذمہ دار نہیں ① اور اے اسی طرح ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن بذریعہ وحی بھیجا تا کہ تم مکہ والوں کو اور اس کے ارد گرد (یعنی تمام روئے زمین) والوں کو ڈراؤ اور اکٹھے ہونے کے دن (یعنی قیامت) سے ڈراؤ جس میں کچھ شک نہیں۔ (اس روز) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ② اور ③ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔

منکروں کا جواب

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو پوجتے ہیں، اور اپنا پروردگار و مالک سمجھتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں۔ وقت مقررہ پر وہ ان کے عملوں کی ان کو سزا دے گا، اور ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں دوزخی قرار پا چکے ہیں۔ اس لئے اے محبوب ﷺ! ان کو راہ راست پر لانے کے تم ذمہ دار نہیں، نہ تم سے انکے افعال کا مواخذہ ہوگا۔

۲۔ اے محبوب ﷺ! جیسے ہم نے پچھلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف انہیں کی زبانوں میں بھیجا، یونہی ہم نے تم پر قرآن بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام خاص فصیح عربی زبان میں مطابق محاورہ فصحاء عرب اتارا، تا کہ تم اس کے ذریعہ سے مکہ کے لوگوں کو ڈراؤ سمجھاؤ اور ارد گرد کے شہر یعنی روئے زمین کے لوگوں کو بھی ڈراؤ۔

۳۔ اس آیت میں فرمایا کہ روز قیامت سے آگاہ کر دو کہ ایک دن آنے والا ہے، جب تم اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کیلئے جمع ہو گے، یہ ایک یقینی اور طے شدہ بات ہے جس میں کوئی دھوکہ فریب اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ چاہیے کہ اس دن کے لئے آدمی تیار ہو جائے۔ اس وقت کل آدمی دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ایک گروہ جنتی اور ایک دوزخی۔ سوچ لو کہ تم کو کس گروہ میں شامل ہونا چاہئے، اور اس میں شامل ہونے کیلئے کیا سامان کرنا چاہئے۔

۴۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب نافرمان لوگوں کو فرماں بردار بنا کر تمام مخلوقات کو نیک کر دیتا، مگر نہیں اس

وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۸ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ
 أَوْلِيَاءَ ۚ قَالَ اللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ ۝۹ وَمَا خَلَقْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۗ ذَلِكُمْ اللَّهُ
 رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝۱۰ فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ
 جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا

اور جو ظالم ہیں ان کا (قیامت کے دن) نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ۝۸ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور دوست
 ٹھہرائے ہیں، پس اللہ ہی کا رسا ہے اور وہی مردوں کو زندہ کر نیوالا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ۝۹ اور جس
 بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو پس اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، یہ ہے اللہ میرا پروردگار،
 میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں ۝۱۰ (وہ) ۲ آسمانوں اور زمین کا پیدا کر نیوالا ہے،
 اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور (اسی طرح) چار پایوں کے جوڑے پیدا کئے۔

کی حکمت ایسی نہیں بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے، اپنے دین کا اکرام کرتا ہے۔ اپنی رحمت میں اپنے مقبول مذہب میں داخل فرماتا
 ہے۔ اور یہ نافرمان لوگ شرک میں گرفتار ہیں، اور کہتے ہیں کہ اول تو ہم حشر کے قائل نہیں، اور اگر ایسا ہوا تو جن بتوں کی ہم
 پوجا کرتے ہیں، وہ ہم کو اس دن کے عذاب سے بچالیں گے۔ ان مشرکوں کی اس بات کے جواب میں یہاں مختصر طور پر اتنا ہی
 فرمایا کہ اس دن مشرکین کا نہ کوئی ولی ہے، کہ قیامت میں ان کو نفع دے نہ کوئی مددگار، کہ عذاب سے بچائے۔ پھر فرمایا یہ ان
 لوگوں کی نادانی ہے جو یہ لوگ بتوں کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں، حشر کے دن ان کی آنکھوں کے سامنے مرے ہوئے لوگ دوبارہ زندہ
 ہو جائیں گے، تو ان لوگوں کو یہ معلوم ہو جاوے گا کہ کوئی چیز اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ درحقیقت سب کا مالک اور والی
 اللہ ہی ہے، اور وہ ہر بات پر زندگی موت وغیرہ پر قدرت والا ہے۔

۱۱ اس آیت میں مشرکین کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ تم لوگ اختلاف کی باتیں جو کر رہے ہو کہ تمہارا طریقہ اچھا ہے، اور دین اسلام
 اچھا نہیں، تو اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ وقت مقررہ پر وہ اس فیصلہ کو کر دے گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں سے کہہ دو کہ
 میں نے ہر طرح سے اپنا بھروسہ اللہ ہی پر کیا۔ اور سب کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع ہوا۔

۱۲ اس آیت میں منکرین قدرت الہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں یاد دلوائیں، کہ اس صاحب قدرت نے آسمان

يَذَرُكُمْ فِيهِ ۖ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّيِّعُ الْبَصِيرُ ۝۱۱ لَهُ
مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ
يَقْدِرُ ۖ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۲ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى
بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَ
عِيسَىٰ أَنِ اقْبِلُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۖ

اس تدبیر سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے، کوئی چیز اس کی مثل نہیں، اور وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ۝۱۱ اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں جس کے لئے چاہتا روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے بیشک وہ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے ۝۱۲ اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا لہ اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین (اسلام) کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

وزمین پیدا کئے، اور اس نے تمہارے لئے تمہیں میں سے عورتیں بنائیں کہ جوڑے پیدا کئے مرد اور عورت، اور چوپاؤں کے بھی جوڑے پیدا کئے نر و مادہ۔ وہی تو ماؤں کے رحموں میں تم کو مرد عورت جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور پھر انسان اور چوپاؤں کی نسل بڑھائی۔ اس جیسا صفات کمال، علم قدرت تدبیر میں کوئی بھی نہیں، وہ ہر بات سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آسمان زمین کے خزانے سب اسی کے ہیں، مینہ گھاس وغیرہ سب کا وہ مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے رزق بے شمار دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے۔ وہ اپنے کارخانوں کا ذرہ ذرہ بھر کا علیم ہے، جانتا ہے کہ کون وسعت رزق کے لائق ہے، اور کون تنگی کے۔

نافرمانوں کا حال

اے لوگو! تمہارے لئے کوئی نئی بات نازل نہیں ہوئی ہے، بلکہ وہی قدیم دین کہ جس پر حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم والسلام مامور تھے۔ اے محبوب ﷺ! حضرت نوح علیہ السلام سے اب تک جتنے انبیاء ہوئے، سب کیلئے ہم نے دین کی ایک ہی راہ مقرر کی جس میں وہ سب متفق ہیں۔ وہ راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اور اس کی اطاعت، اس پر اور اس کے رسولوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور روز جزا پر، اور باقی تمام ضروریات دین پر ایمان لانا لازم کریں، کہ یہ امور تمام انبیاء کی

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۗ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ
يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا بَيْنَهُمْ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى
أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكُتُبَ مِنْ
بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۴﴾

مشرکوں نے پر بہت ہی گراں ہے وہ بات جس کی طرف تم انہیں بلا تے ہو (یعنی بتوں کو چھوڑنا اور توحید اختیار کرنا) اللہ اپنے قرب کے لئے جن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے ﴿۱۳﴾ اور ۱۴ انہوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے پروردگار کی ایک بات گزر نہ چکی ہوتی ایک مقرر میعاد تک تو کب کا ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، اور بیشک جو لوگ نبیوں کے بعد کتاب کے وارث ہوئے (یعنی یہود و نصاریٰ)، وہ اس سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں ﴿۱۴﴾

امت کے لئے یکساں لازم ہیں۔ اور دین الہی کو اپنے قول و عمل سے قائم رکھیں، اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق و اختلاف و پھوٹ نہ ڈالیں۔

۱۳ اس آیت میں فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! جس بات کی رغبت تم ان مشرکوں کو دلاتے ہو، اور توحید کی طرف دعوت دیتے ہو، اس کا اختیار کرنا ان پر بڑا ہی شاق گزرا۔ گویا آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں، جو کسی نے پہلے پیش نہیں کی تھی۔ بھلا توحید جیسی صاف معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب مشکوک معلوم ہونے لگے تو جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنا برگزیدہ مقبول بارگاہ بناتا ہے۔ اور اپنے دین کیلئے اس کو پیدا کرتا ہے، اور وہ ہر اس شخص کو خواہ اسکی طرف صدق دل سے متوجہ ہوتا ہے، راہ راست دکھاتا ہے۔ یعنی وہ جو پہلے کافر تھے بعد کو مشرف باسلام ہوئے۔

۱۴ اہل کتاب نے اپنے انبیاء کے بعد جو دین میں اختلاف ڈالا کہ کسی نے توحید اختیار کی، کوئی کافر ہو گیا، وہ اس سے پہلے جان چکے تھے کہ اس طرح اختلاف کرنا، اور فرقہ فرقہ ہو جانا گمراہی ہے۔ لیکن باوجود اسکے انہوں نے یہ سب کچھ کیا کہ ان کو پورا پورا علم صفت نبی آخر الزماں کا، اور ان کی شان و صورت کا آچکا۔ محض عناداً، و تکبراً، و حسداً متفرق ہو رہے، اور توحید اور نبی آخر الزماں کو نہیں مانتے۔ اے محبوب ﷺ! اگر خدا کا حکم حکم ازلی سے یونہی ثابت ہو چکا ہوتا کہ اس امت پر عذاب نہ آئے

فَلِذَلِكَ فَادُعْ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَا أَمَرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَ
 قُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۚ وَأَمَرْتُ لِأَعْمَلِ بَيْنَكُمْ ۚ
 اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا
 وَبَيْنَكُمْ ۚ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

پس تم اسی (توحید) کی طرف (لوگوں کو) بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے، اور ان کافروں کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس ہر کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے، اور مجھے حکم ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے، ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، کوئی حجت نہیں ہمارے درمیان میں اور تمہارے درمیان میں، اللہ ہم سب کو (روز قیامت) جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے ۝

گا، اور ایک وقت معین تک ان کو مہلت ملے گی۔ تو ابھی فیصلہ کر دیا جاتا، اور یہ سب عذاب الہی سے ہلاک کر دیئے جاتے۔ اور وہ لوگ جن کو ان رسولوں کے بعد کتاب کا وارث کیا گیا، یعنی یہود و نصاریٰ کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد توریت و انجیل کے وارث ہوئے اور اس قرآن میں شک ظاہر میں مبتلا ہیں۔ یا یہ کہ اپنی کتابوں میں شک نکالتے ہیں، اور اپنی کتاب پر مضبوط ایمان نہیں رکھتے۔ اے محبوب ﷺ! جو حکم اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کو اور تم کو دیا ہے، تم اس کی پابندی کی لوگوں کو نصیحت کرو، اور ان میں سے کسی کی خواہشوں کا اتباع نہ کرو۔ اور ان لوگوں کو اتنی ہی بات کہو کہ میں تو ان سب کتابوں پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے اتری ہیں۔ اور مجھ کو قرآن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمام چیزوں میں اور جمع احوال میں اور ہر فیصلہ میں انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ ہم سب کو اسی کی خوشنودی کیلئے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اسکے ساتھ ہے وہ ہی اسکے آگے آئے گا۔ چاہیے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کیلئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں، سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے، وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ آیت جہاد سے منسوب ہے۔ یہ آیات کئی ہیں، قتال کی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ
دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۱۱﴾
اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْبَيِّنَاتِ ۖ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ
السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿۱۲﴾

اور وہ اے لوگ جو اللہ کے دین کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ (مسلمان) اس کا حکم مان چکے ان کا
جھگڑا باطل ہے ان کے پروردگار کے نزدیک، اور ان پر غضب ہے (بسبب ان کے کفر کے) اور ان کے لئے
(آخرت میں) سخت عذاب ہے ﴿۱۱﴾ وہ خدا ہے کہ جس نے حق کے ساتھ کتاب (یعنی قرآن) اتاری اور
انصاف کی ترازو بھی، اور تم کیا لے جاؤ شاید قیامت قریب ہی ہو ﴿۱۲﴾

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کی کتاب اور اس کی باتوں کی سچائی جب علانیہ ظاہر ہو چکی، حتیٰ کہ بہت سے
سمجھدار لوگ اس کو قبول کر چکے، اور بہترے قبول نہ کرنے کے باوجود ان کی سچائی کا اقرار کرنے لگے۔ اس قدر ظہور و وضوح
حق کے بعد جو لوگ خواہ مخواہ، جھگڑے ڈالتے یا مسلمانوں سے الجھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا غصہ ہے، اور یہ لوگ
قیامت کے دن سخت عذاب کے لائق ہیں۔

نیک و بد کا انجام

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح ترازو سے ہر ایک چیز کی تول معلوم ہو جاتی ہے، اسی طرح قرآن سے حق بات معلوم ہو
جاتی ہے۔ اس پر بھی قرآن کی آیتوں میں جو لوگ جھگڑا نکالتے ہیں، وہ بڑے نادان ہیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ اپنی
نصیحت میں قیامت کا ذکر کرتے تھے، تو مشرکین اس میں زیادہ جھگڑتے اور یہ کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آوے گی۔ اسی
کے جواب میں فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے، اسلئے یہ لوگ مسخر اپن کے طور پر گھڑی گھڑی
قیامت کے آنے کا حال پوچھتے ہیں۔ فرمایا کہ تم کو کیا خبر ہے کہ شاید قیامت کا آنا قریب ہو، اور جو لوگ رسول و قرآن پر ایمان
لائے، وہ تو اسی ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں، اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے۔ کسی کے نالے
ٹل نہیں سکتی، اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہوتا ہے۔ جب
ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں، وہ تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا، گمراہی میں
اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ آگے فرمایا کہ اللہ اپنے سب بندوں پر مہربان ہے، باوجود تکذیب و انکار کے کسی کی روزی

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ
 مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۝۱۸ إِلَّا الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي
 السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝۱۹ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ
 يَشَاءُ ۝۲۰ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝۲۱ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ
 نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۝۲۲ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا
 لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝۲۳

قیامت کی طلب میں جلدی وہ لوگ کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے، آگاہ ہو بیشک جو لوگ قیامت کے آنے میں جھگڑتے ہیں بیشک وہ دور کی گمراہی میں ہیں ۱۸ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے روزی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہی قوت والا غالب ہے ۱۹ جو کوئی (اپنے اعمال کی) کھیتی (کافائدہ) آخرت میں چاہے تو ہم اس کو (نیکیوں کی توفیق دے کر) اس کی کھیتی بڑھاتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہے تو ہم اس میں سے اس کو کچھ حصہ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے ۲۰

بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا، اور فراخی و عیش عطا فرماتا ہے، مومن کو بھی اور کافر کو بھی حسب اقتضائے حکمت۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بعضے مومن بندے ایسے ہیں کہ تو نگری ان کے قوت ایمان کا باعث ہے۔ اگر میں انہیں فقیر محتاج کر دوں، تو ان کے عقیدے فاسد ہو جائیں، اور بعضے بندے ایسے ہیں کہ تنگی و محتاجی ان کی قوت ایمان کا باعث ہے، اگر میں انہیں غنی و مالدار کر دوں تو ان کے عقیدے خراب ہو جائیں۔

۱ جو بندہ خالصاً اللہ عمل کرتا ہے، اور اپنے کاموں سے آخرت کا منافع لینا چاہتا ہے، اور یہ جانتا ہے کہ جو یہاں بیج بووے وہاں کاٹوں، تو ہم اس کے کھیت کی پیداوار بے حد زائد کرتے ہیں۔ یعنی اس کا ثواب ہزار ہا گنا دیں گے، یا یہ کہ اس کو خوشی اور قوت اچھے کاموں کی زائد کریں گے، اور اسکے دل میں اور خلوص بڑھائیں گے۔ یا یہ کہ دنیا میں بھی دیں گے، اور وہاں بھی زائد، اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کیلئے ہو، اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو، تو ہم اس کا کو دنیا کا نفع دیتے ہیں، اور ظاہر مصیبت

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۗ وَلَوْ
 لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَا
 يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۲۲﴾ ذَلِكَ الَّذِي
 يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ

کیا ان کافروں کے کچھ شریک ہیں کہ جنہوں نے ان کیلئے وہ دین نکال دیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر
 (خدا کی طرف سے) ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو بیشک (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو جاتا، اور بیشک (آخرت میں)
 ان ظالموں (یعنی کافروں) کیلئے درد دینے والا عذاب ہے ﴿۲۱﴾ (اس روز) تم ان ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنے اعمال
 کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وہاں) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام
 کئے وہ بہشتوں کے باغ میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں ان کیلئے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہوگا یہی بڑا فضل
 ہے ﴿۲۲﴾ یہ وہ ثواب ہے کہ جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔

دنیا ٹالتے ہیں۔ وہاں جا کر قیامت میں خالی رہے گا کچھ نہ ملے گا کہ کام کرتے وقت اپنے وہاں کے نفع کا خیال ہی نہ تھا۔ اس
 نے فقط دنیا کیلئے کیا تھا، سو وہ ملے گی۔

یہ کفار جو بت پرستی وغیرہ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، تو کیا ان کے لئے سوا خدا کے اور کوئی معبود مالک ہے، جن کو یہ خدا کا
 شریک بتاتے ہیں۔ اور اپنا حامی کہ ان کو انہوں نے کوئی دین بتایا ہے، اور ان کیلئے مقرر کر دیا ہے، جس کا خدا نے انکو حکم نہیں
 دیا۔ اگر خدا کا حکم ازلی جو حق و باطل میں فاصل ہے، اور یقینی ہے، انکی تاخیر عذاب کے بارہ میں ثابت نہ ہو چکا ہوتا، اور یہ
 بات تقدیر میں نہ مقرر ہو چکی ہوتی کہ اس اُمت پر اگلوں کا ساعذاب نہ آئے گا، تو کبھی کا عذاب آچکتا، اور یہ سب مر کر خاک
 میں بھی مل چکتے۔ اور بیشک ظالم کافروں کو آخرت میں سخت عذاب پہنچے گا، اور جو لوگ ایمان لائے، اور اچھے کام کئے تو ایسے
 فرمانبردار لوگوں کے لئے جنت کی نعمتیں ہیں، وہ دیکھنے کے قابل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب، اور جنت کی
 نعمتوں کی پوری تفسیر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ وَمَنْ يَقْتَرِفْ
 حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ
 افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۗ فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحِ اللَّهُ
 الْبَاطِلَ وَيُخَيِّطُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۴﴾

تم فرماؤ میں لے اس تبلیغ قرآن پر تم سے کچھ مزدوری نہیں طلب کرتا مگر (تم کو) قرابت والوں کی محبت کرنی
 چاہئے اور جو کوئی نیکی کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا، قدر فرمانے
 والا ہے ﴿۲۳﴾ کیا یہ لے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خدا پر جھوٹ باندھ لیا ہے، اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی
 (رحمت و حفاظت کی) مہر لگا دے اللہ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور دین حق کو اپنی باتوں سے ثابت کرتا ہے بیشک وہ
 دلوں کی باتیں جانتا ہے ﴿۲۴﴾

۱۔ شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے
 اور انصار نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے ذمہ مصارف ہیں، اور مال کچھ بھی نہیں ہے۔ تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا،
 اور حضور ﷺ کے حقوق و احسانات یاد کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے بہت سا مال جمع کیا، اور اس کو لے کر
 خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی، ہم نے گمراہی سے نجات پائی، ہم یہ مال
 خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کرنے کے لئے لائے، قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی
 اور حضور نے وہ اموال واپس فرمادئے۔

گناہوں کا کفارہ

۲۔ مشرکین مکہ کہتے کہ محمد ﷺ قرآن کی آیتیں خود بنا لیتے ہیں، اور یہ مشہور کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ مشرکین کی اس
 بات کا ایک جواب تو سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن اسی رسول ﷺ پر اترا ہے۔ اور باتیں اس
 میں ایسی غیب کی ہیں کہ اسی شخص تو درکنار، کوئی پڑھا ہوا آدمی بھی ایسی غیب کی باتیں نہیں بتلا سکتا۔ اس لئے ہر ایک سمجھدار آدمی
 سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اسی بات کا یہاں جواب دیا ہے کہ جھوٹ اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ اسی واسطے قرآن کے
 مخالف لوگ قرآن کے مقابلہ میں جو چھوٹی باتیں کہتے ہیں۔ ان کو دن بدن اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے۔ اور قرآن کی باتوں کو پھیلاتا
 ہے، اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تو جھوٹی باطل بات کو محو فرمادیتا ہے، اور حق اور سچی بات کو اپنے

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَ
يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَ يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ وَ يَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَّوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ
يُنزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۗ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾

اور وہی (رحیم) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (گزشتہ) گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے ﴿۲۵﴾ اور ان لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (انعام) دیتا ہے، اور جو کافر ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو بیشک زمین میں ضرور فساد کرتے لیکن وہ اندازہ سے رزق اتارتا ہے جتنا چاہتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں (کے حالات) کو جاننے والا دیکھنے والا ہے ﴿۲۷﴾

معجزات، اپنی دلیلیں، اپنے مقدس کلمات و احکام ظاہر کر کے خوب ثابت کر دیتا ہے، جس میں پھر شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ کفر کو بالکل باطل، اور اسلام کو ہدایت ثابت فرما دیا۔ وہ تو سب کے دلوں کا حاکم ہے، ان کے اچھے برے ارادوں کا عالم ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی باتوں سے توبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے انکے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کو اپنے بندوں کے سب کام معلوم ہیں۔ توبہ کی صورت میں اپنے علم کے موافق اسے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اور توبہ کے بعد جو لوگ فرمانبردار بن کر نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی ہر ایک التجا کو وہ سنتا ہے، اور ان کی التجا سے بڑھ کر اپنے فضل سے ان کو دیتا ہے۔ ہاں جو لوگ دین کی باتوں کے منکر ہیں، اگر وہ بغیر توبہ کے مرجاویں گے، ان کو عقبیٰ میں سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

لہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا انجام خوب معلوم ہے۔ اس سے وہ ہر ایک کی مصلحت کو دیکھ کر رزق کا انتظام فرماتا ہے۔ امیرو غریب سب یکساں ہو جاویں تو کوئی کسی کی نہ سنے، اور دنیا کے انتظام میں فتور پڑ جاوے۔ اب جس طرح دنیا کا کام چل رہا ہے کہ امیر لوگوں کو غریبوں کے کام کاج سے مدد ملتی ہے، اور غریبوں کو امیروں کے روپیہ پیسہ سے۔ امیروں غریبوں کے یکساں ہو جانے میں یہ انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قُطِّعُوا وَيُنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۖ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ جَنَعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴿۳۰﴾

اور لہ وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی ہے کارساز سب تعریف کیا گیا ﴿۲۸﴾ اور اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور انکے درمیان ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلانے اور وہ انکے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے ﴿۲۹﴾ اور ۲۹ جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی ہے تو وہ اس گناہ کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے ﴿۳۰﴾

۱۔ اس آیت میں مینہ کے برسنے کا، آسمان وزمین اور آسمان وزمین کی مخلوقات کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر منکرین حشر کو یوں قائل کیا، کہ جس صاحب قدرت نے پہلی دفعہ یہ سب کچھ پیدا کیا، دوبارہ پیدا کرنا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہر شخص کا عقلی تجربہ ہے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکا، وہ دوسری دفعہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کی تکالیف ان کے گناہوں کا کفارہ

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ آیت بڑی فضیلت کی آیت ہے۔ کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس آیت کی تفسیر یوں سنی ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جو کچھ درد پہنچتا ہے۔ وہ دنیا میں ہی ان کے گناہوں کا بدلہ ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ یوں ہی بغیر بدلہ کے معاف فرما دیتا ہے“ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے جو روایتیں ہیں کہ ایماندار شخص کو ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف ہو تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”مسلمان آدمی کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے کفارے کے طور پر اس شخص کو کسی رنج میں مبتلا کر دیتا ہے“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان کو کوئی مرض یا کوئی رنج یا غم دنیا میں ہوتا ہے، تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح خزاں کے موسم میں درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”بخار کو برا نہیں کہنا چاہیے، اس سے انسان کے گناہ جھڑتے ہیں“۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مسلمان کو جانی و مالی جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے، وہ اس کے بعض گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور معصوم ہوتے ہیں، اگر ان کو دنیاوی دکھ پہنچتا ہے تو رفع درجات کیلئے ہوتا ہے۔

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَّلِيٍّ
 وَلَا نَصِيرٍ ۝۳۱ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝۳۲ إِنَّ يَسَاءَ
 يَسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
 لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝۳۳ أَوْ يُوقِنُ أَنَّ بِهَا كَسَبُوهَا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۝۳۴
 وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ۝۳۵ فَمَا
 أَوْتَيْنَاهُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَبَتَّاءُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

اور تم زمین لے میں قابو سے نہیں نکل سکتے، اور خدا کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست ہے اور نہ مددگار ۝ اور لے اسکی
 نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے جہاز ہیں جیسے پہاڑ ۝ اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے پس جہاز سمندر کی
 پیٹھ پر کھڑے رہ جائیں، بیشک اس معاملہ میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار (یعنی مومن) کیلئے ۝ یا اگر
 چاہے تو ان جہازوں کو غرق کر دے لوگوں کے گناہوں کے سبب سے اور بہت کچھ معاف فرما دے ۝ اور جو
 لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ انہیں بھاگنے کی کہیں جگہ نہیں ۝ پس لے جو کچھ تم کو دیا گیا
 ہے محض وہ چند روزہ دنیا کی زندگی کا اسباب ہے،

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ جو مصیبتیں تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہیں ان سے کہیں بھاگ نہیں سکتے، کہ اسکے عذاب سے بچ کر کہیں
 بھاگ جاؤ، اور خدا کے عذاب سے کوئی تمہارا رشتہ دار، عزیز، قریب نفع دینے والا، اور نہ کوئی مددگار جو مدد کرے اور بچالے۔
 ۲۔ ان آیتوں میں منکرین قدرت کے قائل کرنے کیلئے فرمایا، یہ پہاڑ کے پہاڑ کشتیاں پانی کو پھاڑ کر جو دریا میں پھرتی ہیں،
 اللہ چاہے تو ہوا کو روک دے جس سے وہ چلتی ہیں، تو وہ ایک ہی جگہ کھڑی رہ جائیں۔ پانی کے اوپر قائم رہیں۔ ان کشتیوں
 میں خدا کی قدرت کی عجیب نشانیاں ہیں، اور نہایت عبرت و نصیحت ہر صبر والے کیلئے، جو طاعت و مصیبت پر کرتا ہے، اور شکر
 ادا کرتا ہے، اور اگر خدا چاہے تو ان کشتی والوں کو نافرمانی کے سبب، اور انکے برے کاموں کے بدلے دریاؤں میں ان کو ہلاک
 اور پاش پاش کر دے۔ مگر وہ رحمت کرتا ہے کہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے، جس سے لوگوں کی اکثر بلائیں ایک وقت
 مقررہ تک ٹل جاتی ہیں۔ خدا یہ باتیں اس لئے بیان کرتا ہے کہ جو رسول و قرآن کی حقیقت میں جھوٹا خرافات جھگڑا نکالتے
 ہیں۔ وہ خوب جان لیں کہ جب ان کی سزا کا وقت مقرر آجائے گا، تو پھر ایسے لوگ بھاگ کر جانے کی کہیں جگہ نہ پائیں گے۔
 دنیا چند روزہ ہے: لے ان آیتوں میں فرمایا کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ چند روزہ ہے۔ یہ سب دنیا کی جیتی دم کی زینت، آرائشی

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْغَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَ
 الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ
 يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۖ وَ
 أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ إِذَا
 أَصَابَهُم الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۖ

اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور جنہوں نے اپنے پروردگار کا حکم قبول کیا اور نماز قائم رکھی اور ان کا ہر کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے تو (انصاف سے) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی قدر برائی ہے۔

ہیں کچھ بھی باقی نہ رہے گا، اور آخرت میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، وہ ان سب دنیا کی نعمتوں سے لاکھوں درجے بہتر ہے، اور ہمیشہ باقی رہنے والا۔ جس کو کبھی فنا نہیں۔ جانتے ہو کس کیلئے ہے۔

کامل مسلمان کی خوبیاں

ہاں وہ ان کیلئے ہے جو رسول و قرآن پر ایمان لائے، اور اپنے پروردگار پر ہر بات میں بھروسہ رکھتے ہیں، اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں، اور زنا وغیرہ سے دور بھاگتے ہیں۔ احکام الہی کو مانتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اور جب کسی بات پر غصہ ہوتے ہیں تو بروہ دباری کرتے ہیں، بدلہ نہیں لیتے معاف کر دیتے ہیں۔ اور جب کوئی کام دینی یا دنیوی کرنا چاہتے ہیں، اور اس کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اس کا آپس میں بیٹھ کر مشورہ کر لیتے ہیں، پھر کام کرتے ہیں۔ اور ہم نے جو ان کو روپیہ پیسہ مال وغیرہ دیا ہے، اس میں سے اللہ کی راہ میں خوب صدقہ خیرات کرتے ہیں، اور جب انہیں کوئی ستا تا ہے ظلم کرتا ہے، ان سے سرکشی بغاوت کرتا ہے، تو وہ انصاف اور حقانیت سے بدلہ لیتے ہیں، غصہ میں حد سے نہیں گزرتے۔ اور جو شخص بدلہ لینے کی جگہ معافی سے کام لیوے گا، تو اس کا ثواب اللہ پر ہے۔ اس کو بہت ثواب عطا فرمائے گا۔ خدا ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ہاں جو مظلوم ہوا، اور اپنا بدلہ لینا چاہے برابر برابر، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو اپنا حق لیتا ہے۔ اعتراض اور گناہ تو اس پر ہے جو خواہ مخواہ لوگوں کو ستاتا ہے، اور ان پر ابتلاء ظلم کرتا ہے، اور بے انصاف زمین میں ناحق بغاوت کرتا ہے۔ تو ایسوں کو سخت عذاب درد رساں پہنچے گا، اور جو ظلم پر صبر کرے گا، اور بخشش کرے گا بدلہ نہ لے گا، تو یہ بہت بڑا مرتبہ ہے، اور نہایت بہتر ہے، اور عالی درجے کا امر ہے۔

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنْ
 انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿۴۱﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ
 عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ
 أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ
 الْأُمُورِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ

پس جو کوئی معاف کر دے اور معاملہ کو درست کر دے، پس اس کا اجر اللہ پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۴۰﴾ اور بیشک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا۔ پس ایسے لوگوں پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں ﴿۴۱﴾ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو درد دینے والا عذاب ہے ﴿۴۲﴾ اور بیشک جو شخص صبر کرے اور معاف کرے تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں ﴿۴۳﴾ اور جس کو خدا گمراہ کرے پس اس کا کوئی رفیق نہیں اس کے بعد۔

کافروں کا انجام اور نافرمانی کی زندگی

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ کی توفیق و دست گیری ہی سے آدمی کو ایمان حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اگر اللہ اپنے مقدس مذہب کی راہ نہ دے، تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور گمراہی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کافروں کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ بروز قیامت عذاب کی سختی اور تکلیف دیکھیں گے، تو وہ اس حالت کو دیکھ کر بہت گھبرائیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ مل جاوے، تاکہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں، اور عذاب دوزخ سے نجات پاویں۔ اور سب سے مجرم کی طرح خوف اور ذلت و ندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہوں گے، کسی سے پوری طرح آنکھ نہ ملا سکیں۔ اور میدان حشر میں ایماندار لوگ جب ان نافرمان لوگوں کا حال دیکھیں گے، کہ نافرمان لوگ دوزخ کو کن آنکھوں سے دیکھ کر پھر دوبارہ دنیا میں جانے اور نیک عمل کرنے کی آرزو کر رہے ہیں، تو اس وقت جو ایماندار لوگ ان نافرمان لوگوں کو قائل کرنے کے طور پر کہیں گے، کہ جو وقت نیک عمل کرنے کا تھا، وہ تم نافرمان لوگوں نے ہاتھ سے کھو دیا، اور سرکشی کے سبب سے دنیا میں ایسی تجارت کی، جس کے سبب سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا۔ بیشک ظالم کافر مشرک ایسے عذاب میں گرفتار ہوں گے جو ہمیشہ قائم رہے گا، اور وہاں انکے بت، یا عزیز و اقارب

وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ ۖ ﴿٣٤﴾ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ مِنَ الدُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخُسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَاهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۖ ﴿٣٥﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءَ يَبْصُرُونََهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۖ

اور تم ان ظالموں کو دیکھو گے جب وہ (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھیں گے (تو) کہیں گے کیا (دنیا) میں واپس جانے کی کوئی راہ ہے اور تم ان کو دیکھو گے کہ جب وہ دوزخ پر پیش کئے جائیں گے ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے چھپی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے ﴿۳۴﴾ اور ایمان والے کہیں گے بیشک نقصان میں وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا آگاہ ہو بیشک ظالم (یعنی مشرک و کافر) لوگ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے ﴿۳۵﴾ اور (وہاں) ان کا کوئی کارساز نہ ہوگا کہ اللہ کے مقابل ان کی مدد کرے۔

وغیرہ کام نہ آئیں گے کہ ان کی مدد کریں، اور عذاب الہی سے بچالیں، نجات دلائیں۔ آگے فرمایا: ”اے لوگو! اس بیکسی کے وقت کے آنے سے پہلے اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری قبول کر لو، تو ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔ جب وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا، تو پھر پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔“ فرمایا اے محبوب ﷺ! اس نصیحت کے بعد بھی اگر یہ نافرمان لوگ نہ مانیں، تو تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ تم ان کو اللہ کی نصیحت پہنچا دو۔ پھر اگر یہ نہ مانیں گے تو اللہ ان سے سمجھ لیوے گا۔ پھر فرمایا کہ ان نافرمان لوگوں کے اللہ کی نصیحت نہ ماننے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو دنیا میں کسی قدر فراغت دے رکھی ہے۔ اور یہ انسان کی جبلی عادت ہے کہ فراغت کے وقت بجائے اللہ کے شکر کے اترتے لگتا ہے، اور تکلیف کے وقت اللہ کی تمام نعمتوں کو بھول کر بجائے خدا سے ڈرنے کی خدا کی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین اور آسمان سب ملک اللہ کا ہے، ہمسی کی ناشکری اور نافرمانی سے اللہ کے ملک میں کوئی فتور نہیں پڑتا۔ جس طرح دنیا کے بادشاہوں کا حال ہے کہ رعیت اور ملازموں کے نافرمان ہو جانے سے ان کی بادشاہت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ خدا کی بادشاہت ایسی نہیں ہے۔ خدا ایسا زبردست بادشاہ ہے کہ اس کو کسی کی نافرمانی اور ناشکری، اور مخالفت کی کچھ پروا نہیں ہے۔ جس طرح اس کی حکومت غریب لوگوں پر ہے، وہ ویسی ہی بادشاہوں پر ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں میں سے جس کو چاہے بے اولاد رکھے، جس کو چاہے بجائے لڑکے کے لڑکی دیوے، کسی کا اس پر کچھ زور اور بس نہیں چل سکتا۔

وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۝۳۶ اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّنْ
 قَبْلِ اَنْ يَّاتِي يَوْمًا لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ ۝۳۷ مَا لَكُمْ مِّنْ تَكْوِيْنٍ ۝۳۸
 حَفِيظًا ۝۳۹ اِنْ عَلَيَّكَ اِلَّا الْبَدْعُ ۝۴۰ وَاِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا
 رَاحَةً فَرِحَ بِهَا ۝۴۱ وَاِن تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ
 فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرًا ۝۴۲ اللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝۴۳ يَخْلُقُ
 مَا يَشَاءُ ۝۴۴ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ لِسٰنًا ۝۴۵ وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ
 الذُّكُوْرًا ۝۴۶ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرٰنًا وَاِنَاثًا ۝۴۷ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ
 عَقِيْبًا ۝۴۸ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۴۹

اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راہ نہیں ۳۶ تم اپنے پروردگار کا حکم مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں، اس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہیں (اپنے گناہوں کا) انکار کرتے بنے ۳۷ پس اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا، تمہارے ذمہ تو یہی ہے پیغام پہنچا دینا، اور بیشک جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے، اور اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچے ان کے ان اعمال کے سبب سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے (تو سب نعمتوں کو بھول جاتا ہے) بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے ۳۸ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا فرماتا ہے ۳۹ یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، بیشک وہ جاننے والا قدرت والا ہے ۴۰

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحِيًّا أَوْ مِنْ وَرَائِي حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۗ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۗ

اور اے کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر، یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اللہ کے حکم سے وحی کرے جو اللہ چاہے، بیشک خدا بلند مرتبہ حکمت والا ہے ﴿۵۱﴾ اور (اے محبوب! ﷺ) اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے قرآن وحی کیا، اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل، اے ہاں ہم نے اس قرآن کو نور بنایا کہ جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں۔

قرآن خدا کی کتاب ہے

۱۔ شان نزول: یہود آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لوگوں کے بہکانے کیلئے اور حسد کے سبب سے یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتے، تو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فرشتے کے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھتے تھے۔ ان کے اس اعتراض کا جواب آنحضرت ﷺ نے یہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اصل مطلب یہ ہے کہ بلا پردہ کی آڑ کی تو نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اور نہ کسی آدمی میں یہ طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رو برو باتیں بے پردہ بے حجاب فرمائے۔ ہاں پچھلے تمام انبیاء میں جو وحی کا طریقہ تھا کہ خواب میں کوئی بات معلوم ہو جاتی تھی، یا فرشتہ آ کر اللہ کا حکم پہنچا جاتا تھا۔ یہ سب طریقے وحی کے ان نبی میں بھی موجود ہیں۔ شب معراج میں آنحضرت ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوئیں، سچے خواب بھی ان کو ہوتے ہیں، غیب سے باتیں بھی انکے دل میں پڑتی ہیں۔ ہر روز اللہ کا فرشتہ بھی ان کے پاس اللہ کا حکم لے کر آتا ہے، پھر ان کی نبوت سے انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر آگے اسی جواب کی تائید میں فرمایا کہ اسی نبی کو پچھلے انبیاء کی طرح سب احکام شریعت کا معلوم ہو جانا، یہ تائید غیبی اور اللہ کی وحی نہیں تو پھر کیا ہے۔ مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی پردہ ایسا ہو جیسا جسمانیات کیلئے ہوتا ہے۔ اس پردہ سے مراد سامع کا دنیا میں دیدار سے محجوب ہونا ہے۔

۲۔ اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے قرآن کو اتار کر سارے جہان میں نور پھیلایا۔ اور قرآن کو اپنا چراغ بنا دیا۔ امر، نبی حق،

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿۵۳﴾

اور اے بیشک (اے محبوب! ﷺ) تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو ﴿۵۲﴾ اللہ ﷻ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، آگاہ ہو سہ اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹتے ہیں ﴿۵۳﴾

باطل، حلال، حرام صاف صاف بیان کرتا ہے۔ ہم بذریعہ قرآن جس کو چاہتے ہیں، اور اپنے بندوں میں سے جس کو لائق سمجھتے ہیں، اسی کو راہ اور اس قرآن کی روشنی دکھاتے ہیں۔

اے محبوب ﷺ! تم تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہو، کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔

۲ یعنی سیدھی راہ وہ ہے جس پر چل کر آدمی خدائے واحد تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ سے بھٹکا خدا سے الگ ہوا۔

۳ یعنی جب سب کاموں کے انجام اسی کی طرف لوٹتے ہیں، تو چاہئے کہ آدمی شروع سے اس انجام کو سوچ لے، اور اپنے اختیار سے ایسے راستہ پر چلے، جو سیدھا اسی کی بارگاہ تک پہنچنے والا ہے۔

﴿۱۹ آیاتھا﴾ ﴿۲۳ سُوْرَةُ الزُّخْرِفِ مَكِّيَّةٌ ۲۳﴾ ﴿مَرْكُوعَاتُهَا ۷﴾

سورہ زخرف مکہ میں نازل ہوئی، اس میں نو اسی آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ الزخرف: اس سورت کو لکھ کر آب باراں سے دھو کر پلانے سے ان شاء اللہ کھانسی کو فائدہ ہوگا۔ اور جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اس سورت کو پڑھے ان شاء اللہ اس کی مصیبت دور ہو جائے گی۔

حَمْدٌ ۱ وَ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُونَ ۳ وَ اِنَّهٗ فِي اُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلٌّ حَكِيمٌ ۴ اَفَضْرِبُ
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۵ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ
نَّبِيِّۢ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۶ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۷
فَاَهْلَكْنَا اَسْدًا مِنْهُمْ بِطُشًا وَمَضٰى مِثْلُ الْاَوَّلِيْنَ ۸

قسم ہے ۱۔ روشن کتاب (یعنی قرآن پاک) کی ۲۔ کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن اتارا تاکہ تم (اس کے معانی و احکام کو) سمجھو ۳۔ اور بیشک یہ کتاب ہمارے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی بلند قدر اور حکمت والی ہے ۴۔ تو کیا ہم تم سے اس نصیحت (یعنی قرآن کے احکام) کو ہٹالیں اس بات پر کہ تم لوگ حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو ۵۔ اور ہم نے بہت سے نبی اگلوں میں بھیجے ۶۔ اور ان لوگوں کے پاس جو نبی آیا اس کے ساتھ ہنسی ہی کرتے تھے ۷۔ پس ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زور آور تھے ہلاک کر دیئے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے ۸۔

۱۔ جس بات پر قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ کیونکہ یہ قرآن امی رسول ﷺ پر اترتا ہے، اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ کوئی پڑھا ہو شخص بھی وہ باتیں نہیں بتلا سکتا۔ اس واسطے اسی قرآن کی قسم کھا کر یہ بات منکرین قرآن کو جتلائی جاتی ہے کہ یہ قرآن بلاشک اللہ کا کلام ہے، اور اس قرآن میں ہدایت و ضلالت کی راہیں جد اجد اور واضح کر دیں۔ اور امت کی تمام شرعی ضرورت کو بیان فرما دیا تاکہ تم اس کے معانی اور احکام کو سمجھو۔ لوح محفوظ اونچی اور محفوظ جگہ ہے، اور قرآن اسی میں لکھا ہوا ہے۔ اس لئے قرآن کو کتاب بلند قدر اور حکمت والی فرمایا۔ آگے مشرکین کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ تم لوگوں کے جھٹلانے کے سبب سے قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا بند نہیں ہو سکتا، کیونکہ علم الہی میں جو لوگ راہ راست پر آنے کے قابل ٹھہر چکے ہیں، وہ انہیں آیتوں کی نصیحت سے راہ پر آجائیں گے۔ رہے ان آیتوں کو سخر اپن میں اڑانے والے، پہلے ایسے لوگ حال کے لوگوں سے قوت اور ثروت میں بڑھ کر انبیاء کرام کے زمانہ میں بھی تھے، جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے، جن کے قصے ان لوگوں کو عبرت کیلئے سنائے جا چکے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کے ڈھنگ پر رہے تو آخر یہی انجام ان کا ہوگا۔

وَلَيْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ
 الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۙ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ
 فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۙ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۙ كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ۙ

اور لے اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ ان کو خدائے
 غالب جاننے والے نے پیدا کیا ۙ وہ جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا
 اور زمین میں تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم (سفر کی) راہ پاؤ ۙ اور جس نے آسمان سے پانی
 ایک اندازے سے برسایا، پھر ہم نے اس سے مردہ (یعنی خشک) زمین کو زندہ (یعنی سرسبز) کیا، اسی طرح تم
 (بھی اپنی قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ۙ

توحید کا بیان اور عجائبات قدرت

۱۔ اس آیت میں فرمایا اگر تم ان مشرکین سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائی، تو یہی جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ
 صاحب قدرت اور صاحب علم نے پیدا کیا ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی کہ زمین کو
 اس نے اونچا نیچا نہیں بنایا، تاکہ لوگوں کو چلنے پھرنے میں تکلیف نہ ہو۔ بلکہ اس کو فرش کی طرح برابر بنایا، اسی طرح زمین کا ہلنا
 بند کرنے کے لئے اس میں پہاڑ جو ٹھونکنے تو اس حکمت سے کہ ان پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھیں تاکہ لوگوں کو ایک شہر سے
 دوسرے شہر کو جانے میں کچھ دشواری نہ پیش آوے۔

پریشانیاں احکام الہی سے روگردانی کے باعث آتی ہیں۔

۲۔ دنیا کی ضرورت کے موافق ہر سال موسم برسات میں اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے۔ جب کبھی ضرورت سے کم مینہ برستا ہے تو قحط
 پڑ جاتا ہے۔ اور ضرورت سے زیادہ برستا ہے تو اس سے بھی ہر طرح کی پیداوار کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ
 اندازہ کے موافق اللہ تعالیٰ ہمیشہ مینہ برساتا ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مینہ کے معمولی اندازہ میں فرق پڑ کر دنیا
 میں رزق کی تنگی لوگوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے۔ چنانچہ موطا میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ بدکاری کے وبال سے عام وبا آتی ہے، اور کم تولنے کے وبال سے قحط پڑتا
 ہے۔ پھر اس پانی سے جس مردہ خشک ویران شہر کو چاہا، سبزہ زار تر و تازہ بنا دیا۔ اے لوگو! یوں ہی تم زندہ ہو گے۔ دیکھو زمین
 مرنے کے بعد کیسے زندہ ہو جاتی ہے، یونہی وہ تم کو چلاوے گا۔ اب آگے انسان، چوپایہ ہر ایک چیز کے جوڑوں میں نرمادہ

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ
مَا تَرْكَبُونَ ﴿۱۳﴾ لِيَسْتَوِيَ عَلَى ظُهُورِهِمْ تَذَكُّرًا وَعِبَادَةً رَبِّكُمْ إِذَا
اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا
لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿۱۴﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ﴿۱۵﴾ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ
عِبَادِهِ جُزْءًا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورًا مُّبِينًا ﴿۱۶﴾ أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا
يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفًا بِالْبَنِينَ ﴿۱۷﴾

اور جس نے سب جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے کہ جن پر تم سوار ہوتے ہو ﴿۱۳﴾ تاکہ تم
انکی بیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو، پھر اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو جس وقت تم اسکے اوپر ٹھیک بیٹھ جاؤ اور اسے یوں کہو پاکی ہے
اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم اس پر قابو پانیا لے نہ تھے ﴿۱۴﴾ اور بیشک ہم کو اپنے پروردگار
ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۵﴾ اور انہوں نے اللہ کیلئے اسکے بندوں میں سے ایک چیز یعنی اولاد مقرر کی، بیشک
انسان صریح ناشکرا ہے ﴿۱۶﴾ کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے لڑکیاں اور تم کو جن کر لڑکے دیئے ﴿۱۷﴾

کے پیدا کرنے کا، اور کشتی کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا۔ کہ جو کوئی ان چوپایوں یا کشتی پر سوار ہو تو اس وقت خیال کرو کہ کیسی
پروردگار کی نعمت ہے، اور اسکی رحمت و نعمت کو یاد کر کے شکر بجلاؤں۔

اللہ کی نعمتیں اور بندے کی ناشکری

اس سواری خوفناک چیز ہے، اور کبھی کبھی یہی سواری آدمی کے ہلاک ہو جانے کا سبب پڑ جاتی ہے۔ اب شرعی تعلیم کے موافق جو
شخص خشکی تری کی سواری کے وقت ان آیتوں کو پڑھے گا تو گویا موت کے سبب کے وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ شمار کیا
جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے چوپایوں اور کشتی کو ہمارے قابو میں کر دیا ہے۔ ورنہ ہم میں ہرگز یہ طاقت نہیں تھی کہ ہم
ان چیزوں کو اپنے قابو میں کر سکتے اور مالک بن جاتے۔ ہم سب بعد موت اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانیا لے ہیں۔ اب
آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان پر یہ احسانات کئے کہ انسان کو اور اس کی ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔ لیکن انسان ایسا ناشکرا
ہے کہ اس نے بجائے ان نعمتوں کی شکر گزاری کے، یہ ناشکری کی کہ بغیر کسی سند کے اللہ کو صاحب اولاد ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکوں کو قائل کیا ہے کہ کیا اللہ نے تم کو تو لڑکے دیئے اور اپنی ذات کیلئے لڑکیاں چھانٹیں۔ خود
تمہارا تو یہ حال ہے کہ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر سنکر منہ سکر جاتا ہے، اور وہ رنج و غصہ میں گھٹ جاتا ہے۔ دل پریشان ہو جاتا

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَوْ مَنْ يُوَسِّوْا فِي الْحَلِيَّةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا بِالْعَلِيَّةِ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمَنِ إِنَانًا ۙ

اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری پہنائی جاتی ہے جس کا وصف رحمن کیلئے بتا چکا ہے (یعنی لڑکی) تو (اس قدر ناراض ہوتا ہے کہ) سارے دن اس کا چہرہ سیاہ رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے ﴿۱۷﴾ کیا وہ جو زیور میں پلتی ہے اور وہ بحث میں صاف بات نہ کرے ﴿۱۸﴾ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا۔

ہے کہ افسوس لڑکا کیوں نہ ہوا۔ تو یہ خوب ٹھہرے کہ اپنے لئے تو فرزند ہوں اور خدا کیلئے لڑکیاں ہیں۔ کیا یہ خدا کیلئے لڑکیاں بتاتے ہیں جو ناز و نعمت میں پرورش کی جاتی ہیں۔ اور سونے چاندی کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ کی جاتی ہیں۔ اور جب گفتگو کا موقع ہوتا ہے تو ان سے صاف صاف عمدہ طور سے گفتگو بھی نہیں کی جاسکتی، تو ایسی چیز خدا کیلئے ثابت کرنا کیا زیبا ہے۔

بت پرستی کا انجام

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکوں سے یہ تو پوچھو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا، اس وقت یہ مشرک لوگ کیا وہاں آسمان پر موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے مرد نہیں عورتیں ہیں، یا اللہ نے ان مشرکوں پر کوئی کتاب آسمان سے اتاری ہے، جس میں لکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے عورتیں ہیں۔ فرمایا یہ جھوٹی شہادت دیتے ہیں یہ لکھی جائے گی، اور نامہ اعمال میں چڑھائی جائے گی۔ اور ان سے بروز قیامت اس شہادت کا حال پوچھا جائے گا تب حقیقت کھلے گی۔ پھر فرمایا کہ نہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت یہ مشرک موجود تھے، نہ قرآن سے پہلے کوئی کتاب اللہ تعالیٰ نے ان پر اتاری ہے۔ بلکہ اپنے بڑوں سے جو کچھ انہوں نے سنا ہے۔ وہی کہتے ہیں، اور جو کچھ انہوں نے اپنے بڑوں کو کرتے دیکھا ہے وہی کرتے ہیں۔ اس واسطے سوا اس کے یہ لوگ اور کچھ جواب ہی نہیں دے سکتے کہ ہم اپنے بڑوں کے چال چلن پر ہیں اور یہ بات کچھ نئی نہیں ہے جب سے دُنیا میں شرک پھیلا ہے، اور بت پرستی کی رسم پڑی ہے، پچھلے لوگ بھی یہی کہتے آئے ہیں کہ بت پرستی اللہ کے ارادہ کے موافق نہ ہوتی تو ہم اور ہمارے بڑے اس بت پرستی پر کیوں جے رہتے۔ اور یہی کہہ کر اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ اور جس طرح اب مشرکوں کو سمجھایا جاتا ہے، اسی طرح ان کو بھی طرح طرح سے سمجھایا گیا تھا کہ بت پرستی اللہ کو ناپسند نہ ہوتی تو مثلاً قوم ثمود سے پہلے، قوم نوح اور قوم عاد پر عذاب کیوں آتا۔ اور جب وہ سمجھانے سے نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کا ان سے بدلہ لے لیا، اور طرح طرح کے عذابوں سے ان کو عارت کر دیا۔ اگر یہ لوگ سمجھنے سے نہ مانیں گے تو آخر یہی برا انجام ان کا ہوگا آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے

أَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ سَكَبَ شَهَادَتُهُمْ وَيَسْأَلُونَ ۱۹ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ
الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۲۰ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا
يَخْرُصُونَ ۲۱ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَسْكِنُونَ ۲۲ بَلْ
قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُهُتَدُونَ ۲۳ وَ
كَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ
مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۲۴

کیا ان کے پیدائش کے وقت یہ حاضر تھے، اب ان (کفار) کی یہ گواہی لکھی جائے گی اور (قیامت میں) ان سے پوچھا جاوے گا ۲۰ اور کافر بولے: ”اگر اللہ چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی پرستش نہ کرتے“ ان کو اس کی حقیقت (رضائے الہی) کا کچھ علم نہیں، وہ محض یوں ہی انگلیں دوڑاتے ہیں ۲۱ ہم نے ان کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں ۲۲ (نہیں)، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ہی دین پر پایا اور بیشک ہم ان کے قدم بقدم چل رہے ہیں ۲۳ اور اسی طرح ہم نے (اے محبوب! ﷺ) تم سے پہلے جب کسی بستی میں کوئی (پیغمبر) ڈرسانے والا بھیجا تو وہاں کے دو متمند لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ہی دین پر پایا اور بیشک ہم ان کے قدم بقدم چل رہے ہیں ۲۴

باپ آزر اور قوم سے کہا کہ تم جو یہ بت پرستی کرتے ہو، تو میں ان سے بالکل بری اور بیزار ہوں۔ میں کسی کی عبادت نہیں کرنا سوائے اس ایک خدا کے، جس نے مجھ کو پیدا فرمایا ہے۔ وہ عنقریب مجھ کو اپنے دربار قرب کی راہ دکھائے گا، اور مجھ کو اپنے دین و اطاعت پر ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کے کلمہ یعنی لا الہ الا اللہ کلمہ توحید کو ان کی ماں اولاد میں پشت در پشت باقی وقائم رکھا یعنی کوئی نہ کوئی مسلمان ہوتے رہے، کہ وہ لوگ یعنی کافر کفر سے پھر کر ایمان لائیں، بلکہ میں نے ان کو اور ان سے پہلے جو باپ دادا گزر چکے ہیں مانگو بہت کچھ مہلت مدت دی، نعمت و عمر دراز دی، حتیٰ کہ زمانہ ہدایت آ پہنچا اور حق یعنی قرآن اور رسول یعنی محمد ﷺ جو انہیں کی زبان میں صاف صاف دلائل توحید و رسالت بیان کرتے ہیں، تشریف لائے۔ جب ان کے پاس کتاب و رسول آئے یعنی محمد ﷺ ہی کتاب قرآن لے کر آئے، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بالکل جادو ہے، ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے۔ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کو جادوگر متلا کر کہہ دیا کہ ہم تو رسول و قرآن کے منکر ہیں۔

قُلْ أَوْ لَوْ جِئْتُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۲۳﴾ فَانْتَقْنَا مِنْهُمْ فَأَنْظِرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿۲۴﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۵﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۶﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۷﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءَ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۲۸﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿۲۹﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿۳۰﴾

(اس پر) پیغمبر نے فرمایا کہ کیا اگر میں تمہارے پاس اس (دین) سے زیادہ ہدایت کر نیوالا (دین) لاؤں جس پر تمہارے باپ دادا تھے وہ کہنے لگے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے ﴿۲۳﴾ پس ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا ﴿۲۴﴾ اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کی تم پرستش کرتے ہو ﴿۲۵﴾ سو اس کے جس نے مجھے پیدا کیا بیشک ضرور وہ مجھے راہ ہدایت دکھائے گا ﴿۲۶﴾ اور اس تو حیدی کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلام رکھتا کہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (شُرک سے) باز آئیں ﴿۲۷﴾ بلکہ میں نے ان (کافروں) کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق (یعنی قرآن) اور صاف بتا نیوالا رسول (یعنی سید انبیاء ﷺ) تشریف لایا ﴿۲۸﴾ اور جب ان کے پاس حق آیا تو بولے یہ جادو ہے اور بیشک ہم اس کے منکر ہیں ﴿۲۹﴾ اور لے کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں (یعنی مکہ مکرمہ اور طائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا ﴿۳۰﴾

لے کافروں نے کہا ہم لوگ مالدار اور عزت دار ہیں، اس واسطے کسی مالدار شخص کو جیسا کہ مثلاً مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم اپنا سردار بنا سکتے ہیں۔ اس واسطے یہ قرآن جو محمد ﷺ پر اترتا ہے، ولید یا عروہ

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۗ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ
بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْعُونَ ﴿۳۲﴾

یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت (یعنی نبوت) کو تقسیم کرتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی تاکہ ان میں ایک دوسرے کے محکوم بنائیں (یعنی خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط رہے) اور تمہارے پروردگار کی رحمت (یعنی جنت) بدرجہا اس (دنیوی مال و متاع سے) بہتر ہے جو یہ جمع کرتے ہیں ﴿۳۲﴾

جیسے کسی مالدار شخص پر نازل ہوتا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں کئی طرح دیا ہے: ﴿۱﴾ ایک تو یہ کہ ان لوگوں کو کس نے مختار بنایا ہے جو یہ اللہ کی رحمت کے حصے اپنی غرض کے موافق لگا رہے ہیں۔ کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ جس کو چاہیں دیدیں، کس قدر جاہلانہ بات کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنی حکمت کے موافق جس شخص کو نبوت کے قابل پایا اس کو نبوت عطا کی۔ ان لوگوں کو اللہ کی حکمت میں کیا دخل ہے، جو یہ لوگ اپنی رائے لگاتے ہیں۔ ﴿۲﴾ دوسرا جواب یہ کہ دنیا میں کسی کو غنی کیا، کسی کو فقیر، کسی کو قوی، کسی کو ضعیف، مخلوق میں کوئی ہمارے حکم کو بدلنے، اور ہماری تقدیر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو ہزاروں اہل تدبیر اور اہل ہنر روٹی سے محتاج ہیں۔ اور ہزاروں بے عقل اور بے ہنر مالدار ہیں۔ جب دنیا جیسی ذلیل چیز میں کسی کو مجال اعتراض نہیں، تو نبوت جیسے منصب عالی میں کیا کسی کو دم مارنے کا موقع ہے۔ جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں فقیر کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں خادم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں جسے چاہتے ہیں امیر بناتے ہیں۔ امیر کیا کوئی اپنی قابلیت سے ہو جاتا ہے، ہماری عطا ہے جسے جو چاہیں کریں۔ ﴿۳﴾ تیسرا جواب یہ کہ یہ لوگ دنیاوی مالدار کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور دنیا کی مالداری ایسی حقیر چیز ہے کہ کافروں کو زیادہ مالدار دیکھ کر مسلمانوں کے دل پریشان ہو جانے کا خیال نہ ہوتا، اور بچل جانے کا نتیجہ پیش نظر نہ ہوتا، تو ہم ان کیلئے جو رحمن کو نہیں مانتے، یعنی کافروں کو دنیا بے اندازہ دے دیتے یعنی دنیا کا مال مل جانا، کوئی دلیل خدا کے قریب کی نہیں۔ ہم انکے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے، اور سیڑھیاں جن کے ذریعے ان پر چڑھتے اور اترتے ہیں وہ بھی خالص چاندی کی، اور ان کے دروازوں کے کواڑ چوکھٹیں چاندی کے ہوتے، اور تخت چھپر کھٹ چاندی کے، جن پر وہ سوتے اور تکیہ لگاتے۔ اور نیز سونے کے، اور برتن سونے چاندی کے، طرح طرح کی زینت ناز و نعمت دیتے، مگر یہ سب کچھ زندگی دنیا تک کے اسباب ہیں۔ مرنے پہچھے کچھ بھی نہیں، اور جو مسلمانوں کو آخرت میں جنت ملنے والی ہے، اس کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ
 لَبِئُوتَهُمْ سُفُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿۳۳﴾ وَ لَبِئُوتَهُمْ
 أَبْوَابًا وَسُرًّا عَلَيْهَا يَتَّكُونَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرَفًا وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا
 مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۵﴾ وَ مَنْ
 يَعِشْ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿۳۶﴾

اور اگر یہ احتمال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور ان لوگوں کے لئے جو رحمن کا انکار کرتے
 ہیں ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر چڑھا (اترا) کرتے ﴿۳۳﴾ اور ان کے
 گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی چاندی کے کر دیتے ﴿۳۴﴾ جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور طرح طرح کی
 آرائش بھی اور یہ جو کچھ ہے دنیا ہی کی زندگی کا اسباب ہے اور آخرت (کا ثواب) تمہارے پروردگار کے پاس
 پرہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۳۵﴾ جو شخص اللہ کی یاد (یعنی قرآن) سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان
 مقرر کرتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے ﴿۳۶﴾

ہر انسان کے ساتھ دو پوشیدہ ہستیاں

۱۔ صحیح مسلم اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور
 ایک شیطان تعینات ہے۔ فرشتہ ہر وقت نیک کام کی صلاح دیتا رہتا ہے اور شیطان بد کام کی صلاح دیتا رہتا ہے۔ صحیح بخاری
 میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت آدمی اللہ تعالیٰ کی کچھ یاد اور ذکر الہی کرتا ہے، تو
 آدمی کے ساتھ جو شیطان رہتا ہے، وہ آدمی کی ہم نشینی سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور جب آدمی یاد الہی سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ
 شیطان پھر آن کر آدمی کی ہم نشینی کو مستعد ہو جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے وسوسے آدمی کے دل میں ڈالنے شروع کر دیتا ہے۔
 حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ کبھی یاد الہی اور کبھی دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں، ان کو فرشتے اور شیطان دونوں کی ہم
 نشینی کا موقع حاصل رہتا ہے۔ اور جو لوگ ہمیشہ یاد الہی سے غافل اور بے خبر رہتے ہیں، شیطان کسی وقت ان کا پیچھا نہیں
 چھوڑتے۔ اور ہمیشہ کے لئے خدا کی طرف سے شیاطین ان کا ہم نشین قرار دیا جاتا ہے۔ کس لئے کہ فرشتے کی ہم نشینی کا کوئی
 موقع ہی ایسے لوگوں کے لئے باقی نہیں رہتا۔ وہ شیاطین سیدھے اچھے رستہ سے روکتے ہیں، حق کی طرف متوجہ نہیں ہونے

وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۳۷﴾
 حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
 فَبِئْسَ الْقَرِينٌ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُمْ فِي
 الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۹﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ وَمَنْ
 كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۴۰﴾

اور بیشک وہ شیاطین ان کو راہ (حق) سے روکتے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں ﴿۳۷﴾ یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) ایسا شخص (یعنی کافر) ہمارے پاس آوے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا کہ کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، پس تو کیا براسا تھی ہے ﴿۳۸﴾ اور (ان سے کہا جاوے گا) جبکہ تم نے (دنیا میں کفر کر کے) ظلم کیا ہرگز آج تم کو یہ (حسرت و ندامت) فائدہ نہ دے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو ﴿۳۹﴾ تو کیا تم بہروں کو سنا سکتے ہو یا انہوں کو راہ دکھا سکتے اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں ﴿۴۰﴾

دیتے۔ وہ دل میں وسوسے ڈالتے ہیں، یہ جانتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے راہ پالی ہے۔ ہم بڑے سچے مذہب پر ہیں شیطان کا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ اور یہ شیطانوں کو مانے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب کفار شیطانوں کے ساتھ ساتھ زنجیروں میں بندھے ہوئے قیامت کے دن ہمارے دربار میں آئیں گے، تو اس وقت کافر افسوس و حسرت کریں گے کہ کاش ہم اسکے ساتھ نہ ہوتے۔ ہم میں اور اس میں اتنا فرق ہوتا جتنا مشرق اور مغرب کا فاصلہ۔ پس خیال کرنا چاہئے کہ وہ شیطان انسان کا کس قدر بدتر ساتھی اور ہمراز ہے۔ اس وقت اللہ کہے گا کہ اب جو حسرت و ندامت کرتے ہو، تو تم کو یہ بات اور ندامت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ کہ دنیا میں تو تم اسکے ساتھ رہے، اور اس کو اچھا سمجھے، اور کافر ہوئے، آج برا جانتے ہو الگ ہونا چاہتے ہو، یہ نہ ہوگا۔ آج تم اور یہ شیاطین سب عذاب میں شریک ہو۔

اے محبوب ﷺ! تم جو اتنی کوشش ان کے ایمان لانے میں کرتے ہو، تو کیا ان کو خواہ مخواہ مسلمان کر لو گے۔ کیا تم بہروں کو اپنی باتیں سنا دو گے۔ جو بہر ابن جائے بات سننا بھی نہ چاہے، اس کو کیونکر حق سنا سکتے ہو۔ کیا جو اندھے ہیں ان کو راستہ دکھا دو گے، اور جو کھلی ہوئی صاف گمراہی میں پڑا ہوا ہے، اور نہیں نکلنا چاہتا، تو ایسوں کو تم کیوں کر راہ پر لاؤ گے۔ یعنی تم انکے کفر کا رنج نہ کرو۔

فَمَا نَذَرْنَا بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ﴿۳۱﴾ أَوْ نُرِيكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ﴿۳۲﴾ فَاسْتَسِيكَ بِالَّذِي أَوْحَىٰ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۳﴾ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۗ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿۳۴﴾ وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا

پھر اے اگر ہم اس دنیا سے تمہیں لے جائیں تو بیشک ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے ﴿۳۱﴾ یا ہم (تمہاری حیات ہی میں) تمہیں دکھا دیں جس کا ان سے وعدہ کیا ہے، تو بیشک ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے ﴿۳۲﴾ پس اے تم اس (قرآن) کو مضبوط پکڑ لو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے، بیشک تم سیدھے راستے پر ہو ﴿۳۳﴾ اور بیشک یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے، اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا ﴿۳۴﴾ اور اے تم ان ہمارے پیغمبروں سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے،

۱۔ اے محبوب ﷺ! ان کو کفر کا عذاب ضرور پہنچے گا مگر وقت پر۔ یا تو یہ ہوگا کہ ہم تم کو دنیا سے اپنے پاس بلا لیں گے اور تم کو وفات دیں گے۔ پھر اس کے بعد ان سے بدلہ لیں گے یا یہ ہوگا کہ تم کو ان کا عذاب دکھائیں گے، تمہاری زندگی میں تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ سزا پائیں گے۔ غرض یہ کہ ہم ہر طرح کی قدرت والے ہیں، جو چاہیں گے کریں گے، مگر عذاب ضرور ہوگا چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت ﷺ کے ہاتھوں سے سزا پائی۔

۲۔ اے محبوب ﷺ! تم کسی کے جھٹلانے کی کچھ پروا نہ کرو، اور جو قرآن بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تم پر وحی بھیجا گیا ہے اس کو مضبوط پکڑو۔ کوئی مانے یا نہ مانے، تم بیشک سچے سیدھے مستقیم رستہ پر ہو۔ اے محبوب ﷺ! یہ قرآن تو نصیحت ہے جو تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے۔ اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام، اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل، ان کی زبان میں اترے اور وہ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔ اور قرآن جو ان جو ان سب کیلئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے، اسکی ہدایت پڑھ کر سب سے پہلے دنیوی اور اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔ عنقریب بروز قیامت پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اور اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی۔ اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا۔

توحید کا بیان

۳۔ اے محبوب ﷺ! یہ کفار توحید میں شک رکھتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ توحید تمہاری نکالی ہوئی ہے۔ تو تم ان

أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً يُعْبَدُونَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ أَرْسَلْنَا
 مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِكِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا
 نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ
 لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۳۸﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهُ السَّحْرُ آدُعُ لَنَا رَبِّكَ بِمَا عَهِدَ
 عِنْدَكَ إِنَّا لَنَاهْتَدُونَ ﴿۳۹﴾

کیا ہم نے خدا کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے کہ ان کی پوجا کی جائے ﴿۳۵﴾ اور اے بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی
 نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، تو موسیٰ نے جا کر کہا: ”بیشک میں اس کا رسول
 ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے“ ﴿۳۶﴾ پس جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو ناگہاں وہ ان نشانیوں
 پر ہنسنے لگے ﴿۳۷﴾ اور ہم ان کو جو کوئی نشانی دکھاتے تھے تو پہلی سے بڑھ کر ہی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو مصیبت
 میں مبتلا کیا شاید وہ (اپنے کفر سے) باز آجائیں ﴿۳۸﴾ اور بولے کہ اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے پروردگار سے
 دعا کر اس عہد کے سبب جو اسکا تیرے پاس ہے بیشک ہم ضرور ہدایت پر آجائیں گے ﴿۳۹﴾

کافروں سے ان کا حال پوچھو جو تم سے پہلے ہمارے رسول ان میں آئے تھے۔ موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم علیہم السلام وغیرہ۔ اور ان کے
 سامنے ان کی امتوں سے پوچھو کہ وہ کیا لے کر آئے تھے۔ کیا ہم نے اپنے سوا اور بھی کوئی معبود بنائے ہیں جو مستحق پرستش
 ہوں۔ کیا ہم نے اگلے پیغمبروں کو یہ حکم دیا تھا ہرگز بھی نہیں۔ مطلب یہ کہ توحید تو تمام انبیاء و رسول کی اجماع یقینی چیز ہے، کل
 انبیاء اسی کیلئے آئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شب معراج آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت
 فرمائی۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہونے، حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا کہ اے سرور اکرم! اپنے سے پہلے انبیاء
 سے دریافت فرما لیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس سوال کی کچھ
 حاجت نہیں یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام انبیاء توحید کی دعوت دیتے آئے، سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی۔
 لے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! جس طرح قریش کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے تم کو رسول بنا کر بھیجا

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿۵۰﴾ وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۵۱﴾

پس ہم نے جب ان سے وہ مصیبت دور کر دی تو فوراً وہ عہد توڑ گئے ﴿۵۰﴾ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میرے ہاتھ میں نہیں ہے، اور کیا یہ نہریں لے جو میرے محل کے نیچے بہ رہی ہیں (میری نہیں ہیں) پس کیا تم (میری عظمت و قوت) نہیں دیکھتے؟ ﴿۵۱﴾

ہے، اسی طرح فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور جس طرح قریش تمہاری نصیحت کو مسخر اپن میں اڑاتے ہیں، اسی طرح فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو مسخر اپن میں اڑایا۔ تب ہم نے طرح طرح کے عذاب ایک سے ایک بڑھ کر بھیجے۔ طوفان، بڑی، جوں، مینڈک، خون، قحط، بیماری کہ کسی طرح تو یہ مانیں، اور کفر چھوڑیں۔ جب عذاب اترتا تو فرعون وغیرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارتے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کر کے کہتا کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو، اب کی مرتبہ ہم پر سے عذاب ہٹا دے ہم بیشک ایمان لائیں گے، اور تمہارے رستے پر چلیں گے۔ ہر آفت کے وقت فرمانبرداری کا عہد کر کے آفت ٹل جانے کے بعد وہ لوگ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔

فرعون کی ہلاکت

۱۔ فرعون نے اپنی فارغ البالی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنگ دستی جتانے کے لئے اپنی قوم کو اکٹھا کیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رد کا خطبہ سنایا، اور کہا کہ اے قوم! غور کرو کہ بادشاہ کون ہے۔ کیا میرے قبضہ میں مصر جیسا عالی شان شہر نہیں ہے، کہ چالیس در چالیس کوس مربع ہے۔ اور پھر کیسا سبز و شاداب تر و تازہ۔ میرے ارد گرد نہریں بہتی ہیں، کیا یہ بات کچھ پوشیدہ ہے، کیا تم یہ چیزیں نہیں دیکھتے۔ اب یہ بتاؤ کہ میں جو اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ ہوں، میں بہتر ہوں یا موسیٰ جو ذلیل آدمی ہے اور طاقت میں بہت کم۔ موسیٰ علیہ السلام کو سیدھی طرح بات کرنا بھی تو نہیں آتی۔ اپنا مطلب بھی تو صاف صاف نہیں کہہ سکتے، تو اب میں سرداری کے لائق ہوں یا موسیٰ علیہ السلام۔ اگر موسیٰ علیہ السلام سرداری کے لائق ہوتے، اور خدا نے جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے، میں سردار بنایا ہوتا۔ تو سرداری کی نشانی تو یہ ہے کہ سونے کی قبائلیں وغیرہ پہناتے ہیں، اور وہ ان کے اوپر کہاں ہے، یہ سونے کے کنگن اور قبا وغیرہ پہنا کر کیوں نہ بھیجے گئے۔ یا ان کی فرشتے تائید کرنے کے واسطے ساتھ آتے، وہ ان کی مدد تائید و تصدیق رسالت کو کیوں نہ آئے۔ ایسی باتیں کر کے فرعون نے اپنی قوم کو دھوکا دیا، اور کم عقل بے وقوف پا کر ان کو پھسلایا۔ انہوں نے فرعون کا کہنا مانا، جب ان لوگوں کی ایسی باتوں پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۗ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ
عَلَيْهِ أَسْوَابٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ
قَوْمَهُ فَاطَاعُوهُ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا
مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَ
لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾

بلکہ میں اس سے بہتر ہوں کہ وہ ذلیل ہے، اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا ﴿۵۲﴾ پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے ﴿۵۳﴾ پس اس نے (ایسی باتوں سے) اپنی قوم کو بے عقل کر دیا، تو وہ اس کے کہنے پر چلے، بیشک وہ لوگ نافرمان تھے ﴿۵۴﴾ پس جب انہوں نے وہ کیا جس سے ہمارا غضب ان پر آیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا ﴿۵۵﴾ پس ہم نے ان کو اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لئے کر دیا (کہ عبرت حاصل کریں) ﴿۵۶﴾ اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے تو ناگہاں تمہاری قوم کے لوگ (یعنی کافر) اس (مثال) سے تو مارے خوشی کے آواز بلند کرتے ہیں ﴿۵۷﴾

قوم کو دریا قلمزم میں ڈبو کر ہلاک کر دیا۔ جس کے ڈوبنے کا قصہ ادروں کیلئے عبرت کی نشانی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو راہ راست پر آنے کی مہلت دیتا ہے۔ جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو پھر ان کو بالکل برباد کر دیتا ہے۔

۱۔ شان نزول: مسند امام احمد اور طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ایک روز سورۃ الانبیاء کی آیت، اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ کے موافق یہ فرمایا کہ مشرک جن چیزوں کو پوجتے ہیں، وہ اور مشرک دونوں قیامت کے دن دوزخ میں جھونکے جاویں گے۔ یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا اور ابن زہری کہنے لگا: ”یا محمد! کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں ہی کے لئے ہے، یا ہر امت و گروہ کیلئے“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے، اور سب امتوں کیلئے بھی“۔ اس پر ابن زہری نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسیٰ بن مریم نبی ہیں، اور آپ ان کی اور انکی والدہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں، اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں۔ یعنی یہود وغیرہ ان کو پوجتے ہیں، تو اگر یہ حضرات (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں

وَقَالُوا إِلَهِنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۖ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۖ بَلْ هُمْ
 قَوْمٌ خَصِيُونٌ ﴿۵۸﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا
 لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ ۖ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي
 الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿۶۰﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ
 اتَّبِعُونَ ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾

اور کہتے ہیں: ”کیا ہمارے معبود زیادہ اچھے ہیں یا مریم کا بیٹا“ یہ مثال ان لوگوں نے تم سے صرف جھگڑنے کے لئے بیان کی ہے بلکہ یہ ہی لوگ جھگڑالو ہیں ﴿۵۸﴾ عیسیٰ (علیہ السلام) تو صرف ایک بندہ ہے کہ جس پر ہم نے اپنا فضل کیا اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنایا ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے اور اے بیشک عیسیٰ (کا آسمان سے اترنا) جو ہے تو قیامت کی ایک نشانی ہے ﴿۶۰﴾ تو تم ہرگز قیامت میں شک نہ کرو (اے محبوب! ﷺ تم فرماؤ) کہ میرا کہا مانو یہ سیدھی راہ ہے ﴿۶۱﴾

تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے بت بھی ان کے ساتھ ہوں، اور یہ کہہ کر کفار خوب بنے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے ان بندوں میں ہیں، جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے، یہ مشرک جن شیاطینوں کی پوجا کرتے ہیں، جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے، یہ مشرک جن شیاطینوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ شیاطین مشرکوں کی پوجا سے خوش ہیں۔ اور جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام ان کی صورت سے بیزار ہیں۔ اسلئے ان مشرکوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اپنے شیاطینوں سے جو ملائی ہے، وہ بالکل غلط ہے۔ جو خواہ مخواہ ایک جھگڑے، اور باطل جنگ و جدل کی بات ہے۔ بلکہ یہ قوم واقع میں بڑی جھگڑالو اور مفسد ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کیلئے عجیب نشانی قدرت بنایا کہ بن باپ پیدا کیا۔ ہم ہر بات پر قادر ہیں، مشرکین مکہ فرشتوں کی صورتوں کو پوجنے کا بڑا فخر کرتے تھے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم چاہیں تو تم کو بالکل ہلاک کر کے تمہارے بدلے فرشتوں کو زمین پر بسا دیوے۔

لہ اس آیت میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا علامات قیامت میں سے ہے۔ جب وہ اتریں گے تو قیامت کا بہت ہی قرب معلوم ہو جائے گا۔ اے محبوب! ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ اس دن کی آفتوں سے بچنے کیلئے خالص اللہ کی عبادت کرو، اور قیامت میں شک نہ کرو، اور توحید میں میرا کہا مانو، اتباع کرو۔ توحید و اسلام صراط مستقیم ہے، اس پر چلو

وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ
بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي
تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا لِي ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَ
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٣﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ
مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ ﴿٦٥﴾

اور تم کو ہرگز شیطان (اس راہ پر آنے سے) نہ روک دے، بیشک وہ تمہارے حق میں صریح دشمن ہے ﴿٦٢﴾ اور
جب اے کہ عیسیٰ معجزے لے کر آیا تو اس نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور
اس لئے کہ بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو بیان کر دوں، پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿٦٣﴾ بیشک
اللہ میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے، پس اسی کو پوجو یہ سیدھی راہ ہے ﴿٦٣﴾ پس اے وہ گروہ آپس میں مختلف
ہو گئے، پس ان ظالموں کے لئے خرابی ہے ایک درد دینے والے دن کے عذاب سے ﴿٦٥﴾

کے نجات پاؤ گے۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو اس مقدس دین سے روک دے، اور قیامت کا منکر بنا دے، وہ تمہارا سخت
کھلا ہوا دشمن ہے۔

اے اب یہاں خود عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ جب عیسیٰ علیہ
السلام رسول ہو کر معجزے امر و نہی لے کر دنیا میں آئے تھے، تو کہا تھا کہ: ”میں خدا کا قاصد ہوں۔ حکمت لایا ہوں، امر و نہی
اسرار نبوت سکھاتا ہوں۔ اور جو یہود نے اختلاف ڈال رکھا تھا، عیسیٰ علیہ السلام نے اس اختلاف کو رفع کر دیا۔ اور فرمایا اے
یہود! تم خدا سے ڈرو، اور اس کا کہا مانو، میری نصیحت و وصیت کی اطاعت کرو، میں بندہ ہوں اللہ میرا تمہارا پروردگار ہے، خالق
ہے۔ پس اے لوگو! توحید مانو، اسی کی پوجا کرو، بس یہی صراط مستقیم ہے، اور سو اس کے سب مذاہب باطل یہی مذہب مقبول و
پسندیدہ ہے۔“

اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی امت کے لوگ مختلف ہو گئے، آپس میں جھگڑنے لگے، یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی نبوت اور انجیل کے بالکل منکر ہو گئے، اور نصاریٰ نے ایک خدا کے کئی خدا ٹھہرا دیئے۔ ● کسی نے کہا: ”حضرت

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا
 يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا خَلَاءٌ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا
 الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لِيُعَادِلَ خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٢٨﴾
 الَّذِينَ آمَنُوا بِالْإِتِنَاوِ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢٩﴾

یہ کفار قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو ﴿٢٦﴾ تمام گہرے دوست
 اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار لوگ (کہ باہم اللہ کے واسطے محبت رکھتے تھے) ﴿٢٧﴾ ان
 سے اللہ فرمائے گا: ”اے میرے اے بندو! تم پر آج کے دن نہ کوئی خوف اور نہ تم غمگین ہو“ ﴿٢٨﴾ (پرہیزگار) وہ
 بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے ﴿٢٩﴾

عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے۔ ﴿٢٦﴾ کسی نے کہا: ”خدا کے بیٹے“۔ ﴿٢٧﴾ کسی نے تین خداؤں میں سے ایک کہا اور انجیل کی کئی
 انجیلیں بنا دیں۔ پس ان ظالموں کو بڑے دن میں خرابی اور عذاب ہے۔ اور اب بھی یہ باز نہیں آتے تو کیا قیامت کو باز آویں
 گے۔ اور کیا قیامت کے منتظر ہیں کہ اچانک آجاوے، اور ان کو مہلت بھی نہ دے۔ اب آگے قیامت کے دن نفسا نفسی کا ذکر
 فرمایا کہ قیامت کے دن جو نفسانی شیطانی دوست تھے مثلاً کافر کا کافر، بد مذہب کا بد مذہب، وہ آپس میں سب دشمن ہو جائیں
 گے۔ ایک دوسرے پر لعنت کرے گا، البتہ جن کی محبت اور دوستی اللہ کے واسطے تھی، اور اللہ کے خوف پر مبنی تھی وہ کام آئے گی۔
 اے خدا قیامت کے دن کہے گا کہ اے ایماندار بندو! تم آج کے دن ہر طرح کے ڈر اور غم سے بچے ہوئے ہو۔ یہ وہ لوگ
 ہیں جو ہماری آیتوں پر اور رسول، قرآن پر ایمان لائے۔ اب تم اور تمہاری بی بیایاں سب جنت میں جاؤ، مکرم معظم نعمت
 راحت ناز عیش تحفے پاؤ اور ان کے پاس ان کے خادم حور و غلمان، سونے کی رکابیاں، قسم قسم کے کھانوں اور میوؤں سے
 بھرے ہوئے، اور طرح طرح کے کوزے، گول گلاس پیالے شرابوں اور شربتوں سے بھرے ہوئے لئے پھریں گے، اور
 آپس میں بیٹھ کر دورے ہوں گے۔ وہاں ان کو وہ ملے گا جو خیال میں گزرے گا، جو جی چاہے گا دل میں ارادہ آیا، اور چیز
 حاضر۔ اور وہ ملے گا جس سے آنکھوں کو لذت ملے گی یعنی دیدار الہی، اسب نعمتوں کو دیکھ کر جب آنکھیں اس کو دیکھیں گی تو
 تعجب سے بے خود ہو جائیں گی۔ اے مسلمانو! تم اس میں ہمیشہ رہو گے نہ مرنا نہ نکلنا۔ اے لوگو! تم کو جو یہ جنت ملی اور تم اس
 کے مالک و وارث ہوئے تو کیوں اسی سبب سے جو دنیا میں اچھے کام کہتے، اور کرتے تھے۔ تم کو یہاں لاکھوں طرح کے
 میوے ہیں ان میں سے جو چاہو خوب کھاؤ۔

أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٤٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ
بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۚ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ
الْأَعْيُنُ ۚ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي
أُورِثُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا
تَأْكُلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّ الْجُرمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٤٤﴾ لَا
يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٤٥﴾

(حکم ہوگا) تم اور تمہاری بیبیاں (بیویاں) خوشحالی سے جنت میں جاؤ۔ ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور
گلاسوں کا (جس میں کھانے پینے کی چیزیں خدمت گار حاضر کریں) گے اور اس میں ہر وہ چیز ہے جو جی چاہے،
اور جس سے آنکھوں کو لذت پہنچے، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) یہ جنت وہ ہے
جس کے تم وارث کئے گئے، اپنے (نیک) اعمال کے بدلے میں۔ اور تمہارے لئے اس جگہ بہت میوے ہیں
کہ ان میں سے کھاؤ۔ لے بیشک مجرم (یعنی کافر) لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ
(عذاب) کبھی ان پر سے ہلکانہ کیا جاوے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر خاموش پڑے رہیں گے۔

لے اوپر اہل جنت کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں اہل دوزخ کا ذکر فرمایا کہ کافر عذاب جہنم میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ نہ مریں گے،
نہ نکلیں گے۔ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے لوگوں کی پہلی کھال جب جل جاوے گی تو اسی وقت ان کی دوسری کھال پیدا ہو
جاوے گی۔ عذاب کبھی ان پر ہلکانہ کیا جاوے گا۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ناامید ہو کر خاموش پڑے رہیں گے۔ ہر بھلائی سے دور
ہوں گے۔ اور جب دوزخی لوگوں سے صبر نہ ہو سکے گا تو فریاد کریں گے، اور دوزخ کے داروغہ سے یہ التجا کریں گے کہ کاش!
تمہارا خدا ہم کو موت ہی دے، ہم ہلاک ہی ہو کر دوزخ سے چھٹیں۔ اپنے رب سے کہو کہ ایک دفعہ عذاب دے کر ہمارا کام ہی
تمام کر دے۔ گویا نجات سے مایوس ہو کر موت کی تمنا کریں گے۔ ہزار برس تک ان لوگوں کی التجا کا کچھ جواب نہ ملے گا۔ پھر
ہزار برس کے بعد یہ جواب ملے گا کہ دنیا میں تو لوگوں نے اللہ کے حکموں کو جھٹلایا، اس لئے اب یہی سزا ہے کہ تم ہمیشہ اسی
عذاب میں گرفتار ہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرایا ہے۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ ان لوگوں پر ظلم سے عذاب نہیں کیا، بلکہ ان کے اعمال کی سزا میں ان کو عذاب کیا گیا ہے۔

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۷۶﴾ وَ نَادُوا يٰلِئِكَ
 لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۗ قَالَ إِنَّكُمْ مُّكْشُونَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ
 بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِدْحَىٰ كِرْهُونَ ﴿۷۸﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْ فَإِنَّا
 مُبْرَمُونَ ﴿۷۹﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۗ بَلَىٰ
 وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿۸۰﴾

اور ہم نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے ﴿۷۶﴾ اور وہ (دوزخ کے داروغہ) نگران (کو) پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہم پر موت کا حکم کر چکے وہ (ہزار برس بعد) فرمائے گا: ”بیشک تم کو (اسی حال میں) ہمیشہ رہنا ہے“ ﴿۷۷﴾ بیشک ہم تمہارے پاس (اپنے پیغمبروں کی معرفت) حق لائے لیکن تم میں سے اکثر آدمی کو حق بات ناگوار ہے ﴿۷۸﴾ کیا انہوں نے (یعنی کفار) نے کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیا ہے پس ہم بھی پختہ ارادہ کرنے والے ہیں ﴿۷۹﴾ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور پوشیدہ مشورے نہیں سنتے، ہاں کیوں نہیں ہم سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے ہیں ﴿۸۰﴾

۱۔ کفار مکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکر کرنے اور فریب سے ایذا پہنچانے کیلئے حیلے سوچتے تھے۔ مگر اللہ کی خفیہ تدبیر ان کے سب مکر و فریب پر پانی پھیر دیتی تھی۔ مثلاً پوشیدہ مشورہ کے بعد ان لوگوں نے مکہ کے گرد موسم حج میں اس غرض سے آدمی بٹھائے کہ وہ مکہ کے مسافروں سے قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کی برائی بیان کریں۔ یہ بات انہوں نے ٹھہرائی اور اللہ نے ٹھہرایا ان کو ذلیل و رسوا کرنا، اور اپنے دین اور اپنے رسول ﷺ کو عروج دینا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا کہ انہی مکہ کے مسافروں کے ذریعہ سے اسلام کو ترقی دی۔ آگے فرمایا کہ کیا یہ کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انکی باتیں جو چھپ کر اور خلوتوں میں کرتے ہیں، اور سرگوشیاں ہوتی ہیں نہیں سنتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا خیال غلط ہے ہاں ہم ضرور سنتے ہیں، اور پوشیدہ ظاہر ہر بات جانتے ہیں۔ اور حکومت کے انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے کرانا کاتبین ان کے سب اعمال و افعال لکھتے جاتے ہیں، یہ ساری مثل قیامت میں پیش ہوگی۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعِبْدِينَ ﴿۸۱﴾ سُبْحَانَ رَبِّ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۸۲﴾ فَذَرَهُمْ
يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ
الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾

تم فرماؤ۔ بالفرض مجال خدا کے کوئی اولاد ہوتی، پس سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہوں ﴿۸۱﴾ پروردگار
آسمانوں اور زمین کا پروردگار عرش کا اس چیز سے پاک ہے جو یہ (مشرک) بتاتے ہیں ﴿۸۲﴾ پس تم ان کو اسی بیہودہ
باتوں اور کھیل میں چھوڑ دو، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس (عذاب) کا ان سے وعدہ ہے ﴿۸۳﴾ اور وہی
آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا ہے اور وہی حکمت والا جاننے والا ہے ﴿۸۴﴾

شُرک کرنے والوں کا بیان

۱۔ شان نزول: نصر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محبوب
ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اگر بالفرض مجال خدا کے اولاد ہوتی، تو سب سے پہلے میں اس اولاد کو پوجتا، کیونکہ میں دنیا میں
سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کو جس قدر علاقہ خدا کے ساتھ ہوگا، اسی نسبت سے اس کی اولاد کے
ساتھ ہونا چاہئے۔ پھر جب میں باوجود اول العابدین ہونے کے کسی ہستی کو اس کی اولاد نہیں مانتا، اور سوا اللہ کے کسی کی
عبادت نہیں کرتا، اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے کی وحی مجھ کو نہیں آئی، تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کا کوئی شریک اور
اولاد نہیں ہے۔ پھر تم لوگ بغیر سند کے اللہ کا شریک اور اللہ کی اولاد کیونکر ٹھہراتے ہو۔ اب آگے فرمایا کہ اللہ ان مشرکوں کے
شرک سے پاک ہے۔ اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ کسی کا باپ یا بیٹا بنے۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب ﷺ!
ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کو بکنے دو کہ یہ حماقت کی باطل باتوں میں خوب گھسیں اور کھیلیں کو دیں۔ دنیا میں عیش
کریں، دین کے ساتھ مسخر اپن کریں، آخر قیامت کا دن آنا ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ
چکھا دیا جاوے گا۔ پھر فرمایا اللہ کی وہ شان ہے کہ آسمان وزمین میں اسکے سوا کوئی معبود اور عبادت کے قابل نہیں ہے، کیونکہ وہ
سب کا خالق ہے اور سب اس کے مخلوق۔ اس کی حکمت اور اس کا علم ایسا وسیع ہے کہ کسی انتظام میں وہ اولاد اور کسی مدد کا محتاج
نہیں۔ وہ ہر عیب سے پاک و برتر ہے، اور وہ ذات ایسی برکت والی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے،
اسکے قبضہ قدرت میں ہے۔

وَتَبْرَكَ الَّذِي لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۗ وَ
عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۗ وَاِلَيْهٖ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلَيْسَ سَاَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِهِمْ لِيَقُوْلَنَّ اللهُ فَاَنْتَ
يُؤْفِكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلَ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

وقف لازم

اور بڑی برکت والا ہے وہ، کہ اسی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۸۵﴾ اور خدا کے سوا جن معبودوں کی یہ کافر پرستش کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں شفاعت کا اختیار انہیں (یعنی ان لوگوں کو) ہے جو حق (یعنی توحید الہی) کی گواہی دیں اور وہ علم رکھیں ﴿۸۶﴾ اور اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پھر یہ لوگ کہاں اوندھے جاتے ہیں ﴿۸۷﴾ اور مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم ہے کہ اے میرے پروردگار! یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ﴿۸۸﴾

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ جن فرشتوں کی صورتوں کو یہ مشرک پوجتے ہیں، قیامت کے دن وہ فرشتے ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور وہ فرشتے کسی کی سفارش ہرگز نہیں کر سکتے۔ مگر اس کی جس کے دل میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہو، ان مشرکوں کے بتوں میں یہ دونوں باتیں نہیں۔ اسلئے یہ بت تو سفارش کے قابل نہیں۔ اور جن کی مشکل کے وقت یہ بت ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہیں، پھر ان مشرکوں کی سفارش کون کرے گا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت کے آنے کا جو وقت ٹھہر چکا ہے، اس وقت قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اور اس دن اس شرک کی جواب دہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو ضرور حاضر ہونا پڑے گا، اور سوا پچھتاوے کے اس دن ان لوگوں کو اور کچھ کام نہ ہوگا۔ لیکن وہ بے وقت کا پچھتاوا ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئے گا۔ پھر فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! اگر تم ان مشرکین سے پوچھو گے کہ تم لوگوں کو کس نے پیدا کیا، تو سوا اسکے ان کے پاس اور کچھ جواب نہیں کہ یہ لوگ اللہ کو اپنا خالق کو بتا دیں گے۔ اس کے بعد اپنے خالق کو چھوڑ کر بتوں کو معبود ٹھہرانے کا ان کے پاس کچھ جواب نہیں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے شکایت کے طور پر یہ جو کہا کہ اے رب! یہ لوگ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔ تیرے رسول و

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾

پس ہم نے حکم دیا تم ان سے منہ پھیرو اور فرماؤ پس سلام ہے ووداع (یعنی الوداعی) کا۔ پس عنقریب معلوم ہو جائے گا ﴿۸۹﴾

قرآن کو نہیں مانتے۔ باوجود ہر وقت کی نصیحت کے کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ قول ایسا سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قول کی قسم کھا کر اس کی صداقت کو جتلاتا ہے یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ کے قول مبارک کی قسم فرمانا، حضور اکرم ﷺ کے اکرام اور حضور کی دعا و التجا کے احترام کا اظہار ہے۔ فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! درگزر کرو اور اپنا فرض تبلیغ ادا کر کے ادھر سے منہ پھیر لو اور کہہ دو کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا اسلام لو۔ بس عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے“، چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں پتہ لگ گیا کہ بروز بدر سزا پائی اور پوری تکمیل آخرت میں ہونے والی ہے۔

﴿۵۹﴾ ابیاتی ﴿۲۳﴾ سُورَةُ الدُّخَانِ مَلَكِيَّةٌ ۶۳ ﴿۳﴾ رکوعا تھا ۳ ﴿۳﴾

سورۃ دخان مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حَمْدٌ ۙ وَالْكِتَابِ الْبَيِّنِ ۙ ﴿۱﴾ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ اِنَّا
كُنَّا مُنذِرِيْنَ ۙ ﴿۲﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ ﴿۳﴾

قسم ہے اس روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ﴿۱﴾ بیشک ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں ﴿۲﴾ اس مبارک رات میں ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے بانٹ دیا جاتا ہے ﴿۳﴾

خواص سورۃ الدخان: جب کسی شخص کو کوئی مصیبت یا حاجت درپیش ہو تو اس سورت کو سات مرتبہ اول آخرد و شریف گیارہ مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ حاجت پوری ہو اور مصیبت دور ہوگی، اور جو شخص اس سورت کو رات کو سوتے وقت پڑھے گا تو صبح تک ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور اگر صبح کو پڑھے گا تو رات تک محفوظ رہے گا اور تسخیر قلوب کے لئے پڑھنا اکثر ہے۔

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ یہ قرآن حلال و حرام وغیرہ احکام کا بیان فرمانے والا ہے۔ اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا۔ پھر وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام تیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے۔ اس شب کو شب

أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾ رَاحَةً مِّنْ رَبِّكَ ط
 إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦﴾ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
 بَيْنَهُمَا إِن كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿٧﴾

وقف لایز

بیشک ہم (پیغمبروں کو) بھیجنے والے ہیں ﴿۵﴾ (یہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے بیشک وہ سننے والا، جاننے والا ہے ﴿۶﴾ وہ جو اے پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور انکا جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر تم کو یقین ہو ﴿۷﴾

مبارک کہ اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآن پاک نازل ہوا، اور ہمیشہ اس شب میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ دعائیں قبول کی جاتی ہیں، اور اس مبارک رات میں ہر امر جو تقدیر میں ہو چکا ہوتا ہے الگ کر لیا جاتا ہے۔ یعنی ایک سال کے حساب کتاب کا دفتر الگ بن جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام وغیرہ فرشتوں کو ان کے سب کام جن پر وہ مقرر ہیں، ایک سال کے سپرد ہو جاتے ہیں۔ مثلاً موت، رزق، بارش، پیدائش وغیرہ۔ یہ ہمارا حکم ہے کہ ہر سال جاری رہتا ہے۔ پھر فرمایا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر، اور وہاں سے زمین پر یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ انجان کا عقد رفع کر دینے کے لئے ہر زمانہ میں آسمانی احکام دے کر رسولوں کا بھیجنا عادت الہی میں داخل ہے۔ اس واسطے اس نے اپنی رحمت سے اپنے رسول خاتم الانبیاء ﷺ کو بھیجا ہے۔ اب آگے فرمایا: ”یہ منکر قرآن لوگ جو باتیں قرآن کی آیتوں کے باب میں کہتے ہیں، وہ سب اللہ سنتا ہے۔ اور قرآن کی نصیحت کے موافق نیک لوگ جو عمل کرتے ہیں، ان سب عملوں کو وہ جانتا ہے۔ سزا و جزا کے وقت اس کا نتیجہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ جاوے گا۔“

علامات قیامت

۱۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور پروردگار ہے، اور جو ان میں اور انکے درمیان میں عجائب و غرائب ہیں، مشرکین اگر تم سمجھو اور مانو تو آیات قدرت بہت واضح ہیں۔ اس کے سوا کوئی لائق معبود نہیں، جہاں کا کوئی خالق نہیں، وہی تو جلاتا ہے، اور وہی مارتا ہے۔ دنیا میں مارے گا، قیامت کو جلائے گا۔ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا سب کا پروردگار خالق ہے۔ اے محبوب ﷺ! یہ کفار نہیں مانتے بلکہ یہ توحید و رسول و قیامت وغیرہ کی طرف سے شک میں پڑے ہیں، اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں، آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں، اور اس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اس دھوکہ میں ہیں کہ ہمیشہ یوں ہی رہنا ہے، خدا کے سامنے کبھی پیشی نہیں ہوگی۔ اسی لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔ اب آگے فرمایا اگر یہ لوگ اسی حال میں رہیں، تو تم کو اس دھوکے کے عذاب کا انتظار کرنا چاہئے جو آسمان پر چھا جاوے گا، اور لوگوں کو گھیر لیوے گا۔ وہ سخت درد رساں عذاب ہوگا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی آئی، اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ لوگ مردار کھا گئے،

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝۸ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝۹ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝۱۰ لَيَعَشَى النَّاسُ ۖ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا اكشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝۱۲ أَلَيْسَ لَكُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝۱۳

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جلاتا ہے، اور وہ مارتا ہے تمہارا پروردگار اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے ۝۸ بلکہ کافر لوگ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں ۝۹ پس تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا ۝۱۰ جو ان سب لوگوں کو گھیر لے گا یہ ایک دردناک عذاب ہے ۝۱۱ اس دن کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم سے عذاب دور کر دے، بیشک ہم مسلمان ہوتے ہیں (اور تیرے ہی نبی ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں) ۝۱۲ ان کو نصیحت ماننا کہاں سے (نصیب) ہو؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا پیغمبر آچکا ۝۱۳

اور بھوک سے اس حال کو پہنچے کہ جب اوپر کو نظر اٹھاتے آسمان کی طرف دیکھتے۔ تو ان کو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا، یعنی ضعف سے نگاہوں میں خیرگی آگئی، اور قحط سے زمین خشک ہوگئی۔ خاک اڑنے لگی، غبار نے ہوا کو مگھ کر دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو علامات قیامت میں سے ہے، اور قریب قیامت ظاہر ہوگا، مشرق و مغرب اس سے بھر جائیں گے۔ چالیس روز و شب رہے گا، مومن کی حالت تو اس سے ایسی ہو جائے گی جیسے زکام ہو جائے اور کافر مدہوش ہوں گے، ان کے نتھنوں اور کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔ اس وقت یہ لوگ التجا کریں گے اور رو رو کر دعائیں کریں گے کہ پروردگار اب تو عذاب دفع فرما۔ مشکل آسان کر، ہم تجھ پر اور تیرے رسول، قرآن پر ایمان لائیں گے۔ مگر یہ ان کا فقط قول ہی ہوگا، ان کی قسمت میں ایمان کہاں۔ ان کو توبہ کہاں نصیب، وہ نصیحت بعد دفع عذاب بھی نہ مانیں گے۔ حالانکہ ان کے پاس محمد ﷺ جیسے رسول آئے جو انکو سمجھاتے، معجزے دکھاتے، پھر بھی انہوں نے انکو نہ مانا۔ منہ پھیرا اور کہا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، خود تو محمد ﷺ ہی ہیں کوئی شخص ان کو یہ باتیں سکھا جاتا ہے، اور یہ مجنون ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ اپنی بات پر قائم نہیں، اللہ تعالیٰ ان کا کچھ دنوں عذاب ٹال دیتا ہے، تو یہ لوگ جس کفر میں تھے اسی کی طرف لوٹیں گے۔ اور یہ ان لوگوں کی درمیانی مصیبتیں ہیں جو ٹل جاتی ہیں، ان کے بد اعمالوں کی پوری سزا کے طور پر جب ان لوگوں کی سخت گرفت ہوگی وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلِّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۳﴾ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا
 إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿۱۴﴾ يَوْمَ نَبِّئُشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ﴿۱۵﴾ إِنَّا مُتَّقِيُونَ ﴿۱۶﴾
 وَلَقَدْ فَتَنَّا قَوْمَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۱۷﴾

پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ (کسی دوسرے آدمی کا) سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے ﴿۱۳﴾ بیشک ہم کچھ دنوں کے لئے عذاب کو دور کرنے والے ہیں مگر پھر اپنی اسی حالت کفر پر آ جاؤ گے ﴿۱۴﴾ (وہ دن یاد کرو) جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ میں پکڑیں گے، بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں ﴿۱۵﴾ اور بیشک ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور ان کے پاس ہمارا ایک باعزت رسول (یعنی موسیٰ علیہ السلام) آیا تھا ﴿۱۶﴾

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ جیسے یہ قریش کافر ہیں، یوں ہی ہم نے ان سے پہلے فرعون اور اس کی قوم کو فتنہ میں ڈالا تھا۔ یعنی ان کو عذاب دیا اور آزمائش میں ڈالا، اور ان کے پاس خدا کے برگزیدہ کرامت والے رسول آئے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ اور آ کر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم سے درخواست کی، کہ بنی اسرائیل کو مت ستاؤ اور ان کو میرے حوالے کر دو۔ اسی درخواست کی تائید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت دار رسول ہوں۔ جس طرح مجھ کو اللہ کا حکم ہوتا ہے، وہی میں تم لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں۔ اپنی طرف سے اس میں کچھ خیانت نہیں کرتا، اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان لینے میں تم کو سرکشی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سرکشی کے سبب سے قحط، طوفان کی، ٹڈیوں وغیرہ کی آفتوں کو تو تم لوگ میری نبوت کی سند کے طور پر دیکھ چکے ہو، اب آئندہ اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آؤ گے تو تم پر کوئی آفت آ جائے گی۔ جو جو آفتیں قوم فرعون پر آئیں، ان کا ذکر سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالنے کا ڈراوا جو دیا تھا، اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیا کہ تیرے ظلم سے بچنے کے لئے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ کا سہارا کافی ہے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگ میری نبوت کو نہیں مانتے ہو، تو مجھ سے کچھ مزاحمت نہ کرو، میں بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے چلا جاتا ہوں۔ جب فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کسی نصیحت کو نہ مانا تو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ شکایت کی کہ یا اللہ! یہ لوگ کسی طرح اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے۔ اب مہلت کا زمانہ پورا ہو گیا، اور عذاب الہی کے آجانے کے سوا اور کوئی موقع باقی نہ رہا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے چلے جاؤ، اور اسی حکم میں یہ بھی جتلا دیا کہ گھبرانا نہیں، فرعون اور اس کے ساتھی تمہارا پیچھا کریں گے۔ یہ پیچھا کرنے کا قصہ سورۃ الشعراء میں گزر چکا ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے مصر سے چلے جانے کی خبر سنی تو بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر ان کا پیچھا کیا، اور

أَنْ أَدُّوْا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝۱۸ ۖ وَأَنْ لَا تَعْلُوا
 عَلَى اللَّهِ ۚ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝۱۹ ۖ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ
 أَنْ تَرْجُؤُنِي ۚ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا إِلَيَّ فَاعْتَزِلُونِ ۝۲۱ ۖ فَدَعَا رَبَّهُ
 أَنْ هُوَ لَآءِ قَوْمٍ مُّجْرِمُونَ ۝۲۲ ۖ فَاسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ
 مُّسَبِّعُونَ ۝۲۳ ۖ وَاشْرِكِ الْبَحْرَ سَاهُوا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝۲۴

(اس نے کہا) کہ اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو بیشک میں تمہارے لئے امانت دار
 رسول ہوں ۝ اور تم اللہ کے مقابل سرکشی مت کرو میں تمہارے پاس ایک روشن سند (اپنی نبوت کی) لایا ہوں ۝
 اور بیشک میں اپنے پروردگار کی اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو ۝ اور اگر تم میرا
 یقین نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ ۝ پس موسیٰ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں (انہیں
 ہلاک کر دے) ۝ پس ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو راتوں رات دریا کی طرف (لے
 کر چلے جاؤ ۝ بیشک تمہارا پیچھا کیا جاوے گا اور (جب تم دریا سے پار ہو جاؤ تو) لے دریا کو (اسی طرح) سکوں کی
 حالت میں چھوڑ دینا۔ بیشک وہ تمام لشکر (معد فرعون کے) ڈبو دیا جاوے گا۔ (چنانچہ وہ غرق ہو گئے اور) ۝

دریاے قلزم کے قریب جب بنی اسرائیل کو فرعون کی فوج نظر آنے لگی، تو بنی اسرائیل نے گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
 کہا: ”اب ہم فرعون کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں، ہمارے ساتھ ہمارا
 اللہ ہے۔ جب دریا پر پہنچ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا میں سے گذر گئے۔

نافرمان قوموں کا انجام

لے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل دریا کے پار ہوئے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ دریا کو اپنے عصا
 سے ماریں کہ پھر ویسا ہی ہو جائے جیسا تھا، تاکہ اس راستہ سے فرعون اور اس کے ساتھی دریا سے پار ہو کر بنی اسرائیل کا پیچھا نہ
 کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ دریا کو اسی طرح بچ میں سے خشک رہنے دو، تاکہ فرعون اور اس کا لشکر
 دریا کی خشک زمین پر پہنچ جاویں تو پانی کا پاٹ ملا دیا جاوے، اور ان سب کو غرق کر دیا جاوے۔ اسی قصہ کو مختصر طور پر فرمایا کہ
 فرعون اور اسکے ساتھی اپنے باغ اور نہریں، کھیتیاں، اچھے مکان اور راحت کا ہر طرح کا سامان مصر میں چھوڑ کر یہاں دریاے

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۝۲۵ وَذُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝۲۶ وَ
 نَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝۲۷ كَذَلِكَ ۝۲۸ وَأَوْشَقُوا قَوْمًا آخِرِينَ ۝۲۹
 فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۝۳۰

بہت سے باغ اور چشمے اور کھیتیاں ۝ اور عمدہ عمدہ مکانات ۝ اور ناز و نعمت کو چھوڑ گئے جس میں وہ آرام اٹھاتے تھے ۝ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ان چیزوں کا ہم نے دوسرے لوگوں (یعنی بنی اسرائیل) کو وارث کر دیا ۝ پس ان (کی بربادی) پر نہ آسمان روئے اور نہ زمین روئی اور نہ ان کو (توبہ وغیرہ کی) مہلت دی گئی ۝

قلزم کے کنارہ پر آئے۔ اور اللہ کی قدرت سے دریا میں بارہ راستے جو ہو گئے تھے، ان کے ذریعہ سے دریا سے پار ہونا چاہا۔ لیکن جب یہ سب بیچ دریا میں پہنچے تو اللہ کے حکم سے دریا کا پاٹ مل گیا، اور سب ڈوب گئے۔ پس ان کی بربادی پر آسمان اور زمین نہ روئے، کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے۔ اور ایماندار جب مرتا ہے تو اس پر آسمان وزمین چالیس روز تک روتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے۔ مجاہد سے کہا گیا کہ کیا مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں؟ فرمایا: ”زمین کیوں نہ روئے اس بندے پر، جو زمین کو اپنے رکوع و سجود سے آباد رکھتا تھا، اور آسمان کیوں نہ روئے اس بندے پر جس کی تسبیح و تکبیر آسمان میں پہنچتی تھی“۔ فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت کے بعد ملک مصر بنی اسرائیل کے قبضہ میں آ گیا۔ فرعون اپنے جیتے جی بنی اسرائیل کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا کہ لڑکوں کو ذبح کرتا، عورتوں کو باندیاں بناتا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کی یہ سب تکلیفیں دفع کر دیں۔ پھر فرمایا کہ فرعون بڑا سرکش متکبر مشرک کافر تھا، اور حد سے بڑھ کر سرکشی کرنے لگا، اسلئے اس کو سزا دی گئی۔ اب آگے فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ان کا استحقاق جان کر اور اہل سمجھ کر اس زمانہ کی سب قوموں سے افضل کیا، اور اپنا برگزیدہ و پسندیدہ بنایا کہ، ان کے لئے دریا میں خشک رستے بنائے۔ ابر کو سائبان کیا۔ من و سلویٰ اتارا اور ان کو اتنی نشانیاں دیں کہ ان میں پورا امتحان کھلا ہوا تھا۔ اب آگے مشرکین مکہ کا ذکر فرمایا کہ یہ حشر کے منکر ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جینا سچ ہے، تو ہمارے بڑوں میں سے کسی کو زندہ کر کے ہم سے اس کو ملا دو۔ فرمایا یہ ان کی جاہلانہ بات تھی، کیونکہ جس کام کے لئے وقت معین ہو، اس کا اس وقت سے قبل وجود میں نہ آنا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں ہوتا، اور نہ اس کا انکار صحیح ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی نئے جے ہوئے درخت یا پودے کو کہے کہ اس میں سے اب پھل نکالو، ورنہ ہم نہیں مانیں گے کہ اس درخت سے پھل نکل سکتا ہے۔ تو اس کو جاہل قرار دیا جائے گا، اور اس کا انکار محض بے وقوفی یا احمق پن ہوگا۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝۳۰ مِنْ فِرْعَوْنَ ۝
 إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ السُّرِفِينَ ۝۳۱ وَ لَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى
 الْعَالَمِينَ ۝۳۲ وَآتَيْنَاهُمْ مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهَا بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝۳۳ إِنَّ هَؤُلَاءِ
 لَيَقُولُونَ ۝۳۴ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ۝۳۵
 فَاتُّوْا بِآبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳۶ أَهْمُ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۝۳۷ وَالَّذِينَ
 مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ ۝۳۸ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝۳۹

اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ذلت کے عذاب (یعنی ظلم و ستم) سے نجات دی ۝۳۰ بیشک فرعون بڑا سرکش اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ۝۳۱ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ والوں سے دانستہ چن لیا تھا ۝۳۲ اور ہم نے ان کو وہ معجزات عنایت کئے تھے جن میں ظاہر آزمائش تھی ۝۳۳ بیشک یہ کفار لوگ کہتے ہیں ۝۳۴ کہ یہ (قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے) یہ صرف ہمارا ایک مرتبہ مرجانا ہے اور ہم مرنے کے بعد زندہ کر کے (نہ اٹھائے جائیں گے) ۝۳۵ پس (اے مسلمانو!) اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ ۝۳۶ کیا یہ لوگ (قوت و شوکت میں) بہتر ہیں یا تبع حمیری (شاہ یمن) کی قوم اور جو (کافر) تو میں ان سے پہلے ہو گزری ہیں، ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بیشک وہ مجرم لوگ تھے ۝۳۷

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کو بُرا فرمایا۔ خاص تبع کو بُرا نہیں فرمایا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور طبرانی میں ہے کہ تبع حمیری بادشاہ یمن صاحب ایمان تھے، جو نو سو برس پہلے آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے حضور ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ ان کا نام اسعد بن ملکی کرب تھا اور کنیت لؤ کرب، مسلمان تھے، بزرگ تھے، اور ان کی قوم کافر تھی، جو نہایت قوی زور آور اور کثیر التعداد تھی۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے کفر کے باعث اور حشر کے انکار کے سبب سے پہلی کافر قومیں جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئیں۔ اگر یہ مشرکین ان کے سے کام کریں گے، تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اور انسان کی ضرورت کے لئے زمین و آسمان سب کچھ پیدا کیا، اب اگر انسان پیدا ہو کر یوں ہی مر جائے، اور کسی نیک و بد کام کی جزا و سزا نہ ہو، تو زمین اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے، سب کا پیدا کرنا بے فائدہ ہو

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِبَادِينَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنَاهُمْ
 إِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ يَوْمَ الْقَضَاءِ
 مِيقَاتَهُمْ أَجْبَعِينَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا وَلَا هُمْ
 يُنصَرُونَ ﴿۴۱﴾ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ۗ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۴۲﴾ إِنَّ
 شَجَرَتَ الزُّقُومِ ﴿۴۳﴾ طَعَامٌ إِلَّا تَشِيمَ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اسکو کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا ﴿۳۸﴾ (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو درست تدبیر کے ساتھ پیدا کیا لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۹﴾ بیشک قیامت کا دن ان سب کی میعاد ہے ﴿۴۰﴾ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئیگا اور نہ ان (کافروں) کی مدد کی جاوے گی ﴿۴۱﴾ مگر وہ جس پر اللہ مہربانی فرمائے، بیشک اللہ غالب مہربان ہے ﴿۴۲﴾ بیشک لے تھوہر کا درخت ﴿۴۳﴾ گنہگاروں کی خوراک ہے ﴿۴۴﴾

گا۔ اسی واسطے منکرین حشر کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ دیا ہے کہ زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے کھیل کے طور پر بے فائدہ نہیں پیدا کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہایت انصاف کی بنیاد پر دنیا کو اس فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے، کہ نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے۔ اسلئے دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دوسرا جہان پیدا کیا۔ اور جہان میں یہ جزا و سزا کا کام دنیا کے لوگوں کا فیصلہ ایک ہی دفعہ کر دیا جائے۔ لیکن اکثر لوگ اس فائدہ کو نہیں سمجھتے۔ مشرکین یہ جو کہتے تھے جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہے کہ اگر مرنے کے بعد جینا سچ ہے، تو ہمارے بڑوں میں سے کسی کو زندہ کیا جائے ہم سے ملا دیا جائے، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ نیک و بد کے جزا و سزا کے فیصلہ کیلئے ان مشرکوں کو، ان کے بڑوں کو اور تمام دنیا کو وقت مقررہ پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جاوے گا۔ اور قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اس دن کوئی عزیز، قریب، رشتہ دار اپنے قرابت دار کے کام نہ آئے گا۔ کوئی کافر کسی کافر کی مدد نہ کر سکے گا، نہ سفارش کافروں کو فائدہ دے گی، نہ وہ عذاب سے روکے جائیں گے، کہ کوئی زبردستی خدا سے بچالے۔ ہاں مگر جس پر خدا مدد کرے یعنی مسلمان گنہگاروں پر، کہ ان کے لئے شفاعت و رحمت ہوگی۔ خدا نافرمانوں سے بدلہ لینے میں زبردست ہے، کہ اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور صاحب رحمت وہ ایسا ہے کہ اس دن مسلمانوں کے بغیر توبہ کے گناہ معاف فرماوے گا۔

اہل دوزخ کا عذاب

لے اوپر قیامت کو فیصلہ کا دن فرما کر اب اس دن کے فیصلہ کا نتیجہ بیان فرمایا، کہ دوزخ والے جب بھوکے ہوں گے، تو دوزخ میں تھوہر کی صورت کا ایک درخت جو پیدا کیا گیا ہے، اس کا پھل ان دوزخیوں کو کھلایا جائے گا جو پھلے ہوئے تانبے کی طرح

كَانَهُمْ يَغِي فِي الْبُطُونِ ۝۳۵ كَغَلِي الْحَبِيمِ ۝۳۶ خُذُوا فَاَعْتَلُوا اِلَى
 سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝۳۷ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَبِيمِ ۝۳۸
 ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝۳۹ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ
 تَسْتُرُوْنَ ۝۴۰ اِنَّ السَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝۴۱ فِيْ جَنَّتٍ وَعُيُوْنٍ ۝۴۲

(وہ) پھلے ہوئے تانبے کی مثل ہوگا، پیٹوں میں جا کر کھولے گا ۝ جیسے گرم پانی کا کھولنا ۝ (پھر ہم فرشتوں کو حکم دیں گے): ”اس مجرم کو پکڑو، پس گھسیٹتے ہوئے اسے بیچ دوزخ میں ڈال دو ۝ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو“ ۝ ہم فرمائیں گے: ”عذاب کا مزہ چکھ، بیشک تو (اپنے خیال میں) بڑا عزت والا محترم ہے ۝ بیشک یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم شک کرتے تھے“ ۝ بیشک ۱۔ متقی لوگ (اس دن) امن کی جگہ ۲۔ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ۳۔

کھولتا ہوا ہوگا۔ مختصر طور پر فقط دوزخیوں کے کھانے کا ذکر ہے۔ سورۃ الصافات (پارہ ۲۳) میں گزر چکا ہے کہ تھوہر کے پھل کے کھلانے کے بعد کھولتا ہوا پانی بھی پلایا جاوے گا۔ اسی واسطے یہاں فرمایا کہ دوزخیوں کے پیٹ میں جس طرح وہ کھولتا ہوا پانی کھولے گا، اسی طرح یہ تھوہر کا پھل کھولے گا، اور ان دوزخیوں کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان دوزخیوں کو پکڑ کر زنجیروں میں جکڑ کی ذلت سے کھینچتے ہوئے دوزخ کے کنارہ پر سے بیچ دوزخ میں دھکیل دو، اور انکے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو۔ جس سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں اور سر سے پاؤں تک کی سب کھال جل جائے گی۔ پھر ان کو دوزخ کے عذاب کے وقت ذلیل کرنے کیلئے فرشتے کہیں گے کہ دنیا میں تو تم بڑے عزت دار مشہور تھے، لیکن آج اس ذلت کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے، اور اس کے سچے ہونے میں شک اور شبہ کی باتیں نکالتے تھے، کہ دوزخ کی آگ میں درخت کیونکر ہوگا، اور مر کر پھر کس طرح زندہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک قطرہ اس تھوہر کا دنیا میں پٹکا دیا جائے تو اہل دنیا کی زندگانی خراب ہو جائے گی۔

اہل جنت کی پر کیف زندگی کا بیان

۱۔ اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ جب بد لوگوں کا حال بیان فرما چکا تو اب متقی لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں، اور خدا سے ڈر کر دنیا میں گناہوں سے بچتے، اور نیک کام کرتے ہیں، وہ آخرت میں امن والی جگہ میں ہوں گے۔ یعنی جنت میں کہ نہ اس میں موت ہوگی، اور نہ کسی طرح کی بیماری ہوگی، امن سے رہیں گے۔ باغوں کے اندر ریشمی باریک اور دبیز کپڑے چمک دار پہنیں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایک کی دوسرے کی طرف پیٹھ نہ ہوگی۔

يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَلِكَ قَدْ
 زُوجَهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ أَمِينٍ ﴿٥٥﴾ لَا
 يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَّهُم عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾
 فَضَلًّا مِّن سُرِّبِكَ ﴿٥٧﴾ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ
 لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٩﴾ فَأَن تَقِبَ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ﴿٦٠﴾

لباس باریک اور دبیز ریشمی پہنیں گے (اور) آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿٥٣﴾ یہ بات اسی طرح ہے اور ہم انہیں
 بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے ﴿٥٤﴾ اس جگہ وہ ہر قسم کے میوے اطمینان سے منگوا کر کھائیں
 گے ﴿٥٥﴾ وہاں سوا اس پہلی موت کے (جو دنیا میں ہو چکی) پھر موت کا مزہ نہ چکھیں گے، اور ان کو اللہ نے دوزخ
 کے عذاب سے بچا لیا ﴿٥٦﴾ تمہارے پروردگار کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے ﴿٥٧﴾ تم ہم نے اس قرآن کو
 تمہاری زبان (عربی) میں (اس لئے) آسان کیا تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں ﴿٥٨﴾ (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو)
 تم (ان کے عذاب کا) انتظار کرو وہ بھی انتظار میں ہیں ﴿٥٩﴾

باہم ان کے محبت و سرور ہوگا۔ کَذَلِكَ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا اچھا معاملہ پرہیزگاروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یوں
 ہی ان کو ہم حوریں جنت میں دیں گے، جن کے چہرے نورانی سفید آنکھیں بڑی بڑی، اور فصل بے فصل کے جس طرح کے
 میوؤں کو ان کا جی چاہے گا، وہ ان کو وہاں ملیں گے۔ اور جس طرح دنیا کے میوؤں سے کبھی بیماری کا خوف ہوتا ہے، یہ بات
 وہاں نہ ہوگی۔ سوا دنیا کے ایک دفعہ کی موت کے، پھر کبھی ان کو موت نہ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل
 سے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔ آخر کو فرمایا یہی بڑی کامیابی ہے جس کے لئے ان لوگوں نے دنیا میں نیک عمل کئے
 اور برے کاموں سے بچے تھے۔

اے محبوب ﷺ! ہم نے یہ قرآن تم پر اتارا اور اس کا پڑھنا سنانا تم پر آسان کیا تاکہ یہ لوگ سمجھیں اور مانیں۔ اے محبوب
 ﷺ! اگر یہ لوگ نہ سمجھیں تو تم انکے ہلاک ہونے کا قریب انتظار کرو، ان کا بد انجام سامنے آجائے گا۔ یہ تو منتظر ہیں کہ تم پر
 کوئی افتاد پڑے لیکن تم دیکھتے جاؤ کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔

﴿ اسباق ۲۷ ﴾ ﴿ سورۃ الجاثیہ مکیہ ۶۵ ﴾ ﴿ رکوعا ۲ ﴾

سورۃ جاثیہ میں نازل ہوئی، اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حَمَّ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۲ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۳ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُذُّ مِنْ دَاۤءِ اٰتِيۡتٍ لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ۴ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِزْقٍ فَاَحْيَاۤ بِهٖ الْاَرْضَۢ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیْحِ اٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۵

کتاب لے (یعنی قرآن) کا اتارنا خدائے غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ۱ بیشک آسمانوں اور زمین میں ایمانداروں کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں ۲ اور اسی طرح تمہاری پیدائش میں اور جانوروں کی پیدائش میں جس کو پھیلا رکھا ہے، یقین لانے والوں کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں ۳ اور (اسی طرح) رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے روزی کا سبب مینہ اتارا تو اس (بارش) سے زمین کو زندہ (یعنی سرسبز) کیا اس کے مرے (یعنی خشک) ہوئے پیچھے، اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں عقلمندوں کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں ۴

خواص سورۃ الجاثیہ: بچہ کی پیدائش کے وقت اس سورت کو لکھ کر باندھنے سے تمام موزی جانوروں اور ہر طرح کے آسیب سے حفاظت رہتی ہے جو شخص جان کنی میں مبتلا ہو اس سورت کو پڑھ کر دم کرے تو ان شاء اللہ اس کو جان کنی سے نجات ملے گی۔

۱ مشرکین یہ جو کہتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ محمد ﷺ اپنی طرف سے روز قرآن کی آیتیں بنا لیتے ہیں، اور ان کو اللہ کا کلام بتلاتے ہیں۔ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ قرآن میں یہ فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ قرآن سے پہلے جو اللہ کا کلام اور انبیاء پر اترا، اور ان انبیاء کی امتوں نے اس کو نہیں مانا، تو اللہ تعالیٰ

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَ
 آيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ① وَيَلُّ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ② يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُشَلَّى
 عَلَيْهِمْ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ③

یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ جو ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، پس اللہ (کی نصیحت) اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون
 سی (دوسری) بات پر ایمان لائیں گے ① ہر جھوٹے گناہگار کی خرابی ہے ② اللہ کی وہ آیتیں سنتا ہے کہ جو اس
 کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) قائم رہتا ہے گویا اس کو سنا ہی نہیں پس اسکو دردناک
 عذاب کی خوشخبری دو ③

نافرمان لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے ایسے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر
 دیا۔ اگر یہ حال کے لوگ بھی قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے پر اڑے رہیں گے تو یہی انجام ان کا ہوگا۔
 اے فرمایا کہ دنیا میں تو یہ لوگ اللہ کا کلام جو ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے، اور اللہ کے کلام میں جو قدرت کی نشانیاں ہیں، وہ
 سب سن کر کٹرائیاں کرتے ہیں، اور اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں، اور اللہ کے کلام کو مسخر اپن اور جھوٹی باتوں میں اڑاتے ہیں،
 لیکن عقلمندی میں ان کٹرائیوں کا بہت خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا، اور انہوں نے دنیا میں جو مال اولاد عزت و حشمت جمع کیا ہے، اور
 جن بتوں کو یہ لوگ اپنا معبود بناتے ہیں، کوئی چیز ان کے کام نہ آئے گی۔ اور کوئی یہ چیز ان کو دوزخ کے عذاب سے نہ چھڑائے
 گی، ان کو وہاں سخت عذاب ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا کام نصیحت کا کر دینا ہے، جو کوئی اس نصیحت کو مان
 کر کچھ نیکی کرے گا اپنا بھلا کرے گا، اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو نہ سنے گا، اور برائی میں اپنی عمر گنوائے گا اور
 اپنے رب کی آیتوں کا اور رسول ﷺ اور قرآن کا انکار کرے گا، تو ان کو سخت ذلت رساں عذاب پہنچے گا۔ آگے فرمایا کہ اللہ کی
 وہ ذات ہے کہ اس نے اے لوگو! تمہارے واسطے دریا کو بس میں کیا، کہ اس میں کشتیاں خدا کے حکم و قدرت سے چلیں، تاکہ تم
 شہروں شہروں جا کر خدا کا رزق تلاش کرو اور اس کا فضل ڈھونڈو، اور اس کا شکر ادا کرو۔ اس نے تمہارے لئے وہ چیزیں کام
 میں لگا رکھی ہیں جو آسمانوں میں ہیں، آفتاب ماہتاب وغیرہ، اور جو زمین میں ہیں درخت پتھر جانور دریا پہاڑ وغیرہ۔ اس بات
 میں خدا کی قدرت عجیب عجیب نشانیاں اور عبرتیں ان کے لئے ہیں جو خدا کی مخلوقات میں نظر دوڑاتے ہیں اور تفکر کرتے ہیں۔
 اے محبوب ﷺ! مسلمانوں سے کہہ دو کہ جو کافر ہیں، خدا کے عذاب سے نہیں ڈرتے، اور اس کی عادتوں سے کہ دم میں کیا
 سے کیا کر دیتا ہے، خوف نہیں کھاتے، ان سے درگزر کریں اور ابھی بدلہ نہ لیں۔ ہو ظلم بھی کر لیں تو یہ جواب نہ دیں، تاکہ خدا
 ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دے۔ تم جو صبر کرو تو اس کا ثواب تم کو، اور وہ جو ظلم کریں تو اس کا عذاب ان کو دے (یہ حکم قبل ہجرت
 اور وجوب جہاد تھا)۔ جو اچھے کام کرے گا، ایمان خالص لاکر اعمال صالحہ کرے گا تو اپنے لئے خود ثواب پائے گا، اور جو بدکاری

وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَ هَاهُنَا ۱۰ أَوْلِيَّكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۙ ۱۱ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۙ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۙ ۱۲ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۙ ۱۳ هَذَا هُدًى ۙ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ أَلِيمٍ ۙ ۱۴ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِيَجْرِيَ فِي الْفُلْكِ فِيهِ بَأْمَرُهُ وَلِتُبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۙ ۱۵ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۙ ۱۶ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۙ ۱۷

اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی چیز پر اطلاع پاتا ہے تو اس کی ہنسی بناتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے ۱۰ ان کے پیچھے (یعنی بعد موت) جہنم ہے، اور جو کچھ (مال وغیرہ) انہوں نے (دنیا میں) کمایا تھا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ (بت) کام آئیں گے کہ جن کو اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھے تھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے ۱۱ یہ قرآن ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لئے دردناک عذاب میں سے سخت سزا ہے ۱۲ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور اس لئے کہ اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور اس لئے کہ تم شکر کرو ۱۳ اور اس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو اپنے حکم سے تمہارے لئے کام میں لگائے، بیشک اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں ۱۴

کرے گا اور کفر و شرک کرے گا، تو اپنا نقصان کرے گا، سزا پائے گا۔ تم سب کے سب مرنے کے بعد اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، اور اپنا اپنا کیا بھگتو گے۔

قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ
 قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۳﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ
 أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ آتَيْنَا بَنِي
 إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ
 فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾

مسلمانوں سے کہہ لے دو کہ جو لوگ اللہ کے (وعدہ دیئے ہوئے) دنوں کی امید نہیں رکھتے (یعنی کافر) ان سے
 درگزر کریں تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کی کہانی کا بدلہ دے ﴿۱۳﴾ جو کوئی نیک کام کرے پس اس کا نفع اس کے لئے
 ہے اور جو کوئی برا کام کرے پس اس کا وبال اسی پر ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۱۵﴾
 اور لے بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (یعنی تورات) اور دانشمندی اور نبوت دی، اور ہم نے ان کو اچھی
 نعمتوں میں سے روزی دی اور انہیں ان کے زمانہ والوں پر فضیلت بخشی ﴿۱۶﴾

عجائبات قدرت

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے: مثلاً آسمان وزمین کا پیدا کرنا، آسمان میں فرشتوں
 اور سورج و چاند ستاروں کا پیدا کرنا، زمین میں انسان جن، چرند پرند، طرح طرح کے جانوروں کا جنم، اور دریا میں پیدا کرنا،
 اورندیوں کا جاری کرنا، اور ان میں کشتیوں کا چلانا، دنیا کے کاروبار کیلئے دن اور سورج کی روشنی کو پیدا کرنا، اور کاروبار کی محنت
 سے جو آدمی تھک جاتا ہے، اس تھکان کے رفع کرنے کے لئے رات اور رات کی نیند کو پیدا کرنا، آسمان سے مینہ کا برساتنا، جس
 سے ہر طرح کے اناج، ہر طرح کے میوؤں، ہر طرح کی ترکاریوں کا زمین میں پیدا ہونا، ہر طرح کی ہوا کا چلانا کبھی پروا کبھی
 پچھوا۔ غرض ان ہواؤں کی تاثیر سے مینہ کے وقت مینہ برستا ہے، اور بڑھنے کے وقت اناج کا درخت بڑھتا ہے اور پھل
 پکتا ہے، اور سوکھنے کے وقت اناج سوکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے کلام میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، باوجود ان نشانیوں
 کے دیکھنے کے جو یہ مشرک لوگ بتوں کو اپنا معبود بنائے جاتے ہیں، اور اللہ کے معبود ہونے پر ایمان نہیں لاتے، تو پھر آخر اللہ
 کی قدرت کی کون سی نشانی دیکھ کر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔

۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو توراہ، نبوت اور توراہ، کے موافق فیصلے کرنے کیلئے
 دانشمندی دی، اور انکو اچھی پاک نعمتیں غیب سے کھانے کو اتاریں، حلال کھائش کے ساتھ فرعون، اور اس کی قوم کے اموال و

وَاتَّبَعَهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ فَمَا خْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
 الْعِلْمُ بَعِيًّا بَيْنَهُمْ ۖ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا
 كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ
 فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں (یعنی حلال و حرام میں فرق کرنے والی) روشن دلیلیں دیں، پس انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ علم ان کے پاس آچکا، آپس کے حسد سے، بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جن باتوں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۱۷﴾ پھر ہم نے تمہیں دین کے روشن راستے پر قائم کیا، پس اسی راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو ﴿۱۸﴾

دیار کا مالک کر کے، اور من و سلوئی نازل فرما کر اور ان کو اس زمانہ میں سب جہانوں سے افضل کر دیا۔ سب کا سردار بنایا، ان کو حلال و حرام اور امر و نواہی سکھائے۔ کھلے کھلے صاف دلائل اتارے، اور ان کی کتابوں میں بھی محمد ﷺ کا صاف صاف بیان کر دیا۔ جب وہ آئے تو ان کو کچھ شک نہ رہا سب کو یقین تھا کہ اسلام ہی سچا مقدس مذہب ہے۔ مگر وہ غرور اور حسد میں گرفتار ہو کر اختلاف کرنے لگے۔ اور دیدہ دانستہ جان بوجھ کر بعد ہر طرح کے علم و یقین و اتمام حجت کے عناداً کافر رہے۔ اے محبوب ﷺ! تمہارا رب ان سب مذہبوں میں بروز قیامت فیصلہ کر دے گا۔ اور جو اختلاف تھے ان کو اٹھا دے گا۔ جب نبی اسرائیل کا زمانہ گذر چکا تو اے محبوب ﷺ! ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا، اور مضبوط شریعت، سچا راستہ، سیدھا طریقہ اپنی اطاعت کا تم کو بتایا۔ اب تم اس کا اتباع کرو اس پر خود بھی قائم رہو، اور ان کو بھی ہدایت کرو، اور رؤسائے قریش کی جو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں، کہانہ مانو۔ ان سے بیزار رہو جو خدا کو نہیں جانتے، اور اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ اگر تم ان کا کہا مانو گے تو تمہیں کیا فائدہ ملے گا۔ ظالم کافر تم سے کیونکر ملیں گے۔ کیونکر تم سے محبت ملاپ اختیار کریں گے۔ وہ تو کافر کافر آپس ہی میں دوست یا رمدگار آشنا ہیں۔ یہ صرف دوستی دنیا میں ہے، اور آخرت میں انکا کوئی دوست نہیں۔ اور سچے مسلمانوں، پرہیزگاروں، شرک و کفر سے بچنے والوں کا، تو اللہ دونوں جہان میں ناصر مددگار کفیل کا رہے۔ پھر ان کو کس کی پروا ہے۔ یہ قرآن عجب نور ہے، روشنی ہے پاکیزہ بیان ہے، مضبوط دلیلیں ہیں۔ تمام جہان کے آدمیوں کے لئے گمراہی سے بچانے والا رحمت ہے۔ عذاب سے نجات ہے ان کے لئے جو اللہ پر اور رسول پر یقین لاتے ہیں۔

إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ
 أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۝۱۹ هَذَا بَصَايِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى
 وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝۲۰ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ
 نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَ
 مَمَاتُهُمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۲۱ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
 بِالْحَقِّ وَلِيُجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝۲۲

بیشک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے، اور بیشک ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست (صرف دنیا میں) ہیں، اور اللہ (دونوں جہاں میں) متقیوں کا دوست ہے ۱۹ یہ قرآن لوگوں کی آنکھیں کھولنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بڑی رحمت ۲۰ کیا جنہوں نے اے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے؟ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان (یعنی ایمان داروں اور کافروں) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے؟ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں ۲۱ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر کے ساتھ پیدا کیا اور اس لئے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ۲۲

قیامت میں دوبارہ پیدا ہونے کا ذکر

۱۔ شان نزول: مشرکین مکہ کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو، اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو، تم بھی ہم ہی افضل رہیں گے، جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی فرمایا کہ کہ ایمانداروں اور کافروں کی موت و حیات برابر ہو جائے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا، کیونکہ ایماندار زندگی میں اطاعت پر قائم رہے، اور کافر بدیوں میں ڈوبے رہے، تو ان دونوں کی زندگی برابر نہ ہوئی۔ ایسے ہی موت بھی یکساں نہیں ہے کہ مومن کی موت بشارت، رحمت و کرامت پر ہوتی ہے۔ اور کافر کی رحمت سے مایوسی اور ندامت پر ہے۔ غرض مسلمانوں کی حالت ہر حال میں ان سے اچھی رہے گی۔ یہ کیا برا حکم کرتے ہیں، اور خلاف حق و انصاف رائے لگاتے ہیں، شرک و توحید برابر کئے دیتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو انصاف و عدالت سے حق طور پر بنایا، اور دنیا کو اس انصاف کی بنیاد پر پیدا کیا ہے کہ آخر

عمر تک نیکی بدی جو جس کا جی چاہے کر لیوے، پھر اس طرح ہر شخص کی عمر آخر ہوتے ہوتے جب دنیا ختم ہو جائے، تو تمام دنیا کی نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ ایک دن کر دیا جائے۔ اور اس دن رتی رتی ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، اور یہ فیصلہ اس طرح انصاف سے ہوگا کہ اس میں کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔ کیونکہ ظلم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے۔ آگے فرمایا اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں کی بے ٹھکانے کی باتوں کا کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو دین ٹھہرایا ہے، ان کو تو یہ لوگ جانتے نہیں۔ اسلئے ان کی ہر بات بے سند اور دل کی خواہش پر ہے۔ انہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا لیا ہے کہ جس بات کو ان کا دل چاہتا ہے، اس کو یہ اپنا دین ٹھہرا لیتے ہیں۔ جس بات کی پوجا کو ان کا دل چاہتا ہے، اس کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔ اسی واسطے ان کے ہر ایک قبیلہ کے بت الگ الگ ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں، وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق نیک بات کے سننے سے ان کے کانوں پر اور سمجھنے سے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے سے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، سو اللہ تعالیٰ کے کوئی ان کو راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انکو گمراہی کی حالت پر چھوڑ رکھا ہے۔ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا، اللہ تعالیٰ کے انتظام کے برخلاف ہے۔ اسلئے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کیا ہے، کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانے کے لئے نہیں پیدا کیا۔ آگے مشرکین کی ایک اور نادانی کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں۔ کہتے ہیں کہ فقط دنیا ہی دنیا ہے، ہمیں کی زندگی ہے، بس اس کے بعد اور کچھ نہیں۔ یوں ہی زندگی موت ہوتی چلی آتی ہے۔ باپ دادے مرے، بیٹے پوتے زندہ۔ یکے بعد دیگرے یونہی چلے جائیں گے۔ زمانہ کی گردش، رات دن کا گزرنہ، مہینے برس کی روش، ہم کو فنا کر دے گی۔ فرمایا کہ یہ فقط ان لوگوں کی انکل ہے، کوئی سند اس بات کی ان کے پاس نہیں ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جزا و سزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جانا نہ ہو، تو دنیا کا پیدا ہونا بیکار ٹھہرتا ہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔ آگے ایک اور نادانی مشرکین کی بیان فرمائی کہ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں جو روشن دلائل ہیں، اور امر و نواہی، حلال و حرام کا بیان، اور قیامت کا ذکر تو یہ کوئی دلیل اور حجت سوائے اس کے نہیں لاتے کہ اگر تم سچے ہو، اور قیامت آنے والی ہے، اور ہم مرے بعد پھر اٹھیں گے، تو ہمارے باپ دادوں کو ہمارے سامنے زندہ کر کے لاؤ۔ ہم ان سے مرے پیچھے کا حال پوچھیں، اور دریافت کریں کہ یہ سچے ہیں یا نہیں۔ فرمایا کہ ان کافروں سے کہہ دو کہ تم مرے پیچھے جینے کا انکار کرتے ہو تو دنیا میں کئے جاؤ، مرنے کے ساتھ ہی قبر میں پہنچ کر یقین کر لو گے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ جس نے ایک دفعہ پیدا کیا، اس کو وقت مقررہ پر دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اگر یہ لوگ سمجھیں تو حشر کا کچھ مشکل نہیں۔ پھر فرمایا جب آسمان و زمین کی سب مخلوقات پر اللہ کا حکم جاری ہے، تو اس طرح کی عاجز چیزوں میں سے کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اس واسطے جو لوگ بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، وہ قیامت کے دن جھوٹے قرار پا کر بڑی خرابی میں پڑ جائیں گے۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! اب تو یہ لوگ سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، مگر قیامت کے ہول سے پریشان ہو کر جب یہ لوگ حساب کے وقت سر جھکا کے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے، تو وہ حالت ان لوگوں کی دیکھنے کے قابل ہوگی، اور ہر گروہ اپنے نامہ اعمال دینے کیلئے بلایا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن ہر شخص کو بلایا جاوے گا، اور دائیں اور بائیں ہاتھ میں ہر

أَفْرَعَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ
سَعْدِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ
اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ
نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ
إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۲۴﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا
أَنْ قَالُوا اسْتَوِ ابْنَآ إِنَّا كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ
يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

بھلا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور باوجود سمجھ بوجھ کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کیا اور خدا نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا، پس اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿۲۳﴾ اور (کافر) کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیاوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتتے ہیں اور زمانہ (کی گردش) ہی ہے، موت آتی ہے اور انہیں اس کام کا علم نہیں وہ تو محض گمان دوڑاتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو بس ان کی حجت یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ اگر تم سچے ہو ﴿۲۵﴾ تم فرماؤ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے، پھر وہی تم کو موت دے گا پھر وہی تم کو قیامت کے دن (زندہ کر کے) جمع کرے گا

ایک کے عمل کے موافق ہر ایک کا نامہ اعمال دیا جاوے گا۔ جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاوے گا، اس کا چہرہ نورانی ہو جاوے گا۔ اور جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاوے گا، اسکے چہرہ پر سیاہی چھا جائے گی، اور کہا جاوے گا کہ آج تم سب کو تمہارے دنیوی کاموں کی سزا جزا ملے گی۔ اگر تم انکار کرو گے تو فائدہ نہ دے گا۔ اس لئے کہ نامہ اعمال مع گواہوں کے موجود ہے۔ دیکھو یہ کتاب ہماری تم پر برابر سچی گواہی دے رہی ہے، ایک بات بھی تو دروغ نہیں۔ تم جانتے تھے کہ کون دیکھتا ہے۔ حالانکہ ہم تمہاری ہر بات جو تم کرتے یا کہتے تھے برابر لکھتے جاتے تھے۔

۱۰۰

لَا رَايَبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ
 السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُحْسِرُ
 الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جٰثِيَةً ۗ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى
 كِتٰبِهَا ۗ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يُنطِقُ
 عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا
 الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهٖ ۗ ذٰلِكَ
 هُوَ الْفَوْزُ الْبَيِّنُ ﴿۳۰﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰتِيْتُمْ نَسْلًا
 عَلَيْكُمْ فَاَسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

جس میں کچھ شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۶﴾ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے ہی لئے ہے، اور
 جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے ﴿۲۷﴾ اور تم اس دن ہر فرقے کو زانو کے بل
 گرے ہوئے دیکھو گے، ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور ہم کہیں گے کہ آج تمہیں اس کے
 موافق بدلہ دیا جائے گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۲۸﴾ یہ ہمارا نوشتہ تم پر سچائی سے اظہار حقیقت کرتا ہے، بیشک ہم
 لکھتے تھے جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۲۹﴾ پس اے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کو ان کا
 پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی کھلی کامیابی ہے ﴿۳۰﴾ اور جو لوگ کافر ہوئے ان سے ہم کہیں گے: ”کیا
 میری آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ پس تم نے (ان کو سن کر) تکبر کیا اور تم گنہگار لوگ تھے“ ﴿۳۱﴾

قیامت کا انجام

اے اوپر جزا و سزا کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اس کے نتیجہ کا ذکر فرمایا کہ جن لوگوں نے فرمانبرداری سے دنیا میں عمر گزاری، اور
 رسول ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے، ان کے لئے جنت ہے اور یہی بڑی کامیابی مراد ہے۔ کیونکہ اسی مراد کیلئے وہ لوگ دنیا

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا
 نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۗ إِنَّ نَبْئُكُمْ إِلَّا ظَنُّنَا وَمَنْ حُنَّ بِسُتَيْقِينِ ۖ ﴿۳۲﴾
 وَبَدَّالَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ
 يَسْتَهْزِءُونَ ۖ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسِكُمْ كَمَا نَسَيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ
 هَذَا وَمَاؤُكُمْ النَّارُ وَمَالَكُمْ مِنْ نَصْرِينَ ۖ ﴿۳۴﴾

اور جب (تم سے) کہا جاتا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت (کے آنے) میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہم تو اس کو ضعیف سا احتمال خیال کرتے ہیں اور ہم کو (قیامت کے آنے کا) یقین نہیں ۳۲ اور کفار پر (آخرت میں) ان کے اعمالوں کی برائیاں ظاہر ہوئیں اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس سے وہ مسخراپن کرتے تھے ۳۳ اور فرمایا جائے گا آج ہم تمہیں (عذاب دوزخ میں) چھوڑ دیں گے جیسا کہ تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ۳۴

میں نیک کام کرتے تھے، اور منکر قرآن لوگوں سے جھڑکی کے طور پر یہ پوچھا جاوے گا کہ جب قرآن کی آیتیں تم کو سنائی جاتی تھیں، تو سرکشی سے تم ان کو جھٹلانے کے مجرم ٹھہرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ قیامت کے دن جزا و سزا کا تو ہم کو یقین نہیں آتا۔ اور جزا و سزا کی باتوں کو مسخراپن میں اڑاتے تھے۔ آج تمہارا وہی مسخراپن تمہارے سامنے آیا اور اللہ نے تمہارا ٹھکانہ دوزخ قرار دیا۔

ایمان نہ لانے اور یاد خداوندی سے غفلت کا ہولناک انجام

۱۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح کی راحت دی ہے، اور وہ لوگ دنیا کے عیش میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ اے شخص! کیا تجھ کو میں نے ہر طرح کی عزت و راحت سے دنیا میں نہیں رکھا۔ وہ شخص کہے گا کہ ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ”کیا تجھ کو کبھی یہ خیال بھی آیا تھا کہ ایک روز تجھ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ وہ کہے گا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو نے دنیا میں میری بندگی اور فرمانبرداری کو بھلا دیا، اسی طرح آج میں نے تجھ کو اپنی نظر رحمت سے بھلا دیا، اور یوں نہیں اب ہم تجھ کو دوزخ میں ڈال کر بھول جاتے ہیں۔ کبھی تجھ کو نکالنے کا خیال بھی نہ آئے گا، دوزخ تیرا ہمیشہ کیلئے ٹھکانہ ہے۔ اب تیری کوئی مددگار نہیں، کوئی عذاب سے بچانے والا نہیں۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمْ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتِكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۲۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

یہ عذاب اس لئے سبب سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا لیا تھا اور تم کو دنیاوی زندگی نے فریفتہ کر رکھا تھا۔ پس آج نہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے خدا کی رضا مندی طلب کی جائے گی جس سے ان کی توبہ قبول ہو) ﴿۲۵﴾ پس اللہ ہی کیلئے سب خوبیاں ہیں جو پروردگار آسمانوں کا ہے اور پروردگار زمین کا ہے، (وہ) پروردگار سارے جہان کا ہے ﴿۲۶﴾ اور اسی کی آسمانوں میں اور زمین میں بڑائی ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾

۱۔ دوزخیوں پر جب طرح طرح کا عذاب ہوگا تو ان کو قائل کرنے کیلئے یہ کہا جاوے گا یہ عذاب اسلئے ہے کہ تم نے اللہ کے کلام کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑایا تھا، اور دنیا کی زندگی پر مغرور ہو کر آج کے دن کو بھول گئے تھے۔ اس لئے اب اس عذاب سے کسی طرح تم چھوٹ نہیں سکتے، اور نہ تمہارا کچھ عذر سنا جاوے گا۔ آخر کو فرمایا جب آسمان اور زمین اور تمام جہان کا مالک اللہ ہے، تو اس کے بندوں کو اس کی تعظیم اور تعریف لازم ہے۔ پھر فرمایا جو کوئی اس حکم کے برخلاف عمل کرے گا، تو اللہ نافرمان لوگوں پر بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اسکے بدلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور وہ صاحب حکمت ایسا ہے کہ اسکی حکمت کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی۔ اس کی عظمت کا ہر جگہ نشان موجود ہے، وہ سب سے اعظم و اعلیٰ ہے۔ وہ عزت والا ہے، غلبہ والا ہے۔ اپنے ملک میں تصرف جیسا چاہے فرمانے والا ہے۔ حکیم ہے اپنے حکم میں قضا و قدر میں بڑی حکمت والا ہے۔

﴿ اسباق ۲۵ ﴾ ﴿ سورۃ الاحقاف سورۃ ۲۶ ﴾ ﴿ رکوع ۴ ﴾

سورۃ الاحقاف مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔ ۱۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حَمَّ ۱ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۲ مَا خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۳
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّا اُنذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۴ قُلْ اَرَاۤءَیْتُمْ مَا
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اُرُوْۤاۤی مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

یہ ۱۔ کتاب (یعنی قرآن) کا اتارنا خدائے غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ۲۔ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں درست تدبیر ہی کے ساتھ پیدا کیا اور ایک میعاد معین تک کے لئے اور جو لوگ کہ کافر ہو گئے اس چیز سے کہ ڈرایا گیا منہ پھیرتے ہیں ۳۔ تم فرماؤ کہ یہ تو بتاؤ کہ جن چیزوں کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو مجھ کو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا؟

خواص سورۃ الاحقاف: جو کوئی شخص اس سورت کو لکھ کر تعویذ بنا کر رکھے تو جنوں وغیرہ کی ایذا سے محفوظ رہے۔ جو شخص اس سورت کو تین بار پڑھے گا اور اس کو زعفران سے لکھ کر پانی سے دھو کر نوش کرے گا تو ان شاء اللہ جادو و سحر اور نظر بد کا اثر نہ ہوگا اور ہر طرح کے بہتان اور تہمت اور جھوٹ سے بچے۔ تین دفعہ پڑھ کر حصار کھینچے تو جملہ بلیات سے محفوظ رہے۔ ۱۔ سورۃ احقاف مکہ ہے مگر بعض کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں۔ سورت میں چار رکوع اور پینتیس آیتیں اور چھ سو چالیس کلمے اور دو ہزار پانچ سو پچانوے حروف ہیں۔

۱۔ یہ قرآن خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے، جو سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ اس نے اپنی حکمت مقتضی کے موافق اس کو اتارا، اور اس میں وہ احکام نازل کئے جن پر عمل کرنے میں بندوں کیلئے بڑی فلاحیت، اور اس سے منہ پھیرنے میں ان کیلئے سخت شقاوت ہے۔

أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ۚ اِيتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَذَا اَوْ
 اَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَمَنْ اَصْلُ مِمَّنْ يَدْعُوا
 مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
 دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝

یا آسمانوں! میں ان کی کچھ شرکت ہے، میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی بقیہ علم (پہلوں کا) چلا آتا ہو (جس میں خدا کی شرکت کا ذکر ہو) اگر تم سچے ہو ۝ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اس چیز کو پوجے جو اس کی نہ سنیں قیامت تک اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں ۝

۱۔ بت پرستوں کو جواب: اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو ان میں اور ان کے درمیان میں عجائب و غرائب قدرت ہیں، ان سب کو بیہودہ بے فائدہ فضول پیدا نہیں کیا، بیکار نہیں بنایا، بلکہ حق و انصاف کیلئے بمقتضائے حکمت و عدالت ایک خاص وقت معین تک کیلئے اور دنیا کی یہ چند روز کی زندگی اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ نہیں بنائی ہے۔ بلکہ اس چند روزہ زندگی کے بعد، اور ہمیشہ کی زندگی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اور اس دنیا کی چند روز کی نیکی اور بدی کی جزا و سزا اسی ہمیشہ کی زندگی میں پیش آنے والی ہے۔ اور اس سزا سے ان منکروں کو طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ڈرایا ہے۔ لیکن ان منکروں کے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ جس قدر ان کو عقوبتی کی خرابی سے ڈرایا جاتا ہے، وہ اس نصیحت الہی سے منہ موڑے چلے جاتے ہیں۔ اس واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ کافر ہیں جس سے ان کو ڈرایا جاتا ہے، وہ اس کو دھیان نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ جن بتوں کو پرستش کے دین میں یہ بت پرست لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو نہیں سنتے۔

منکرین اسلام کے لئے عقلی دلیل

اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں بت پرستوں سے ذرا یہ تو پوچھو کہ کس استحقاق سے تم بت پرستوں نے ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو زمین و آسمان اور تم کو پیدا کیا، تمہارے بتوں نے زمین یا آسمان پر کوئی چیز پیدا کی ہو تو اس کو ثابت کرو، اور اگر تم سچے ہو تو لاؤ کوئی دلیل دکھاؤ اس قرآن سے پہلے جو اور پیغمبروں پر کتابیں اتریں ہیں، انہیں میں دکھاؤ، یا تم پر کوئی کتاب خدا کی اتری ہو، وہی بتاؤ جس میں خدا کی شرکت کا ذکر ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا فقط خیال ہی خیال۔ پھر فرمایا کہ اب دنیا میں تو یہ بت پرست لوگ ان بتوں کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ قیامت کے دن جن چیزوں کو یہ مشرک لوگ پوجتے ہیں وہ الٹی ان سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ پھر ان گمراہوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ جو بت ان منکروں سے قیامت میں بیزاری ظاہر کریں گے، ان کی حمایت میں یہ لوگ اللہ کے کلام کو جادو بتلاتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ کر بنا لیا ہے۔ پھر انے رسول ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ ۖ
 وَإِذَا نُنزلُ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بِبَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِذَلِكَ نَسَاءٌ
 جَاءَهُمْ وَلَا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۗ ۝۷۰ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۗ قُلْ إِنْ
 افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۗ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ
 فِيهِ ۗ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝۷۱
 قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاءِ الرُّسُلِ

اور جب (قیامت کے دن) لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے ۷۰ اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ حق (یعنی قرآن) کو جب ان کے پاس آ گیا تو کہتے ہیں: ”یہ کھلا جادو ہے“ ۷۱ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کو انہوں نے (یعنی محمد ﷺ نے) خود بنا لیا تم فرماؤ کہ اگر میں نے اس کو خود بنا لیا ہے تو تم اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے، وہ خوب جانتا ہے جو تم قرآن کی نسبت باتیں بناتے ہو، وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ۷۲ تم فرماؤ کہ اے میں رسولوں میں سے کچھ نیا نہیں ہوں۔

ﷺ! تم ان بہتان باندھنے والوں کو اسی قدر جواب دیدو کہ یہ قرآن میں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہوگا تو خدا مجھ سے کچھ لیوے گا۔ خدا کے مواخذہ کے وقت تم میں سے کوئی میری مدد نہ کرنا، اور اگر تم جھوٹ بہتان باندھتے ہو تو تم سے خدا سمجھے گا، کیونکہ خدا کو ہر ایک کا حال معلوم ہے۔ پھر ان منکروں کو توبہ کی رغبت دلا کر فرمایا کہ اب تک جو کچھ تم نے کیا سو کیا، اب بھی اگر اپنے کئے سے آئندہ باز آؤ گے۔ تو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

اے محبوب ﷺ! مشرکین مکہ سے کہہ دو کہ میری باتوں سے اس قدر بدکتے کیوں ہو۔ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا، مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری رہا ہے۔ وہ ہی میں کہتا ہوں کہ ان سب رسولوں کے بعد مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جس کی خبر پہلے رسول دیتے چلے آئے ہیں، اسی حیثیت سے یہ بھی کوئی نئی بات نہ رہی۔ بلکہ بہت پرانی بشارات کا مصداق آج سامنے آ گیا، پھر تم کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو۔

وَمَا أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنَّا نَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيْنَا وَمَا
 أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ① قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَ
 كَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَّا
 اسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ②

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو، میں تو اس ہی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ① تم نے فرماؤ کہ تم مجھ کو یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہی دینے والا اس (قرآن کے حق ہونے) پر گواہی دے چکا، پس وہ اس پر ایمان لایا اور تم نے سرکشی کی، بیشک تم ظالم ہوئے، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا ②

کافروں کا جواب اور فرائض رسالت

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ سے مشرکین مکہ جو اخبارِ غیبیہ پوچھتے تھے کہ ہم سب کب تک زندہ رہیں گے، اور ہر شخص کا کیا حال ہوگا۔ لڑائیوں کے حالات، بیماریوں کے حالات، قحط و فراخی کے حالات، وغیرہ وغیرہ۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کا خدا نے میرے اور تمہارے ساتھ ارادہ کیا ہے، وہ ضرور ہو کر رہیں گی۔ مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میری تبلیغ کا آخری نتیجہ کیا ہونا ہے۔ میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرے گا۔ ہاں ایک بات کہتا ہوں کہ میرا کام وحی الہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا، اور کفر و عصیاں کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔ میں فقط وہی جان سکتا ہوں جو وحی آتی ہے۔ میرا خدا مجھ کو بتاتا ہے یعنی علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کو ہے، وہ بذریعہ وحی و کشف اپنے رسولوں کو بتا دیتا ہے۔

۲۔ اے محبوب ﷺ! ان یہود سے کہہ دو کہ اگر یہ قرآن خدا ہی کے پاس سے ہے، اور پھر تم نے اس کو نہ مانا کفر اختیار کیا۔ حالانکہ بنی اسرائیل سے ایک گواہی دینے والے یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی، اور اس کی کتاب آسمانی ہونے کی گواہی دی، اور آپ کی نبوت کی شہادت دی، اور خوب غور و تامل کے بعد ایمان لائے ہیں۔ اب کیا انکار ہے کہ اپنے جیسے ایک گواہی کی تصدیق و تائید کر چکے ہیں، اور گمراہیوں پر گواہیاں گزرتی ہیں، اور اس حالت پر بھی تم نے نہ مانا، اور ایمان لانے سے غرور اور تکبر کیا، تو پھر تم سے بڑھ کر نا انصاف و نافرمان کون ہوگا۔ جب ان دلائل کے قائم ہوئے بعد تم

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا
 إِلَيْهِ ۗ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِنْكَارٌ قَدِيمٌ ۝۱۱
 مِنْ قَبْلِهِ كِتَابٌ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَاحَةً ۗ وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ
 لِّسَانِ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۗ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝۱۲

اور کافروں نے مسلمانوں کی نسبت یہ کہا: ”اگر یہ دین (اسلام) کچھ اچھا ہوتا تو یہ لوگ ہم سے آگے اس
 تک نہ پہنچ جاتے (بلکہ سب سے پہلے ہم مسلمان ہو جاتے)“ اور جب ان لوگوں کو قرآن کے ذریعہ سے
 ہدایت نہ ہوئی تو اب (قرآن کی نسبت) یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے ۝ اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ
 کی کتاب (یعنی تورات) ہے جو (لوگوں کے لئے) پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب (یعنی قرآن پہلی کتابوں
 کی) تصدیق کرنے والی عربی زبان میں آئی ہے تاکہ ظالموں کو ڈر سنائے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنائے ۝

کفر کرتے ہو، تو جب عذاب آئے گا تو تم کیا کرو گے۔ خدا اپنے دین کی ہدایت ظالم قوم کو نہیں کرتا، اس مقدس مذہب کا رستہ تا
 اہلوں کو نہیں دکھاتا۔

۱۔ شان نزول: یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی، جو مسلمانوں سے یہ کہتے کہ ”اگر اسلام کوئی عزت کی چیز ہوتی
 تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم کو دنیا کی عزت دی ہے، اسی طرح دین کی عزت سے بھی اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی محروم نہ رکھتا۔ اور یہ
 غریب لوگ اسلام لانے میں ہم مالدار لوگوں سے کبھی آگے قدم نہ بڑھاتے“۔ وہی کافروں کا خیال اللہ تعالیٰ نے ان
 آیتوں میں ذکر فرما کر فرمایا ہے کہ کافر کچھ عزت دار نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اسی کی ہے جو اللہ کے
 فرمانبرداری کرے۔ جب یہ لوگ اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں، اور اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک یہ لوگ کافر اور قابل سزا قرار پانے والے ہیں۔ فقط دنیا کی عزت اور مالداروں کے سبب سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 صاحب عزت نہیں قرار پاسکتے۔ آگے فرمایا کہ اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام
 پر توراہ نازل فرمائی تھی، جس نے بنی اسرائیل میں دین کی راہ ڈالی، اور اس راہ چلنے سے ان کو اللہ کی رحمت کے قابل ٹھہرایا۔
 اسی طرح نافرمان لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے، اور فرمانبردار لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سنانے کیلئے اللہ تعالیٰ
 نے یہ قرآن خاص عربی فصیح زبان میں نازل فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۳﴾ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا

بیٹک لے وہ جنہوں نے کہا: ”ہمارا پروردگار اللہ ہے“ پھر (اس پر) قائم رہے پس ان پر کچھ خوف نہیں اور نہ وہ (قیامت میں) غمگین ہوں گے ﴿۱۳﴾ یہی لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے، اس کے بدلے میں جو وہ اعمال (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۱۴﴾ اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

جنت و دوزخ والوں کا ذکر

۱۔ اس آیت میں تمام علم اور عمل کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کو دل سے مانا، اور زبان سے اس کا اقرار کیا، اور پھر اس اقرار کو سچا کر کے دکھانے کے لئے جن کاموں کے کرنے کا حکم تھا ان کو کرتے، اور مناعی کے کاموں سے بچتے رہے، ان کو قیامت کے دن کی آفتوں کا کچھ خوف اور غم نہیں، بلکہ بجائے غم کے ان کو یہ خوشی کرنی چاہئے کہ اس دن وہ اپنے نیک کاموں کے بدلہ میں جنت کے مالک بنادیتے جائیں گے۔ یہ بھی نہیں کہ پھر وہ نعمتیں لے لی جائیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ان کے مالک کر دیئے جائیں گے۔ پھر وہاں جانے کے بعد کبھی تکلیف کی صورت نہ دیکھیں گے۔ اب ان کو سر اسریش ہے، وہ تکلیفیں ہزار ہا کوس گنیں جو انہوں نے دنیا میں اٹھائی تھیں، اور وہ جو نعمتیں دی جائیں گی جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں، اور نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا خیال گزر سکتا ہے۔

ماں باپ کی تعظیم دین اسلام کا امتیازی پہلو

۲۔ جس طرح ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ سے بھلائی کرنے کا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح اور کئی آیتوں میں یہی ذکر ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اپنے ماں باپ، یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں زندہ پایا، اور ان کے ساتھ بھلائی کر کے اس کے اجر میں جنت نہ پائی، تو وہ شخص بڑا بد نصیب ہے۔ معتبر سند سے نسائی، ابن ماجہ، مستدرک، حاکم اور طبرانی میں ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اولاد کیلئے جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے“ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اولاد کو ماں باپ کے قدموں کے نیچے کی پڑی ہوئی چیز آسانی سے مل سکتی ہے، اسی طرح ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے، اور ان کی دعا سے اولاد کو جنت ہاتھ لگ سکتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اول وقت کی نماز کے بعد کرنے کے بعد ماں باپ کی خدمت کو ان عملوں میں سے بتلایا ہے،

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ
 شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّاءَ وَبَدَعَ اَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ
 اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَاَنْ
 اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَىٰ رَبِّي وَ
 اِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۵﴾

اس کی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے اسے جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کے
 دودھ چھڑانے کی اقل (قلیل ترین) مدت تیس مہینے لے ہیں یہاں تک جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس
 برس کا ہوا تو کہا اے پروردگار! میرے مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر
 اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور میں وہ نیک عمل کروں جس سے تو خوش ہو اور میرے لئے میری اولاد میں
 صلاح رکھ، بیشک میں تیری طرف رجوع لایا اور بیشک میں مسلمان ہوں ﴿۱۵﴾

جو عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے، جس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ
 شریعت میں ماں باپ کی خدمت کا کس قدر اجر اور اس کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اور ماں کا حق جتلانے کیلئے فرمایا ہے کہ بچہ کے پیٹ میں ہونے
 اور پیدا ہونے کے وقت ماں کو بڑی بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اور پیدا ہو کر دودھ پینا سب تیس مہینے میں تمام ہوتا ہے۔ اس
 لئے بڑے ہونے کے بعد اولاد کو جس کا خیال ضروری ہے۔

فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۱۔ شان نزول: یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ مہاجرین اور انصار میں سے
 کوئی سوائے ان کے ایسا نہ تھا جس کے ماں باپ بھی مسلمان ہوں، اور چھ ماہ یہ اپنی ماں کے شکم میں رہے اور دو سال دودھ پیا
 اور اٹھارہ سال کی عمر سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی عمر شریف اس وقت میں بیس سال
 کی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنی نبوت و رسالت کے
 ساتھ سرفراز فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر
 اڑتیس سال کی تھی۔ جب حضرت صدیق کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ پروردگار میرے!

أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَّ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۱۶﴾
وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا اتَّعَدْتُمْنِي أَنْ أُخْرَجَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم انکے نیک عملوں کو قبول فرمائیں گے، انکی برائیوں سے درگزر فرمائیں گے (وہ لوگ) اہل جنت ہوں گے، اس سچے وعدہ کے موافق جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿۱۶﴾ اور اے وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اف تم سے دل پک گیا کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے (زندہ ہو کر) پھر نکالا جاؤں گا۔

مجھ کو اس کی توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھے مشرف باسلام کیا، اور میرے والدین کو بھی مشرف باسلام کیا، اور مجھ کو انکی خدمت سے مشرف کیا، اور اب آئندہ کو اعمال صالحہ کیا کروں، وہ کام مجھ سے سرزد ہوں جو تیری مرضی کے مطابق ہوں۔ جن کو تو پسند اور مقبول کرے، آپکی یہ دعا بھی مستجاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن عمل کی وہ دولت عطا فرمائی کہ تمام امت کے اعمال آپکے ایک عمل کے برابر نہیں ہو سکتے۔ آپ کی نیکیوں میں سے ایک یہ ہے کہ نومومن جو ایمان کی وجہ سے سخت ایذاؤں اور تکلیفوں میں مبتلا تھے، ان کو آپ نے آزاد کیا، انہیں میں سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور آپ نے یہ دعا کی: ”جیسے تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اسلام دیا یونہی میری اولاد کو نیک بخت صالح بنانا“۔ یہ دعا بھی مستجاب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں صلاح رکھی۔ آپ کی تمام اولاد مومن ہے، اور ان میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے، کہ تمام عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بھی مسلمان اور آپ کے صاحبزادے اور آپ کی صاحبزادیاں، اور آپ کے پوتے، یہ سب مومن اور سب شرف صحابیت سے مشرف صحابہ ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو کہ اسکے والدین بھی صحابی ہوں خود بھی صحابی۔ چار پشتیں شرف صحابیت سے مشرف۔ ”اور اے میرے پروردگار! میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور جن چیزوں میں تیری مرضی نہ ہو ان کو چھوڑتا ہوں، اور تیرے سامنے گردن جھکاتا ہوں، تیرے حکم سے گردن نہیں پھیر سکتا“۔ فرمایا کہ جو ایسے لوگ ہیں سچے اسلام والے، ہم ان کے اعمال صالحہ اچھی باتیں تو قبول کرتے ہیں، اور ان کی برائیوں کو بخش دیتے ہیں درگزر کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنت والے ہیں یہ ان سے خدا کا یقینی سچا وعدہ ہے۔ یہ سچا وعدہ جو دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے کیا جاتا ہے۔ قیامت میں ملے گا اور اس دن کہا جاوے گا کہ لو یہ وہی وعدہ ہے۔

۱۔ پہلی آیت میں نیک بخت سعادت مند پاکباز مسلمان اولاد کا ذکر تھا، اس آیت میں ناہنجار ناخلف بدکردار کافر اولاد کا ذکر ہے کہ بعض ایسے ناہنجار بھی ہیں کہ ماں باپ سے حشر کا ذکر سن کر بیزار ہوتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم پر افسوس ہے تم نرے بے

وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهِيَ اسْتَعْيَشُنِ اللّٰهَ وَيَلِكُ امْرٌٓ
 اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۙ فَيَقُولُ مَا هَذَا اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ۝۱۷
 اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْ اٰمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ
 مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۙ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا
 عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹

اور بیشک مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر گئیں اور وہ دونوں (یعنی ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں (اور اس سے کہتے ہیں) کہ اے کبخت! مسلمان ہو جا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس کہتا ہے کہ یہ تو صرف اگلے لوگوں کے قصے ہیں ۝۱۷ یہی وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کا) وعدہ ثابت ہو گیا منجملہ ان امتوں کے جو ان سے پہلے جن اور آدمیوں سے گزر چکیں، بیشک وہ نقصان پانے والے تھے ۝۱۸ اور ہر ایک کے لئے اپنے اپنے عمل کے (الگ الگ) درجے ہیں اور تا کہ اللہ ان کے اعمال کا بدلہ پورا دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۝۱۹

وقوف ہو۔ کیا تم جو قیامت کا ذکر کرتے ہو تو مجھ سے اس کا وعدہ کرتے ہو کہ میں مرے بعد اٹھوں گا یہ تو نہ ہوگا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے ہزاروں لاکھوں گروہیں گزر چکیں، مگر کوئی بھی نہ جیا تو پھر میں کیوں جیوں گا، اور وہ دونوں ماں باپ اس کے حال پر افسوس کرتے ہیں۔ خدا سے دعا مانگتے ہیں فریاد کرتے ہیں، اس کو سمجھاتے ہیں کہ اے کبخت! تجھ پر افسوس ہے تو مسلمان ہو جا۔ رسول و قرآن کو مان خدا کا یقینی وعدہ ہے کہ قیامت ضرور ہو کر رہے گی۔ وہ بیشک حق ہے۔ تو اور سارا جہان مرے بعد سب اٹھیں گے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ بات جو رسول کہتے ہیں یہ تو اگلے زمانے والوں کے بنائے ہوئے قصے ہیں۔ ہمیشہ سے یونہی لوگ کہتے چلے آئے ہیں خیالات میں ان کا کیا اعتبار۔ تو ایسے لڑکے کافر ہیں جن پر عذاب کا بول ضرور ثابت ہو چکا۔ وہ بھی ان ہی ہزاروں امتوں اور گروہوں میں شمار ہیں جو ان سے پہلے جن و انس میں سے کافر گذر چکے ہیں۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے، یہ بھی جائے گا۔ یہ سب لوگ کافر خود ہی خائب و خاسر ہوئے خدا کا کیا باگاڑا۔ دنیا میں چند روزہ رہ کر ہمیشہ کا عذاب بھگتا۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ نیک و بد ہر فرقے کیلئے جنت و دوزخ میں درجے مقرر ہیں۔ ہر شخص کو بروز قیامت خواہ مسلمان ہو خواہ کافر، بحسب اعمال درجے اور مرتبے ملیں گے۔ مسلمان کو درجات جنت کافر کو درجات دوزخ، کہ ان کے اعمال کو کم نہ

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَدْهَبْتُمْ طِبِّيتَكُمْ فِي
 حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْرَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا
 كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾
 وَادْكُرُوا عَادَ إِذْ أَنْذَرْنَا قَوْمَهُ بِآلِ حَقَّافٍ وَقَدْ خَلَّتِ النُّذُرُ

اور جس دن کہ کافر لوگ دوزخ پر پیش کئے جائیں گے، (ان سے) کہا جاوے گا کہ تم اپنے حصہ کی نعمتیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں ضائع کر چکے اور ان (نعمتوں) سے فائدہ اٹھا چکے، پس آج تم کو ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے، اور سزا اس کی کہ تم حکم عدولی (نا فرمانی) کرتے تھے ﴿۲۰﴾ اور یاد کرو عادی کے ہم قوم (ہود) کو جب اس نے احقاف کی سرزمین پر اپنی قوم کو (عذاب الہی) سے ڈرایا۔

کرے اور پورا پورا ہر شخص کو بدلہ ملے، کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا کہ نیکی کا بدلہ گھٹا دیا جائے یا بدی کی سزا بڑھادی جائے۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ کافر لوگ دوبارہ زندہ ہونے اور سزا جزا کو کہانیاں بتلاتے ہیں اور رسول و قرآن کو جھٹلاتے ہیں، لیکن قیامت کے دن سزا کے طور پر دوزخ میں جھونکے جانے کیلئے جب ان کو دوزخ کے کنارہ پر ٹھہرایا جاوے گا، تو اس وقت ان کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک عمل کرنے کی کتنی بڑی آرزو ظاہر کریں گے۔ اس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ تم کو دنیا میں جو عیش و عشرت راحت مال اولاد ملا تھا، وہ سب تمہاری دنیوی بھلائوں کا بدلہ تھا کہ تم وہیں پا چکے، اور کھا چکے اور زندگی دنیا میں مزے لے چکے اور فائدہ اٹھا چکے، اس لئے کہ تم کو تو اس دن کا کچھ خیال ہی نہ تھا۔ اس دن کے لئے کچھ کام کرتے ہی نہ تھے، پس دنیا ہی کو مایہ ناز ضرور جانتے تھے، اور اسی کی دلوں میں تمنا کرتے تھے وہ تمنا وہیں تمہاری پوری ہو گئی۔ اب آج کے لئے کچھ بھلائی نہ رہی گناہ اور برائیاں باقی رہ گئیں۔ پس آج تم کو سخت عذاب ان کے بدلہ میں دیا جائے گا اور اسکی سزا ملے گی جو تم بے فائدہ ناحق بات دنیا میں غور و تکبر سے کیا کرتے تھے۔ اور خدا کا کہنا نہ مانتے تھے، فسق و کفر معاصی بے دھڑک کرتے تھے۔

قوم عاد کا بد انجام

اے محبوب ﷺ! اپنی قوم کو قوم عاد کا حال سناؤ، اور کافروں کو سمجھاؤ کہ قوم عاد کا کیا حال ہوا تھا۔ جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف پر کھڑا ہو کر عذاب الہی سے ڈرایا۔ احقاف ریتلی جگہ کو کہتے ہیں۔ ہود نے اپنی بت پرست قوم کو یہی نصیحت کی کہ مجھ سے آگے بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں، اور مجھ سے پیچھے اور جو پیغمبر آئیں گے، سب کی نصیحت یہی ہے

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۗ إِنِّي أَخَافُ
 عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوا أَجِئْنَا لِنُفَكِّنَا عَنْ إِلَهِنَا
 فَأَتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۲﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ
 اللَّهِ ۗ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿۲۳﴾
 فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ ۗ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ
 مُّسْتَرِنًا ۗ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۗ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۴﴾

اور بیشک اس سے پہلے (پیغمبر) ڈر سنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد بھی (پیغمبر) آئے کہ اے لوگو! تم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجو بیشک مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ﴿۲۱﴾ وہ کہنے لگے: ”(اے ہود!) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو پس لے آؤ جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو“ ﴿۲۲﴾ ہود نے فرمایا: ”اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو“ ﴿۲۳﴾ پس جب ان لوگوں نے عذاب کو بصورت بادل آسمان کے کناروں میں پھیلا ہوا اپنے میدانوں کی طرف آتا دیکھا تو کہنے لگے: ”یہ بادل ہم پر برسے گا“ (ہود نے کہا: ”نہیں نہیں) بلکہ یہ تو وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے“ ﴿۲۴﴾

کہ سوائے اللہ کے اور کسی کو نہ پوجنا۔ اگر تم میری اس نصیحت کو نہ مانو گے تو مجھ کو خوف ہے کہ تم لوگوں پر کوئی سخت عذاب آ جاوے گا۔ قوم کے سرکش لوگوں نے جواب دیا کہ ہود اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ، ہم نے اپنے بتوں کی پوجا نہ چھوڑیں گے۔ ہود علیہ السلام نے کہا میں تو فقط اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں، عذاب کے آنے کا وقت تو اللہ کو معلوم ہے۔ مگر یہ تم لوگوں کی نادانی ہے کہ اللہ کے عذاب کی جلدی کرتے ہو، اسکے بعد بادل کی صورت میں آندھی آئی جس نے ساری قوم کو پٹخ کر ہلاک کر دیا۔ آخر کو فرمایا کہ مجرموں کو اللہ تعالیٰ یونہی سزا دیتا ہے۔ اس قوم کا قصہ سورۃ الاعراف سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ عِندَهُ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَكِنُهُمْ ۗ كَذَلِكَ
نَجَّزِي الْقَوْمَ الْجَارِمِينَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيهَا إِن مَكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَ
جَعَلْنَا لَهُمْ سُبُعًا وَابْصَارًا وَأَفِئَّةً ۗ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَبُعُهُمْ وَلَا
ابْصَارُهُمْ وَلَا أَفِئَّتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ
مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۷﴾

وہ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے تباہ کر ڈالتی ہے، چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا، ہم مجرموں کو اس طرح سزا دیتے ہیں ﴿۱۵﴾ اور اے بیشک ہم نے عاد کو (قوت و مال) میں وہ قدرت دی تھی جو (اے اہل مکہ!) تم کو نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے (تاکہ دین کے کام میں لائیں) پس ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی کرتے تھے ﴿۲۶﴾ اور بے شک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں (مثل ثمود و عاد و قوم لوط وغیرہ) ہلاک کر دیں اور طرح طرح سے نشانیاں لائے کہ وہ رجوع کریں ﴿۲۷﴾

سابقہ اقوام کی ہلاکت سامان عبرت

۱۔ ان آیتوں میں یہی بات اللہ تعالیٰ نے قریش کو سمجھائی ہے کہ قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے جیسا صاحب مقدر کیا تھا، وہ بات تم لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ پھر تم کس بھروسہ پر غریب مسلمانوں سے سخر اپن کرتے ہو اور کلام الہی کو جھٹلاتے ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم سے زیادہ صاحب مقدر قوم کو ان ہی باتوں کے خمیازہ کے طور پر ایک دم میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا نصیحت کی باتیں سننے کے لئے کان، قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے کے لئے آنکھیں، اچھے کاموں کی طرف خیال دوڑانے کے لئے دل، یہ سب کچھ ان کو دیا گیا تھا، مگر ان چیزوں سے ان لوگوں نے اللہ کی ناراضی کے کام کئے۔ اسکے عذاب میں پکڑے گئے۔ پھر فرمایا کچھ قوم عاد کے قصے پر ہی عبرت منحصر نہیں ہے، مکہ کے آس پاس ملک شام کے راستہ میں قوم ثمود و قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں بھی ان کو نظر آئی ہوں گی، اور فرعون کا قصہ بھی انہوں نے سنا ہوگا، اور یہ بھی سنا ہوگا کہ ان سب کو مہلتیں دے کر طرح طرح سے سمجھایا گیا، کہ برے وقت پر تمہارے یہ بت کچھ کام نہ آئیں گے۔ ان بتوں کی پوجا سے بارگاہ الہی میں قربت کا ڈھونڈنا بالکل گھڑی ہوئی ایک بات ہے، جس کا آسمان وزمین میں کہیں پتا و ٹھکانہ نہیں۔ لیکن جب مہلت

فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ
 صَلُّوا عَلَيْهِمْ وَذَلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۸﴾ وَإِذْ صَرَفْنَا
 إِلَيْكَ نَفْرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا
 أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿۲۹﴾

پس کیوں نہ مدد کی ان کی ان لوگوں نے جن کو اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کو معبود ٹھہرا رکھا تھا، بلکہ وہ سب
 (نزول عذاب کے وقت) ان کی نظروں سے غائب ہو گئے ﴿۲۸﴾ اور ان کا (بتوں کا معبود بنانا) جھوٹ اور افتراء
 ہے اور یاد کرو جبکہ ہم نے تمہاری طرف ایک جماعت جنوں میں سے متوجہ کی جو کان لگا کر قرآن سنتے تھے
 پس جب وہ پیغمبر کے پاس حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: ”خاموش رہو“ پس جب قرآن پڑھا جا چکا تو
 اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے کو واپس گئے ﴿۲۹﴾

کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے، تو اچانک عذاب میں پکڑے گئے۔ اور ان پتھر کی مورتوں کو خبر تک نہیں ہوئی
 کہ انکی پوجا کرنیوالوں پر کیا گذری۔

جنوں کا ایمان لانا

لے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! اس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک
 جماعت کو قرآن سننے کے لئے بھیجا۔ جب آپ بطنِ نخلہ میں مکہ مکرمہ کو آتے ہوئے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر قرأت
 سے پڑھ رہے تھے۔ یہی قرأت ان جنات نے سنی، اور پھر جا کر اپنی قوم سے قرآن کی تعریف کی۔ اس پر بہت بڑا قافلہ جنات
 کا دین اسلام کی باتیں سیکھنے آیا، اور جب وہ جنات اس جگہ پہنچ گئے، جہاں آپ قرآن پڑھ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل
 میں قرآن کے سننے کا ایسا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: ”خاموش رہو، یہ کلام اچھی طرح سننے دو“، اور
 جب وہ جنات قرآن کی نصیحت سن کر رسول کریم ﷺ پر ایمان لا کر حضور ﷺ کے حکم سے اپنی قوم کی طرف ایمان کی
 دعوت دینے گئے، اور انہیں ایمان نہ لانے اور رسول کریم ﷺ کی مخالفت سے ڈرایا، اور کہا کہ اے قوم! ہم نے جا کر ایک
 ایسی سچی مقدس کتاب سنی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری، یعنی قرآن محمد ﷺ پر اترا ہے۔ وہ ان کتابوں کی جو اس
 سے پہلے اتری تھیں تصدیق کرتا ہے۔ اور توحید میں اور نیز اخبار غیب میں اس کے مطابق ہے۔ یعنی تورات میں جس کی پیشین
 گوئی تھی، اور جن نبی کا حال بیان تھا کہ وہ ایسے ایسے ہوں گے، سو وہ قرآن و محمد ﷺ وہی ہیں۔ وہ سارے جہان کو مذہب

قَالُوا يَقَوْمَنَا إِنَّا سَبِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا
 بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۳۰ يَقَوْمَنَا
 أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ
 عَذَابِ أَلِيمٍ ۝۳۱ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِعُجْزٍ فِي الْأَرْضِ
 وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۝۳۲ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۳۳ أَوَلَمْ
 يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ
 يُقْدِرْ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝۳۴ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۳۵

کہنے لگے کہ اے قوم ہماری! بیشک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، سچے دین کی طرف راہ دکھاتی ہے اور سیدھی راہ چلاتی ہے ۝۳۰ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے (محمد ﷺ) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تمہارے گناہ بخش دے اور تم کو دردناک عذاب سے بچالے ۝۳۱ اور جو کوئی اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا قبول نہ کرے پس وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والا نہیں اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں، یہ لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں ۝۳۲ کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ کہ وہ اللہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا، وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے، ہاں (ضرور قادر ہے) بلکہ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ۝۳۳

حق کی ہدایت کرتے ہیں، اور خدا تک پہنچنے کا سیدھا عمدہ صاف رستہ بتاتے ہیں۔ وہ دین سکھاتے ہیں جو خدا کو پسندیدہ ہے۔ اے قوم کے لوگو! اللہ کے رسول ﷺ کا کہنا مانو، اور اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے پچھلے گناہوں کو معاف کر کے تمہیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے۔ اور قوم کے لوگوں میں سے جو کوئی اس نصیحت کو نہ مانے گا، تو وہ زمین بھر میں بھاگ کر اللہ کے عذاب کے نہیں ٹال سکتا ہے۔ اور جو لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو اپنا معبود نہیں جانتے، وہ کھلم کھلا گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

قیامت ضرور آئے گی

لے حاصل ان آیتوں کا یہ ہے جب پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کر دیا تو اس کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے، اسی

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۗ
 قَالُوا بَلَىٰ وَرَأَيْنَا ۗ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۳﴾
 فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۗ

اور (یاد کرو) جس دن کافر دوزخ پر پیش کئے جائیں گے کہا جائے گا: ”کیا یہ عذاب سچا وعدہ نہیں ہے“ وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم! درست ہے۔ حکم ہو گا پس اپنے کفر کے بدلے اس عذاب کا مزہ چکھو (جس کے تم دنیا میں مرتکب ہوئے تھے) ﴿۳۳﴾ پس (اے محبوب! ﷺ) تم صبر کرو جیسا کہ عالی ہمت والے پیغمبروں نے اپنی قوموں کی ایذا پر صبر کیا تھا اور ان لوگوں (کے عذاب) کے لئے جلدی نہ کرو۔

طرح اگر انسان سمجھے کہ بغیر کسی مصالح کے جس اللہ نے خلاف عقل اتنا بڑا آسمان بلا کسی ستون کے بنا کر کھڑا کر دیا، اور اتنی بڑی زمین بنا دی اور بغیر مادہ و مسالہ کے۔ پہلی دفعہ انسان کا مادہ اور مسالہ بھی پیدا کیا، اور انسان کی خاک کا مادہ اور مسالہ موجود ہوتے ہوئے انسان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے۔ کیا ان کی عقل اتنے کام کی نہیں کہ اس عقل سے یہ لوگ اتنا سمجھ لیں کہ جس کی قدرت کے آگے مشکل کام آسان ہیں، اسکو آسان کام کیا مشکل ہے۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ سزا و جزا کے منکر لوگ اپنے دنیا کے عیش و آرام کے نشہ میں دوزخ کے عذاب کو مسخر اپن میں اڑاتے ہیں، لیکن جب دوزخ کا عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا، اور ان لوگوں کو قائل کرنے کیلئے ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ سچا عذاب ہے یا مسخر اپن ہے۔ تو قسمیں کھا کھا کر اس عذاب کو سچا بتلائیں گے، جس کے جواب میں ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جو اس عذاب کو جھٹلایا تھا، اس کی سزا میں اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔ مشرکین مکہ میں سے سرکش لوگ جب اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو زیادہ ستانے لگتے تھے، تو اللہ کے رسول ﷺ کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ ان سرکشوں کی غیبت سے کوئی تنبیہ ہو تو شاید ان لوگوں کی سرکشی کچھ کم ہو جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تسلی فرمائی، اور فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! ان کافروں کے ستانے پر ایسا صبر کیجئے جیسا اولو العزم رسول صبر کرتے تھے۔ یعنی بڑے عالی قدر رسول حضرت نوح علیہ السلام، اور رابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام، اور انکے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجئے، کیونکہ عذاب ان پر ضرور نازل ہونے والا ہے۔ اور جس ہمیشہ کے عذاب کا ان سرکشوں سے وعدہ ہے، جب وہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آوے گا تو اس کے سامنے اس سرکشی کے جینے کو یہ لوگ گھڑی دو گھڑی کا جینا سمجھیں گے۔ اے محبوب ﷺ! یہ پیغام ہے جس کو پہنچا دینا چاہئے، اور جو لوگ اس نصیحت سے راہ راست پر نہ آویں گے، تو دونوں جہان میں اپنی سرکشی اور نافرمانی کا خمیازہ اٹھائیں گے۔“

كَانْتُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَدِيعٌ ۚ فَبَلَّغْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ﴿٢٥﴾

وہ جس دن (عذابِ آخرت کو) دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ تو (اس کی درازی کے سبب) ان کو ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) ایک دن میں سے ایک گھڑی رہے تھے۔ یہ (قرآن) پیغام ہے۔ پس ہلاک تو وہی ہوں گے جو لوگ بدکار ہیں ﴿۲۵﴾

﴿۲۸ آیاتھا﴾ ﴿۲۷ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّكِّيَّةٌ ۙ مَلَكِيَّةٌ ۙ ۹۵﴾ ﴿۲۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲﴾

سورہ محمد مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

جو لوگ کافر ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا تو ان کے اعمال اللہ نے برباد کر دیئے ﴿۱﴾

خواص سورہ محمد: اس سورہ کو طشتری پر لکھ کر آب زمزم سے دھو کر پینے سے لوگوں کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے اور ذہن کھلنے کے لئے بھی اکسیر ہے۔ اگر کسی شخص پر کوئی سخت مصیبت درپیش ہو تو گیارہ مرتبہ اس سورہ کو پڑھے اور اول و آخر درود شریف پڑھے۔

بہکانے والوں کا انجام اور کفر کی وجہ سے اعمالِ صالحہ کی بربادی

۱۔ شان نزول: بروز بدر بارہ آدمی تھے جو سب کافروں کا خرچ اپنے ذمہ اٹھائے ہوئے تھے۔ اور کافروں کو لڑائی پر برا بیختہ کرتے تھے، اور اس خرچ کو بڑا ثواب کا کام سمجھتے تھے، عتبہ شیبہ پسران ربیعہ پسران حجاج ابوالبختری بن ہشام، ابو جہل بن ہشام وغیرہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا جو لوگ خود اسلام میں داخل نہ ہوئے، اور دوسروں کو انہوں نے اسلام سے روکا تو اللہ نے ان کے نیک اعمال بے کار بے فائدہ باطل کر دیئے۔ جو کچھ بھی انہوں نے کئے ہوں خواہ بھوکوں کو کھلایا ہو، یا اسیروں کو چھڑایا ہو، یا غریبوں کی مدد کی ہو، سب برباد ہوئی۔ آخرت میں اس کا کچھ ثواب نہیں۔ آگے ان مشرکوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اللہ کے کلام، اللہ کے رسول ﷺ اور عقبی کی سزا و جزا کو مانتے ہیں۔ تو ان کے نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں ایسے مقبول ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک عملوں کے طفیل سے ان کے گناہوں کو معاف

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ
 الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّ
 الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ
 رَبِّهِمْ ۗ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۖ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ
 كَفَرُوا فَضَرْبِ الرِّقَابِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا أَثْبَتُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ ۗ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوا اور وہی ان کے
 پروردگار کی طرف سے حق ہے تو اللہ نے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کی حالتیں درست کر دیں ۝ یہ اس
 لئے کہ کافر باطل کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے سچے دین کی پیروی کی جو ان کے پروردگار کی طرف سے
 ہے، اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے ان کی مثالیں بیان فرماتا ہے ۝ پس جب تمہارا کافروں سے لے (کسی
 جنگ میں) مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر چکو، پس (جو زندہ گرفتار
 ہو جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو۔

فرما کر ہمیشہ نیک کاموں میں لگے رہنے کی ان کو توفیق دیتا ہے۔ اگے فرمایا کہ کافر لوگوں کے نیک عملوں کا راز ایسا جانا، اور
 ایماندار لوگوں کے نیک عملوں کے طفیل سے انکے گناہوں کا معاف ہونا، اس سبب سے ہے کہ کافر لوگ شیطان کے کہنے پر
 چلتے ہیں، اور ایماندار لوگ اللہ کے حکم پر چلتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ یوں مثالیں بیان کر کے لوگوں کو سمجھاتا ہے تاکہ لوگ
 اپنے بھلے برے کو سمجھیں۔

کافروں سے مقابلہ

۱۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم ان سے ملو جو کافر ہیں، اور لڑائی کا ہنگامہ گرم ہو تو مقابلہ کے وقت
 مخالفوں سے خوب لڑو، کیونکہ حق اور باطل کا مقابلہ تو رہتا ہی ہے۔ جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو
 مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں،
 اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں، اس لئے ہنگامہ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی اور توقف و تردد کو راہ نہ دو، اور دشمنانِ خدا کی
 گردنیں مارنے میں کوتاہی نہ کرو۔ خدا کی راہ میں لڑو یہاں تک کہ غالب ہو جاؤ۔ اور جب لڑائی کے بعد کچھ دشمن قید میں

فَمَا مَنَابَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۗ ذَٰلِكَ ۗ وَ
 لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَ
 الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيهِمْ
 وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

پھر چاہے اسکے بعد احسان کر کے چھوڑ دو، چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دو (کافروں کے ساتھ یہی معاملہ رکھو)، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، یہی حکم ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا ہے، اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے پس اللہ انکے اعمالوں کو ہرگز ضائع نہ کریگا ۝ جلد انہیں راہ دیگا اور انکا کام بنا دیگا ۝ اور انکو اس جنت میں داخل کریگا جس کی انہیں پہچان کرا دی ہے ۝ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا ۝

آجاویں، تو ان کو اچھی طرح حفاظت میں رکھو، اور ان کو مضبوط باندھو۔ ایسا نہ ہو کہ قید سے نکل کر بھاگ جائیں۔ پھر اس کے بعد تم کو اختیار ہے خواہ تم ان پر احسان کرو، اور قیدیوں کو بے لئے مفت چھوڑ دو، خواہ ان سے فدیہ لے لو یعنی وہ روپیہ دے کر اپنے کو چھڑالیں۔ خدا کی راہ میں یہاں تک مارو اور مرو کہ جنگ ختم ہو جائے، اور کافر اپنے ہتھیار رکھ دیں۔ اس طرح کہ مشرکین اطاعت قبول کریں، اور اسلام لائیں۔ اے مسلمانو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے پچھلے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا، وہ چاہتا تو ویسے ہی ان کافروں کو بھی بغیر تمہارے لڑنے بھڑنے کے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتا۔ لیکن دین کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ کو اہل اسلام کی ثابت قدمی کا امتحان لینا منظور ہے، کہ کون لڑتا ہے کون جی چراتا ہے۔ کون اسلام کا خیال کرتا ہے، کون قرابت کا، اور اسلام و کفر میں امتیاز ہو جائے تم کو ثواب ملے، وہ ذلیل ہوں۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے تو خدا ہرگز ان کے اعمال کو ضائع نہ کرے گا، بلکہ انجام کار انکی محنت ٹھکانے لگائے گا۔ اور شہید ہونے کے بعد انکو جنت کے ان عالی مقاموں میں داخل کیا جائے گا، جو مقام ان کو رسول کی زبان مبارک اور اپنے وجدان صحیح سے معلوم ہو چکا تھا۔ اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہوگی جہاں اس کو رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کن کی مدد کرتا ہے؟

اے اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ جب کافر لوگوں سے مقابلہ ہو تو خوب دل کھول کر لڑو۔ ان آیتوں میں فرمایا: ”اے مسلمانو! اگر تم

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَّأَلَهُمْ وَاصِلًا أَعْبَالَهُمْ ۝۸ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ
 كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْبَالَهُمْ ۝۹ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي
 الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۝۱۰
 اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝۱۱ ذَلِكِ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ
 آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝۱۲

اور جو لوگ کافر ہیں تو ان پر تباہی پڑے اور اللہ انکے اعمال برباد کرے ۝۸ یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا پس اللہ نے انکے اعمال برباد کر دیئے ۝۹ تو کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہ کیا پس دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے انکا انجام کیسا ہوا کہ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی اور کافروں کیلئے بھی اسی قسم کے بہت سے (عذاب) ہیں ۝۱۰ یہ اس سبب سے کہ مسلمانوں کا کارساز اللہ ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ۝۱۱

اوپر کے حکم کے موافق عمل کر کے اللہ کے دین کو مدد دو گے، تو اللہ تعالیٰ غیب سے ہر طرح تمہاری مدد کرے گا، اور لڑائی کے وقت تمہارے دل میں ایسی جرأت پیدا کر دے گا جس سے تمہارے قدم میدان جنگ میں جم جائیں گے۔ جس طرح بدر کی لڑائی میں آسمان سے فرشتے بھیج کر اس نے تمہاری مدد کی، اور میدان جنگ میں تمہارے قدم جمادیئے۔ آگے فرمایا جو لوگ کافر ہیں، اور اسکے کلام کو جھٹلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل میں لشکر اسلام کا رعب پیدا کر دے گا۔ اس لئے میدان جنگ میں ان کے قدم نہیں جمیں گے، بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ تباہ اور برباد رہیں گے۔ اور ان کے سب اعمال و کوشش رائیگاں جائے گی۔ یہ خفگی ان لوگوں پر اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اس کے مقدس مذہب، سچی شریعت، حق کتاب کو جس کو اللہ نے محمد ﷺ پر اتارا، برا سمجھا انکار کیا، خدا نے یہ سزا دی کہ اعمال باطل کر دیئے۔ کیا ان کافروں نے ملک شام میں قوم شمو اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں نہیں دیکھیں، اگر نہیں دیکھیں تو اب دیکھ لیں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ ان کافر قوموں کے قدم بقدم چلنے والوں پر وہی آفتیں آنے والی ہیں، جو ان قوموں پر آچکی ہیں۔

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا اللہ کارساز ہے، اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے۔ بعض مفسروں نے ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ شبہ پیدا کیا ہے کہ ان دونوں آیتوں کے معنوں میں مطابقت نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے، اور سورہ انعام کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان اور کافر سب کا کارساز

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا
 تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَشْوَى لَهُمْ ۝۱۲ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ
 قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ أَهْلَكَنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳

بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری
 ہیں، اور جو لوگ کہ کافر ہیں وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور
 (آخرت میں) دوزخ ان کا ٹھکانا ہے ۝ اور بہت لے سے شہر جو قوت میں تمہارے اس شہر سے بہت زیادہ تھے
 کہ جس (کے رہنے والوں) نے تم کو جلا وطن کیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، پس ان کا کوئی مددگار نہ ہوا ۝

ہے۔ اس شبہ کا جواب مفسروں نے یہ دیا ہے کہ سورہ انعام میں حشر اور حساب اور کتاب کے ذکر کا موقع تھا، اور قیامت میں
 حساب اللہ تعالیٰ نیک و بد سب سے لیوے گا، اسی واسطے وہاں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نیک و بد کے حساب کا مالک ہے۔ اور
 یہاں مدد کا موقع ہے اور کافروں کا کفر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اس واسطے یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فقط مسلمانوں کا مددگار ہے۔
 تفسیر قتادہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احد کی لڑائی میں جب مسلمانوں کی شکست ہوئی، اس وقت مسلمانوں کی تسکین کے لئے یہ دونوں
 آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی، تیر اندازوں لوگوں
 نے جو کی، اسی سبب سے اس لڑائی میں شکست ہو گئی ہے۔ اگر ایمان داری اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری پر آئندہ یہ لوگ پورے
 قائم رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کا کار ساز ہے، ان کو اور لڑائیوں میں فتح نصیب کرے گا۔ یہ تیر اندازوں کی نافرمانی کا قصہ سورہ
 آل عمران میں گذر چکا ہے۔ اوپر فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کی دنیا کی مدد، اور خفگی کا ذکر فرما کر آگے دونوں فریقین کا عقوبتی کا
 انجام بیان فرمایا کہ فرمانبردار لوگوں کے لئے عقبی میں جنت ہے، اور نافرمان لوگ چوپایوں کی طرح چند روز دنیا کی چیزوں کو
 برت لیں، اور جو کچھ کھانا ہے کھالیں، پھر عقبی میں ان کا انجام دوزخ ہے۔ عقبی کے منکر لوگوں کی مثال چوپایوں کی اس واسطے
 فرمائی کہ جس طرح چوپایوں کی زندگی کا مدار فقط دنیا کے کھانے پینے پر ہے، وہی حال عقبی کے منکر لوگوں کا ہے۔

ہجرت مدینہ فتح و نصرت کا پیش خیمہ

۱۔ شان نزول: جب آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، اور غار کی طرف تشریف لے چلے، تو مکہ مکرمہ کی طرف
 متوجہ ہو کر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو اللہ کو بہت پیارا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر
 مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ قریش سے زیادہ صاحب

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا
 أَهْوَاءَهُمْ ۝۱۳ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ۚ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن
 مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّن
 خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِلشَّرِبِينَ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّن عَسَلٍ مُّصَفًّى ۚ وَلَهُمْ فِيهَا مِزَّانٌ
 كُلِّ الشَّيْءِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۚ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ
 سُقُومًا ۚ حَبِيبًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝۱۵

تو کیا وہ شخص کہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا کہ جس کے برے عمل اسے بھلے دکھائے گئے ہوں اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلے ۱۳ اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں ایسی صاف پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے لذت ہے، اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا ہے، اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے ان کیلئے بخشش ہے، کیا ایسے چین والے ان جیسے ہو جائیں گے جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں اور انکو کھولتا پانی پلایا جائے کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے ۱۵

قوت، صاحب شوکت قوموں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ذلت اور خواری سے ایک دم میں طرح طرح کے عذابوں سے ایسا ہلاک کر دیا کہ کوئی ان لوگوں کی کچھ حمایت اور مدد نہ کر سکا۔ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو وہی ذلت و خواری گویا انکے سر پر بھی سوار ہے۔ چنانچہ اللہ کے وعدہ کے موافق وہی ہوا کہ جن بتوں کی حمایت میں ان بت پرستوں نے اللہ کے رسول کو اللہ کے گھر سے نکالا تھا، وہ بت فتح مکہ کے وقت توڑے گئے، بڑے بڑے بت پرست جنگ بدر میں بے گور کفن نہایت ذلت و خواری سے مارے گئے، اور رسول کریم ﷺ کی فتح ہوئی۔

نیک و بد کا انجام

۱۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نہایت شرح صدر، اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے، اور دوسرا اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے، جس کو سیاہ سفید یا نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں۔ حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے، اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے، کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنفًا ۚ وَلِيكُمُ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿۱۲﴾

تو ان (کفار) میں بعضے اے وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں، یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ ابھی پیغمبر نے کیا بات فرمائی تھی، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں کے تابع ہوئے ﴿۱۲﴾

جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسی کو فرمایا گیا جس کے پاس خدا کی ظاہر قوی سچی دلیلیں ہوں، اور مقدس مذہب ہو، یعنی محمد ﷺ، اور مسلمان اس جیسے ہو سکتے ہیں، جو کافر ہو بدکاریاں کرتا ہو، اور ان کو اچھا سمجھتا ہو، اور انہوں نے اپنے نفس کو خواہشوں کا اتباع کیا ہو، بت پرستی میں مشغول رہے ہوں ہرگز نہیں۔ جن دو گروہ کا آیت میں ذکر تھا ان دونوں کے آخرت کے انجام کا آگے ذکر فرمایا کہ جو خدا سے ڈرتے ہیں، تقویٰ شعار ہیں، کفر و شرک سے بچتے ہیں، ان کو جو جنت ملے گی اس کی ایک شان و شوکت یہ ہے کہ اس میں پانی دودھ شراب اور شہد کی نہریں بہتی ہوں گی، اور فصل اور بے فصل کے میوے وہاں موجود ہوں گے، اور ان نعمتوں کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل معاف ہوگا۔ اور دوسرے گروہ کا یہ حال بیان فرمایا کہ وہ لوگ ہمیشہ آگ میں جلیں گے، اور پیاس کے وقت ایسا کھولتا ہوا پانی انکو پلایا جاوے گا، جس سے ان کی انتڑیاں کٹ کٹ کر نیک پڑیں گی۔

منافقوں کا بیان

اے محبوب ﷺ بعض منافقین ایسے ہیں کہ تمہاری مجلس وعظ میں یا خطبہ جمعہ میں آتے ہیں، اور کفر کی مذمت سنتے ہیں مگر دل سے متوجہ نہیں ہوتے۔ جب بعد ختم باہر نکل کر جاتے ہیں تو علم والے لوگوں سے بطور مسخر اپنواستہزا پوچھتے ہیں کہ رسول کیا کہتے تھے، ہم سمجھے نہیں کہ ابھی منبر پر بیٹھ کر کیا کہا تھا، ہم کو کچھ خیال نہ رہا کیا، منافقوں کو برا کہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بطور مسخر اپنواستہزا پوچھتے تھے۔ فرمایا کہ یہ منافق لوگ اللہ کے حکم پر نہیں چلتے، بلکہ اپنے دل کی خواہش پر چلتے ہیں۔ اس لئے انکے دل پر مہر کی طرح زنگ لگ گیا ہے، جس سے قرآن کی نصیحت کا ان کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ منافقوں کے ذکر کے بعد ایماندار لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ قرآن کی نئی نئی نصیحت سے روز بروز ان کی ہدایت اور پرہیزگاری بڑھتی ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ کافر جو ایمان نہیں لاتے تو اب ان کو کیا انتظار باقی ہے، ہر طرح حجت تمام ہو چکی دلائل عقلیہ و نقلیہ سب واضح ہو چکے، فقط ایک قیامت قائم ہونا رہ گیا ہے۔ کیا یہ انتظار ہے کہ وہ جب یکا یک بے خبری میں آ کر ان کو

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَ أَتَتْهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝۱۷ فَهَلْ
يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا
فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ۝۱۸ فَأَعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاسْتَغْفِرُ لِدَنبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ۝۱۹ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ
مُتَقَلِّبِكُمْ وَ مَثُوكُمْ ۝۲۰ وَ يَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ

اور جنہوں نے راہ پائی، اللہ نے ان کو اور زیادہ ہدایت عطا فرمائی اور ان کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی ۱۷ تو یہ
کافر لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک آجائے۔ پس تحقیق اس کی علامتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں،
پس جب قیامت ان کے سامنے آجائے گی تو اس وقت ان کی نصیحت پکڑنا کہاں نصیب ہوگا ۱۸ پس یقین کرو
کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (اے محبوب! ﷺ) اپنے لئے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان
عورتوں کے لئے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے (دن کو) تمہارا چلنا پھرنا اور (رات کو) تمہارا آرام
لینا ۱۹ اور مسلمان اے کہتے ہیں کہ: ”کوئی سورت کیوں نہ نازل کی گئی (جس میں جہاد کا حکم ہوتا)

پکڑ لے گی، تو ایمان لائیں گے۔ اگر ایسا ہے تو اسکی بھی نشانیاں برابر ظاہر ہو رہی ہیں، اور آگئی ہیں۔ چاند کو رسول اللہ ﷺ
نے دو ٹکڑے کر دیا، رسول اللہ قرآن لے کر آئے۔ جب قیامت آئے گی تو اس وقت یہ کیا خاک نصیحت پکڑیں گے، اور توبہ
کریں گے۔ اس وقت کچھ قبول نہ ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگوں کو
سمجھایا کہ سوائے خدا کے کوئی معبود، کوئی مالک، نفع یا نقصان پہنچانے والا، یا چھین لینے والا، یا ذلیل کرنے والا نہیں۔ ہر بات
کا وہ مالک ہے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! امت کے مسلمان مرد اور عورتوں کے حق میں مغفرت کی دعا کیا کرو۔ یہ
اس امت پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں، اور آپ شفیع مقبول
الشفاء ہیں۔ آخر کو فرمایا لوگوں کے نیک و بد عمل، اور چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سب کاموں کو جانتا ہے۔ اور ان عملوں کے سبب سے
ہر ایک کا جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ، اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ قیامت کے دن اسی کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہو جاوے گا۔

جہاد کا ذکر اور منافقین کی پریشانی

۱۔ شان نزول: مومنین کی جہاد فی سبیل اللہ کا بہت ہی شوق تھا، وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا

فَاذًا أَنْزَلَتْ سُورَةً مُّحْكَمَةً وَّذَكَرَ فِيهَا الْقِتَالَ ۗ رَأَيْتَ الَّذِينَ
فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۗ
فَأُولَئِكَ لَهُمْ ج ۚ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَاذًا عَزَمَ مَا لَمْ مَرُ ۚ قف

پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے، کہ تمہاری طرف اس شخص کے مانند دیکھتے ہیں جس پر موت سے بیہوشی چھائی ہو، پس انہیں ان کے حال پر ۚ ظاہر میں تو فرمانبرداری اور معقول بات کہنا ہے (اور باطن خراب)، پھر جب (جہاد کا) حکم ناطق ہو چکا۔

حکم ہوتا کہ ہم جہاد کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ”جو سچے مسلمان ہیں، رسول و قرآن پر ایمان لائے، خالصتاً اللہ اعمال صالحہ کرتے ہیں، تو وہ اس بات کی آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی حکم نازل کیا جاتا یعنی جہاد کرنا۔ جو سب سے بڑھ کر سخت دشوار کام ہے، تو ہم اس میں اپنی سعادت سمجھ کر اس کو بجالا دیں۔ پھر جب کوئی ایسی سورت نازل ہو جائے کہ جس میں جہاد کا حکم ہو تو وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں شک و نفاق کی مہلک بیماری ہے، پریشان ہو جاتے ہیں جہاد کا نام سن کر جان نکلتی ہے۔ ان کا یہ حال نظر آتا ہے کہ بُری آنکھوں سے دیدے پھیر پھیر کر نفرت سے اے رسول تم کو گھورنے لگتے ہیں۔ ایسی آنکھیں ہو جاتی ہیں جیسے مرتے وقت مُردہ کی پتلیاں چڑھنے لگتی ہیں، اور اس وقت جبکہ موت اپنی چادر اڑھا دیتی ہے اور ڈھانپ لیتی ہے، تو آنکھیں بد ہیئت ڈراؤنی ہو جاتی ہیں۔ ایسی ان کی حالت جہاد کا نام سن کر ہو جاتی ہے، جہاد گویا موت ہے، اگر یہ ہے تو موت ہی بہتر ہے یعنی جینے سے موت بہتر ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ لوگ ان کی بد نصیبی بد قسمتی ہے ان کو لائق تو یہ تھا کہ حکم الہی کی اطاعت کر کے اللہ و رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے، اور اس وقت خوش ہوتے اور اچھی باتیں کہتے، جیسے مسلمان کرتے اور کہتے ہیں۔ فَاذًا عَزَمَ مَا لَمْ مَرُ، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ منافق لوگ اگر لڑائی سے پہلے لڑائی کے حکم ماننے کا زبانی اقرار بھی کر لیتے ہیں، تو عین وقت پر اس اقرار سے پھر جاتے ہیں۔ اگر عین وقت پر یہ لوگ اپنے اقرار کو سچا کریں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ آگے فرمایا کہ کیا اے منافقین! تم یہ خیالات پکاتے ہو اور تمنا رکھتے ہو کہ اگر اس امت کے والی بن جاؤ، اور تمہارے ہاتھ میں حکومت و سلطنت دیدی جائے، تو تم جس کو چاہو مارو، جو چاہو کرو زمین میں فساد مچاؤ اور اس فساد کے برپا کرنے میں رشتہ داری کا بھی کچھ پاس و لحاظ نہ کرو، گناہ علی الاعلان کرو۔ جو لوگ ایسا ایسا کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور اللہ کی رحمت سے وہ بالکل دور ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو نصیحت کی بات کے سننے کیلئے کان، بھلا براد کیلئے آنکھیں، سب کچھ دیا، اس پر بھی ان لوگوں نے بہرے اندھوں کے سے کام کئے۔ فرمایا کہ نافرمانی کے سبب سے ایسے لوگوں کے دلوں میں زنگ کے قفل لگ رہے ہیں، اس لئے قرآن کی نصیحت ان کے دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتی۔

فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ
تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ ﴿۲۲﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ ﴿۲۳﴾ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ
أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝۲۴ ﴿۲۴﴾ إِنَّ الَّذِينَ اسْرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ ۙ وَأَمَلَىٰ لَهُمْ ۝۲۵ ﴿۲۵﴾
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا الَّذِينَ كَرِهُوا مَأْنَزَلَكَ إِذْ نَزَّلْنَا اللَّهُ سُنْطِيْعَكُمْ فِي بَعْضِ
الْأَمْرِ ۙ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝۲۶ ﴿۲۶﴾

تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا ۝۲۱ ﴿۲۱﴾ پس اے ضعیف الایمان لوگو! اگر تمہیں حکومت ملے تو قریب ہے کہ تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے قطع کر دو ۝۲۲ ﴿۲۲﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان پر لعنت کی ہے پس ان کو (حق کے سننے سے) بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (کہ راہ حق نہیں دیکھتے) ۝۲۳ ﴿۲۳﴾ پس کیوں نہیں یہ لوگ قرآن میں غور کرتے (جو حق کو پہچانیں) یا (ان کے) دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں ۝۲۴ ﴿۲۴﴾ بیشک ۱۔ جو لوگ ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اٹے پھر گئے (یعنی مرتد ہو گئے)، یہ شیطان نے انہیں فریب دیا اور ان کو دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی ۝۲۵ ﴿۲۵﴾ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو کہ خدا کی نازل کی ہوئی چیز کو ناپسند کرتے ہیں، یہ کہا کہ بعض کام میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور اللہ ان کی پوشیدہ بات کہنے کو جانتا ہے ۝۲۶ ﴿۲۶﴾

۱۔ شان نزول: یہود آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے تو آپ کی تعریف اور توصیف توریت اور انجیل میں سے لوگوں کو پڑھ کر سنایا کرتے، اور کہتے تھے کہ دیکھنا وہ تشریف لے آئیں تو بڑا لطف آئے گا۔ دنیا نکلے نور سے منور ہو جائے گی، لیکن جب وہ تشریف لائے تو سب سے زیادہ نہ بردست مخالف ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يُضْرِبُونَ وُجُوهُهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝۲۷ ذَلِكِ
 بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا آسَخَطَ اللَّهُ وَكَرَهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝۲۸
 أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝۲۹
 وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ ۝۳۰ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ
 الْقَوْلِ ۝۳۱ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝۳۲

پس انکا کیا حال ہوگا؟ جبکہ فرشتے انکی روح قبض کریں گے، ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر لوہے کے گرز ماریں گے ۝۲۷ یہ سزا اسلئے ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ کی ناراضی ہے اور اللہ کی خوشنودی کو انہوں نے برا سمجھا، پس اللہ نے ان کے اعمال اکارت (ضائع) کر دیئے ۝۲۸ کیا جن لہ لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے، اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ ان کے چھپے پیر ظاہر نہ کرے گا ۝۲۹ اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھادیں پس تم ان کو ان کے قیافہ (شکل و صورت) سے پہچان لو اور ضرور تم ان کو طرز کلام سے پہچان لو گے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے ۝۳۰

منافقین کا ذکر

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق و شک کی بیماری ہے، اور مکار و عیار ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یوں ہی خفیہ رہیں گے، اور بات بنی چلی جائے گی۔ خدا انکی پوشیدہ عداوت جو خدا اور رسول سے رکھتے ہیں ظاہر نہ کرے گا، ان کا نفاق، ان کا کفر اہل اسلام پر آشکارا نہ فرما دے گا، کیا ان کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین میں کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں۔ لوگوں کے در پر وہ مشورے اور ان کے دلوں کے بھید سب اس کو معلوم ہیں۔ وہ اگر چاہے تو ان منافقوں کے چہروں پر ایسی پھٹکار برسے لگے، اور انکی بات چیت میں ایسا اندازہ پیدا ہو جائے کہ وہ منافق اپنے چہروں اور اپنی باتوں سے پہچانے جاویں۔ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ سے کوئی منافق مخفی نہ رہا، آپ سب کو انکی صورتوں سے پہچانتے تھے، اور وہ اپنے ضمیر کا حال ان سے چھپانہ سکے۔ چنانچہ اس کے بعد جو منافق لب ہلاتا تھا حضور ﷺ اس کے نفاق کو انکی بات سے اور اسکے فحوائے کلام سے پہچان لیتے تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ابو مسعود عقبہ بن عمرو کی روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے اور وہاں منافق تھے۔ تو آپ نے چھتیس اشخاص کا نام لے کر ان کو منافق فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو! تم میں منافق بھی شریک ہیں، تم کو خدا سے ڈرنا اور، اپنے اعتقاد اور

وَلَنْبَلُونَكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوا
 أَحِبَارَكُمْ ۝۳۱ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَ
 شَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَصُرُوا اللَّهُ
 شَيْئًا وَسَيَحِطُّ أَعْبَالَهُمْ ۝۳۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ
 أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝۳۳

اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، تاکہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو پہچانیں اور تمہاری حالتوں کو جانچ لیں ۝۳۱ بیشک اے جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اسکے راہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی وہ لوگ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ انکے عملوں (کے ثواب) کو جلد اکارت (ضائع) کر دے گا ۝۳۲ اے مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، اپنے اعمالوں کو برباد مت کرو ۝۳۳

عملوں کو درست کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بہت سے وجوہ علم عطا فرمائے۔ ان میں سے صورت سے پہچانا بھی ہے، پھر مسلمانوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ دین کی لڑائی کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کیلئے نازل فرمایا ہے کہ کون مجاہد جان فدا کرنے والا ہے، اور کون وقت پر گھر میں بیٹھ رہنے والا۔ اس وقت فقط زبان سے ہمت جملانے والوں کا حال کھل جائے گا۔

اطاعت رسول کریم ﷺ کے انعامات

اے جو لوگ کافر ہیں رسول و قرآن کو نہیں مانتے خود بھی گمراہ ہیں، لوگوں کو بھی خدا کے سچے رستے سے، اور اس کی اطاعت سے روکتے ہیں۔ اور بعد ظاہر ہو جانے راہ حق کے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی، باوجود تورات میں خوب معلوم کر چکے تھے کہ نبی آخر الزماں ہوں گے اور ان کی علامات خوب جان چکے تھے۔ مخالفت کرتے ہیں تو وہ خدا کو ہرگز ہرگز ان بیہودہ باتوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اپنا برا کرتے ہیں خدا کا کیا بگڑتا ہے وہ عنقریب سزا دے گا، اور انکے سب اعمال ظاہرہ حسنہ دنیویہ باطل و بیکار کر دے گا۔ آگے مسلمانوں کو فرمایا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلو، برخلاف حکم اللہ اور رسول کے کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے تمہارا خاتمہ بگڑ کر، تمام عمر کے تمہارے پچھلے نیک عمل رائیگاں ہو جاویں۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ رسول و قرآن کو نہیں مانتے ہیں خود بھی گمراہ ہیں، اوروں کو بھی خدا کے دین و اطاعت و طریقہ سے روکتے ہیں، اور پھر کفر کی حالت میں مر گئے ہیں، ان کو خدا ہرگز نہ بخشے گا یعنی جس کا خاتمہ کفر پر ہو گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ آگے فرمایا: ”اے مسلمانو! جب تم یہ سمجھ چکے کہ تمہارے اعمال باطل نہ ہوں گے، اور مر کر تم جنت پاؤ گے تو تم قال میں ضعیف نہ بنو، سستی نہ کرو، خوب مضبوطی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَا تَوَّأَوْهُمْ كُفَّارًا
فَلَنْ يُغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝۳۳ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ ۗ وَأَنْتُمْ
الْأَعْلَوْنَ ۗ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرُكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝۳۵ إِنَّمَا الْحَيَاةُ
الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ ۗ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَ
لَا يَسْئَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝۳۶

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کافر ہی مر گئے پس اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا ۝۳۳ پس تم
(دشمن کے مقابلہ میں) سستی نہ کرو اور تم صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے
اور وہ ہرگز تمہارے اعمال ضائع نہ کرے گا ۝۳۵ دنیا کی زندگی لے تو محض ایک کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور
پرہیزگاری کرو تو اللہ تمہیں تمہارے (اعمال کے) ثواب عنایت کرے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال طلب نہ
کرے گا۔ (بلکہ بقدر زکوٰۃ) ۝۳۶

سے، قوت سے جانیں دو۔ اور کافروں کو صلح کا پیغام نہ دو کہ اس میں تمہاری ذلت ہے، عاجزی نہ کرو حالانکہ تم غالب ہو، قوی ہو
فتح و نصرت والے ہو۔ اسلئے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو فتح مند و منصور کرے گا اور دشمن کو ذلیل و خوار کرے گا اور تم جہاد
میں جو کام کرو گے ذرہ ذرہ کا ثواب پاؤ گے۔ تمہارے ایک عمل کو بیکار نہ کریگا۔

زکوٰۃ کے دنیاوی و اخروی فوائد

۱۔ دنیا کی زندگی پر گرویدہ ہو کر دین کے کاموں سے جی چرانے والوں کو ان آیتوں میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی
ناپائیدار اور چند روز کا کھیل تماشہ ہے جس سے کچھ حاصل نہیں۔ ہاں دنیا کے اندر اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو تم
کو خدا اس کا اجر دے گا جس میں ہمیشہ کی راحت ہے۔ تھوڑے دنوں کے کھیل تماشے کے پیچھے ہمیشہ کی راحت کو ہاتھ سے دینا
کسی سمجھدار کا کام نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے صدقہ خیرات کی تاکید جو کی ہے، اور زکوٰۃ جو فرض کی ہے وہ اسی فائدہ کے لئے کہ
دنیا میں غریبوں کا کام چلے، اور ایمانداری اور پرہیزگاری سے جو شخص کچھ خرچ کرے، عقیقی میں ایک کے دس سے لے کر سات
سو تک، اور زیادہ نیک نیتی کی صورت میں اس سے بھی بڑھ کر اس کو اجر دیا جاوے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال کے مانگنے کی
کچھ ضرورت نہیں دنیا میں جو کچھ ہے وہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ اسی کا ہے اللہ کے علم سے

إِنْ يَسْأَلْكُمْوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا وَ يُخْرِجْ أَصْعَانَكُمْ ۝ ٢٤ هَآئِنْتُمْ
هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِتُقْفُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَبِمَنْ مِّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ
يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلْ عَن نَّفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ ۗ وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۗ وَ
إِنْ تَسْأَلُوهُم مَّا غَيْرُكُمْ لَسْتُمْ لَأَيُّكُمْ تَسْأَلُوهُم ۗ ۝ ٢٥

اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے، پھر طلب میں مبالغہ فرماوے تو تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کی بدینتی ظاہر کر دے گا ۝ ۲۴ اے لوگو! تم آگاہ ہو جاؤ کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے پس بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو (صدقہ دینے اور قرض ادا کرنے میں) بخل کرتا ہے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے، اور اللہ غنی ہے اور تم سب (اس کے فضل و رحمت کے) محتاج ہو، اور اگر تم (اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے) منہ پھیرو تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگ بدل لے گا، پھر وہ تمہاری مانند نہ ہوں گے ۝

کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کو خوب معلوم ہے کہ انسان کے دل میں مال کی اُلفت بہت ہے، اگر تنگ کر کے سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جاوے گا تو تم لوگ بخیلی کرنے لگو گے۔ اور غیروں کو جو کچھ دو گے وہ طرح طرح کی خفگی جتلا کر دو گے۔ اس واسطے زکوٰۃ کی مقدار اس نے برس روز میں چالیسواں حصہ ٹھہرائی ہے، اور نفلی صدقہ خیرات کی مقدار ہر شخص کی ہمت پر منحصر رکھی ہے۔ اس کی تعمیل میں جو شخص بخیلی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، کیونکہ آدمی کے پاس جو کچھ مال و متاع ہے وہ دنیا کا دنیا میں رہے گا، اور آدمی مر جاوے گا، ایسی ساتھ چھوڑ دینے والی چیز کو ساتھ لے جانے کا طریقہ تو یہی ہے کہ جس طرح مال کے خرچ کرنے کا حکم شریعت میں ہے، عقبی کے اجر کی نیت سے اس حکم کے موافق مال خرچ کیا جاوے، اور اللہ سے اس کے اجر کی توقع رکھی جائے۔ آخر کو فرمایا اگر موجودہ لوگ اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کریں گے، تو ان کی جگہ اللہ تعالیٰ کسی اور فرمانبردار مخلوق کو بدل دیوے گا جو تم سے کہیں اچھی تابعداری ہوگی، پھر وہ تمہاری طرح جی نہ چرائیں گے۔

﴿ ایتھا ۲۹ ﴾ ﴿ ۲۸ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَلِكِيَّةٌ ۱۱ ﴾ ﴿ رُكُوْعَاتُهَا ۴ ﴾

سورہ فتح مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اسیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۱ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيكَ صِرَاطًا
مُسْتَقِيمًا ۲ وَيُصْرِكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۳

بے شک! (اے محبوب!) ہم نے تمہارے لئے ظاہر فتح فرمائی ۱ تاکہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی لغزشیں معاف فرمادے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے ۲ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے ۳

خواص سورہ فتح: بوقت جنگ دشمن پر فتح و مدد کے لئے اکتالیس بار اس سورت کا پڑھنا مفید ہے، اور اس سورت کو لکھ کر بازو پر باندھیں تو دشمن مکار سے بے خوف رہے۔ رمضان المبارک کا شروع چاند دیکھتے وقت تین بار اس سورت کو پڑھ کر دعائے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام سال روزی فراخ رہے گی۔

حدیبیہ کی لڑائی اور صلح

۱۔ شان نزول: اِنَّا فَتَحْنَا، حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضور کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی ہوئی، اور صحابہ نے حضور ﷺ کو مبارک بادیں دیں۔ (بخاری و مسلم ترمذی) حدیبیہ ایک کنواں ہے مکہ مکرمہ کے نزدیک۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، کوئی حلق کئے، کوئی قصر کئے ہوئے اور کعبہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ کی کنجی لی اور طواف فرمایا، عمرہ کیا، اصحاب کو اس خواب کی خبر دی سب خوش ہوئے۔ پھر حضور ﷺ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی القعدہ ۶ ہجری کو روانہ ہو گئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھا، اور حضور ﷺ کے ساتھ اکثر اصحاب نے بھی۔ بعض اصحاب نے جحفہ سے احرام باندھا، راہ میں پانی ختم ہو گیا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ پانی لشکر میں بالکل باقی نہیں ہے سوائے حضور ﷺ کے آفتابہ کے کہ اس میں تھوڑا سا ہے۔ حضور ﷺ نے آفتابہ میں دست مبارک ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشمے جوش مارنے لگے، تمام لشکر نے پیا۔ وضو کیا۔ جب مقام عسفان میں پہنچے تو

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا
إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ۖ وَ اللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَ كَانَ
اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اللہ وہ ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان ڈالا تاکہ ان کا یقین پر یقین بڑھے اور آسمان اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۝ اطمینان اس لئے نازل فرمایا کہ اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے۔

خبر آئی کہ کفار قریش بڑے سرد سامان کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہیں، جب حدیبیہ پر پہنچے تو اسکا پانی ختم ہو گیا ایک قطرہ نہ رہا۔ گرمی بہت شدید تھی۔ حضور سید عالم ﷺ نے کنوئیں میں کلی فرمائی اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، سب نے پیا اونٹوں کو پلایا۔ یہاں کفار قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کیلئے کئی شخص بھیجے گئے، سب نے جا کر یہی بیان کیا: ”حضور ﷺ عمرہ کیلئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔“ لیکن انہیں یقین نہ آیا آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے، تحقیق حال کیلئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر دیکھا کہ حضور ﷺ دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کیلئے غسالہ شریف حاصل کرنے کیلئے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرہ اور بدن پر برکت کے لئے ملتا ہے۔ کوئی بال جسم اقدس کا گرنے نہیں پاتا۔ اگر احمیا ناجد اہو تو صحابہ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے، اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ جب حضور ﷺ کلام فرماتے ہیں تو سب ساکت ہو جاتے ہیں، حضور ﷺ کے ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر کو نہیں اٹھا سکتا۔ عروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہان فارس و روم و مصر کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ان کے اصحاب میں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابل کامیاب نہ ہو سکو گے۔ قریش نے کہا: ”ایسی بات مت کہو ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے، وہ اگلے سال آئیں۔“ عروہ نے کہا کہ ”مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کو مصیبت پہنچے“ یہ کہہ کر وہ مع اپنے ہمراہیوں کے طائف واپس چلے گئے۔ اور اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرف باسلام کیا۔ یہیں حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے بیعت لی اس کو ”بیعت رضوان“ کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے اہل الرائے نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کر لیں۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور سال آئندہ حضور ﷺ کا تشریف لانا قرار پایا، اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی۔ (تفسیر خازن و روح البیان)

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ خَالِدٌ فِيهَا وَيُكَفَّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۖ وَ
 كَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ
 وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ
 عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ
 جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ ۶ ۚ وَ لِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ
 وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ ۷ ۚ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَ
 نَذِيرًا ۝ ۸ ۚ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۖ وَ
 تُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ ۹

کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے، اور یہ اللہ کے نزدیک (ان کی) بڑی کامیابی ہے ۵ اور تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ پر براگمان رکھتے ہیں، ان ہی پر بری مصیبت ہے، اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی، اور دوزخ بہت بری جگہ ہے ۶ اور آسمانوں اور زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۷ (اے محبوب! ﷺ) اے ہم نے تمہیں (تمہاری امت کے اعمال پر) گواہ بنا کر بھیجا اور (مسلمانوں کو) خوشی اور (کافروں کو) ڈر سنانے والا بھیجا ہے ۸ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو، اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو ۹

بیعت رضوان اور عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان

اے محبوب! ﷺ! ہم نے تم کو سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا، تم اپنی امت کے اوپر گواہ ہو۔ قیامت میں تبلیغ کی اور امت کے حالات کی گواہی دو گے۔ مبشر ہو مسلمانوں کو جنت کی بشارت دیتے ہو۔ نذر ہو کافروں کو دوزخ سے ڈراتے ہو۔ اے

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ج
 فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ج وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ
 فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ
 الْأَعْرَابِ شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا

(اے محبوب! ﷺ) اے جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد (یعنی بیعت کو) توڑا اس نے اپنی ہی خرابی کے لئے عہد توڑا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا تھا، پس بہت جلد اللہ اس کو بڑا اجر دے گا ۝ عنقریب تم سے کہیں گے جو دیہاتی لوگ پیچھے رہ گئے تھے کہ ہم کو ہمارے مالوں اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا، پس حضور ہمارے لئے مغفرت چاہیں۔

مسلمانو! ہم نے اس لئے ان رسول کو تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تم ان کی اطاعت کرو، خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی نہایت مضبوطی و پابندی سے مدد کرو، اور ان کو تقویت دو۔ اور ان کی توقیر و تعظیم و تکریم بجالاؤ۔ ادب ملحوظ خاطر رکھو، اور خدا کے لئے تسبیح و تحلیل کہو، صبح و شام رات و دن عبادت کرو۔ صبح کی تسبیح میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔

شان مصطفیٰ کریم ﷺ

اے محبوب ﷺ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ گویا اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، گویا اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یعنی دستِ رحمت و ثواب و شفقت۔ یعنی گویا خدا ان سے عہد کرتا ہے کہ جنت و رحمت دے گا، وہ عہد ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا جو کوئی اس بیعت کے معاہدہ کو توڑے گا اس کا گناہ خود پائے گا، سزا بھگتے گا، خدا کا کیا کرے گا، اور جو شخص وہ عہد جو اس نے اللہ سے باندھا ہے پورا کرے گا، اور با وفا ہوگا، صادق القول نکلے گا تو عنقریب خدا اس کو اجر عظیم دے گا، جنت میں ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ بیعت رضوان کا حال ہے اس آیت میں اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی فضیلت بدرجہ غایت ارشاد فرمائی ان کی بیعت کو اپنی بیعت ان کے دستِ رحمت کو اپنا دستِ قدرت قرار دیا۔

۲ جب آنحضرت ﷺ نے سال حدیبیہ بہ نیت عمرہ مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا تو آپ نے بنی غفار، بنی اسلم، اشجع رئیس مزینہ وغیرہ قبائل اعراب سے کہلا بھیجا کہ ہمارے ساتھ مکہ مکرمہ کو چلو، تو حوالی مدینہ کے گاؤں والے، اور اہل بادیہ بخوف قریش آپ کے ساتھ جانے سے رکے، باوجودیکہ آنحضرت ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانیاں ساتھ تھیں۔ اور اس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے اعراب پر جانا بار ہوا، اور جان چڑا کر بیٹھ رہے، اور آپس میں کہنے

يَقُولُونَ بِالسِّنْتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ
مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۗ بَلْ كَانِ
اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں، تم فرماؤ کہ اللہ کے سامنے کیسے تمہارا کچھ اختیار ہے اگر اللہ تم کو کوئی نقصان یا تمہارے حق میں نفع پہنچانا چاہے، بلکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسکو خوب جانتا ہے ۝

لگے کہ تم دیکھ لینا اب یہ اور ان کے ساتھی اس سفر سے واپس آنے والے نہیں، سب وہیں ہلاک ہو جائیں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ فاش کیا ہے۔ آپ کو مدینہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بتلا دیا کہ تمہارے صحیح و سالم واپس جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری سے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے، اور کہیں گے کہ کیا کہئے ہم کو گھربار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی، کوئی ہمارے پیچھے مال اور اہل و عیال کی خبر لینے والا نہ تھا۔ بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی اے رسول ﷺ! اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کر دیجئے، سوائے محبوب ﷺ! یہ لوگ جھوٹے ہیں فقط زبانوں سے باتیں بناتے ہیں، دلوں میں ان کا کچھ اثر نہیں۔ آپ کے استغفار کی خواہش و پروا ان کو دل سے نہیں ہے۔ یہ عذر بالکل غلط ہے، اور یہ درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کیلئے۔ دل میں نہ اسکو گناہ سمجھتے ہیں، نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ میرا استغفار تم کو فائدہ نہ دے گا، تمہارے دلوں میں اخلاص تو ہے ہی نہیں، اگر خدا تم کو عذاب دے گا اور ضرر پہنچانا چاہے گا، تو اس کو کون روکنے والا ہے، اور اگر وہ کوئی نفع دینا چاہے نصرت غنیمت عافیت تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ خدا کو تمہارے دلوں کی سب خبر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم کیوں ساتھ نہ آئے، بلکہ اے گروہ منافقین! تم نے اپنے دلوں میں یہ خیال فاسد پکایا، اور گمان پیدا کیا کہ اب رسول اور مسلمان جو مکہ مکرمہ کو جاتے ہیں، تو وہاں لڑائی ہوگی اور کافر غالب ہوویں گے، اور مسلمان مارے جاویں گے۔ اب نہ رسول نہ مسلمان مدینہ کو کوئی لوٹ کر آئے گا، اور یہ بات شیطان کی طرف سے تمہارے دلوں میں زینت دیدی گئی، اور تم نے بڑے بڑے خیالات پکانا شروع کئے۔ اور تم عجب قوم فاسد الخیال قاسی القلب ہلاک ہونے والی ہو، جو خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے گا، تصدیق نہ کرے گا، تو ان کا کیا کرے گا ہم نے ایسے لوگوں کے لئے دوزخ تیار کر لی ہے۔ آخر کو فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ان لوگوں سے کہہ دو کہ آسمان وزمین میں سب جگہ اللہ ہی کی حکومت ہے۔ خد پیسے کے سفر سے بچ کر تم اس کی حکومت سے باہر نہیں ہو سکتے، جب تم گھر میں بیٹھے ہو، اس وقت بھی تمہارا نفع و نقصان اس کے اختیار میں ہے، لیکن وہ غفور و رحیم ہے، جلدی سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہاں ایسے لوگوں کی سزا اس نے دوزخ کی دہکتی آگ ٹھہرا رکھی ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَ
 زَيْنَٰ ذٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَ السَّوْءِ ۗ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۳ وَ
 مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۴ وَ
 لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
 يَشَاءُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا ۝۱۵ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا
 انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغٰنِمٍ لِّتَأْخُذُوہَا ذُرُوءًا نَّتَّبِعُكُمْ ۗ يُرِيدُونَ أَنْ
 يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللّٰهِ ۗ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا ذٰلِكُمْ قَالِ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۗ

بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں اچھا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے بدگمانی کی تھی اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے ۝ اور جو کوئی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے پس (وہ یاد رکھے کہ) ہم نے منکروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے ۝ اور تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جس کو چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ (وہ) ۱۵ عنقریب کہیں گے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو (تاکہ ہم کو غنیمت میں سے حصہ ملے)۔ وہ لوگ اللہ کے وعدے کو بدلنا چاہتے ہیں، تم فرماؤ کہ ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آؤ اللہ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے۔

۱۵ شان نزول: اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ۶ھ ماہ ذی الحجہ میں حدیبیہ سے پھرے، اور ماہ محرم ۷ھ میں غزوہ خیبر کی طرف ارادہ کیا، اور حکم ہوا کہ جو شخص حدیبیہ میں ہمارے ساتھ چلے، اور سوائے اس کے کوئی ہمارے ساتھ جانے کا ارادہ نہ کرے۔ جب آنحضرت ﷺ کا ارادہ مستقیم ہوا تو اس وقت پیچھے رہنے والوں نے عرض کیا کہ ہم کو بھی اجازت فرمائیے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔ حضور ﷺ نے ان کے قول کو قبول نہ فرمایا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۖ بَلْ كَانُوا إِلَّا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ
لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ
تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ ۚ فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ
تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى
الْأَعْيُنِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَابِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ ۗ ط

پس عنقریب وہ کہیں گے (کہ اللہ نے نہیں فرمایا) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ (دین کی) بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی ﴿۱۵﴾ پس اے تم ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تم کو بہت اچھا اجر (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم پھر جاؤ گے جیسا کہ اس سے پہلے پھر گئے تھے تو اللہ تم کو دردناک عذاب کی سزا دیگا ﴿۱۶﴾ اندھے پر (جہاد سے) رہ جانے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔

اے محبوب ﷺ تم ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دو کہ غزوہ خیبر میں تو تم ساتھ نہ جاؤ گے، مگر خیر اگر تم دعویٰ ایمان و اخلاص کا کرتے ہو تو تمہارا امتحان لیا جائے گا، اور توبہ کرو گے تو قبول کی جائے گی۔ امتحان یوں ہوگا کہ تم ایک ایسی قوم سے جہاد کرنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو نہایت مرد میدان شجاعت ہوگی۔ دلیر خونخوار ہتھیاروں میں ڈوبی ہوئی سخت مزاج، تم ان سے یہاں تک قتال کرنا کہ یا تو وہ سب ہلاک ہو جائیں، یا مسلمان ہو جائیں۔ اگر اس امتحان میں تم پورے اترے، اور تم نے اطاعت کی، اور اخلاص اور سچے دل سے جہاد کیا، تو خدا جنت میں ثواب احسن دے گا، اور اگر جب بھی تم نے منہ پھیرا جیسے پہلے غزوہ خدیبیہ میں، اور توبہ نہ کی، اخلاص نہ برتا، دل میں نفاق ہی رکھا، تو خدا تم کو سخت عذاب دے گا۔ چنانچہ خدا کا یہ فرمان سچا ہوا اور اس قوم سے بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے جو مسلمیہ کذاب کی قوم کے لوگ ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ فرمائی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اہل فارس و روم سے جنگ ہوئی، اور اس کیلئے آپ نے لوگوں کو دعوت دی۔

۱۷ شان نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپنا حج و صاحبِ عذر تھے، انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہمارا کیا حال ہوگا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَْعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۶ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ
عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

التصنيف

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا تو اس کو اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو کوئی پھر جائے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا ۱۶۔ بیشک اللہ مسلمانوں سے راضی ہو جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔

بیعت کرنے والوں کا ذکر

۱۔ حدیبیہ میں چونکہ ان بیعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی اسی لئے اس بیعت کو ”بیعت رضوان“ کہتے ہیں۔ اس بیعت کا سبب باسباب ظاہر یہ پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشرف قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں خبر دیں کہ آنحضرت ﷺ بیت اللہ کی زیارت کیلئے بقصد عمرہ تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں انہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ قریش اس بات پر متفق رہے کہ آنحضرت ﷺ اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کعبہ معظمہ کا طواف کرنا چاہیں تو کریں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول کریم ﷺ کے طواف کروں۔ یہاں مسلمانوں نے کہا کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں جو کعبہ معظمہ پہنچے اور طواف سے مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں کہ وہ بغیر ہمارے طواف نہ کریں گے۔“ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ کے ضعیف مسلمانوں کو حسب حکم فتح کی بشارت بھی پہنچائی۔ پھر قریش نے حضرت عثمان غنی کو روک لیا یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی، یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی جس کو عرب میں ثمرہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنا بابا یاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے، اور فرمایا: ”رب! عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں۔“ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو نور ربوبت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید نہیں ہوئے جیسا تو ان کی بیعت لی۔ مشرکین اس بیعت کا حال سن کر خائف ہوئے، اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا
 قَرِيبًا ۝۱۸ وَ مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَ كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا
 حَكِيمًا ۝۱۹ وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ
 هَذِهِ وَ كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لَتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَ
 يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝۲۰

پس اے اللہ نے جانا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو اللہ نے ان کے دل میں اطمینان اتارا اور ان کو جلد آنے والی فتح کا انعام دیا ۱۸ اور بہت سی غنیمتیں (دیں) جن کو وہ لیتے تھے اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۱۹ اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم لوگے، پس یہ (خیبر کی غنیمت تو) تمہیں جلد عطا کی اور (کافر) لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے (یعنی ان کے دل میں رعب ڈال دیا) اور اے تاکہ یہ (واقعہ) مسلمانوں کے لئے قدرت کی نشانی ہو اور اللہ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے ۲۰

کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ مسلم شریف میں ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپید کر دیا، سال آئندہ صحابہ نے ہر چند تلاش کیا کسی کو اس کا پتہ بھی نہ چلا۔ اے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا حال جان لیا کہ یہ لوگ بیشک باوفا، خالص، راست کردار ہیں، ان کے دلوں میں اطمینان و تسکین اتاری۔ رنج و فکر، جمیت جاہلیت دور کی اور فتح قریب میں ان کو عطا فرمائی، یعنی فتح خیبر جو حدیبیہ سے واپس ہو کر چھ ماہ بعد حاصل ہوئی۔ بہت غنیمت ملی۔ اور بہت اسوال غنیمت ان کو دیئے جن کو وہ عنقریب لیں گے۔ خدا اپنی حکمت اور تدبیر میں ایسا زبردست ہے جس سے تمام جہان کا کام چلتا ہے۔ اور کوئی اس کی تدبیر کے برخلاف کچھ کام نہیں کر سکتا۔

مسلمانوں کی فتح

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا جن فتوحات اور غنیمت کے بہت سے مال کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اس وعدہ میں سے فتح خیبر اور وہاں کا غنیمت کا مال ایک فوری انعام ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اور فتوحات ہوئیں فارس روم قیصر و کسریٰ وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔ جس وقت مسلمانوں کا لشکر خیبر کی چڑھائی پر تھا، اس وقت میں اسداور غطفان قبیلہ کے لوگوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے اہل و عیال پر حملہ کر کے ان کا مال لوٹ لیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝۲۱ وَلَوْ قُتِلْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْوَا إِلَّا دَبَّارُهُمْ لَا يَجِدُونَ وِلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۲۲ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۝ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝۲۳ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۝ ط

اور (اسکے علاوہ) تم کو دوسری غنیمتوں کا بھی وعدہ دیا ہے جن پر تم نے اب تک قابو نہیں پایا بیشک اللہ کو انکا علم ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ اور اگر تم سے یہ کافر جنگ کرتے تو بیشک تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر لیتے پھر نہ یہ اپنا کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار ۝ اللہ کا یہی دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (کہ کافروں کو شکست دینا اور مسلمانوں کی مدد کرنا) اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے ۝ اور اللہ وہ ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے درمیان مکہ کے روک دیئے بعد اس کے کہ اللہ نے تم کو ان پر فتیاب کر دیا تھا۔

ان کے دلوں میں ایسا زعب پیدا کر دیا جس سے انکے دلوں میں اس ارادہ کے پورا کرنے کی جرات باقی نہیں رہی۔ اس کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دست درازی روک دی تاکہ مسلمانوں کو یہ نمونہ ہو جائے کہ دین کی لڑائی پر جو لوگ جاتے ہیں، انکے اہل و عیال کا اللہ نگہبان ہے۔ اسی نمونہ کے دیکھ لینے کے بعد وہ دین کی باتوں پر ثابت قدم ہو جائیں۔ اس لڑائی میں کل سولہ سو مسلمان تھے اور اہل خیبر ستر ہزار کے قریب۔ مگر تقدیر کا کرشمہ اور نصرت الہی کا جلوہ کہ سب مقہور ہوئے۔ یہ خدا اسلئے کرتا ہے کہ مسلمانوں کو عبرت و نصیحت ہو، اور خدا تم کو صراط مستقیم دکھائے۔ مذہب برگزیدہ اسلام پر تم کو ثابت قدم کرے، اور بھی اللہ نے بہت کچھ غنائم اموال ممالک سلطنتیں تمہارے لئے رکھ چھوڑی ہیں جن پر تم نے اب تک قابو نہیں پایا، خدا کا علم ان سب کو محیط و شامل ہے، اور وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل خیبر کے حلفیوں کو ہیبت اسلام نے روک دیا، اور اگر نہ بھی روکتے اور اہل اسلام! وہ تمہارے مقابلہ کو آتے، اور لڑائی لڑتے یعنی اسد، غطفان وغیرہ۔ تو کیا ہوتا یہ تو شکست کھاتے، پٹھیں پھیر کر بھاگتے پھر ان کا کوئی مددگار اور حمایتی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ کافروں کو شکست دینا اور مسلمانوں کی مدد کرنا یہ تو خدا کی نسبت قدیمہ ہمیشہ سے یوں نہیں جاری چلی آتی رہی ہے، اور جو قوم پیغمبر سے لڑتی ہے انجام کار وہ دنیا ہی میں سزا پالیتی ہے، اور خدا کی عادت قدیمہ تو ہرگز بدلنے والی نہیں۔

۱۔ شان نزول: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے،

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۚ ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۗ وَلَوْ
لَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَبُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ
فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ
يَشَاءُ ۗ كَذَرْتُمُ الْعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ ﴿۲۵﴾

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے ﴿۲۴﴾ یہ کفار قریش نے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے (یعنی طواف کرنے سے) روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو ذبح ہونے کی جگہ میں پہنچنے سے روک دیا اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کے اسلام کی تمہیں خبر نہ تھی، (اور کفار سے لڑائی کرنے میں) کہیں تم انہیں بھی روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں گناہ پہنچے (تو ہم ان کے قتال کی اجازت دیتے)، ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے، اگر وہ (مکہ کے مسلمان اور کافر) آپس میں جدا ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک سزا دیتے ﴿۲۵﴾

اہل مکہ میں سے اسی ہتھیار بند جوان آدمی صبح کے وقت تنعم کے پہاڑ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضور ﷺ نے معاف فرمایا اور کچھ انتقام نہیں لیا اور چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اللہ کی وہ شان ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو روک لیا کہ تم تک نہ پہنچ سکے، تم کو قتل نہ کر سکے، اور تمہارے ہاتھوں کو بھی روک دیا کہ تم ان کو مکہ حد حرم میں قتل نہ کر سکے۔ یعنی تھوڑی سی سنگباری پر کفایت ہوئی، زائد نوبت قتال نہ آئی، اور بعد اس کے کہ خدا نے تم کو ان پر فتح و ظفر دیدی اور تم غالب ہو گئے۔ مگر پھر بھی لڑائی کو زائد نہ بڑھنے دیا، خدا ان کی شرارتیں اور تمہارا غفور و تحمل سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

۱۔ مشرکوں نے اہل اسلام کے اس عمرہ کے قافلہ کو روکا، اور بڑے جھگڑے کے بعد اگلے سال عمرہ کرنے، اور دس برس تک لڑائی کے موقوف رہنے پر صلح ہوئی۔ اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ یہ مشرکین مکہ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ سے یہ دعائی تھی کہ غیب سے لوگوں کے دلوں میں کعبہ کی زیارت کا شوق پیدا ہو جائے، اور یہ نسل ابراہیمی کہلا کر لوگوں کو اس زیارت سے اور قربانی کے جانوروں کو منیٰ تک کے جانے سے روکتے ہیں۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَيَّةَ حَيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَمَهُمْ
كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمًا ۝ ۲۶ ۚ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۗ لَتَدْخُلَنَّ
السُّجُدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۗ

جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جہالت کی، پس اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول (ﷺ) پر اور مسلمانوں پر نازل فرمایا اور اللہ نے مسلمانوں پر پرہیزگاری کا کلمہ (یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ) فرمایا اور (وہ) اس کے اہل تھے، اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ۝ پیشک اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) کا سچا خواب سچ کر دکھایا کہ پیشک تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ امن و امان کے ساتھ ضرور داخل ہو گے۔

فرمایا کہ کچھ چھپے ہوئے مسلمان مرد و عورت مکہ میں نہ ہوتے، اور کچھ نئے لوگوں کا رحمت الہی سے داخل اسلام ہونا اللہ کے علم میں نہ ٹھہر چکا ہوتا، تو بدر کی لڑائی کی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی مدد دیتا کہ وہ لڑ کر مکہ کو تہ و بالا کر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس وقت صلح ہو کر صلح کے زمانہ میں کمزور چھپے ہوئے مسلمان مدینہ میں امن سے آن بیٹھیں، اور جو نئے مسلمان ہونے والے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں۔ اگرچہ ان مشرکین مکہ نے صلح کے وقت ضد کی باتیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں وہ تحمل پیدا کر دیا جس سے انہوں نے مشرکوں کی ضد کی باتوں کو برداشت کیا، اور آخر صلح ہو گئی اور اس وقت اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے اوپر سیکنہ اتارا، اور ان کے دلوں میں اطمینان بھر دیا۔ کلمة التقوى یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ واتباع شریعت پر مستحکم کر دیا اور وہ اسکے مستحق اور اہل بھی تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت سے مشرف فرمایا، اللہ کو ہر شے کا علم ہے۔ مسلمانوں کی بردباری کی باتیں، اور مشرکوں کی ضد کی باتیں اللہ کو سب معلوم ہیں۔ جزا و سزا کے وقت ہر ایک کا فیصلہ ہو جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کا خواب

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ معظمہ میں با امن داخل ہوئے، اور اصحاب نے سر کے بال منڈوائے، بعض نے بال کتروائے۔ یہ خواب آپ نے اپنے

مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا
فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ
شَهِيدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا سِيَّاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۖ

اپنے سروں کو منڈواتے اور (بعض بال) کترواتے بے خوف، پس اللہ نے جانا جو تم کو معلوم نہیں، پس اس نے اس (حرم میں داخل ہونے) سے پہلے ایک قریب (مقام یعنی خیبر کی) فتح عنایت کی ﴿۲۷﴾ وہی ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے، اور اللہ کی شہادت (محمد ﷺ) کی رسالت پر) کافی ہے ﴿۲۸﴾ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور رسول کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں (اے مخاطب) تو ان کو دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے، اللہ کا فضل اور رضامندی کی خواہش چاہتے (قیامت میں) ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے (روشنی) ہوگی۔

اصحاب سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ جب مسلمان حدیبیہ سے بعد صلح کے واپس ہوئے، اور اس سال مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو تو منافقین نے تمسخر کیا طعن کئے، اور کہا کہ وہ خواب کیا ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا، اور مسلمان اگلے سال بڑے شان و شکوہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خصائص

۱۔ اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رسالت کو اپنی گواہی سے ثابت کیا۔ ان آیتوں میں محمد ﷺ کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتلایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ جن رسول کی رسالت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی سے ثابت کیا ہے ان کا نام محمد ﷺ ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابیوں کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ آپس میں تو بڑی نرم دلی سے رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر مہربانی و محبت کرنے والے ایسی کہ جیسی باپ بیٹے میں ہو، اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۗ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ ۗ كَزُرْعٍ
اُخْرِجَ شَطْءُهَا فَازْرَأَ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلٰى سُوْقِهِ يُعْجِبُ
الزُّرْعَ لِيَغِيْظَ بِهٖمُ الْكٰفِرًا ۗ

یہ ان کی صفت توریت میں ہے، اور یہی صفت ان کی انجیل میں بھی ہے، (کہ ان کی ترقی کی حالت) مثل اس کھیتی کے ہے کہ جس نے (زمین سے) اپنی سبز گھاس نکال کر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی، پھر اپنے پاؤں پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور یہ ترقی) کسانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے (مسلمانوں کو اللہ نے ایسی ترقی اس لئے دی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

مومن دوسرے کو دیکھے تو فرط محبت سے مصافحہ و معانقہ کرے، اور جوش اسلام کے سبب سے منکر شریعت لوگوں کے ساتھ زور آوری سے پیش آتے ہیں جیسا کہ شیر شکار پر۔ اور صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے، اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ (مدارک) اور اللہ کی عبادت میں لگے رہتے، اور کثرت سے نمازیں پڑھتے، اور ان کی وہ عبادت عقبی کے اجر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت سے ہوتی ہے۔ دنیا کے دکھاوے کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ کثرت عبادت سے ان کے چہروں پر نور برستا ہے۔ اور یہ علامت وہ نور ہے جو روز قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہوگا، اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ کے لئے بہت سجدے کئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چہروں میں سجدہ کا مقام ماہِ شبِ چہارم چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا دکھتا ہوگا۔ عطاء کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے، صبح کو اس کا چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی امت کے اوصاف کتب سابقہ میں

علاوہ قرآن کے ان لوگوں کے اوصاف توراہ اور انجیل میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔ سورۃ اعراف میں گذر چکا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو توراہ ملی اس میں موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے اوصاف امت محمدیہ کے لکھے ہوئے پائے۔ متی اور لوقا کی انجیل میں اسی کھیتی کی مثال کا اسی طرح ذکر ہے جس طرح اس آیت میں ہے۔ حاصل مطلب اس مثال کا یہ ہے کہ جس طرح کھیتی کے درخت شروع میں کمزور ہوتے ہیں، پھر زور پکڑ جاتے ہیں کہ یہی مثال ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کی بیان فرمائی گئی کہ آنحضرت ﷺ تنہا اٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلصین اصحاب سے تقویت دی۔ قنادہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی، وہ نیکیوں کا حکم کریں گے۔ بدیوں سے منع کریں گے، کہا گیا ہے کہ کھیتی حضور ﷺ میں، اور اس کی شاخیں اصحاب اور مومنین ہیں۔ فرمایا کہ یہ کافر اسلامی کھیتی کی یہ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً
وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

اللہ نے ان مسلمانوں اور صالحین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ۝

تازگی اور رونق و بہار شان و شوکت دیکھ کر تعجب کرتے ہیں، کہ کتنی جلدی بڑھا اور کیسا مضبوط ہو گیا۔ اس لئے کافروں کو غیظ میں ڈالے اور اپنی شان دکھا کر ان کے دلوں کو جلانے۔ بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے۔ اللہ نے ان کو جو مسلمان ہوئے، رسول و قرآن کو سچے دل سے مانا، اور اعمال صالحہ خالص اللہ کے مغفرت و ذنوب کا وعدہ قطعی کیا ہے، اور اجر عظیم کا عہد کیا وہ ضرور وعدہ عہد کو پورا کرے گا۔

﴿ایاتھا ۱۸﴾ ﴿سُورَةُ الْحَجَرَاتِ مَدِيْنَةُ ۱۰۶﴾ ﴿رُكُوْعَاتُهَا ۲﴾

سورہ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

خواص سورہ حجرات: پیٹ کی بیماری کے لئے اس سورت کا پڑھنا مفید ہے اور جو شخص روزانہ پڑھے اس کا گناہ کبیر مثل عیب اور گناہ صغیرہ مثل گالی کے معاف فرمائے گا۔ اس سورت کو لکھ کر دیوار پر چسپاں کر دیں تو وہ گھر آسب سے محفوظ رہے گا، اور اس کو لکھ کر پانی میں گھول کر پلانے سے دودھ بڑھ جاتا ہے اور حمل محفوظ رہتا ہے۔

شان نزول: چند شخصوں نے عید الاضحیٰ کے دن آنحضرت ﷺ سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے تقدم نہ کرو۔ اور فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدم واقع نہ ہو، نہ قول میں نہ فعل میں، کہ تقدم کرنا رسول ﷺ کے ادب و احترام کے خلاف ہے۔ بارگاہ رسالت میں نیاز مندی و آداب لازم ہیں۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ عَلِيمٌ ۝۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
 أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
 لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۲ إِنَّ الَّذِينَ
 يَعْزُبُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
 قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۳

اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ۱ اے مسلمانو! تم اپنی آوازیں نبی
 (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کرو اور ان سے پکار کر بات نہ کہو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے سے پکار کر
 بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو ۲ بے شک ۲ جو لوگ اپنی
 آوازوں کو رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے
 پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ۳

حضور ﷺ کی شان مبارک کا حال اور آداب بارگاہ رسالت ماب

۱۔ شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل
 ہوئی۔ انہیں ثقل سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو
 حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے، اور کہنے لگے: ”میں اہل نارسے ہوں“۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو!
 رسول اللہ ﷺ کا نہایت ادب کرو، اور جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، نام لے کر نہ پکارو یعنی
 یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہو۔ ان سے بات کرنے کو ایسا نہ سمجھو جیسے آپس میں بات چیت کرتے ہو۔ بلکہ ان کی توقیر و تعظیم و
 ادب ملحوظ خاطر رکھو۔ یہی دربار رسالت کا ادب و احترام ہے اگر ایسا نہ کرو گے تو کہیں سب اعمال حسنہ نماز روزہ تمہارے بیکار
 نہ ہو جائیں، اور تم کو کچھ خبر بھی نہ ہو۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے ترک ادب سے اعمال صالحہ باطل ہو جاتے ہیں۔

۲۔ شان نزول: اوپر کی آیت نازل ہونے پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگے، اور دل کو نہایت قلق و تفکر لاحق ہوا
 کہ اب جب تک میرا قصور معاف نہ ہو جائے گا، اور مجھ کو حاضری دربار کی اجازت نہ ملے گی کہیں گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔
 حضور ﷺ نے حضرت سعد سے انکا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں، اور میرے علم میں

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ①
 وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ② وَاللَّهُ غَفُورٌ
 رَحِيمٌ ③ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ

بیشک! (اے محبوب! ﷺ) تمہیں جو لوگ حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر لوگ (تمہارے بلند مرتبے کو) نہیں سمجھتے ① اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی)، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ② مسلمانو! ③ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے پس اس کو خوب تحقیق کر لو۔

انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی۔ پھر آ کر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا، ثابت نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ بلند آواز ہوں، اور مجھ کو اپنے آقائے نامدار خیر الابرار سے بات کرنے میں اپنے اعمال ضبط ہونے کا خوف ہے۔ حضرت سعد نے یہ خیال خدمت اقدس میں عرض کیا تو حضور ﷺ نے ثابت کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ اے ثابت! تم اس بات سے راضی نہیں ہوتے کہ تم زندہ بھی خیر سے رہو، اور مرد بھی خیر سے یعنی تم شہید ہو کر مرد اور بہشت والوں سے شمار کئے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں راضی ہوں، آپ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کروں گا، ان کی بشارت میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! جو تمہارے دربار میں اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، آہستہ آہستہ بولتے ہیں، ادب کا لحاظ رکھتے ہیں، تو خدا نے ان کے دلوں کا امتحان لیا کہ آیا ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔ سو تقویٰ سے مالا مال پایا، ان کے دلوں کو مصفیٰ و معطر و منور کر دیا، اور توحید و خالص ان کے دلوں میں بھردی، دنیا میں ان کو گناہوں سے مغفرت اور جنت میں ثواب عظیم ملے گا۔

۱۔ شان نزول: یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دوپہر کے وقت پہنچے جب کہ حضور ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس ﷺ کو پکارنا شروع کیا، حضور تشریف لے آئے، ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، اجلال شان رسول ﷺ کا بیان فرمایا گیا کہ بارگاہ اقدس میں اس طرح پکارنا جہل و بے عقلی ہے، اور ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی۔

۲۔ شان نزول: یہ آیت ولید بن عقبہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بنی مطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا اور زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان عداوت تھی، جب ولید ان کے دیار کے قریب پہنچے اور انہیں خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ تعظیماً انکے استقبال کے واسطے آئے،

فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِحُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ
 نِدْمِينَ ① وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ② لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنْ
 الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَ
 كَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ③ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ④
 فَضَلَّاهُمْ مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَ ⑤ وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ⑥

کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سبب سے کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو ① اور لے
 جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں، اگر وہ بہت سے معاملوں میں تمہاری خوشی کریں تو بیشک تم
 ضرور مشقت میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے تمہارے ایمان کو پیارا کر دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں آراستہ کر
 دیا اور تمہاری نظروں میں کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی کو برا کر دکھایا، یہی لوگ اللہ کے فضل و کرم سے راہ راست
 پر ہیں ② اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ③

ولید نے گمان کیا کہ یہ پرانی عداوت سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، یہ خیال کر کے ولید واپس ہو گئے، اور آنحضرت ﷺ
 سے عرض کر دیا کہ حضور ﷺ ان لوگوں نے صدقہ کو منع کر دیا، اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے خالد بن
 ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق حال کیلئے بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں،
 اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ صدقات لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور
 واقعہ عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس وقت
 لغزش نہ کھاؤ سوچو سمجھو غور و فکر کرو۔ اطمینان سے کام لیا کرو کہ آیا سچ ہے یا جھوٹ۔ اس کا خیال رکھا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی
 قوم سے بے تحقیق لڑائی ہو پڑے، اور غفلت سے ان کو مارنے لگو۔ پھر تم ان کو مار کر پریشان و پشیمان ہو۔ بعض مفسرین نے کہا
 کہ یہ آیت عام ہے۔ اس بیان میں نازل ہوئی ہے کہ فاسق کے قول پر اعتماد نہ کیا جائے۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے ثابت
 ہوا کہ ایک شخص اگر عادل ہو تو اسکی خبر معتبر ہے۔

اے مسلمانو! یہ خوب سمجھ لو کہ تم کو خود کوئی امر طے کر لینے کا اختیار نہیں۔ تم میں خدا کے رسول ﷺ موجود ہیں، تم ان کا کہا مانو،
 ان کی رائے پر اپنے کام سوچ دو، اور اگر وہ تمہاری رائے کے مطابق حکم دیدیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، اور تم ندامت اٹھاؤ۔ مگر

وَإِنْ طَاغَتْ فِتْنَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ
إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ①

اور اے اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑیں پس تم ان دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ گروہ خدا کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پس ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ اصلاح کر دو اور عدل کرو، بیشک عدل کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے ①

خدا کی رحمت تو یہ ہے کہ اس نے تم کو توفیق اطاعتِ رسول دی ہے۔ ایمان کو تصدیق خدا اور رسول کو تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے، اور کفر یعنی انکار رسول اور فسق یعنی نفاق اور کل گناہ تم کو ناپسند کر دیئے۔ جو لوگ ایسے ہیں وہ سچے مخلص راہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ ان پر اللہ کا فضل و کرم ہے، نعمت و رحمت ہے۔ اللہ مسلمانوں کے ثواب و کرامت کا عالم ہے، حکمت والا ہے۔

اسلامی اخوت کا تقاضا باہمی صلح کی کوشش

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ دراز گوش پر سوار تشریف لے جاتے تھے۔ انصار کی مجلس پر گذر ہوا، وہاں تھوڑا سا توقف فرمایا۔ اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی نے ناک بند کر لی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے دراز گوش کا پیشاب ترے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور تشریف لے گئے ان دونوں میں بات بڑھ گئی، اور ان دونوں کی تو میں آپس میں لڑ گئیں۔ اور ہاتھ پائی تک نوبت پہنچی تو آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے، اور ان میں صلح کرادی۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تمہارے آپس میں دو فریقے پیدا ہو جائیں، اور آپس میں لڑیں تو اول تو صلح کرادو، اور اگر وہ صلح نہ مانیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر بغاوت اختیار کرے یعنی حق ایک کا ہو، اور دوسرا خواہ مخواہ تعدی و دست درازی کرتا ہو، اور صلح کو نہ مانے تو اس باغی ظالم گروہ کو سزا دو خوب مارو لڑو۔ یہاں تک کہ قرآن کو مانے اور حکم الہی کی طرف رجوع کرے، اور صلح کرے اور پر ایما حق دیدے۔ اگر وہ مان جائے، صلح کر لے، تو انصاف و عدل و راستبازی سے صلح کر دو۔ عدل سے نہ ہٹو۔ خدا عدل والوں کو قرآن پر عمل کرنے والوں کو بہت محبوب رکھتا ہے یہ سمجھ کر کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سب قرآن کو مانتے ہیں، قرآن ہی کے موافق اصلاح کرادو، اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا مومنین کی باہمی محبت و موافقت کا سبب ہے، اور جو اللہ سے ڈرتا ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر ہوتی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۰﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ
عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ
خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْبِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللُّقَابِ ۖ

مسلمان جو ہیں تو آپس میں (دینی) بھائی ہیں (جب کبھی لڑیں) پس اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو ﴿۱۰﴾ اے مسلمانو! (تم میں سے) نہ مرد مردوں سے مسخر اپن کریں، کیا عجب ہے کہ وہ ان مسخر اپن کرنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے، کیا عجب کہ وہ ان مسخر اپن کرنے والیوں سے بہتر ہوں، اور تم آپس میں (ایک دوسرے کو) عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے القابوں سے پکارو۔

۱۔ شان نزول: اس آیت کا نزول کئی واقعوں میں ہوا۔

● پہلا واقعہ یہ ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کو کم سنائی دیتا تھا، جب وہ آنحضرت ﷺ کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ انہیں آگے بٹھاتے، اور ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے تاکہ وہ حضور کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہو گئی، اور مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت ثابت آئے، اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا کھڑا رہتا۔ ثابت آئے تو وہ آنحضرت ﷺ کے قریب بیٹھنے کیلئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ: جگہ دو جگہ دو۔ یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئے، اور ان کے اور حضور کے درمیان صرف ایک شخص رہ گیا۔ انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو۔ اس نے کہا: ”تمہیں جگہ مل گئی بیٹھ جاؤ“ ثابت نے غصہ میں آ کر اس کا جسم دبا کر کہا کہ تم کون؟ اس نے کہا کہ میں فلاں شخص ہوں۔ ثابت نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: ”فلانی کا لڑکا“۔ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا اور اس زمانہ میں ایسا کلمہ عار دلانے کیلئے کہا جاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسلامی معاشرتی و اخلاقی آداب

● دوسرا واقعہ صحاک نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت عمار و خباب و بلال و صہیب و سلمان و سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ غریب صحابہ کی غربت دیکھ کر ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ مرد مردوں سے نہ ہنسیں، یعنی مالدار غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب غیر ذی نسب کی اور نہ تندرست اپاہج کی، نہ بیٹا اس کی جس کی آنکھ میں عیب ہو۔ اے مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے مسلمان سے مذاق اور ہنسی نہ کرو، اور مسخرہ بنا کر ذلیل شرمندہ نہ کرو، کیا خبر ہے جس کو تم مسخرہ بناتے ہو اور ذلیل کرتے ہو وہی عند اللہ ان مسخر اپن کرنے والوں سے افضل و اشرف ہو۔

۲۔ شان نزول: یہ آیت ام المومنین صفیہ بنت حی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں نازل ہوئی۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ ام

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ

کیا ہی برا نام ہے فاسق کہلانا مسلمان ہو کر، اور جو (ان حرکتوں سے) توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں ﴿۱۱﴾ اے مسلمانو! بہت گمانوں سے بچو۔

المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا۔ اس پر انہیں رنج ہوا اور آنحضرت ﷺ سے شکایت کی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نبی زادی اور نبی کی بی بی ہو، تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں۔ اور حضرت حفصہ سے فرمایا: ”اے حفصہ! خدا سے ڈرو“ اور فرمایا کہ نہ کوئی عورت دوسری عورتوں سے مسخر اپن کرے، کیا خبر کہ وہی عورت ان سے اللہ کے پاس افضل و اعلیٰ ہو۔ اور اپنے آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ اگر ایک مومن نے دوسرے مومن پر عیب لگایا تو گویا اپنے ہی آپ کو عیب لگایا۔ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ پھر کیوں ایک دوسرے کو عیب لگاتے ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اور نہ ایسے ناموں اور صفتوں سے یاد کرو، جس سے دوسرا برامانے یا ایام جاہلیت و کفر کے نام ہوں، جب ایمان کا درمیان آ گیا اور نور ایمان سے دل منور ہو گئے۔ تو اب پہلے زمانہ کی رنجش اور زمانہ جاہلیت کی خصلتیں، اور اس زمانہ کے نام وغیرہ سب بری ہو گئے۔“ اسی کو فرمایا کہ ”اے مسلمانو! کسی مسلمان کو ہنسی بنا کر، یا اس کو عیب لگا کر اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ، سب باتوں سے توبہ کرو۔ پاک سچے مخلص ایک دل مسلمان بن جاؤ، اور اگر جو شخص ان مناہی کی باتوں سے باز نہ آئے گا، تو اپنی جان پر گویا ظلم کرے گا۔ کیونکہ یہ سب مناہی کی باتیں حق العباد کی قسم کے، گناہ میں جن کا فیصلہ قیامت کے دن یہ ہوگا کہ ظالموں کی نیکیاں مظلوموں کو مل جائیں گی، اور ظالم خالی ہاتھ دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔“

غیبت کا بیان اور اس کی مذمت

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مالداروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے، وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے۔ اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے۔ ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے، تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے خادم مطبخ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان نے یہی آ کر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اسامہ نے بخل کیا۔ جب وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا: ”میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں۔“ انہوں نے عرض کیا ”ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں۔“ فرمایا: ”تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے، اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! بدگمانی سے بچو کیونکہ ہر گمان صحیح نہیں ہوتا، اور

إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا
 أَيُّحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا
 اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲﴾

(کیونکہ) بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور (مسلمانوں کے) عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے پس (یقیناً) تم اسے برا سمجھو گے (پس غیبت کرنا بھی تو اس کی مثل ہے) اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۲﴾

کوئی مسلمان کہیں کو گیا یا کہیں سے آیا تو بری جگہ کا خیال نہ کرو، نیک گمان پیدا کرو۔ سمجھ لو کہ تمہاری بدگمانیاں اور بڑے خیالات جو ایک دوسرے کی نسبت پکاتے ہو، اور اس بنا پر لڑتے ہو سخت گناہ ہیں۔ ہاں نیک گمان اچھا ہے۔ سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: گمان دو طرح کا ہے: ① ایک وہ کہ دل میں آئے، اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے، گناہ ہے۔ ② دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضروری ہے۔ آگے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کے عیب کھوج لگا لگا کر تلاش نہ کرو کہ دیکھیں فلاں کیا برا کام کر رہا ہے۔ اگر عیب دیکھ بھی لو تو بھی فاش نہ کرو، جاسوسی نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ گمان سے بچو، اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، ان کے ساتھ حرص حسد، بغض، بے مروتی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! بھائی بنے رہو، جیسا تمہیں حکم دیا گیا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو زسوانہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے۔ آدمی کیلئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر دیکھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ جو بندہ دنیا میں دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ آگے فرمایا: ”اے مسلمانو! آپس میں بیٹھ کر کسی مسلمان کی کوئی غیبت نہ کرو، یعنی پیٹھ پیچھے اس کو برانہ کہو کہ فلاں میں یہ عیب ہے، یہ برائی ہے۔ فلاں ایسا ہے ویسا ہے، کسی مسلمان کی آبرو لینا حرام ہے ایسا ہی حرام ہے جیسے اس کا جب وہ مر جائے گوشت کھانا۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت ٹکڑے کر کے کھائے۔ اس کو تو تم مکروہ حرام خراب جانتے ہو غیبت کو کیوں نہیں جانتے“۔ خدا سے ڈرو غیبت ہرگز نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے ناگوار گذرے، اگر وہ بات سچی ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان۔ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے، اسی طرح غیبت سے قلبی تکلیف ہوتی ہے۔ انہیں مناسبتوں سے غیبت کو مردہ کے گوشت کے کھانے سے مشابہت دی گئی ہے۔ آگے فرمایا آئندہ جو کوئی ان باتوں سے توبہ کرے گا تو اللہ غفور الرحیم ہے، اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۗ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۗ

اے لوگو! بیشک اے ہم نے تمہیں ایک مرد (یعنی آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور تمہاری (جدا جدا) جماعتیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو (نہ کہ نسب پر غرور کرو) بیشک اللہ کے نزدیک تم (میں) سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے ﴿۱۳﴾ دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔

اے لوگو! تم آپس میں فخر و غرور کیوں کرتے ہو۔ ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت یعنی ماں باپ آدم و حوا سے پیدا کیا ہے۔ حقیقت میں تم سب ایک ہی ہو۔ مگر کنبے کنبے قبیلے قبیلے اس لئے الگ کر دیئے کہ آپس میں پہچان رہے۔ اور ایک دوسرے کا نسب جانے، اور کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے۔ نہ یہ کہ نسبت پر فخر کرے اور دوسروں کی تحقیر کرے۔ اس کے بعد اس چیز کا بیان فرمایا جاتا ہے جو انسان کے لئے شرافت و فضیلت کا سبب اور جس سے اس کو بارگاہ الہی میں عزت حاصل ہوتی ہے۔

تقویٰ معیار فضیلت

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ نے بازار مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ کی اقتداء میں پانچوں نماز ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی۔ اور رسول کریم ﷺ اس کے دفن میں تشریف لائے۔ اس پر لوگوں نے کچھ کہا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مرتبہ اس کا زائد ہے جس کا تقویٰ و ایمان زائد ہے۔ خدا تمہارے حسب و نسب سے خبردار ہے، تمہارے کاموں سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ کون اعلیٰ ہے کون ادنیٰ۔

۲۔ شان نزول: یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی، جو خشک سالی کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا ظہار کیا، درحقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں، اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیئے۔ صبح و شام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے، اور کہتے: ”ہمیں کچھ دیجئے“۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ بنی اسد کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، اے محبوب ﷺ آپ کہہ دیں کہ اے بنی اسد! تم کو ایمان نصیب نہ ہوا، ہاں ظاہر میں تابعداری کر لی ہے

قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسَلْنَا وَلَسْنَا يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑬
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ⑭ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ⑮

تم فرماؤ کہ تم حقیقت میں ایمان نہ لائے لیکن یوں کہو کہ ہم (ظاہر میں) مطیع ہوئے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تو اللہ تمہارے اعمال (کے اجر) میں کچھ کمی نہ کرے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ⑬ ایمان والے اے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر (اپنے دین و ایمان میں) شک نہ کیا اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی (ایمان کے دعوے میں) سچے ہیں ⑮

کہ کوئی تم کو نہ مارے، قیدی نہ بنائے، تمہارے دلوں میں ایمان کی لذت و حلاوت و محبت و تصدیق داخل نہیں ہوئی۔ اگر خدا اور رسول کی دل سے اطاعت کرو، کفر و نفاق سے توبہ کرو، ظاہر و باطن یکساں رکھو تو خدا تمہارے اعمال صالحہ کا تم کو ثواب دے گا، ناقص نہ کرے گا۔ خدا توبہ والوں کو بخشنے والا ہے اور رحمت والا ہے۔ محض زبانی اقرار جسکے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں، اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا، اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنی ہیں، اور شرعی معنی ہیں اسلام اور ایمان ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔

سچے مومن کون؟

۱۔ شان نزول: ان آیتوں میں فرمایا کہ حقیقی مومن وہ ہیں کہ جو صدق دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، اور بعد اس کے کہ جب زبان سے اقرار کر چکے، دل میں شک نہیں کرتے، اور جان و مال کو بہت خلوص و عاجزی سے اللہ کی راہ پر صرف کرتے ہیں، کہ غازیوں کو نفع دیتے، اور ان کے لئے ہتھیار خریدتے، اور آپ اس جنگ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور خوب جان توڑ کر ان سے مقابلہ کرتے ہیں، اور کسی سختی میں اپنی حالت کو نہیں بدلتے۔ یہی سچے ایماندار ہیں جو اپنے

قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَسْتُونُ عَلَيْكَ أَنْ
أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَتَّبِعُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ
هَدَيْتُكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

تم نے فرماؤ کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۱۲﴾ (اے محبوب! ﷺ) وہ تم پر مسلمان ہونے کا احسان جتاتے ہیں، تم فرماؤ: ”اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دی، اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو“ ﴿۱۳﴾ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب عیب جانتا ہے اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱۴﴾

ظاہری ایمان لانے والوں کا ذکر

۱۔ شان نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو اعراب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم مومن مخلص ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محبوب ﷺ ان لوگوں سے کہہ دو جو دنیاوی غرض سے ایمان لائے ہیں کہ کیا تم خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو۔ اپنے مذہب کا حال خلاف واقع اس کو بتانا چاہتے ہو، حالانکہ آسمان وزمین میں جتنی چیزیں ہیں، ان میں سے کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ پھر تم لوگ جو اپنی دینداری کا حال اللہ کو جتلاتے ہو، تو تمہاری زبانی باتوں کی اور دل کے بھید کی اس کو سب خبر ہے۔

ایمان کی دولت اللہ کا احسان ہے

۲۔ شان نزول: اے محبوب ﷺ یہ لوگ تم پر اپنے اپنے اسلام لانے کو جتلاتے ہیں، تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسلام لاؤ کہ جس میں سراسر تمہارا ہی نفع ہے۔ جب تم ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر احسان کیا جتلاتے ہو، اگر تم سچے ہو کہ سچے مسلمان ہو، تب تم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے، ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا، اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔ تم کو ممنون ہونا چاہئے شکر بجالانا چاہئے کہ خدا نے اپنی رحمت سے راہ ہدایت دکھائی، نہ کہ الٹا اسلام لانے کا احسان جتلاؤ۔ مگر بات یہ ہے کہ تم ایمان والے نہیں فقط ظاہری مسلمان ہو، اس لئے احسان جتلاتے ہو، اوپری دل کا کوئی نیک کام بارگاہ الہی میں مقبول نہیں ہے۔ اور دلی ارادہ اور اوپری دل کے لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں۔ اللہ آسمان وزمین کے سب غیب جانتا ہے، اور اللہ وہ بھی جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو تمہارے نفاق کی اس کو خبر ہے سزا دے گا اگر توبہ نہ کرو گے۔

عِٰذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رٰجِعٌ بَعِيْدٌ ۝۲ قَدْ عَلِمْنَا مَا
تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۳ بَلْ كَذَّبُوْا
بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى
السَّمٰوٰتِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶

کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہو جائیں گے پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ یہ دوبارہ زندہ ہونا عقل سے بعید ہے ۝۲ بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان (کے جسم کے حصہ) میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب (میں محفوظ) ہے ۝۳ انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ وہ ان کے پاس آیا۔ پس اے وہ لوگ (قرآن اور پیغمبر کے بارے میں) ایک مضطرب حالت میں ہیں ۝۵ پھر کیا انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے اوپر ہے کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا اور (ستاروں سے) اس کو زینت دی اور اس میں کوئی شکاف (یعنی عیب) نہیں ہے ۝۶

بہت ہی نزدیک اور سہل ہے، جب یہ مرجاتے ہیں اور زمین میں ان کے جسم کے جو حصے گوشت پوست ہڈیاں وغیرہ سب پراگندہ ہو جاتے ہیں، زمین کھا جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں تو ہم ان کو ویسے ہی زندہ کرنے پر قادر ہیں جیسے کہ وہ پہلے تھے۔ اور ہمارے پاس کتاب یعنی لوح محفوظ ہے اس میں موت حیات، قبر قیامت اور جو کچھ ان میں سے زمین نے کھایا، سب کا حال لکھا ہے۔ ان کافروں نے حق و یقین کی اور خدا اور رسول کی، اور قرآن کی ایسے وقت میں تکذیب کی، جب وہ ظاہر و ثابت ہو گیا۔ شک و شبہ کا موقع نہ رہا، وہ اپنے شبہ میں پڑ کر مختلف خیالات پکا رہے ہیں، اور ضلالت میں پڑے ہیں۔ کبھی آنحضرت ﷺ کو شاعر، کبھی ساحر، کبھی کاہن، اور اسی طرح قرآن پاک کو شعر و سحر و کہانت کہتے ہیں، کسی ایک بات پر قرار نہیں۔

صفات باری تعالیٰ

۱۔ کفار قدرت الہی میں شک رکھتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس کے کارخانہ قدرت نہیں دیکھے، کیا انہوں نے اپنے سروں پر آسمان نہیں دیکھا، یہ نہیں سوچا کہ ہم نے اس کو کس حکمت سے مضبوط و مستحکم بغیر ستون کے بنایا، اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قدیل اور جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں، تو کس قدر ہر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گزر گئے، نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگرہ گرا، نہ پلاسٹر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا، آخر کون سا ہاتھ ہے جس نے یہ مخلوق بنائی، اور بنا کر اس کی حفاظت کی۔ پھر فرمایا کہ زمین کو نہیں دیکھتے پانی پر اس کو کس قدرت کاملہ سے پھیلا یا، اور اس کے ثابت و مضبوط قائم رکھنے کے لئے اس پر پہاڑوں کو مثل میخوں کے بنایا۔ اس میں انواع و اقسام کے درخت، میوے تر و تازہ، خوبصورت خوش نما خوش منظر پیدا کئے کہ یہ لوگ عبرت پکڑیں، اور دیکھ کر خدا کو یاد کریں۔ مصنوعات الہیہ میں فکر و تامل کریں۔

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا
 بِهَيْجٍ ۝ تَبَصَّرْتَهُ ۖ وَذَكَرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ
 مَاءً مُّبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَسَقَتِ لَهَا
 طَلْعُ نَضِيدٍ ۝ رِزْقًا لِلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ۖ كَذَلِكَ
 الْخُرُوجُ ۝ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَشُعُوبٌ ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلا یا اور اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈالے اور اس میں ہم نے ہر قسم کی باروتی چیزیں
 اگائیں ۝ تاکہ تم کو بصیرت ہو اور نصیحت ہے بندے رجوع ہونے والے کے لئے ۝ اور ہم نے آسمان سے
 برکت (یعنی نفع) والا پانی اتارا، پھر اس سے ہم نے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے ۝ اور کھجور کے لمبے
 لمبے درخت جس میں تہ بہ تہ خوشے (لگتے) ہیں ۝ بندوں کے رزق دینے کے لئے (پیدا کئے) اور ہم نے اس
 (بارش) کے ذریعہ سے مردہ (یعنی خشک) شہر کو زندہ (یعنی سرسبز) کیا اسی طرح (تمہیں بھی) قبروں سے نکلتا
 ہوگا ۝ ان سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا اور رس والوں نے اور شمود نے ۝

ان چیزوں میں ہر بندہ کو جو خدا کی طرف رجوع لاتا ہے، اس کے لیے آسمان وزمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی و بینائی کے کتنے
 سامان ہیں۔ جن میں ادنیٰ غور کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے، اور بھولے ہوئے سبق اس کو یاد آسکتے ہیں۔ پھر خدا
 جانے ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی لوگ کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں پھر فرمایا کہ ہم نے آسمان سے مینہ
 برسایا، برکت والا نفع اور خیر اور رحمت اور زندگی والا، پھر اس سے طرح طرح کے باغات اور کھیتیاں اگائیں، اور وہ دانے جن کو
 آدمی کاٹتے اور جمع کرتے ہیں، گیہوں، جو، چنا وغیرہ اور بڑے بڑے کھجور کے درخت پیدا کئے، جن کے خوشے عمدہ خوبصورت
 تہ بہ تہ دانوں والے ہیں۔ یہ چیزیں ہم نے اپنے بندوں کے لئے روزی بنا کر اتاری ہیں، اور بذریعہ بارش ان کو پیدا کیا ہے۔
 اور مردہ خشک ویران جنگلوں اور شہروں کو مینہ سے دم بھر میں زندہ کیا۔ جب اتنے اتنے تغیر ہمارے نزدیک کوئی مشکل کام نہیں پھر
 قیامت کیا ہے۔ آخر ساری زمین مردہ کو بارش سے جلا دیتے ہیں، اسی طرح قبروں سے آدمیوں کو نکال دیں گے۔

رسولوں کے جھٹلانے والوں کا انجام

۱۔ کفار مکہ نے حشر اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا جو انکار کیا تھا جس کا اوپر کی آیت میں ذکر تھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ

وَعَادُ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝۱۳ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمِ تُبَّعٍ ۝
 كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝۱۴ أَفَعَيِّنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۝
 بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۵ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَ
 نَعْلَمُ مَا تُوَسَّوَسُ بِهِ نَفْسُهُ ۝۱۶

اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کے ہم قوموں نے ۱۳ اور بن کے رہنے والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے (اپنے اپنے) رسولوں کو جھٹلایا پس میرے عذاب کا وعدہ ان پر ثابت ہو گیا ۱۴ پس کیا ہم پہلی بار (مخلوقات کو) پیدا کر کے تھک گئے؟ بلکہ وہ لوگ نئی پیدائش سے شبہہ میں ہیں ۱۵ اور لے بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کا نفس جو وسوسہ پیدا کرتا ہے ہم جانتے ہیں۔

نے اپنے رسول کی یہ تسکین فرمائی کہ جیسے تمہاری تکذیب یہ کافر کرتے ہیں، اور قیامت کو نہیں مانتے، یوں ہی ان سے پہلے جو کافر گزرے انہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح کو جھٹلایا۔ اصحاب رس نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔ ثمود نے صالح کو، عاد نے ہود کو، فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو، قوم لوط نے لوط علیہ السلام کو، اصحاب الایکہ نے شعیب علیہ السلام کو، اور قوم تبع نے اپنے رسول کو۔ اے محبوب ﷺ ان سب قوموں نے اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، حکم الہی نہ مانا، جیسا ان لوگوں نے کیا ویسا پایا، کہ آخر کو سب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو وہی نتیجہ ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے لاکھوں گروہیں پیدا کیں، لاکھوں ماریں، پھر جب ہم نے اپنی قدرت سے اپنی حکمت سے ایک بار پیدا کیا، تو اب پھر دوبارہ زندہ کر دینا کون سا دشوار ہے، ہر کام کا پہلے پہل کرنا مشکل ہوتا ہے بغیر کسی نمونہ کے۔ جب ایک دفعہ سب عالم کو پیدا کر دیا تو پھر اسی نمونہ پر انسان دوبارہ پیدا کرنا عقل سے بعید نہیں ہے۔ پھر قیامت لانا کیا مشکل ہے، بلکہ یہ کفار خواہ مخواہ دوبارہ زندہ ہونے کے بارہ میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور نئی زندگی کا ان کو یقین نہیں آتا۔ خاکی انسان تو اپنی اصلی مادہ خاک سے ہی دوبارہ پیدا کیا جائے گا، جس صاحب قدرت نے عصا یعنی لکڑی سے سانپ کو، اور پتھر سے اونٹنی کو، پانی یعنی نطفہ سے انسان کو پیدا کر دیا، اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ خاک سے خاکی انسان کو دوبارہ پیدا کر دے۔

۱۔ اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ انسان کے مرجانے کے بعد جنگل میں، دریا میں، جہاں کہیں اس کی خاک ہوگی، اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی جگہ کی خاک باہر نہیں ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ خاک تو ظاہر آنکھوں سے نظر آتی ہوئی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝۱۲ إِذْ يَتَلَفَّى الْمُتَكَلِّمِينَ
عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدًا ۝۱۳ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا
لَدَيْهِ رَاقِبٌ عَتِيدٌ ۝۱۴ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۝۱۵
مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدًا ۝۱۶ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۝۱۷ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ ۝۱۸

اور ہم اس کی جان کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۲ جب اس سے لیتے ہیں دو (فرشتے) لینے والے (یعنی اعمال لکھنے والے) ایک داہنی طرف بیٹھا ہے اور ایک بائیں طرف ۱۳ کوئی بات آدمی زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان (یعنی اعمال لکھنے والا) تیار نہ بیٹھا ہو ۱۴ اور (اس کو) موت کی سختی یقیناً (پیش) آئے گی (پھر اس سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا ۱۵ اور قیامت کے دن (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا (تب کافروں سے کہا جائے گا کہ) عذاب کے وعدہ کا دن یہی ہے ۱۶

ایسا بڑا ہے کہ وہ انسان کے دل کے خطرہ تک کو چاہتا ہے۔ اللہ کا علم اس کی قدرت آدمی کو گھیرے ہوئے ہے، ہر ہرزہ میں آدمی کے ہر روٹکنے میں جلوہ گر ہے، پھر اس سے بھاگ کر آدمی کہاں جائے گا۔ آگے فرمایا کہ بندہ خدا کو دور جانتا ہے، خیال کرتا ہے کہ اس کی بڑی باتوں کو کون دیکھے گا، کون پرسش کرے گا، حالانکہ خدا کے دو مؤکل فرشتے ہر دم ساتھ ہیں۔ وہ جو کام کرتا ہے اچھا یا برا، وہ اس کو جھٹ پٹ لے کر دفتر نامہ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔ ایک سیدھی طرف سے ایک الٹی طرف سے برابر بیٹھا ہوا اپنا اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ آدمی اپنے منہ سے کوئی کلمہ نکالتا خواہ اچھا ہو خواہ بُرا، ادھر منہ سے بات نکلی ادھر درج نامہ اعمال ہوئی، اور فرمایا کہ دنیا میں آدمی نہیں دیکھتا اور وہ آدمی سے باتیں نہیں کرتے، مگر جب موت کی سکرات اُٹنے لگی اور روح نکلنے لگے گی، اور جو کچھ سعادت یا شقاوت ہونی ہوگی ثابت و مستحق ہو جائے گی۔ یعنی خاتم بالخیر یا انجام بد، اس وقت آدمی ان کو دیکھے گا اور وہ کہیں گے کہ اے فرزند آدم! دنیا میں تو اس دن سے بہت بھاگتا تھا، اور موت سے بہت ڈرتا تھا، ناگواری ظاہر کرتا تھا مگر وہ آج آہی گئی۔

نیک و بد کا انجام

۱۔ جب صور پھلے گا، قیامت قائم ہوگی، سب مجمع حشر میں اکٹھے ہوں گے، تو وہ دن سزا جزا کا ہوگا۔ اولین و آخرین سب جمع ہوں گے۔ وہ دن جس کی خبر دہشت ناک سنائی گئی ہے۔ ظاہر ہوگا یعنی روز جزا ہر آدمی زندہ ہوگا۔ اسکے ساتھ ایک فرشتہ ہوگا، جو اس کو لے جا کر دربار رب العزت میں کھڑا کرے گا، اور دوسرا اعمال نامہ کیلئے ہوگا جس میں اس کی زندگی کے سب احوال

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝۲۱ لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ
مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝۲۲

اور ہر شخص اسی طرح (میدان حشر میں) آوے گا کہ اس کے ہمراہ ایک (فرشتہ اس کو) ہانکنے والا اور ایک اس کے اعمال کا) گواہی دینے والا ہوگا ۝۲۱ (اور کافروں سے کہا جاوے گا کہ) بیشک تو اس معاملہ سے (دنیا میں) غفلت میں تھا۔ پس ہم نے تیرا پردہ (دل اور کانوں اور آنکھوں کا) اٹھا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے ۝۲۲

درج ہوں گے۔ اس وقت کہا جائے گا کہ دنیا کے مزدوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا، اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا، رسول جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا، آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردہ ہٹا دیا اور نگاہ خوب تیز کر دی، اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط۔ اور جتنے اعمال بد یا نیک کئے ہیں وہ سب پیش نظر ہیں۔ آج تجھ کو سب نظر آتا ہے جتنی باتوں کو نہ مانتا تھا آج تو سب کو مانتا ہے، اور ظاہر ظہور دیکھتا ہے دنیا میں مانتا تو فائدہ ہوتا۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو اس کا ہم نشین فرشتہ اعمال نیک یا بد دفتر اعمال خدمت میں پیش کر کے کہے گا: ”پروردگار! یہ جس قدر اعمال اس بندہ کے میرے پاس حاضر ہیں یا یہ کہ اس بندہ کی طرف اشارہ ہے کہ اے رب! یہ وہ بندہ حاضر ہے جس پر تو نے مجھ کو دنیا میں مسلط کیا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کے جواب میں دوزخیوں کے اوصاف فرما کر حکم دے گا کہ ان اوصاف کے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو۔ جو اللہ کو نہ مانتا تھا، سرکش نافرمان تھا، خود بھی ایمان سے متنفر، اوروں کو بھی منع کرنے والا، اپنے بھائی بندوں قرابت داروں کو اسلام سے روکنے والا، ظاہر بدکار حد سے گزرنے والا، خدا پر اتر اٹھانے والا، شک و شبہ میں گرفتار، اور وہ جو خدا کے ساتھ بتوں وغیرہ کو شریک ثابت کرتا تھا، تو ایسے کم بخت کافر کو پکڑ کر ہزار ذلت، شدید غلیظ دردناک عذاب میں ڈالو۔ جب کافر کو دوزخ کا حکم ہوگا تو کافر کہے گا کہ مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا۔ تب شیطان کہے گا کہ میں نے کچھ بھی گمراہ نہیں کیا۔ میری کوئی زبردستی اس پر نہ چلتی تھی، ذرا شہ دی تھی کہ یہ کم بخت خود گمراہ ہو کر نجات و صلاح کے راستے سے دور جا پڑا۔ شیطان یہ کہہ کر اپنا جرم ہلکا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میرے روبرو فضول جھگڑانہ پھیلاؤ، اب جھوٹے حیلے حوالے بہانے ظاہر کرنے سے کیا فائدہ۔ دنیا میں کیوں اسلام نہ لائے، میں نے تو سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا تھا، اور میرے رسول نے تم کو اس دن سے ڈرایا تھا، اب ہر ایک کو اسکے جرم کے موافق سزا ملے گی۔ جو گمراہ ہوا اور جس نے گمراہ کیا، سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے، اور میں بندوں پر ظالم نہیں کہ خواہ مخواہ بے گناہ ان کو پکڑ لوں، بلکہ جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔ جس نے جو کیا ہوگا پائے گا، اور میری بات نہیں بدلتی، یعنی کافر نہیں بخشا جاتا، اب کئی کئی بار عذر کرنے کے حیلے ڈھونڈنے سے کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۝۲۳ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ
 عَنِيدٍ ۝۲۴ مِّنَّا لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۝۲۵ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ الْهٰ اٰخَرَ
 فَالْقِيَةُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝۲۶ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا اَطْعَيْتُهُ وَاَلَكِنْ
 كَانَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝۲۷ قَالَ لَا تَخْصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ
 بِالْوَعِيْدِ ۝۲۸ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۲۹
 يَوْمَ نَقُوْلُ لِيْجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَا تٍ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۰

اور (وہ فرشتہ جو) اس کے (اعمال لکھنے والا) ہم نشین تھا کہے گا: ”یہ ہے (اس کا اعمال نامہ) جو میرے پاس حاضر ہے“ ۝۲۳ حکم ہوگا کہ (اے فرشتو) تم دونوں جہنم میں ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو ڈال دو ۝۲۴ جو بھلائی سے بہت روکنے والا حد سے بڑھنے والا (دین میں) شک کرنے والا ہے ۝۲۵ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہرایا تو تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈالو ۝۲۶ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: ”اے میرے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا و لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا“ ۝۲۷ فرمائے گا: ”میرے سامنے نہ جھگڑو اور تمہیں پہلے ہی میں اپنی کتابوں اور اپنے رسول کے ذریعہ تمہارے پاس وعدہ عذاب بھیج چکا تھا ۝۲۸ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں“ ۝۲۹ جس نے دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے: ”کیا تو بھرگئی“ اور وہ عرض کرے گی کہ کچھ اور زیادہ ہے ۝۳۰

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ بروز قیامت ہم کافروں کو دوزخ میں ڈال چکیں گے تو دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھرگئی، اور وہ جواب میں کہے گی کہ اور بھی جو کافر ہوں وہ بھی سہی۔ برابر ”لاؤ لاؤ“ کہے گی، اور دریافت کرے گی کہ کافروں میں اور بھی کوئی رہا یا نہیں، اگر رہا ہو تو لاؤ، یہاں تک دوزخیوں کا حال بیان ہوا۔ اب جنتیوں کا حال ذکر کرتا ہے کہ جس طرح اہل دوزخ کے دکھانے کے لئے دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جائے گا، اسی طرح عرش معلیٰ کی دائیں طرف کی جگہ محشر کے میدان کے سامنے کردی جائے گی۔ جس سے اہل جنت میدان محشر میں سے جنت کو دیکھ لیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا، جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا، اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اس کی طرف رجوع ہوئے اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرے، اور ایک پاک و صاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے، اس جنت کا وعدہ ایسے لوگوں سے دنیا میں رسولوں کی

وَأُزِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝۳۱ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ
 أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۝۳۲ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ
 مُنِيبٍ ۝۳۳ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۝۳۴ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝۳۵ لَهُمْ مَا
 يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝۳۶ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِمَّنْ
 قَرْنَهُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ ۝۳۷ هَلْ مِنْ مَّحِيصٍ ۝۳۸

اور جنت پر ہیزگاروں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی کہ ان سے کچھ دور نہ ہوگی ۳۱ ہم کہیں گے یہ ہے وہ کہ جس کا تم سے (رسولوں کی معرفت دنیا میں) وعدہ دیا جاتا تھا ہر رجوع لانے والے (احکام شرعیہ) کی نگہداشت والے کے لئے ۳۲ جو خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع ہونے والا دل لایا ۳۳ ہم ان لوگوں سے کہیں گے تم سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے ۳۴ ان کے لئے اس میں جو چاہیں (موجود ہے) اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے ۳۵ اور ہم ان (کفار) سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھیں، پھر (جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو) تمام شہروں میں تلاش کیا کہ کوئی (موت اور حکم الہی سے) بھاگنے کی جگہ ہے (مگر کہیں پناہ نہ ملی) ۳۶

معرفت کیا گیا تھا۔ وقت آ گیا ہے کہ سلامت و عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہو، اور خوش ہو کہ یہ وہ دن ہے کہ نہ تمہیں عذاب ہو، نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں، اب نہ فنا ہے نہ موت، اور جو جو چاہیں گے وہ ملے گا، اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہیں۔

۱۔ دوزخ کے عذاب کے ذکر کے بعد دنیا کے عذاب سے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو ڈرایا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کچھ قیامت پر ہی موقوف نہیں ہے۔ دنیا کے طرح طرح کے عذابوں سے ہزاروں گروہیں زمانہ ہائے گذشتہ میں ہلاک کر ڈالیں، جو ان سے طاقت، عزت، شوکت، اسباب و ہمت میں بدرجہا زائد تھیں۔ پھر باوجود اس قوت و ثروت کے اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی ٹھکانہ انہوں نے نہ پایا۔ حال کے لوگ بھی اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو ایک دن یہی نتیجہ ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا ہر شخص صاحب عقل نصیحت کو، کان لگا کر سننے والے کو یہ پچھلی قوموں کی ہلاکت کے قصے سن کر بڑی عبرت پکڑنی چاہئے، اور مذہب اسلام کو کھیل کود نہ جاننا چاہئے کہ کہیں یہی دن اس کے آگے نہ آئے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿۲۷﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۗ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ﴿۲۸﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿۲۹﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿۳۰﴾ وَاسْتَسْمِعْ يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۳۱﴾

پیشک اس (بیان) میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جو دل رکھتا ہو یا متوجہ ہو کر کان لگائے ﴿۲۷﴾ اور اے پیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو کچھ تکاں نہ ہوئی ﴿۲۸﴾ پس جو کچھ (کافر) کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان کرو آفتاب چمکنے سے پہلے (یعنی صبح کی نماز) اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے (یعنی ظہر و عصر) ﴿۲۹﴾ اور کچھ رات کے وقتوں میں (یعنی مغرب اور عشاء) اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد بھی ﴿۳۰﴾ اور کان لگا کر سنو ﴿۳۱﴾ جس دن پکارنیوالا قریب جگہ سے پکارے گا ﴿۳۱﴾

۱۔ شان نزول: یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیانی کائنات کو چھ روز میں بنایا، جن میں سے پہلا اتوار ہے پچھلا جمعہ، پھر وہ معاذ اللہ تھک گیا اور ہفتہ کو اس نے عرش پر لیٹ کر آرام لیا، اس آیت میں ان کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ تھکے۔ وہ قادر ہے کہ ایک آن میں سارا عالم بنا دے۔ ہر چیز کو حسب اقتضائے حکمت ہستی عطا فرماتا ہے، شان الہی میں یہود کا یہ کلمہ آنحضرت ﷺ کو بہت ناگوار ہوا، اور شدت غضب سے چہرہ مبارک پر سرخی نمودار ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی۔

قرب قیامت کی پکار

۲۔ اے محبوب ﷺ اس دن کا حال سنو جس دن پکارنے والا مکان قریب سے پکارے گا، اور اس دن ان کفار کو سزا ملے گی یعنی بروز قیامت۔ اکثر مفسرین نے مکان قریب کی تفسیر بیت المقدس کے اس پتھر کی کی ہے جو زمین سے بارہ میل کے قریب اونچا اور آسمان سے اسی قدر قریب ہے۔ ان کا قول ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے،

يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۳۲ اِنَّا
 نَحْنُ نُحْيِيْ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝۳۳ يَوْمَ تَشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُمْ
 سِرَاعًا ۗ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝۳۴ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا
 اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۗ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝۳۵

جس دن ایک سخت آواز سب لوگ بالیقین سن لیں گے۔ یہی دن (قبروں سے زندہ ہو کر) نکلنے کا ہے ۝۳۲ بیشک ہم جلاتے ہیں اور ہم مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ۝۳۳ جس دن زمین میں ان پر سے پھٹ جائے گی، (اور یہ قبروں سے زندہ ہو کر) دوڑتے ہوئے نکلیں گے، یہ اٹھانا ہم پر آسان ہے ۝۳۴ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ (کفار) کہتے ہیں اور تم ان پر کچھ خبر کرنے والے نہیں، پس تم قرآن سے اس شخص کو نصیحت کرو جو میرے وعدہ عذاب سے ڈرتا ہو ۝۳۵

سب مردوں کو آواز دیں گے کہ اے گلی ہوئی ہڈیو! بکھرے ہوئے جوڑو، ریزہ ریزہ شدہ گوشتو! پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کیلئے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ آگے فرمایا کہ حشر کی جن باتوں کو آج یہ لوگ جھٹلا رہے ہیں، صورتوں کی آواز سنتے ہی ان باتوں کا برحق ہونا ان کو معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہی دن قبروں سے نکلنے کا ہے۔ پھر حشر کی دلیل کے طور پر فرمایا کہ انسان کا نیست سے ہست ہونا، اور پھر پوری عمر ہو جانے کے بعد اس کا مرجانا، یہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ مرنے کے بعد جزا و سزا کیلئے انسان کو پھر جلا یا جائے گا، تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے سے لگے۔ اور جس نے پانی یعنی نطفہ سے رحم جیسی تنگ جگہ میں انسان کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونک دی، اس کو خاک سے انسان کا دوبارہ پتلا بنانا کچھ مشکل ہے۔ نہ اس پتلے میں روح کا پھونکنا کچھ مشکل ہے، چنانچہ صورتوں کی آواز سنتے ہی جب فوراً قبروں سے نکل کر ٹیڑیوں کی طرح میدانِ حشر کی طرف یہ لوگ دوڑیں گے، تو ان کو خود معلوم ہو جائے گا کہ جس کام کو یہ لوگ مشکل سمجھتے تھے وہ اس صاحبِ قدرت کے نزدیک کس قدر آسان تھا۔ فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم کو قرآن کو حشر کی باتوں کی جس طرح یہ لوگ جھٹلا رہے ہیں، وہ ہم کو سب معلوم ہے تم ان پر زبردستی مت کرو، وقت مقررہ پر ہم خود ان سے سمجھ لیں گے۔“ آخر آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں کے دل میں حشر اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے، اور عقوبت کی باتوں کا خوف ہے، اے محبوب ﷺ! ایسے لوگوں کو قرآن کی آیتوں کے مضمون کے موافق نصیحت کر دینی چاہئے، تاکہ امت کے جو لوگ نصیحت مانیں انکو نصیحت ماننے کا اجر عقوبتی میں حاصل ہو، اب حضور کے بعد امت میں جن علماء نے حضور ﷺ کے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کر کے شریعت کی معروف باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہیں، اور منکر باتوں کو لوگوں سے چھڑواتے ہیں، اور خود اپنی ذات پر شریعت کے پابند ہیں، ایسے علماء کو آنحضرت ﷺ نے انبیاء کا وارث فرمایا ہے۔

﴿ اسباق ۶ ﴾ ﴿ ۵۱ سُورَةُ الذُّرِّيَاتِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ ﴾ ﴿ ركوعا ۳ ﴾

سورہ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالذُّرِّيَاتِ ذُرًّا ۱ ۱ ۱ فَالْحَمِلَاتِ وَقَرًّا ۲ ۲ ۲ فَالْجَرِيَّتِ يُسْرًا ۳ ۳ ۳

قسم ہے اے ان ہواؤں کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں ہیں ۱ پھر ان بادلوں کی جو بوجھ (یعنی بارش کو) اٹھاتی ہیں ۲ پھر ان کشتیوں کی جو آہستہ چلتی ہیں ۳

خواص سورہ ذاریات: اس سورت کو مریض کے پاس پڑھنے سے مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے، اس سورت کو لکھ کر حاملہ عورت کے بوقت ولادت ران میں باندھے تو ان شاء اللہ ولادت آسان ہو، اور اس سورت کو بعد نماز عشاء ۷ بار پڑھے اور اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ تو ان شاء اللہ غنی ہو جائے، اور کاغذ پر لکھ کر مال میں رکھے تو اس میں خیر و برکت ہووے۔

عجائبات قدرت اور منکرین کی حالت اور انجام

۱ وَالذُّرِّيَاتِ، فَالْحَمِلَاتِ، فَالْجَرِيَّتِ، فَالْمَقْسَمَاتِ یہ سب صفتیں ہیں۔ الذُّرِّيَاتِ وہ تیز ہوا ہے جو خاک اڑاتی پھرتی ہیں ادھر ادھر دوڑتی ہیں اور شہروں کو برباد کر دیتی ہیں۔ مینہ سے پہلے بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں۔ فَالْحَمِلَاتِ وہ بادل جو بھاری بھاری بوجھ لاکھوں من پانی کا اٹھائے ہوئے ہوا میں معلق پھرتے ہیں۔ فَالْجَرِيَّتِ وہ کشتیاں جو مزے مزے سے آہستہ آہستہ دریا اور ندی نالوں میں ہزاروں من بوجھ سے چلتی ہیں، جن سے تجارت ہوتی ہے اور وہ ڈوبتی نہیں فَالْمَقْسَمَاتِ وہ فرشتے جو تمام شہروں میں بارش و رزق وغیرہ کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں، یعنی جبرئیل میکائیل و اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کہ یہ خلق پر موکل ہیں۔ اس قسم کے بعد یہ فرمایا کہ حشر اور اس دن کی جزا و سزا کا وعدہ جو اللہ کے رسول نے لوگوں سے کیا ہے وہ ایسا ایک سچا وعدہ ہے جس میں کچھ شک نہیں ہے، اور روز قیامت جس میں سب باتوں کا فیصلہ ہوگا، اچھی طری باتوں کی پاداش ملے گی، قصاص ہوگا، پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ کفار قرآن کے جھٹلانے میں کوئی ٹھکانے کی بات نہیں کہتے۔ بے ٹھکانے کی باتیں بتاتے ہیں۔ کبھی حضور ﷺ کو ساحر کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی کاہن، کبھی مجنون، اسی طرح قرآن کریم کو کبھی سحر بتاتے، کبھی کہانت، کبھی اگلوں کی داستانیں۔ سمجھدار کے لئے تو قرآن کریم میں وہ نصیحتیں ہیں کہ سوائے بد بخت ازلی کے اور سب پر ان نصیحتوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی پیدائش پر غور نہیں کرتے کہ جب سزا و جزا نہیں تو پھر آخر دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ بجائے اس کام کی بات پر غور کرنے کے دنیا کے مال و متاع کی غفلت اور بھول میں پھنس کر حشر کے باب میں یہ لوگ طرح طرح کی انگلیں دوڑاتے ہیں کہ وہ سزا و جزا کا دن کب ہے، ایسے لوگوں پر خدا کی

فَالْمَقْسَبَاتِ أَمْرًا ۝۴ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٍ ۝۵ وَإِنَّ الَّذِينَ
لَوَاقِعُ ۝۶ وَالسَّاءَ ذَاتِ الْحُبِّكَ ۝۷ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸
يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۝۹ قَتَلَ الْخَرِصُونَ ۝۱۰ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ
سَاهُونَ ۝۱۱ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمِ الَّذِينَ ۝۱۲ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ
يُقْتَلُونَ ۝۱۳ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۝۱۴ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُونَ ۝۱۵
إِنَّ السَّقِيْنَ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۝۱۶

پھر ان (فرشتوں) کی جو حکم کے موافق پانی و رزق (وغیرہ) تقسیم کرتے ہیں ۝ (اے لوگو!) بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے ۝ اور بیشک اعمال کی جزا ضرور ہونی ہے ۝ آرائش والے آسمان کی قسم! ۝ بیشک تم قول (یعنی پیغمبر اور قرآن کے بارے) میں باہم اختلاف رکھنے والے ہو ۝ اس قرآن سے وہی باز رکھا جاتا ہے جس کی قسمت ہی میں اوندھایا جانا ہے ۝ بے سند باتیں کرنے والے لعنت کئے گئے ۝ جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں ۝ پوچھتے ہیں کہ کب ہوگا انصاف کا دن (یعنی قیامت) ۝ کہہ دو اس دن ہوگا جس دن ان کو آگ میں عذاب کیا جائے گا ۝ اور ان سے ہم کہیں گے: ”اس اپنی سزا کو چکھو، یہ ہے وہ (عذاب) جس کی تم جلدی (دنیا میں) کرتے تھے“ ۝ بیشک (آج) پرہیزگار لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہیں ۝

پھنکار ہے، اور وہ اللہ کے علم ازلی میں دوزخی قرار پا چکے ہیں۔ اے محبوب ﷺ ایسے لوگوں کو اتنا ہی جواب دیدیا جائے کہ یہ سزا کا دن جب ہوگا کہ ایسے لوگ آگ میں جلیں گے، اور اللہ کے فرشتے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ کہیں گے کہ سخر اپن سے جس عذاب کی دنیا میں تم لوگ جلدی کیا کرتے تھے، سو آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔

اہل جنت کے اوصاف اور انعام

۱۔ اوپر اہل دوزخ کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ جو تقویٰ کرتے ہیں، خدا سے ڈرتے ہیں، کفر و شرک سے بچتے ہیں، وہ اس دن جنت کے عمدہ عمدہ باغوں میں ہوں گے۔ نہروں کے درمیان میں جلوس کریں گے، جن میں صاف صاف آب شیریں رواں ہوگا، اور انکے نیک عملوں کی جزا میں اللہ تعالیٰ نے جو بے حساب جنت کی نعمتیں ان کو عنایت فرمائیں، وہ انہوں نے بھر پائیں، اور وہ لوگ ان نعمتوں سے خوش اور راضی ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ وہ پہلے دنیا میں محسن تھے،

أَخَذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ۝^{۱۷}
 كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝^{۱۸} وَ بِأَلْسِنَتِهِم
 يَنْتَفِرُونَ ۝^{۱۹} وَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝^{۲۰} وَ فِي
 الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝^{۲۱} وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝^{۲۲}

انکے پروردگار نے انکو جو (اجر) عطا کیا ہے وہ اس کو (خوشی خوشی) لے رہے ہیں، بے شک وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) نیکو کار تھے ۱۷ وہ لوگ رات کو (بسبب تہجد گزاری اور ذکر الہی کے) بہت کم سوتے تھے ۱۸ اور وہ سحر کے وقت (ہم سے) بخشش مانگا کرتے تھے ۱۹ اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور بے مانگنے والے کا حصہ مقرر تھا ۲۰ اور یقین کر نیوالوں کیلئے زمین میں نشانیاں ہیں ۲۱ اور خود تم میں بھی موجود ہیں، پس کیا تم نہیں دیکھتے ۲۲

قول و فعل میں اخلاص و احسان برتتے تھے، وہ اللہ کی یاد میں رات تہجد، اور شب بیداری میں گزارتے تھے، اور راتوں کو کم سوتے تھے، اور شب کا پچھلا حصہ استغفار میں گزارتے تھے، اور اتنے سو جانے کو بھی تقصیر سمجھتے تھے۔ اور ان کے مال بند نہ رہتے تھے۔ بلکہ ان میں فقیروں محتاجوں مسکینوں کا حق بھی ہوتا تھا یعنی زکوٰۃ صدقہ خیرات دیتے تھے۔ اپنے مالوں میں فقیروں کا حق سمجھتے تھے۔ سائل تو وہ ہے جو اپنی حاجت کیلئے لوگوں سے سوال کرے۔ اور محروم وہ ہے جو باوجود تنگ دست ہونے کے لحاظ کے مارے کسی سے سوال نہ کرے۔ اوپر سے حشر کا جوڑ کر تھا اب آگے اس سلسلہ کو پورا کرنے کیلئے فرمایا کہ جو صاحب قدرت آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے مثلاً اناج کے دانے سے ہزاروں دانے اور ایک میوے کی گٹھلی سے ہزاروں میوے کی چیزیں پیدا کرتا ہے، اور جس نے خلاف عقل ایک بوند پانی سے انسان کو پیدا کر کے بچہ سے بڑھا پے تک اس میں طرح طرح کے نمونے رکھے، جو خود تم میں اللہ کی قدرت و حکمت کی ہزاروں علامات پینات موجود ہیں، تم اپنے آپ میں کیوں غور نہیں کرتے اور اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتے۔ خدا پر دلیل چاہتے ہو خود دلیل ہو، جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں، یہ سب باتیں ایسے لوگوں کیلئے پوری حشر کی نشانیاں ہیں۔ پس اے لوگو! قسم ہے اللہ کی جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے کہ یہ بات حق ہے، ایسی یقینی ہے جس سے تمہارا بولنا یقین یعنی قیامت میں، اور صدق مذہب اسلام میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یا مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اے مسلمانو! جیسے وہ بات یقینی ہے جس کو تم ورد رکھتے ہو، یعنی کلمہ طیب، یوں ہی یہ بات بھی یقینی ہے کہ رزق آسمان میں ہر ایک شخص کا مقدر ہے، جو قسمت میں لکھا گیا اس سے نہ زائد ملے نہ کم ملے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطُقُونَ ﴿۲۳﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ ضَيْفِ
 إِبْرَاهِيمَ الْمَكْرَمِينَ ﴿۲۴﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۗ قَالَ سَلَامٌ
 قَوْمٍ مُّسْكِرُونَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَبِينٍ ﴿۲۶﴾
 فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۲۷﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۗ
 قَالُوا لَا تَخَفْ ۗ وَبَشِّرُوهُ بِعُلْمٍ عَلِيمٍ ﴿۲۸﴾ فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي
 صَرَةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوا كَذَلِكَ
 قَالَ رَبُّكَ ۗ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۳۰﴾

اور آسمان میں تم سب کا رزق ہے اور جس کا تم سے (آخرت کے ثواب و عذاب وغیرہ کا) وعدہ دیا جاتا ہے ﴿۲۲﴾ پس
 قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی، بیشک یہ خبر سچی ہے اس کی مانند جو تم بولتے ہو ﴿۲۳﴾ (اے محبوب!
 ﷺ) کیا تمہارے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ہے ﴿۲۴﴾ جب وہ (مہمان) اس
 کے پاس آئے پھر ابراہیم کو سلام کیا، ابراہیم نے بھی (جواب میں) کہا: ”سلام“ (ابراہیم نے دل میں کہا کہ یہ)
 اجنبی لوگ ہیں ﴿۲۵﴾ ابراہیم پھر اپنے گھر کی طرف چلے تو ایک فریبہ بچھڑا بھنا ہوا لائے ﴿۲۶﴾ پھر اس کو ان کے پاس رکھ کر
 کہنے لگے: ”تم کھاتے کیوں نہیں؟“ ﴿۲۷﴾ جب نہ کھایا پس اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگے، انہوں نے کہا: ”ڈرو
 نہیں“ اور انہوں نے ابراہیم کو ایک علم والے فرزند پیدا ہونے کی (بشارت دی) ﴿۲۸﴾ پس ابراہیم کی بیوی (سارہ) نے
 آواز سے آئیں پھر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں (تعجب سے): ”کیا بڑھیا بانجھ (جنے گی)“ ﴿۲۹﴾ فرشتے
 کہنے لگے: ”تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرما دیا ہے، بیشک وہ حکمت والا، جاننے والا ہے“ ﴿۳۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری

۱۔ یہ قصہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں مفصل گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

marfat.com

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةٌ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۳۴﴾ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾

ابراہیم نے اے فرمایا اے فرشتو! تم (یہاں) کس کام سے آئے ہو ﴿۳۱﴾ فرشتوں نے کہا بیشک ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں ﴿۳۲﴾ ہم انکے سر پر مٹی کے پتھر (یعنی کنکر) برسائیں ﴿۳۳﴾ جو تمہارے پروردگار کے پاس حد سے بڑھنے والے لوگوں کیلئے نشان کئے ہوئے رکھے ہیں ﴿۳۴﴾ پس ہم نے اس بستی میں جو مسلمان تھے انکو نکال دیا ﴿۳۵﴾

نافرمانی کا انجام

اے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کس کام کیلئے زمین پر تمہارا آنا ہوا ہے، خاص کر مطلب کیا ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قوم لوط پر پتھر برسانے کے عذاب کیلئے بھیجا ہے، یہ قوم سرکش فاسق فاجر، مشرک گنہگار ہے۔ انہوں نے اعمال خبیثہ کر کے اپنے اوپر ہلاک و عذاب واجب کر لیا ہے۔ تفسیر سدی اور تفسیر حسن بصری میں لکھا ہے کہ ان کنکروں پر خدا کی طرف سے ایک مہر کی سی صورت تھی، جس سے وہ کنکر دنیا کے کنکروں سے الگ پہچانے جاتے تھے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نشان کئے ہوئے کنکر تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فقط کنکروں کے مینہ کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ ہود میں گذر چکا ہے کہ پہلے ان لوگوں کے رہنے کی بستیاں الٹی گئیں، اور پھر یہ پتھروں کا مینہ برسا۔ قوم لوط کے چار لاکھ آدمی تھے جو اس عذاب الہی سے ایک دم میں ہلاک ہو گئے۔ آگے مفسرین نے اس وجہ سے فرمایا کہ انہوں نے اپنے عمل میں قناعت نہ کی کہ جو ان پر مباح تھا، یعنی مرد اور عورت کی مباشرت کی حد سے بڑھ کر یہ لوگ لڑکوں سے بد فعلی کرتے تھے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ماجرا سنا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت لوط علیہ السلام کا خیال آیا کہ ان کا اس ہنگامہ میں کیا حال ہوگا۔ فرشتوں نے کہا ”اے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ہم جب عذاب لائیں گے تو ان گاؤں شہروں کے جتنے آدمی مسلمان ہوں گے، ان سب کو نکال دیں گے۔“ اس قصہ کو مختصر طور پر فرمایا ہے، سورہ حجر میں گذر چکا ہے کہ حضرت لوط اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے بچا دیا۔ ہاں حضرت لوط علیہ السلام کے رشتہ داروں میں سے ان کی بیوی جو نافرمان لوگوں کی طرف دار تھی جو وہ عذاب میں پکڑی گئی اور وہاں جو عذاب اتارا تو تختہ تباہ کر دیا۔ ایسا حال کر دیا کہ آئندہ کو مدت تک عقل والوں، عبرت پکڑنے والوں، نصیحت سمجھنے والوں کو جو خدا کے عذاب الیم سے دنیا و آخرت میں ڈرتے ہیں، عبرت ہو جائے، پھر کوئی ایسا کام نہ کرے اور لوگ خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً
لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَى إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَى
فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾
فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَةً فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ
أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَنتَ عَلَيْهِ إِلَّا
جَعَلْتَهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَسْبَعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾
فَعْتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٤٤﴾

پس ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان (یعنی لوط) کا پایا ﴿۳۶﴾ اور ہم نے اس بستی میں (کافروں کو ہلاک کرنے کے بعد) نشانی باقی رکھی ان لوگوں کے لئے جو دردینے والے عذاب سے ڈرتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور اے موسیٰ کے قصہ میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف روشن دلیل (یعنی معجزہ) کے ساتھ بھیجا ﴿۳۸﴾ تو وہ اپنے لشکر سمیت (ایمان لانے سے) پھر گیا اور کہنے لگا کہ یہ جادو گر ہے یا دیوانہ ہے ﴿۳۹﴾ پس ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا (یعنی غرق کر دیا) اور وہ (اس حال میں) اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا (کہ کیوں موسیٰ پر ایمان نہ لایا) ﴿۴۰﴾ اور عاد کے قصوں میں (بھی) نشانی ہے جبکہ ہم نے ان پر بے نفع آندھی (یعنی ہلاک کرنے والی ہوا) بھیجی ﴿۴۱﴾ جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر کے چھوڑتی ﴿۴۲﴾ اور ثمود (کے قصہ) میں نشانیاں ہیں جب کہ ان کو کہا گیا کہ ایک وقت تک (یعنی موت تک دنیا میں) چین کر لو ﴿۴۳﴾ پس (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے حکم (ماننے) سے سرکشی کی پھر تو ان کو سخت آواز (کے عذاب) نے پکڑا اور وہ (اس عذاب کو) دیکھ رہے تھے ﴿۴۴﴾

۱۔ اوپر قوم لوط کی ہلاکت اور اس قصہ سے عبرت پکڑنے کا ذکر تھا، ان آیتوں میں فرمایا کہ فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کے قصے جو چند سورتوں میں تفصیل سے گزر چکے ہیں یہ سب عبرت کے قابل ہیں۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَّصِرِينَ ﴿۳۵﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ
 مِمَّنْ قَبْلُ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۳۶﴾ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا يَدَيِ
 وَإِنَّا لَنُوسِعُونَ ﴿۳۷﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْبَهْدُونَ ﴿۳۸﴾ وَ
 مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۳۹﴾ فَفِرُّوْا إِلَى
 اللَّهِ ۗ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا
 آخَرَ ۗ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۱﴾

پس نہ تو وہ اٹھ سکے (یعنی بھاگ سکے) اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے ﴿۳۵﴾ اور ان سے پہلے ہم نے نوح کی قوم کو
 ہلاک کیا، بے شک وہ بدکار لوگ تھے ﴿۳۶﴾ اور آسمانوں کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بیشک ہم اس کے بنانے
 پر قدرت رکھنے والے ہیں ﴿۳۷﴾ اور ہم نے زمین کو (فرش کے طور پر) بچھایا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں ﴿۳۸﴾
 اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿۳۹﴾ پس (اے محبوب ﷺ تم کہو کہ اے لوگو!) تم
 اللہ کی (توحید کی) طرف دوڑو، بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ظاہر ڈرسانے والا ہوں ﴿۴۰﴾ اور اللہ
 کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈرسانے والا ہوں ﴿۴۱﴾

توحید کا بیان

اے اوپر پچھلی قوموں کی ہلاکت ہو جانے کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے ہلاک ہوئے، ورنہ
 آسمان زمین دنیا کے تمام موجودات اس بات کے سمجھنے کیلئے سمجھدار کو کافی ہیں کہ جس نے انسان کو اور انسان کی تمام ضرورت کی
 چیزوں کو پیدا کیا، تو عبادت اسی وحدہ لا شریک کا حق ہے۔ اس حق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر کافر لوگ اتنی بات سمجھ کر
 اللہ کا حق پورا ادا کرتے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کا حق پورا ادا کرتا۔ اس نصیحت کے بعد فرمایا: ”اے محبوب ﷺ تم مشرکین کو جتلا دو
 کہ اگر وہ اپنی نجات چاہتے ہیں، تو اللہ کی نافرمانی اور بت پرستی چھوڑ کر خالص اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں۔“ ورنہ
 گھڑی گھڑی ان کو یہ بات سنا دو کہ میں کھلم کھلا اللہ کے عذاب سے تم لوگوں کو ڈرسانے آیا ہوں۔

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ
 مَجْنُونٌ ﴿۵۲﴾ أَتَوَاصُوا بِهِمْ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
 فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ﴿۵۴﴾ وَذَكَرْنَا لِلَّذِينَ كَرِهُوا نَفْعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۵﴾ وَ
 مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾

اسی لہ طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس جب کوئی رسول آیا تو یہی کہا کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ﴿۵۲﴾ کیا آپس میں ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟ (یہ وصیت تو نہیں کی) بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں ﴿۵۳﴾ تو (اے محبوب ﷺ) تم ان سے منہ پھیر لو پس تم پر کچھ الزام نہیں (کیونکہ تم رسالت کی تبلیغ فرما چکے) ﴿۵۴﴾ اور نصیحت کرو کہ نصیحت مسلمانوں کو فائدہ دیتی ہے ﴿۵۵﴾ اور ۲ میں نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں ﴿۵۶﴾

لہ حاصل یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے صاحب شریعت نبیوں کا سلسلہ دنیا میں شروع ہو کر آنحضرت ﷺ پر سلسلہ ختم ہوا، اور حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام کو جس طرح انکی قوموں نے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم نے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے جھٹلایا، اور دیوانہ جادوگر بتلایا۔ اس کا ذکر جگہ جگہ قرآن شریف میں گزر چکا ہے۔ اسی واسطے جب قریش نے آنحضرت ﷺ کو طرح طرح کی ایذا دی۔ اور جھٹلایا اور جادوگر، دیوانہ اور قرآن شریف اور معجزوں کو جادو کہنا شروع کیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وصیت کے طور پر جس طرح بڑے چھوٹوں کو ایک بات کہہ دیتے ہیں، وہی حال ان نبیوں کے جھٹلانے والی قوموں کا ہے کہ ایک زبان ہو کر سب کے سب ایک ہی بات کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ وصیت تو ایک دوسرے کو کیا کریں گے، ایک قوم عذاب الہی سے جب اجڑ چکی ہے، جو اس کے بعد قوم پیدا ہوئی بلکہ ایک زبان ہو کر یہ سب اس لئے ایک ہی بات کہتے ہیں کہ یہ سرکش لوگ ہیں، اور ان سب کا بہکانے والا شیطان ایک ہی ہے۔ اس لئے وہ اگلے پچھلے سب کے کانوں میں ایک ہی بات پھونکتا ہے، اور یہ سب ایک زبان ہو کر ایک ہی بات کہتے ہیں۔ پس اے محبوب ﷺ! ان سے منہ پھیر لو، کنارہ کرو، ان کے کہے کا برا نہ مانو۔ ان کافروں کی گمراہی کا تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے ان کو پوری نصیحت کر دی۔ اب تم زیادہ ان کے درپے نہ ہو، اللہ ان سے خود سمجھ لے گا۔ سو آپ یہ سلسلہ جاری رکھئے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا، اس کو یہ سمجھانا کام دے گا۔ جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا، اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔

انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ میں نے جنوں کو اور انسانوں کو فقط اسی لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں، میرے احکام مانیں،

مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطِيعُونِ ۝۵۷ إِنَّ اللَّهَ هُوَ
 الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْبَتِّينِ ۝۵۸ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ
 ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝۵۹ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
 يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝۶۰

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں ۵۷ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا
 قوت والا قدرت والا ہے ۵۸ پس تحقیق جنہوں نے ظلم کیا ان کے لئے (عذاب سے) ایک حصہ ہے جیسے ان
 کے ساتھیوں (یعنی اگلے کافروں) کے لئے (عذاب سے) ایک حصہ تھا ۵۹ پھر وہ مجھ سے (عذاب کے نازل
 ہونے کی) جلدی نہ کریں پس کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے اس دن کے آنے سے کہ جس کا وعدہ دیئے
 جاتے ہیں (یعنی قیامت) ۶۰

میں نے سب کو اسی کا حکم دیا ہے کہ توحید اختیار کریں۔ آگے فرمایا کہ ان کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، ان ہی کا نفع ہے۔
 میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے: ”میرے لئے کما کر لاؤ، یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو“۔ میری ذات ان تخیلات سے
 پاک اور برتر ہے۔ میں ان سے اپنے لئے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں۔ بھلا مجھ جیسے زور
 آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور
 عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد مستحق بنو۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ ظالم بندگی کی
 طرف نہیں آتے، تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا چاہتا ہے، خواہ مخواہ سزا میں
 جلدی نہ مچائیں۔ جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچان کو پہنچ کر رہے گا۔ جتنی دیر ہوا اتنی غنیمت جانیں اور سوچیں
 سمجھیں۔ سخت افسوس ہے ان کو جو کافر ہیں رسول و قرآن کا نہیں مانتے۔ اس دن جس کا ان سے وعدہ ہے یعنی روز قیامت کا
 اس روز ان کی تباہی ہے۔

﴿اباھا ۲۹﴾ ﴿۵۲ سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ ۷۶﴾ ﴿مَرْكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورہ طور مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالتُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۲ فِي رَاقٍ مَّشْهُورٍ ۳

قسم ہے ۱ (کوہ) طور کی ۲ اور اس لکھی ہوئی کتاب کی ۳ جو کشادہ ورقوں میں لکھی ہوئی ہے ۴

خواص سورہ طور: اگر قیدی اس سورہ کو پڑھا کرے تو بہت جلدی رہائی پاوے۔ مسافر اس سورہ کو راستے میں پڑھے تو اسے ہر طرح کا امن رہے۔ اگر اسے پانی پر دم کر کے پانی کو بچھو پر چھڑکا جائے تو بچھو مر جائے گا۔ جس عورت کے لڑکی کے سوا لڑکانہ پیدا ہوتا ہو تو اس کے پیٹ پر گول لکیر کھینچے اور ستر بار انگلی کے پھیرنے کے ساتھ یا متین کہتا رہے ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔ (شاہ ولی اللہ)

اہل دوزخ و اہل جنت کا انجام۔ دُنیا کھیل تماشہ نہیں ہے، جو جیسا کرے گا ویسا پھل پائے گا۔
 ۱۔ قسم ہے طور کی۔ طور وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں، اور قسم ہے کتاب مسطور کی جو صاف صاف کھلے ہوئے صحیفہ میں لکھی ہے۔ کتاب مسطور سے مراد یا قرآن ہے، یا توریت یا لوح محفوظ، جس میں احوال بنی آدم مندرج ہیں۔ یا بندوں کے نامہ اعمال مراد ہیں۔ جس کو بندے بروز قیامت پڑھیں گے۔ اور قسم ہے بیت المعمور کی۔ بیت المعمور ساتویں آسمان میں عرش کے سامنے کعبہ شریف کے بالکل مقابل ہے۔ یہ آسمان والوں کا قبلہ ہے۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں طواف و نماز کیلئے حاضر ہوتے ہیں، پھر کبھی انہیں لوٹنے کا موقع نہیں ملتا۔ ہر روز نئے ستر ہزار حاضر ہوتے ہیں۔ حدیث معراج میں بصحت ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ساتویں آسمان میں بیت المعمور کو ملاحظہ فرمایا، اور قسم ہے بلند چھت کی۔ اس سے مراد آسمان ہے، جو زمین کیلئے بمنزلہ چھت ہے، جو سب چیزوں سے بلند ہے، اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کر دے گا، جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی زیادتی ہو جائے گی (خازن) ان سب کی قسم کے بعد فرمایا کہ جس نافرمانی کی حالت میں یہ لوگ ہیں، اسی حالت میں جو لوگ ان میں سے مرجائیں گے، تو جس عذاب کا ان لوگوں سے وعدہ ہے، وہ ضرور عذاب واقع ہو کر رہے گا، اور ضرور آئے گا جس میں کوئی شبہ نہیں، جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ آگے فرمایا کہ جس دنیا کی زندگی کے بھروسہ پر انسان اس عذاب سے غافل ہے، وہ دنیا ہمیشہ رہنے کی چیز نہیں ہے، بلکہ اس دن آسمان، پہاڑ جو آج ایسے مضبوط نظر آتے ہیں، پہلا صور شروع ہوتے ہی آسمان سب کو لے کر چکی کی طرح گھومیں گے، اور اس طرح حرکت میں آئیں گے کہ ان کے اجزا مختلف و منتشر ہو

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۱۰ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۱۱ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۱۲
 إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۱۳ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۱۴ يَوْمَ تَمُورُ
 السَّمَاءُ مَوْرًا ۱۵ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۱۶ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
 لِلْمُكَذِّبِينَ ۱۷ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۱۸ يَوْمَ يَدْعُونَ
 إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً ۱۹ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۲۰

اور بیت المعمور کی (جو آسمان والوں کا قبلہ ہے) ۱۰ اور بلند چھت کی (یعنی آسمان) ۱۱ اور سلگائے ہوئے سمندر کی ۱۲ بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب (کفار پر) ضرور ہونا ہے ۱۳ جسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے ۱۴ (یہ اس دن ہوگا جس دن) آسمان ہلنا سا ہلے گی ۱۵ اور پہاڑ چلنا سا چلیں گی ۱۶ پس اس دن (رسولوں کے) جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۱۷ وہ جو (کفر و باطل کے) مشغلہ میں کھیل رہے ہیں ۱۸ جس دن کہ وہ دوزخ کی طرف سختی سے دھکیلے جائیں گے۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) ۱۹ یہی وہ آگ ہے جس کو تم (دنیا میں) جھٹلایا کرتے تھے ۲۰

جائیں گے، اور پہاڑ بادلوں کی طرح سے ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ آگے فرمایا کہ بروز قیامت ان کیلئے جو رسول و قرآن کو جھٹلاتے تھے، تو حید و قیامت کونہ مانتے تھے، سخت افسوس و حسرت والا عذاب ہوگا۔ وہ لوگ جو دنیا میں خرافات باتوں میں غورو فکر کیا کرتے تھے، سچی باتوں کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے، حق و یقین کو کھیل جانتے تھے، وہ ایسا دن ہوگا کہ یہ لوگ دوزخ کی آگ میں دھکے دے دے کر ڈالے جائیں گے، اور ذلت و خواری سے کھینچنے جائیں گے، یعنی زنجیروں میں جکڑ کر، گھسیٹ گھسیٹ کر، مار مار کر منہ کے بل دوزخ میں پھینکیں گے۔ جب وہاں پہنچیں گے، تو دار و غرہ دوزخ کہیں گے کہ یہ وہی آگ ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے، اور پیغمبروں کو جھٹلاتے تھے، ان کو جادو گر بتاتے تھے۔ کیا یہ جادو ہے، نظر بندی ہے، حقیقت میں کچھ نہیں۔ کیا یہ یعنی روز قیامت یا عذاب دوزخ جیسا تم پیغمبروں کو جب وہ معجزے دکھاتے تھے، کہتے تھے کہ نظر بندی ہے، کہیں دوزخ تو نظر بندی نہیں ہے، اب سب غرور کی باتیں تمہاری مٹ گئیں۔ لو اب دوزخ میں جلو۔ صبر کرو خواہ نہ کرو، سب برابر ہے، اب تو یہیں رہنا ہے، جی میں آئے چیخ لو، جی میں آئے چپ پڑے رہو، یہ خدا کا ظلم نہیں۔ بالکل وہی تمہارے اعمال ہیں جو تم دنیا میں بڑی خوشی سے کرتے تھے، انہیں کا بدلہ ہے جو مل رہا ہے۔

أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝۱۵ إصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۶ إِنَّ السَّاعِقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ۝۱۷ فَكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَدْ رَآهُمُ رَبُّهُمْ وَعَذَابَ الْجَحِيمِ ۝۱۸ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۹ مُتَّكِنِينَ عَلَى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۝۲۰ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝۲۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

پس کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہیں (اب بھی) نہیں سوجھتا ۱۵ اس (دوزخ) میں داخل ہو، پس اب صبر کرو یا نہ صبر کرو تمہارے لئے برابر ہے، تم کو اسی کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ۱۶ بیشک پرہیزگار لوگ (بہشت کے) باغوں میں اور عیش میں ہیں ۱۷ اپنے پروردگار کی عطا پر شاد شاد ہیں اور انہیں ان کے پروردگار نے عذاب دوزخ سے محفوظ رکھا ۱۸ (ان سے کہا جاوے گا کہ) خوب کھاؤ اور پیو خوشگوار سے اپنے عملوں کے سبب جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ۱۹ وہ تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں (بیٹھے ہوں گے) اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے ۲۰ اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور انکی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔

اہل جنت کا شاندار انجام

۱۔ اوپر کی آیتوں میں اہل دوزخ کا ذکر فرمایا کہ ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ شرک و کفر خرافات سے بچتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں، وہ اس دن باغات پر بہار میں ہوں گے۔ چشمے بہتے ہوں گے۔ ان کے پروردگار نے جو ان کی نعمتیں عیش لذتیں دی ہوں گی، ان میں مشغول و مصروف ہوں گے۔ خوشیاں مناتے ہوں گے کہ خدا نے ان کو دوزخ سے بچایا۔ اللہ ان سے کہے گا کہ ”اے میرے اچھے بندو! جنت میں جو چاہو کھاؤ جو چاہو پیو، میوے مزیدار، نہریں خوشگوار سب موجود ہیں۔ جو کام دنیا میں کرتے تھے اس کے بدلہ میں آج عیش لوٹو، مبارک سلامت۔ اب نہ موت ہے نہ نکلنا، نہ گناہ، وہ جنت کے تخت اور چھپر کھٹوں پر صف بصف آپس میں برابر ملے ملے تکیہ لگائے ہوئے بادشاہوں کی طرح بیٹھیں گے۔ اور ہم نے ان کا خوبصورت عورتوں نور سے بنی ہوئی سفید رنگ بڑی آنکھوں والیوں سے نکاح کیا ہوگا، ان سے وہ لذت اٹھائیں گے۔“

أَحْقَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلْتَنَهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۗ كُلُّ
 أَمْرٍ يُبَا كَسِبَ رَاهِبِينَ ﴿۲۱﴾ وَأَمَدَدْنَهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَ لَحْمٍ مِّمَّا
 يَشْتَهُونَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَعْوُ فِيهَا وَلَا تَأْتِيمُ ﴿۲۳﴾ وَ
 يَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
 عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾

تو انہم ان کی اولاد کو (بھی درجہ میں) ان سے ملا دیں گے اور ہم ان کے عملوں میں سے کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص (یعنی کافر) اس دن (اس میں گرفتار ہوگا جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا ہے ﴿۲۱﴾ اور ان (اہل جنت) کو جس میوے اور جس گوشت کو دل چاہے گا ہم ان کو بکثرت دیں گے ﴿۲۲﴾ وہاں آپس میں جام شراب ایک دوسرے سے لے گا جس میں نہ بیہودگی ہوگی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ گنہگاری ﴿۲۳﴾ اور ان کی خدمت میں ایسے (حسین اور پاکیزہ) لڑکے ان کے گرد پھریں گے جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں ﴿۲۴﴾ اور وہ (جنتی جنت میں) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے (کہ بھائی دنیا میں کیا عمل کرتے تھے) ﴿۲۵﴾

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ رسول و قرآن پر سچے دل سے ایمان لائے ہوں گے، اور ان کی اولاد نے ان کا اتباع کیا ہوگا تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے باپوں کے ساتھ جنت میں ملا دیں گے۔ یعنی اگر ماں باپ کے مراتب جنت میں برتر ہوں گے، اور اولاد کے پست درجہ ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ باپوں کی خوشی کے لئے اولاد کے مراتب بلند کر دے گا۔ یا یہ کہ اولاد جو نابالغی کی حالت میں مرگئی ہوگی، ان کو خدا جنت میں ان ہی درجوں میں جہاں انکے ماں باپ ہوں گے داخل کر دے گا۔ اور یہ درجہ محض اپنی رحمت و فضل سے دے گا تا کہ اولاد کے اور ماں باپ کے ایک جگہ ہو جانے سے ماں باپ کا دل خوش ہو جائے۔ اس درجہ کے معاوضہ میں ماں باپ کے عملوں میں سے کوئی عمل نہ گھٹایا جائے گا۔ آگے فرمایا کہ ہر ایک آدمی سے اس کے عملوں کی پوچھ گچھ ہوگی۔ اچھے عملوں پر ثواب اور بڑے عملوں پر عذاب ملے گا، یا یہ کہ ہر کافر اپنے کفری عمل میں دوزخ کے اندر گرفتار ہے، یا یہ کہ ہر گنہگار اپنے اپنے عملوں میں گرفتار ہوگا۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ ایک کا گناہ دوسرے کے اوپر ڈالا جائے۔ پھر ان میں جو خدا چاہے گا ویسا حکم فرمائے گا۔

۲۔ اس آیت میں فرمایا ہم نے اہل جنت کو طرح طرح کے میوے، اور قسم قسم کے گوشت جن جانوروں کے چاہیں گے دیئے

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمِنَ اللَّهِ عَلَيْنَا وَ
 وَقْنَا عَذَابَ السُّوْمِ ﴿۲۷﴾ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۗ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ
 الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾ فَذَكَرْنَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۗ ﴿۲۹﴾

کہیں گے بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں (یعنی دنیا میں اللہ کے عذاب سے) ڈرا کرتے تھے ﴿۲۶﴾ پس خدا نے ہم پر (رحمت و مغفرت فرما کر) احسان کیا اور ہم کو (دوزخ کی) لو (گرم ہوا) کے عذاب سے بچالیا ﴿۲۷﴾ بیشک ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس کی عبادت کرتے تھے بیشک وہی احسان کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۸﴾ پس اے (اے محبوب! ﷺ) تم نصیحت فرماؤ کیونکہ تم اپنے پروردگار کی عنایت سے نہ کاہن ہونہ مجنون (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں) ﴿۲۹﴾

ہوں گے، اور آپس میں بیٹھ کر شرابِ طہور کے دورے کریں گے۔ اور ساغر بھر بھر کر آپس میں ایک دوسرے کو دے گا۔ خوب پیئیں گے اور پلائیں گے۔ فرمایا کہ دنیا کی شراب پینے کے بعد جس طرح آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی، اور بیہودہ باتیں اس کے منہ سے نکلنے لگتی ہیں، جنت کی شراب کا دور پر دور چلے گا اور کبھی کوئی بیہودہ بات کسی جنتی کے منہ سے نہ نکلے گی، اور ان کی خدمت کیلئے آمدورفت کریں گے ایسے نوجوان لڑکے کہ گویا صفائی اور سفیدی میں مثل موتی کے ہوں گے۔ پوشیدہ سیپ میں جو موتی کام میں لایا جائے وہ ذرا میلا ہو جاتا ہے، ان غلاموں کا رنگ ایسا آبدار ہوگا جس طرح بے کام میں لایا ڈبہ میں رکھا ہوا موتی آبدار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کسی جنتی کے پاس خدمت میں دوڑنے والے غلام ہزار سے کم نہ ہوں گے، اور ہر غلام جد اجد خدمت پر مقرر ہوگا۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ صحابہ کرام نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! خادم جب مانند موتیوں کے ہوں گے تو مخدوم کا کیا حال ہوگا۔“ فرمایا: ”فضیلت مخدوم کی خادم پر ایسی ہوگی جیسے چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر ہوتی ہے۔ اب آگے یہ ذکر ہے کہ یہ متقی لوگ دنیا میں عذاب سے بچانے کی دعا کیا کرتے تھے۔ اس حالت کو یاد کر کے جنتی اس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے، اور غایت مسرت و امتنان سے کہیں گے کہ بھائی ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے، کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی۔ ہم اپنے رب سے ڈر کر اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی، اور ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا کہ آتش جہنم کے عذاب سے بچالیا۔

۱۔ شان نزول: تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں ہیں جب اللہ کا سچا دین روز بروز ترقی کرنے لگا، تو موسم حج میں باہر کے مسافر لوگ مکہ کو آتے تھے۔ مشرکین مکہ ان دنوں میں کچھ آدمی اطراف مکہ میں بٹھا

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّبَّئْنَا بِمَا رَايِبَ الْمُنُونَ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبُّوا
فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَاهُمْ بِهَذَا أَمْ
هُمْ قَوْمٌ طَاعُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقْوَلَهُ ج بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾
فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ
شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخُلُقُونَ ﴿۳۵﴾

کیا (یہ کافر لوگ یوں) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں۔ (اور) ہم ان کے بارے میں حوادث زمانہ کا انتظار کرتے ہیں ﴿۳۰﴾ تم
فرماؤ کہ (اچھا) تم انتظار کئے جاؤ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ﴿۳۱﴾ کیا ان کی عقلیں یہی بتاتی ہیں (کہ
تمہاری شان میں ایسے کلمات کہیں) یا وہ سرکش لوگ ہیں ﴿۳۲﴾ کیا (کفار) کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو (خود) بنا لیا
ہے (یہ کچھ بھی نہیں) بلکہ یہ لوگ ایمان نہیں رکھتے ﴿۳۳﴾ پس چاہئے اسی طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر وہ سچے
ہیں ﴿۳۴﴾ کیا وہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے پیدا ہو گئے ہیں یا وہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں ﴿۳۵﴾

دیتے تھے کہ وہ ان مسافروں سے آنحضرت کی طرح طرح سے مذمت کریں۔ کسی سے کہہ دیں کہ یہ کاہن ہیں، کسی سے کہہ
دیں کہ یہ شاعر ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کا انجام

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ کافر لوگ جب اللہ کے حکم کو نہیں مانتے تو ان کی سرکشی تو یہ جتلاتی ہے کہ یا تو یہ لوگ بغیر کسی پیدا
کرنیوالے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا انہوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کر لیا ہے۔ یہ لوگ دنیا میں بڑے عقلمند کہلاتے ہیں،
ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ کوئی کام بغیر کسی کام کے کرنے والے کے نہیں ہو سکتا، پھر یہ خود بخود کیونکر پیدا ہو گئے۔ اسی طرح پیدا
ہونے سے پہلے یہ لوگ بالکل معدوم تھے۔ پھر معدوم شخص اپنے آپ کو کیونکر موجود کر سکتا ہے۔ جب یہ دونوں باتیں عقل کے
خلاف ہیں، تو اللہ کے رسول ﷺ بھی تو یہی نصیحت کرتے ہیں کہ جو تمہارا خالق و رازق ہے، اسکی عبادت میں کسی دوسرے کو
شریک نہ کرو۔ پھر فرمایا اللہ کے خالق و رازق ہونے کی شہادت میں تو آسمان و زمین ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود
ہیں، انہوں نے یا ان کے جھوٹے معبودوں یعنی بتوں نے کوئی آسمان و زمین پیدا کیا ہو تو لائیں دکھلائیں۔ اصل یہ ہے کہ ان
کے جی میں عقلمندی کا یقین نہیں ہے ورنہ اپنی عاقبت یہ ایسی خراب نہ کرتے۔ پھر فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کی بددعا سے ان پر

أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾

کیا انہوں نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا ہے (یہ کچھ بھی نہیں) بلکہ وہ لوگ یقین نہیں لاتے ﴿٣٦﴾

رزق کی تنگی ہوئی اور سخت قحط پڑا وہ تو ان کو معلوم ہے۔ انکے یا ان کے جھوٹے معبودوں کے اختیار میں اللہ تعالیٰ کے خزانے تھے، یا اللہ تعالیٰ کے انتظام کے داروغائی، ان کو یا ان کے جھوٹے معبودوں کو تھی تو پھر انہوں نے اس قحط کو کیوں نہیں رفع کیا، جب انکے جھوٹے معبودوں سے اتنا بھی نہ ہو سکا تو پھر ان کو اللہ کے شریک ٹھہرانے کا کیا حق ہے۔ پھر فرمایا جس شرک کو انہوں نے حق ٹھہرا رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے جو اپنے رسول ﷺ پر آسمان سے وحی بھیجی ہے اس میں تو اس کی جا بجا مذمت ہے۔ پھر کیا انکے پاس کوئی آسمان تک سیڑھی ہے، جس سے آسمان پر چڑھ کر انہوں نے یہ جان لیا کہ جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ حق ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کو ثابت کیا جائے ورنہ اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر بتوں کو چھوڑا جائے۔ پھر فرمایا ان لوگوں کو اپنی عقل پر یہاں تک بھروسہ ہے کہ اپنی عقلی باتوں سے آسمانی وحی کے مقابلہ کو مستعد ہیں۔ کیا عقل مندا ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اپنی اولاد میں جب بیٹی ہو تو اس کو بڑا سمجھتے ہیں، اور اللہ کے فرشتوں کو یہ لوگ اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا اللہ کے رسول اللہ کا حکم سنانے پر ان لوگوں سے کچھ اجرت مانگتے ہیں۔ کہ اسکے بوجھ سے یہ لوگ اللہ کا حکم سننے سے بھاگتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے پاس لوح محفوظ ہے کہ اس میں سے اللہ کی مرضی کی باتیں یہ لکھ لیتے ہیں، اور ان کو اپنا دین ٹھہراتے ہیں۔ اور وحی آسمانی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول پر جو دین کی باتیں اترتی ہیں، ان کو نہیں مانتے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو اللہ کے رسول کی وفات کے منتظر ہیں تو کیا اللہ کے رسول ساتھ کوئی ایسا فریب کرنے والے ہیں، جس سے اللہ کے رسول کو کچھ ضرر پہنچے گا۔ اگر ایسا کریں گے تو یہ بات ان لوگوں کو یاد رہے کہ ان کا وہ فریب ان ہی پر الٹ پڑے گا۔ اللہ کے رسول کو کچھ ضرر اس سے نہ پہنچے گا۔ یہ آیت قرآن شریف کے کلام الہی اور آنحضرت ﷺ کے رسول ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ سورۃ انفال میں گذر چکا ہے کہ قریش نے دارالندوہ میں جمع ہو کر آنحضرت ﷺ پر تلواروں سے وار کرنے کا فریب جو سوچا تھا، وہ عین ہجرت کی رات کا مشورہ تھا۔ اور یہ آیت ہجرت سے پہلے کی مکی ہے۔ ہجرت کی رات کے بعد جو حصہ قرآن شریف کا نازل ہوا وہ مکی نہیں کہلاتا۔ غرض ہجرت کی رات جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس کی خبر اس کی آیت میں پہلے سے ہی دی ہے جو ایک معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول کے مخالفوں کا فریب ان ہی پر الٹ پڑے گا، آخر کو ویسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ وہ مخالف لوگ اللہ کے رسول پر تلواروں کا حملہ کرتے، خود ان ہی مخالفوں پر تلواروں کا حملہ ہو کر وہ سیدھے جہنم کو چلے گئے۔ پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان لوگوں کا کوئی جھوٹا معبود ایسا ہے کہ جو قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے ان لوگوں کو چھوڑا دے۔ پھر آخر کو فرمایا اللہ کی شان ان سب شرک کی باتوں سے بالاتر ہے، اور شرک لوگ اپنی ان شرک کی باتوں کا خمیازہ ایک دن بھگتنے والے ہیں۔

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ﴿۳۷﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ
 يَنْزِلُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَبْعِهِمْ بِسُلْطَنٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ أَمْ لَهُ
 الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿۳۹﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ
 مُّثْقَلُونَ ﴿۴۰﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۴۱﴾ أَمْ يُرِيدُونَ
 كَيْدًا ۗ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمُ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۗ
 سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۳﴾ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا
 يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۴۴﴾

یا کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار (کی رحمت) کے خزانے ہیں؟ یا کیا وہ لوگ داروغہ ہیں ﴿۳۷﴾ کیا ان کے پاس کوئی
 زینہ ہے کہ اس پر چڑھ کر (آسمان کی) باتیں سن لیتے ہیں، پس چاہئے کہ ان کا سننے والا کوئی صاحب دلیل ﴿۳۸﴾ کیا
 اللہ کے لئے لڑکیاں اور تمہارے لئے لڑکے (تجویز ہوں) ﴿۳۹﴾ کیا تم ان سے تبلیغ احکام پر کچھ اجرت مانگتے ہو کہ وہ
 تاوان ان کو بارگزر رہا ہے ﴿۴۰﴾ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) لکھ رکھتے ہیں ﴿۴۱﴾ کیا یہ لوگ (ہمارے
 محبوب ﷺ کے ساتھ) کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، پس یہ کافر خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے ﴿۴۲﴾
 کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی (اور) معبود ہے (ہرگز نہیں) اللہ ان کے شرک سے پاک ہے ﴿۴۳﴾ اور لے اگر وہ آسمان سے
 کوئی ٹکڑا (یعنی عذاب) گرتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے یہ گہرا بادل ہے (پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے) ﴿۴۴﴾

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ ان کفار کی ڈھٹائی اب یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ قوم عادیات قوم شعیب کی طرح آسمان پر کوئی عذاب کا
 بادل کا ٹکڑا بھی ان کو نظر آئے گا تو جب بھی انہیں عذاب کا یقین نہ آئے گا، اور اس عذاب کے بادل کو جس طرح قوم عاد نے
 معمولی بادل بتلایا تھا، ویسا ہی یہ کہیں گے کہ یہ تو کہیں کی ہوا یا بادل ہے، اوپر تلے جمع ہو گئے ہیں اور غلیظ ہو کر ابر کی صورت
 اختیار کر گئے ہیں، اور اب بارش ہوگی۔ پھر فرمایا کہ جب ان لوگوں کی سرکشی اس درجے کو پہنچ گئی تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ
 دینا چاہئے، سمجھانے اور نصیحت کرنے کا موقع اب باقی نہیں رہا۔ وقت مقررہ آنے کی دیر ہے، پھر ان کو ان کی سرکشی کی سزا مل

فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٣٥﴾ يَوْمَ لَا
 يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ
 ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَأَصْبِرْ
 لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٣٨﴾ وَ
 مِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٣٩﴾

پس انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بیہوش ہو جائیں گے
 (یعنی نوحہ اولیٰ کا دن) ﴿۳۵﴾ اس دن ان کا فریب ان کے کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہو ﴿۳۶﴾ اور بیشک ان
 ظالموں کے لئے اس سے پہلے ایک عذاب ہے (مثلاً قتل بدر وغیرہ) لیکن اسے اکثر لوگ جانتے نہیں ﴿۳۷﴾
 اور تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو، بیشک تم ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور تم
 اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرو جب کھڑے ہو ﴿۳۸﴾ اور کچھ رات میں اس کی پاکی بیان کرو اور
 ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی ﴿۳۹﴾

جائے گی، دنیا میں کچھ عذاب ان پر آئے گا، اور پھر ہمیشہ ہمیشہ عذابِ آخرت میں گرفتار رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے، دنیا کا
 عذاب بدر کی لڑائی میں آیا کہ بڑے بڑے سرکش قریش بڑی ذلت اور خواری سے اس لڑائی میں مارے گئے، اور قید ہوئے،
 اور ہر شخص کی آنکھیں تو اس قابل نہیں ہیں کہ وہ عذابِ آخرت کو دنیا میں دیکھ سکے، مگر اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان سرکشوں
 کے عذابِ آخرت کا حال بھی دنیا میں دکھلا دیا۔ اسی واسطے آپ نے ان سرکشوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تم لوگوں
 نے اللہ کا وعدہ سچا پایا۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے جگہ بتلا دی تھی کہ یہاں ابو
 جہل کی لاش پڑی ہوگی، اور یہاں فلاں شخص کی۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! تم ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہو،
 ہم تم کو دیکھتے ہیں ضرور تمہاری مدد کریں گے۔

یعنی جب سوکراٹھو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کیا کرو۔ آنحضرت ﷺ سوتے سے اٹھ کر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے
 تھے کہ جو کوئی سوتے سے اٹھ کر اللہ کی توحید بیان کرے، اور پھر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول فرماتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں
 کہ ہر مجلس سے اٹھتے وقت حمد و تسبیح بجالایا کرو۔ اور اکثر مفسروں نے رات کی تسبیح کی تفسیر تہجد کی نماز کی ہے، اور تاروں کے ڈوبنے
 کے بعد مراد یہ ہے کہ ان اوقات میں اللہ کی تسبیح و تہجد کرو۔ بعض مفسرین نے تسبیح کی تفسیر صبح کی دو سنت رکعتوں کی کی ہے۔

﴿ اسباقا ۲۲ ﴾ ﴿ ۵۳ سُورَةُ النِّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ ﴾ ﴿ مَرَكُوعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ نجم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۱ مَاصِلٌ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوٰی ۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وِجْیٌ یُّوْحٰی ۴ عَلَّمَهُ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۵

قسم ہے اے تارے کی جب اترے ۱ تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ لے بہکے نہ بے راہ چلے ۲ اور نہ وہ کوئی بات اپنی خواہش سے کہتے ہیں ۳ یہ قرآن (جو تمہیں سنایا جاتا ہے) ایک ہی وحی ہے جو سب انہیں بھیجی جاتی ہے ۴ انہیں بڑی قوت والے صاحب حسن نے سکھایا ۵

خواص سورہ النجم: اس سورت کو لکھ کر عورت کے سر پر باندھنے سے دردزہ کی دشواری دور ہوتی ہے، اور اکیس بار اس سورت کو پڑھے اور دعائے مانگے ان شاء اللہ حاجت پوری ہو، اور جو کوئی اس سورت کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر باندھے سب پر غالب رہے۔

۱۔ النجم کی تفسیر میں مفسرین کے بہت قول ہیں۔ بعض نے ثریامز اولیا ہے، اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت ہے۔ بعض نے نجم سے جنس نجوم مز اولی ہے۔ بعض نے وہ نباتات جو شاق نہیں رکھتے زمین پر پھلتے ہیں، بعض نے نجم سے قرآن مز اولیا ہے لیکن نجم سے مز اذات گرامی ہادی برحق سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ (خازن)

۲۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ان ہی اہل مکہ میں پلے بڑے ہوئے، اور نبوت سے پہلے اہل مکہ آپ پر دیوانگی یا جھوٹ کا کوئی الزام نہیں لگاتے تھے۔ اسی واسطے فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ جو تم لوگوں کے ہمیشہ کے رفیق ہیں، اور تم کو ان کا ہر طرح کا حال خوب معلوم ہے۔ نہ وہ دیوانے ہیں۔ ہمیشہ اپنے رب کی توحید و عبادت میں رہے، آپ کے دامن عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی، اور نہ اپنی ذاتی غرض سے انہوں نے خود یہ قرآن بنایا ہے، بلکہ آسمانی وحی کے ذریعہ سے اللہ کا جو حکم ان کو پہنچا ہے وہی تم کو وہ سنا دیتے ہیں۔

۳۔ بعض مفسر اس طرف گئے ہیں کہ بڑی قوت والے صاحب حسن سے مز ادحضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت سے شیطان ڈرتا ہے۔ چنانچہ سورہ انفال میں گزر چکا ہے کہ بدر کی لڑائی کے وقت پہلے تو شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں مشرکین کے لشکر میں موجود رہا۔ جب لشکر اسلام کی مدد کو فرشتے آئے، اور شیطان نے جبرئیل

ذُو مَرَّةٍ ۱۰ فَاسْتَوَى ۱۱ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ۱۲ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ۱۳

پھر ۱۰ وہ اپنی اصلی صورت پر ظاہر ہوا ۱۱ اور ۱۲ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا ۱۳ وہ سب نزدیک ہوا پھر ۱۴ خوب اتر آیا ۱۵

علیہ السلام کو پہچانا تو بھاگ گیا۔ قوم لوط کے قصہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت کا ذکر گور چکا ہے کہ انہوں نے قوم لوط کے لاکھوں آدمیوں کے رہنے کی چار بستیاں اپنے ایک پر اٹھا کر آسمان تک ان کو بلند کیا اور پھر ان کو الٹ دیا۔ حسن بصری نے فرمایا کہ شدید القوی ذو مرقہ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی۔ (تفسیر روح البیان)

۱۰ عام مفسرین نے فاستوی کا فاعل بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور یہ معنی لئے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت پر قائم ہوئے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت نے انہیں انکی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جانب مشرق میں حضور ﷺ کے سامنے نمودار ہوئے اور انکے وجود سے مشرق سے مغرب تک بھر گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا کسی انسان نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا تو صحیح ہے۔ اور حدیث سے ثابت ہے، لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہر تفسیر میں یہ ہے کہ مراد فاستوی سے آنحضرت ﷺ کا مکان عالی اور منزلت رفیعہ میں استوی فرمانا ہے (تفسیر کبیر) تفسیر روح البیان میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استوی فرمایا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بدرۃ المصطفیٰ پر رک گئے، آگے نہ بڑھ سکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں، اور آنحضرت ﷺ آگے بڑھ گئے اور مستوائے عرش سے بھی گزر گئے، یہی قول حسن کا ہے۔

۱۱ یہاں بھی عام مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ یہ حال جبرئیل امین کا ہے، لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال آنحضرت ﷺ کا ہے، کہ آپ افق اعلیٰ یعنی فوق سموات تھے۔ جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا، یا پہاڑ پر چاند دیکھا، اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا، بلکہ یہی معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت پر پہاڑ پر تھا۔ اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ فوق سموات پر پہنچے تو تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

۱۲ اس کے معنی میں بھی مفسرین کے کئی قول ہیں: ● ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ سے قریب ہونا مراد ہے، کہ وہ اپنی صورت اصلی دکھانے کے بعد آنحضرت ﷺ کے قریب میں حاضر ہوئے ● دوسرے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت حق کے قریب سے مشرف ہوئے ● تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے قریب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۱۳ اس میں بھی چند قول ہیں: ● ایک تو یہ کہ نزدیک ہونے سے حضور کا عروج و وصول مراد ہے، اور اتر آنے سے نزول و

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ ۖ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۖ

پس دو کمان یا اس سے لے (بھی) کم فاصلہ رہ گیا ۱ پھر ۲ اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا ۳ نبی ﷺ کے دل نے جو کچھ کہ دیکھا تھا اس ۴ میں جھوٹ کو دخل نہ دیا ۵

رجوع۔ تو حاصل معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے، پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے ۶ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت رب العزت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی ۷ تیسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقرب درگاہ ربوبیت ہو کر سجدہ طاعت ادا کیا (روح البیان) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا جبار رب العزت کے (خازن)

۱ بعض مفسروں نے آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے ایسا نزدیک ہوا کہ فقط دو گز یا اس سے بھی کم کافرق رہ گیا۔ یہ تفسیر انس بن مالک کی اس حدیث کی بنا پر ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں شریک بن عبد اللہ کی روایت سے ہے۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان کے مشرقی کنارہ سے اتر آئے اور زمین پر اتر کر آنحضرت ﷺ کے ایسے نزدیک آگئے کہ فقط دو گز یا اس سے بھی کم کافرق رہ گیا۔

۲ اکثر علماء مفسرین کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص محمد ﷺ کو وحی فرمائی (جمل) حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی، یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ کے اور اس کے محبوب ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا، اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اسرار ہیں، جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا، اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے محبوب ﷺ کو کیا وحی فرمائی، اور محبت و محبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (روح البیان)۔ علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی، وہ کئی قسم کے علوم تھے ۱ ایک تو علم شرائع و احکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے ۲ دوسرے معارف الہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں ۳ تیسرے حقائق و نتائج علوم ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں ۴ اور ایک قسم وہ اسرار جو اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کر سکتا (روح البیان)

آنحضرت ﷺ کے دو مرتبہ دیکھنے کا ذکر

۳ یہاں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک نے اسکی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔ معنی یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رویت و معرفت میں شک و تردد نے راہ نہ پائی۔ اب یہ بات کہ کیا دیکھا۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ

أَفْتَرَوْنَا عَلَى مَا بَرَأْنَا ۖ وَقَدَّرَ الْأُنزُلَةَ الْآخِرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهَىٰ ۖ عِنْدَ هَاجِنَةِ الْمَاوَىٰ ۖ إِذِ يَعْشَى السِّدْرَةَ مَا يَعْشَى ۖ
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۖ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۖ

(اے کافرو!) کیا تم ان (نبی) سے ان کے دیکھے ہوئے لے پر جھگڑتے ہو ۱۳ بیشک نبی نے اس کو ایک اور بار دیکھا ۱۴ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک ۱۵ جس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے ۱۶ جب کہ سدرۃ المنتہیٰ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا ۱۷ (نبی کی) آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ مقصد سے بڑھی ۱۸ بیشک نبی ﷺ نے (شب معراج میں) اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں ۱۹

دیکھنا کس طرح تھا چشم سر سے، یا چشم دل سے، اس میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں: ۱۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رب العزت کو اپنے قلب مبارک سے دوبار دیکھا (رواہ مسلم) ۱۱ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اپنے رب العزت کو حقیقتہً چشم مبارک سے دیکھا۔ یہ قول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن اور عمرہ کا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام، اور آنحضرت ﷺ کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ (ترمذی)

معجزہ معراج النبی ﷺ کے بارے قریش کا جھگڑا کرنا

۱۔ مشرکین مکہ شب معراج کے واقعات کا انکار کرتے، اور اس میں جھگڑتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو تنبیہ فرمائی کہ بیت المقدس کی جن چیزوں کا حال تم لوگوں نے پوچھا، آنحضرت ﷺ نے وہ سب حال تم سے صحیح صحیح بیان کر دیا، جس کو تم لوگ جھٹلا نہ سکے۔ پھر آنحضرت ﷺ اللہ کی قدرت سے عادت کے خلاف جس طرح ایک دم میں بیت المقدس پہنچ گئے، اور بیت المقدس کی سب چیزوں کو دیکھا، اسی طرح اس رات میں آسمان کے اور عجائبات بھی انہوں نے دیکھے۔ ان کی دیکھی ہوئی چیزوں کو اوپری باتوں کے جھگڑے نکال کر جو تم لوگ جھٹلاتے ہو، یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بیت المقدس کی حالت نے تمہاری سب اوپری باتوں کی جڑ اکھیڑ دی ہے۔ اب تمہارا کیا منہ ہے کہ تم دیکھی ہوئی باتوں کے مقابلہ میں اوپری باتوں سے جھگڑا نکال سکو۔ اس آیت میں قریش کے قائل کرنے کا مختصر جو ذکر ہے، یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ بیت المقدس کی حالت کی تصدیق کے بعد اہل مکہ کو معراج کی باتوں کو جھٹلانے کا موقع باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے معراج کی رات آنحضرت ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿۱۹﴾ وَمَنْوَةَ الثَّلَاثَةِ الْأُخْرَىٰ ﴿۲۰﴾

(اے کافر و! لے) کیا تم نے لات (بت) اور عزیٰ (بت) کو ﴿۱۹﴾ اور تیسرے منات (بت) کو دیکھا۔ کہ یہ محض

بے قدرت ہیں ﴿۲۰﴾

تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رب العزت کو اپنے قلب سے دو مرتبہ دیکھا، اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے رب العزت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے، جس کی اصل جڑ چھٹے آسمان میں ہے، اور اس کی شاخیں ساتویں آسمان میں پھیلی ہیں، اور بلندی میں وہ ساتویں آسمان سے بھی گذر گیا۔ ملائکہ اور ارواح شہداء و نبی مرسل اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے یا یہ کہ کسی مخلوق کا علم خواہ نبی ہو، خواہ فرشتہ، خواہ راغبین فی العلم، اس سے آگے نہیں جاتا۔ اس سدرہ کے پاس جو جنت ہے وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے۔ اور شہیدوں اور مقربین کی روئیں بھی اس میں رہتی ہیں۔ اسلئے اس جنت کا نام ”جنت الماویٰ“ ہے۔ اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے یہ حال تھا کہ سدرۃ المنتہیٰ کو قدرت الہی کے عجیب عجیب کرشمے جن کی عظمت و رفعت کا بیان نہیں ہو سکتا ڈھانپ رہے تھے، اور سدرہ ان انوار عجیبہ مخلوقات غریبہ سے چھپی ہوئی تھی۔ وبقولے پروانے اس پر غیر متناہی لدے ہوئے تھے، جیسے شمع کے پاس ہزاروں پروانوں کا ڈھیر ہوتا ہے۔ وہ سونے کی تھی، اور بقولے مراد تو تجلیات الہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لاکھوں کرشمے دیکھے، کروڑوں تماشوں کی سیر کی، مگر سوائے مقصود اصلی کے یعنی دیدار ذات مقدسہ الہی اس مقام میں جہاں عقلمیں حیرت زدہ ہیں، آپ ثابت رہے۔ اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ دائیں بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے، نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے، بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت رہے۔ بیشک بیشک رسول اللہ ﷺ نے شب معراج عجائب ملک و ملکوت کو ملاحظہ فرمایا، اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہو گیا، جیسا کہ حدیث اختصام ملائکہ میں وارد ہوا ہے، اور دوسری اور احادیث میں آیا ہے۔ (روح البیان)

۱۔ ان آیتوں میں قریش کے بت پرست لوگوں کے بتوں کی مذمت فرمائی کہ اللہ کے حکم میں کہیں بت پرستی کی اجازت نہیں ہے۔ شیطان کے بہکانے سے ان بت پرستوں نے یہ بت پرستی اپنی طرف سے تراش لی ہے۔ پھر آخر کو نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی دانائی کا یہ حال ہے کہ اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتلاتے ہیں، اور جس خدا نے سب کچھ پیدا کیا، اس خدا کی عبادت میں اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بتوں کو شریک کرتے ہیں، اور اگر چہ آسمانوں کا حال ان کو معلوم نہیں۔ لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ نے تفصیلی حال معراج اور آسمانوں کا بیان کیا تھا، تو ان کو عقل دوڑانی چاہئے تھی کہ بغیر تائید غیبی کے اس طرح غیب کا حال کون بیان کر سکتا ہے۔ لیکن بجائے اس عقل دوڑانے کے انہوں نے یہ کیا کہ ملک شام اور مسجد بیت المقدس کی جو چیزیں ان لوگوں کی دیکھی ہوئی تھیں، اور اللہ کے رسول نے معراج کے سفر سے ان چیزوں کا مفصل حال ان لوگوں سے بیان کر دیا۔ جب بھی ان لوگوں نے انہیں سے معراج کو سنا نہ جانا، اور طرح طرح کے وہم اور گمان کے شبہات اس میں نکالتے

اَلْکُمْ الذَّکْرَ وَلَهُ الْاُنْثٰی ﴿۲۱﴾ تِلْکَ اِذَا قَسَمَةٌ ضِیْرٰی ﴿۲۲﴾ اِنْ هِیَ
اِلَّا اَسْبَآءٌ سَبَّحُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُکُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ
سُلْطٰنٍ ۙ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَا مَا تَهْوٰی الْاِنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ
جَآءَهُمْ مِنْ رَّبِّهِمْ الْهُدٰی ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَبٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ
الْاٰخِرَةُ وَاَلْاٰوَلٰی ﴿۲۵﴾ وَکُمْ مِّنْ مَّلٰکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ
شَیْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّآذِنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاِیْرٰضٰی ﴿۲۶﴾

کیا تمہارے لئے بیٹے اور خدا کے لئے بیٹیاں! ﴿۲۱﴾ تب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے ﴿۲۲﴾ یہ صرف (فرضی) نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن پر خدا نے کوئی سند نہیں اتاری، (بلکہ) وہ محض اپنے فاسد گمان اور اپنی نفس خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے (بواسطہ رسول) ہدایت آچکی ہے ﴿۲۳﴾ پس کیا دی کوئل جائے گا جو وہ خیال باندھے (ہرگز ایسا نہیں ہے) ﴿۲۴﴾ پس آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے ﴿۲۵﴾ اور بہت سے فرشتے آسمان میں ہیں کہ جن کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب کہ اللہ اجازت دے دے جس کے لئے چاہئے اور پسند فرمائے ﴿۲۶﴾

رہے۔ آخر کو فرمایا کہ راہ پر آنے والوں اور گمراہ ہونے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ لچھن ان لوگوں کے گمراہی کے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! تم کو ان لوگوں کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا چاہئے۔ یوں تو مکہ میں کچھ اوپر تین سوت تھے جن کی پوجا ہوتی تھی، لیکن جن تین بتوں کا نام ان آیتوں میں ہے یہ زیادہ مشہور تھے، اسلئے ان کا ذکر فرمایا۔ جس میں یہ تشبیہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی تو سینکڑوں نشانیاں اللہ کے رسول نے آسمانوں پر معراج میں دیکھیں، اور ہزاروں نشانیاں زمین پر سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ان بتوں نے کیا پیدا کیا جو یہ بت پرست لوگ ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اول تو مشرکین مکہ قیامت کے قائل ہی نہ تھے۔ لیکن قیامت کا قائم ہونا فرضی طور مان کر یہ کہتے تھے کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو جن بتوں کو ہم پوجتے ہیں، یہ مورتیں ہماری سفارش کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے چھڑالیں گی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان تو انسان اللہ کے فرشتے جو ہر وقت اللہ کی جناب میں حاضر رہتے ہیں، وہ بھی مشرک کی سفارش کے لئے اللہ کی اجازت ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ صاف فرما چکا ہے کہ جو مشرک بغیر توبہ کے مر جائے گا، اسکی بخشش نہ ہوگی۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسْوُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْوِيَةً
 الْأُنثَى ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۚ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ
 الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ
 ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ۲۹ ۚ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ
 إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ
 اهْتَدَىٰ ۚ ۳۰ ۚ وَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لِيَجْزِيَ
 الَّذِينَ أَسَاءُوا وَاِيَّاهُمْ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ ۚ ۳۱ ۚ

بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹیوں کے نام سے نامزد کرتے ہیں ۳۰ اور ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں، وہ صرف (اپنے) گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا ۳۱ پس (اے محبوب! ﷺ) تم ایسے شخص سے منہ پھیر لو جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے اور صرف دنیا ہی کی زندگی چاہے ۳۰ یہ ہے ان کے علم کی انتہا، بیشک تمہارا پروردگار اس کو خوب جانتا ہے، جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی ۳۱ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے برے کام کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کا بہت اچھا صلہ دے ۳۱

۱۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین میں ہر طرح کی حکومت اور بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بے فائدہ کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا، بلکہ غور سے دیکھو تو زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے، کہ اسکے نتیجے میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے۔ جہاں بڑوں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے، اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔ آگے نیکوں کی شرح بیان کرتا ہے کہ نیک وہی ہے جو کبیرہ گناہ سے بچتے ہیں۔ اس کی تفصیل میں مختلف حدیثیں اور مختلف علماء کے اقوال ہیں۔ شرک کرنا کہ اس سے بڑھ کر کوئی کبیرہ گناہ نہیں۔ قتل

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۗ إِنَّ رَبَّكَ
 وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۗ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ
 أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۗ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۗ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ
 اتَّقَى ۗ ۝۳۲ ۚ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَتَوَلَّى ۗ ۝۳۳ ۚ وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَكْدَى ۗ ۝۳۴

وہ جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور کبیرہ (یعنی بڑے) گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں سوائے صغیرہ (یعنی چھوٹے) گناہوں کے، بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ وہ تمہیں لے خوب جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ پس تم (خود اپنی زبان سے) اپنی تعریف نہ کرو وہ پرہیزگار کو خوب جانتا ہے ۝۳۲ تو کیا تم نے لے ایسے شخص کو دیکھا؟ جو (دین حق سے) پھر گیا ۝۳۳ اور (اللہ کی راہ میں) بہت کم خرچ کیا اور سخت دل ہو گیا ۝۳۴

ناحق، چوری، زنا، ماں باپ کی نافرمانی، جھوٹی گواہی دنیا، جادو کرنا، جہاد سے بھاگ آنا، کسی کو زنا کی تہمت لگانا، غیبت کرنا، فرائض و واجبات ترک کرنا وغیرہ وغیرہ کہ جن کی تفصیل بلحاظ تطویل مناسب نہ جان کر انہیں چند محدودہ بالا پر کفایت کی گئی۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں گے، اگر ان سے کچھ صغیرہ گناہ ہو جائیں، تو اور نیک عملوں کے طفیل سے وہ صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائیں گے، اور اللہ بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے، اور توبہ کو قبول کرتا ہے۔ گنہگار کو مایوس نہیں ہونے دیتا اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانا گہانی۔

۱۔ یعنی اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نہ دی تو شیخی نہ مارو، اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ، وہ سب کی بزرگی اور پاک بازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی اصل کونہ بھولے، پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد کتنی جسمانی اور روحانی کمزوریوں سے دو چار ہوا، آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرنے کا استحقاق نہیں۔
مسئلہ: اس آیت میں ریا اور خودنمائی اور خودسرائی کی ممانعت فرمائی گئی، جس کی ابتداء مٹی سے تھی۔ اگر نعمت الہی کے اعتراف اور طاعت و عبادت پر مسرت اور اس کے ادائے بھکر کیلئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔

قیامت میں ایک کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا

۲۔ شان نزول: یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ کا دین میں اتباع کیا

تھا۔ مشرکوں نے اس کو عار دلانی اور کہا کہ تو نے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا، اور تو گمراہ ہو گیا، اس نے کہا: ”میں نے عذابِ الہی کے خوف سے ایسا کیا“۔ تو عار دلانے والے کافر نے اس سے کہا کہ اگر تو شرک کی طرف لوٹ آئے، اور اس قدر مال مجھ کو دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ ولید اسلام سے منحرف و مرتد ہو کر پھر شرک میں مبتلا ہو گیا۔ فرمایا اے محبوب ﷺ! اس شخص کا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ یہ راہِ راست پر آن کر اپنی بے وقوفی سے اس سے پھر گیا، اور پھر وہ بے وقوفی بھی ادھوری چھوڑ دی کہ اس جھوٹی قرارداد جس کو مال دینا ٹھہرا تھا، اس کو تھوڑا سا دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قرارداد کے رو سے بھی اس نے اپنے آپ کو عذاب سے پورا سبکدوش نہیں کیا۔ اس کے بعد اس بہکانے والے شخص کے حق میں فرمایا کہ کیا اس کو علمِ غیب ہے کہ ایک شخص کا عذاب دوسرا شخص اپنے ذمہ لے لے لیوے تو یہ ذمہ داری صحیح ہو جاتی ہے۔ کیا اس کو ان باتوں کی خبر قرآن میں نہیں ملی جو موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں اتری تھیں، وہ ابراہیم علیہ السلام جو نہایت با وفا تھے جنہوں نے خدا کے عہد پورے کئے، احکام بندوں کو صاف صاف پہنچائے، اور اپنی جان و مال کو راہِ خدا میں وقف کر دیا، خواب میں جو ان کو حکم ہوا یعنی بیٹے کا ذبح کرنا وہ پورا کیا، اور اپنا آگ میں ڈالا جانا اور، اسکے علاوہ اور مامورات بھی تھے۔ غرض فطرتِ اسلام پر قائم تھے، ان کے صحف میں یہ بات اتری تھی کہ قیامت کے دن ایک شخص کے گناہوں کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا۔ وہ شخص اپنا کیا ہو دھکتے گا، اور اپنے کئے کا پورا بدلہ پائے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ کسی کی نیکیاں یا بدیاں زبردستی دوسرے کو دیدی جائیں، یعنی جو کرنی سو بھرنی۔ بغیر ایمان لائے اور بے عمل کئے وہاں کچھ نہ ملے گا۔ پس دنیا میں غافل نہ رہنا چاہئے۔ وہاں غیروں کی اچھائیاں ہرگز نہ مل جائیں گی۔

ایصالِ ثواب کا بیان

ہاں خود اگر کوئی اپنے کسی عمل صالح کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے گا، صدقہ دے، نیاز فاتحہ دلائے، اس کے نام پر خیرات کرے، جس قسم کی بھی ہو تو برابر اس کا ثواب بسببِ بہہ کے دوسرے کو پہنچے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کی وفات ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں کیا نافع ہوگا فرمایا: ”ہاں“۔ مسائل اور بکثرت احادیث سے ثابت ہیں کہ میت کو صدقات و طاعات سے جو ثواب پہنچایا جاتا ہے، پہنچتا ہے اور اس پر علماء اُمت کا اجماع ہے، اور اسی لئے مسلمانوں میں معمول ہے کہ وہ اپنے اموات کو فاتحہ وغیرہ میں طاعات و صدقات سے ثواب پہنچاتے ہیں۔ یہ عمل احادیث کے بالکل مطابق ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں انسان سے کافر مراد ہے، اور معنی یہ ہیں کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی بجز اس کے جو اس نے کی ہو، کہ دنیا ہی میں وسعتِ رزق یا تندرستی وغیرہ سے اس کا بدلہ دے دیا جائے گا۔ تاکہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہے۔ اور ایک معنی آیت کے مفسرین نے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ آدمی بمقتضائے عدل وہی پائے گا، جو اس نے کیا ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے اور ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے کہ مومن کیلئے دوسرا مومن جو نیکی کرتا ہے، وہ نیکی خود اسی مومن کی شمار کی جاتی ہے جس کے لئے کی گئی۔ کیونکہ اس کا کرنے والا مثل نائب و وکیل کے اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ ہر آدمی کے کام جو دنیا میں اس نے کئے ہوں گے، وہ عنقریب میزانِ عمل میں تول کر دیکھے جائیں گے۔ پھر ہر شخص کو پوری سزا جزا ملے گی اچھوں کو اچھی بروں کو بری۔

أَعْنَدَاهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى ۝۳۵ أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِهَا فِي صُحُفِ
 مُوسَى ۝۳۶ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۝۳۷ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۝۳۸
 وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝۳۹ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى ۝۴۰ ثُمَّ
 يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى ۝۴۱ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَى ۝۴۲ وَأَنَّهُ هُوَ
 أَضْحَكَكَ وَأَبْكَى ۝۴۳ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝۴۴

کیا اس کے پاس علم غیب ہے جو دیکھ رہا ہے ۝ کیا اس کو اس کی خبر نہ پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے ۝ اور
 ابراہیم کی کہ جو احکام پورے بجالایا ۝ (اور وہ یہ ہے) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کے (گناہ کا)
 بوجھ نہیں اٹھائے گی ۝ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملے گا جو کچھ کہ اس نے عمل کیا ۝ اور یہ کہ انسان کی کوشش عنقریب
 دیکھی جائے گی ۝ پھر اس کی کوشش کا پورا بدلہ دیا جائے گا ۝ اور یہ کہ بیشک تمہارے پروردگار کی طرف انتہا
 ہے ۝ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا ۝ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے ۝

۱۔ مسند بزاز اور طبرانی میں معاذ بن جبل کی صحیح حدیث ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک انسان کو ضرور قیامت کے دن
 ان باتوں کے جواب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا، کہ عمر اور جوانی کس کام میں صرف کی، عمل کیا کیا کئے،
 روپیہ پیسہ کیونکر کمایا، اور کہاں خرچ کیا، یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

خوشی غمی، زندگی موت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے

۲۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوشی اور غمی کے سبب ایسے پیدا کئے ہیں جس سے اس کی بہت بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے،
 اور انسان کو ان سے اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا بڑا موقع ملتا ہے۔ مثلاً بڑے سے بڑے امیر شخص کو عزیزوں کے مرنے یا کسی سخت
 مرض وغیرہ کے سبب سے کبھی ایسا رنج و غم پیش آجاتا ہے، کہ ہر گھڑی اسے رونے سے کام رہتا ہے۔ اس کا مال اس کے یار
 مددگار اس کے ہنسی خوشی رہنے کی کوئی صورت نہیں نکال سکتے۔ اور کبھی آدمی کو ایسی ہنسی خوشی سے رہنے کا ایسا سامان غیب سے
 پیدا ہو جاتا ہے کہ جو بیان سے باہر ہے۔ پس وہی شادی و غم کا مالک ہے۔ بہت لوگوں کو ہنسایا، عیش دیا، بہت کو رولایا، مصیبت
 ڈالی، مسلمانوں کو جنت میں سامان کرامت و سروردے کر خوش کیا، کافروں کو دوزخ میں انواع عذاب میں مبتلا کیا۔

۳۔ ہر شخص کی عمر پوری ہو جانے کے بعد اس کا مرنا اور اس میں انسان کا لاچار ہونا، یہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر
 جس کی قدرت میں یہ ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد نیک و بد کے حساب و کتاب کے لئے انسان کو پھر دوبارہ
 پیدا کرے۔ جو لوگ اس کے منکر ہیں، وہ خدا کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کے دن جس کا خمیازہ بھگتیں گے۔

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزُّوجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۗ ﴿٣٥﴾ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُنسِئُ ۗ ﴿٣٦﴾
 أَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ۗ ﴿٣٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَعْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۗ ﴿٣٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ
 رَبُّ الشُّعْرَىٰ ۗ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادَ الْأُولَىٰ ۗ ﴿٤٠﴾ وَثَمُودَ أَفْبَىٰ أَبْنَىٰ ۗ ﴿٤١﴾ وَ
 قَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۗ ﴿٤٢﴾

اور ۱۔ یہ کہ اس نے دو جوڑے پیدا کئے نطفہ سے نر اور مادہ ۳۵ جبکہ (رحم میں) ڈالا جائے ۳۶ اور ۲۔ یہ کہ دوسری بار زندہ کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے ۳۷ اور ۳۔ یہ کہ اس نے غنی کیا اور (اس نے ہی وہ) مال دیا (جو جمع کیا جاتا ہے) ۳۸ اور یہ وہی ہے ستارہ شعریٰ کا پروردگار ہے ۳۹ اور ۴۔ یہ کہ اسی نے پہلی عاد (یعنی قوم ہود) کو ہلاک کیا ۴۰ اور ثمود (یعنی صالح کی قوم) کو (ان کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ پس کسی کو باقی نہ چھوڑا ۴۱ اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کیا۔ بیشک وہ (ان سے بھی) زیادہ ظالم اور سرکش تھے ۴۲

۱۔ ایک قطرہ منی عورت کے رحم میں جا کر کبھی اس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی یہ بھی اللہ کی ایک قدرت ہے، جس میں انسان کا کچھ اختیار نہیں۔ ورنہ جو لوگ لڑکی کے پیدا ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں، وہ لڑکی کے نہ پیدا ہونے کا ضرور کوئی علاج کرتے۔
 ۲۔ مطلب یہ ہے جیسے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے سب کو بسایا، ویسا ہی ان سب کو دوسری زندگی میں بھی ضرور لے جائیگا۔ یعنی مرے بعد اٹھائیگا، یا یہ کہ جب اس نے اپنے کلام میں انسان کے دوبارہ پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے، تو اس پر اس وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے۔
 ۳۔ دنیا میں امیر و غریب بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہیں، کہ کسی کے پاس حد سے زیادہ دولت ہے اور کوئی غریب نہ مال گذر کے قابل رکھتا ہے، پس جس کو چاہا امیر کیا جسے چاہا غریب۔

۴۔ شعریٰ ایک بہت بڑا ستارہ ہے جس کی عرب کے بعض قبیلے اسلام سے پہلے پوجا کرتے تھے۔ اس ستارے کی چال اور ستاروں سے الگ ہے۔ اور ستاروں کی چال آسمان کی چوڑائی میں ہے، اور یہ ستارا آسمان کی لمبائی کو طے کرتا ہے۔ اس نادریات کو اس ستارے میں دیکھ کر ایک شخص ابو کبشہ نے عرب میں اس ستارے کی پرستش کا رواج پھیلایا، جو قبیلے شعریٰ کی پوجا کرتے تھے۔ ان کو اس آیت میں یہ تشبیہ فرمائی کہ سب کا رب اللہ ہے، اس ستارے کا رب بھی اللہ ہی ہے، لہذا اسی کی عبادت کرو۔

۵۔ چند پھیلی قوموں کے عذاب میں پکڑے جانے اور ہلاک ہو جانے کا ذکر فرما کر مشرکین کو یہ تشبیہ فرمائی، کہ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئیں گے، تو ان ہی قوموں کا سا انجام ان کا ہوگا۔ ان قوموں کے قصے تفصیل سے اوپر گزر چکے ہیں۔

وَالْمُوتِفِكَةَ أَهْوَى ۝۵۳ فَعَشَّهَا مَا غَشَّى ۝۵۴ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ
تَتَّكِرُ ۝۵۵ هَذَا نَذِيرٌ مِنَ النُّذُرِ الْأُولَى ۝۵۶ أَرَفَتِ الْأَرْفَةَ ۝۵۷

اور اس نے اٹنے والی (یعنی قوم لوط کی) بستی کو نیچے گرا دیا ۝۵۳ پھر ان بستیوں پر (عذاب) چھایا جو کچھ چھایا (یعنی نشان والے پتھر برسے) ۝۵۴ پس اے انسان! تو اپنے پروردگار کی کس کس نعمت میں شک کرے گا ۝۵۵ یہ نبی اگلے ڈرانے والوں کی طرح ایک ڈرسانے والے ہیں ۝۵۶ (ان کا کہا مانو کیونکہ) نزدیک آنے والی (قیامت) قریب آ پہنچی ۝۵۷

۱۔ اے انسان تو خدا کی کس کس نعمت میں جھگڑا کرے گا۔ اس کی ہر ایک نعمت اس کی توحید پر برہان قاطع ہے، کس کس کو غیر رب کی طرف منسوب کرے گا، اور غیر کو اس میں شریک کرنا ان نعمتوں میں جھگڑا کرنا ہے۔
۲۔ اس آیت میں فرمایا کہ جس طرح اول ڈرسانے والے انبیاء بھیجے گئے ہیں حضرت ہود، صالح، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام، انہیں میں سے ایک یہ بھی ہیں یعنی محمد ﷺ کوئی نئی بات نہیں۔ پھر نبی آخر الزماں ﷺ کے رسول اور قرآن کے کلام الہی ہونے میں تم لوگوں کو تعجب کس بات کا ہے۔ اس کے بعد حشر کا ذکر فرماتا ہے کہ اللہ کے انتظام میں ہر چیز کی دنیا میں عمر مقرر ہے۔ اس لیے دنیا کی جو عمر مقرر کی گئی ہے وہ اب ختم ہونے کو ہے، اور اس کے ختم پر قیامت آنے والی ہے۔ جس طرح اس وقت دنیا کے کاروبار میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں، اسی طرح لگے رہیں گے، کہ ایک دفعہ ہی دنیا کے اُجڑنے کا صور پھونک دیا جائے گا۔ قیامت کی سختیاں جب سر پر آجائیں گی، تو سوا اللہ تعالیٰ کے ان کو کوئی ٹال نہ سکے گا۔ مشرک کے لئے خدا کا وعدہ ہے کہ اس دن اس کی کوئی سختی نہ ٹالی جائے گی۔ منکر قیامت یہ کہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی، اس کا جواب دیتا ہے کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کر سکتا کہ وہ کب تک ہوگی۔ قیامت کا دن اللہ تعالیٰ نے اس مصلحت سے مخفی رکھا ہے کہ اگر اس کا وقت بتا دیا جاتا تو اس وقت دور دراز سمجھ کر لوگ غافل ہو جاتے۔ اب جو ابہام ہے تو ایماندار کو خوف لگا رہتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ کرنا ہے کر لینا چاہئے پھر مہلت کہاں۔ آگے فرمایا کہ کیا یہ قیامت کے دن سے تعجب کرتے ہیں کہ بھلا یہ عالم جو ہزاروں برسوں سے ہے فنا ہو جائے گا، اور برآں مزید یہ کہ ہستے ہو اور روتے نہیں، حالانکہ برعکس ہونا چاہئے۔ جب اتنی بڑی مصیبت سر پر سوار ہے تو اس کو تصور کر کے رونا چاہئے بالکل غفلت میں گرفتار ہو۔ لہو و لعب میں مبتلا ہو، جہاں چند دنوں رہنا ہے۔ وہاں کے لئے ان تدابیر جائز و ناجائز میں گرفتار ہیں، کہ دوسرے جہان کا ہوش نہیں کہہیں جانا بھی ہے اور عمر ہے کہ اپنی منازل کو بڑی تیزی کے ساتھ طے کر رہی ہے۔ پس توبہ کرو ایمان لاؤ توحید کو مانو، خدا کے لئے سجدہ کرو، نماز پڑھو کہ اس میں سجدہ بھی ہے، اور سجدہ بندے کا خدا سے نیاز مندی کا پورا اظہار ہے، اور سجدہ نماز ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر طرح سے عبادت کرو۔ تسبیح و تہلیل و استغفار و ذکر و مراقبہ خیرات و صدقات سب کو شامل ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝۵۸ أَفَإِنْ هَذَا الْحَدِيثُ
تَعْجَبُونَ ۝۵۹ وَ تَصْحَكُونَ وَ لَا تَبْكُونَ ۝۶۰ وَ أَنْتُمْ سِيدُونَ ۝۶۱
فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝۶۲

اللہ کے سوا اس کا کوئی ظاہر کرنے والا نہیں ۵۸ پس کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر) تم اس کلام الہی سے تعجب کرتے ہو ۵۹ اور (اس کے وعدہ و وعید سن کر) ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ۶۰ اور تم کھیل میں مست ہو ۶۱ پس (اسی میں بہتری ہے کہ) تم اللہ کو سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو ۶۲

﴿ابتھا ۵۵﴾ ﴿سورة القمر مکیة ۳۷﴾ ﴿رکوعا ۲﴾

سورہ قمر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انشأ القمراً ۱

قیامت اے نزدیک آئی اور شق ہو گیا چاند ۱

خواص سورة القمر: اس سورت کا پڑھنا ہول دل کیلئے نہایت مفید ہے، اور حاکم کے خوف و ظلم سے ہمیشہ بچتا رہے گا، اور جو شخص ہر جمعہ کی شب کو یہ سورت پڑھے مرض برص جذام سے نجات پائیگا، اور ہمیشہ دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رہے گا اور درد پاس نہ آئیگا۔

معجزہ شق القمر

۱۔ شان نزول: تفسیر زاہدی میں یوں مذکور ہے کہ ایک شب میں ایک یہودی اور ابو جہل نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہم کو کوئی معجزہ دکھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو۔ تب یہودی نے ابو جہل سے کہا کہ محمد ﷺ ساحر ہیں، اور سحر آسمان میں اثر نہیں کرتا۔ تو ان سے یہ کہا کہ ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کریں۔ ابو جہل نے آپ سے یوں ہی کہا، آپ نے اپنی انکشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا، چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر ابو جہل نے کہا کہ آپ اس کو حکم فرمادیں کہ یہ دونوں مل جاویں، آپ نے اس طرف اشارہ کیا جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ یہودی تو یہ دیکھتے ہی ایمان لایا اور ابو جہل نے کہا کہ میری آنکھوں پر بھی جادو کر دیا ہے کہ مجھ کو چاند کے دو ٹکڑے معلوم ہوئے۔ اور مسافروں کی جماعت سے

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَبِرٌّ ۝۱ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝۲ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْآثَانِ مَا فِيهِ مُرْدَجَةٌ ۝۳ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ التُّدْرُؤُ ۝۴

اور (کافر) اگر کوئی معجزہ (ہمارے محبوب ﷺ سے) دیکھتے ہیں (جیسے شق القمر) تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قوی جادو ہے ۱ اور انہوں نے (نبی اور معجزات کو) جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام نے اپنے وقت پر قرار پکڑا ہے ۲ اور بیشک ان (کافروں) کے پاس (چھلی امتوں کی) وہ خبریں آئیں جن میں (کافی) نصیحت ہے ۳ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت، پس (ان کافروں کو) ڈرسانے والی باتوں نے کچھ فائدہ نہیں دیا ۴

جو باہر سے آتے جاتے تھے، پوچھتا تھا تا کہ معلوم کرے کہ انہوں نے بھی یہ حال دیکھا ہے۔ یا نہیں۔ جب اس نے آنے جانے والوں سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ ہم نے فلانی رات کو چاند کے دو ٹکڑے ہوئے دیکھا۔ باوجودیکہ یہ معجزہ اس نے دیکھا، تب بھی یہی کہا کہ اس کا جادو بہت بڑا اور قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ سورۃ بھیجی، اور فرمایا کہ ایسی ہٹ دھرمی کرنے والوں کو کیا ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ بلکہ اور اگر کوئی نشانی دیکھ بھی لیں تو کہتے ہوئے ٹال کر چل دیں کہ یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ اب آگے فرمایا کہ رسولوں کے جھٹلانے والی چھلی امتوں کے عذاب میں گرفتار ہو جانے کا حال جو جگہ جگہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے، اس میں بھولے بھٹکے کے راہ پر لانے اور سرکش کے باز آنے کے لئے بڑی حکمت سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن علم الہی کے موافق ازلی کبختی جن کے سر پر سوار ہے، ڈرسانے والوں کی ڈر کی باتوں کا انکے دل پر اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے حق و ہدایت یعنی نبی اور معجزات کو جھٹلایا، اور اپنی خواہشوں کے وسوسوں کا اتباع کیا، بت پرستی کی۔ جیسی باتیں یہ لوگ کر رہے ہیں ان باتوں کی قدر ان لوگوں کو اس وقت معلوم ہوگی جب ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا، اور انہیں ذلت دینے کیلئے اللہ کے فرشتے ان سے گھڑی گھڑی پوچھیں گے کہ جن چیزوں سے تم لوگ دنیا میں نہیں ڈرتے تھے، بلکہ ان کے ڈرنے کو جادو کی سی وہی باتیں بتلاتے تھے، اب ذرا خوب آنکھیں کھول کر دیکھ لو کہ اس آگ میں، ان سانپ بچھوؤں میں کچھ اثر ہے، یا یہ جادو کی سی وہی خیالی چیزیں ہیں۔ ابوداؤد و نسائی اور ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دوزخ کے عذاب کی سختیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! جب دنیا میں بنی آدم تیرے رسولوں کی معرفت اس عذاب کا حال سن لیں گے، تو وہ اس سے بچنے کی ایسی کوشش کریں گے کہ شاید دوزخ خالی رہے، اور ان میں سے ایک شخص بھی اس میں نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس عذاب سے نجات دے اور برے کاموں سے بچائے آمین!

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نَّكَرٍ ۖ خُشَعًا
 أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَسِرٌ ۖ
 مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۗ يَقُولُ الْكٰفِرُونَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۗ
 كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْذُونٌ وَ
 اذْدَجَرَ ۙ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۙ

پس تم نے ان سے منہ پھیر لو جس دن بلانے والا (فرشتہ یعنی اسرائیل) ایک ناگوار چیز (یعنی حساب) کی طرف
 بلائے گا ۙ (مارے خوف کے) نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں ۙ
 بلانے والے (یعنی اسرائیل) کی طرف دوڑتے ہوئے کافر کہیں گے: ”یہ دن بڑا سخت ہے“ ۙ ان سے پہلے
 نوح (علیہ السلام) کی قوم نے جھٹلایا پس ہمارے بندے (نوح) کو جھٹلایا اور کہنے لگے: ”وہ مجنون ہے“ اور اس
 سے سخت کلامی کی ۙ تو اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں تو میرا بدلہ لے ۙ

۱۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کے دل پر معجزہ اور نصیحت کا کچھ اثر نہ ہو، تو ان کو راہ پر لانے کی زیادہ کوشش نہ کی جائے،
 بلکہ ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ دوسرے صور کی آواز سے جب یہ لوگ قبروں سے نکل کر ٹڈیوں کی طرح میدان محشر
 کی طرف شرمندہ شکل نیچی نگاہ کئے ہوئے دوڑیں گے، اس وقت ان کا کیا سب ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اس دن
 یہ کافر یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ افسوس! یہ دن تو بڑی آفت و مصیبت کا بڑا کٹھن اور سخت دشوار ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کا انجام

۲۔ جن رسولوں کے قصے اس سورۃ میں ہیں ان کی تفصیل تو اور سورتوں میں گزر چکی ہے، یہاں اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ
 جب قریش کے منکر لوگوں نے ایسا بڑا ظاہر معجزہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا دیکھا، اور پھر بھی اس معجزے پر ایمان نہ لائے،
 اور اس کو جادو بتلایا، تو اللہ تعالیٰ نے قوم نوح سے لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک پچھلی قوموں کا طرح طرح کے
 عذابوں سے ہلاک ہو جانے کا ذکر فرما کر آخر کو فرمایا ہے کہ اے محبوب ﷺ! ان منکروں میں کون سی خصوصیت ہے کہ یہ لوگ
 پچھلے عذاب الہی میں پکڑی ہوئی قوموں کے سے کام کریں گے، اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو کسی عذاب میں نہ پکڑے گا۔ کیا اللہ کی
 طرف سے ان کے پاس کوئی نوشتہ آگیا ہے کہ یہ لوگ جو چاہیں گے سو کریں گے، اور اللہ ان سے کچھ مواخذہ نہ کرے گا۔ ان کو

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَرٍ ۝۱۱ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا
 فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاجِحِ وَ
 دُسْرٍ ۝۱۳ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا ۝۱۴ جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرًا ۝۱۵ وَلَقَدْ ثَرَكْنَاهَا
 آيَةً ۝۱۶ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝۱۷ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۝۱۸ وَلَقَدْ
 يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝۱۹

تو ہم نے آسمان کے دروازے زور کے بہتے پانی کے ساتھ کھول دیئے ۱۱ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کئے
 پس (آسمان اور زمین کے) دونوں پانی مل گئے ۱۲ اس کام کے پورا ہونے کے لئے جو مقصد تھا اور ہم نے نوح
 (علیہ السلام) کو تختوں والی اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا ۱۳ جو کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی تھی، یہ اس (شخص)
 کے بدلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا ۱۴ اور ہم نے اس واقعہ کو نشانی چھوڑا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے
 والا ہے ۱۵ پس (دیکھو) میرا عذاب اور میری دھمکیاں کیسی تھیں ۱۶ اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل
 کرنے کیلئے آسان کر دیا پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ۱۷

اپنے جتنے کا یہ گھمنڈ ہے کہ ان کے جتنے کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر کے عذاب الہی کو ٹال دیں گے۔ پھر فرمایا کہ
 تھوڑے دنوں میں ان کا یہ جتنا شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے دن
 مکروں کے جتنے کی شکست کھانے، اور بھاگنے کا مطلب اچھی طرح میری سمجھ میں آیا۔ فرعون اور اس کی قوم کے فرق ہو کر
 ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی، اور یہ سورۃ قصص میں گزر چکا ہے کہ آیت کے نازل
 ہونے کے بعد عام عذاب سے پھر کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی۔ اس لئے پہلے صاحب شریعت رسول حضرت نوح علیہ السلام کی
 قوم سے اس طرح کی قوموں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو عام عذاب سے ہلاک ہوئی ہیں، اور فرعون اور اس کی قوم پر یہ سلسلہ
 ختم ہوتا جاتا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکین کی تنبیہ مقصود ہے، اس سبب سے اس طرح کی قوموں کا سلسلہ وار ذکر فرمایا، لیکن
 اختصار کی نظر سے اہل مدین کے ذکر کو یہاں محذوف فرمایا۔ یہ جو فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے سخت کلامی
 کی! اس کی تفسیر سورہ شعراء میں گزر چکی ہے کہ ان کی قوم نے ان کو پتھروں سے کچل ڈالنے کی دھمکی دے کر سخت کلامی کی تھی۔
 ولقد اللہ ہم بطشتنا فتماد و ابالنذر کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم
 کو ہر چند عذاب الہی سے ڈرایا، مگر ان کی قوم نے ان کی نصیحت نہ سنی اور اس نصیحت کو جھٹلاتے رہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۝۱۸ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا
 صَرْصَرًا فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَبِرٍّ ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسَ لَكُمْ لَمَّا كَانَتْهُمْ اَعْجَازٌ نَّخْلٍ
 مُّتَعَرِّجٍ ۝۲۰ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۝۲۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ
 فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝۲۲ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذْرِ ۝۲۳ فَقَالُوا اَبَشْرًا مِّمَّا
 وَاٰحَدًا تَتَّبِعَةَ ۝۲۴ اِنَّا اِذَا لَفِيَ ضَلٰلٍ وَّسُعْرٍ ۝۲۵ اَلْقَى الذِّكْرَ عَلَيْهِ مِنْ
 بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشْرٌ ۝۲۶ سَيَعْلَمُوْنَ عَذَابًا مِّنَ الْكُذَّابِ
 الْاَشْرُ ۝۲۷ اِنَّا مُرْسِلُوْنَ النَّاقَةَ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝۲۸
 نَبِيَّهُمْ اَنَّ الْبَاءَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ ۝۲۹ كُلُّ شَرِبٍ مَّحْضَرٌ ۝۳۰

عادی نے (بھی اپنے پیغمبر کو) جھٹلایا، پھر میرا عذاب اور میری دھمکیاں کیسی تھیں ۱۸ بیشک ہم نے ان پر ایک سخت
 آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست نہایت سخت تھی ۱۹ لوگوں کو اسی طرح اکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی
 ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں ۲۰ پس (دیکھو) میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی تھیں ۲۱ اور بیشک ہم
 نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ۲۲ ثمود
 نے (اپنے پیغمبر کو) جھٹلایا ۲۳ اور بولے: ”کیا ہم اپنی قوم میں سے ایک آدمی کی تابعداری کریں، بیشک ہم
 جب تو ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں ۲۴ کیا ہم سب میں سے (منتخب ہو کر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے بلکہ یہ جھوٹا
 خود پسند ہے“ ۲۵ اللہ نے فرمایا: ”عنقریب کل جان لیں گے (جب کہ عذاب میں مبتلا ہوں گے) کہ کون جھوٹا
 خود پسند تھا ۲۶ بیشک ہم ان کی جانچ کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کے (حالات کے)
 منتظر رہو اور (ان کی ایذا پر) صبر کرو ۲۷ اور انہیں خبر دے دو کہ (کنوئیں کا) پانی ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم
 کیا ہوا ہے، ہر ایک اپنی باری سے پانی پر آیا کرے ۲۸

فَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۝۲۹ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۝۳۰
 اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝۳۱ وَ
 لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّاكِرٍ ۝۳۲ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ
 بِالنُّذْرِ ۝۳۳ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّا اَل لُّوطِ ۝۳۴ نَجَّيْنَاهُ
 بِسَحَرٍ ۝۳۵ نَعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا ۝۳۶ كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۝۳۷ وَلَقَدْ
 اَنْذَرْنَاهُمْ بِطُغْيَانِنَا فَتَبَارَوْا بِالنُّذْرِ ۝۳۸ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ
 ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذْرِي ۝۳۹

پھر ثمود نے اپنے ساتھی کو بلایا تو اس نے (تیز تلوار) لے کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں ۳۰ پس (دیکھو) میرا
 عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی تھیں ۳۱ بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آواز کا عذاب بھیجا، پس وہ ایسے
 ہو گئے جیسا گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی ۳۲ اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل
 کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ۳۳ قوم لوط نے ڈرانے والوں
 (رسولوں) کو جھٹلایا ۳۴ پس ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی (اور سب کو ہلاک کر دیا) سوائے لوط (علیہ
 السلام) کے گھر والوں (یعنی لوط اور ان کی دونوں صاحبزادیوں کے) کہ ان کو ہم نے اپنے احسان سے وقت
 سحر بچا لیا ۳۵ اسی طرح ہم اس شخص کو صلہ دیتے ہیں جو (ہماری) شکر گزاری کرتے ہیں ۳۶ اور بیشک (عذاب
 آنے سے پہلے) لوط نے ان کو ہمارے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے ڈرانے والی باتوں میں جھگڑا پیدا کیا ۳۷
 لہ اور انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کو بدی کے ارادے سے لے لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں
 (یعنی اندھے ہو گئے)۔ پھر ہم نے کہا کہ میرا عذاب چکھو اور میری ڈرانے والی باتوں کا نتیجہ دیکھو ۳۸

اعلام کا انجام

۱۔ سورہ اعراف سورہ ہود سورہ شعراء سورہ نمل سورہ الصافات وغیرہ میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگوں کا

marfat.com

Marfat.com

وَلَقَدْ صَبَحَ صَبْحَهُمْ بِكْرًا عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذْرِي ﴿۳۹﴾ وَ
 لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ
 النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَلْهَافًا خَذَلْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۲﴾

اور بے شک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا (جو آخرت تک رہے گا) ﴿۳۸﴾ پس (ہم نے کہا کہ) میرا
 عذاب چکھو اور ڈرانے والی باتوں کا نتیجہ دیکھو ﴿۳۹﴾ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا
 ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ﴿۴۰﴾ اور لے بیشک (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس ڈرانے
 والے (رسول) آئے تھے (یعنی موسیٰ اور ہارون علیہم السلام) ﴿۴۱﴾ انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں، پس
 ہم نے ان کو ایسا پکڑا جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی پکڑ کی شان تھی ﴿۴۲﴾

قصہ گذر چکا ہے، کہ حضرت لوط علیہ السلام کی امت کے لوگوں میں لڑکوں سے بد فعلی کرنے کی عادت تھی جس کو اغلام کہتے ہیں۔
 اس عادت کے چھڑا دینے کیلئے مدتوں حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو سمجھایا مگر ان میں سے ایک شخص بھی راہ راست پر نہ
 آیا۔ یہاں اس سورۃ میں ان لوگوں کے اندھے ہونے کا جو ذکر ہے۔ اسکی تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور
 حضرت اسرافیل علیہم السلام نو عمر خوبصورت لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے۔ حضرت لوط
 علیہ السلام نے ان فرشتوں کو نہیں پہچانا اور امت کے لوگوں کی عادت سے خوف زدہ ہو کر ان مہمانوں کی خبر ان کو لوگوں سے
 چھپایا۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی نے قوم کے لوگوں کو ان مہمانوں کی خبر کر دی۔ وہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر
 چڑھ آئے، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ ان لوگوں نے دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھسنے کا ارادہ کیا۔ اس
 وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک پر مار کر جتنے وہ لوگ آئے تھے سب کو اندھا کر دیا۔ یہ رات کا وقت تھا، یہ لوگ حضرت
 لوط علیہ السلام کو یہ دھمکی دے کر چلے گئے کہ صبح کو تم سے ہم سمجھ لیں گے۔ آخر صبح کو وقت مقررہ آتے ہی وہ تمام بستی حضرت جبرئیل
 علیہ السلام نے الٹ دی، اور پھر پتھروں کا مینہ برسا، اور سب ہلاک ہو گئے۔ اب ان کی بستی کی جگہ ایک بودار پانی کا چشمہ ہے۔
 فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذْرِي، کو گھڑی گھڑی تاکید کے لئے فرمایا تاکہ مشرکین اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے
 اور ان کی نصیحت کے نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور یہ قرآن نصیحت والوں کیلئے آسان کر دیا، یعنی حفظ و کتابت، و قرأت و عمل و وعظ
 کیلئے قرآن کو سہل کر دیا۔ آیا کوئی ہے کہ نصیحت قبول کرے اور قوم لوط کا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

لے فرعون اور اس کی قوم کی طرف حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام ڈرسانے آئے، انہوں نے ہماری سب نشانیوں کی یعنی
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزوں کی تکذیب کی، ہم نے ان کو یوں پکڑ کر سزا دی جیسے ایک بڑا جلیل القدر بادشاہ قاہر قادر
 ایک ادنیٰ آدمی کو پکڑ لیتا ہے۔

أَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أَوْلِيَّكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۚ (۳۳) أَمْ
 يَقُولُونَ نَحْنُ جَبِيحٌ مُّتَّبِعُونَ ۚ (۳۴) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ
 الدُّبُرَ ۚ (۳۵) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۚ (۳۶)
 إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۚ (۳۷) يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ
 وُجُوهِهِمْ ۖ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۚ (۳۸) إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۚ (۳۹)

(اے اہل مکہ!) کیا تمہارے کافران سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں معافی لکھی ہوئی ہے (کہ
 گرفت نہ ہوگی) ۳۳ یا کیا یہ کافر (اپنے زعم میں) کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہے گی ۳۴ (انکو
 معلوم رہے) کہ عنقریب ان کی) جماعت کو شکست دی جاتی ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (دنیا میں تو یہ کچھ بھی
 نہیں) ۳۵ بلکہ ان کا وعدہ (عذاب کا) قیامت پر ہے، اور قیامت بڑی سخت اور نہایت کڑوی چیز ہے ۳۶ بیشک یہ مجرم
 لوگ (یعنی کفار) گمراہی اور جہالت میں ہیں ۳۷ جس دن یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (تو
 ان سے کہا جائے گا) کہ دوزخ کی آگ لگنے کا مزہ چکھو ۳۸ بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی ہے ۳۹

اے قریش! کیا تم کافروں کی جماعت ان اگلے کافروں سے کچھ بہتر ہے، قوت و جماعت میں زائد ہے، کیا ہے کچھ بھی
 نہیں۔ کیا تمہارے لئے کوئی پروانہ نجات، برأت نامہ خدا کا اس کی کتابوں میں لکھ کر آ گیا ہے۔ شرک کی اجازت مل گئی ہے۔
 اے محبوب ﷺ! کیا ان کافروں کو یہ گھمنڈ اور دعویٰ ہے کہ ہم سب اکٹھے ایک جماعت، ایک دل آپس میں مدد کرنے والے
 ہیں، ہم پر کون قابو پائے گا۔ تو اے محبوب ﷺ! عنقریب وہ وقت آ گیا کہ ان کی جماعتیں پراگندہ ہوں، اور سب شکست
 کھائیں، اور پیٹھیں پھیر کر بھاگیں۔ بلکہ اصل عذاب کا تو وعدہ آخرت کے عذاب کا ہے۔ جس کے ظہور کا وقت قیامت ہے
 جو بڑی آفت کا دن ہے، اور نہایت کڑوی گھڑی ہے جس میں اس طرح کے نافرمان لوگ آگ میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں
 گے، اور ان کے ذلیل کرنے کو اللہ کے فرشتے یہ کہیں گے: ”لو آج اس آگ کا مزہ چکھو، جس کو دنیا میں تم لوگ جھٹلاتے
 تھے۔“ چنانچہ دنیا کے عذاب کی پیشین گوئی بروز بد رظا ہر ہوئی کہ بہت قتل ہوئے اور بہت قید کئے گئے۔

مسئلہ تقدیر اور قدرت کی نشانیاں

۱۔ شان نزول: مسند امام احمد اور صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کا

حاصل یہ ہے کہ قریش لوگ آنحضرت ﷺ سے قضا و قدر کی باتیں سن کر ان باتوں میں طرح طرح کی بحث کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قریش میں دین اسلام کے منکر لوگ قرآن شریف کے کلام الہی ہونے کے، اور آنحضرت ﷺ کے رسول ہونے کے، اور ضروریات دین کے جس طرح منکر تھے۔ اسی طرح قضا و قدر کے بھی وہ لوگ منکر تھے۔ صحابہ اور تابعین کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ نیک و بد دنیا میں ہونے والا تھا، اس سب کو اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اب جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، وہ اللہ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق ہو رہا ہے۔ یہ قول عام صحابہ اور تابعین کا آیات قرآنی اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے، مگر فرقہ معتزلہ میں سے ایک گروہ معبد چینی کا پیرو اس کے مخالف ہے، اس فرقہ کا نام قدریہ ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ مستقل طور پر خود کرتا ہے، بندہ کے کسی کام کے کرنے سے پہلے بندے کے کام سے اللہ کے علم ازلی کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ اسی بات میں اہل سنت نے فرقہ قدریہ کے رد میں صدہا کتابیں لکھی ہیں۔ غرض جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کے رسول برحق ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح قضا و قدر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ ابو داؤد و مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں قضا و قدر کے منکر لوگ پیدا ہوں گے۔ وہ اس امت کے مجوس ہیں، ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کلام شروع کرنے، اور وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کرنے، اور مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک ہونے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اور انہیں دجال کا ساتھی فرمایا گیا، وہ بدترین خلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے، اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ، میں تقدیر کا ذکر فرما کر پھر، وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلِمَةً بَايَبَسًا فرمایا۔ حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے تقدیر کے موافق اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک ذرہ بھی تقدیر اور اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے باہر نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت ایسی زبردست ہے کہ ایک کلمہ کُن کے کہنے سے پلک جھپکانے میں جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، کسی چیز کے پیدا ہونے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ اب آگے فرمایا کہ قریش کے ہم خیال جن پچھلے لوگوں نے اللہ کے رسولوں اور اللہ کے کلام کو جھٹلایا، ان کو طرح طرح کے عذابوں سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہلاک کر دیا۔ اور عقبیٰ کا سخت عذاب جدا ان کو بھگتنا پڑے گا۔ ہر نصیحت پکڑنے والے کو اس سے نصیحت پکڑنی چاہئے، تاکہ حال کے لوگوں کا بھی وہی انجام نہ ہو جو ان کے ہم خیال لوگوں کا ہوا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کے پیچھے دو کاتب مقرر ہیں، جو ان کا چھوٹا بڑا نیک و بد سب قول و فعل لکھتے رہے۔ اور یہ انتظام سزا و جزا کیلئے ہے، جو اگلے پچھلے سب لوگوں سے متعلق ہے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اللہ کے کلام سے نصیحت پکڑنے والوں کا ذکر فرمایا، کہ ان کے نیک عملوں کی جزا میں ان کے رہنے کو باغ ملیں گے۔ جن میں پانی دودھ شراب اور شہد کی نہریں جاری ہوں گی، اور طرح طرح کے میوے، اور ہر طرح کی راحت کے سامان مہیا ہوں گے۔ اور اس ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ان کی بڑی عزت ہوگی کہ وہ بادشاہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے خاص اقتدار کی طرح اس کے اقتدار کی کوئی حد نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ادنیٰ اہل جنت کو دنیا کی بادشاہت سے دس گنا ساز و سامان راحت کا جنت میں دیا جائے گا۔“

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلِمَةٍ بِالْبَصَرِ ۝۵۰ وَ لَقَدْ أَهْلَكْنَا
 أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّاكِرٍ ۝۵۱ وَ كَلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝۵۲ وَ
 كَلُّ صَغِيرٍ وَ كَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ ۝۵۳ إِنَّ السُّعْيِينَ فِي جَنَّتِ وَ نَهْرٍ ۝۵۴
 فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكَ مُقْتَدِرٍ ۝۵۵

اور ہمارا حکم تو ایک بات ہے جیسے پلک کا مارنا ۵۰ اور بیشک ہم تمہارے جیسوں کو (یعنی پہلی امتوں کے کفار) ہلاک کر چکے ہیں۔ پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے ۵۱ اور جو کچھ انہوں نے کیا سب نامہ اعمال میں لکھا ہوا ہے ۵۲ اور ہر چھوٹا اور بڑا کام (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ۵۳ بیشک (قیامت کے دن) پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ۵۴ عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور صدق کی مجلس میں (بیٹھے) ہوں گے ۵۵

ایاتھا ۷۸ ﴿﴾ ﴿﴾ ۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَلِيَّةٌ ۹۷ ﴿﴾ ﴿﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۳ ﴿﴾

سورہ رحمن مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ رحمن: جب کسی کے چچک ظاہر ہو تو نیلا تا گالے کر اس پر سورہ رحمن پڑھے اور جب قباحتی الاء ما یؤکلنا تکذیبین پر آئے تو ایک گرہ دیدے اور اس پر پھونک دے۔ اس طرح پر سورت کو پورا کرے اور اس تاگے کو چچک والے کی گردن میں باندھ دے ان شاء اللہ تعالیٰ بیماری دور ہو۔ اور یہ سورت آنکھ کے درد کے لئے بہت مفید ہے۔ اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے سے ہر مقصد پورا ہوتا ہے۔ (شاہ ولی اللہ)

الرَّحْمٰنُ ۱ ۱ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۴
 الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۵ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدْنَ ۶ وَ
 السَّمَاءُ رَافِعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۸ وَ
 اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۹

رحمن نے ۱۔ (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا ۲ انسان ۳ (یعنی انسانیت کی جان محمد ﷺ) کو پیدا کیا ۴
 (ماکان و ما یکون کا) بیان انہیں سکھایا ۵ سورج ۶ اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں ۷ اور ۸ سبزے اور
 درخت (اسی کو) سجدہ کرتے ہیں ۹ اور ۱۰ اسی نے آسمان بلند کیا اور اسی نے (دنیا میں) ترازو قائم کی ۱۱ تاکہ
 تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو ۱۲ اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور وزن نہ گھٹاؤ ۱۳

۱۔ شان نزول: جب سردارِ دو عالم ﷺ نے خدا رحمن کا ذکر فرمایا تو کافر بولے کہ ہم رحمن کو نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے۔
 اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمن نازل فرمائی اور فرمایا کہ رحمن جس کا تم انکار کرتے ہو، وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ اور
 ایک قول یہ ہے کہ اہل مکہ نے جب کہا کہ محمد ﷺ کو کوئی بشر سکھاتا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رحمن
 نے قرآن مجید اپنے محبوب ﷺ کو سکھایا (خازن)

۲۔ انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں، اور بیان سے ماکان و ما یکون کا بیان کیونکہ سردارِ دو عالم
 ﷺ اولین و آخرین کی خبریں دیتے تھے۔ (خازن)

۳۔ سورج چاند اپنے برجوں اور منزلوں کو حساب سے طے کرتے ہیں، جس کے سبب سے دن و رات پیدا ہو کر سال اور مہینہ
 معلوم ہوتا ہے، جس پر لوگوں کے ہزاروں کام منحصر ہیں۔

۴۔ اور نیل جو زمین پر پھیلتی ہے، اور درخت جو سیدھا کھڑا ہوتا ہے، یہ سب خدا کو سجدہ کرتے ہیں، اور یہ تمام اس کے حکم کے
 تابعدار ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو انکی فرمانبرداری اور سجدہ کرنا معلوم نہیں لیکن وہ ضرور کرتے ہیں۔

۵۔ اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ کے گناہ جیسے مثلاً نماز نہ پڑھنا، یہ حق اللہ کہلاتے ہیں۔ اور یہ دل کی خالص توبہ سے معاف ہو جاتے
 ہیں، اور بندوں کے گناہ جیسے کسی کا مال چرا لینا یہ حق العباد کہلاتے ہیں۔ فقط توبہ سے یہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔ جب تک

صاحبِ حق سے اس کے حق کی معافی یا کچھ تلافی نہ ہو جائے۔ کم تولنا یا کم ناپنا بھی حق العباد میں ہے، اس لئے پورا تولنے کی
 تاکید فرمائی۔ زیادہ تفصیل اس کی ویل للمطففین میں آئے گی۔ مگر حق العباد سے ڈرنے کیلئے صحیح مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝۱۰ فِيهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَالنَّخْلُ ذَاتُ
 الْأَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۝۱۳ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ
 الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵

اور اسی نے زمین کو مخلوق کے لئے بچھایا ۱۰ کہ اس میں (ہر قسم کے) میوے ہیں اور غلاف والے کھجوروں
 کے درخت ہیں ۱۱ اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول ۱۲ پس اے آدمیو! اور جنو! تم
 اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۱۳ اسی سے نے آدمی (کی اصل یعنی آدم) کو ٹھیکری کی مانند خشک بجتی
 مٹی سے بنایا ۱۴ اور جنوں (کے باپ جان) کو (بے دھوئیں والے) آگ کے شعلہ سے بنایا ۱۵

کافی ہے کہ حق العباد میں لوگوں کی نیکیاں ہر صاحب حق کو اسکے بدلے میں مل جائیں گی، اور یہ لوگ نیکیوں کے ثواب سے محروم
 ہو کر سیدھے جہنم کو چلے جائیں گے۔

انعامات خداوند کریم جل جلالہ

۱۔ آدمیوں کے آرام کیلئے زمین کو بچھایا اسی خدا نے جو رحمن ہے، تاکہ انسان اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری
 رکھیں۔ آگے زمین کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ زمین ایسی ہے جس میں قسم قسم کے پھل میوے بھی نکلتے ہیں، اور غلہ اناج بھی۔
 پھر غلہ میں دو چیزیں ہیں دانہ جو انسان کی غذا ہے، اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی
 ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبود وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ غرض یہ سب کچھ انعامات جو دنیا میں تم کو
 نظر آ رہے ہیں، اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو رحمن ہے۔ جس کا کفار انکار کرتے تھے۔

۲۔ اگرچہ سورۃ نخل میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس قدر احسان کئے ہیں کہ ان احسانات اور اس کی نعمتوں کا
 شکر یہ کرنا تو درکنار، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہر ایک شخص اگر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اسکی نعمت کی گنتی بھی کرنا چاہے تو یہ
 بات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن آدمیوں اور جن کے فقط یاد دلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں
 اکتیس قسم کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، اور ہر ایک قسم کی نعمت کے ذکر کے بعد جن و انسان سے تنبیہ کے طور پر یہ پوچھا ہے، کہ تم
 دونوں اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سورۃ میں جہاں تک تکذیب نے، خطاب جن و انسان سے ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنانے کیلئے خشک مٹی لی، جو بجانے سے بچے اور کوئی چیز کھنکھاتی آواز دے۔ پھر
 اس مٹی کو تر کیا کہ وہ مثل گارے کے ہوگئی، پھر اس کو چھوڑ دیا کہ وہ چہ رنگ کا بُو دار گارا ہو گیا، اور پھر جب اس سے پتلا تیار کیا

فِي آيِ الْآءِ رَبِّكَمَا تُكذِّبِينَ ۝۱۲ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۳
 فِي آيِ الْآءِ رَبِّكَمَا تُكذِّبِينَ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا
 بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝۲۰ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكَمَا تُكذِّبِينَ ۝۲۱ يَخْرُجُ مِنْهُمَا
 اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكَمَا تُكذِّبِينَ ۝۲۳

پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۱۲ وہ دونوں مشرقوں کا مالک ہے اور
 دونوں مغربوں کا مالک ہے ۝۱۳ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۱۸ اور اے
 اس نے دو دریا (شیریں اور تلخ) بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے ۝۱۹ اور (حقیقتاً) ان دونوں کے درمیان ایک
 پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا ۝۲۰ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ
 گے ۝۲۱ ان سے دونوں دریاؤں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے ۝۲۲ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی
 کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۲۳

تو اس میں روح پھونک دی گئی اور شیطان اور جنوں کے باپ کو دہکتی آگ سے جس میں دھوئیں کا نام نہ تھا، صاف چمکتی لطیف
 آگ سے پیدا کیا، اور خدا دونوں مشرقوں اور مغربوں کا مالک ہے، جاڑے اور گرمی میں جس جس مقام سے سورج طلوع ہوتا
 ہے، وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئے۔ اسی کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں، اور
 طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں، زمین والوں کے ہزار ہا فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں۔ تو ان کا ادل بدل
 بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔

اللہ کی قدرت کا ذکر

۱۔ اللہ نے دنیا میں دونوں طرح کے دریا میں جاری کئے شیریں اور تلخ۔ اور یہی حال زمین کے اندر کا ہے کہ کھودنے سے کہیں
 میٹھا پانی نکلتا ہے، اور کہیں کھاری، اور قدرت کی روک کے سبب سے ایک دوسرے پر غالب نہیں آتا۔ سورہ فرقان میں اس کی
 تفصیل زیادہ ہے۔

۲۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ سمندر میں جہاں میٹھی ندیاں گرتی ہیں، وہاں موتی اور مونگا پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں
 دریاؤں سے موتی اور مونگے کا نکلنا فرمایا۔

الصف
۵۵-

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالِأَعْلَامِ ﴿٢٣﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٥﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكذِّبِينَ ﴿٢٧﴾ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٨﴾

اور اے اللہ ہی کے لئے ہیں کشتیاں جو دریاؤں میں چلتی ہیں، پہاڑوں کے مثل بلند ہیں ﴿۲۳﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۴﴾ جو کوئی روئے زمین پر ہے سب کو فنا ہے ﴿۲۵﴾ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو کہ عظمت اور بخشش والا ہے ﴿۲۶﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۷﴾ اسی سے ۲ مانگتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خدا ہر روز ایک حالت میں ہے (یعنی وہ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے) ﴿۲۸﴾

۱۔ جہازوں اور کشتیوں کو پہاڑوں سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خشکی میں پہاڑ قدرت کا نمونہ ہیں، اسی طرح دریا میں جہاز اور کشتیاں اسی کے قبضہ قدرت و فرمان میں ہیں۔ جو اونچی اونچی بلند پہاڑوں کی طرح پانی میں چلتے ہیں۔ ہزاروں من بوجھ بھرا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا زمین پر جو کچھ ہے وہ ہمیشہ رہنے والا نہیں، اس سب کے پیچھے فنا لگی ہوئی ہے۔ باقی رہنے والی وہی ایک ذات وحدہ لا شریک ہے۔ اب جس کی قدرت میں انسان کا پیدا کرنا اور فنا کرنا، اسی نے یہ جتلا یا ہے کہ دنیا کا یہ سب کارخانہ اس نے بے فائدہ نہیں پیدا کیا، بلکہ اسلئے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جو نیکی و بدی ہو رہی ہے، ہر نیک و بد کے مرجانے کے بعد پھر انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، اور نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ ایک دن کیا جائے گا۔ جو لوگ اس کے منکر ہیں انہوں نے دنیا کی حالت پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔ صاحب غور وہی ہیں جنہوں نے دنیا کو چند روزہ سمجھ کر یہاں کچھ ایسا کر لیا، جس سے دوبارہ زیست میں ان کو سرخروئی حاصل ہو۔

۲۔ اسی سے آسمانوں کے رہنے والے اور زمینوں کے بننے والے سب اپنی اپنی حاجتیں علی حسب المراتب مانگتے ہیں۔ مغفرت، توفیق روزی، حفاظت وغیرہ کہ سب ہر بات میں اسکے محتاج ہیں۔ وہ ہر وقت نرالی شان میں جلوہ دکھاتا ہے۔ کسی کو جلاتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے، کسی کو غنی کرتا ہے، کسی کو محتاج، کسی کے گناہ بخشتا ہے، کسی کی تکلیف رفع کرتا ہے۔ شان نزول: کہا گیا ہے کہ یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہفتہ کے روز کوئی کام نہیں کرتا، ان کے قول کا بطلان ظاہر فرمایا گیا۔ منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے، اس نے

فِي آيِ الْاِيسْرِ بِكِبَارِكُذِّبِ بْنِ ۳۰ سَفَرُكُمْ اِيَّهَ الثَّقَلَيْنِ ۳۱ فِي آيِ
 الْاِيسْرِ بِكِبَارِكُذِّبِ بْنِ ۳۲ يَبْعَثُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِنْ اَسْتَطَعْتُمْ اَنْ
 تَتَفُدُّوا مِنْ اَقْطَارِ السَّيُّوْتِ وَالْاَرْضِ فَاَنْفُدُوا ۳۳ لَا تَتَفُدُّوْنَ
 اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۳۴ فِي آيِ الْاِيسْرِ بِكِبَارِكُذِّبِ بْنِ ۳۵ يُرْسَلُ عَلَيْكُمْ شَوَاطِطٌ
 مِنْ نَّارٍ ۳۶ وَنَحَّاسٌ فَلَا تَنْتَصِرْنَ ۳۷

پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۳۰ اے جن و انسان! ہم عنقریب سب سے فارغ ہو کر تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے متوجہ ہوں گے ۳۱ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۳۲ اے جن و انسان کے گروہ! اگر تم آسمان اور زمین کی حدود سے باہر نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ، جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے ۳۳ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۳۴ تم پر (قیامت کے دن بے دھوئیں کے) آگ کے شعلے اور (بے شعلے کا کالا) دھواں بھی چھوڑا جاوے گا۔ پس تم (اس عذاب کا) مقابلہ نہ کر سکو گے ۳۵

ایک روز کی مہلت چاہی، اور نہایت متفکر و منعموم و کراپنے مکان پر آیا۔ اس کے ایک حبشی غلام نے وزیر کو پریشان دیکھ کر کہا: ”اے آقا! آپ کو کیا مصیبت پیش آئی بیان کیجئے“۔ وزیر نے بیان کیا تو غلام نے کہا کہ اس کے معنی بادشاہ کو میں سمجھا دوں گا۔ وزیر نے اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو غلام نے کہا: ”اے بادشاہ! اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں، اور مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مردہ، اور بیمار کو تندرستی دیتا ہے اور تندرستی دیتا ہے اور تندرستی کو بیمار کرتا ہے۔ مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہے، اور بے غموں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے، ذلیلوں کو عزت دیتا ہے، مالداروں کو محتاج کرتا ہے محتاجوں کو مالدار“۔ بادشاہ نے غلام کا جواب پسند کیا، اور وزیر کو حکم دیا کہ اس غلام کو خلعت وزارت پہنائیے۔ غلام نے وزیر سے کہا: ”اے آقا! یہ بھی اللہ کی ایک شان ہے۔“

۱۔ اے آدمیو! اور جنو! تم ہم کو غافل نہ سمجھو، عنقریب ہم ہر بات کا حساب لیتے ہیں، دنیا میں جو کرتے ہو سب محفوظ رہے گا، بروز قیامت سب سوال ہوگا۔ اب آگے جنت اور انسان کے مکر حشر گروہ سے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ان سے کہا جائے گا کہ لو آج کچھ رہتے نکالو تو عرصہ محشر سے کہیں بھاگ جاؤ، آسمانوں کے کنارے اور زمین کی انتہائی طرفوں سے فرشتوں کی

فِي آيِ الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ ﴿۳۶﴾ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ
وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ ﴿۳۸﴾

پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۶﴾ پھر جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور گلاب کے پھول کی طرح سرخ چمڑے کے مانند ہو جائے گا ﴿۳۷﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۸﴾

ہزاروں صفوں کے احاطہ سے نکل کر چلے جاؤ، اگر اتنی طاقت ہو تو دکھاؤ۔ ہرگز اللہ کی حکومت اور بادشاہت سے نکل کر کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتے۔ ہاں اگر کوئی دلیل رکھے ہو یعنی تقویٰ، گناہوں سے توبہ، تو عرصہ محشر سے نکل کر جنت میں جاؤ گے۔ سوائے کافرو! تمہارے پاس تقویٰ ہی نہیں، صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ قبروں سے اٹھتے ہی ایک آگ بے دھوئیں والی، اس طرح کے لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر کر محشر کے میدان تک لے جائے گی۔ آگے اسی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کا ذکر ہے، اور یہ بھی ذکر ہے کہ اس سے بچنے کے لئے ان کی مدد کر کے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا، اور نہ یہ خود کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ قیامت کے دن کی باتوں سے لوگوں کو دنیا میں خبردار کر دینا، یہ اللہ کا احسان ہے۔ اس لئے ان باتوں کے ذکر کو نعمت فرمایا پس جو کچھ کرنا ہے دنیا میں کر لو۔

لے پہلے صور سے جب ساری دنیا اُجڑے گی۔ ایک دفعہ تو آسمان اسی وقت پھٹے گا، اور پھر حشر کے لئے دوسرا صور پھونکا جائے گا، جس کی آواز سے سب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔ اس وقت دنیا کا آسمان پھٹے گا، اور اس میں دروازے ہو جائیں گے، جن دروازوں سے حشر کے انتظام کے فرشتے زمین پر اتریں گے۔ ان آیتوں میں آسمان کی اسی دوسری حالت کا ذکر ہے، کیونکہ اس کے بعد مجرموں کے دوزخ میں ڈالے جانے کا حال ہے، جو دوسرے صور کے بعد ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی صحیح مسلم اور ترمذی کی حدیث ہے کہ دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جائے گا، اس وقت کی دوزخ کی لپٹ سے آسمان طرح طرح کا رنگ بدلے گا۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ کبھی آسمان کا رنگ گلابی ہو جائے گا، اور کبھی سرخ۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جو گنہگار اپنے گناہوں کا انکار کریں گے، تو ان کے منہ پر مہر لگا کر ان کو گونگا کر دیا جائے گا، اور ان کے ہاتھ پیروں سے ان کے گناہوں کی گواہی ادا کرائی جائے گی۔ اس گواہی کے بعد ان گونگوں سے پھر کچھ نہ پوچھا جائے گا، بلکہ ان کے سیاہ چہرے اور کرنجی آنکھوں کی نشانی سے فرشتے ان کو پہچان لیں گے کہ یہ دوزخی ہیں۔ پھر ان کی پیشانی کے بال ان کے پاؤں کے پنجوں میں باندھ دیں گے، اور اس طرح ان کی ایک گٹھڑی بنا کر ان کو دوزخ میں جھونک دیں گے۔ تو ان کو ذلیل کرنے کیلئے فرشتے کہیں گے کہ یہ وہی آگ ہے جس کو دنیا میں تم جھلاتے تھے۔ پھر آگ میں جلنے اور پیاس کے وقت نہایت درجہ کا کھولتا ہوا پانی پینے میں ان کی ہمیشہ کی زندگی بسر ہوگی۔ کبھی کبھی عذاب کے طور پر یہ کھولتا ہوا پانی

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾ فَيَأْتِي آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيئَتِهِمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَ
 الْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَيَأْتِي آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكذِّبِينَ ﴿٤٢﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي
 يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَبِيبٍ إِنِ ﴿٤٤﴾ فَيَأْتِي
 آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ﴿٤٦﴾

پس اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور کسی جن سے ﴿٣٩﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی
 کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٤٠﴾ (اس دن) گنہگار لوگ اپنے چہرے ہی سے (کہ چہرے کالے اور آنکھیں نیلی
 ہوں گی) پہچانے جانے جائیں گے، پس ان کی پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑے جاویں گے (اور جہنم میں ڈالے
 جائیں گے) ﴿٤١﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٤٢﴾ (کہا جائے گا): ”یہ ہے
 وہی دوزخ کہ جس کو مجرم جھٹلاتے تھے“ ﴿٤٣﴾ وہ مجرم دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان پھیرے کریں گے
 (پس یہ پانی ان کو پلایا جائے گا) ﴿٤٤﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٤٥﴾ اور
 جو کوئی (دنیا میں) اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے تو اس کیلئے دو جنتیں (عدن اور نعیم) ہیں ﴿٤٦﴾

انکے سر پر ڈال دیا جائے گا۔ اس پانی کے پینے اور سر پر ڈالنے سے ان کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی۔ ان باتوں کو نصیحت کے
 طور پر ذکر کر کے انسان کو ان باتوں سے ڈرا دینا یہ اللہ کا ایک احسان ہے، اسلئے ان باتوں کے ذکر کو احسان فرمایا۔

جنت کے اوصاف اور اہل جنت کی اعلیٰ زندگی

۱۔ جن لوگوں کے دل میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب و کتاب کا خوف ہے، اور وہ لوگ اس
 خوف کے سبب سے فرض اور نفل عبادت کے بجالانے، اور گناہوں سے بچنے میں احکام شرع کے پابند ہیں۔ قیامت کے دن
 اللہ تعالیٰ ان کی بڑی عزت فرمائے گا کہ ایک جنت ان کے نیک عمل کے بدلے میں، اور ایک ان کے خوف کے بدلے میں،
 اس طرح ان کو دو جنتیں ملیں گی۔ اور وہ دو عالی شان باغ جن کے اوصاف بیان کرتا ہے کہ وہ دونوں باغ ایسے ہوں گے جن میں
 مختلف قسم کے پھل ہوں گے، اور درختوں کی شاخیں نہایت پرمیوہ اور سایہ دار ہوں گی، اور ان باغوں کی یہ بھی صفت ہے یعنی
 وہ ایسے باغ ہوں گے جن میں چشمے جاری ہوں گے، اور وہ کسی وقت تھمتے نہیں نہ خشک ہوتے ہیں اور ان میں ہر ایک میوہ سے

فِي آيِ الْآءِ رَابِعًا تَكْذِبِينَ ﴿٣٤﴾ ذَوَاتًا أَفْنَانٍ ﴿٣٥﴾ فِي آيِ الْآءِ
 رَابِعًا تَكْذِبِينَ ﴿٣٩﴾ فِيهَا عَيْنٌ تَجْرِيْنَ ﴿٤٥﴾ فِي آيِ الْآءِ رَابِعًا
 تَكْذِبِينَ ﴿٥١﴾ فِيهَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجِينَ ﴿٥٢﴾ فِي آيِ الْآءِ رَابِعًا
 تَكْذِبِينَ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِنِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۗ وَجَنَّا
 الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فِي آيِ الْآءِ رَابِعًا تَكْذِبِينَ ﴿٥٥﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٣٤﴾ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے (جس میں طرح طرح کے میوے) ہوں گے ﴿٣٩﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٤٥﴾ ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں (ایک آب شیریں دوسرا پاک شراب کا) ﴿٥١﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٥٢﴾ ان میں سب میوے دو دو قسموں کے ہیں ﴿٥٣﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٥٤﴾ (اہل جنت) تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے کہ جن کا استر دبیز ریشم کا ہوگا، اور ان دونوں کے میوے بہت ہی نزدیک جھکے ہوئے ہوں گے ﴿٥٥﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٥٥﴾

دو قسمیں ہوں گی یعنی تر اور خشک۔ یا ایک ترش اور ایک شیریں، یا ایک مثل دنیا کے میوے کے ہوگا نہ سنا ہوگا۔ اور وہ لوگ وہاں عیش کریں گے۔ شان و شوکت عزت سے مسندوں پر تکیہ لگائے، ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر نہایت دبیز، لطیف و خوش نما و گراں بہار ریشمی ہوں گے، اور ابرے باریک ریشمی ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس بچھونے کا استر ریشمی کپڑے بیش قیمت کا ہوگا، اس بچھونے کے ابرے کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ کیسا ہوگا۔ آگے فرمایا کہ جنت کی میوہ دار شاخیں ایسی حالت پر ہوں گی کہ کھڑے بیٹھے لیٹے سب طرح ان شاخوں میں کا میوہ جنتی لوگ کھا سکیں گے، اور ان باغوں میں یعنی سب جنتوں میں حوریں ہیں، شرمیلی نگاہوں والی باعصمت و عفت نیچی آنکھیں رکھنے والی، جس سے سوائے ان ازواج کے اور کسی نے بات بھی نہ کی ہوگی، اور وہ ایسی خوبصورت خوش رنگ ہوں گی گویا کہ یاقوت اور موتی ہیں۔ یعنی صفائی اور سرخی یاقوت کی، اور چمک اور سفیدی چھوٹے موتی کی سی ہوگی۔ آگے فرمایا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انکو یہ نعمتیں نہ ملیں، کہ نیکی کا بدلہ بجز نیکی اور کیا ہے، یعنی جب انہوں نے دنیا میں نیک کام کئے ایمان لائے، تو حید اختیار کی، تو ہم ان کو ضرور جنت دیں گے۔ جب ہم نے دنیا میں ان پر احسان کیا، تو حید کی توفیق دی تو کیا اس تو حید کا بدلہ آخرت میں نہ دیں گے۔

فِيهِنَّ قُصِرَتُ الظَّرْفُ لَمْ يَطْمِثْنِ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ
 الْاَعْرَابِ كَذَّبْتُمْ ﴿٥٧﴾ كَانْتُمْ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِأَيِّ الْاَعْرَابِ
 كَذَّبْتُمْ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ
 الْاَعْرَابِ كَذَّبْتُمْ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُونِهَا جَنَّتْنِ ﴿٦٢﴾

ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی کہ جن کو ان سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے ﴿٥٦﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٥٧﴾ (ان کی صفائی اور رنگت ایسی ہے) گویا وہ یاقوت اور موزنگا ہیں ﴿٥٨﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٥٩﴾ (دنیا کی) نیکی کا بدلہ (آخرت میں) انعام کے سوا کچھ نہیں ﴿٦٠﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٦١﴾ اور ان کے سوا دوسری جنتیں اور ہیں ﴿٦٢﴾

۱۔ ان آیتوں میں پہلے تو یہ فرمایا کہ جن لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا، ان کو جنت کی دو منزلیں ملیں گی ایک ان کے نیک عمل کے بدلے میں، اور ایک خوفِ الہی سے بڑے کاموں سے بچنے کے بدلے میں۔ پھر ان منزلوں کے ساز و سامان کا ذکر فرمایا کہ بعض منزلوں میں اعلیٰ درجہ کا ساز و سامان ہے، اور بعض میں ان سے کم درجہ کا۔ ہر طرح کی منزلوں کے ساز و سامان کا ذکر اسلئے فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ جس قدر خوفِ الہی انسان کے دل میں ہوگا، اسی قدر ساز و سامان والی جنت کی دو منزلیں اس کو ملیں گی۔ آگے فرمایا کہ وہ دونوں باغ سرسبز و شاداب ہیں۔ ایسی سبزی ہے کہ نہایت ہی گہری سبزی ہے، اور ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں جو جوش مار رہے ہیں، خیر و برکت رحمت و کرامت سے بھرے ہیں۔ جس سے ہر ایک جنتی اس سے متمتع ہوگا، اور ان دونوں باغوں میں طرح طرح کے میوے، قسم قسم کی کھجوریں، انگور کے درخت ہوں گے۔ اور ان ہی باغوں میں عورتیں نیک اخلاق اور اچھی صورت ہوں گی، یعنی ان کی پیدائش کی خوبصورت ہوں گی، یعنی ان کی پیدائش کی خوبصورتی حسن و اخلاق سے مزین ہوگی، اور جنت میں خیموں کے اندر حوریں پوشیدہ بیٹھی ہوں گی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں خیمے کھوکھلے موتی کے ہوں گے کہ جن میں سے ہر ایک کا عرض ساٹھ کوس کا ہوگا، اور اپنے اپنے خیمہ میں گھروالے بیٹھے ہوں گے، جو غیر ان کو نہ دیکھ سکے گا۔ اس لئے ہر ایک مومن کی ضرورت ہے کہ اپنے خدا اور رسول کے احکام کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرے۔ تاکہ اصلی مکان جنت کا وارث بنے، ورنہ مستحق جہنم کا ہوگا، اور صد ہا اوہلا کرے گا مگر اس وقت کا کچھ نیک ثمرہ حاصل نہ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ اور حوروں کی صفت یہ ہے کہ پہلے ان سے کسی انسان و جن نے ان کو چھوا نہ ہوگا، غرض کہ سب کنواریاں ہی ہوں گی۔ آگے جنتیوں کا عیش و آرام ذکر فرماتا ہے کہ یہ بہشتی ان عمدہ باغوں کے نفیس

فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۲۳ مُدْهَامَاتِنِ ۝۲۴ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا
تُكْذِبِينَ ۝۲۵ فِيْهَمَا عَيْنِنِ نَصَاخَتِنِ ۝۲۶ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۲۷
فِيْهَمَا فَآكِهَةٌ وَ نَخْلٌ وَ رُمَّانٌ ۝۲۸ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۲۹
فِيْهِنَّ خَيْرٌ حِسَانٌ ۝۳۰ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۳۱ حُورٌ
مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝۳۲ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۳۳ لَمْ يَطْمِئِنَّ
إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝۳۴ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۳۵ مُتَكِينٌ عَلَى
رَافِرٍ خُضِرٍ وَ عَبَقَرِيِّ حِسَانٍ ۝۳۶ فِي آيِ الْآءِ رَبِّكََا تُكْذِبِينَ ۝۳۷

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۳ وہ دونوں خوب سبز سیاہی مائل ہیں ۴ پس تم اپنے پروردگار
کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۵ ان دونوں میں دو چشمے چھلکتے ہوئے ہوں گے ۶ پس تم اپنے پروردگار کی کس
کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۷ ان میں میوے اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں ۸ پس تم اپنے پروردگار کی کس
کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۹ ان میں بڑی نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں ۱۰ پس تم اپنے پروردگار کی کس
کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۱۱ (وہ) حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں ۱۲ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو
جھٹلاؤ گے ۱۳ (اور) ان سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے ۱۴ پس تم اپنے پروردگار کی کس
کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۱۵ وہ سبز مسندوں اور رنگ برنگ کے قالینوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ۱۶ پس تم اپنے
پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۱۷

اور نہایت آرام دہ محلوں میں اپنی بی بیوں حوروں کے پاس سبز مسندوں پر، جو نہایت قیمتی اور سنہرے فرش ہوں گے، تکیہ لگائے
ہوئے آرام و چین میں بیٹھے ہوں گے۔

تَبْرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝۴۸

تمہارے لے پروردگار کا نام بڑا برکت والا ہے، جو عظمت والا بزرگی والا ہے ۝۴۸

۱ قیامت کے انکار کا جواب

لے نہایت بزرگ بابرکت نام ہے تیرے رب کا جو صاحب بزرگی و مہربانی کا ہے ان بندوں پر، جو اس سے ڈرتے ہیں اور اس کا اور اسکے رسول کا حکم بخوشی بجالاتے ہیں۔

﴿اباھا ۹۶﴾ ﴿سورۃ الواقعة مکیہ ۲۶﴾ ﴿رکوعاھا ۲﴾

سورۃ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھیا نوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِمَنْ لَوْقَعَتْهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳

جس وقت کہ قیامت لے واقع ہو جائے گی ۝۱ اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی ۝۲ کسی کو (جہنم میں گرا کر) پست کرنے والی ہے اور کسی کو (دخول جنت کے ساتھ) اونچا کرنے والی ہے ۝۳

خواص سورۃ الواقعة: جو شخص اس سورۃ کو روزانہ پڑھ لیا کرے کبھی فاقہ نہیں ہو۔ اس سورۃ کو صبح و شام با وضو پڑھنے سے بھوک و پیاس دور ہوتی ہے۔ اس سورت کو 41 بار پڑھے ان شاء اللہ ہر حاجت پوری ہو جائے گی۔ اس سورت کو لکھ کر بچے ہونے کے وقت عورت کے باندھے تو ان شاء اللہ بچہ آسانی کے ساتھ پیدا ہوگا۔

میدان حشر میں کفار کی ذلت اور اہل ایمان کی عظمت

لے مشرکین قیامت کے منکر تھے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے چند سورتوں میں قیامت کا حال بیان فرما کر ان کے انکار کو توڑا ہے۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ اب تو یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب قیامت قائم ہو جائے گی، اور دوسرے صورتوں کی آواز سن کر یہ لوگ قبروں سے ٹڈیوں کی طرح نکل کھڑے ہوں گے، اور ان کے قبروں سے نکلتے ہی ایک آگ پر تعینات ہو جائے گی، جو ان کو محشر کے میدان تک گھیر کر لے جائے گی، اور اس آگ سے ان لوگوں کو میدان محشر میں، اور دوزخ میں طرح طرح کی تکلیفیں پیش آئیں گی۔ اس وقت ان کو اس انکار کی حقیقت کھل جائے گی، کہ اس وقت یہ اپنی کسی تکلیف کو ٹال نہیں سکیں گے۔ آگے فرمایا کہ دنیا میں بہت سے لوگ جو بڑھ چڑھ کر گزران کرتے ہیں، اور اس دنیا کی خوشحالی

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۙ وَ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ
 هَبَاءً مُّبْتَلًا ۙ وَ كُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۙ فَاصْحَبُ الْبَيْتَةِ ۙ مَا
 أَصْحَبُ الْبَيْتَةِ ۙ وَأَصْحَبُ الْبَيْتَةِ ۙ مَا أَصْحَبُ الْبَيْتَةِ ۙ
 وَالسَّيْقُونِ السَّيْقُونِ ۙ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۙ

جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا ۙ اور پہاڑ ٹوٹ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ۙ پس وہ گرد کی طرح اڑتے پھریں گے ۙ اور تم (قیامت کے دن) تین قسم کے ہو جاؤ گے ۙ دائیں طرف والے، پس دائیں طرف والے کیسے اچھے (جنتی) ہیں ۙ اور دوسرے بائیں طرف والے پس بائیں طرف والے، کیسے برے حال ہیں ۙ اور (تیسرے) جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے ۙ (کہ) وہ (خدا کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں ۙ

کے سبب سے عقوبتی سے بالکل غافل تھے، قیامت کے دن وہ ذلیل و خوار ہوں گے، اور دنیا کی جس خوشحالی نے ان کو عقوبتی سے غافل کر دیا تھا، اس دن کے عذاب کے آگے وہ دنیا کی چند روزہ خوشحالی ان کو یاد بھی نہ آئے گی۔ اسی طرح جو ایماندار لوگ دنیا میں غریبی حالت سے اپنی گذر کرتے تھے، وہ اس دن نہایت بڑھی چڑھی حالت سے ہوں گے، اور دنیا کی وہ اپنی غریبی حالت ان کو یاد بھی نہ آئے گی۔ آگے فرمایا کہ قیامت اس دن ہوگی جبکہ زمین ہلا ڈالی جائے گی، اور نہایت سخت یہاں تک کہ اس پر جو درخت پہاڑ مکانات ہوں گے، سب ٹوٹ پھوٹ کر خاک میں مل جائیں گے۔ نام و نشان نہ رہے گا، اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیئے جائیں گے۔ بادلوں کی طرح غبار بن کر اڑتے پھریں گے، پس ایسے ہو جائیں گے جیسا غبار ذرہ ذرہ ہوتا ہے نظر نہیں آتا۔ جب جانوروں کے گھروں سے اڑتا ہے تب تو آنکھ اس کو دیکھ سکتی ہے، ورنہ نہیں۔ یا جب آفتاب دروازے کی دراز میں، یا تار یک مکان میں کسی سوراخ سے اپنی روشنی پہنچاتا ہے تو کچھ ذرے اڑتے نظر آتے ہیں، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذرہ ایک میں گھستا چلا جاتا ہے۔

انسانوں کے تین گروہ

اب آگے قیامت کے دن سب لوگوں کی تین قسمیں جو ہوں گی، ان کا ذکر فرمایا کہ ان تین فرقوں میں سے: ۙ ایک وہ گروہ ہے کہ جن کے داہنے ہاتھوں میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے، یعنی مومن کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل سعادت نہایت امن اور برکت والے ہوں گے، اور ۙ دوسرا گروہ اصحابِ مشمئہ کہ جن کے بائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے وہ کافر ہیں، اور نہایت بدکار ہوں گے۔ اور ۙ تیسرا گروہ سبقت والے، ان کا تو کہنا ہی کیا وہ تو ہر بات میں سبقت ہی لے گئے۔ دنیا میں سبقت لے گئے، ایمان پہلے لائے، ہجرت پہلے کی، جہاد میں سب کے آگے بڑھ کر دوڑتے اور جان لڑاتے ہیں۔ تکبیر اولیٰ کی طرف پروانہ کی طرح دوڑتے ہیں، اور ہر کارِ خیر میں سبقت کرتے ہیں۔ تو وہ جنت میں بھی سب سے پہلے جائیں گے۔ وہ اللہ کے اعلیٰ درجہ کے مقربین دربار ہیں، اور جنتِ نعیم میں داخل ہوں گے۔

فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝۱۲ ثَلَاثَةً ۝۱۳ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝۱۴ وَ قَلِيلٌ ۝۱۵ مِّنَ
 الْآخِرِينَ ۝۱۶ عَلَى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۝۱۷ مُتَّكِنِينَ عَلَيْهَا مُتَّقِلِينَ ۝۱۸
 يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَدَّدُونَ ۝۱۹ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ ۝۲۰ وَ
 كَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝۲۱ لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزَفُونَ ۝۲۲

یہ (مقرب) لوگ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ۱۲ بہت لے سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے ۱۳ اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے ۱۴ وہ لے لوگ جزاؤں تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ۱۵ ان کی خدمت میں ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ۱۶ (لڑکے) چیزیں لے کر آویں جاویں گے ۱۷ آنخوڑے اور آفتابے، اور ایسا جام شراب جو بہتی شراب سے بھرا جاوے گا ۱۸ نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا ۱۹

۱۔ یہ مقربین کی تفصیل ہے کہ وہ پہلے لوگوں میں بہت ہیں، اور پچھلوں میں تھوڑے، اور اگلوں سے مراد یا تو پہلی امتیں ہیں زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے سرکار سید عالم ﷺ کے عہد مبارک تک کی، جیسا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔ لیکن یہ قول نہایت ضعیف ہے، اگرچہ مفسرین نے اس کے وجوہ ضعف کے جواب میں بہت سی توجیہات بھی کی ہیں۔ قول صحیح تفسیر میں یہ ہے کہ اگلوں سے امت محمدیہ ہی کے پہلے لوگ مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں، وہ مراد ہیں، اور پچھلوں سے ان کے بعد والے۔ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث مرفوعہ میں ہے کہ اولین و آخرین یہاں اسی امت کے پہلے اور پچھلے ہیں، اور یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دونوں گروہ میری ہی امت کے ہیں۔

(تفسیر کبیر و بحر العلوم وغیرہ)

جنتیوں کی صفات

۲۔ مقربین کی جنت میں ساز و سامان یہ ہوگا کہ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے تختیوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، اور نوعمر خوبصورت خادم پانی کے آنخوڑے، شراب کے جام، طرح طرح کے میوے کے طباق اور کباب کی رکابیاں لئے ہوئے حاضر ہوں گے۔ شراب وہ ہوگی جس سے دنیا کی طرح نہ سرد رہے ہوگا، نہ حواس میں کچھ فتور پڑے گا۔ آبدار موتی کی صورت میں حوریں ہم نشینی کے لئے موجود ہوں گی۔ پھر فرمایا کہ جنتی لوگ آپس میں سلام علیک جو کریں گے، اسی کی آواز چاروں طرف سے آئے گی، اور کسی طرح کی ایسی بیہودہ کوئی بات چیت نہ ہوگی جس سے جنت کے عیش میں کچھ خلل پڑے۔ سورہ رحمن میں گزر چکا ہے کہ مقربین کی جنت کی منزلیں بھی بلند ہوں گی، اور ان کا ساز و سامان بھی اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۱﴾ وَحُورٍ
عِينٌ ﴿۲۲﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿۲۳﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿۲۵﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا
سَلَامًا ﴿۲۶﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿۲۷﴾ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾ ط

اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے ﴿۲۰﴾ اور جس پرند کا گوشت وہ پسند کریں گے ﴿۲۱﴾ اور ان کے لئے (وہاں) بڑی بڑی آنکھ والیاں حوریں ہیں ﴿۲۲﴾ (رنگت اور صفائی میں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھے ہوئے موتی ﴿۲۳﴾ یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا ﴿۲۴﴾ جنت میں نہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گناہ کی باتیں ﴿۲۵﴾ بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آوے گی ﴿۲۶﴾ اور جو اے داہنی طرف والے ہیں وہ داہنی طرف والے کیسے اچھے (جنتی) ہیں ﴿۲۷﴾

۱۔ مقررین کے حال کے بعد یہ داہنے ہاتھ والوں کا حال فرمایا کہ ان کا بھی کیا کہنا، وہ بھی بڑے رتبہ والے ہیں، ان کو بھی ہر طرح کی نعمت و سرور ہے، وہ بیویوں کے سایہ میں عیش کریں گے۔ دنیا کی بیویوں میں کانٹے ہوتے ہیں، جنت کی بیویوں میں سایہ ہوگا پھل ہوں گے مگر کانٹے نہ ہوں گے۔ دنیا کے لمبے درختوں کا نیچے کا حصہ پھل سے خالی ہوتا ہے، جنت کے درخت ایسے نہیں ہیں، ان میں جڑ کے پاس سے ہی میوے کی شاخیں شروع ہو جاتی ہیں۔ معتبر سند سے بیہقی کی عبد اللہ بن عباس کی حدیث ہے کہ جنت کی چیزوں کے فقط نام دنیا کی چیزوں سے ملتے ہوئے ہیں، ورنہ جنت کی چیزوں کے آگے دنیا کی چیزوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ اس لئے ان بیروں اور کیلوں کے مزہ کو دنیا کے بیروں اور کیلوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ صحیح بخاری، مسلم اور ترمذی میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جنت میں بعضے سایہ دار درخت ایسے ہیں کہ ان کا سایہ سوار آدمی سے بھی سو برس کے عرصے میں طے نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی معتبر روایتوں کے موافق جنت میں نہ سورج ہے نہ دھوپ، وہاں تو ہمیشہ ایسا وقت رہے گا جیسا وقت دنیا میں طلوع فجر سے سورج کے نکلنے تک رہتا ہے، اس لئے وہاں کا سایہ فقط تفریح کے لئے ہوگا۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں دودھ۔ شہد۔ شراب اور میٹھے پانی کے دریا ہیں، جس میں سے یہ چیزیں بہہ کر جنت کے ہر ایک مکان کی نہروں میں آئیں گی، اور ہمیشہ وہ نہریں جاری رہیں گی، اور یہی حدیث مَاءٌ مَّسْكُوبٌ کی تفسیر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میٹھے پانی کے دریا میں سے جنت کی نہروں میں پانی گرے گا، اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مشہور ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے سورج کہیں کی نماز پڑھنے میں جنت اور دوزخ کو

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۚ وَ طَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۚ وَ ظِلِّ مَّدُودٍ ۚ وَ مَا ۚ
 مَسْكُوبٍ ۚ وَ فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۚ لَا مَقْطُوعَةٍ وَ لَا مَمْنُوعَةٍ ۚ وَ
 فُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۚ إِنَّا أَنشَأْنَهُنَّ إِنشَاءً ۚ فَجَعَلْنَهُنَّ
 أَبْكَارًا ۚ عُرُبًا أَتْرَابًا ۚ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۚ

وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے کانٹے کے پیری کے درخت ہوں گے ۛ اور خوب پھلے ہوئے کیلے کے گچھے ہوں گے ۛ اور لمبا لمبا (یعنی ہمیشہ) کا سایہ ہوگا ۛ اور ہمیشہ جاری پانی رہے گا ۛ اور کثرت سے میوے ہوں گے ۛ جونہ (کبھی) ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی ۛ اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ۛ بیشک ہم نے (وہاں کی) عورتوں کو ایک خاص پیدائش کے ساتھ پیدا کیا ۛ پس ہم نے انہیں کنواریاں ۛ اپنے شوہر پر پیاریاں (انہیں پیار دلاتیاں)۔ ایک عمر والیاں بنا دیا ہے ۛ یہ سب چیزیں داہنی طرف والوں کے لئے ہیں ۛ

دیکھا، اور جنت کی انگور کی تیل میں سے ایک خوشہ توڑنا چاہا پھر آپ نے وہ خوشہ نہیں توڑا اور فرمایا کہ اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو قیامت تک اس کے انگور کھایا کرتے۔ یہ حدیث وَ فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے میوے کا ایک خوشہ ہزاروں آدمیوں کے ہزار ہا برس کے کھانے کے قابل میوے سے لدا ہوا ہے۔ لَا مَقْطُوعَةٍ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس طرح دنیا کے میوے خاص خاص موسم پر ہوتے ہیں، اور موسم کے بعد ان کی پیداوار کا سلسلہ منقطع اور منقطع ہو جاتا ہے، جنت کے میووں کا یہ حال نہیں ہے کہ بلکہ وہاں ہر موسم میں کل میوے موجود ہوں گے۔ لَا مَمْنُوعَةٍ کی تفسیر انہیں کے قول کے موافق یہ ہے کہ لیٹے بیٹھے ہر حالت میں جنتی لوگ جنت کے پیڑوں کا میوہ کھا سکیں گے۔ کسی حالت میں کچھ روک ٹوک نہ ہوگی فُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ کا یہ مطلب ہے کہ کئی کئی بچھونے اوپر تلے بچھانے سے وہ بچھونے اونچے ہو جائیں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچھونوں سے مراد عورتیں فضل و جمال میں بلند درجہ رکھتی ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ ہم نے دنیا کی مسلمان عورتوں کو وہاں نئی پیدائش دی ہوگی۔ بعد ازاں کہ مر کر خاک میں مل گئی ہوں گی، مگر پھر نرم و نازک بن جائیں گی، انکو کنواریاں خوبصورت، زیبائشامل بنا دیا ہوگا، اور ناز و انداز کرشمہ واداد الیاں خاوندوں کی عاشق اور معشوق ہوں گی۔ اور وہ ان سے نہ بڑی ہیں نہ چھوٹی بلکہ ہم عمر ہیں۔ یہ نعمتیں ہر ایک کو نصیب نہیں بلکہ خاص ان لوگوں کے لئے جن کے داہنے ہاتھوں میں اعمال نامہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنتی جنت کے بیوی کے چہرہ کو جو دیکھے گا تو پائے گا اس رخسارہ کو کہ آئینہ سے بھی زیادہ صاف و شفاف ہوگا، اور ادنیٰ موتی اس پر ایسا ہوگا کہ تمام مشرق و مغرب کو روشن کر دے گا۔

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوْلِيَاءِ ۗ وَمَثَلُ مَن الْأَخْرَيْنِ ۗ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۗ
مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۗ فِي سُومٍ وَحَيِّمٍ ۗ وَظِلٌّ مِّنْ يَّحْصُومٍ ۗ

ان میں ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا ۳۹ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا ۴۰ اور ۱۔ جو بائیں طرف والے ہیں، بس وہ بائیں طرف والے کیسے (برے حال میں) ہیں ۴۱ وہ لوگ جلتی ہوئی ہوں گے ۴۲ اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ۴۳

۱۔ یہ اصحابِ یمین کے دو گروہوں کا بیان ہے کہ وہ اس اُمت کے پہلوں پچھلوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلے گروہ تو اصحابِ رسول اللہ ہیں اور پچھلے ان کے بعد والے۔

۲۔ مقربین اور دائیں ہاتھ والوں کے بعد یہ بائیں ہاتھ والوں کے حال کا ذکر فرمایا، کہ ان دوزخیوں کا کیا پوچھنا وہ تو نہایت ہی ذلت و خواری والے ہیں، ان کو بہت سخت عذاب ہے۔ کبھی سوم میں جائیں گے۔ سوم اس گرم ہوا کو کہتے ہیں جو آدمی کے جسم کے اندر گھس جاتی ہے، اور دل اور جگر کو جلا دیتی ہے۔ زقوم وہ کانٹوں دار درخت دوزخ میں ہوگا جو بھوک کے وقت دوزخیوں کو کھلایا جائے گا۔ معتبر سند سے یہی، مسند امام احمد وغیرہ میں ابی امامہ اور ابی درداء سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب زقوم اہل دوزخ کو کھلایا جائے گا، اور اس کو کانٹے ان کے حلق میں پھنسیں گے، تو ایسا گرم پانی ان کو پلایا جائے گا جس سے انکی انتڑیاں کٹ کر نکل پڑیں گی۔ سورۃ والمرسلات میں آئے گا کہ حساب سے فارغ ہونے تک ایسے لوگوں پر دوزخ کی آگ کا دھواں سایہ کی طرح چھایا رہے گا، جس میں بڑی بڑی چنگاریاں آگ کی ان لوگوں پر جھڑتی رہیں گی۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا کہ اس دھوئیں کے سایہ میں نہ تو کچھ ٹھنڈک ہے، نہ وہ سایہ کچھ ان کی عزت بڑھانے کیلئے ہوگا، بلکہ وہ تو ان پر آگ کی چنگاریاں برسائے کا ایک بادل ہوگا۔ ان آیتوں میں ایسے لوگوں کے عذاب میں پکڑے جانے کا سبب بھی بتلایا کہ یہ لوگ اپنی خوشحالی میں ایسے بدست ہو گئے تھے کہ اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے، اور دنیا کی خوشحالی کے نشہ میں عقوبت کے منکر تھے۔ حالانکہ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ اس طرح کے سب اگلے پچھلوں کو جمع کر کے ان کو زقوم اور کھولتا پانی اس طرح کھلایا پلایا جائے گا، جس طرح اصرار سے مہمان کو کھانا پانی کھلایا پلایا جاتا ہے۔ پھر جب زقوم کے کھانے سے پیٹ میں آگ لگے گی، اور اس سے پیاس معلوم ہوگی تو پانی پئیں گے۔ جیسے کہ اونٹ پیاسا بے اختیار ہو کر پیتا ہے، جس کے پیتے ہی ان کی آنتیں کٹ کٹ کر گر پڑیں گی، لیکن اس پانی کے پینے سے کبھی سیراب نہ ہوں گے۔ اور یہ زقوم اور پانی قیامت کے دن وہ کھانا اور پینا ہے جو اول ہی روز ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد طرح طرح کے کھانے و پینے عذاب کے بھرے ہوئے ملیں گے۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دوزخ کا تفصیلی حال جو کچھ مجھ کو معلوم ہے، وہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جائے تو تمہاری ہنسی کم ہو جائے، اور ہر وقت تم

لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿۴۳﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿۴۴﴾ وَكَانُوا
يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَإِذَا مِتْنَا وَ
كُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا إنا لنبعوثون ﴿۴۶﴾ أَوِ ابًا وَأُنثَىٰ وَلَوْ أَنَّ
قُلُوبَنَا لَآلَاءٌ لِّالْآخِرِينَ ﴿۴۷﴾ لَمَجْبُوعُونَ ﴿۴۸﴾ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمِ
مَعْلُومٍ ﴿۴۹﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيْهَا الضَّالُّونَ الْمُكذِّبُونَ ﴿۵۰﴾ لَأَكُونَنَّ مِنْ
شَجَرٍ مِّنْ زُقُومٍ ﴿۵۱﴾ فَمَا كُنْتُمْ مِنَ الْبُطُونِ ﴿۵۲﴾ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ
مِنَ الْحَمِيمِ ﴿۵۳﴾ فَشَرِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ ﴿۵۴﴾ هَذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ
الدِّينِ ﴿۵۵﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿۵۶﴾

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ عزت والا ہوگا ﴿۴۳﴾ بیشک وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) بڑے ناز و نعمت میں رہتے تھے ﴿۴۴﴾ اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک) پر اصرار کرتے تھے ﴿۴۵﴾ اور کہتے تھے: ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے ﴿۴۶﴾ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی“ ﴿۴۷﴾ تم فرماؤ: ”بیشک سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کئے جائیں گے ﴿۴۸﴾ ایک مقررہ دن کے معیاد (یعنی قیامت) پر“ ﴿۴۹﴾ بیشک تم اے گمراہو (حق کے) جھٹلانے والو! ﴿۵۰﴾ بیشک تم تھوہڑ کے درخت میں سے کھاؤ گے ﴿۵۱﴾ پھر اس سے پیٹ بھرو گے ﴿۵۲﴾ پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے ﴿۵۳﴾ پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیا سے اونٹ پیتے ہیں ﴿۵۴﴾ یہ ان لوگوں کی مہمانی ہے انصاف کے دن ﴿۵۵﴾ ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا پھر تم (مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے کو) یقین کیوں نہیں کرتے ﴿۵۶﴾

روتے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آنحضرت ﷺ نے دوزخ کا جو حال بیان فرمایا ہے وہ مختصر ہے۔ تفصیلی بیان دوزخ کا اس سے بہت زیادہ ہے۔

توحید کا بیان

اے اوپر ذکر تھا کہ یہ بائیں ہاتھ والے نافرمان لوگ اگلے لعنتی کے عذاب میں پکڑے جائیں گے، کہ دنیا میں یہ لوگ حشر اور

marfat.com

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُلْقُونَ ۝۵۸ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝۵۹
 نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِسَبُوقِينَ ۝۶۰ عَلَىٰ أَنْ
 نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَ نُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۶۱ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ
 النِّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝۶۲

تو بھلا دیکھو تو وہ منی جسے تم (عورتوں کے رحم میں) گراتے ہو ۵۸ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝۵۹ تو کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ۵۹ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرایا اور ہم اس بات سے نہیں ہارے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور (آدمی) پیدا کر دیں، اور پیدا کریں تم کو ایسے عالم میں جس کی تمہیں خبر نہیں ۶۰ اور لے بیشک تم اول پیدائش کو جان چکے ہو ۶۱ پس (اسی سے آخرت کی زندگی کی) کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے ۶۲

قیامت کی باتوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان آیتوں میں ان منکرین حشر کے انکار کو ضعیف کرنے کی چند باتیں ذکر فرمائی ہیں، اور فرمایا ہے کہ اگرچہ ان لوگوں کو زبانی اس بات کا اقرار ہے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے، لیکن ان کے دل میں اس کا پورا یقین نہیں ہے۔ ورنہ یہ کسی عقلمند کا کام نہیں ہے کہ ایک دفعہ ایک کام کا ہو جانا آنکھوں کے سامنے دیکھے، زبان سے اس کے ہو جانے کا اقرار کرے، اور پھر دوبارہ اسی کام کے ہو جانے کا منکر ہو۔ سورۃ الزمر میں گزر چکا ہے: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے اقرار پر یہ لوگ اس لئے مجبور ہیں کہ اس کے انکار کا کوئی راستہ یہ لوگ نہیں پاتے۔ اسی واسطے یہاں فرمایا کہ جس بات کے انکار کا کوئی راستہ یہ لوگ نہیں پاتے، اس کا اقرار بھی یہ لوگ دل سے نہیں کرتے۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ مرد عورت کی صحبت کے بعد عورت کے رحم میں منی جاتی ہے، تو خلاف عقل اس ایک قطرہ پانی سے ان کو ان کے بڑوں کو کس نے پیدا کیا۔ پھر ایک ہی طرح کے پانی کے قطرہ سے سب پیدا کئے۔ ان میں کوئی بوڑھا ہو کر مرتا ہے اور کوئی اس عمر کو نہیں پہنچتا۔ کہیں میاں بی بی کی بارہا صحبت ہوتی ہے۔ ہزار ہا منی کے قطرے رحم میں جاتے ہیں، اور ایک بچہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جس صاحب قدرت نے آدم علیہ السلام کی مٹی کے ایک پتلے میں سلسلہ بے سلسلہ قیامت تک کی یہ سب حالتیں پیدا کیں، جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ تمہاری سمجھ سے باہر پھر دوبارہ جس حالت میں چاہے تم کو پیدا کر دے۔

عجائبات قدرت

۱۔ اس آیت میں ایک سیدھی سی مثال سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سمجھایا ہے کہ پہلے تم بالکل نیست و نابود تھے، ہم نے تم کو پیدا کیا، تم مر گے تو اس... بڑا کرہ رکون سی بات ہو سکتی ہے کہ پہلے کی طرح تم بالکل نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ پھر کیا اتنی

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ﴿۲۳﴾ ۱۰۰ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَ اَمْ رَحْنُ الزَّرْعِ عَوْنٌ ﴿۲۳﴾

کیا لہ دیکھا تم نے یہ جو تم بولے ہو ﴿۱۰۰﴾ کیا تم اس کی کھیتی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں ﴿۲۳﴾

بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی جس طرح ہم نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا، دوبارہ اسی طرح ہم کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اگرچہ مشکل اور آسان کام سب یکساں ہیں، لیکن یہ دنیا کے تجربہ کی ایک بات ہے کہ ایک دفعہ جو کوئی ایک کام کرے تو دوسری دفعہ اس کو وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے سورہ روم میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یہ بھی سمجھایا ہے کہ جب ایک دفعہ ہم نے تم کو پیدا کر دیا، تو اپنے دنیا کے تجربہ کے موافق تمہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ بہ نسبت پہلی دفعہ کے ہم کو دوسری دفعہ تمہارا پیدا کرنا بہت آسان ہے۔ پس اول آخر کار رنگ ملا کر دیکھو پہلے بھی نہ تھے بعد کو ہو گئے، اب پھر نہ رہو گے پھر ہو جاؤ گے۔

۱۰۰ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اپنے رزاق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ انسان کے رزق کا دار و مدار زمین کی پیداوار پر اور زمین کی پیداوار کا دار و مدار مینہ کے برسنے پر ہے، اور یہ سب کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ کھیتی کرنے والے لوگ زمین میں بیج ڈال کر ایسے بے بس ہو جاتے ہیں، کہ ایک سال بھی بیج ڈالنے کے بعد مینہ نہ برسے، یا برسے تو سمندر کا سا کڑوا پانی بیج کا جلا دینے والا برسے، تو بجائے ڈھیر کے ڈھیر اناج کے ایک دانہ بھی پیدا نہ ہو، اور پانی پینے تک کو لوگ ترس جائیں، اور بیج کے نقصان پر طرح طرح کے افسوس و حسرت کی باتیں منہ سے نکالنے لگیں۔ اسی طرح رزق انسان کے منہ تک پہنچنے کے سامانوں میں ایک بڑا سامان یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو دنیا میں پیدا کیا، جس سے اناج طرح طرح سے پکا کر کھایا جاتا ہے۔ اگر بالفرض ایک سال زمین کی پیداوار حسب دلخواہ ہو، لیکن اس سال تمام روئے زمین میں آگ بجھ جائے، تو جانوروں کی طرح انسان بھی کچا اناج کھا کر تندرست نہ رہ سکے۔ اوپر کی آیتوں کے اور ان آیتوں کے نازل فرمانے سے مشرکوں کو یوں قائل کرنا مقصود ہے کہ اپنے خالق اپنے رزاق کی تعظیم اور عبادت میں، یہ کافر لوگ بتوں کو جو پوجتے اور شریک ٹھہراتے ہیں تو ان بتوں کو یہ رتبہ ان لوگوں نے آخر کس استحقاق سے دیا ہے کچھ بتلائیں تو سہی۔ آخر کو اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا کہ یہ کم عقل لوگ بتوں کی پوجا میں لگے رہیں تو تم ان کی کچھ پروا نہ کرو، اور ہر وقت اللہ کی عبادت میں لگے رہو تو حید کو شائع کرو۔ وقت مقررہ آنے پر ان کا کیا خود انکے آگے آجائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے زیادہ بردبار کون ہو گا کہ مشرک لوگ بتوں کو پوجتے ہیں، اور وہ رزق پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو جو اپنی رزاق کی صفت ان آیتوں میں جتلائی ہے، یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ اس ملک میں جس طرح بانس کا پیڑ ہے، کہ دو بانسوں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے، اسی طرح عرب میں بھی بعض درخت ہیں کہ ان کی دو لکڑیوں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے۔ ہری چیز میں سے آگ کا نکلنا یہ بھی اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ اس طرح کہ آگ سے جنگل میں مسافروں کے بہت کام نکلتے ہیں، اس لئے مسافروں کا ذکر فرمایا دنیا کی آگ کو جہنم کی آگ کی یاد رہی، اس واسطے فرمایا کہ آدمی جب دنیا کی آگ کی بھی برداشت نہیں کر سکتا تو جو آگ اس سے اہتر درجہ بڑھ کر تیز ہے، اس سے بچنے کی تدبیر سے غافل نہ رہنا چاہئے۔

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٢٥﴾ إِنَّا لَمُعْرِمُونَ ﴿٢٦﴾
 بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٢٨﴾
 ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٢٩﴾ لَوْ نَشَاءُ
 لَجَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٣٠﴾ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي
 تُورُونَ ﴿٣١﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿٣٢﴾ نَحْنُ
 جَعَلْنَاهَا تَذْكَرًا وَرَمَاقًا لِلْمُقْوِينَ ﴿٣٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
 الْعَظِيمِ ﴿٣٤﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ﴿٣٥﴾

اگر ہم چاہیں تو اس کو (جو تم بوتے ہو) چورا چورا (یعنی خشک بیکار) کر دیں ﴿٣٥﴾ پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہائے
 افسوس! ہم تو تاوان میں آگئے ﴿٣٦﴾ بلکہ ہم بے نصیب رہے ﴿٣٧﴾ پس کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو ﴿٣٨﴾ کیا تم
 نے اس پانی کو بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں ﴿٣٩﴾ اگر ہم چاہیں اس کو کھاری کر دیں (کہ کوئی پی نہ
 سکے) پس تم کیوں (اللہ کی نعمت کا) شکر نہیں کرتے ﴿٤٠﴾ بھلا دیکھو تو وہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو (جو درخت کی
 شاخ سے نکلتی ہے) ﴿٤١﴾ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ﴿٤٢﴾ ہم نے اس (آگ
 کے) درخت کو (دوزخ کی) یادگار (یعنی نصیحت) کے لئے بنایا اور جنگل میں مسافروں کے فائدے کے لئے ﴿٤٣﴾
 پس (اے محبوب! ﷺ) تم اپنے عظمت والے پروردگار کا نام پاکی سے یاد کرو ﴿٤٤﴾ پس اے میں قسم کھاتا ہوں
 ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں ﴿٤٥﴾

توحید کا بیان

اے حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ دہریہ لوگوں کے اعتقاد کی طرح جن ستاروں کے اثر سے یہ اللہ کی قدرت کے منکر لوگ
 مینہ کے برسنے کے قائل تھے، انہیں ستاروں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن کلام الہی ہے۔ اور جس طرح جگہ جگہ
 اس کلام الہی میں ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ کی قدرت اور حکم کے نہ ستاروں کے اثر سے کچھ ہوتا ہے، نہ چاند کے اثر

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَتَّعَلَبُونَ عَظِيمٌ ﴿٤٦﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿٤٧﴾ فِي كِتَابٍ
 مَّكْنُونٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسُوءُ إِلَّا الُّطَهَّرُونَ ﴿٤٩﴾ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ
 الْعَالَمِينَ ﴿٥٠﴾ أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ﴿٥١﴾ وَتَجْعَلُونَ
 رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكذِّبُونَ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿٥٣﴾

اور اگر تم غور کرو تو یہ بڑی قسم ہے ﴿۴۶﴾ بیشک یہ عزت والا قرآن ہے ﴿۴۷﴾ جو ایک پوشیدہ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ﴿۴۸﴾ کہ اس کو سوائے پاک (یعنی با وضو) لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا ﴿۴۹﴾ یہ سارے جہان کے رب کا اتارا ہوا ہے ﴿۵۰﴾ پھر کیا تم اس کلام کا انکار کرتے ہو ﴿۵۱﴾ اور تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ (اللہ کی کتاب کو) جھٹلاتے ہو ﴿۵۲﴾ پس (اے اہل میت!) جب کسی کی روح حلق تک آ جاتی ہے ﴿۵۳﴾

سے۔ اس کے سوا جن لوگوں کا جو کچھ اعتقاد ہے اس سے کلام الہی کا جھٹلانا ان کی قسمت میں ہے، ورنہ ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ جس کی قدرت میں ستاروں کا طلوع و غروب ہے، اس کے حکم سے مینہ برستا ہے۔ ستاروں میں کوئی مستقل تاثیر ہوتی تو وہ خود ایسی متغیر حالت پر کیوں ہوتے۔ غرض جو خود اپنی ذات سے متغیر ہو اس میں ہمیشہ کیلئے کوئی مستقل تاثیر کہاں سے آ سکتی ہے۔ قرآن کو عزت والا اس لئے فرمایا کہ اس کی عزت اور آسمانی کتابوں سے بلند ہے، جس کے سبب سے اس سے پچھلی سب آسمانی کتابیں منسوخ ہیں۔ ستاروں کے طلوع و غروب کی قسم کو بڑی قسم اسی لئے فرمایا کہ تاروں کے روز کے طلوع و غروب سے اللہ کی بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس قدرت نے توحید کا راستہ بتلادیا جس کا ذکر سورہ انعام میں گذر چکا ہے۔ ان آیتوں میں یہ جو فرمایا کہ قرآن شریف کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔ مسئلہ۔ جسکو غسل کی حاجت ہو، یا جس کا وضو نہ ہو، یا حائضہ عورت، یا نفاس والی، ان میں سے کسی کو قرآن مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں۔ بے وضو کو یاد پر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے، لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں۔ اب آگے فرمایا جب بڑی قسم کے بعد تم لوگوں کو یہ بتلادیا گیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور تم کو یوں بھی اس کے کلام الہی ہونے کی تصدیق ہو گئی کہ تم ایسا کچھ کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے، تو پھر تم کو اس کلام کے جھٹلانے اور کمر باندھ کر اس کے جھٹلانے کو اپنے نصیبوں کا توشتہ ٹھہرانا اس کے مان لینے میں سستی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

روح نکلنے کا ذکر

۱۔ اوپر ذکر تھا کہ جن لوگوں نے محض عقل سے حشر کا انکار کیا ہے، اور اس کا انکار کے سبب سے عقوبتی کا کچھ سامان وہ لوگ نہیں

وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿۸۳﴾

اور تم اس وقت بیٹھے دیکھتے ہو ﴿۸۳﴾

کرتے۔ یہ ان لوگوں کی کم عقلی اور ان کی سمجھ کا فتور ہے۔ کیونکہ عقلی تجربہ سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دوسری دفعہ کا پیدا کرنا، بہ نسبت پہلی دفعہ کے پیدا کرنے کے زیادہ آسان ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اور طرح ان لوگوں کو سمجھایا ہے کہ عقلی تجربہ سے حشر کے ہونے میں شک باقی نہ رہنے کے بعد، اگر ان کے دل میں یہ وہم بس گیا ہے کہ یہ انتظام الہی جو ان لوگوں کو جتلیا اور بتلایا گیا ہے، کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہوگا، اور سزا اور جزا ہوگی۔ اس انتظام میں جو بات ان کی مرضی کے خلاف ہوگی، اس کو یہ لوگ روک سکتے ہیں تو عقلی تجربہ سے ان کا یہ وہم بھی یوں ہی رفع ہو سکتا ہے کہ جس وقت حشر کا موقع پیش آئے گا، اس وقت تو یہ لوگ مٹی کا ڈھیر ہو کر پڑے ہوں گے۔ اب دنیا میں ان کا زور ان کی طاقت سب کچھ قائم ہے، اور انتظام الہی کے موافق انکی اولاد ان کے عزیز و اقارب کی روح ان کی آنکھوں کے سامنے قبض ہوتی ہے، اور مریض کے سر ہانے ان اور والدوں کے پاس اللہ کے فرشتے قبض روح کیلئے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن نہ ان کو وہ اللہ کے فرشتے نظر آتے ہیں، نہ ان لوگوں میں یہ قدرت ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی روح کو یہ لوگ نہ نکلنے دیں۔ جب وقت آپہنچتا ہے، اور روح گلے میں آ کر اٹک جاتی ہے دم ٹوٹ جاتا ہے۔ اور تم سے بجز اس کے کہ چپ بیٹھے دیکھتے رہو اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حشر کے خلاف مرضی انتظام کا روکنا انکی طاقت سے باہر ہے، اور یہ یاد رہے کہ جب یہ لوگ اپنے عزیزوں کے اور اپنے مرنے کو نہیں روک سکتے، تو مرنے کے بعد حشر ضرور ہوگا تا کہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے۔ غرض جب عقلی تجربہ سے نہ حشر کے قائم ہونے میں یہ لوگ شک کر سکتے ہیں، نہ انتظام الہی کے روکنے کی ان کو طاقت ہے۔ تو یہ یقینی باتیں عقلی کے پاک کرنے کی ان لوگوں کو انتظام الہی کے موافق جو بتلانی جاتی ہیں، ان کو نہ ماننا اور ان پر عمل نہ کرنا ان لوگوں کی کم عقلی کی نشانی ہے۔ اب اس فہمائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم فرمایا کہ باوجود اس قدر فہمائش کے اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو اس کا تم کچھ خیال نہ کرو، وقت مقررہ آ جانے کے بعد جن کو اللہ کی طرف سے ہدایت ہونی ہے، وہ خود ہو جائے گی۔ مسند امام احمد، صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سبحان ربی العظیم کو رکوع میں اور سبحان ربی الاعلیٰ کو سجدہ میں آپ نے پڑھنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کے ایک دفعہ کے کہنے سے ایک پیڑ جنت میں لگایا جاتا ہے۔ موت کے وقت اچھے لوگوں کو جنت کی خوشخبری اور برے لوگوں کو دوزخ کی غم ناک خبر جو فرشتے سناتے ہیں، اس کا حال اوپر گذر چکا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ مقررین میں سے جو کوئی دنیا سے مفارقت کرتا ہے، اسکے پاس جنت کے پھولوں کی ڈالی لائی جاتی ہے۔ اس کی خوشبو لیتا ہے تب روح قبض ہوتی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اے سید انبیاء ﷺ آپ ان کا سلام قبول فرمائیں، اور ان کے لیے غمگین نہ ہوں، وہ اللہ کے عذاب سے سلامت و محفوظ رہیں گے، اور آپ ان کو اسی حالت میں دیکھیں گے جو آپ کو پسند ہو۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ
 مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٨٧﴾ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ
 الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ
 أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ
 مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَتَصْلِيَةٌ جَهِيمٍ ﴿٩٤﴾
 إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

اور (اس وقت) تم سے زیادہ ہم اس کے نزدیک ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں ﴿٨٥﴾ پس اگر تم حکم الہی سے مغلوب نہیں
 ہو تو ﴿٨٦﴾ تم اس روح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو، اگر تم سچے ہو ﴿٨٧﴾ پس اگر وہ مرنے والا
 مقربوں میں سے ہے ﴿٨٨﴾ تو (اس کے لئے) راحت اور خوشبودار پھول ہیں اور عیش کے باغ ہیں ﴿٨٩﴾ اور اگر وہ
 مرنے والا اہل سعادت ہے ﴿٩٠﴾ پس اے مخاطب! تم پر سلام اہل سعادت کی طرف سے (کہ وہ عذاب سے
 محفوظ رہے گا) ﴿٩١﴾ اور اگر وہ مرنے والا جھٹلانے والا گمراہوں میں سے ہے ﴿٩٢﴾ تو (اس کے لئے) کھولتے
 ہوئے پانی سے مہمانی ہوگی ﴿٩٣﴾ اور اس کو دوزخ میں داخل ہونا ہے ﴿٩٤﴾ بیشک یہ (جو بیان کیا گیا ہے) کامل یقینی
 بات ہے ﴿٩٥﴾ تو (اے محبوب ﷺ) تم اپنے عظمت والے پروردگار کا نام پاکی سے یاد کرو ﴿٩٦﴾

﴿٢٩﴾ اباقھا ٢٩ ﴿٥٧﴾ سُورَةُ الْحَدِيدِ مَكِّيَّةٌ ٩٣ ﴿٢﴾ رُكُوعَاتُهَا ٢ ﴿٢﴾

سورة الحدید مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورة الحديد: اس سورة کو لکھ کر پاس رکھنے سے تیر اور تلوار سے حفاظت رہتی ہے، اور یہ سورة پڑھ کر بخار
 والے اور روم والے پردم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ اس سوره کو صبح روزانہ پڑھنا باعث رحمت ہے اور تمام دن خوشی
 سے گزرتا ہے۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① لَهُ
 مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ ② هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
 عَلِيمٌ ③ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

اللہ ۱ کی پاکی ہر وہ چیز جو زمین میں اور آسمانوں میں ہے بیان کرتی ہے، (جاندار ہو یا بے جان) اور وہی غالب حکمت والا ہے ① اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے ② وہی ہے ہر چیز سے اول اور ۲ وہی ہر چیز کے آخر رہے گا اور وہی (دلیلوں سے) ظاہر ہے اور وہی (اپنی حقیقت میں) پوشیدہ ہے اور ۳ وہی سب کچھ جانتا ہے ③ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

توحید کا بیان اور صفات باری تعالیٰ

۱ خدا کے نام کی سب آسمان و زمین کی مخلوقات ہر ہر ذرہ قطرہ قطرہ ہر وقت تسبیح پڑھتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہیں، فرمانبردار بندے ہیں وہ بڑی عزت، بڑے رتبہ والا ہے۔ اس کی قدرت کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں، وہ اپنے قضا و قدر کے کارخانہ میں بڑی حکمت والا ہے۔ اور تمام آسمانوں کے خزانے بارش وغیرہ زمین کا خزانہ نباتات وغیرہ سب اسی کی مخلوق و مملوک ہیں۔ وہ زندگی و موت کا مالک ہے۔ ایک دفعہ اس نے انسان کو پیدا کیا، اور وقت مقررہ پر اس کی روح قبض کرے گا۔ اور نیک و بد کے حساب و کتاب کیلئے پھر وہ انسان کو زندہ کرے گا، یہ سب باتیں اس کی قدرت میں ہیں، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

۲ الاؤل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی ذات سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ الاخر کے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد اسی کی ذات باقی رہے گی۔ الظاہر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کا حکم سب پر غالب ہے اور سب اس کے زیر حکم ہیں۔ الباطن کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل کا حال جانتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے، اس لئے کسی چیز کا ظاہر و باطن کوئی حال اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

۳ جب اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان اور سب مخلوقات کا پیدا کرنا منظور ہوا تو اتوار سے لے کر جمعہ تک چھ روز میں سب کچھ پیدا کیا۔ زیادہ تفصیل اس کی سورۃ اعراف اور سورۃ دخان میں گزر چکی ہے۔

۴ یہ استوئی وہ ہے جو اس کی ذات پاک کو سزاوار ہے، کیونکہ نہ اس کی ذات کو مخلوقات میں سے کسی کی ذات کے ساتھ کچھ

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۗ يَعْلَمُ مَا يَلْبِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۗ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا
كُنْتُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾

پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)، جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (حسب اعمال جزا دے گا) ﴿۲۷﴾

مناسبت ہے، نہ اسکی صفات کو کسی کی صفات کے ساتھ۔ اسی واسطے سلف نے اس طرح کی آیتوں کی تفسیر میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان آیتوں کے ظاہر معنی کو مدار تلاوت اور ایمان قرار دیتے ہیں، اور ان کی تفصیل کو اللہ کے علم پر سوچتے ہیں۔ مخلوقات میں عرش بڑی چیز ہے، چنانچہ معتبر سند سے تفسیر سعید بن منصور میں مجاہد کا قول ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جس طرح ایک جنگل کے میدان میں ایک آدمی کے ہاتھ کا چھلہ۔ اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔

۱۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً زمین میں اناج کا بیج یا میوہ کی گٹھلی جو کچھ بویا جاتا ہے، اور آسمان سے مینہ برس کر جو اس کا پودا زمین سے نکلتا ہے، یا جو نیک عمل آسمان پر جاتا ہے وہ ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اور ان چیزوں کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اور ان چیزوں کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق ان سب چیزوں کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور اکثر سلف کے قول کے موافق یہ ہے کہ انسان کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ جو عمل انسان کرتا ہے وہ اللہ دیکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث گذر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح دل لگا کر کرے کہ گویا عبادت کے وقت اللہ تعالیٰ انسان کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا ملک السموات والارض، ایک دفعہ انتظام دنیا اور دوسری دفعہ انتظام آخرت کے ساتھ فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ دنیا میں چلانا مارنا اور عقبتی میں جزا و سزا اسی کے اختیار میں ہے۔ آگے آسمان کے پیدا کرنے کے ذکر میں آسمان کی حرکت سے رات دن جو پیدا ہوتے ہیں، ان کا ذکر فرمایا کہ ان میں بھی قدرت کا یہ بڑا نمونہ ہے کہ کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے، اور کبھی رات، اور کبھی دونوں برابر ہو جاتے ہیں، پھر فرمایا کہ جس طرح ان انتظامات میں کوئی شے اللہ کے علم سے باہر نہیں، اسی طرح انسان کے ظاہری کاموں کے علاوہ انسان کا دل نیت تک کا حال اس سے چھپا ہوا نہیں۔ اسی واسطے اس غیب داں نے دلی ارادہ اور نیت کی بنا پر نیک کاموں کے قبول، اور ناقبول کو، اور ان کی زیادتی اور کمی کو نیت پر منحصر رکھا ہے۔ مسند امام احمد

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝
يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَهُوَ عَلِيمٌ
بِدَاتِ الصُّدُورِ ۝۲۱ اٰمِنُوۤا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ وَانْفِقُوۤا مِمَّا جَعَلَكُمْ
مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۗ فَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوۤا مِنْكُمْ وَانْفَقُوۤا لَهُمْ اَجْرٌ
كَبِيْرٌ ۝۲۲ وَمَالِكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوۤا
بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۳

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف سب کام رجوع ہوتے ہیں ۝ وہی رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے ۝ (تم لوگ) اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور (اللہ کی راہ میں) کچھ وہ لے خرچ کرو، جس مال میں تم کو (اس نے) دوسروں کا جانشین کیا ہے، پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے ۝ اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ؟ حالانکہ اس کے پیغمبر تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، اور بیشک خود اللہ تم سے (پہلے ہی) عہد لے چکا ہے (جبکہ تم کو پشت آدم سے نکالا تھا) اگر تمہیں یقین ہو ۝

میں معتبر سند سے محمود بن ابید کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا جن نیک عملوں میں انسان کی نیت دنیا کے دکھاوے کی ہوگی، ایسے عملوں کا اجر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کچھ نہ ملے گا۔ بلکہ ایسے ریاکار لوگوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جن لوگوں کے دکھانے کو تم نے یہ عمل دنیا میں کئے تھے، ان ہی لوگوں سے ان عملوں کا اجر مانگ لو۔ یہ حدیثیں آیت وَهُوَ عَلِيمٌ بِدَاتِ الصُّدُورِ کی تفسیر ہیں کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے انسان کے دل کا حال جاننے، اور اس پر عمل کے قبول ناقبول کی، اور اجر کی کمی و زیادتی کی بنا پر قرار دینے کی تفصیل ہے۔

۱۔ سورۃ کے شروع سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، اور توحید اور بندوں کے ذرا ذرا حال سے اپنے واقف ہونے کا ذکر فرما کر، یہاں سے قریش کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر، اور اللہ کے رسول کے سچے ہونے پر ایمان لانے، اور دنیا کی اُلفت

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ①

وہی ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اپنی روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں (کفر و شرک کی) اندھیروں سے (نور ایمان کی) روشنی کی طرف لے جائے، اور بیشک اللہ تم پر شفقت کرنے والا مہربان ہے ①

چھوڑنے، اور خدا کی راہ میں کچھ مال خرچ کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ دنیا میں جس قدر مال ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، اس لئے اصل مالک سب چیزوں کا اللہ تعالیٰ ہے۔ عارضی طور پر چند روز دنیا کے مال اور دنیا کی چیزوں کے لوگ مالک اور وارث بن جاتے ہیں، اور رفتہ رفتہ یہ عارضی قبضہ والے لوگ سب مر جائیں گے تو اللہ کا پیدا کیا ہوا مال اللہ کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نے جو کچھ کھایا پہنا وہ تو گیا گذرا ہوا، جو اللہ کے نام پر دیا وہ عقبی کا ذخیرہ ہے، اور جو چھوڑ کر مرا وہ وارثوں کے نصیب کا ہے۔ دنیا میں کوئی تجارت ایسی نہیں کہ جس میں ایک کے ساتھ سو ہوں۔ عقبی میں صدقہ خیرات کا اجر ایک کا ساتھ سو تک، اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اس لئے عقبی کے اجر کو بڑا فرمایا۔ قرآن شریف کا کلام الہی ہونا، اور محمد ﷺ کا رسول ہونا، اکثر آیتوں میں طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے اہل قریش کو سمجھا دیا۔ اس لئے صدقہ خیرات کے ذکر کے بعد پھر ایمان کا ذکر دوبارہ فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ بغیر شرک سے باز آنے اور خالص ایمان دار ہو جانے کے، صدقہ خیرات کا کچھ اجر عقبی میں نہیں مل سکتا۔ بنی آدم کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سب بنی آدم سے توحید پر قائم رہنے کا عہد جو لیا ہے، اس کا ذکر سورہ اعراف میں گزر چکا ہے۔ یہاں اس عہد کا ذکر کے ساتھ یہ فرمایا کہ تم لوگ اس عہد پر قائم ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس عہد کے یاد دلانے کیلئے اپنے رسول کو بھیجا ہے، جن پر اپنا کلام نازل فرمایا ہے، اور وہ اللہ کے رسول اللہ کا کلام تم لوگوں کو ہر وقت سنا کرو عہد تمہیں یاد دلاتے ہیں، اور توحید پر قائم رہنے کا راستہ تم کو بتلاتے ہیں، تو پھر تم کو اب شرک سے باز آنے، اور اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک مان لینے میں کیا عذر ہے۔ اب مسلمان ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کیا دلائل ہو سکتے ہیں، اگر لانا ہے تو ایمان لاؤ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی تم لوگوں پر ایک مہربانی ہے کہ وہ اپنے رسول پر صاف صاف طرح طرح کی فہمائش کی آیتیں نازل فرما کر تمہیں کفر و شرک کے اندھیرے سے نکالنا، اور تمہارے دل کو ایمان کے نور سے روشن کرنا چاہتا ہے۔ ایمان کے دوبارہ ذکر کے ساتھ صدقہ و خیرات کا ذکر تاکید کے طور پر پھر ان لفظوں میں فرمایا جن کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام کو ہر طرح کی مدد کی زیادہ ضرورت تھی۔ پھر فتح مکہ کے بعد غنیمت کا مال پا کر اہل اسلام غنی ہو گئے۔ اسی واسطے فتح مکہ سے پہلے عین ضرورت کے وقت جن صحابہ نے اپنا مال اسلام کی مدد میں خرچ کیا، ان کو بہت بڑا اجر مل گیا۔ پھر فرمایا یوں تو فتح

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنۢ أَنفَقَ مِنۢ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتَلَ ۗ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِنۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۗ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۰ مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ وَلَآءَ أَجْرٍ كَرِيمٍ ۝۱۱ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے، (دیکھو اے مسلمانو!) تم میں سے وہ شخص برابر نہیں جس نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) خرچ کیا اور (کافروں سے) جہاد کیا، وہ لوگ اللہ کے نزدیک مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور (ان دونوں میں) ہر ایک سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ۝۱۰ کون ہے جو اللہ کو (خوش دلی سے) اچھا قرض دے تاکہ اللہ اس (دیئے ہوئے) کو اس کے لئے دو چند کر دے اور اس کیلئے عزت کا ثواب ہے ۝۱۱ جس دن تم مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو (پل صراط پر) دیکھو گے۔

مکہ سے پہلے اور پیچھے جس کسی نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا، اس کا اجر رائیگاں نہ جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے سب کاموں کی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس کے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے اس کو قرض سے مشابہت دی۔ قَرْضًا حَسَنًا کے یہ معنی ہیں کہ اس میں دنیا کا کچھ دکھاوانہ ہو بلکہ جو کچھ خرچ کیا جائے خاص عقوبی کے ثواب کی نیت سے ہو۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر: اے محبوب ﷺ! قیامت کے روز مسلمانوں کا حال دیکھنا وہ مرد اور عورتیں جو سچے دل سے تصدیق کرتے ہیں، کہ ان کا نور ایمان و اعمال صالحہ ان کے سامنے اور سیدھی الٹی طرف جلوے دکھاتا ہو اور ڈھلتا ہو چلتا ہوگا، یعنی جب پل صراط سے گزریں گے تو نور کی مشعلیں روشنی دکھائیں گی، فرشتے چار طرف سے دل بڑھاتے ہوں گے، خوشخبریاں مبارکبادیاں دیتے ہوں گے، کہ لو اب چل کر جنتوں میں داخل ہو۔ وہ جنتیں جن کے مکانوں اور درختوں کے نیچے شراب و شہد و آب خوشگوار و شیر شیریں کی نہریں رواں ہوں گی۔ اور وہاں ہمیشہ رہیں گے، نہ مریں گے نہ نکلیں گے۔ یہ

يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرًا لِّكُمْ الْيَوْمَ جَنَّتْ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ خَلِيدٌ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾

کہ ان (کے ایمان و اطاعت) کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہے (اور جنت کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے) (ان سے فرمایا جا رہا ہے): ”آج تمہیں خوشی ہو (تمہارے لئے) وہ جنتیں ہیں جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو گے، یہی بڑی کامیابی ہے“ ﴿۱۲﴾

نہایت اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے کہ جنت ملی دوزخ سے بچے۔ اس کے بعد منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ منافقوں کے دل میں نور ایمان نہیں ہے، اسی لئے کچھ دور تک تو یہ منافق لوگ اندھیرے میں پیچھے رہ جائیں گے، تو اس وقت یہ منافق ایمانداروں سے کہویں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ تمہارے نور کی روشنی سے ہم بھی کچھ جھلک پا کر اس اندھیرے کو طے کر لیں۔ فرشتے یا مسلمان ان منافقوں کو جھڑک کر جواب دیں گے کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہوں گی کہ اتنے میں مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ لگا ہوگا۔ اس احاطہ دیوار کے اندر جنت کی بہار ہوگی۔ باہر جس طرف منافق ہوں گے سخت عذاب ہوگا نار ہوگی۔ جب دیکھیں گے کہ مسلمان مزے میں جنت میں جا رہے ہیں، اور یہ کھڑے منہ تک رہے ہیں، تب منافق لوگ مسلمانوں سے پکار کر کہویں گے کہ اس وقت ہمارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ دنیا میں تم ہمارے ساتھی تھے۔ اس کے جواب میں مسلمان لوگ کہیں گے کہ تم اوپری طور پر ہمارے ساتھ تھے، دل سے تو تم بچلے ہوئے تھے، اور اہل اسلام کی برائی چاہتے تھے، اور دین کی باتوں کی طرف سے ایک شک کی حالت میں پڑے ہوئے تھے، اور طرح طرح کی بے اصل آرزوؤں میں اپنی عمر گزارتے تھے۔ مثلاً یہ خیال کرتے تھے کہ اہل اسلام کو کافروں کے ہاتھ سے کچھ ضرر بھی پہنچا تو ہم امن میں رہیں گے، کیونکہ ہمارا میل جول دونوں جانب سے ہے۔ یہاں تک کہ اسی شیطانی بہکاوے میں تم مر گئے اس لئے آج تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ جس سے کچھ بدلہ دے کر بھی تمہارا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین بھر کا سونا بھی نجات کے لئے کافی نہ ہوگا۔

فضائل صدقہ و خیرات

پسند امام احمد، صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ گو آدمی خالص نیت سے ایک کھجور بھی اللہ کے نام پر دے گا، تو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے نجات پانے کیلئے یہ تھوڑی سی خیرات بھی اس کے کام آئے گی۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شرک و نفاق ایسی چیز ہے کہ اس کے سبب سے قیامت کے دن زمین بھر کے سونا بھی نجات کیلئے کارآمد نہیں۔ اور تو حید ایسی چیز ہے کہ جس کے سبب سے قیامت کے دن ایک کھجور بھی نجات کے لئے کارآمد ہے۔ صحیح حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے ریا کاری کو چھوٹا شرک فرمایا ہے، اسی لئے جس طرح آدمی کو شرک و نفاق سے بچنا

یَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَسِبْ
 مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وِرَاءَكُمْ فَالْتَسِبُوا نُورًا ۗ فَضَرْبَ بَيْنِهِمْ
 سُورِي لَهُ بَابٌ ۗ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۗ
 يُنَادُوْنَهُمْ آلِمَ نَكُنْ مَعَكُمْ ۗ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ
 وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ
 بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۗ ۱۳ ۗ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ ۗ وَلَا مِنَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا ۗ مَا أُولَئِكَ إِلَّا فِي سَعْدٍ مُّجْتَمِعَةٍ ۗ وَبِئْسَ الْبَصِيرُ ۗ ۱۵ ۗ

(اور یہ وہ دن ہوگا) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف شفقت کی نظر سے دیکھو تا کہ ہم (بھی) تمہارے نور (ایمان) کی روشنی حاصل کر لیں کہا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہاں روشنی تلاش کرو (وہ لوٹیں گے) پس ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں (جنت کا) ایک دروازہ ہے، اس کے اندر کی طرف (اللہ کی) رحمت ہے اور اس دیوار کے باہر کی طرف عذاب ہے ۱۳ یہ منافق لوگ (دیوار کے پیچھے سے) مسلمانوں کو پکاریں گے: ”کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے“ وہ کہیں گے: ”(ہاں) تھے تو سہی لیکن تم نے تو اپنی جانیں (نفاق و کفر سے) خود فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے تھے اور (دین اسلام میں) شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری باطل آرزوؤں نے دھوکہ دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا (یعنی موت) اور تم کو فریب دینے والے شیطان نے اللہ کے حکم پر مغرور رکھا“ ۱۴ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں ہی سے، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، تمہارے لئے دوزخ ہی لائق ہے۔ او۔ او۔ (کیا ہی) برا ٹھکانا ہے ۱۵

چاہئے۔ اسنی طرح ریا کاری سے بھی اسے بچنا چاہئے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ
الْحَقِّ ۗ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ
الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۷﴾

کیا اے ایمانداروں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد میں جھک جائیں اور اس حق (یعنی قرآن) کے لئے جوا تر ا ہے، اور ان جیسے نہ ہوں جن کو ان سے پہلے کتاب (آسمانی) دی گئی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ)، پھر ان پر زمانہ بہت گزر گیا (اور توبہ نہ کی) پھر ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت لوگ فاسق ہیں ﴿۱۶﴾ (اے لوگو!) اے جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی سرسبز) کرتا ہے، بیشک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو ﴿۱۷﴾

خدا کی رزاقی اور منافقوں کا ذکر

اے تفسیر سدی وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں، اور معنی یہ ہیں کہ جو لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اور ان کے دل کفر اور نفاق کے سبب سے سخت ہو رہے ہیں، کیا انہوں نے مذہب مقدس اسلام کی خوبیاں نہیں دیکھیں۔ کیا انہوں نے رسول کے حالات میں غور نہیں کیا، کب تک یہ لوگ نفاق چھپائیں گے۔ اتنی باتیں سب ہو گئیں مگر کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل بھی خالصاً لوجہ اللہ اسلام قبول کریں۔ اللہ کے ذکر کی ہیبت سے اور وہ روشنی اور مقدس قرآن جو یقیناً حق ہے، اور معرفت جبرئیل رسول پر اترا، اور اس کی آیات وعدہ وعید سے امر و نہی، حلال و حرام، وعظ و نصیحت، اور خدا کی لذت توحید سے انکے دل چل اٹھیں، نرمی عاجزی، خلوص محبت، حلاوت ایمان، ذوق شوق، خضوع خشوع ان کے دلوں میں بھر جائے، اور یہ ان جیسے نہ ہو جائیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے۔ یعنی یہود کو کہ علم توراہ ملا تھا، رسول کے آنے سے پہلے ان پر توریت اتری تھی۔ جب عمریں زائد ہو گئیں، مال ہاتھ لگا، نفس کی آرزوں اور خواہشوں نے آکر گھیرا، دل کی نرمی نکل گئی، ایمان کی لذت جاتی رہی، سخت دل ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی مخالفت کرنے لگے۔ ان میں سے اکثر فاسق ہیں یعنی کافر۔ ان کی تقدیر میں کفر لکھا ہے یعنی وہ یہود و نصاریٰ جو آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لائے، وہ سب کافر دوزخی ہیں۔

اے لوگو! سمجھو اور غور کرو کہ تم، تمہاری زندگی موت، تمہاری روزی سب خدا کے ہاتھ ہے۔ جب زمین مردہ ہو جاتی ہے،

إِنَّ الْمَصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لِيُضْعِفَ لَهُمْ
وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝۱۸ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ ۝ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۝
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝۱۹

۱۶۳۵

بیشک اے خیرات دینے والے مرد اور خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو (خوش دلی سے) اچھا قرض دیا، انہیں دونا (ثواب) ہے، اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے (یعنی جنت) ۱۸ اور اے جو لوگ اللہ پر اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لائیں وہی کامل سچے ہیں، اور وہ گزری ہوئی امتوں پر اپنے پروردگار کے ہاں گواہ ہوں گے، اور ان کے لئے ان کا ثواب (جس کا وعدہ کیا گیا) اور ان کا نور ہے (جو حشر میں ان کے ساتھ ہوگا)، اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیں ۱۹

خشک قحط زدہ ہو جاتی ہے، اپنی قدرت سے اس کو زندہ کر دیتا ہے۔ یوں ہی تم کو تمہارے مرے پیچھے بارش زندگانی سے زندہ کر دے گا، خدا کی قدرت کے آگے یہ بات دور کیا ہے۔ ہم نے تو قدرت کی دلیلیں خوب کھول کر واضح کر دیں۔ اس لئے کہ تم سمجھو اور مرے پیچھے اٹھنے کی تصدیق کرو۔

۱۔ جو مسلمان مرد سچے دل سے خدا کی راہ میں صدقہ دیتے ہیں، اور جو مسلمان عورتیں اللہ کو قرض حسنة دیتی ہیں، یعنی جو اللہ کے راستہ میں خالص نیت سے اس کی خوشنودی کی خاطر خرچ کریں، اور دوسرے سے کسی بد یا شکر یہ کے طلب گار نہ ہوں، گویا وہ اللہ کو قرض دیتے ہیں۔ سوا اطمینان رکھیں کہ ان کا دیا ہوا ضائع نہ ہوگا بلکہ کئی گنا کر کے لوٹایا جائے گا۔

۲۔ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے سب رسولوں پر اور اسکے احکام و اخبار میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کرتے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ ان کا مرتبہ و تصدیق کامل ہو گیا، اور خدا کے پاس شہداء ہیں، یعنی انبیاء کی گواہی دیں گے۔ ان کو ان کا ثواب عظیم ملے گا، اور ان کا نیل صراط وغیرہ پر روشنی پھیلا نا ہوگا۔ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ مستانفہ ہو، دونوں قول ہیں۔ شہداء سے مراد انبیاء ہیں، کہ اپنی امتوں پر تبلیغ کے گواہ ہوں گے۔ ہماری امت مرحومہ یا عام اچھے لوگ ہر امت کے کہ رسولوں کے گواہ ہوں گے، یا وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں جان دینے گئے، سر نٹائے گئے، اور جن لوگوں نے چھپایا حق کو، اور پیغمبروں کی نبوت کا انکار کیا، اور تکذیب کی ہماری آیتوں کی، یعنی آنحضرت ﷺ کی، تو وہ لوگ ضرور دوزخ میں جائیں گے، اور سزا پائیں گے۔

اعْلَمُوا أَنَّهَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ فِيهَا زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرَاهُ مُمْصِرًا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۗ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَمَغْفِرَةٌ ۗ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَمَتَاعٌ الْعُرُوْرُ ۙ ۝۲۰

(اے لوگو!) جان رکھو (آخرت کے مقابلے میں) دنیا کی زندگی ایک کھیل اور بیہودگی ہی ہے اور زینت ہے اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، (اس دنیا کی مثال) اس بارش کی طرح ہے کہ جس کا سبزہ کھیتی کرنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے پھر وہ (زور پکڑ کے) خشک ہو جاتا ہے، پس تو اسے زرد دیکھتا ہے پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور آخرت میں سخت عذاب ہے (اس کے لئے جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی) اور (جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی) اس کے لئے اللہ کی بخشش اور رضامندی ہے، اور دنیا کی زندگی گانی محض دھوکے کی پونجی ہے ۝

کھیتی کی مثال سے دنیا کے ناپائیدار ہونے کا ثبوت

۱۔ ان آیتوں میں کھیتی کی مثال دے کر دنیا کی زندگی کی ناپائیداری کا حال سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح مینہ کے برس جانے سے اول اول کھیتی خوب سرسبز ہوتی ہے، جس سے کاشتکاروں کا دل بہت خوش ہوتا ہے، پھر چند روز میں وہ سب سرسبز جا کر ان سرسبز پیڑوں پر زردی چھا جاتی ہے۔ آخر کو وہ سب پیڑ کٹ جاتے ہیں، اور ان کا نام و نشان بھی زمین پر کہیں باقی نہیں رہتا۔ یہی حال انسان کی زندگی کا ہے، کہ بچہ کے بچپن سے آخر جوانی تک قوت جسمانی بڑھتی جاتی ہے، اور مال اور اولاد کی زیادتی کا آپس کا فخر دن بدن زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر اس سب کی وہی حالت ہے جس طرح بچے کھیل کی کوئی چیز بناتے ہیں، اور وہ دم بھر میں اس کی توڑ پھوڑ کر برابر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کوئی دن میں انسان کی نہ وہ قوت جسمانی رہتی ہے، نہ مال اولاد کی زیادتی کا کچھ ثمرہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ مال اولاد دنیا میں ہی رہ جاتے ہیں، اور مال و اولاد پر فخر کرنے والے دنیا سے خالی ہاتھ اٹھ جاتے ہیں، اس واسطے اس دھوکے کی ٹٹی یعنی دنیا میں جنہوں نے کچھ عقیبی کا سامان کر لیا، ان سے ان کا خدا راضی و خوش رہے گا، اور ان کے گناہ معاف فرما کر ان کو جنت میں داخل کرے گا، ورنہ سخت عذاب کا سامنا ہے۔ اب آخر کو فرمایا کہ جب

سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۗ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۱﴾ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلٍ أَنْ نَبْرَأَهَا ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۲۲﴾

(پس اے لوگو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف دوڑو (یعنی اس کی اطاعت اختیار کرو) اور اس جنت کی طرف (بڑھو) جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ ہے، ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لائیں، یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل والا ہے ﴿۲۱﴾ کوئی مصیبت (مثلاً قحط، پھلوں کی کمی وغیرہ) زمین میں نہیں پہنچتی ہے اور نہ تمہاری جانوں میں (یعنی تمہاری بیماری اور اولاد کے غموں کی) مگر وہ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں، بیشک یہ کام اللہ کے نزدیک آسان ہے ﴿۲۲﴾

دنیا کی زندگی ایسی بے بنیاد ہے تو اس پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس چند روزہ زندگی میں ہمیشہ کی راحت کا کچھ سامان کر لینا اور اسی دوڑ دھوپ میں تازیت لگے رہنا چاہئے، اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ بڑا صاحب فضل ہے، تھوڑی سی عمر کی دوڑ دھوپ کے اجر میں وہ بہت کچھ دے سکتا ہے۔

۱۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے فرقہ قدریہ کے مذہب کی پوری غلطی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ میں علم ازلی الہی کے موافق پہلے سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، اسی کے موافق ہوتا ہے۔ تمام ملک کی آفت جیسے عام قحط یا عام وبا، جان کی آفت جیسے عزیز واقارب اولاد کا مرجانا، انسان کو آئندہ کا حال معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں انسان کو سمجھایا ہے کہ اللہ کا علم ایسا نہیں ہے اس کے علم میں حال کی موجود چیزیں، اور آئندہ کی موجود ہونے والی چیزیں دونوں برابر ہیں۔ اس واسطے اس کو دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے تمام دنیا کا حال لوح محفوظ میں لکھ لینا کچھ مشکل نہیں، اور یہ بھی سمجھایا کہ اس لوح محفوظ کے نوشتہ کے حال سے تم لوگوں کو اس لئے خبردار کیا گیا ہے، تاکہ تم مصیبت کے وقت بہت رنج اور بے صبری نہ کرو، اور یہ سمجھ لو کہ جو مصیبت آئی وہ تقدیر کے

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
 كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۲۳﴾ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَ يَأْمُرُونَ النَّاسَ
 بِالْبُخْلِ ۗ وَ مَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ
 أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ

اسی لئے بتا دیا کہ تم اس پر غم نہ کھاؤ (جو کچھ) تمہارے ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو (یعنی نہ اتر اؤ) اس پر جو تم کو دیا، اور اللہ کسی تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا ﴿۲۳﴾ جو خود بخل کریں (یعنی راہ خدا میں اور امور خیر میں خرچ نہ کریں) اور دوسرے لوگوں سے بھی بخل کو کہیں، اور جو کوئی منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا ﴿۲۴﴾ بیشک اے ہم نے (اسی اصلاح آخرت کے لئے) اپنے پیغمبروں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کی ترازو اتاری۔

نوشتہ کے موافق ہے، جو کبھی ٹلنے والی نہیں۔ غرض رنج اور مصیبت کے وقت بالکل بے صبر ہو جانا اور راحت کے وقت اترانا بے فائدہ ہے۔ معتبر سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کا درجہ عقبتی میں بڑھانا چاہتا ہے، تو ان پر کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے جس پر ان کو صبر کی توفیق دیتا ہے۔ جس صبر کے اجر میں وہ اس درجہ کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے نصیب میں جو مصیبت اور آفت لکھی گئی ہے، وہ حکمت سے خالی نہیں۔ مصیبت کے بعد راحت کے باب میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ راحت کے وقت اتر اؤ نہیں، کیونکہ دنیا کی راحت اور دنیا کی راحت والے سب ناپائیدار چیزیں ہیں۔ ایسی ناپائیدار حالت ہرگز اترانے کے قابل نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ دنیا کی چند روزہ راحت پر اترانے سے تکبر، بخل غرض ایسی باتیں انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں، جو اللہ کو پسند نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ کی نصیحت پر عمل کرنے سے منہ موڑے گا تو اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں، لیکن اسکے سب کام حکمت سے بھرے ہوئے لائق حمد و ثنا کے ہیں، جو کسی طرح منہ موڑنے کے قابل نہیں۔

رسولوں کا سلسلہ

اے اوپر جنت کیلئے دوڑ دھوپ کرنے کا ذکر تھا، ان آیتوں میں اس دوڑ دھوپ کا طریقہ سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک ہم نے رسول بھیجے، جن کی تصدیق کے لئے ان کو طرح طرح کے معجزے دیئے، ان پر آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ پھر ہر زمانہ کے لوگوں میں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو مانا، اور اللہ کے حکم کے

لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ط

کہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) انصاف پر قائم ہوں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے طرح طرح کے فائدے ہیں، اور اس لئے کہ اللہ اس کو جان لے جو بے دیکھے اللہ (کے دین) کی اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے۔

موافق عمل کیا، وہ جنت کی دوڑ دھوپ کے طریقہ میں کامیاب ہوئے، اور جو اس طریقہ کے برخلاف رہے، وہ دنیا میں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے، اور عقبیٰ میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبی آخر الزماں کے عہد کے لوگوں کا انجام بھی اسی عادت الہی کے موافق ہوگا۔

کم تولنا اور خیانت کا عذاب

معتبر سند سے بیہقی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس طرح نماز روزہ وغیرہ آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے اللہ کی امانتیں ہیں، اسی طرح ترازو کے ذریعہ سے پورا تولنا بھی اللہ کی ایک امانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول آسمانی کتابوں کے ساتھ ترازو کے ذکر کئے جانے کی گویا مستدرک حاکم میں بریدہ کی حدیث ہے، جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کم تولنے اور کم ناپنے سے اکثر قحط کی آفت آتی ہے۔ کم تولنے کی زیادہ مذمت، ویل للمطففین (پارہ ۳۰) میں آئے گی۔ حاصل یہ ہے کہ ترازو و قانون شریعت اتاری جس میں طریقے عدل و انصاف کے لکھ دیئے کہ آدمی انصاف پر چلیں، عدل اختیار کریں، سیدھے راستہ پر رہ کر جنت کی دوڑ دھوپ میں کامیابی حاصل کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر توراہ کے نازل ہونے تک اللہ کے رسولوں کو مخالف لوگوں سے لڑنے کا حکم نہیں تھا، اسلئے مخالف لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی جب بہت بڑھ جاتی تھی تو وہ ایک عام عذاب سے ہلاک ہو جاتے تھے۔ توراہ کے نزول کے زمانہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مخالف لوگوں کے سامنے ہتھیاروں سے لڑنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس واسطے ان آیتوں میں رسولوں کے ذکر کے ساتھ لوہے کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ حال کے لوگوں میں سے جو لوگ اللہ کے رسولوں کی زبانی نصیحت کو نہ مانیں گے، تو ان کو تلوار سے نصیحت کی جائے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ اس لوہے کے سوا لڑائی کے ہتھیاروں کے دنیا میں اور بھی طرح طرح کے کام چلتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ اس کو لڑائی کا حکم دینے کی کچھ ضرورت نہیں، بغیر لڑائی کے اس نے پچھلی بہت سی سرکش قوموں کو ہلاک کر دیا، لیکن شریعت موسوی عیسوی اور محمدی میں جو اس نے لڑائی کا حکم فرمایا ہے، اس میں طرح طرح کی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً یہ مصلحت کہ علم الہی میں جو لوگ اللہ کے دین اور اللہ کے رسولوں کے حامی اور مددگار قرار پائے، ان کا ظہور دنیا میں ہو جائے، اور جب یہ لوگ اللہ کے دین کے پھیلانے میں اپنی جان دینے پر مستعد ہو جاتے ہیں، تو عقبیٰ میں جو درجے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے رکھے ہیں۔ ان درجوں کے پانے کے یہ لوگ پورے مستحق ہو جائیں۔

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۲۵ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي
ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فِيهِمْ مُهُتَدٍ ۝۲۶ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ ۝۲۷

بیشک اللہ قوت والا غالب ہے ۝۲۵ اور لہ بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب (یعنی تورات و انجیل و زبور اور قرآن) رکھی، پس ان میں کوئی راہ پر آیا، اور بہترے ان میں سے فاسق ہیں ۝۲۷

۱۔ اوپر رسولوں کا ذکر مبہم طور پر تھا ان آیتوں میں ان کے سلسلہ کا ذکر ہے۔ صاحب شریعت نبیوں کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ نبوت اور کتاب آسمانی کا سلسلہ ان ہی دو رسولوں کے خاندان میں رکھا گیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ جن دو خاندانوں کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کچھ تو ان میں سے راہ راست پر رہے اور اکثر بے راہ اور نافرمان ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل اور اسمعیل کی اولاد کو بنی اسمعیل کہتے ہیں۔ یعقوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسمعیل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ بنی اسمعیل میں فقط نبی آخر الزماں ﷺ اور بنی اسرائیل میں حضرت ابراہیم کی اولاد کی ایک شاخ کے اور انبیاء ہوئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی نبوت کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے خاندان کی طرف سے حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں ہیں، اس واسطے خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلنے والوں سے مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والے حواری، اور حواریوں کے قدم بقدم چلنے والے وہ سچے عیسائی ہیں، جو اسی اکیاسی برس کے قریب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انجیل کے پورے پابند رہے۔ کیونکہ اس کے بعد یونس یہودی نے فریبی عیسائی بن کر عیسائی دین میں طرح طرح کا اختلاف ڈال دیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل سورہ توبہ میں گذر چکی ہے۔ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ بارہ اصحاب ہیں جو پہلے پہل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور دین عیسائی کے پھیلانے میں انہوں نے کوشش کی۔ حواری کے معنی مددگاروں کے ہیں۔ انجیل میں خوش اخلاقی اور بنی آدم کو کسی طرح کی ایذا نہ پہنچانے کی تاکید ہے۔ اس واسطے جب تک عیسائیوں کے چند فرقے نہیں ہوئے تھے، تو یہ لوگ بڑی نرم دلی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ آپس میں رکھتے۔ جب یونس یہودی کے بہکانے سے ان میں چند مختلف فرقے ہو گئے تو پھر یہ بات جاتی رہی، اور ان میں بڑی خونریزی آپس میں ہوئی، جس کا ذکر اس وقت کی تاریخ کی کتابوں میں ہے۔ رہبانیت کے معنی: ”عبادت الہی میں مصروف ہونے اور ترک دنیا کر دینے“ کے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی دین میں طرح طرح کی خرابی پڑ گئی، اور ظالم بادشاہوں نے دین دار عیسائیوں کو طرح طرح سے تنگ کیا، تو ان دین دار عیسائیوں نے

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاتَّبَعَتْهُ
 الْإِنجِيلَ ۗ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهَا رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۗ وَ
 رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ

پھر ہم نے ان کے بعد اسی راہ پر اپنے اور پیغمبر بھیجے، اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل
 دی، اور ہم نے ان کی پیروی کرنے والوں کے دلوں میں نرمی اور شفقت اور گوشہ نشینی اختیار کرنا رکھی تو یہ بات
 انہوں نے خود اپنی طرف سے دین میں نکالی (یعنی بدعت) ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی، ہاں یہ بدعت خود انہوں
 نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پیدا کی۔

جنگل کا رہنا اور ترک دنیا کر کے سخت عبادت میں مصروف رہنا اختیار کیا۔ گو فرض نہ تھا مگر انہوں نے خدا کی خوشی میں رہبانیت
 اختیار کی۔ گر بے گھر بنا کر الگ رہنے لگے، یہ تو اچھا کیا لیکن یہ لوگ اپنی قرارداد پر قائم نہیں رہے، اور ظالم بادشاہوں سے
 میل جول رکھنے لگے۔ آیت کے جس ٹکڑے میں عیسائیوں کی رہبانیت کا، اور پھر ان کے اس پر قائم نہ رہنے کا ذکر ہے۔ یہ
 حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ
 ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کو اپنی طاقت کے موافق ایسی عبادت کرنی چاہئے جس کو وہ ہمیشہ نباہ سکے، کیونکہ جو نیک
 کام ہمیشہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر
 وہ بات نیک ہو، اور اس سے رضائے الہی مقصود ہو تو بہتر ہے۔ اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہئے۔ ایسی بدعت کو
 بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ البتہ دین میں بری بات کا نکالنا بدعت سیئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور بدعت سیئہ
 حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلاف سنت ہو، اس کے نکلنے سے کوئی سنت اٹھ جائے۔ اس سے ہزار ہا مسائل کا
 فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں، اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امور خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے
 ہیں جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے، اور مسلمانوں کو آخری فوائد پہنچتے ہیں، اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق
 کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ اب آگے فرمایا کہ جو ان
 پادریوں میں سے ایمان لائے، ان کو ہم نے ان کا وہ ثواب دیا ایمان و عبادت کا۔ جو عیسائی سچی عیسویت پر قبل آنحضرت
 ﷺ کے تشریف لانے کے مشرف بہ اسلام ہوئے وہ جنتی ہیں، اور ثواب والے، اور اکثر فاسق و فاجر بدکار ہیں وہ جو
 آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لائے، وہ درحقیقت عیسائی نہیں بلکہ ابن مریم کے سخت مخالف اور خدا کے گنہگار کافر ہیں۔

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۲۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۸﴾

پھر جیسا اس کے نبھانے کا حق تھا ویسا نبھانہ سکے پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا ثواب دیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں ﴿۲۷﴾ اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے اور تم کو نور عطا فرمائے کہ جس کی روشنی سے تم (پل صراط پر) چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۸﴾

۱۔ شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے موافق یہ آیت ایماندار اہل کتاب کی شان میں ہے، حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جو لوگ موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام پر اور توراہ اور انجیل پر ایمان لا چکے ہیں، اور ان کے دل میں خدا کا خوف بھی ہے، ان کو قرآن اور نبی آخر الزمان ﷺ پر بھی ضرور ایمان لانا چاہئے، کیونکہ بغیر اس کے توراہ و انجیل میں جو اللہ کا عہد ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ وہی عہد ہے جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے دونوں زمانے کے عمل قابل اجر قرار پا کر ان کو دوہرا اجر دیا جائے گا، ورنہ عہد شکنی کے گناہ میں ان سے مواخذہ کیا جائے گا۔ نور سے مقصود وہی پل صراط پر کی روشنی ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اب آگے فرمایا ایماندار اہل کتاب کو یہ دوہرا اجر اس واسطے دیا گیا کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ نبی آخر الزمان ﷺ پر اور قرآن پر ایمان نہیں لائے، ان کو قیامت کے دن اپنی حالت پر افسوس ہو کہ یہ اللہ کے فضل کا دوہرا اجر انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھویا۔ جب یہ اترے کہ اہل کتاب کے اسلام لانے والوں کو دو نوا ثواب ملے گا، تو مومنین اہل کتاب فخر کرنے لگے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مومنین اُمت محمدیہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی کہ جس طرح مومنین اہل کتاب دو شریعتوں کی پابندی کے معاوضہ میں دوہرا اجر پائیں گے، اسی طرح مومنین اُمت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ ایک ہی شریعت کی پابندی کے معاوضہ میں دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ تاکہ اہل کتاب یہ نہ جان لیں کہ دوہرے اجر کو انہیں کے ساتھ خصوصیت ہے۔ مومنین اُمت محمدیہ اس خصوصیت کے حاصل کرنے کی کسی طرح قدرت نہیں رکھتے، اور یہ اللہ کا ایک فضل ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

لَيْلًا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ
 اللَّهِ وَ أَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ
 ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾

خدا نے اس معاملہ کی خبر اس لئے دی کہ اہل کتاب جان لیں یہ کہ وہ اللہ کے فضل پر ان لوگوں کا کچھ قابو نہیں،
 اور جان لیں کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے، جس کو چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۹﴾

﴿ ابانھا ۲۲ ﴾ ﴿ ۵۸ سُوْرَةُ الْمَجَادِلَةِ مَكِّيَّةٌ ۱۰۵ ﴾ ﴿ رُكُوْعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْكِي اِلَى اللّٰهِ وَ

اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كَمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيْرٌ ①

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو (اے محبوب ﷺ) تم سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کرتی تھی اور (اپنے رنج و غم کی) اللہ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سنتا تھا، بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ①

خواص سورہ مجادلہ: اس سورہ کو مریض کے پاس پڑھنے سے مریض کو نیند آ جاتی ہے۔ اگر کوئی اس سورہ کو لکھ کر غلہ میں رکھ دے تو غلہ میں کسی قسم کی خرابی نہ ہوگی۔

اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھنے کا ذکر، ظہار اور اس کے احکام

۱۔ شان نزول: مسند امام احمد، نسائی و ابوداؤد و مستدرک حاکم وغیرہ میں خولہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص اوس بن الصامت نے اپنی بی بی خولہ سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ یہ کہنے کے بعد اس کو ندامت ہوئی یہ کلمہ زمانہ جاہلیت میں طلاق تھا۔ اس نے کہا: ”میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہو گئی۔“ خولہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے اور عرض کیا کہ میرا مال ختم ہو چکا، ماں باپ گذر گئے، عمر زیادہ ہو گئی، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، انکو باپ کے پاس چھوڑوں تو ہلاک ہو جائیں، اپنے ساتھ رکھوں تو بھوکے مر جائیں۔ کیا صورت ہے کہ میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیرے باب میں میرے پاس کوئی حکم نہیں یعنی ابھی تک ظہار کے متعلق کوئی حکم جدید نازل نہیں ہوا۔ دستور قدیم یہی ہے کہ ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ عورت نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ نہ کہا وہ میرے بچوں کا باپ ہے، اور مجھے بہت پیارا ہے۔“ اسی طرح وہ بار بار عرض کرتی رہی اور جواب حسب خواہش نہ پایا تو آسمان کی طرف سے سرائٹا کر کہنے لگی: ”یا اللہ! میں تجھ سے اپنی محتاجی و بیکسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں۔ اپنے نبی ﷺ پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت رفع ہو۔“ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ”خاموش ہو دیکھ

الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُم مِّن نِّسَائِهِمْ مَّا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنَّ
 أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا الْأُمَّهَاتُ وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ
 الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ۝۲

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرتے (یعنی اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ دیتے) ہیں، وہ (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں، اور بیشک ظہار کرنے والے یہودہ اور زری جھوٹ بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۝۲

چہرہ مبارک رسول کریم ﷺ پر آثار وحی ظاہر ہیں "جب وحی پوری ہوگئی تو فرمایا: "اپنے شوہر کو بلا" اوس حاضر ہوئے تو حضور نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

۱۔ معتبر سند سے طبرانی تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اوس بن الصامت کا ظہار اسلام میں پہلا ظہار ہے جس کا مبہم طور پر شروع سورۃ میں ذکر ہے۔ اس پہلے ظہور کے مبہم ذکر کے بعد جو حکم ظہار کے متعلق اللہ تعالیٰ کو اسلام میں قائم رکھنا منظور تھا، اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ ظہار میں لوگ بی بی کو ماں کہہ بیٹھا کرتے تھے، جس سے ساری عمر وہ عورت ظہار والے مرد پر حرام ہو جاتی تھی۔ اس لئے فرمایا کہ اس ماں کہہ بیٹھنے سے وہ عورتیں درحقیقت انکی مائیں نہیں ہو جاتیں، اور وہ جو ان پر حرام ہیں وہ تو وہی ہیں، جنہوں نے ان کو جنا ہے یعنی حقیقی والدہ یا جس نے دودھ پلایا ہے۔ مسئلہ۔ دودھ پلانے والیاں بسبب دودھ پلانے کے ماؤں کے حکم میں ہیں، اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات بسبب کمال حرمت مائیں بلکہ ماؤں سے اعلیٰ ہیں۔ آگے فرمایا کہ جو طریقہ ان لوگوں میں انجانے سے تھا، اس واسطے جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کو معاف کیا۔ پھر فرمایا جس طرح ان لوگوں میں بی بی کو ماں کہہ بیٹھنے کا رواج ہے، اسی طرح یہ بھی رواج ہے کہ اپنے اس قول پر نادم ہو کر اس سے پھر جاتے ہیں، اور پھر اس عورت کو بی بی کی طرح رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلام میں آئندہ حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے نادم لوگ ایسی عورت کو بی بی بنا کر رکھنے سے ● پہلے کفارہ کے طور پر ایک غلام آزاد کریں ● اگر اتنا مقدور نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھیں ● اگر مرض وغیرہ کے سبب سے روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیں۔ یہ اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع گیسوں یا ایک صاع کھجور یا جو دے، اور اگر مسکینوں کو اس کی قیمت دے، یا صبح و شام دونوں وقت انہیں پیٹ بھر کر کھلا دیا، جب بھی جائز ہے۔ مسئلہ: اس کفارہ میں یہ شرط نہیں کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ہو۔ حتیٰ کہ اگر کھانا کھلانے کے درمیان میں شوہر اور بی بی میں قربت (عمل زوجیت) واقع ہوئی تو نیا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ یہ کفارہ ظہار جو مقرر کیا گیا تو اس لئے کہ تم سچے دل سے خدا

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَّسَبَّأَ ذِكْمًا تُوَعُّظُونَ بِهِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَّسَبَّأَ ۖ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَلِكَ تَتُومُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ دیتے ہیں) پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے ہیں (یعنی ظہار کو توڑ دینا اور حرمت کو اٹھا دینا) تو ان پر (کفارہ) لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ حکم ہے جس سے تم کو نصیحت دی جاتی ہے، اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ۝ پھر جس کو غلام نہ ملے پس اس پر لازم ہے لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جو (بڑھاپے یا مرض وغیرہ کے سبب سے) روزے نہ رکھ سکے پس ساٹھ مسکینوں کا (پیٹ بھر کر) کھانا کھلانا ہے۔ یہ حکم اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو (اور جہالت کے طریقہ کو چھوڑ دو) اور یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں۔

اور رسول پر ایمان لاؤ، فرض و سنت کا اقرار کرو۔ خدا کی حدود و شریعت کا لحاظ رکھو۔ یہ اللہ کے احکام و فرائض کی حدیں ہیں۔ پھر فرمایا اس طرح کی کھلی کھلی باتوں سے اللہ کی شریعت اور اللہ کے رسول کی صداقت معلوم ہو جانے کے بعد، جو کوئی اللہ کی اس حد بندی کو نہ مانے گا اور اس کی شریعت اور شریعت کے لانے والے رسول کی مخالفت کے درپے رہے گا۔ دنیا میں وہ کچھلی مخالف قوموں کی طرح کسی آفت میں پھنس جائے گا، اور عقوبتی میں اس سے سخت مواخذہ ہوگا، اور یہ لوگ تو حشر کے انکار کے سبب سے بڑے کاموں کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن حشر کے دن کی سزا کے ارادہ سے ان کے چھوٹے بڑے سب کام اللہ کی نگاہ میں ہیں، کیونکہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ مسئلہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ کے دینے سے پہلے وطی اور اس کی دوائی (بوس و کنار) حرام ہیں۔ اس طرح کہ نہ ان دو مہینوں کے درمیان رمضان آئے، نہ ان پانچ دنوں میں سے کوئی دن آئے۔ جن کا روزہ ممنوع ہے، اور نہ کسی عذر سے یا بغیر عذر کے درمیان سے کوئی روزہ چھوڑا جائے، اگر ایسا ہوا تو از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے۔

وَاللَّكْفَرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
 كُتِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّكْرُ وَوَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتِ بَيِّنٰتٍ ۝۱۱۲
 لِلَّكْفَرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۱۳ يَوْمَ يَبْعَثُ اللّٰهُ جَبِيْعًا فَيَنْبِئُهُمْ بِمَا
 عَمِلُوْا اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۝۱۱۴ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۱۵
 اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۝۱۱۶ مَا يَكُوْنُ
 مِنْ نُّجُوْمٍ ثَلَاثَةٌ اِلَّا هُوَ رَا بَعْرَهُمْ وَلَا خَمْسَةٌ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا
 اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۝۱۱۷

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ۱۱۱۔ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل
 کئے گئے جیسے ان سے پہلے لوگوں کو (پیغمبروں کی مخالفت کرنے کے سبب) ذلت دی گئی، اور بیشک ہم نے روشن
 آیتیں (رسول کی صدق پر) اتاریں، اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہے ۱۱۲۔ جس دن کہ ان سب کو اللہ اٹھائے گا
 اور پھر ان کا سب کیا ہو ان کو بتا دے گا (کیونکہ) اللہ نے (ان کے عمل جو دنیا میں کرتے تھے) انہیں گن رکھا
 ہے اور وہ اس کو بھول گئے اور اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے ۱۱۳۔ اے مخاطب! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے
 جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جہاں کہیں آپس میں تین آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو چوتھا اللہ موجود
 ہے، اور جو پانچ میں مشورہ ہوتا ہے تو اللہ چھٹا ہوتا ہے، اور خواہ اس سے کم ہو یا اس سے زیادہ ہو مگر اللہ (ہر
 حالت میں) ہر جگہ ان کے ساتھ ہے۔

خدا ہر جگہ پر موجود ہے

۱۔ یہاں وسعت علمی کا ذکر ہے کہ نہ آسمانوں میں کوئی چیز اللہ پر مخفی ہے، نہ زمینوں میں کوئی شے پوشیدہ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا
 ہے تاکہ ہر مکلف کو معلوم ہو جائے کہ انسان کا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دل کا مضمون، اللہ پاک پر پوشیدہ نہیں۔ جہاں
 تین آدمیوں میں کوئی مشورہ ہوتا ہے کہ سوائے ان کے کوئی نہیں سن سکتا، وہاں خدا چوتھا موجود ہے۔ اور جہاں پانچ آدمیوں کا

ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٥﴾
 أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَ
 يَتَّجِرُونَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ
 حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا
 اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۗ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ يَصَلُّونَهَا فِئْسَ الْبَصِيرُ ﴿٦﴾

پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کیے ہوئے عمل بتلا دے گا، بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۵﴾ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا؟ جنہیں (باہم) بڑی مشورت سے منع فرمایا گیا تھا۔ پھر (بھی) وہ وہی کرتے ہیں جس چیز سے وہ منع کئے گئے تھے اور آپس میں مخفی مشورے کرتے ہیں گناہ اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے بارے میں، اور وہ لوگ جب تمہارے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں سلام کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں: ”(اگر یہ نبی ہیں تو) اللہ ہم کو عذاب کیوں نہیں کرتا اس بات پر جو ہم کہتے ہیں“ (گھبرائیں نہیں) ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں داخل ہوں گے، پس دوزخ کیا ہی بری جگہ ہے ﴿۶﴾

خفیہ مشورہ ہوتا ہے، اور ان کے حال و اقوال کا عالم، اور جہاں اس سے کم اور اس سے زائد خواہ کتنوں ہی کا خفیہ مشورہ ہو، مگر وہ سب کے ساتھ رہتا ہے۔ سب کا حال ہر وقت کہیں کیوں نہ ہو، ہر طرح جانتا ہے۔ وہ سب کو مار کر اپنے پاس بلا کر بروز قیامت انکے اعمال نیک و بد کی خبر اور جزا دے گا، وہ ہر بات کا بڑا علیم ہے کہ اس سے کچھ پوشیدہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مسلم امت کے دشمن یہود و منافقین

۱۔ شان نزول: یہ آیت یہود اور منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو آپس میں سرگوشیاں کرتے، اور مسلمانوں کی طرف دیکھتے جاتے، اور آنکھوں سے انکی طرف اشارے کرتے جاتے تاکہ مسلمان سمجھیں کہ ان کے خلاف کوئی پوشیدہ بات ہے، اور اس سے انہیں رنج ہو۔ ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کی نسبت قتل یا ہزیمت کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہیں، اور یہ اسی کے متعلق باتیں بناتے اور اشارے کرتے ہیں۔ جب یہ حرکات منافقین کے بہت زیادہ ہوئیں اور مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے حضور میں اس کی شکایتیں کیں، تو سردار دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ نے سرگوشی کرنے والوں کو منع فرمادیا۔ لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ یہ منافق اور یہود لگ مل کر مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں جو کانوں میں کرتے ہیں، اور یہود لوگ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ⑩ إِنَّمَا التَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَأْرِهِمْ شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑪ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ
تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۗ

اے مسلمانو! جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کا مشورہ کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو کہ جس کی طرف تم سب اٹھائے جاؤ گے ⑩ (گناہ اور زیادتی اور نافرمانی کا) مشورہ کرنا محض شیطان کی طرف سے ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج دے، اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے کچھ ان کا نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے ⑪ اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دے دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

سلام کے بہانہ سے اللہ کے رسول کو بددعا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ وقت مقررہ آتے ہی ان سے ان کا بدلہ لیا جائے گا۔ آخر پھر ایماندار لوگوں کو فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اپنا بھروسہ رکھیں، کیونکہ بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے کسی بدخواہ کی بدخواہی کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والے لوگ قیامت کے دن بلا حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ حدیث اللہ پر بھروسہ رکھنے کے اجر کی گویا تفسیر ہے۔

ذکر الہی کی مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ اور مجلسی و معاشرتی آداب

۱۔ شان نزول: نبی کریم ﷺ بدر میں حاضر ہونے والے اصحاب کی عزت کرتے تھے۔ ایک روز چند بدری اصحاب ایسے وقت پہنچے جبکہ مجلس شریف بھر چکی تھی، انہوں نے حضور کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، حضور نے جواب دیا۔ پھر انہوں نے حاضرین کو سلام کیا، انہوں نے جواب دیا۔ پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ ان گیلے مجلس شریف میں جگہ کی

وَ إِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا وَيَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَلَا
 الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۱
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ
 نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرٌ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِن
 اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۲

اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو پس اٹھ کھڑے ہو اللہ (اس حکم کی اطاعت سے) تمہارے ایمان والوں کے اور
 ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند کرے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ۱۱ اے مسلمانو! جب
 تم رسول ﷺ سے راز کی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ (مساکین کو) دے لو، یہ
 کام تمہارے لئے بہتر اور بہت سہرا ہے، پس اگر تم کو (صدقہ دینے کا) مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲

جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی۔ یہ سردار دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کو گراں گزرا تو حضور نے اپنے قریب والوں کو اٹھا کر ان کیلئے
 جگہ کی۔ اٹھنے والوں کو اٹھنا شاق ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ جب کسی مجلس میں تم جاؤ، وہاں تم سے کوئی کہے کہ
 ذرا پرے کو سرک جاؤ، کھل کر بیٹھو تو ہٹ جانا چاہئے۔ تم اگر مسلمانوں کو کشائش دو گے اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام میں کشائش
 کرے گا، اور جب کوئی سردار مجلس تم سے کھڑے ہونے کو کہے تو تم کھڑے ہو جاؤ، یعنی اگر مشورہ کرنے کے لئے کسی مجلس میں
 جاؤ وہاں کھل کر بیٹھا کرو، اور اگر مسلمان بھائی کے بیٹھنے کیلئے جگہ نہ ہو تو تھوڑا تھوڑا ادھر ادھر دبا کر اسے جگہ دے دیا کرو، اور
 جب مشورہ ختم ہو جائے، مجلس کے برخاست کرنے کی ضرورت ہو، تو اس وقت کھڑے ہو جانا چاہئے۔ غرض ایسے موقع پر جم کر
 بیٹھنا کسی دعوت اور عبادت میں بھی بعض لوگ زیادہ جم کر بیٹھتے ہیں اور ان کا جم کر بیٹھنا گھر والوں کیلئے باعث تکلیف ہوتا
 ہے۔ الغرض مسلمانوں کی ایذا رسانی سخت ممنوع ہے۔ خدا تم میں ان کو جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں ان کا ظاہر و باطن،
 محبت خدا اور رسول میں یکساں ہیں، مراتب عالیہ بلند کرے گا، اور جو علم دیئے گئے ہیں ان کے مرتبے خوب برتر کرے گا۔ یعنی
 عالم دین کے مرتبے غیر عالموں سے بدرجہا زائد ہوں گے، اور اللہ کو ان سب باتوں کی جو تم اچھی یا بری کرتے ہو خبر ہے۔

۱۱ شان نزول: آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض معروض کا سلسلہ دراز کیا، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی
 کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا، تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا

عَاشَفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقْتُمْ ۖ فَاذْكُم
تَفَعَّلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَاقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاطِيعُوا
اللَّهَ وَرَاسُوْلَهُ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دو (بسبب اپنی غریبی اور ناداری کے)، پھر جب تم یہ نہ کر سکے اور اللہ نے اپنی مہر (کرم) سے تم پر معاف فرمایا پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ﴿۱۳﴾ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اس قوم سے دوستی کر رکھی ہے جن پر اللہ کا غضب ہے۔

گیا، کہ جب کوئی رئیس امیر مشورہ کا ارادہ کرے تو پہلے صدقہ دے، کہ اس کے سبب سے فقراء کا دل بھی خوش ہو جائے، اور رؤسا بھی بیکار باتوں میں حضرت کے اوقات ضائع نہ کریں، اور تکلیف نہ دیں، غربا کو رنج بھی نہ ہو اور ان کی باتوں کے لئے بھی وقت نکل آئے۔ اور فقراء کو اس بات کا حکم نہ دیا گیا بلکہ اختیار رہا کہ جب چاہیں بلا تکلف مشورہ کریں، جب یہ قید لگی رؤسا جو بیکار اور مشورہ کرتے تھے گھبرائے، اور مشورہ کرنا چھوڑ دیا اور بات سمجھ گئے، توبہ کی۔ تب اترا کہ جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اور اے اہل اموال! تم صدقہ دینے سے ڈر گئے اللہ نے بھی قید اٹھالی۔ مروی ہے کہ اس حکم پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، ان کے پاس ایک اشرفی تھی اس کو دس درم سے بیچا اور دس مسائل دریافت کئے، عرض کیا: ”یا رسول اللہ! وفا کیا ہے؟“ فرمایا: ”توحید اور اور توحید کی شہادت دینا“۔ عرض کیا: ”فساد کیا ہے؟“ فرمایا: ”کفر و شرک“۔ عرض کیا: ”حق کیا ہے؟“ فرمایا: ”اسلام و قرآن اور ولایت جب تجھے ملے“۔ عرض کیا: ”حیلہ کیا ہے؟“ یعنی تدبیر؟ فرمایا: ”ترک حیلہ“۔ عرض کیا: ”مجھ پر کیا لازم ہے؟“ فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول کی طاعت“۔ عرض کیا: ”اللہ سے کیسے دعا مانگوں؟“ فرمایا: ”صدق و یقین کے ساتھ عرض کیا“: ”اپنی نجات کیلئے کیا کروں؟“ فرمایا: ”حلال کھا اور سچ بول“۔ عرض کیا: ”سرور کیا ہے؟“ فرمایا: ”جنت“۔ عرض کیا: ”راحت کیا ہے؟“ فرمایا: ”اللہ کا دیدار“۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی۔ اور سوائے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔ (مدارک خازن)

کافروں سے دوستی کی ممانعت

۱۔ شان نزول: یہ آیت عبداللہ بن بنخل منافق کے حق میں نازل ہوئی جو آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتا، اور

یہاں کی باتیں اپنے دوست یہودیوں سے بیان کیا کرتا۔ ایک روز حضور اقدس ﷺ دولت سرانے اقدس میں تشریف فرما تھے، حضور نے فرمایا: ”اس وقت ایک آدمی آئیگا جس کا دل نہایت سخت ہے، اور شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔“

تھوڑی ہی دیر بعد عبد اللہ بن بنتل آیا اس کی آنکھیں نیلی تھیں، سرکار دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”تو اور تیرے ساتھی کیوں ہمیں گالیاں دیتے ہیں“ وہ قسم کھا گیا کہ ایسا نہیں کرتا اور اپنے یاروں کو لے آیا۔ ان سب نے مل کر بہت جھوٹی قسمیں کھائیں کہ ہم نے آپ کو گالی نہیں دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ان منافقوں کا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ ادھر تو انہوں نے اپنے ظاہری اسلام سے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور اسی طرح مدینہ کے گرد نواح میں جو یہود رہتے ہیں ان کو اپنی دوستی اور رفاقت کے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور حقیقت میں یہ لوگ ادھر ہیں نہ ادھر، ان کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ۔ اسی لئے یہ دل سے کسی کے بھی ساتھی نہیں ہیں۔“ اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح ان منافق لوگوں نے اپنی جان اپنا مال مسلمانوں کے ہاتھ سے بچانے کی غرض سے دنیا میں اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال ٹھہرا رکھا ہے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ کے روبرو بھی یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں یہ لوگ دل سے مسلمان تھے۔ لیکن وہاں ان کی جھوٹی قسمیں اللہ عالم الغیب کے روبرو کچھ کام نہ آئیں گی۔ پھر فرمایا یہ لوگ شیطان کے قابو میں ہیں، اسی واسطے شیطان انکے برے کاموں کو اچھا کر کے ان کو دکھلاتا ہے۔ پھر فرمایا ایسے لوگ شیطانی جتھے کے لوگ ہیں، اور یہ شیطانی جتھے کے لوگ آخر کو بہت خراب ہوں گے، اور اللہ کے رسول اور رسول کے ساتھیوں کو آخر کو غلبہ ہوگا اور منافقوں کی بدخواہی کچھ کارگر نہ ہوگی۔ پھر اللہ کے واسطے جن مسلمان لوگوں نے بدر کی لڑائی کے دن اپنے رشتہ داروں سے لڑ کر انکو قتل کیا تھا، ان کی تعریف فرمائی تاکہ منافقوں کو عبرت ہو کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں جو خدا اور خدا کے رسول کی رضا مندی کی خاطر اپنے رشتہ داروں کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ مسلمان کیونکر ہو سکتے ہیں جو اللہ کے رسول کی بدخواہی کیلئے غیر قوم کے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ بلکہ بکے مسلمان تو کافروں سے دشمنی ہی رکھتے ہیں۔ انکے دین میں موافقت ان کی خیر خواہی تو درکنار وہ سچے مسلمان ایسے پختہ دین میں مضبوط ہیں کہ وہ ہرگز غیر مذہب والے سے دوستی محبت نہیں برتتے، کہ جو خدا اور رسول کا مخالف، وہ ان کا مخالف، پھر مخالف سے موافقت و محبت کیسی، اگرچہ انکے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

باپ دادا ہوں یا اولاد یا بھائی برادر یا اور قبیلہ کنبہ کے لوگ ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روز بدر اپنے بیٹے عبد الرحمن کو مبارزت کیلئے طلب کیا لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی، اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمیر کو قتل کیا، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا، اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو، اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا۔ جو ان کے رشتہ دار تھے۔ خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس جو ایسے بکے مضبوط لوگ ہیں وہ سچے مسلمان ہیں۔ خدا نے ان کے دلوں میں ایمان بھر دیا ہے اور تو را ایمان اتا دیا ہے کہ خدا اور رسول کے مقابلے میں ان کو کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اپنی رحمت سے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا ہے، قوت و غلبہ دیا ہے، ان کی مدد کی ہے۔ انکو جنتوں میں داخل

مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَلَا يُحْلِفُونَ عَلَى الْكُذِبِ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ
يَبْعَثُ اللَّهُ جَبِيحًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ
أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۸﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ
الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۖ

یہ منافق لوگ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان یہودیوں میں سے ہیں اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ﴿۱۳﴾
اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ انہوں نے اپنی
(جھوٹی) قسموں کو (اپنے جان و مال کے بچاؤ کے لئے) ڈھال بنا لیا ہے، پھر اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا،
پس ان کے لئے (آخرت میں) خواری کا عذاب ہے ﴿۱۵﴾ ان کے مال اور ان کی اولاد (قیامت کے روز) اللہ
کے عذاب سے ذرا نہیں بچائیں گے، وہ لوگ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے ﴿۱۶﴾ جس دن اللہ ان سب
کو اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسا کہ (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے (جھوٹی)
قسمیں کھا رہے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں، آگاہ ہو بیشک وہی لوگ (اپنی قسموں میں)
جھوٹے ہیں ﴿۱۷﴾ ان پر شیطان غالب آ گیا ہے تو اس نے ان کو اللہ کی یاد بھلا دی، یہ گروہ شیطان کا لشکر ہے۔

کرے گا جن کے مکانوں باغوں درختوں کے نیچے شراب صاف و آب شیریں و شیر لڈیز و شہد نایاب کی نہریں رواں ہوں گی۔
وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ مرنا نہ نکلنا، خدا ان سے راضی انکے کاموں سے خوش۔ وہ اللہ کا لشکر ہیں اور خدا کا لشکر ضرور ہے کہ
غالب ہو فوز فلاح پائے سخت عذاب سے بچے۔

آآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۱۹ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْآذِلِينَ ۲۰ كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَّ أَنَا وَ
 رُسُلِي ۱ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۲۱ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ
 الْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
 أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۱ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
 الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۱ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۱ رَاضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۱ أُولَئِكَ
 حِزْبُ اللَّهِ ۱ آآ إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۲۲

آگاہ ہو بیشک جو شیطان کا لشکر ہے۔ وہی نقصان میں ہے ۱۹ بے شک جو لوگ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ (سب سے) زیادہ ذلیلوں میں ہیں ۲۰ اللہ (لوح محفوظ میں) لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول، بیشک اللہ قوت والا غالب ہے ۲۱ تم ایسی کوئی قوم نہ پاؤ گے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی ہے اور اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہی (کیوں نہ) ہوں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف کی روح (یعنی فیض غیبی) سے ان کی مدد کی اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ جماعت اللہ کا لشکر ہے۔ آگاہ ہو بیشک اللہ ہی کا لشکر کامیاب ہے ۲۲

﴿ ایتھا ۲۲ ﴾ ﴿ ۵۹ سورۃ الحشر مکیہ ۱۰ ﴾ ﴿ رکوعاھا ۳ ﴾

سورہ حشر مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①

اللہ کی لہ پاک کی بیان کرتی ہے ہر چیز جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہی غالب حکمت والا ہے ①

خواص سورہ حشر: اگر کوئی حاجت درپیش ہو تو چار رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے ایک بار اس سورہ کو پڑھے، پھر سلام پھیر کر دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ اس سورہ کو رات کو سوتے وقت بستر پر لیٹے لیٹے پڑھ لیا کرے، اگر اسی حالت میں وہ مرے گا تو شہید مرے گا، اور جو کوئی روزانہ پڑھے گا تو وہ بھی اس مرتبہ پر پہنچے گا۔

منافقوں کا ذکر اور یہودیوں کی اسلام دشمنی

۱۔ شان نزول: یہ سورت بنی نضیر کے حق میں نازل ہوئی یہ لوگ یہودی تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے حضور سے اس شرط پر صلح کی کہ نہ آپ کے ساتھ ہو کر کسی سے لڑیں، نہ آپ سے جنگ کریں۔ جب جنگ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی تو بنی نضیر نے کہا ”یہ وہی نبی ہیں جن کی صفت توریت میں ہے“، پھر جب احد میں مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت پیش آئی تو یہ شک میں پڑے، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضور کے نیاز مندوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا، اور جو معاہدہ کیا تھا وہ توڑ دیا۔ اور ان کا ایک سردار کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودی سواروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے پردے تھام کر قریش کے سرداروں سے آنحضرت ﷺ کے خلاف معاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے حضور اس حال پر مطلع تھے، اور بنی نضیر سے ایک خیانت اور بھی واقع ہو چکی تھی کہ انہوں نے قلعہ کے اوپر سے آنحضرت ﷺ پر بارادہ فاسد ایک پتھر گرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبردار کیا اور بفضلہ تعالیٰ حضور ﷺ محفوظ رہے۔ غرض جب یہودی بنی نضیر نے خیانت کی اور عہد شکنی کی، اور کفار قریش سے حضور کے خلاف عہد کیا تو آنحضرت ﷺ نے محمد بن مسلمہ انصاری کو حکم دیا اور انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ پھر حضور ﷺ مع لشکر کے بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے اور انکا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ اکیس روز رہا اس درمیان میں منافقین نے یہود سے ہمدردی و موافقت کے بہت معاہدے کئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ناکام کیا، یہود کے دلوں میں رعب ڈالا۔ آخر کار انہیں حضور کے حکم سے جلا وطن ہونا پڑا اور وہ شام اریحا و خیبر کی طرف چلے گئے۔ اس لئے ان کی اس پہلی جلا وطنی کو پیشین گوئی کے طور پر اول حشر فرمایا، اور دوسرا حشر ان کا

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ
لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ
مِنْ لَدُنِ اللَّهِ فَأَخْرَجَهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَدَفَ فِي
قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ

وہی ہے کہ جس نے اہل کتاب کو جو کافر ہو گئے تھے (یعنی یہود بنی نضیر کو) انکے گھروں (یعنی مدینہ) سے حشر
اول کے وقت نکالا، اے مسلمانو! تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ کافر گمان کرتے تھے کہ انکے قلعے انکو اللہ
کے عذاب سے بچالیں گے، پس ان پر اللہ کا عذاب اس جگہ سے آیا جہاں سے انکا گمان بھی نہ تھا، اور انکے دلوں
میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں۔

یہ ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں خیبر سے شام کی طرف نکالا، یا آخر حشر روز قیامت
کا حشر ہے کہ آگ سب لوگوں کو سر زمین شام کی طرف لے جائے گی، اور وہیں ان پر قیامت قائم ہوگی۔ حشر کے معنی کسی ایک
کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نکال دینا۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ بنی نضیر کے قلعے کی مضبوطی کے سبب سے نہ اہل
اسلام کو یہ گمان تھا کہ ایسا مضبوط قلعہ اس طرح جلدی سے خالی ہو جائے گا، نہ بنی نضیر کو یہ خیال تھا کہ اس طرح وقت پر قلعہ سے
ان کو پناہ نہ ملے گی۔ مگر اللہ کی حکمت ایسی زبردست ہے کہ اس کی قدرت اور حکمت سے جو کچھ ہوا، وہ لوگوں نے آنکھوں سے
دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے دل میں لشکر اہل اسلام کی ایسی ہیبت پیدا کر دی کہ وہ لڑائی کی جرات نہ کر سکے، بلکہ جلاوطنی پر
راضی ہو گئے۔ جلاوطنی کے وقت یہ امر قرار پایا کہ تین آدمیوں میں ایک اونٹ بار برداری کو دیا جائے، اور ایک مشک پانی پینے کو
دی جائے، اور اس ایک اونٹ پر جو چیز لادی جاسکے وہ یہ لوگ اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ اس واسطے گھروں میں کا، کڑی تختہ
اور جو چیز ان کو اچھی معلوم ہوتی تھی، اس کو وہ اونٹوں پر لادنے کے لئے گھروں کو توڑ پھوڑ کر نکال رہے تھے، اور قلعہ کے باہر جو
بنی نضیر کا کھجوروں کا باغ تھا، اہل اسلام نے اس کے کچھ پیڑ جلا دیئے تھے، اور کچھ کاٹ ڈالے تھے۔ اسی کو قابل عبرت ذلت
اور ویرانی فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ جلاوطنی کی ذلت اور ویرانی ان لوگوں کی قسمت میں نہ لکھی ہوتی تو اللہ اور رسول کی مخالفت
کے سبب سے ان پر کوئی اور آفت آتی۔ پیڑوں کو پہلے تو اہل اسلام نے اس لئے کاٹا اور جلا یا کہ اس کی جلن سے بنی نضیر قلعے
کے باہر نکل آویں، لیکن پھر اہل اسلام کے دل میں خیال گذرا کہ کہیں اس کا کچھ گناہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کی یہ تسکین
فرمائی کہ یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ نے وہ تمہارے دل میں ڈالا ہے کہ تمہارے دشمنوں کی ذلت اس میں تھی۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ
الْجَلَائِءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۚ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكَتُمْوهَا قَائِمَةً عَلَى
أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى
رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَبِأَوْجُفَتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا بَرٍّ كَابٍ وَلَا لَكِنَّ
اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

پس اے آنکھوں والو! (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو ۝ اور اگر اللہ ان کے مقدور میں جلا وطن ہونا نہ
لکھ چکتا تو البتہ ان پر دنیا ہی میں (قتل کا) عذاب فرماتا، اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے ۝
یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے اور جو کوئی اللہ کی
مخالفت کرے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۝ اے مسلمانو! تم نے جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے یا ان کو ان
کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، پس یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا، اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے ۝ اور جو کچھ
غنیمت اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ان (یہود بنی نصیر) سے دلوائی، تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے
تھے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کرتا ہے، اور اللہ تمام چیز پر قادر ہے ۝

حضور ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم اور بیعت کا ذکر

۱۔ شروع سورہ سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے بنی نصیر کے جلا وطن ہونے کا ذکر فرما کر اس جلا وطنی کے بعد بغیر لڑائی اور بغیر
مقابلہ کے جو مال ہاتھ آیا، ان آیتوں میں اس کا یہ حکم فرمایا کہ جس طرح بغیر لڑائی کے بنی نصیر کا مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو
دلویا، اس مال میں اور آگے کو اسی طرح جو مال بغیر لڑائی کے ہاتھ لگے، ایسے سب مال میں وہ پانچ حصے نہ ہوں گے۔ جو پانچ
حصے لڑائی کے بعد غنیمت کے مال کے سورہ انفال میں بیان ہوئے کہ ان پانچ حصوں میں سے چار خمس لشکر اسلام میں تقسیم کئے
جائیں گے، اور ایک خمس اللہ کے رسول کے اختیار میں رہے گا۔ بلکہ یہ بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہو تمام مال اللہ کے رسول کے

اختیار میں رہے گا۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر کا مال و متاع بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہو اللہ کے رسول کے خاص اختیار میں رہنے کا مال تھا۔ غرض آنحضرت ﷺ کے خاص اختیار کا مال نصف حصہ تو خیبر کا تھا، اور بنی نضیر کے اور فدک کے کھجور کے بیڑے تھے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے درختوں کی آمدنی تو آنحضرت ﷺ نے بالائی ضروری اخراجات کے لئے خاص کر رکھی تھی، اور باغ فدک کی آمدنی مسافروں کے خرچ کے لئے خاص تھی۔ اور خیبر کی آمدنی میں ازواج مطہرات کا کھانا پینا ہوتا، اور جو کچھ بچتا تھا وہ مہاجر ضرورت مندوں کو خیرات کے طور پر دیا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت میں بھی یہی عمل رہا۔ اب آگے فرمایا کہ یتیم مسکین اور مسافر کا نام اس تقسیم میں اسلئے خاص طور پر جتلا یا گیا ہے کہ مالدار لوگ موروثی مال کی طرح اس مال کی تقسیم آپس میں نسل بعد نسل نہ ٹھہرا لیں، جس سے یتیم مسکین اور مسافر بالکل محروم ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ اس مال میں سے اللہ کے رسول جو تم کو دیوں وہ لے لو، اور جو نہ دیوں اس میں کچھ اصرار نہ کرو، اور اللہ کے رسول کی نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس لئے اس سے بچتے رہو کہ اس میں عذاب الہی کا خوف ہے، جو بہت سخت اور انسان کی برداشت سے باہر ہے۔ اگرچہ اس آیت کا نزول نے کے مال کے باب میں ہے، لیکن حکم اس کا عام ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے میری نافرمانی کی وہ جنت میں نہیں جاسکتا“۔ اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں جو آیت کے حکم کے عام ہونے کی تفسیر ہیں۔ اس تفسیر کی بنا پر سلف نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد جو شخص اس کے موافق عمل نہ کرے گا، وہ اللہ کے نزدیک اس مواخذہ کے قابل قرار پائے گا جس مواخذہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ رسول کی شان اقدس اور علم رسول کے گستاخی کرنے سے بچے ورنہ جہنم کی آگ ہے۔ نے کے مال کے حق داروں کے بیان میں اطاعت رسول کا ذکر آ گیا تھا، اب آگے وہی سلسلہ پھر شروع فرمایا کہ اس مال کے حقدار تنگ دست مہاجر اور انصار بھی ہیں۔

مہاجرین و انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان

مہاجروں کی تعریف فرمائی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کی مدد کے جوش میں اپنا گھریا، اور مال و متاع سب کچھ چھوڑا، اور دنیا میں اللہ کے فضل سے رزق ملنے کی، اور عقبیٰ میں اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنے کی انکو آرزو ہے۔ ان لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں ہے، اس لئے یہ سچے ایماندار ہیں۔ اہل مکہ کی طرح طرح کی ایذا اور مخالفت کے سبب سے حکم الہی کے موافق اللہ کے رسول نے جو مکہ اور اہل مکہ کو چھوڑا اسکو ہجرت کہتے ہیں۔ اسی ہجرت کے زمانہ سے ہجری سنہ قرار پایا ہے۔ جس وقت آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی سکونت کے ارادہ سے مکہ چھوڑا، اس وقت تو فقط حضرت ابوبکر اور عامر بن نبیرہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروردہ یہ دو ہی صحابی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، پھر رفتہ رفتہ اور بہت سے صحابہ مدینہ آ گئے۔ ہجرت کے حکم کی تعمیل میں جن صحابہ نے اپنا گھریا چھوڑا، ان کو مہاجر کہتے ہیں۔ مشرکین مکہ کی ایذا سے گھبرا کر کچھ صحابہ حبشہ کو چلے گئے تھے، پھر مدینہ کو آ گئے، ان صحابہ کو اصحاب البجرتین کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے پہلی دفعہ حبشہ کی ہجرت کی،

اور پھر مدینہ کی۔ فتح مکہ تک ہجرت فرض تھی۔ فتح مکہ کے بعد پھر ہجرت کی تاکید باقی نہیں رہی۔ مہاجرین کے ذکر کے بعد انصار کا ذکر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول اور مہاجرین کے مدینہ میں پہنچنے سے پہلے اپنی بستی کو ایماندار لوگوں کا ایک ٹھکانہ قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے وہاں اسلام کے پھیل جانے کا قصہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ ان باہر کے لوگوں کو قرآن شریف کی آیتیں سنا کر اسلام کی ترغیب دلایا کرتے تھے، جو موسم حج میں مکہ کو ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ایک سال قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں نے قرآن شریف کی آیتیں سنیں، اور مدینہ میں آن کر اپنی قوم میں اس کا ذکر کیا۔ اس خزرج قبیلہ اور مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے ان کی اکثر لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اس لڑائی میں یہود کو کبھی شکست ہو جاتی تھی تو وہ کہا کرتے تھے کہ ”نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کا وقت اب قریب آ گیا ہے، وہ پیدا ہو کر نبی ہو جائیں گے تو ان کے ساتھ ہم مخالف لوگوں سے دل کھول کر لڑیں گے، اور اس شکست کا بدلہ نکالیں گے“۔ اب جو قبیلہ خزرج کے عام لوگوں نے اپنی قوم کے مکہ سے آنے والے لوگوں کی زبانی آنحضرت ﷺ کا یہ ذکر سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں، جن کا ذکر یہود کیا کرتے تھے۔ اس لئے اب کے سال ان میں کے بارہ شخص حج کو آئے، اور آنحضرت ﷺ سے منیٰ کے پہاڑ کی گھاٹی کے پاس انہوں نے اسلام کی بیعت کی۔ اسی کو عقبہ اول کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ مقام منیٰ کے پہاڑ کی گھاٹی کی یہ پہلی بیعت ہے۔ منیٰ میں عقبہ وہ جگہ ہے جہاں حج میں شیطانوں کو کنکریوں مارتے ہیں، اس سال کے بعد پھر اس قبیلہ کے بہت سے لوگ حج کو آئے، اور اس گھاٹی میں اسلام کی بیعت ہوئی اس کو عقبی ثانی کی بیعت کہتے ہیں۔ اس بیعت میں اسلام کے پھیلانے والے بارہ نقیب آنحضرت ﷺ نے قرار دیئے، اور اسی بیعت کے بعد اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں۔ پھر فرمایا ان انصار میں یہ نیک خصلتیں ہیں کہ ان کے دل مہاجرین کی پوری الفت ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ دو حق داروں میں سے ایک حق دار کو کوئی چیز زیادہ پہنچ جائے تو یہ دوسرے حق دار کی دل شکنی کا باعث ہوتا ہے، لیکن ان انصار کے دل میں مہاجرین کی اس قدر الفت اور محبت ہے کہ مہاجرین کی تنگ دستی کو کبھی کبھی زیادہ بھی دیویں تو انصار کی اس سے کچھ دل شکنی نہیں ہوتی۔ ان انصار کی اعلیٰ درجہ کی سخاوت کی یہ خصلت اللہ کو بہت پسند ہے، کہ اپنی ضرورت پر یہ دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہیں۔ جو کمال عالی ہمتی اور دینداری کی بات ہے۔

جذبہ ایثار

صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں اس آیت کا جو شان نزول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا اور جب آنحضرت ﷺ کے مکان مبارک میں اس مہمان کے کھانے کا کچھ بندوبست نہ ہو سکا، تو آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر میں فقط بچوں کے تھوڑے سے کھانے کے سوا اور کچھ نہیں تھا، اسی لئے انہوں نے اپنے بچوں کو تو بہلا کر بھوکا سلا دیا، اور چراغ بجھا کر اندھیرے میں وہ بچوں کے حصہ کا کھانا اس طرح مہمان کو کھلایا، جس سے مہمان نے جانا کہ ابو طلحہ اور ان کی بی بی بھی اس مہمان کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ صبح کو جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ابو طلحہ رات کو تم نے اور تمہاری بی بی نے وہ عالی ہمتی کا کام کیا، جس سے اللہ تعالیٰ کو ہنسی آئی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے انصار کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی“۔ اس طرح کی عالی درجہ کی سخاوت کے مقابلہ میں بخیلی کا ذکر فرمایا کہ بخیلی کی برائی

مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَاللِّرَّسُولِ وَ
 لِيِذَى الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ كَيْ لَا يَكُونَ
 دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا
 نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝
 لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
 يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ

وقف لازم

جو غنیمت اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بستیوں والوں سے دلوائی وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اور (رسول کے) قرابت داروں کی اور یتیموں کی اور مسکینوں کی اور مسافروں کیلئے ہے، (یہ حکم اللہ نے دیا) تاکہ وہ (مال) تمہارے دولت مندوں کا مال نہ ہو جائے، اور رسول تم کو جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع فرمائیں اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۝ وہ مال ان فقیروں، ہجرت کر نیوالوں کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) نکالے گئے، وہ اپنے پروردگار کی نعمت (یعنی ثواب آخرت) اور رضا مندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی جان و مال سے دین کی حمایت میں مدد کرتے ہیں۔

آدمی کے دل میں خوب جم جائے، اور بخیلی سے بچنے میں مڑا پانے سے یہ مطلب ہے کہ بخیلی سے بچ کر جو شخص اللہ کے نام پر کچھ دیوے گا، تو ایک کے ساتھ سو، اور کبھی اس سے بھی زیادہ پاوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز اللہ کی طرف سے زمین پر دو فرشتے اترتے ہیں ایک ان میں سے سخی کا مال بڑھنے کی دعا کرتا رہتا ہے، اور دوسرا بخیل کے مال کے ضائع اور تلف ہونے کی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اصل میں انسان کا مال وہی ہے جو اس نے خیر خیرات میں سے صرف کیا، اور جو جوڑ کر رکھا وہ اس کا نہیں اس کے وارثوں کا ہے۔ یہ حدیثیں گویا اس آیت کی تفسیر ہیں۔ جن مہاجرین نے بیت المقدس اور بیت اللہ شریف دونوں طرف کے قبلہ کی نمازیں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ میں پڑھیں، وہ مہاجرین اولین کہلاتے ہیں۔ اسی طرح جو انصار آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں آنے سے پہلے مسلمان ہو گئے وہ انصار اولین کہلاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٥﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ
 حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
 خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْبَافِلِحُونَ ﴿٦﴾ وَ
 الَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
 الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ
 آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٧﴾

وہی (اپنے ایمان میں) سچے ہیں ﴿۵﴾ اور ان کے لئے ہے جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے دارالاسلام
 یعنی مدینے میں اور ایمان میں اپنا گھر بنا لیا، یہ لوگ ان کو دوست رکھتے ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی
 اور اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو مال غنیمت میں دیا گیا، اور (مہاجرین کی
 خدمت) اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ انہیں خود (کیسی ہی سخت) احتیاج کیوں نہ ہو، اور جس کسی
 نے اپنے نفس کو حرص سے روکا پس ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿۶﴾ اور ان کے لئے ہے جو ان
 مہاجرین و انصار کے بعد (دارالاسلام میں) آئے، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور
 ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف
 سے کینہ نہ رکھ، اے پروردگار ہمارے! بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے ﴿۷﴾

صحابہ (اجمعین علیہم رضوان کرام) کو برا کہنے والوں کا انجام
 لے اللہ تعالیٰ نے تابعینوں کے ذکر میں فرمایا کہ قابل تعریف وہی تابعین ہیں جو صحابہ کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر اپنی مغفرت کی دعا
 میں ان کیلئے بھی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اپنے بڑوں کی پچھلی حالت یاد کر کے بعض صحابہ کے حق میں خالص دل
 سے مغفرت کی دعا ان کی زبان پر نہ آئے تو ان کو یہ دعا بھی مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! پہلے لوگوں کی طرف سے ہمارے دل میں

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
 أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا
 أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

کیا تم نے اے منافقوں (یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ) کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے بھائیوں سے جو اہل
 کتاب (یعنی یہود بنی قریظہ و بنی نضیر) میں سے کافر ہیں، کہتے ہیں کہ اگر تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ضرور ہم
 بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے، اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو
 ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ۝

کچھ دشمنی اور بغض ہو تو اپنی مہربانی اور رحمت سے اسکو ہمارے دل سے نکال دے۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا
 اور قرآن کے کلام الہی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ کیونکہ آئندہ کی جن باتوں کا ذکر اس آیت میں تھا اسی طرح ان باتوں کا ظہور ہوا۔
 یہی ثبوت ان صحیح حدیثوں میں بھی ہے جن میں اپنے آئندہ پیدا ہونے والے لوگوں کو صحابہ کی بدگوئی سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کی
 آیتوں اور حدیثوں کے مضمون پر غور کرنے سے فرقہ شیعہ کے ان لوگوں کی عبرت پکڑنی چاہئے جنہوں نے صحابہ کی برائی کو
 اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے۔ مسئلہ۔ جسکے دل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو، اور وہ ان کیلئے دعائے رحمت
 و استغفار نہ کرے، وہ مومنین کی اقسام سے خارج ہے۔ کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں فرمائی گئیں: ● مہاجرین، ● انصار،
 ● ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف سے دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت
 کریں۔ تو جو صحابہ سے کدورت رکھے رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔

خدا کی رضا مندی ان کے لیے جو عمل کریں اور صف باندھ کر لڑیں

اے یہ آیتیں بھی بنی نضیر کے قصہ کی ایک حالت کے بیان میں ہیں۔ حاصل اس حالت کا یہ ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے بنی
 نضیر کی تسکین کے طور پر ان سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ کی سکونت چھوڑ دیں گے،
 اور تمہاری جلاوطنی کے بعد مدینہ کی سکونت کا کوئی ہم کو مشورہ بھی دے گا تو ہم ہرگز اس کا مشورہ نہ سنیں گے۔ اور اگر تمہاری اور
 اہل اسلام کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ
 ان منافقوں کی جس طرح اور سب باتیں زبانی ہیں، انکے دل میں ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہے۔ اسی طرح یہ باتیں بھی ان کی
 جھوٹی ہیں، نہ یہ مدینہ کی سکونت چھوڑیں گے، نہ لڑائی کے وقت مدد کریں گے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے
 کلام میں تھا وہی ہوا کہ بنی نضیر میں جلاوطن ہو گئے اور منافق آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں

لَیِّنٌ اُخْرِجُوا لَا یَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَیِّنٌ قُوتِلُوا لَا یَنْصُرُونَهُمْ وَ
 لَیِّنٌ نَّصَرُوهُمْ لَیُّوْنٌ اِلَّا دُبَّارًا ۚ ثُمَّ لَا یُنْصِرُونَ ﴿۱۲﴾ لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ
 رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنَ اللّٰهِ ط

اگر وہ (یہود) نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہ نکلیں گے، اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے، اور اگر یہ ان کی مدد (بھی) کریں تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، اس کے بعد (منافقوں کو) کہیں سے مدد نہ ملے گی ﴿۱۲﴾ بیشک اے مسلمانو! تمہارا رعب ان (منافقوں) کے دلوں میں اللہ سے (بھی) زیادہ ہے۔

منافقوں کی نشانیاں اور منافق کسی کے دوست نہیں ہو سکتے

عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا منافقوں کی خصلت ہے۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جس میں منافقوں کے جھوٹ بولنے کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ منافق سچے ہوتے اور اپنے قول کے موافق مدد کو آتے تو اللہ کو ان کے دل کا حال معلوم ہے، کہ ان کے دل میں اہل اسلام کا اس قدر خوف ہے کہ یہ لڑائی کے میدان میں رک نہیں سکتے، فوراً وہاں سے بھاگ جاتے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ رعب دیا ہے کہ ایک مہینے کے راستے پر بھی دشمن ہو تو اس کے دل میں اس رعب کا اثر پڑ جاتا ہے۔“ منافقوں کے دل پر اہل اسلام کا جس قدر خوف تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مہینہ بھر کے راستے پر اثر کرنے والی چیز کا اثر پاس کے پاس کس قدر ہوگا۔ اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں اہل اسلام کا خوف اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ ان کے منافق پنے کے سبب سے خدا کا خوف تو فقط ان کی زبان پر ہے دل میں کچھ بھی نہیں، اور لشکر اسلام کا خوف ان کے دل زبان دونوں پر ہے۔ پھر فرمایا یہ بات اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جس اللہ نے اہل اسلام کے لشکر میں یہ رعب کی تاثیر رکھی ہے، نفاق کو چھوڑ کر اصل اس سے ہی ڈرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ ان کی برائی آپس کی لڑائی پر ختم ہے، لشکر اسلام کا تو ان کے دل پر وہ رعب چھایا ہوا ہے کہ یہود اور منافقین دونوں مل کر بھی میدان میں لشکر اسلام سے نہیں لڑ سکتے۔ ہاں اپنے بچاؤ کے طور پر قلعے یا کسی دیوار کی آڑ میں سے کچھ لڑیں تو لڑیں، لیکن یہ بھی جب ہو سکتا ہے کہ ان یہود اور منافقین میں یک دلی ہوتی، اور یہ ظاہر بات ہے کہ یک دلی اور آپس کا اتحاد تو عقلمندوں میں ہوتا ہے۔ یہ تو ایسے بے عقل لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے دین کے سنبھالنے میں عقل سے کچھ بھی کام نہیں لیا۔ اس لئے ظاہر میں یہ ایک نظر آتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہود اپنے راستے پر ہیں، اور منافق اپنے راستے پر ہیں، اور عقبی سے دونوں غافل۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت سے شداد بن اوس کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا صاحب عقل وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کے لئے کچھ اچھا سامان کر لے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اور یہ حدیث یہود اور منافقین کے کم عقل قرار پانے کی بابت اس آیت کی گویا تفسیر ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۱۳ لَا يُقَاتِلُوْكُمْ جَبِيْعًا اِلَّا فِيْ قَرْيٍ
 مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۚ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۚ تَحْسِبُهُمْ جَبِيْعًا
 وَقُلُوْبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۴ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَا قُوَا وَاَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۵

اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ نا سمجھ ہیں (کہ اللہ کی عظمت کو نہیں جانتے) ۱۳ یہ سب مل کر (یہودی لوگ) تم سے
 نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں (چھپ کر) ان کی لڑائی آپس (ہی) میں زیادہ سخت
 ہے، (اے مخاطب!) تم ان کو ایک جتھا (باہم متحد) سمجھو گے حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں، یہ اس سبب
 سے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں ۱۴ ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ابھی قریب زمانے میں ان سے پہلے تھے، انہوں
 نے اپنے گناہ کا وبال چکھا اور ان کے لئے (آخرت میں بھی) دردناک عذاب ہے ۱۵

۱۔ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ پہلے وبال میں پھنسنے والوں سے مراد
 یہود کا قبیلہ بنی قینقاع ہے، جن کی جلا وطنی بنی نضیر کی جلا وطنی سے پہلے ہوئی، جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے
 ہے۔ حاصل اس قصہ کا اسی قدر ہے کہ یہ قبیلہ وہی ہے جس میں کے عبداللہ بن سلام ہیں۔ اس قبیلہ کا آنحضرت ﷺ سے صلح
 کا معاہدہ تھا، پھر انکی عہد شکنی کے سبب سے بدر کی لڑائی کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان پر چڑھائی کی، اور جب یہ لوگ
 مغلوب ہو گئے تو عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کی جان بخشی کی جا کر ان کو جلا وطن کرایا گیا۔ غرض جلا وطن ہونے والوں کی
 مشابہت اور تمثیل جلا وطن والوں سے ایک پوری مشابہت اور تمثیل ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے پہلے تو بنی
 نضیر کو بہکایا کہ ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے، اور جب وقت پڑا تو بنی نضیر کا کچھ ساتھ نہ دیا۔ یہی حال شیطان کا ہے کہ اب تو
 لوگوں کے دل میں طرح طرح کا دوسوہ ڈال کر ان سے گناہ کراتا ہے، جب قیامت کے دن عذاب کا وقت آئے گا گنہگار
 لوگوں کو خود ہی ملامت کرنے کو مستعد ہو جائے گا۔ جس کا ذکر سورہ ابراہیم میں گزر چکا۔ پھر فرمایا بہکانے والے اور بہکنے والوں
 کا انجام دونوں کا دوزخ ہے۔ غرض منافقوں نے شیطان کی طرح بنی نضیر کو بہکایا تھا۔ اس مناسبت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے
 ان آیتوں میں منافقوں کے حال کو شیطان کے حال کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ یہاں مفسروں نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا
 قصہ جو لکھا ہے کہ شیطان نے ستر برس کی عبادت کے بعد اس عابد سے زنا بھی کرایا، اور شرک بھی کرایا۔ اس قصہ سے یہ مطلب
 نہیں ہے کہ وہ قصہ آیت کی تفسیر ہے یا شان نزول ہے کیونکہ شیطان تو رات دن یہی کرتا رہتا ہے، جو اس نے اس عابد کے

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ
 مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي
 النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَيْرِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
 إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

اور منافقین کی مثال شیطان کی مثال ہے جب اس نے انسان سے کہا کہ کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا تو (اسی وقت) کہا: ”میں تجھ سے الگ ہوں بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہان کا پروردگار ہے“ ﴿۱۶﴾ پھر ان دونوں کا یہ انجام ہوا کہ وہ دونوں جہنم میں گئے ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے ﴿۱۷﴾ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو (اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو) اور اے ہر شخص کو چاہئے کہ غور کرے کہ کل (قیامت کے دن) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ آگے بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ﴿۱۸﴾

ساتھ کیا۔ اور ہزاروں قصہ شیطان کے اس طرح کے مشہور ہیں جس طرح وہ عابد کا قصہ ہے۔ بلکہ مفسرین کی غرض اس قصہ کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ شیطان رات دن اس طرح کے فریب کے کام کرتا رہتا ہے، جس طرح فریب اس نے اس عابد کو دیا۔ ہر شخص کو اسکے فریب سے بچنا چاہئے۔ اس واسطے شیطان کے فریب کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان کے فریب میں آن کر دنیا کی زیست پر عاقبت کو نہ بھولنا چاہئے اور قیامت کو دور نہ گننا چاہئے، اور یہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے نیک و بد سب کاموں کی خبر ہے، اور اس نیک و بد کی جزا اور سزا کا ایک دن آنے والا ہے، اس دن وہی شخص اچھا رہے گا جس نے دنیا میں اس دن کی آفت سے بچنے کا کچھ سامان کر لیا۔

اللہ تعالیٰ کی یاد ہر دم رکھنی چاہئے ورنہ شدید پچھتاوا ہوگا

۱۔ ہر ایماندار کو چاہیے کہ اپنے نیک عملوں پر کبھی کبھی نظر ڈال لیا کرے، کہ قیامت کے لئے اس نے کیا سامان آگے بھیجا، کیونکہ قیامت کے دن جنت کے درجے نیک عملوں کے موافق تقسیم ہوں گے۔ اس لئے اس دن ہر ایک کو نیک عملوں کی بڑی قدر ہوگی۔ چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد میں محمد بن ابی عمرہ صحابی سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”دنیا میں جو شخص تمام عمر نیک عملوں میں مصروف رہے، اس کو بھی قیامت کے دن یہ پچھتاوا رہے گا کہ اس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کئے۔“ اس مضمون کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ نیک عملوں کی ترغیب کے بعد ایماندار لوگوں کو ان لوگوں کی حالت سے ڈرایا ہے،

جو دنیا کے منحصرے میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو بالکل بھول گئے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ایسا بھول کر دیا ہے کہ کبھی ان کو یہ یاد نہیں آتا کہ وہ کس کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور کیا کر رہے ہیں۔ معتبر سند سے مسند امام احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم میں ابودرداء سے روایت ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں کے دل سے دنیا کی حرص کم ہو جانے کے لئے ہر روز دو فرشتے آسمان و زمین کے بیچ میں کھڑے ہو کر پکار کر یہ کہا کرتے ہیں، ”کہ جس خوش حالی سے انسان خدا کو بھول جائے اس خوشحالی سے تنگدستی بہتر ہے“۔ یہ حدیث آیت کے ٹکڑے، فانسہم انفسہم کی گویا تفسیر ہے۔ کیونکہ آیت اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ جن لوگوں کو ایسی خوش حالی ہے جس سے وہ خدا کو بھول گئے ہیں تو وہ خوش حالی اس آیت کے موافق اللہ کی خلقی کے سبب سے ہے۔ اسی واسطے فرشتوں کی اس آواز کا اثر ایسے لوگوں کے دل پر کچھ نہیں ہوتا کیونکہ کثرت گناہوں سے ان کے دل پر زنگ چھا جاتا ہے، وہ زنگ کسی نصیحت کے اثر کو ان کے دل تک نہیں پہنچنے دیتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے کہ بغیر توبہ کے گناہوں کے سبب سے آدمی کے دل پر زنگ آجاتا ہے، اس گنہ گاری کے سبب سے ان لوگوں کو بے حکم فرمایا ہے۔ اب بے حکم لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور فرمانبردار لوگوں کو ٹھکانہ جنت ہے۔ اسی لئے فرمایا اہل دوزخ اور اہل جنت دونوں برابر نہیں ہیں۔ اہل دوزخ کو طرح طرح کی کلفت ہے، اور اہل جنت کو طرح طرح کی راحت۔ آگے مثال کے طور پر فرمایا کہ ان بے حکم لوگوں کے دل پر زنگ آن کر ان کے دل کو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ وہ نصیحتیں ہیں جو پتھر کو بھی موم کر دیں۔ صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اس پتھر کا ذکر کیا ہے جو اس وقت جب آپ نبی بھی نہیں ہوئے تھے تو آپ سے سلام علیک کیا کرتا تھا، یہ تو پتھر کا حال ہوا اور باوجود انسان ہونے کے قریش کا حال تو معلوم ہے کہ وہ معجزے دیکھ کر بھی آپ کی نبوت میں طرح طرح کے شبہات نکالتے تھے۔ غرض پتھر میں انسان سے زیادہ سمجھ کا پیدا کر دینا اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ اب آگے فرمایا کہ قرآن میں یہ مثالیں اس لئے بیان کی جاتی ہیں کہ شاید یہ بے حکم لوگ کچھ مثالوں سے ہی سمجھنے کی بات کو کچھ سمجھ جاویں تو ان کی عقوبتی پاک ہو جائے۔

صفات باری تعالیٰ

آگے فرمایا کہ اللہ کی وہ ذات ہے کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں کسی کو استحقاق عبودیت نہیں۔ غیب و شہادت کا عالم ہے، غیب وہ باتیں جو آئندہ ہوں گی، اور وہ بندوں سے غائب ہیں۔ شہادت جو ہو چکیں اور بندوں کو معلوم ہیں۔ وہ رحمن و رحیم ہے رحمن یعنی سب بندوں پر خواہ عابد ہوں خواہ عاصی، خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر، سب پر رحمت عامہ والا، رزق دینے والا، رحیم خاص مسلمانوں پر مخصوص نعمتیں اتارنے والا، ثواب و جنت دینے والا وہی خدا ہے، جس کے سوا کسی کو استحقاق عبودیت نہیں، وہ بادشاہ ہے کہ ازل سے ابد تک اس کے ملک اس کی بادشاہت کو زوال نہیں۔ وہ قدوس ہے ظاہر ہے، ہر آفت سے منزہ ولد و شریک سے برتر۔ وہ سلام ہے مسلمانوں پر کہ عذاب سے سلامت رکھنے والا۔ مومن ہے مخلوق کو اپنے ظلم سے امان دینے والا ہے، یا بندوں کے اعمال پر امانت دار ہے، یا یہ کہ امان والا ہے اپنی مقدورات پر یعنی اس کی قدرت میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ حافظ ہے، گواہ ہے، عزیز ہے، یعنی غالب اور بدلہ لینے والا ہے، حکومت والا ہے، جبار ہے یعنی جو چاہے کرنے والا، ہر بات پر بندوں پر غلبہ والا متکبر ہے، عظمت و کبریا والا ہے،

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْفٰسِقُونَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ
 الْجَنَّةِ هُمُ الْفٰرِقُونَ ﴿۲۰﴾ لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ
 خٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ط

اور تم ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے (یعنی اس کی اطاعت ترک کی) پس اللہ نے انہیں (بلا میں ڈال کر) ایسا کر دیا کہ خود اپنی جانوں کو بھول گئے، یہی لوگ فاسق ہیں ﴿۱۹﴾ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جنت والے ہی مراد کو پہنچے ہیں ﴿۲۰﴾ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو بیشک تم اسے اللہ کے خوف سے عاجزی کرنے والا پاش پاش دیکھتے، (یعنی قرآن کی عظمت اور شان ایسی ہے)۔

دشمنوں پر اپنے قہر و حکومت کا ظاہر کرنے والا۔ آگے فرمایا کہ وہ بتوں کی اور جھوٹے معبودوں کی شرکت سے پاک ہے۔ مشرکوں کے حقیر بیہودہ خیالات سے اس کا منصب عزت و جلال بلند ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ وہ پیدا کرنے والا ہے۔ البتہ ہماری ہے، عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ باپوں کے پشتوں میں نطفوں کو پیدا کرتا ہے، پھر درجہ بدرجہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلتا ہے۔ پھر بدن میں روح ڈالتا ہے۔ المصوومہ ہے یعنی نطفہ کی ماں کے شکم میں صورت گری کرتا ہے، جیسا چاہتا ہے مرد عورت۔ لبا ٹھنکنا۔ کالا گورا بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور اچھی صفتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایک کم سونام ہیں، جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ہر چیز اپنے خالق کی مدح سرا ہے

آگے فرمایا کہ آسمان وزمینوں میں جو چیز ہے وہ اس کی یاد کرتی ہے، تسبیح کہتی ہے، اور ہر شے کی زندگی اس کے لائق ہے۔ سورہ بنی اسرائیل اور سورہ حدید میں گڈ چکا ہے کہ پہاڑ پیڑ ان سب بے جان چیزوں کی ایک طرح کی خاص تسبیح ہے، جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں اکثر سلف نے اپنے کانوں سے اس تسبیح کی آواز سنی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کھانا ہم کھایا کرتے تھے اس کی تسبیح کی آواز ہمارے کانوں میں آیا کرتی تھی۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ العزیز ہے، غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔ الحکیم ہے اپنے احکام قضا و قدر میں لاکھوں حکمتوں والا ہے۔ اس کا یہ حکم محکم ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں مغفل بن یسار سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص تین دفعہ اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم پڑھے کہ ہو اللہ الذی لا الہ الا هو علم الغیب والشہادۃ سے آخر سورہ تک تین دفعہ صبح شام پڑھے گا، تو اس شبانہ روز میں اگر وہ شخص مرے گا، تو اس کو شہادت کا درجہ ملے گا، اور ستر ہزار فرشتے اس شبانہ روز میں اس شخص کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبِهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللَّهُ
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ
الرَّحِيمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّبُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى
يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۴﴾

یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ غور کریں ﴿۲۱﴾ وہی اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۲﴾ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ (سب عیبوں سے) پاک و سالم ہے، امن دینے والا، نگہبانی کرنے والا، غالب خود مختار تکبر والا ہے، اللہ کو پاکی ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے ﴿۲۳﴾ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا، نیا بنانے والا، صورت بنانے والا (جیسے چاہے)، اسی کے سب اچھے اچھے نام ہیں، سب اس کو پاکی سے یاد کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور وہی غالب، حکمت والا ہے ﴿۲۴﴾

﴿۱۳﴾ ابانہ ﴿۲۰﴾ سُورَةُ الْمُتَحَنِّهِ مَلِيَّةٌ ۹۱ ﴿۲۱﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲ ﴿۲۴﴾

سورۃ المتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ المتحنہ: اس سورۃ کو زعفران سے طشتری پر لکھ کر تین دن برابر پئے ان شاء اللہ تعالیٰ مرض طحال جاتا رہے گا۔ اگر کسی لڑکی کی شادی نہ ہوتی ہو تو اس سورۃ کو پانچ مرتبہ پڑھیں ان شاء اللہ تعالیٰ جلد شادی ہو جائے گی۔ اس سورت کو پڑھنے سے بغض و کینہ دور ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
 تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْبُودَةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ
 يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم
 بِالْبُودَةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ
 مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

اے مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ (یعنی کافروں کو) کہ تم ان کی طرف دوستی سے خبریں پہنچاتے ہو، حالانکہ بیشک وہ لوگ منکر ہیں اس حق (یعنی دین اسلام و قرآن) کے جو تمہارے پاس آیا ہے، جلا وطن کرتے ہیں (مکہ سے) رسول ﷺ کو اور تمہیں بھی، اس لئے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے اور میری رضا مندی چاہنے کے لئے اپنے وطنوں سے نکلتے ہو تو ان (کافروں) سے دوستی نہ کرو، تم ان کے پاس خفیہ پیغام بھیجتے ہو دوستی کے سبب سے، اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو کوئی تم میں یہ کام کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا ①

حضور ﷺ کا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان کرنا

اللہ تعالیٰ کا اولاد اور رشتہ داروں کے میل جول کے حق میں حکم اور علم نبوی ﷺ

۱۔ شان نزول: بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئی، جبکہ حضور فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے، حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ”کیا تو مسلمان ہو کر آئی“، اس نے کہا: ”نہیں“۔ فرمایا: ”کیا ہجرت کر کے آئی“۔ عرض کیا: ”نہیں“، فرمایا: ”پھر کیوں آئی“۔ اس نے کہا: ”محتاجی سے تنگ ہو کر“ بنی عبدالمطلب نے اس کی امداد کی کپڑے بنائے سامان دیا۔ حاطب بن ابی بلعہ اس سے ملے، انہوں نے اس کو دس دینار دیئے ایک چادر دی، اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس کی خبر دی۔ حضور ﷺ

نے اپنے چند اصحاب کو جن میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے گھوڑوں پر روانہ کیا، اور فرمایا: ”مقام روضہ خان پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے۔ وہ خط اس سے لے لو اور اسکو چھوڑ دو۔“ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا تھا۔ اس سے خط مانگا وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی۔ صحابہ نے واپسی کا قصد کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی، اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: ”خط نکال یا گردن رکھ“۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں تو اس نے اپنے سر کے بالوں کی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب کو بلا کر فرمایا: اے حاطب اسکا کیا باعث؟ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ میں جب سے اسلام لایا، کبھی میں نے کفر نہیں کیا، اور جب سے حضور کی نیاز مندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہ کی، اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی ان کی محبت نہ آئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا، اور ان کی قوم سے نہ تھا میرے سوائے اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں، جو ان کے گھربار کی نگرانی کرتے ہیں، مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اسلئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں، تاکہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں، اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمائے والا ہے۔ میرا خط انہیں بچانہ سکے گا۔“ آنحضرت ﷺ نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور نے فرمایا: ”اے عمر! اللہ تعالیٰ خبردار ہے، جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔“ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیات نازل ہوئیں، اور اسی قصہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولاد اور رشتہ داروں کا ذکر فرمایا ہے۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں جس طرح حاطب بن ابی بلتعہ سے اولاد اور رشتہ داروں کی محبت کے جوش میں یہ خط لکھنے کا کام اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف مرضی ہو گیا، اسی طرح بہت لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مرضی کے خلاف اولاد اور رشتہ داروں کے کارن (کام) کر بیٹھتے ہیں، مگر یہ اولاد اور رشتہ داری ایسی چیز ہے کہ قیامت کے دن کچھ کام آنے والی نہیں۔ بلکہ قیامت کے دن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مرضی کے موافق چلنا ہی کام آئے گا۔ اسی لئے انسان کو چاہئے کہ اولاد اور رشتہ داروں کی محبت پر اللہ اور اللہ کے رسول کو مقدم رکھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب یہ مشرک اللہ کے دشمن، مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں، تو مسلمانوں کو بھی ان سے دوستی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب اسلام کو برا جان کر یہ مشرک لوگ مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے روادار نہیں، اور موقع ملے تو مسلمانوں پر دست درازی کرنے کو، ان کا دین بگاڑنے کو یہ لوگ سب مستعد ہیں، تو پھر ایسے لوگوں کو دوست بنانا اور ان سے بھلائی کی امید رکھنا، اور ان کی عداوت سے غافل رہنا خطائے عظیم ہے۔ پھر حضرت ابراہیم نے بے دین باپ اور رشتہ داروں کو اللہ کی مرضی کے موافق جو چھوڑ دیا تھا، اس قصہ کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو خصلت اور عادت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برتی وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور جو خصلت اور عادت حاطب بن ابی بلتعہ نے برتی، وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اس باب میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی نصیحت جو اپنے بندوں کو فرمائی ہے وہ سورہ آل عمران میں گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں مال اور بی بی بیچوں کی الفت بسی ہوئی ہے۔ حالانکہ بہتر ان کے حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور اس کی مرضی کے موافق کام کریں، تاکہ عقبیٰ میں ان کا بھلا ہو۔

اِنْ يَتَّقُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاءً وَّ يَبْسُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْءِ وَاُوَلُوْا تَكْفُرُوْنَ ۝۱۰۱ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۝۱۰۲ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۰۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوْةٌ حَسَنَةٌ فِىْ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُۥ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بَرَاءٌ وَّاَمِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَاَبَدًا بَيْنَنَا وَّبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَاَلْبُغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحَدَاةً اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لَا اِبِيْهٖ لَا سَتُغْفِرَنَّ لَكَ وَاَمَّا مَلِكُكَ فَكَانَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۝۱۰۴

اگر (کافر) تم پر موقعہ پائیں تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور ایذا دینے کے لئے تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بڑھائیں گے، اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ (تو ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا خطائے عظیم ہے) ۱۰۱ قیامت کے دن تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری (مشرک) اولاد (جس کی وجہ سے تم کفار سے دوستی کرتے ہو) ہرگز کام نہ آئیں گے، تمہارے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا (کہ فرمانبردار جنت میں، نافرمان دوزخ میں) اور اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ۱۰۲ بیشک تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اور اس کے ساتھ والوں (یعنی اہل ایمان) میں اچھی پیروی ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا (جو مشرک تھی): ”بیشک ہم بے تعلق ہیں تم سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمہارے معتقد نہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ“ مگر ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تمہارے لئے (اللہ سے) مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے کسی نفع کا مالک نہیں۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبَأْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا
تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا
اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝
عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بَيْنَهُمْ
مَوَدَّةً ۖ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا يَهْدِي اللَّهُ
عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ
أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

(اور کہا): ”اے ہمارے پروردگار! ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف (ہم سب کو) پھرنا ہے ۝ (اور کہا) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور اے پروردگار ہمارے ہمیں بخش دے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے“ ۝ بیشک (اے محمد ﷺ کی امت!) تمہارے لئے انہی کے طریقہ پر چلنا اچھا ہے، اس پر وہی چلے گا جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی پھر جائے (اور کفار سے دوستی کرے تو اسی کا ضرر ہے) پس بیشک اللہ ہی بے نیاز سب خوبیوں والا ہے ۝ قریب ہے اللہ تم میں اور ان میں، جو ان میں سے (کفار) تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے (یعنی انہیں ایمان کی توفیق دے) اور اللہ قدرت والا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ اللہ تم کو ان لوگوں کے ملنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۝

کافروں سے دوستی کی ممانعت: ۱۔ شان نزول: صحیح بخاری، مسند امام احمد، مسند بزاز، مستدرک حاکم میں

إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوهُمْ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۗ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۗ

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے کہ جو تم سے دین کے بارے میں لڑتے ہیں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور دوسروں کی تمہارے نکالنے پر مدد کی، اس سے تم کو منع کرتا ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان سے دوستی کرے پس وہی لوگ ظالم ہیں ① اے مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (کفرستان سے) ہجرت کر کے آویں تو تم ان کی آزمائش کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔

روایتیں ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی شروع آیتوں میں مسلمانوں کو کافروں سے میل جول رکھنے کو منع فرمایا، تو مکہ میں مسلمانوں کی رشتہ دار جو مشرک عورتیں تھیں، مسلمان مردوں اور عورتوں نے ان سے بھی میل جول ترک کر دیا۔ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طلاق دی ہوئی بی بی قتیلہ اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کے پاس صلح کے زمانہ میں کچھ تحفے لے کر مکہ سے مدینہ آئی لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما اپنی مشرک ماں سے نہیں ملیں، اور اپنی ماں کا تحفہ بھی نہیں لیا، اور رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کریم ﷺ نے اجازت دی کہ انہیں گھر میں بلائیں، ان کے ہدایا قبول کریں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ فرمایا کہ میل جول کی ممانعت ان ہی مشرک لوگوں سے ہے جو دین میں لڑتے ہیں۔ عورتوں بچوں اور ضعیف لوگوں سے میل جول کی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ دین کی لڑائی میں شریک نہیں ہیں۔

مہاجرین عورتوں کے امتحان لینے کا ذکر

صلح حدیبیہ کے زمانہ سے مکہ کے لوگوں کی آمد و رفت مدینہ کو جاری ہو گئی تھی۔ اس آمد و رفت میں بعض عورتیں اپنے آپ کو مہاجر بتلاتی تھیں، لیکن مسلمانوں کو یہ شبہ رہتا تھا کہ معلوم نہیں ان عورتوں کا بیان کہاں تک صحیح ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ان عورتوں کا امتحان لینے کا حکم نازل فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے دل کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے، لیکن اس امتحان کے بعد ان عورتوں کو مسلمان مہاجر سمجھا جائے۔ صحیح سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے موافق اس امتحان کا طریقہ یہ تھا کہ اس طرح کی عورتوں سے ان کے بیان کی تصدیق ان کو قسم دی جا کر کی جاتی تھی۔ حدیبیہ کے صلح نامہ میں اگرچہ یہ شرط تھی کہ ہجرت کی نیت سے جو کوئی مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے اس کو مکہ میں واپس بھیج دیا جائے لیکن اللہ

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَا هُنَّ حِلٌّ
لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ

پس اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو (کیونکہ اب) نہ یہ (مسلمان عورتیں) ان (کافروں) کو حلال ہیں اور نہ وہ (کافر مرد) ان (مسلمان عورتوں) کو حلال ہیں، اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو ان کا خرچ (مہر وغیرہ میں) ہو اور تم کو ان (مہاجر) عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں جبکہ تم ان کے مہر ان کو دے دو۔

تعالیٰ نے ان آیتوں میں عورتوں کیلئے وہ شرط قائم نہ رکھی، اور فرمایا کہ مشرکہ عورت مسلمان مرد کیلئے، اور مسلمان عورت مشرک مرد کیلئے حلال نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ اس امتحان کے بعد اگر وہ عورتیں ایماندار نظر آئیں تو ان کو کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے، کیونکہ مشرک میاں بی بی دونوں میں سے ایک مسلمان ہو جائے، تو انکا حالت کفر کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر فرمایا اس صورت میں جائز ہے کہ یہاں دارالاسلام میں کا کوئی شخص جدید مہر ٹھہرا کر اس طرح کی عورت سے نکاح کرے، اور پہلے نکاح میں کافر شوہر کا جو کچھ خرچہ پڑا ہو وہ اس جدید نکاح کرنے والے شخص سے دلوادیا جائے۔ جدید مہر کا ذکر اسلئے فرمایا کہ کہیں پہلے شوہر کے خرچہ کی ادائیگی کو جدید مہر نہ تصور کیا جائے، کیونکہ اس میں اس عورت کا نقصان ہے۔ مسئلہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان عورتوں سے نکاح کرنے پر نیا مہر واجب ہوگا، انکے شوہروں کو جو ادا کر دیا گیا وہ اس میں مجرا و محسوب (شمار) نہ ہوگا۔ اب آگے فرمایا کہ جن مسلمان مہاجر لوگوں کی بی بیایں مشرک ہیں، اور دارالہرب میں رہ گئی ہیں، ان مسلمان مہاجروں کو ان عورتوں سے اپنے نکاح کا تعلق باقی نہیں رکھنا چاہئے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ان کافرہ عورتوں کو طلاق دیدی، جو مکہ مکرمہ میں تھیں۔ مسئلہ۔ اگر مسلمان کی عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے تو اس کی قید نکاح سے باہر نہ ہوگی (علیہ الفتویٰ زجر اوتیسیر) اب آگے فرمایا کہ ان عورتوں کو تم نے جو مہر دیئے تھے وہ ان کافروں سے وصول کر لو، جنہوں نے ان سے نکاح کیا۔ اسی طرح جو عورتیں ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئیں تو ان کے مسلمان شوہروں کو جنہوں نے ان سے نکاح کیا ہے مشرکوں کو دینا چاہئے۔ جو مشرک لوگوں نے نکاح میں اپنی عورتوں پر خرچ کیا ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا علم بہت وسیع اور اس کی حکمت بہت بڑی ہے۔ اس نے اپنے علم اور حکمت کے موافق یہ احکام نازل فرمائے ہیں۔ جن کی تعمیل میں طرح طرح کی مصلحتیں ہیں۔

وَلَا تُسْكُوا بَعْضَ الْكُوفِرِ وَسُكُّوْا مَا انْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ مَا انْفَقُوْا
 ذِكْرٌ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَإِنْ فَاتَكُمْ
 شَيْءٌ مِّنْ أَرْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ
 أَرْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا انْفَقُوْا ۗ وَانْفِقُوا اللّٰهُ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝۱۱

اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے نکاح پر جسے نہ رہو (جبکہ وہ مرتد ہو کر دارالحرب چلی گئیں) اور جو تم نے
 (ان عورتوں پر مہر وغیرہ) خرچ کیا ہے (ان کافروں سے) تم مانگ لو، اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہے وہ
 (تم سے) مانگ لیں، یہی اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے لئے فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۝ اور
 اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو (جہاد میں اور ان
 سے غنیمت پاؤ) تو جن کی عورتیں (مرتد ہو کر دارالحرب میں) چلی گئیں تھیں جتنا (مہر) انہوں نے (اپنی بیبیوں
 پر) خرچ کیا تھا (غنیمت میں سے) اس کے برابر تم ان کو دے دو، اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو ۝

۱۰ شان نزول: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے تو مہاجرہ عورتوں کے مہر ان کے کافر شوہروں کو ادا کر
 دیئے، اور کافروں نے مرتدات کے مہر مسلمانوں کو ادا کرنے سے انکار کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان عورتوں کے مہر دینے میں جو مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی تھیں، فرمایا کہ
 مومنین مہاجرین کی عورتوں میں چھ عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے دارالحرب کو اختیار کیا، اور مشرکین کے ساتھ لاحق ہوئیں، اور
 مرتد ہو گئیں، رسول کریم ﷺ نے ان کے شوہروں کو مال غنیمت سے ان کے مہر عطا فرمائے۔

فائدہ۔ ان آیتوں میں مہاجرات کے امتحان اور کفار نے اپنی بیبیوں پر جو خرچ کیا ہو وہ بعد ہجرت انہیں دینا، اور
 مسلمانوں نے جو اپنی بیبیوں پر خرچ کیا ہو وہ ان کے مرتد ہو کر کافروں سے مل جانے کے بعد ان سے مانگنا، اور جن کی بی
 بیاں مرتد ہو کر چلی گئی ہوں انہوں نے جو ان پر خرچ کیا تھا وہ انہیں مال غنیمت میں سے دینا، یہ تمام احکام منسوخ ہو گئے۔

آیت سیف یا آیت غنیمت یا سنت سے کیونکہ یہ احکام جہی تک باقی رہے۔ جب تک یہ عہد رہا، اور جب وہ چھ لٹھ گیا تو
 احکام بھی نہ رہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ
شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ
بِهَتَانٍ يَفْتَرِيهِنَّ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِبَنَّ فِي
مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲﴾

اے نبی! ﷺ جب اے تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں کہ تم سے اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی (جیسا کہ پہلے زمانہ جاہلیت میں دستور تھا) اور نہ بہتان (کی اولاد) لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی نطفہ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنا لیں، اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی پس تم ان کی بیعت قبول کر لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش چاہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۲﴾

مہاجرین عورتوں کی بیعت شرائط بیعت اور طریقہ بیعت کا ذکر

اے محبوب ﷺ! جب تمہارے پاس جو عورتیں مسلمان ہو کر آئیں اور بیعت چاہیں، اور اس بات پر بیعت قبول کریں، اور یہ شرط مانیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ اولاد کو قتل کریں گی، جو جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو جیتا گاڑ دیا کرتے تھے، اور شوہر کے نطفہ سے لڑکی پیدا ہوتی تو اس کی جگہ کسی کا لڑکا لے کر زچہ کے پہلو میں ڈال دیتے تھے، تاکہ اس عورت کے شوہر کو یہ معلوم ہو کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جس وقت عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اس عورت کے ہاتھ پیروں کے سامنے آن پڑتا ہے۔ اسی واسطے بجائے لڑکی کے لڑکے کو ڈال دینے کو ہاتھ پیروں کے درمیان کا بہتان فرمایا۔ اس کا عہد لیا گیا کہ اب اسلام میں ایسا نہ کریں، اور اے محبوب ﷺ! تمہاری کسی بات میں نافرمانی نہ کریں، جو اچھی بات ان کو بتاؤ مانیں، اور جس بری بات سے منع کرو اس سے بچیں۔ فرمایا کہ جب ان باتوں پر پکی ہو جاویں تو اے محبوب ﷺ! ان سے بیعت لے لو، اور اللہ تعالیٰ سے ان عورتوں کی مغفرت کی دعا کرو، خدا غفور الرحیم ہے کہ ان گناہوں کو معاف کر دیوے گا۔ مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ روز فتح مکہ مردوں کی بیعت لے کر فارغ ہوئے تو کوہ صفا پر عورتوں سے بیعت لینی شروع کی، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے کھڑے ہوئے حضور ﷺ کا کلام مبارک عورتوں کو سناتے جاتے تھے۔ ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی خوف زدہ برقع پہن کر اس طرح حاضر ہوئی کہ پہچانی نہ جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ ہند

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ
يَسُؤُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِئْسَ الْكُفَّارُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝١٣

اے مسلمانو! تم ان لوگوں سے دوستی نہ کرو کہ جن پر اللہ کا غضب ہے، بیشک وہ آخرت کے ثواب سے ایسے
ناامید ہو گئے جیسے کافر قبور والوں سے ناامید ہیں ۝

نے سراٹھا کر کہا کہ آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو ہم نے آپکو مردوں سے لیتے نہیں دیکھا اور اس روز مردوں سے صرف
اسلام و جہاد پر بیعت لی گئی تھی، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ چوری نہ کرو، تو ہند نے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، اور
میں نے ان کا مال ضرور لیا ہے، میں نہیں سمجھتی مجھے حلال ہوایا نہیں۔ ابوسفیان حاضر تھے انہوں نے کہا: ”جو تو نے پہلے لیا اور جو
آئندہ لے سب حلال“ اس پر آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا: اور ارشاد فرمایا: ”تو ہند بنت عتبہ ہے“ عرض کیا ”جی ہاں جو
قصور مجھ سے ہوئے ہیں معاف فرمائیے۔“ پھر حضور نے فرمایا: ”اور نہ بدکاری کرے گی“، تو ہند نے کہا: ”کیا کوئی آزاد عورت
بدکاری کرتی ہے“ پھر فرمایا: ”نہ اپنی اولاد کو قتل کرے گی“ ہند نے کہا: ”ہم نے چھوٹے چھوٹے پالے جب بڑے ہو گئے تھے
انہیں قتل کر دیا تم جانو اور وہ جانیں“ اس کا لڑکا خطلہ بن ابی سفیان بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ ہند کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت ہنسی آئی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ گھڑے گی، ہند نے کہا:
”بخدا بہتان بہت بری چیز ہے، اور حضور ہم کو نیک باتوں اور بہتر خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔“ پھر حضور نے فرمایا کہ کسی نیک
بات میں رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو گی۔ اس پر ہند نے کہا کہ اس مجلس میں ہم اسی لئے حاضر ہی نہیں ہوئے کہ اپنے دل
میں آپ کی نافرمانی کا خیال آنے دیں۔ عورتوں نے ان تمام امور کا اقرار کیا، اور چار سو ستاون عورتوں نے بیعت کی۔ اس
بیعت میں آنحضرت ﷺ نے مصافحہ نہ فرمایا، اور عورتوں کو دست مبارک چھونے نہ دیا۔ بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا
گیا ہے کہ ایک قدح پانی میں آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک ڈالا، پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے۔ اور یہ
بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی، اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔ **مسائل**۔ بیعت
کے وقت مقراض کا استعمال مشائخ کا طریقہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت سے خلافت کیساتھ
ٹوپی دینا مشائخ کا معمول ہے، اور کہا گیا ہے کہ

اجنبی عورتوں سے مصافحہ حرام ہے

نبی کریم ﷺ سے منقول ہے عورتوں کی بیعت میں اجنبیہ کے ہاتھ کا چھونا حرام ہے، یا بیعت زبان سے ہو، یا کپڑے وغیرہ
کے واسطے سے۔

اے مسلمانو! اسلام کے دعویٰ کر نیوالو! اس قوم کیساتھ دوستی و محبت کا دم نہ بھرو، ان کی مدد نصرت نہ کرو، اور راز یا بیانی اللہ
اسلام تھوڑے سے لالچ کے لئے اس قوم پر فاش نہ کرو، جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے۔ یہ لوگ نعیم جنت سے اس طرح
ناامید و مایوس ہو گئے ہیں جیسے کافر اصحاب قبور کے لڑنے سے۔ یعنی جیسے کافر منکرین حشر اس بات سے قطعاً ناامید ہیں کہ مر کر

دوبارہ زندہ ہوں، یوں ہی یہ بھی ثوابِ آخروی سے ناامید ہیں کہ مر کر دوبارہ زندہ ہوں، یوں ہی یہ بھی ثوابِ آخروی سے ناامید ہیں کہ اپنی بدکاریاں دیدہ دانستہ خلاف خدا و رسولِ خوب جانتے ہیں۔ بعض سوال منکر نکیر مراد لیتے ہیں جو قبر میں ہوتا ہے کہ کافر اسکے منکر تھے۔

﴿ آیاتھا ۱۲ ﴾ ﴿ ۶۱ سُورَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ ﴾ ﴿ رُكُوعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ صف مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①
 يَاۤ اَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفْعَلُوۡنَ ② كِبْرًا مَّقْتَدِرًا
 اللّٰهُ اَنْ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفْعَلُوۡنَ ③

اللہ کی لے پاکی ہر چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے ① اے مسلمانو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ② اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناپسند ہے کہ جو بات کہو وہ کرو نہیں ③

خواص سورہ صف: اگر کسی شخص کی اولاد یا دیگر رشتہ دار نافرمان ہو جائیں تو یہ سورت نافرمان پر تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں یا اس کو لکھ کر گھر میں چسپاں کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ فرمانبردار ہوگا۔ جو کوئی سفر میں اس سورہ کو پڑھے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ ڈاکوؤں اور ہر آفتوں سے محفوظ رہے گا اور صحیح و سالم اپنے گھر واپس آئے گا۔

جہاد کے آداب

۱۔ شان نزول: ترمذی، مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لڑائی کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے بعضے لوگ لڑائی کی آرزو ظاہر کرتے تھے۔ جب لڑائی کا حکم نازل ہوا تو لڑائی سے گھبرانے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت ناخوش ہے کہ منہ سے کوئی شخص ایک بات کہے، اور اسکے موافق عمل نہ کرنا، اور روزمرہ کی بات چیت میں جھوٹ بولنا اور امانت میں خیانت کرنا، یہ منافق کی پہچان کی باتیں

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَتْهُمْ بُيُوتُهُمْ
 مَرْصُوعًا ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمٍ لِمَ تُؤَدُّونَنِي وَقَدْ
 تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۝ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۝
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

بیشک اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں (اور پیچھے ہٹنا جانتے نہیں) گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں ۝ اور اے یاد کرو جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! مجھ کو کیوں ستاتے ہو اور بیشک تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں، پھر جب وہ (اس پر بھی راہ حق سے) ٹیڑھے رہے تو اللہ نے ان کے دل (حق کی توفیق سے) ٹیڑھے کر دیئے، اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو راہ (کی توفیق) نہیں دیتا ۝

ہیں۔ جو لوگ نیک کام کا ارادہ ظاہر کر کے پھر اس کے موافق عمل نہیں کرتے، ان کے ذکر سے پہلے آسمان وزمین میں جو مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس کا ذکر اسلئے فرمایا ہے کہ جن کا فعل ان کے قول کے موافق نہیں ہے، ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر یہ لوگ کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ ظاہر کر کے اس کے موافق پھر وہ نیک عمل نہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ کو ان کے نیک عمل کی کچھ پروا نہیں۔ ان کے سوا اللہ کی ایک بڑی مخلوق اللہ کی مرضی کے موافق نیک کاموں میں لگی ہوئی ہے۔ علاوہ اسکے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت تو ایسی بے پروا بادشاہت ہے کہ نہ کسی کے نیک کام سے اس کی بادشاہت میں کچھ بڑھتا ہے، نہ برے کام سے کچھ کم ہوتا ہے، بلکہ جو نیک عمل کرے گا وہ اس کا اجر پاوے گا، اور جو برا کام کرے گا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ آخر آیتوں میں فرمایا اللہ کے دین کو پھیلانے کی لڑائی وہ چیز ہے جس کی مضبوطی یعنی اتحاد و اتفاق ہیں، اور صف بندی میں وہ ایک دیوار ہیں، جو نہایت مضبوطی سے اینٹ سے اینٹ ملا کر بنائی گئی ہے، تو اللہ کو بہت پسند ہے۔ اس میں جو لوگ اس لڑائی سے گھبراتے ہیں، ان کو گویا یہ تشبیہ فرمائی کہ جو کام اللہ کو پسند ہے، اس سے پہلو تہی کرنا ایماندار آدمی کا کام نہیں ہے۔

۱۔ یہ پورا قصہ سورہ مائدہ اور سورہ احزاب میں گذر چکا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اے رسول یاد کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ اے قوم! باد جو دیکھ تم مجھ کو رسول اللہ برحق جانتے ہو، پھر مجھ کو کیوں طرح طرح سے ایذا دیتے ہو، اور میرا کہا نہیں سنتے۔ جب بنی اسرائیل کے دل اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری سے پھر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو راہ راست پر آنے کی توفیق نہیں دی۔ کیونکہ اس طرح سے نافرمان لوگوں کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کی

وَ إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ ٦

اور یاد کرو جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا: ”اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں، مجھ سے پہلے جو کتاب توریت (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد (ﷺ) ہے۔“ پس جب احمد (ﷺ) ان لوگوں کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے کہنے لگے: ”یہ کھلا جادو ہے“ ①

حکمت کے برخلاف ہے۔ اس قصہ میں نبی آخر الزماں ﷺ کے عہد کے مخالف لوگوں کو یہ تشبیہ بھی ہے کہ جس طرح پچھلے مخالف لوگوں کا حال ہوا، اگر یہ لوگ ہمارے محبوب ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو وہی حال ان کا ہوگا۔

اے محبوب ﷺ! مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ: ”اے لوگو! میں اللہ کا سچا رسول ہوں، تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، مجھ سے پہلے جو رسول گذر چکے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام، ان کی اور ان کی کتاب توریت کا تصدیق کرنے والا ہوں، نفسِ توحید میں اور نیز بعض شرائع میں اسکے موافق ہوں۔ میں ایک بہت عمدہ خوشخبری تم کو سنا تا ہوں، اور مبارکباد اور بشارت دیتا ہوں تاکہ تم اس کا خیال رکھو کہ عنقریب ایک رسول تشریف لائیں گے، میرے بعد دنیا میں آئیں گے، ان کا نام پاک احمد ﷺ ہوگا۔ حضور اقدس سرور دو عالم ﷺ کا اسم مقدس محمد ﷺ بھی ہے احمد ﷺ ہے۔ محمد بالغہ مفعول ”بہت تعریف کیا گیا“، احمد مبالغہ فاعل ”بہت تعریف کرنے والا“۔ احمد ”جس میں کوئی برائی نہ ہو اس کی کوئی مذمت نہ کرے“۔ محمد ”جس میں سب بھلائی ہوں، سب اسکی تعریف کریں“۔ اگرچہ توریت اور انجیل کی آیتوں کو بدل ڈالا ہے لیکن اب بھی تورات اور انجیل کے ترجمے جو موجود ہیں، ان میں سے علماء نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کو اسی طرح تفصیل سے نکالا ہے۔ جسکی تفصیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی اس آیت میں ہے۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ایذا یہود نے دی، اس کا بیان سورۃ النساء میں گذر چکا ہے کہ حضرت مریم کا نام انہوں نے جادو کرنی رکھا تھا، اور آخراں کے قتل پر مستعد ہوئے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کو انہوں نے زہر دیا، ایک بڑا پتھر آپ پر ڈالنے کا ارادہ کیا، خندق کی لڑائی میں مشرکوں کیساتھ آپ پر چڑھائی کی۔ اسی واسطے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تورات کی عہد

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى
 الْإِسْلَامِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۷﴾ يُرِيدُونَ
 لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ
 الْكُفْرُونَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
 لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۹﴾

اور اسے اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے، اللہ
 ایسے ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا ﴿۷﴾ یہ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور سے (یعنی دین اسلام) کو (جادو اور شعر اور
 کہانت کہہ کر) اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر کیسے ہی ناخوش ہوں ﴿۸﴾
 وہی ہے (اللہ) جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین (یعنی اسلام) کے ساتھ بھیجا تا کہ اس (دین) کو
 تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کیسے ہی ناخوش ہوں مشرک لوگ ﴿۹﴾

شکنی کی، اور جان بوجھ کر عیسیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے صریح معجزوں کو جادو بتلایا، اور دو شریعتوں کی پیروی سے محروم رہے۔
 جس سے تورات کی پیروی بھی قائم نہ رہی، کیونکہ تورات کی پیروی عین ان دونوں شریعتوں کی پیروی ہے۔
 لہٰذا ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم اور ناانصاف دنیا میں کون ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ تہمت افترا اٹھائے۔ اس
 پاک پروردگار کے لئے جو روئے بچے ثابت کرے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور ناانصاف لوگوں کو راہ راست پر آنے کی کبھی توفیق
 نہ دے گا، بلکہ کتاب آسمانی کی مخالفت کی حالت میں ایسے لوگوں کا حشر ہو کر ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانہ دوزخ قرار پاوے گا۔
 ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہوگا، دین اسلام اور شان رسالت مآب ﷺ کی روز افزوں ترقی
 آگے فرمایا کہ یہ کافر لوگ اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کی چمکتی اور پھیلتی ہوئی روشنی کو جو اللہ کا نور ہے، اس کا
 مقدس دین ہے، اس کی پاک کتاب قرآن ہے اپنی زبان درازیوں ڈھکوسلوں مخالفت سے بجھادیں، یہ نہیں ہونا اللہ تو اپنے نور کو
 تمام ہی کر کے رہے گا۔ اس کا اجمالاً تمام جہان میں پھیلا دے گا اور کسی کی کچھ نہ چلے گی، اگرچہ تمام جہان کے کافر و یہود و نصاریٰ
 مشرکین عرب و عجم تمام فرقتے مخالفین اسلام کے دل اس کو ناپسند کریں، مگر وہ تو دن دوئی رات جو گئی ترقی پائے گا۔

۷۔ یہ دین تو خدا کا ہے، خدا کی وہ شان ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو سچی ہدایت یعنی توحید و قرآن اور سچا یعنی مقدس
 مذہب یعنی شہادت لا الہ الا اللہ دے کر دنیا میں بھیجا۔ اس غرض سے کہ اپنے پاک دین کو اپنے برگزیدہ رسول ﷺ کے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ
 أَلِيمٍ ۝۱۰ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۗ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۱۱
 يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ
 مَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۗ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۲ وَأُخْرَىٰ
 تُحِبُّونَهَا ۗ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳

اے مسلمانو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے ۝۱۰ (وہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ۝۱۱ (اگر ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اور پاکیزہ محلوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے ۝۱۲ اور (اس کے علاوہ) ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے، وہ نعمت اللہ کی طرف سے مدد اور جلد آنے والی فتح ہے اور (اے محبوب! ﷺ) مسلمانوں کو (دنیا میں فتح کی اور آخرت میں جنت کی) خوشی سنادو ۝۱۳

ہاتھوں دنیا کے تمام ادیان و مذاہب و مدل پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ و مشرکین وغیرہ کے دل پاش پاش ہو جائیں، اسلام باعتبار حجت ہر دین پر قاهر و غالب ہے، اور باعتبار حکومت بھی تمام ادیان پر افسر۔ مروی ہے کہ قیامت تک کوئی جگہ ایسی نہ رہے گی جہاں اسلام نہ پہنچے گا۔ تمام ارباب مذاہب باطلہ یا اسلام قبول کر لیں گے، یا مغلوب ہو کر جزیہ دیں گے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، تو رومے زمین پر سوائے اسلام کے اور کوئی دین نہ ہوگا۔

ایسی تجارت جس میں سہرا پانچ ہی نفع ہے

۱۔ شان نزول: مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل بہت پسند ہے، تو ہم وہی کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ”اے مسلمانو! اگر تم کو نیک کام کے اجر کمانے کا شوق ہے، تو تم کو اس کمائی کے لئے ایسی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ
أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَّا تَطَافُةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ
تَطَافُةٌ فَأَيُّدِنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَاصْبِحُوا ظَاهِرِينَ ۚ

اے مسلمانو! تم اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے (اپنے) حواریوں سے کہا تھا: ”کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کرنے“ حواریوں نے کہا: ”ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں“ پس (اس کے بعد) بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ (عیسیٰ پر) ایمان لایا اور ایک گروہ کافر رہا۔ پس ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے پر مدد دی پس وہ غالب ہو گئے ۛ

سوداگری بتلائی جاتی ہے جس میں سراپا نفع ہی نفع ہے، نقصان کا کہیں نام نہیں ہے۔ پھر اس سوداگری کی تفصیل فرمائی کہ خالص دل سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نافرمان ہیں، ان کے راہ راست پر لانے میں جان و مال سے کوشش کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ جو شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا، اور زبان سے اس اعتقاد کے موافق اقرار کرنا، اور ہاتھ پاؤں سے شریعت کے موافق عمل کر کے اس اعتقاد اور اقرار کو مضبوط اور سچا کر دینا سلف کے نزدیک کامل ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اس واسطے ایمان کے ساتھ فرض کفایہ جہاد کا ذکر فرمایا۔ دنیا کی تجارت میں کوئی شخص تمام دنیا بھی نفع کے طور پر کمالیوے تو عقبیٰ کی تجارت کے نفع سے اس کو کچھ نسبت نہیں۔ فرمایا کہ عقبیٰ کی تجارت سمجھدار کے لئے دنیا کی تجارت سے بہتر اور بڑی کامیابی کی تجارت ہے، کہ اس میں ہمیشہ کے نفع کے طور پر جنت کی نعمتیں ہیں۔ گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے نجات کا حاصل کرنا، اور دنیا میں فتح یابی اور غنیمت کے مال کی خوش وقتی اس بے بدل نفع کے علاوہ ہے۔ اس واسطے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! مسلمانوں کو اس تجارت کے سراپا نفع کی خوشی سنادو“۔

اشاعت دین اسلام کا حکم

اے مسلمانو! رسول و قرآن کے ماننے والو اللہ کے انصار ہو جاؤ، اسلام کے دشمنوں کو نچا دکھاؤ۔ رسول کی مدد کرو جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری اور دوستوں سے کہا کہ میرے انصار خدا کی راہ میں کون ہیں، میری مدد اور خدا کے دشمنوں سے لڑائی کون لیتا ہے۔ تو ان کے حواریوں نے کہا: ”اے عیسیٰ! ہم اللہ کے دین کی مدد کو تیار ہیں۔ دشمنوں سے لڑیں گے“ بارہ آدمی تھے جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے

گئے تو ان کی قوم تین فرقوں میں منقسم ہو گئی: ● ایک فرقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا کہ وہ اللہ تھا آسمان پر چلا گیا ● دوسرے فرقہ نے کہا کہ وہ اللہ کا بیٹا تھا اس نے اپنے پاس بلا لیا ● تیسرے فرقہ نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، انہیں اس نے اٹھالیا۔ یہ تیسرے فرقہ والے مومن تھے ان کی دونوں فرقوں سے جنگ رہی، اور کافر گروہ ان پر غالب رہے، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ظہور فرمایا۔ اس وقت ایماندار گروہ ان کافروں پر غالب ہوا۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو ہم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق کرنے سے مدد فرمائی۔

ایاتھا ۱۱ ﴿۲۲﴾ سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَكِّيَّةٌ ۱۱۰ ﴿۲﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲ ﴿۲﴾

سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يَسْبِحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِیْزِ
الْحَكِیْمِ ۱

اللہ کی پاکی لے ہر چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جو بادشاہ نہایت پاکی والا، غالب حکمت والا ہے ۱

خواص سورہ جمعہ: جن میاں بیوی میں نفاق ہو ان دونوں میں سے کوئی اس سورت کو بروز جمعہ تین بار پڑھ کر دعا مانگے ان شاء اللہ نفاق دور ہوگا اور محبت بڑھ جائے گی، اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف ضرور پڑھے۔

صفات باری تعالیٰ

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کی بادشاہت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ مشرک لوگوں کو یہ تنبیہ ہو جائے کہ آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اسی واسطے ہر چیز اپنی حالت کے موافق اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح اور اسکی تعظیم اور عبادت میں لگی ہوئی ہے، باوجود اس کے جن و انس میں جو کوئی اللہ کی عبادت سے منہ موڑ لے گا تو وہ بڑی غلطی پر ہے۔ وہ اللہ ایک ہے بادشاہ ہے وہ ازل سے ابد تک ایک حال پر ہے، زوال و فنا نہیں۔ وہ قدوس ہر عیب سے پاک ہے، ولد و شریک سے منزہ ہے، ہر شے پر غالب کافروں کا سزا دینے والا قضا و اقامہ میں حکمت والا ہے، اور حکم دیا ہے کہ سوائے اسکے اور کی پرستش حرام ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
 يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ
 مُبِينٍ ۝ وَأَخْرَجْنَا مِنْهُمْ لِسَانَ يَلِيقُ بِهِمْ ۝ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
 ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

وہی ہے اے جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک رسول (یعنی محمد ﷺ کو) بھیجا کہ ان پر اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن) پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاق رذیلہ و خباثت جاہلیت و قبائح اعمال سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب (یعنی قرآن) اور دانشمندی (یعنی شریعت) سکھاتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۱ و نیز مبعوث کیا ان پیغمبر ۲ کو ایک دوسری قوم بنی آدم میں سے، جو ابھی ان اگلوں مسلمانوں سے نہ ملی اور وہی غالب حکمت والا ہے ۳ (رسول کے ذریعہ سے ہدایت کی طرف آنا) یہ خدا کا فضل ہے، یہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے ۴

۱ عرب کی قوم میں ملت ابراہیمی کا عمل اٹھ کر ان میں جہالت کے سبب بت پرستی پھیل گئی تھی۔ خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ اسلئے عرب کو ان پڑھ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں سے ایک رسول جن کا نام پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے بھیجا جن کی صفت نبی اُمی ہے۔ لیکن باوجود اُمی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب یعنی قرآن پڑھ کر سناتے اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بنائے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکیم و دانائے اور عالم و عارف ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کی عالمگیر نبوت و رسالت

۲ آنحضرت ﷺ عرب میں مبعوث ہوئے ہیں، ان کی ہدایت کرتے، اور نیز سوائے عرب کے جس قدر اور ممالک مشارق و مغارب ارض میں سارے جہان کی وہ ہدایت کرتے ہیں۔ جو لوگ ابھی نہیں آئے زمانہ کے آخر تک جب تک دنیا باقی ہے، اور دنیا میں آدمی ہیں اس وقت تک کے ہادی ہیں، خواہ عرب ہوں خواہ عجم خواہ آزاد خواہ غلام خواہ اس وقت موجود ہوں خواہ بعد کو آئیوں۔ غرض آپ کی نبوت عرب عجم وغیرہ سب مخلوقات کے لئے قیامت تک عام ہے۔ خدا بڑا عزت والا ہے غالب ہے جو اس پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا اس کی سزا دینے والا، حکیم ہے اپنے اوامر و نواہی اور مجاری قضاء و قدر میں حکمت والا ہے۔ اس نے حکم دیدیا ہے کہ سوائے اس مقدس مذہب اسلام کے اور سب مذاہب قطعاً گمراہ اور باطل ہیں۔ یہ دین اسلام و نبوت و اکرام خدا کا فضل ہے۔ وہ مالک ہے جسے چاہے اپنا فضل ارزانی فرمائے، اور جس پر چاہے اکرام

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ
يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۖ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۗ
اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

مثال ۱۔ ان لوگوں کی جن کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں (کہ بوجھ کے سوا ان سے کچھ بھی نفع نہ پائے) کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ایسے ظالموں کو راہ (کی توفیق) نہیں دیتا ۝

کرے، اور اللہ بڑے فضل و رحمت والا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایسے عالی مرتبہ رسول خاتم النبیین ﷺ سے شرف و معزز کیا، مگر اہی سے بچا کر مذہب مقدس اسلام کی ہدایت کی۔

بے عمل علماء

۱۔ اوپر گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے یہود کے دل میں آنحضرت ﷺ کی یہ عظمت تھی کہ لڑائیوں کے وقت حضور کے نام کے وسیلہ سے فتح کی دعا یہ لوگ مانگا کرتے تھے۔ توراہ میں جو آپ کے اوصاف تھے ان سے یہ لوگ آپ کو اس طرح پہچانتے تھے، جس طرح ہر شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ شام کے ملک کی سکونت چھوڑ کر مدینہ کے اطراف میں یہ لوگ اسی ارادہ سے آن کر رہے تھے کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ مدینہ کو آئیں گے تو توراہ کے حکم کے موافق ان کا ہر طرح ساتھ دیں گے۔ لیکن توراہ کے حکم کے موافق عمل کرنے کا وقت جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دکھایا تو ازلی بدبختی کے سبب سے یہ لوگ نبی آخر الزماں ﷺ کے پورے دشمن ہو گئے، اور تورات کی ان آیتوں کو انہوں نے بالکل بدل ڈالا، جن نبی آخر الزماں کے اوصاف تھے۔ اسی واسطے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توراہ کے حکم کے موافق عمل کرنے کا بوجھ جو ان لوگوں کے ذمہ رکھا گیا تھا، اس بوجھ کو انہوں نے آخر کو اس طرح اٹھایا جس طرح گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لادی جاتی ہیں۔ جیسے کہ وہ نادان جانور یہ نہیں جانتا کہ اس کی پیٹھ پر کیا چیز لدی ہے۔ ایسے ہی یہ نادان لوگ توراہ بغل میں لئے پھرتے ہیں اور اس بات کو انہوں نے بھلا رکھا ہے کہ توراہ میں جو لکھا گیا تھا اس کو انہوں نے بدل ڈالا۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اس طرح جھٹلاویں اور بدلیں ان کی مثال بری گویا گدھے سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ گدھا تو نا سمجھ ہے، اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ جان بوجھ کر کیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا نہیں چاہتا، کس لئے کہ اس طرح کی مجبوری کی اطاعت اس کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہودی لوگ سوائے اپنے اور کسی امت کو جنتی نہیں قرار دیتے تھے۔ اس واسطے فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو مرنے کے ساتھ جنت میں جانے کا یقین کامل ہے، تو پھر دنیا کے جینے کی اس قدر حرص تمہیں کیوں ہے جس سے عقبنی کو تم نے بھلا رکھا ہے، مرتے کے ساتھ ہی

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ
النَّاسِ فَتَسْبُوا الْبُوتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ① وَلَا يَتَّبِعُونَ أَبْدَابًا
قَدَّمَتْ أَيْدِيَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ②

(اے محبوب! ﷺ) تم (ان یہودیوں سے) فرماؤ: ”اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم سب لوگوں کے
سوا اللہ کے دوست ہو پس موت کی آرزو تو کرو اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو“ ① اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ
کریں گے بہ سبب (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اللہ ان ظالموں
(کے حال) کو جانتا ہے ②

جنت کے ملنے کا یقین کامل تو یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ موت کی آرزو تو کرو تا کہ مرتے ہی سیدھے جنت میں چلے جاؤ۔ پھر
پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ایسے بد لوگ اپنی بدیوں کے انجام سے ڈر کر موت کی آرزو ہرگز نہیں
کرتے، بلکہ وہ تو موت کے نام سے بھاگتے ہیں مگر انکو یہ جتلا دیا جاوے کہ جس موت کے نام سے یہ لوگ بھاگتے ہیں۔ وہ
ضرور ایک دن ان کو آن دبائے گی، اور پھر مرتے ہی ان کا جنت میں جانا تو درکنار بلکہ مرتے ہی فوراً ان کو اپنے کئے کا پورا
خیمازہ بھگتنا پڑے گا۔ کیونکہ جو کچھ دنیا میں یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اس غیب داں کو معلوم ہے۔ مسند امام احمد، صحیح بخاری،
نسائی وغیرہ میں انس بن مالک، عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ
بعض صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تھا کہ حضور ﷺ یہ تو ہر انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ موت سے گھبراتا ہے، اگر
اسی کا نام موت سے بھاگنا ہے تو بڑی مشکل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ آدمی کے آخری وقت کا اس باب میں
بڑا اعتبار ہے، کیونکہ اس وقت نیک آدمی کو رحمت کے فرشتے نظر آتے ہیں جو اسکو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس سے اس کے
چہرے پر ایک طرح کی بشارت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، اور بد آدمی کو اس وقت عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں، اور اس کو
دوزخ کے عذاب میں پکڑے جانے کا حال سناتے ہیں جس سے اسکے چہرے پر ایک طرح کے غم کے آثار پائے جاتے ہیں۔
ان آیتوں میں موت سے بھاگنے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اس کی تفسیر ہیں۔ جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ایسے
گرفتار اور عقبنی سے ایسے غافل ہیں، کہ حالت صحت میں تو ان کا موت کو یاد کرنا تو درکنار بلکہ یہ لوگ تو اپنی بد اعمالی کے سبب
سے اس وقت بھی موت سے بھاگتے نظر آئیں گے، جب موت بالکل ان کو آن دبائے گی، اور موت کے وقت کے فرشتے ان
کو نظر آنے لگیں گے۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ
عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ
ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾

تم (ان سے) فرماؤ بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو بیشک وہ (موت ایک روز) تم سے ضرور ملنی ہے، پھر تم
اللہ کی طرف پھیرے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، پس وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم نے کیا تھا ﴿۸﴾
اے مسلمانو! جب جمعہ کے روز (نماز جمعہ) کے لئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی
طرف جلدی چلو اور خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑو، یہ تمہارے لئے
بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۹﴾

جمعہ کی نماز کی شرائط

اے مسلمانو! خدا اور رسول پر ایمان لانے والو! جب جمعہ کی نماز کے واسطے اذان دی جائے، تو خدا کی طرف تم کو بلایا جائے
تو سب باتیں چھوڑ کر، اللہ کے ذکر، خطبے کے سننے، نماز کے پڑھنے کیلئے کوشش کرو، فوراً متوجہ ہو جاؤ۔ مسئلہ۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے اور دنیا کے تمام مشاغل جو ذکر الہی سے غفلت کا سبب
ہوں اس میں داخل ہیں۔ اذان ہونے کے بعد سب کو ترک کرنا لازم ہے۔ مسئلہ۔ اس آیت سے نماز جمعہ کی فرضیت اور
بیع وغیرہ مشاغل دنیویہ کی حرمت، اور سعی یعنی اہتمام نماز کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔ مسئلہ۔ جمعہ مسلمان
مرد مکلف، آزاد تندرست، مقیم پر شہر میں واجب ہوتا ہے۔ نابینا اور لنگڑے پر واجب نہیں ہوتا۔ صحت جمعہ کیلئے سات شرطیں
ہیں: ۱۔ شہر جہاں فیصلہ مقدمات کا اختیار رکھنے والا کوئی حاکم موجود ہو، یا فناء شہر جو شہر سے متصل ہو، اور اہل شہر اس کو اپنے
حوالے کے کام میں لاتے ہوں۔ ۲۔ حاکم۔ ۳۔ وقت ظہر۔ ۴۔ خطبہ وقت کے اندر۔ ۵۔ خطبہ قبل نماز ہونا اتنی جماعت میں جو
جمعہ کیلئے ضروری ہے۔ ۶۔ جماعت اور اس کی اقل مقدار تین مرد ہیں سوائے امام کے۔ ۷۔ اذان عام کہ نمازیوں کو مقام نماز
میں آنے سے روکا نہ جائے۔ ۸۔ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں کے بدلے میں تم سے جو
جنت کے ملنے کا وعدہ جگہ جگہ قرآن میں کیا گیا ہے، اگر اس کو تم سمجھو اور غور و فکر کرو کہ جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر
ہے، تو یہ بات اچھی طرح سے تمہاری سمجھ میں آسکتی ہے کہ جمعہ کی اذان سے جمعہ کی نماز کے ختم ہو جانے تک خرید و فروخت

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿۱۱﴾

پس جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کو فلاح ہو ﴿۱۰﴾ اور جب ان مسلمانوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور تمہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے، (اے محبوب! ﷺ) تم (ان سے) فرماؤ کہ جو (ثواب تمہارے لئے) اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھی روزی دینے والا ہے ﴿۱۱﴾

کے تھوڑے سے نفع کا خیال نہ کرنا، اور اذان کے سنتے ہی جمعہ کی نماز کی تیاری میں مصروف ہو جانا تمہارے حق میں بہتر ہے۔ جمعہ کے دن تجارت کی منافی (ممانعت) فقط جمعہ کی اذان سے لے کر جمعہ کی نماز ختم ہونے تک ہے، جمعہ کی شام تک کی نہیں۔ اس واسطے صاف کھول کر فرمایا

تجارت میں نفع

کہ جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو ہر مسلمان جو خرید و فروخت چاہے وہ کرے، یا طلب علم یا عیادت مریض، یا شرکت جنازہ، یا زیارت علماء اور اسکے مثل کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرے۔ اس طرح کی جائز تجارت میں اللہ کے فضل و کرم سے نفع کی امید رکھے۔ اکثر سلف نے یہ اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ جس کسی نے آیتوں کے حکم کی پابندی تجارت میں کی اس کو ضرور نفع ہوا۔ آگے فرمایا کہ اللہ کا ذکر زبانی، قلبی ہر وقت ہر حالت میں خوب کیا کرو تا کہ تم اس کے عذاب و غصہ سے نجات پاؤ۔

۱۔ شان نزول: آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ میں روز جمعہ خطبہ فرما رہے تھے، اس حال میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور حسب دستور اعلان کے لئے طبل بجایا گیا۔ زمانہ بہت گھٹی اور گرانی کا تھا، گ بایں خیال اس کی طرف چلے گئے کہ ایسا نہ ہو کہ دیر کرنے سے اجناس ختم ہو جائیں اور ہم نہ پاسکیں۔ اور مسجد شریف میں صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشہ کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے، اور جو رسول کی صحبت اور مجالس ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بنا پر تم اٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور وہ ہی بہترین روزی دینے والا ہے، اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔

﴿ آیاتھا ۱۱ ﴾ ﴿ ۲۳ سُوْرَةُ الْمُنْفِقُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۰۴ ﴾ ﴿ مَرْكُوعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَللّٰهُ
يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۙ

(اے محبوب ﷺ) جب منافق تمہارے پاس حاضر ہوتے ہیں تو (ظاہر میں) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اللہ کے رسول ﷺ ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں ۙ

خواص سورہ منافقون: اس سورت کو پڑھ کر آنکھوں پر دم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آشوب اور ہر قسم کے درد کو دور کرے گا۔ اگر کوئی شخص بسبب کسی چغلی کی تکلیف میں ہو تو اس سورت کو ایک سو ساٹھ مرتبہ پڑھے تو ان شاء اللہ چغلی کی زبان بند ہو جائے گی۔

منافقوں اور ان کی علامات کا ذکر

اے زبان سے تو منافق لوگ قسمیں کھا کر آنحضرت ﷺ کو اللہ کا رسول، اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، لیکن ان کے دل میں کفر اور نفاق بھرا ہوا تھا۔ اس واسطے فرمایا کہ یہ لوگ زبان سے ایمان اور اسلام کی باتیں کرتے ہیں، مگر ان کے دل کے نفاق کے سبب سے جس کا حال اللہ کو معلوم ہے، اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، کیونکہ ان کی زبان پر کچھ ہے، اور دل میں کچھ ہے۔ بیچ میں اپنے محبوب ﷺ کی تسکین کیلئے یہ فرمایا کہ اللہ قسم کھا کر اس بات کی صداقت ادا کرتا ہے کہ اے محبوب ﷺ تم اللہ کے رسول ہو، لیکن ان منافقوں کی دودلی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، کہ جو کچھ زبان سے نیک بات یہ لوگ کہتے ہیں۔ اس نیک بات کا اثر ان لوگوں کے دل تک نہیں پہنچتا۔ صحیح حدیث اور گزر چکی ہے۔ کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے کرتے آدمی کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے، جس سے نیک بات اس کے دل پر اثر نہیں کرتی اس زنگ کو دل کی مہر فرمایا۔ ان منافقوں کی جھوٹی قسموں کا سبب یہ فرمایا کہ انہوں نے اپنے ظاہری اسلام پر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے جان و مال کے بچاؤ کی ایک ڈھال ان قسموں کو ٹھہرا رکھا ہے۔ جس سے خود بھی یہ گمراہ ہیں، اور بعضے اور نادانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی، جد بن قیس، معتب بن قیس منافقوں میں چالاک لوگ تھے۔ ان کی چالیں دیکھ کر ان کی قوم کے اور نادان لوگوں

اِتَّخَذُوا اٰيٰتِنٰهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ ط

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان و مال بچانے کے لئے) ڈھال ٹھہرا لیا ہے پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

بھی ان کے ڈھنگ سیکھتے تھے۔ اسلئے یہ فرمایا کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں، اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کے حق میں برا ہے۔ کس لئے کہ سو اللہ تعالیٰ کے ان کے دل کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ اس واسطے ایمانداروں کی مجلس میں ان کی سی اور بے ایمانوں کی مجلس میں ان کی سی باتیں کر کے دونوں کو بہکا لیتے ہیں، اور انکے دل پر زنگ لگ جانے سے یہ لوگ اپنے کاموں کی برائی کو نہیں بلکہ اپنی بد عادت کی برائی کے سمجھنے کے بجائے ان کی یہ بد عادت ان کو ایسی بھلی معلوم ہونے لگی ہے، کہ رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں، اور رات دن اس عادت کے نہ چھوڑنے کے سبب سے ان کے دل میں یہ عادت ایسی بس گئی ہے، کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی جھوٹی قسمیں کھا کر یہ لوگ اپنے آپ کو ایماندار بتلائیں گے۔ اور اس جھوٹے ایمان سے اپنی نجات کی توقع رکھیں گے، لیکن اس غیب دان کے روبرو کسی کا دھوکہ کیا چل سکتا ہے۔ ان کا یہ دھوکہ انکو اسی قسم کی سزا دلوائے گا کہ پل صراط کے اندھیرے کو طے کرنے کے لئے جب بکے ایماندار لوگوں کو روشنی ملے گی، تو ان کی زبانی ایمان کی مدد ہم روشنی کے موافق ان کو بھی کچھ روشنی مل جائے گی، جو پل صراط کے عین اندھیرے میں سمجھ جائے گی، اور یہ لوگ آخر دوزخ کے نیچے کے طبقے میں گر پڑیں گے۔ منافقوں کے دوزخ کے طبقہ کا حال سورۃ النساء میں اور ان کی روشنی بچھ جانے کا حال سورۃ الحديد (پارہ ۲) میں، اور اللہ تعالیٰ کے روبرو انکی جھوٹی قسمیں کھانے کا حال سورۃ المجادلہ میں گذر چکا ہے۔ اب آگے منافقوں کے ایک اور حال کا ذکر فرمایا کہ ان کی صورت، شکل، ڈیل ڈول سے، چرب زبانی سے، اور مسجد نبوی کی دیواروں سے لگ کر بڑی توجہ کے ساتھ بیٹھ جانے سے تو دیکھنے والے کو ان کے ظاہری حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بات کے سمجھنے کا پورا مادہ ہوگا، لیکن ان کی شامت اعمال سے ان کے دلوں پر وہ زنگ چھایا ہوا ہے، کہ ان کا وہ دیوار سے لگ کر بڑی توجہ کے ساتھ بیٹھنا بالکل ایسا ہے جس طرح کڑی یا شہتیر دیوار سے لگا کر کھڑے کر دیتے ہیں، کہ جن میں بات کے سمجھنے کا کچھ بھی مادہ نہیں ہوتا، اور ان کی دودلی کے سبب سے ان کا دل کسی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ اسی لئے کہ کوئی صدمہ پیش آ جانے کا کھٹکا ان کے دل میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔ مثلاً دو مسلمان آپس میں باتیں کریں، تو ان کو خیال ہوتا ہے کہ شاید ان ہی کی مذمت میں کوئی نئی آیت اتری ہے، اسی کا یہ چرچا ہو رہا ہے، اور لڑائی چڑھائی کا کچھ تذکرہ ہو تو یہ دوسوہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم کو بھی لڑائی پر جانا پڑے گا۔ پھر معلوم نہیں کہ لڑائی کا انجام کیا ہو، اگر ہو سکے تو دشمنوں کے فائدہ کی کوئی جاسوسی کی جائے، تاکہ دشمنوں سے بھی میل بنا رہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ کوئی بھید کی بات ان کے روبرو کہنے سے بچنا چاہئے، اور ہرگز یہ دوست نہیں ان کی جھوٹی دوستی کی باتوں پر نہ جانا، اطمینان نہ کرنا۔ آخر کو فرمایا جب باوجود اس قدر فہمائش کے بھی یہ لوگ راہ راست سے پھرے جاتے ہیں، اور اپنی بد عادتوں سے باز نہیں آتے۔ تو ان پر خدا کی پھٹکار ہے۔

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ① ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ امْنُواثُمْ كَفَرُوا فَطُبِعَ
 عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ② وَإِذَا رَأَوْا آيَاتَهُمْ تَعَجِبُوا أَجْسَاهُمْ وَ
 إِنَّ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ③ كَانَتْهُمْ خُشْبٌ مُسَدَّاةٌ ④ يَحْسَبُونَ كُلَّ
 صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ⑤ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ⑥ قَتَلَهُمُ اللَّهُ ⑦ أَلَمْ
 يُؤْفَكُونَ ⑧ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ

یہ اس لئے کہ وہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے ① پھر دل سے کافر ہوئے تو اللہ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر کر
 دی گئی تو وہ اب (حق بات کو) نہیں سمجھتے ② اور (اے مخاطب!) جب تو ان کو دیکھے تو تجھے ان کے جسم بھلے معلوم
 ہوں، اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے گویا کہ وہ دیوار کے سہارے لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں (جن
 میں نہ ایمان کی روح اور نہ انجام سوچنے کی عقل ہے) ہر بلند آواز کو اپنی ہلاکی کا پیغام سمجھتے ہیں (کہ کوئی بلا آئی)،
 یہی لوگ دشمن ہیں، پس ان سے بچتے رہو، اللہ ان کو عارت کرے (دین حق سے) کہاں اوندھے جاتے ہیں ⑥
 اور اے جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ (عذر بیان کرو) رسول اللہ تمہارے لئے بخشش طلب کریں۔

شان رسالت مآب ﷺ سے منافق حسد سے جل جاتے ہیں اور عاشق خوش ہوتے ہیں
 ۱۔ شان نزول: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ مرسیع سے فارغ ہو کر جب آنحضرت ﷺ
 نے سرچاہہ نزول فرمایا، تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر ججہ غفاری اور ابن ابی کے حلیف سنان
 بن ویرجہنی کے درمیان جنگ ہو گئی۔ ججہ نے مہاجرین اور سنان نے انصار کو پکارا۔ اس وقت ابن ابی منافق نے آنحضرت
 ﷺ کی شان میں گستاخانہ اور بیہودہ باتیں کہیں، اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں
 گے۔ کیونکہ یہ بد بخت اپنے آپ کو بڑا معزز سمجھتا تھا اور مسلمانوں کو ذلیل جانتا تھا اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ تم انہیں کچھ خرچ نہ
 دو، تاکہ یہ خرچ سے تنگ ہو کر مدینہ سے بھاگ جائیں۔ اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر زید بن ارقم کو تاب نہ رہی، انہوں نے اس
 سے فرمایا کہ خدا کی قسم! تو ہی ذلیل ہے، اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا اور آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر معراج کا تاج
 ہے۔ حضرت رحمن نے انہیں عزت و قوت دی ہے۔ ابن ابی کہنے لگا: ”چپ! میں تو ہنسی سے کہہ رہا تھا“۔ زید بن ارقم نے حضور
 ﷺ کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ابی کے قتل کی اجازت چاہی۔ آنحضرت ﷺ نے
 منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ حضور انور ﷺ نے ابن ابی

لَوْ وَا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۖ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۖ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۖ وَ لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۖ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۖ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۖ

تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ۝ (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہے تو) ان کے حق میں برابر ہے خواہ تم ان کے لئے معافی چاہو یا نہ چاہو، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا (اس لئے کہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے)، بیشک اللہ فاسقوں کے گروہ کو راہ (کی توفیق) نہیں دیتا ۖ یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں (وہی سب کا رازق ہے) ولیکن منافق نہیں سمجھتے ۖ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب (اس غزوہ سے) مدینہ میں لوٹ کر گئے تو جو بڑی عزت والے ہیں وہ اس میں سے نہایت ذلیلوں (یعنی مسلمانوں) کو نکال دیں گے (یہ ان کی جہالت ہے بلکہ) عزت تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے ولیکن منافق جانتے نہیں ۖ

سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں، وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اس کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے، وہ عرض کرنے لگے کہ ابن ابی بوزہ بڑا شخص ہے، یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے۔ زید بن ارقم کو شاید دھوکہ ہوا ہو اور بات یاد نہ رہی ہو۔ پھر جب آیتیں نازل ہوئیں اور ابن ابی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے لوگوں نے کہا کہ جا آنحضرت ﷺ سے درخواست کر، حضور تیرے لئے اللہ سے معافی چاہیں، تو گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم نے کہا کہ ایمان لا، تو میں ایمان لے آیا، تم نے کہا زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی، اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ محمد ﷺ کو سجدہ کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نازل ہونے کے چند ہی روز بعد ابن ابی منافق اپنے نفاق کی حالت میں مر گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ
 اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ① وَأَنْفِقُوا مِنْ
 مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا
 أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ فَأَصَّدَّقُ وَأَكُنُ مِنَ الصَّٰلِحِينَ ② وَ
 لَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ③

اے مسلمانو! کہیں تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد (یعنی پنجگانہ نماز و دینی امور وغیرہ) سے غافل
 نہ کریں، اور جو ایسا کرے (یعنی غافل ہوا) تو وہی لوگ نقصان میں ہیں ① اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے
 کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو اس دن سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ (بطور تمنا و حسرت)
 کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! کاش تو مجھے ایک تھوڑی مدت تک اور مہلت دیتا کہ میں صدقہ دیتا اور نیکیوں
 میں ہو جاتا ② اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا، جب اس کا وعدہ (عمر کے ختم ہونے کا) آجائے اور اللہ
 خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو ③

۱۔ اوپر ابن ابی منافق کا ذکر تھا کہ اس نے اپنی دنیا داری کی غفلت میں عقبیٰ کو یہاں تک بھلا دیا تھا کہ طرح طرح کے گناہوں
 کے بعد جب اس سے ان گناہوں پر نام ہو کر اللہ اور رسول کی خدمت میں حاضر ہونے اور مغفرت کی دعا کرانے کیلئے کہا گیا
 تو اس نے انکار کیا۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ کسی مسلمان آدمی کو منافقوں کی مانند اس طرح دنیا میں گرفتار نہ ہونا چاہئے جس
 سے اللہ کی عبادت یعنی پنج گانہ نماز و دینی امور وغیرہ میں پڑ کر اس کی عقبیٰ خراب ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی اس حکم الہی کے
 برخلاف عمل کرے گا، اس کا بہت نقصان ہوگا۔

خیرات اور آداب خیرات کا ذکر

صحیح مسلم میں مستور بن شداد کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آخرت کی خوبیوں کی مثال ایک دریا
 کے مقابلے میں تمام دنیا ایک قطرہ کے برابر ہے۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے
 ایک قطرہ کے پیچھے ایک دریا کو ہاتھ سے کھودیا، اس کے نقصان کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ اب آگے عبادتِ بدنی کے بعد عبادتِ مالی کا
 ذکر فرمایا، صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کی اصل یہ
 ہے کہ بڑا اجر اس کا صدقہ خیرات کا ہے۔ جو آدمی اپنی تندرستی کے زمانہ میں آخری وقت سے پہلے دیدے۔ کیونکہ اول تو آخری

وقت پر آدمی کہتا کچھ ہے، اور اوپر والے عمل کچھ اور کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آخری وقت پر آدمی کا دل دنیا کی چیزوں سے اٹھ جاتا ہے، اور یہ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ دل سے اتری ہوئی چیز کی خیرات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ آدمی کو جو کچھ اپنی عقبیٰ پاک کرنے کیلئے اللہ کے نام پر دینا ہو، وہ اپنی تندرستی میں دیوے۔ کیونکہ موت کا وقت اچانک آنے والا ہے، اور اس طرح آنے والا ہے کہ پھر وہ ٹل بھی نہیں سکتا۔ اس لئے ایسے وقت پر یا تو خیرات کا ارادہ پورا ہی نہ ہوگا، یا ہوگا تو عقبیٰ میں تندرستی کی خیرات کے برابر فائدہ نہ دے گا۔ آخر کو فرمایا کہ عبادتِ بدنی یا مالی جس نیت سے انسان کرتا ہے، وہ اللہ کو سب معلوم ہے۔

﴿ آیاتھا ۱۸ ﴾ ﴿ سُورَةُ التَّغَابِنِ مَكِّيَّةٌ ۱۰۸ ﴾ ﴿ رُكُوعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ
الْحَمْدُ ۗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾

اللہ کی پاکی لے ہر چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱﴾

خواص سورہ تغابن: اگر کوئی شخص اس سورہ کو پڑھ کر کسی ظالم کے پاس چلا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس سورت کا پڑھنا اور پانی پر دم کر کے مکان کے در و دیوار پر چھڑکنا ہیضہ اور طاعون کے وباء کے زمانہ میں نہایت مفید ہے۔

صفات باری تعالیٰ

لے بے جان چیزوں کی تسبیح کا ذکر اوپر گذر چکا ہے لہٰذا الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ کا یہ مطلب ہے کہ زمین و آسمان میں اسی کی ساری بادشاہت ہے۔ اسی لئے ہر ایک چیز اپنے حال کے موافق اسی کی حمد و ثنا میں لگی ہوئی ہے۔ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا یہ مطلب ہے کہ اس کی بادشاہت دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہے کہ بعض باتیں ان کے اختیار سے خارج ہیں، بلکہ وہ اپنی بادشاہت میں جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل سورہ الملک میں آئے گی هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ کی تفسیر اہل سنت کے مذہب کے موافق یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، اس سب کو اور نیک اور بد لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے جان لیا ہے، اور جو کچھ قیامت تک ہوگا وہ سب لوح محفوظ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فِيكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ۝ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۝ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پس تم میں کوئی کافر ہے اور تم میں کوئی مسلمان، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ دیکھنے والا ہے ۱ اسی نے آسمان اور زمین درست تدبیر سے بنائے اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور (آخرت میں) اسی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ۲ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اور اللہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے ۳

میں لکھ لیا ہے، پھر انسان کو پیدا کر کے نیک و بد کام کو کرنا انسان کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے، جیسا کوئی کرے گا ویسا پائے گا، اب جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے آخر کو وہ علم ازلی الہی کے مطابق پڑتا ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے اختیار سے وہی کام کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا۔ غرض دنیا میں پیدا ہونے کے بعد اپنے اختیار سے جو کوئی کچھ کر نیوالا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے لکھ لیا ہے، اور علم ازلی سے معلوم کر لیا ہے، لیکن اس علم ازلی کے موافق کسی کو کسی کام پر اللہ تعالیٰ نے مجبور نہیں کیا، بلکہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے نیک و بد کو جان لیا تھا، اس پر بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک پیدا ہونے والے کو فطرت اسلام پر پیدا کرتا ہے، پھر شعور پکڑنے کے بعد وہ ماں باپ کی صحبت کے سبب سے، یا شیطان کے بہکانے سے فطرت اسلام کو چھوڑ کر اور ڈھنگ سے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اسباب کی صحیح حدیثیں بھی اوپر گزر چکی ہیں، اور تقدیر کے مسئلہ کے ذکر میں اس مسئلہ کی تفصیل بھی ص ۵۹۵ میں گزر چکی ہے، اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ ازلی بد کو نیک کر دینا اب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم اور اس کے روبرو ہے۔ اسی لئے فرمایا جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ وہ سب دیکھتا ہے، اور یہ ہر چیز کا دیکھنا بھالنا اور انسان کی نیت تک کا جانچنا، اور ہر شخص کے عملوں کے لکھنے کے لئے دو فرشتوں کا مقرر کرنا، اس واسطے ہے کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے، اس کو وہ فرشتے لکھ لیں، اور خصوصاً اچھی صورت و شکل میں انسان کو اس نے اسی عدل و انصاف کی بنیاد پر اس لئے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ نیک و بد ہو رہا ہے، وہ دنیا کے ختم تک ہو جائے، تو اسکے بعد انسان کو پھر دوبارہ پیدا کر کے نیکوں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے، اور بڑوں سے ان کی بدی کا مواخذہ کیا جائے۔

الْمَ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاِنَّهٗ كَانَتْ تَاۡتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ
فَقَالُوۡا اَبَشْرٌ يَّهْدُوۡنَا فَاكْفُرُوۡا وَتَوَلَّوۡا وَاَسْتَعْنٰى اللّٰهُ وَاَللّٰهُ
عَنۡى حَيۡدٌ ۝ زَعَمَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اَنۡ لَّنۡ يُّبْعَثُوۡا قُلٌۭ بَلٰى وَا
رَبِّ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّوۡنَ بِمَا عَمِلْتُمْ ۝ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۝

کیا تمہیں لے ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا، انہوں نے اپنے کام کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور
(آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۝ یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن
دلیلیں لاتے، پس وہ کہتے: ”کیا آدمی ہم کو راہ بتائیں گے“ پس کافر ہوئے اور (ایمان سے) پھر گئے اور اللہ
بے نیاز ہے، اور اللہ غنی ہے سب خوبیوں والا ۝ کافروں نے (عذاب آخرت سن کر) یہ دعویٰ کیا کہ وہ
ہرگز (مرنے کے بعد دوبارہ) نہ اٹھائے جائیں گے۔ تم فرماؤ: ”کیوں نہیں، مجھے اپنے پروردگار کی قسم! تم
ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تم کو تمہارے عملوں کی خبر دی جائے گی اور یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے“ ۝

حشر کے منکروں کو قائل کرنے اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا ذکر

۱۔ کیا اُمم ماضیہ و قرون سابقہ کے حالات کہ ان کا کیا حال ہوا تم کو قرآن میں نہیں پہنچے۔ جیسے قوم عاد فرعون وغیرہ، انہوں نے
کفر کیا، اپنے کفر کا مزہ چکھا، وبال بھگتا، سزا پائی دنیا میں عذاب پایا، ہلاک ہو گئے۔ آخرت میں عذاب الیم درد رساں ملے گا،
اے کافرو! اگر تم نے بھی ایسا ہی کیا، تو یاد رکھنا کہ ایک نہ ایک دن تم کو بھی ان کی سی تباہی کی صورت دیکھنی پڑے گی۔ اور اللہ تعالیٰ
تم کو بھی نیست و نابود کر دے گا، یہ دنیا کی چند روزہ زندگی ہے، جو چاہے سو کر لو، ایک دن ہمارے دربار میں لوٹ کر آنا ہے۔
۲۔ کافروں نے یہ گمان پکایا اور خیال باندھا ہے کہ وہ مر کر خاک ہو جائیں گے، پھر نہ اٹھیں گے، مرنے کے بعد پھر دوبارہ
زندگی نہ پائیں گے، اے محبوب ﷺ! تم فرماؤ کہ اے لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب مرے پیچھے ضرور اٹھائے جاؤ
گے، پھر ہر بات کی اچھائی برائی کی جو دنیا میں کی ہوگی، تم کو خبر دی جائے گی، اور اس کا بدلہ ملے گا، تم اس کو کوئی امر محال سمجھتے ہو،
یہ سارا کارخانہ بعد فنا، پھر اٹھا کر کھڑا کر دینا خدا کے نزدیک بہت ہی آسان امر ہے۔ پس اللہ و رسول پر ایمان لاؤ، بعثت بعد
الموت کی تصدیق کرو، اس چمکتی ہوئی نور کی روشنی کو جس کو ہم نے بذریعہ جبریل محمد ﷺ پر اتارا۔ یعنی قرآن شریف۔ اے

فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ① يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ
التَّغَابِنِ ② وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ
وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ③
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ④

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور (یعنی قرآن) پر جو ہم نے اتارا ہے، اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ① (اس دن کو یاد کرو) جس دن تم سب کو اللہ قیامت میں اکٹھا کرے گا، وہی دن کافروں کے نقصان ظاہر ہونے کا ہے، اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے اللہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے ④

لوگو! اللہ کو ان سب باتوں کا علم، اور ہر امر کی خبر ہے، جو تم خیر و شر دنیا میں کرتے رہو، اور اے لوگو! اس دن کو یاد کرتے ہو، اور اے لوگو! اس دن کو یاد کرو جبکہ خدا تعالیٰ تم سب کو اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ تمام جن و انس اولین و آخرین کا مجمع عظیم اور جگمگت کا دن ہے، اور یوم التغابن یہی ہے کہ اس دن کافر بڑے خسارہ اور ٹوٹے میں پڑ جائیں گے، اُن کیلئے جو گھر جنت میں بنے ہوں گے، وہ سب مسلمانوں کو ملیں گے۔ مع اسباب و سامان عشرت و خدم و حشم، و اہل ازواج۔ کافران سب چیزوں کو جو اس کیلئے تیار ہوئی تھیں، کھودے گا، اور مسلمان اسکو ملیں گے، کافروں نے اپنی جان کو نقصان پہنچایا ہوگا، اور مسلمانوں کو دیکھ کر حسرت کریں گے۔ کاش! ہم اگر ایمان لاتے تو یہ چیزیں جو ہمارے لئے خدا نے تیار کی تھیں، ہم کو ملتیں، اور دوسرے نہ لیتے۔

اہل ایمان کے لئے نعمتیں

آخر کو فرمایا کہ جو اللہ و رسول پر ایمان لائے گا، اور خاصاً لوجہ اللہ نیک کام کرے گا، تو اس دن خدا اس کے گناہ بابرکت کلمہ توحید بخش دے گا، اور برائیاں چھپا دے گا۔ اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ جن کے درختوں اور مکانوں کے نیچے شراب و آب شیریں و شیر و شہد کی نہریں جاری ہوں گی، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ مرنا نہ نکلنا۔ یہ نہایت اعلیٰ مرتبہ کی بات ہے کہ جنت طے دوزخ سے بچے اور جنہوں نے کفر کیا، ہماری آیتوں کو رسول کو جھٹلایا، وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، نہ موت آئے گی، نہ نکلنا نصیب ہوگا، وہ بہت بڑا ٹھکانہ ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَسَاءَ الْمَصِيرُ ۝۱۰ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۱

۴۲

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی لوگ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ دوزخ بری جگہ ہے ۱۰ کوئی مصیبت نہ نہیں پہنچتی مگر خدا کے حکم سے، اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ۱۱

اجزائے ایمان اور مصیبت کے وقت صبر کرنے کا اجر

۱۔ اوپر اللہ اور اللہ کے رسول اور قرآن شریف پر ایمان لانے کا حکم فرما کر ان آیتوں میں تقدیر الہی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ایماندار بننے کیلئے چار باتوں پر ہر آدمی کو ایمان لانا ضروری ہے: ۱۔ ایک تو یہ کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے ۲۔ دوسرے یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور جو دین کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں لایا ہوں وہ سب برحق ہیں ۳۔ تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد قیامت کا آنا حق ہے۔ ۴۔ چوتھے تقدیر الہی کا دل میں پورا اعتقاد رکھنا۔ آیت اور حدیث سے یہ مطلب نکلا کہ مثلاً آدمی کو کوئی تکلیف دنیا میں پہنچے تو آدمی دل میں پورا اعتقاد رکھے کہ مجھ کو یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق پہنچی ہے، جو حکم دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے، اور یہی اعتقاد دنیا کے باقی امور میں رکھنا چاہئے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث اس باب میں اوپر گزر چکی ہے۔ اس اعتقاد سے یہ فائدہ ہوگا کہ آدمی کے دل میں صبر کی ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہو جائے گی۔ جس سے دنیا میں تکلیف کی برداشت آسان ہو جائے گی، اور صبر کا اجر ملے گا۔ یہی مطلب وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ کا ہے مشرکین یہ کہتے تھے کہ اگر یہ اہل اسلام حق پر ہوتے تو ان کو یہ دنیا کی طرح طرح کی مصیبتیں نہ پہنچتیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جو لوگ حق پر ہیں ان کو دنیا کی مصیبتیں تقدیر الہی کے موافق اس مصلحت سے پہنچائی جاتی ہیں، کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توفیق کی مدد سے ان مصیبتوں پر صبر کریں، جس کے اجر میں ان کے ثواب کا درجہ عقبی میں بڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”بعض ایماندار لوگوں کو اللہ تعالیٰ عقبی میں ایسا درجہ دینا چاہتا ہے جو ان کے عملوں سے بڑھ کر ہے۔ اسلئے ان کو دنیا میں کچھ مصیبتوں میں مبتلا فرماتا ہے، اور پھر ان مصیبتوں پر صبر کی توفیق عنایت فرماتا ہے، تاکہ اس صبر کے اجر میں وہ لوگ اس بڑے درجہ تک پہنچ جاویں۔“ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں یہ سب حدیثیں ان آیتوں کی گویا

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا
 الْبَلَدُ الْمُبِينُ ﴿۱۳﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
 الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَرْوَاحِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ
 عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ
 غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۵﴾

اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر (اطاعت سے) منہ پھیرو گے تو جان لو
 کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ ظاہر پیغام پہنچا دینا ہے ﴿۱۳﴾ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مسلمانوں کو
 چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں ﴿۱۴﴾ اے مسلمانو! بیشک اے تمہاری بعض بیبیاں اور بعض تمہاری اولاد تمہاری
 (نیکیوں کے) دشمن ہیں پس ان سے بچو، اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللہ (بھی تمہارے
 گناہوں کا) بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۵﴾

تفسیر ہیں۔ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں، اس لئے مصیبت کے وقت صبر کرنے
 والوں کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے، اسی کے موافق وہ انکو عقبیٰ میں اجر عنایت فرمائے گا۔ طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن
 عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جب حشر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا، تو جو
 لوگ دنیا میں عافیت سے رہے ہیں، وہ یہ آرزو کریں گے کہ دنیا میں کوئی تکلیف پہنچتی، اور اس تکلیف پر صبر کرتے، تو اچھا ہوتا
 کہ آج اس صبر کا اجر ملتا۔“ مصیبت کے وقت بشریت کے سبب سے آدمی ذرا گھبرا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ایسے وقت میں
 اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا پورا خیال رکھ کر کوئی بات خلاف شریعت نہ کی جائے، اور دنیا عالم اسباب ہے
 اس میں تکلیف کا اگر سبب ہو تو اس سبب میں کوئی مستقل تاثیر نہ خیال کی جائے، بلکہ ایسے وقت میں پورا بھروسہ اللہ پر رکھنا
 چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لا شریک ہے۔ کسی سبب کو اس کی قدرت میں کوئی مستقبل دخل نہیں
 ہے۔ وقت مصیبت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ پڑھے، اور اللہ کی عطا پر شکر اور مصیبت پر صبر کرے۔ سچ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ
 کے رسول کے ذمہ احکام الہی کا بیان کر دینا ہے ان احکام کو جو مانے گا اسی کا بھلا ہے۔

مال اور اولاد آزمائش

۱۷ شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ترمذی اور مستدرک حاکم میں روایت ہے۔ حاصل اس

إِنبَاءَ أَمْوَالِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ فَتَنَّةٌ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾
 فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْبِعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا
 لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَمَنْ يُؤَقِّ شَيْءٌ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْبٰفِلِحُونَ ﴿۱۶﴾ إِنَّ
 تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضْعِفُهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ
 شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۸﴾ ع

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور (جو ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو) اللہ کے پاس بڑا
 ثواب ہے ﴿۱۵﴾ پس جہاں تک ہو سکے تم اللہ سے ڈرو اور (اس کے) فرمان سنو اور حکم مانو، اور اپنی جانوں کی
 بہتری کے لئے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اور جو کوئی اپنے نفسانی بخل سے بچ گیا پس وہی لوگ (آخرت
 میں) فلاح پانے والے ہیں ﴿۱۶﴾ اور اگر تم اللہ کو (خوش دلی سے) اچھا قرض دو گے تو وہ ان کو تمہارے لئے دو
 چند (اضافہ) کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدر شناس ہے اور بردبار ہے ﴿۱۷﴾ پوشیدہ اور
 ظاہر جاننے والا، غالب حکمت والا ہے ﴿۱۸﴾

روایت کا یہ ہے کہ ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے کچھ مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے، جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو انکی بی
 بی بچوں نے ان کو ہجرت سے روکا اور کہا کہ ”ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے، تم چلے جاؤ گے ہم تمہارے پیچھے ہلاک ہو
 جائیں گے۔“ یہ بات ان پر اثر کر گئی اور وہ ٹھہر گئے، کچھ دنوں کے بعد جب انہوں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا کہ وہ
 دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہو گئے، تو ان کو اس کا بڑا پچھتاوا ہوا، اور اس پچھتاوے کے غصہ میں ان لوگوں نے چاہا کہ اپنی بی بی
 بچوں کے ساتھ کسی بدسلوکی سے پیش آویں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ بی بی بچوں کے ساتھ کوئی
 بدسلوکی تو نہیں کرنی چاہئے لیکن بی بی بچوں کی اس طرح کی محبت سے بچنا چاہئے جس میں دین کے کسی کام میں فتور پڑے۔
 اور اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کو مال و متاع اور بی بی بچوں کی الفت پر ہمیشہ مقدم رکھنا چاہئے۔

ایام مخصوصہ میں طلاق دی تھی۔ سردار دو عالم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں، پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں۔ اس آیت میں عورتوں سے مراد مدخول بہا عورتیں ہیں (جو اپنے شوہر کے پاس گئی ہوں) صغیرہ، حاملہ اور آئسہ نہ ہوں۔ آئسہ وہ عورت ہے جس کے ایام بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں، ان کا وقت نہ رہا ہو۔ مسئلہ۔ غیر مدخول بہا پر عدت نہیں ہے، باقی تینوں قسم کی عورتیں جو ذکر کی گئیں، انہیں ایام نہیں ہوتے تو ان کی عدت حیض سے شمار نہ ہوگی۔ مسئلہ۔ غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا جائز ہے۔ آیت میں جو حکم دیا گیا اس سے مراد ایسی مدخول بہا عورتیں ہیں جن کی عدت حیض سے شمار کی جائے، انہیں طلاق دینا ہو تو ایسے طہر میں طلاق دیں جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ پھر عدت گزرنے تک ان سے تعرض نہ کریں، اس کو **طلاق حسن** کہتے ہیں۔ **طلاق حسن** غیر موطوہ عورت یعنی جس سے شوہر نے قربت نہ کی ہو۔ اس کو ایک طلاق دینا طلاق حسن ہے، خواہ یہ طلاق حیض میں ہو۔ اور موطوہ عورت اگر صاحب حیض ہو تو اسے تین طلاقیں ایسے تین طہروں میں دینا جن میں اس سے قربت نہ کی ہو، **طلاق حسن** ہے۔ اگر موطوہ صاحب حیض نہ ہو تو اس کو تین طلاقیں تین مہینوں میں دینا طلاق حسن ہے۔ **طلاق بدعی** حالت حیض میں طلاق دینا ایسے طہر میں طلاق دینا، جس میں قربت کی گئی ہو **طلاق بدعی** ہے۔ ایسے ہی ایک طہر میں تین یا دو طلاقیں یک بارگی یا دو مرتبہ میں دینا طلاق بدعی ہے۔ اگرچہ اس طہر میں وطی نہ کی گئی ہو۔ **مسئلہ**۔ طلاق بدعی مکروہ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔ اور ایسی طلاق دینے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اس کی نافرمانی نہ کرو، اس نے جو وقت بتایا اسکے خلاف طلاق نہ دو، وہ خدا جو تمہارا پروردگار ہے اس کی مخالفت سے پرہیز کرو۔ عدت کے انقضا تک تم انکو گھروں سے جہاں وہ رہتی تھیں، جہاں تم نے ان کو طلاق دی ہے نہ نکالو، اور نہ ان عورتوں کو خود وہاں سے نکلنا چاہئے، اور آگے فرمایا کہ اگر ان سے کوئی فسق ظاہر صادر ہو جس پر حد آتی ہے، مثل زنا و چوری کے اس کے لئے انہیں نکالنا ہی ہوگا۔ **مسئلہ**۔ اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اس کو نکالنا جائز ہے، کیونکہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔ **مسئلہ**۔ جو عورت طلاق رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا جائز نہیں، اور جو موت کی عدت میں ہو اگر حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے۔ لیکن شب گزارنا اس کو شوہر کے گھر ہی میں ضروری ہے۔ **مسئلہ**۔ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو۔ **مسئلہ**۔ اگر شوہر فاسق ہو یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر کو اس مکان سے چلا جانا بہتر ہے۔ اب آگے فرمایا کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کر دی ہیں۔ اسکے احکام و فرائض ہیں کہ عدت طلاق میں روٹی کپڑا اور رہنے کی جگہ زوج کے ذمہ ہے۔ جو شخص اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، اس کے احکام کو نہ مانے گا، روٹی کپڑا اور رہنے کی جگہ نہ دے گا، تو وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا۔ گناہ گار ہوگا عذاب پائے گا، قیامت کے دن اس کو اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اے عورت کے طلاق دینے والے! تو حالت عدت میں زوجہ کو اپنے گھر رکھ، اور روٹی کپڑا دے کہ اس میں جو بھید ہے تو نہیں جانتا۔ تجھ کو کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ بعد ان سب قصوں طلاق وغیرہ کے کوئی اور نیا امر پیدا کر دے، یعنی شاید تیرے دل میں اللہ پھر خیال ڈال دے کہ تو طلاق رجعی کے بعد پھر عدت کے اندر اندر اس سے رجوع کرے، اور پھر محبت مابین زوجین قائم ہو جائے۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۗ ط
 ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۗ ط إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِهِ ۗ ط قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۖ ۝۳

پس جب اے وہ اپنی (عدت کی) میعاد تک پہنچنے کو ہوں (تو تم کو اختیار ہے یا) تو ان کو دستور کے موافق بھلائی کے ساتھ روک لو، یا دستور کے موافق بھلائی کے ساتھ جدا کرو اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لو، اور (اے گواہو!) تم اللہ کے واسطے ٹھیک ٹھیک گواہی دو، اس حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا ۝ اور اس کو اس جگہ سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے (دونوں جہاں میں) کافی ہے، بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے ۝

۱۔ یعنی طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو تم کو دو باتوں میں ایک کا اختیار ہے۔ ۱۔ یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رہنے دو، اور دل میں پھر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو ۲۔ یا عدت منقہی ہونے پر معقول طریقہ سے مہر وغیرہ انکے حق ادا کر کے ان سے جدائی کر لو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ رکھنا ہوتب، اور الگ کرنا ہوتب، ہر حالت میں آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرو۔ یہ بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو، اور خواہ مخواہ تطویل عدت کیلئے رجعت کر لیا کرو، یا رکھنے کی صورت میں اسے ایذا پہنچاؤ، اور طعن و تشنیع کرو۔ پس ان کو پریشانی میں مت ڈالو، خواہ رجعت کرو یا فرقت اختیار کرو۔ دونوں صورتوں میں دفع تہمت اور رفع نزاع کیلئے دو مسلمانوں کو ان معاملوں پر گواہ کر لو۔ وہ جو عادل ہوں، ثقہ ہوں، مرد آزاد نیک چلن اور گواہی کو اچھی طرح پہنچتے کر لو۔ کسی حاکم کے سامنے ثابت کرادو، پھر جھگڑا و غل نہ رہے۔ اب آگے گواہوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جو معاملہ ہو شہادت کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں، سچی

وَالَّذِي يَسْنُ مِنَ الْحَيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ

اور لے تمہاری وہ عورتیں جنہیں (بڑھاپے کے باعث) حیض کی امید نہ رہی ہو۔

اور سیدھی نہایت صفائی سے بات کہنی چاہئے۔ اب آگے فرمایا کہ یہ جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان زریں نصیحتوں سے متنبہ رہو اور اس شخص سے جس کو خدا پر اور یوم آخرت پر یقین ہو، کیونکہ یہی یقین انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے، اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم سب کسی قہار ہستی کے قبضہ و اقتدار میں ہیں۔ یہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ہر حالت میں ظلم و تعدی سے روک سکتا، اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارتا ہے۔ اسی لئے

تقویٰ پر ہیزگاری سے ہر مشکل آسان اور رزق میں کشادگی

سورہ ہذا میں خصوصی طور پر پرہیزگاری اور خدا کے خوف پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو گناہ سے بچتا ہے مصیبت میں صبر کرتا ہے خدا کی نافرمانی اور شکایت نہیں کرتا اور اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ خواہ کتنی ہی مشکلات و شدائد کا سامنا کرنا پڑے تو خدا اسکی تمام مشکلات آسان فرمادیتا ہے۔ اس کو مصیبت سے آسانی کی طرف نکلنے کا، اور گناہ سے تقویٰ کی طرف، اور دوزخ سے جنت کی طرف نکلنے کا راستہ ظاہر فرمادیتا ہے۔ اور اس کو خزانہ غیب سے اس طرح روزی دیتا ہے جس کا اس کو سامان و گمان نہیں ہوتا، اور ایک عجیب قلبی سکون اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی نہیں رہتی، اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں، اور جو مشکل اور مصیبت کے وقت خدا پر بھروسہ رکھتا ہے، اور رزق میں اسی پر وثوق رکھتا ہے، تو اللہ ہی اس کے لئے کافی ہے۔ آدمی کو دل تنگ نہ ہونا چاہئے۔ اللہ اپنے قضا و قدر کو ضرور پورا کرنے والا ہے۔ جزع و فزع بے فائدہ۔ اس کے احکام قضا و قدر، دوبارہ مصیبت و آسائش سب مقدر ہیں۔ وہ سب کو ایک حد تک پہنچانے والا ہے۔ اللہ نے ہر شے کے واسطے ایک اندازہ اور ایک حد مقرر فرمائی ہے کہ وہ شے اس حد تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ پس ہر مصیبت اور ہر عیش و دنیاوی فنا ہونی والا ہے، اسلئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے فرزند کو مشرکین نے قید کر لیا تو عوف آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کر لیا ہے، اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ڈر رکھو اور صبر کرو، اور کثرت سے لاقوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پڑھتے رہو۔ عوف نے گھبرا کر اپنی بی بی سے یہ کہا، اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا۔ وہ یہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا، دشمن غافل ہو گیا تھا، اس نے موقعہ پایا قید سے نکل بھاگا۔ اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا۔ عوف نے خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ کیا یہ بکریاں ان کیلئے حلال ہیں، حضور ﷺ نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے شبہات دنیا و عمرات موت و شداہد روز قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا۔

۱۔ شان نزول: مستدرک، حاکم اسحاق بن راہویہ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب کی صحیح سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب سورہ بقرہ میں یہ حکم نازل ہوا کہ طلاق والی عورتوں کی عدت کی مدت تین حیض ہیں، تو بعض صحابہ

إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ۖ وَالَّتِي لَمْ يَحِضْنَ ۖ وَأُولَاتُ
الْأَحْوَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ
لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝

اگر تم کو (ان کی عدت کے تعین میں) کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور اسی طرح جن عورتوں کو (بسبب کم عمری کے) حیض نہ آیا (ان کی عدت بھی تین مہینے ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت اپنے حمل سے فارغ ہو جانا ہے اور لے جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے ہر کام میں آسانی فرماتا ہے ۝

نے کہا کہ عمر یا حاملہ ہونے کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا، یا بڑی عمر ہو جانے سے جن عورتوں کی حیض کی عادت جاتی رہتی ہے، اس کی طرح عورتوں کی عدت کی مدت کا یا رسول اللہ ﷺ کیا حکم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اب سورہ بقرہ اور اس سورہ کی آیتیں، اور ان آیتوں کی تفسیر میں جو حدیثیں آئی ہیں، ان سب کے ملانے سے عدت کے مسئلہ کا حاصل یہ ہوا کہ ایسی طلاق والی عورت جس سے نکاح ہوا، اور صحبت نہیں ہوئی ایسی عورت کی تو کچھ عدت نہیں ہے۔ اور آزاد طلاق والی عورت کی عدت کی مدت تین حیض ہیں، اور لونڈی کی عدت دو حیض، اور چھوٹی عمر یا بڑی عمر ہونے کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا، ان کی عدت کی مدت تین مہینے کی ہے۔ اور جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو، تو اس کی عدت کی مدت چار مہینے دس روز کی ہے۔ اور اگر ایسی حالت میں کسی عورت کا خاوند مرے کہ وہ عورت حاملہ ہو تو عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی ہو۔

طلاق پر عیسائیوں اور آریاؤں کا اعتراض اور اس کا جواب

۱۔ جملہ جملہ کے بعد اتقاء اور اللہ کے ڈر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے، تاکہ پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو کر عورتوں کے معاملہ میں اسکی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ بعض عیسائی لوگوں نے قرآن کے طلاق کے مسئلہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس مسئلہ کا شریعت موسوی اور عیسوی میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ حالانکہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ پچھلی شریعتوں میں قرآن کے مسائل کی صداقت موجود ہے۔ اہل اسلام نے اس اعتراض کے جواب میں امور ذیل لکھے ہیں: ۱۔ یہ اعتراض توراہ اور انجیل کے برخلاف ہے کیونکہ توراہ کے حصہ کتاب الاستثناء کے چوبیسویں باب میں طلاق کا مسئلہ اس طرح موجود ہے جس طرح شرع محمدی میں ہے۔ ۲۔ جب بنی اسرائیل نے طلاق کو بلا ضرورت کام میں لانا شروع کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے طلاق کے مسئلہ میں احتیاطاً یہ قید لگا دی تھی کہ سوا عورت کی بدکاری کے تصور کے، اور کسی تصور پر عورت کو طلاق نہ دی جائے۔ متی کی انجیل کا پانچواں اور انیسواں باب دیکھا جاوے۔ ۳۔ اہل اسلام نے قرآن کے حکم مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ،

کے موافق یہ جو کہا ہے کہ قرآن شریف میں پچھلی شریعتوں کی صداقت موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی شریعتوں میں جو مسائل وحی آسمانی کے موافق ہیں انکی صداقت قرآن سے اور قرآن کی صداقت ان سے نکلتی ہے۔ یہ مطلب اہل اسلام کے اس قول کا ہرگز نہیں ہے کہ مثلاً یہود کے فرقے سامری اور باقی فرقوں کے اختلاف اور توراہ کے احکام میں تغیر و تبدل کر دینے سے ایک توراہ کی چند توراتیں اور عیسائیوں کے فرقے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک کے اسی طرح باہمی اختلاف، اور انجیل کے تغیر و تبدل کے سبب سے ایک انجیل کی چند انجیلیں جو بن گئی ہیں، ان کی صداقت قرآن سے یا قرآن کی صداقت ان سے نکلتی ہے، کیونکہ شریعت موسوی اور عیسوی میں ایجابی باتیں جو شریک ہو گئی ہیں، ان کی صداقت کا قرآن میں پایا جانا تو درکنار، شریعت موسوی اور عیسوی کی اصل کتابوں میں بھی ان ایجابی باتوں کی صداقت نہیں ہے۔ چنانچہ تورات اور انجیل کے حوالہ سے طلاق کے مسئلہ کی مثال اس بارہ میں اوپر گزر چکی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر وقت کے نبی کی معرفت اس وقت کی عام مخلوقات کی ہدایت کے لئے ایک کتاب آسمانی نازل ہوئی ہے، تورات و انجیل کے مختلف نسخہ جات کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نازل ہونا، کوئی یہودی یا نصرانی نہ آج تک ثابت کر سکا، نہ قیامت تک ثابت کر سکتا ہے۔ کیونکہ کتاب آسمانی کی یہ شان ہرگز نہیں ہے کہ اس کے نسخہ جات میں باہمی اختلاف ہو، بلکہ کتاب آسمانی کی شان تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں ان الفاظ سے فرمایا ہے: **وَلَوْ كَانِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا**، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہیں جانتے ان کو یہ دھیان کرنا چاہئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس کے اول آخر عبارت یا اس کے نسخہ جات میں باہمی اختلاف ضرور پایا جاتا۔ کس لئے کہ بشر کے کلام کا خاصہ یہی ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ تورات اور انجیل میں باہمی اختلاف اسی سبب سے ہے کہ اہل کتاب نے ان کتابوں کو اصلی حالت پر نہیں رکھا، یہ ذکر قرآن میں چند جگہ صراحت سے بھی آیا ہے۔ ① یہود نے جو توراہ میں تغیر و تبدل کیا ہے اس کا عیسائیوں کو اقرار ہے وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو، اور انجیل کے کتاب آسمانی ہونے کو اسی سبب سے نہیں مانا کہ انہوں نے توراہ کی اصلی آیتوں میں تبدل و تغیر کیا، ورنہ تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی، اور انجیل کے کتاب آسمانی ہونے کی پوری صداقت ہے۔ اگرچہ بعض عیسائی علماء اس تغیر و تبدل کو معنوی کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے تورات کی آیتوں کے لفظوں کو نہیں بدلا، بلکہ ان آیتوں کا مطلب غلط قرار دیا، لیکن علماء اسلام نے یہود کے بہت سے تغیرات لفظی توراہ کی آیتوں کے ثابت کئے ہیں۔ ② انجیل میں اس کثرت سے تبدل ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ابتدا میں تو انجیل کے نسخوں کی تعداد ستر کے قریب تک پہنچ گئی تھی، پھر ایک عرصہ کے بعد علماء نصاریٰ نے ان چار انجیلوں کو معتبر قرار دیا ہے: ③ انجیل متی۔ ④ انجیل مرقس۔ ⑤ انجیل لوقا۔ ⑥ انجیل یوحنا۔ مگر ان چاروں کے مضمون بالکل مختلف ہیں۔ کسی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا لکھا ہے، کسی میں رسول۔ کسی میں یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا۔ کسی میں یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کو پیدا کیا۔ اب ان چاروں انجیلوں کے مؤلفوں کا حال یہ ہے کہ ہر ایک اپنی انجیل کو صحیح اور دوسرے کی انجیل کو غلط بتلاتا ہے، جس سے کسی انجیل کو بھی صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ سب انجیلوں سے پہلے متی کی انجیل ہے جس کی بابت اکثر متقدمین اور متاخرین علماء عیسائی اس بات کے قائل

ذٰلِكَ اَمْرٌ اَللّٰهُ اَنْزَلَهُ اِلَيْكُمْ ۙ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ ۙ
يُعْظِمْلَهَا ۙ اَجْرًا ۙ اَسْكِنُوْهُنَّ مِّنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وَّجْدِكُمْ

یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا ہے، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اللہ اسکے گناہ اس سے دور کرتا ہے اور اسے اسکو بڑا ثواب دیتا ہے ۙ (طلاق دی ہوئی) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔

ہیں کہ یہ اصل انجیل عبرانی زبان میں تھی، اس کا پتہ نہیں ہے، یہ ترجمہ ہے، اور اس ترجمہ کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ کب اور کس شخص نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ ان چاروں انجیلوں کے شروع میں علماء عیسائی نے بعضے بعضے آیتوں کو لکھا ہے کہ یہ آیتیں اصلی نہیں ہیں۔ تثلیث کا مسئلہ۔ بیت المقدس سے مشرق کی جانب قبلہ مسیحی کے بدل جانے کا مسئلہ۔ ختنہ طلاق اور ایک نکاح سے زائد نکاح کے ناجائز ہونے کا مسئلہ اور اس قسم کے اور ایجابی مسئلے بولس اور قسطنطین بادشاہ روم کے زمانہ میں مذہب عیسائی کا جزو جو ٹھہرائے گئے ہیں، اور اسی اختلاف کے سبب سے اس وقت کے سچے عیسائیوں کی بولس سے بڑی خونخوار لڑائی ہے۔ اس کا حال اس وقت کی معتبر تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے ملت ابراہیمی میں اور اہل کتاب نے شریعت موسوی اور عیسوی میں ایجابی باتیں جو اپنی طرف سے گھڑ لیں تھیں، ان کی اصلاح کے لئے یہ آخری کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، جس کا نام قرآن ہے۔ اس آسمانی آخری کتاب میں اس سے پہلے کی ایجابی باتوں کی صداقت پائی جانے لگی تو پھر آسمانی کتاب اور ایجابی باتوں میں فرق کیا باقی رہے۔ عیسائی علماء کی ریس کر کے بعض آریہ لوگوں نے بھی قرآن کے طلاق اور اسی قسم کے اور چند مسائل پر اعتراض کیا ہے۔ اہل اسلام نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ آریہ فرقہ کے لوگوں نے اپنے چاروں ویدوں کو آسمانی کتاب ثابت نہیں کیا، اس لئے ان کو کسی اہل کتاب کی ریس کرنی یا کسی آسمانی کتاب پر اعتراض کرنے کا حق اظہار حق کے طور پر تو اب تک کسی مباحثہ میں حاصل نہیں ہوا۔ رہا یہ الزامی مباحثہ بعض آریہ لوگوں نے طلاق کے مسئلہ کو شرم ناک کہا ہے، اس کا جواب اہل اسلام نے وید کے نیوگ کے مسئلہ کو پیش کر کے یہ دیا ہے جو نیوگ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً کسی عورت کا شوہر دائم المرض ہو تو وید میں طلاق کا مسئلہ نہ ہونے کے سبب وہ عورت چھوٹ تو نہیں سکتی، لیکن کسی غیر مرد سے ناجائز تعلق پیدا کر کے اس کو دس بچے تک پیدا کرانے کی اجازت وید میں ہے۔ اسی طرح اور الزامی مباحثوں میں طرفین سے بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ہر حق پسند شخص ان کتابوں کو نظر انصاف سے دیکھ سکتا ہے، اور نا انصاف لوگوں کا مباحثہ (کج بحثی) یہ تو سلف سے لے کر آج تک کبھی طے نہیں ہوا۔

طلاق کے بارے میں احکام کا ذکر

۱۔ مسئلہ۔ طلاق دی ہوئی عورت کو تاعدت رہنے کیلئے اپنے حسب حیثیت مکان دینا شوہر پر واجب ہے، اور اس زمانہ میں نفقہ دینا بھی واجب ہے۔

وَلَا تُضَاوِرُوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۖ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حُمِلَ
فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ
فَأْتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ وَأَتِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُم
فَسَتَرْضِعُهُنَّ آخِرَىٰ ۖ ۝۶

اور لہ انہیں ایذا نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو اور ۴ اگر ان (طلاق دی ہوئی) عورتوں کو حمل ہو تو حمل سے فارغ ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو، پھر اگر وہ تمہاری خاطر سے بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو ۵ اس (کے) دودھ پلانے) کی اجرت دو، اور آپس میں (اجرت کے بارہ میں) معقول طور پر مشورہ کرو، اور اگر ۶ باہم مضائقہ (یعنی اجرت پر کشمکش) کرو تو قریب ہے کہ دوسری عورت (اس کے بچے کو) دودھ پلائے گی ۷

۱ مکان کے دینے میں ایسی تنگی نہ کرے کہ ان کے شریک مسکن کر کے، یا اور کوئی ایسی ایذا دے کر کہ وہ تنگ آ کر نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔
۲ حمل کی مدت کبھی بہت طویل ہو جاتی ہے، اس کو خصوصیت سے بتلا دیا کہ خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہو گا۔ یہ نہیں کہ مثلاً تین مہینے نفقہ دے کر بند کر لو۔ مسئلہ۔ نفقہ جیسا حاملہ کو دینا واجب ہے، ایسا ہی غیر حاملہ کو بھی، خواہ اس کو طلاق رجعی دی ہو یا بائن۔

احکام رضاعت (دودھ پلانا)

۳ بچہ پیدا ہو جانے کے بعد یہ عورت بالکل اجنبی ہو جائے گی۔ اس لئے اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس کو دی جائے، اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے مقرر کر لیں۔ خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھیں، نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے، نہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔ مسئلہ۔ کسی عورت کو معین اجرت پر دودھ پلانے کے لئے مقرر کرنا جائز ہے۔ مسئلہ۔ غیر عورت کی بہ نسبت اجرت پر دودھ پلانے کی ماں زیادہ مستحق ہے۔ مسئلہ دودھ پلائی پر بچہ کو نہ بلانا، اس کے کپڑے دھونا، اس کے تیل لگانا، اس کی خوراک کا انتظام رکھنا لازم ہے، لیکن ان سب چیزوں کی قیمت اس کے والد پر ہے۔ مسئلہ۔ اگر دودھ پلانیوالی نے بچہ کو بجائے اپنے بکری کا دودھ پلایا یا کھانے پر رکھا تو وہ اجرت کی مستحق نہیں۔

۴ یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو، تو کچھ اس پر موقوف نہیں، کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی، اس کو اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا، تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے آئے گی، آخر اس کو بھی کچھ دینا پڑے گا پھر بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۗ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا
 آتَاهُ اللَّهُ ۗ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۗ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ
 عُسْرٍ يُسْرًا ۝ وَكَأَيُّنَ مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ
 فَحَاسِبُنَهَا حِسَابًا شَدِيدًا ۗ وَعَذَابُهَا عَذَابًا بَاطِلًا ۝

مقدور لہ والا اپنے مقدور (حیثیت) کے موافق نفقہ دے، اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اس کو دیا ہے، قریب ہے اللہ دشواری (یعنی تنگی) کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝ اور ۲۔ کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی، پھر تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور ہم نے ان کو بڑا بھاری عذاب دیا ۝

۱۔ یعنی بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے۔ مقدور والے کو اپنے مقدور کے مناسب خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو، محض نپ تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جب تنگی کی حالت میں اسکے حکم کے موافق خرچ کرو گے، وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا، انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

نافرمانوں کا انجام

۲۔ اوپر کی آیتوں میں تعمیل طلب چند احکام کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں پچھلی سرکش قوموں کی ہلاکت اور عذاب الہی میں پکڑے جانے کا ذکر فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ حال کے لوگوں میں سے بھی جو کوئی احکام الہی کی تعمیل نہ کرے گا، اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی سرکش قوموں کا ہوا، اس لئے احکام شریعت کی پوری پابندی رکھو۔ اگر نافرمانی کرو گے تو یاد رہے کہ کتنی ہی بستیاں اللہ و رسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ جس وقت وہ لوگ تکبر کر کے حد سے نکل گئے، ہم نے ان کا جائزہ لیا اور سختی سے لیا کہ ایک عمل کو بھی معاف نہیں کیا، پھر ان کو ایسی زالی آفت میں پھنسا یا، جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آگے کے حال کے صاحب عقل لوگوں کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انہیں پچھلی قوموں جیسی کم عقلی اور سرکشی سے بچنا اور اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

کم عقل اور عقل مند کون؟

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے کاموں میں کوئی آدمی اگر چہ بڑا ہوشیار ہو لیکن جب وہ دنیا کے عجائبات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے پچانے کی عقل دہریوں کی طرح رکھتا ہو تو وہ بڑا کم عقل ہے۔ کیونکہ ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی مثلاً بستی کے باہر جنگل میں

فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ①

پس انہوں نے اپنے کئے ہوئے کی سزا چکھی اور ان کے کام کا انجام نقصان ہی ہوا ①۔

پہلی دفعہ ایک میدان دیکھے، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میدان میں ایک خوش وضع مکان بنا ہوا دیکھے تو وہ بغیر کہے کسی معمار کے دیکھنے کے اپنی تھوڑی سی عقل سے ضرور یہ نتیجہ نکالے گا کہ ایسے خوش وضع مکان کا بنانے والا کوئی بڑا کاریگر معمار ہے اب جن لوگوں نے دنیا کے ہزار ہا عجائبات کو آنکھوں سے دیکھ کر ان عجائبات کے آثار سے بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار نہیں کیا، اور اللہ کو نہیں پہچانا بلا شک ان کی عقل میں فتور ہے۔ اسی طرح جس شخص نے اپنی اور اپنی زیت بھر کی راحت و آرام کی چیزوں پر غور کر کے یہ نتیجہ اپنی عقل سے نہیں نکالا کہ یہ اتنا بڑا انتظام کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے، بلکہ جتنا بڑا انتظام ہے اتنا ہی بڑا اس کا کوئی نتیجہ ضرور ہے، کیونکہ تجربہ سے دنیا کا کوئی چھوٹا سا کام بھی جب بغیر کسی نتیجہ کے کوئی نہیں کرتا، تو پھر دنیا بھر کا پیدا کرنا بغیر کسی نتیجہ کے کیونکر ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ کم عقل تو ایسے شخص نے کی سوکی۔ اوپر سے سرکشی بھی کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی معرفت آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے نیک و بد کی جزا و سزا کو دنیا کی پیدائش کا نتیجہ ایسے شخصوں کو سمجھایا، تو سرکشی سے اس فہمائش کو ایسے لوگوں نے نہ مانا، اور آخر اپنا دین و دنیا کا نقصان کیا۔ معتبر سند سے شہاد بن اوس کی حدیث ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت کے بعد کا کچھ سامان کر لے۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن کی ان مفصل آیتوں کے نازل فرمانے اور رسول کے بھیجنے سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے احکام کے ماننے اور نیک کام کرنے کا قصد کرے، دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو جہالت سے نکال کر اسکے دل میں نور ہدایت پیدا کرے گا، اور عقبیٰ میں اس کو جنت عطا فرماوے گا، قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ مِزْقًا، کا یہ مطلب ہے کہ جنت میں عام جنتیوں کو اچھی سے اچھی نعمتیں ملیں گی، جو یہاں بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل میں معراج کی صحیح حدیثیں گذر چکی ہیں، جن میں سات آسمانوں کے اور عجائبات کا ذکر اسی طرح سورۃ النبا میں حدیثیں آئیں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے اور اسی قدر ہر ایک آسمان کی موٹائی ہے۔ یہ سب حدیثیں آیت کے ٹکڑے، اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ کی گویا تفسیر ہیں۔

کسی کی جائیداد، زمین پر ناجائز قبضہ کا عذاب

سورۃ النبا میں یہ صحیح حدیث بھی آئے گی کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین بھی کسی کی دبائے گا، قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اسی قدر ٹکڑے کا ایک طوق بنا کر ایسے شخص کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کی طرح سات زمین بھی تہ بہ تہ ہیں۔ ابن کثیر کے قول کے موافق اصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بتلانے سے آسمانوں کے، اور آنکھوں کے دیکھنے سے پہلی زمین کے جو کچھ عجائبات لوگوں کو معلوم ہوئے ہیں، ان پر غور کر کے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے، کہ جس نے اپنی قدرت سیہ سب کچھ پیدا کیا ہے اور اس کا علم بڑا وسیع ہے کہ اس نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزار ہا برس پہلے دنیا کا سب انتظام اپنے علم ازلی سے معلوم کر لیا ہے، جس کے موافق آسمان سے زمین پر روزانہ

اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ الَّذِينَ
 آمَنُوا قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ
 اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ
 إِلَى النُّورِ ۝ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ
 رِزْقًا ۝۱۱ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۝ ط
 يَنْزِلُ إِلَّا مَرْبِبْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ
 اللَّهَ قَدِيرٌ حَاطٌّ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۲

(آخرت میں) اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، پس اے عقل والو! اللہ سے ڈرو وہ جو ایمان
 لائے ہو، بیشک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت (کی کتاب) اتاری ہے ۝۱۰ وہ رسول ﷺ بھیجا جو تم پر اللہ کی کھلی
 کھلی آیتیں پڑھتا ہے، تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے
 (ایمان و علم کی) روشنی کی طرف لے جائے، اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے، اللہ اس کو (جنت
 کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ
 نے اس کے لئے اچھی روزی رکھی ہے ۝۱۱ اللہ وہ ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین، انہی کے مانند
 (یعنی سات) پیدا کیں۔ ان کے درمیان اللہ کا حکم اترتا ہے، (یہ اس لئے) کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ سب کچھ
 کر سکتا ہے، اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے ۝۱۲

احکام کے سبب سے دنیا کا ہر طرح کا انتظام چل رہا ہے۔

﴿ اِسْمَاتُ ۱۲ ﴾ ﴿ ۲۶ سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَدِيْنَةُ ۱۰ ﴾ ﴿ رُكُوْعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ
أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ①

اے نبی ﷺ! اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو؟ وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی، کیا اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ①

خواص سورہ تحریم: اس سورہ کو پڑھ کر مریض پر دم کرنے سے مریض کو سکون ہو اور مرگی والے کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ اور جسے نیند نہ آتی ہو اسے پڑھنے سے نیند آجائے گی۔ قرضدار پڑھے تو قرضہ ادا ہو جائے گا۔ اگر اس سورہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ دشمن دوست ہو جائے اور جس کے سامنے جائے وہ مہربان ہو۔

حضور کی زیادہ ازواج مطہرات پر عیسائی اور آریوں کے اعتراض پر جواب

۱۔ **شان نزول:** ہر زوجہ مطہرہ کو محبت اور تعلق حضور کے ساتھ تھا، اور ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضور کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے جاتے، جب ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں حضور ﷺ تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں، اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ تشریف فرما رہتے، یہ بات حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما وغیرہما کو ناگوار گذری، اور انہیں رشک ہوا، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہن مبارک سے مغفیر کی بو آتی ہے۔ اور مغفیر کی بو حضور ﷺ کو ناپسند تھی، چنانچہ ایسا کیا گیا حضور کو ان کا منشا معلوم تھا فرمایا: ”مغفیر تو میرے قریب نہیں آیا، زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے، اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں“۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک کئے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شان نزول میں یہ بھی کہ آنحضرت ﷺ ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رونق افروز ہوئے، وہ حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئیں۔ حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ پر مرال گزارا حضور نے ان کو سرفراز کیا۔ ماریہ کو اپنے

اوپر حرام کیا، اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امورات کے مالک ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ”جو چیز اللہ نے آپ کیلئے حلال کی یعنی مار یہ قبضیہ، آپ انہیں اپنے لئے کیوں حرام کئے لیتے ہیں، اپنی بی بیوں حصہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رضا جوئی کیلئے“۔

فلسفہ تعدد ازواج

بعض عیسائی علماء نے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا بڑی معیوب بات ہے، اور اسی باب میں خاص نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نو عورتوں کا آپ کے نکاح میں ایک ساتھ ہونا غلبہ خواہش نفسانی کی علامت ہے، جو نبوت کی شان کے برخلاف ہے۔ اہل اسلام نے ان اعتراضات کے جو جواب دیئے ہیں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ ❶ اہل کتاب اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر کہتے ہیں، اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور طریقہ کو اپنے اس اعتراض میں گویا معیوب ٹھہراتے ہیں، کیونکہ کوئی اہل کتاب اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ساتھ سارا و ہاجرہ دو بی بیوں تھیں ❷ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بی بیوں تھیں، جن کا کوئی اہل کتاب انکار نہیں کر سکتا۔ تورات کی کتاب التکوین کا ۲۹ واں باب دیکھنا چاہئے ❸ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی بیبیوں کی کثرت کا کسی اہل کتاب کا انکار نہیں کیونکہ صحائف مقدسہ میں کے صحیفہ سمویل ثانی کے پانچویں باب میں حضرت داؤد کا، اور صحیفہ ملوک اول کے گیارہویں باب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ذکر موجود ہے۔ ❹ تورات کی کتاب الاستثناء کے اکیسویں باب میں ایک سے زیادہ بی بیوں کے ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی اجازت موجود ہے۔ اسی لئے یہ اعتراض تورات کے خلاف ہے حالانکہ شریعت موسوی اور شریعت عیسوی دونوں شریعتوں میں توراہ واجب العمل ہے۔ ❺ جوش جوانی گذر جانے کے بعد ۵۳ برس کی عمر کے قریب نبی آخر الزماں ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کے قیام کے زمانہ میں پہلے حضرت خدیجہ، اور پھر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے انتقال کے بعد حضرت سودہ، اس طرح سے ۵۳ برس کی عمر تک آپ کے نکاح میں ایک ہی بی بی رہی۔ ہجرت کے بعد جب اہل اسلام کی عورتوں کی کثرت ہوئی، اور عورتوں سے خصوصیت رکھنے والے ایسے مسائل مدینہ میں نازل ہوئے جن کی تعلیم اجنبی عورتوں کے ذریعہ سے ممکن نہ تھی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے رسول ﷺ نے معلمہ دینی کے طور پر جوش جوانی کا زمانہ گذر جانے کے بعد دینی ضرورت سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں۔ غرض اس طرح سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں رکھنا آپ کے نبی ہونے کی پوری دلیل ہے، جو کوئی اس کو غلبہ خواہش نفسانی کی علامت بتلاتا ہے اس کا قول تاریخی واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ عیسائی علماء کے دیکھا دیکھی بعضے آریہ فرقے کے لوگوں نے بھی یہی اعتراض اسلام پر کیا ہے۔ اہل اسلام نے پہلا جواب تو اس اعتراض کا وہی دیا ہے جو سورہ طلاق میں گزرا کہ وید جب تک کتاب آسمانی ثابت نہ ہوں، آریہ فرقے کے لوگوں کو کسی آسمانی کتاب پر اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ پھر فرقے آریہ کے الزام دینے کو یہ جواب بھی دیا ہے کہ پنڈت دیانند کی ”ستیا رتھ پرکاش“ کے موافق جس طرح دائم المرض مرد کی عورت کو نیوگ کی اجازت ہے، اسی طرح دائم المرض عورت کے مرد کو بھی نیوگ کی اجازت ہے، یہ ایک ظاہر بات ہے کہ آریہ مذہب کے احکام کی خامی اور کوتاہی کے سبب سے نیوگ کی بدکاری آریہ مذہب میں داخل ہوئی، ورنہ طلاق کا

قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ
 الْحَكِيمُ ① وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا
 نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ
 بَعْضٍ ② فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا ③ قَالَ نَبَّأَنِي
 الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ④ إِنَّ تَتُوبًا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ⑤
 وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ⑥

بے شک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار (یعنی کفارہ) مقرر کیا اور اللہ تمہارا کارساز ہے، اور وہی
 جاننے والا حکمت والا ہے ① اور جب نبی نے اپنی بی بی (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) سے راز کی بات
 فرمائی، پھر جب وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اس کو نبی ﷺ پر
 (بذریعہ وحی) ظاہر کر دیا تو نبی نے اس (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کو کچھ بتایا اور کچھ بات سے چشم پوشی
 فرمائی، پھر جب نبی ﷺ نے اسے اس کی خبر دی تو کہنے لگی کہ حضور کو اس کی کس نے خبر کر دی۔ نبی نے فرمایا
 کہ مجھ کو علم والے خبردار (یعنی خدا) نے بتایا ② اے نبی کی دونوں بیویو! اگر اللہ کی طرف رجوع کرو (بہتر ہے)
 پس تمہارے دل راہ سے کچھ ٹیڑھے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے رنجیدہ کرنے پر متفق ہو جاؤ گی، بیشک اللہ ان
 کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں ③

حکم آریہ مذہب کی کتابوں میں ہوتا تو دائم المرض مرد کی عورت بیمار شوہر سے طلاق حاصل کر کے دوسرا شوہر کر سکتی تھی۔ اسی طرح
 دوسری عورت سے شادی کا حکم آریہ مذہب میں ہوتا تو دائم المرض عورت کا شوہر دوسری شادی کر سکتا تھا۔ یہ احکام کی خامی اس
 بات کی گواہ ہے کہ وید کی کتاب آسمانی نہیں، کیونکہ آسمانی کتاب میں اس طرح کی احکام کی خامی کوئی مخالف ہرگز نہیں بتلا سکتا،
 اور یہی احکام کی پختگی قرآن کی کتاب آسمانی ہونے کی پوری دلیل ہے، اس کی تفصیل سورہ طلاق میں گذر چکی ہے۔

عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَرْوَاحًا خَيْرًا مِنْكَ مَسْلُومًا
 مُؤْمِنًا قَتَلْتِ قَتْلًا سَيِّئًا سَبَّحْتَ ثِيَابًا وَ أَبْكَارًا ⑤
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ
 الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ
 وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ⑥

ان لے کا پروردگار نزدیک ہے، اگر نبی تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں، کچھ گھر برتی ہوئیں اور کنواریاں ⑤ اے ایمان والو! تم اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ کہ جس کے ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی بت وغیرہ) ہیں، جس پر سخت تند خو فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے، اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں ⑥

لے یہ تخویف ہے ازواج مطہرات کو کہ اگر انہوں نے سید عالم ﷺ کو آزر دیا اور حضور انور ﷺ نے انہیں طلاق دی، تو حضور انور کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اور بہتر بیبیاں عطا فرمائے گا۔ اس تخویف سے ازواج مطہرات متاثر ہوئیں، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے شرف خدمت کو ہر نعمت سے زیادہ سمجھا اور حضور کی دلجوئی اور رضا طلبی مقدم جانی لہذا آپ نے انہیں طلاق نہ دی۔

اہل و عیال کی دینی تربیت

لے ہر مسلمان آدمی اپنی جان کو، اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے یوں بچا سکتا ہے کہ جن باتوں کے بجالانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، ان کے بجالانے کی، اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنے کی خود بھی کوشش کرے، اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنے کی خود بھی کوشش کرے، اور اپنے گھر والوں کو بھی اسکی تاکید کرتا رہے، سمجھا کر ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ روزہ حج زکوٰۃ ایسے فرائض ہیں جن کے ادا کرنے کا وقت سال میں یا عمر میں ایک دفعہ آتا ہے۔ نماز ایک ایسا فرض ہے کہ دن رات میں پانچ وقت ہے، اسلئے گھر والوں کو اس کی خاص تاکید رکھنے کا حکم سورہ طہ کی آیت، وَأَمَّا هَلْكَ بِالصَّلَاةِ میں گزر چکا ہے۔ یہ تو نماز کا دنیا کا اہتمام ہوا کہ قرآن اور حدیث میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ عقبی میں بھی باقی کے سب فرائض سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ چنانچہ معتبر سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَدُوا الْيَوْمَ ۚ إِنَّمَا جَزَاءُ مَا كَفَرْتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿١٠٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۚ

(جہنم میں داخل کرتے وقت کافروں سے کہا جاوے گا): ”اے کافرو! آج تم عذر پیش نہ کرو کہ (بے سود ہے) تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے“ ﴿۱۰۰﴾ اے مسلمانو! تم اے اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اسی واسطے مسند امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کی زبانی تاکید کی جائے، اور دس برس کے لڑکے یا لڑکی پر نماز فرض نہیں ہے، لیکن یہ تاکید اسلئے ہے کہ بالغ ہونے کے بعد مسلمانوں کی اولاد کو نماز کی عادت رہے۔

آتش دوزخ

آگے فرمایا کہ وہ آگ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، مراد یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت شدید الحرارة ہے، اور جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے جلتی ہے، جہنم کی آگ کافر اور بت وغیرہ ان چیزوں سے جلتی ہے۔ اس پر ایسے فرشتے مسلط ہیں یعنی زبانیہ، جو نہایت غصہ اور سختی والے اور بڑی قوت و شوکت و ہشت والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”دوزخ پر جو فرشتے تعینات ہیں، اگر ان میں سے ایک فرشتہ بھی زمین پر آجائے تو اس کی خوفناک صورت دیکھ کر تمام دنیا کے لوگ مرجائیں گے۔“ آگے فرمایا کہ دنیا کے جیل خانے میں جیل کے داروغہ یا نگہبان کبھی بعض قیدیوں سے مل جاتے ہیں، اور ان قیدیوں کی طرح طرح سے رعایت کرنے لگتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ دوزخ کے داروغہ اور نگہبانوں کا یہ حال نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے فرمانبردار ہیں۔ اس واسطے وہ اللہ کے حکم کی پوری تعمیل کریں گے۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن بعض گنہگار اپنے گناہوں کے اقبال کرنے میں پہلے پہل طرح طرح کے عذر کریں گے، آخر اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر سکوت کی مہر لگا کر ان کے ہاتھ پیروں کو گواہی کے ادا کرنے کا حکم دے گا، اور ایسے لوگوں کے ہاتھ پیران کے سب عملوں کی شہادت ادا کریں گے، اور پھر ان لوگوں کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ غرض ان آیتوں میں جس وقت کے عذر کے نہ سنے جانے کا ذکر ہے، اس وقت کی یہ حدیث تفسیر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ نافرمان لوگوں کو پہلے عذر داری کا موقع دیا جائے گا، اور آخر شہادت پر فیصلہ ہو کر اس طرح وہ فیصلہ آخر ان لوگوں کو سنا دیا جائے گا۔ نیک و بد سے ایک طرح کا برتاؤ کرنا بڑی نا انصافی ہے۔ اسلئے اے نافرمان لوگو! تمہارے حق میں منصفانہ فیصلہ یہی ہے کہ تم اپنے کئے کی سزا بھگتو۔

توبہ اور شرائط کا ذکر

اے ان آیتوں میں توبہ کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ان سے باز رہنے کا ارادہ رکھتے ہوئے بشریت کے تقاضے سے اگر کوئی شخص برا کام کر بیٹھے، اور پھر فوراً اس پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے، تو اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کی توبہ قبول کرتا ہے۔ مسند ابی یعلیٰ اور طبرانی میں معتبر سند سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات تو بند ہیں، قیامت کے دن جب لوگ جنت میں جائیں گے اس وقت وہ دروازے کھلیں گے۔ ہاں ایک دروازہ توبہ کیلئے کھلا ہوا ہے، اسی میں سے ہر ایک توبہ کر نیوالے کی توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتی اور قبول ہوتی ہے۔“ صفوان بن عسال سے ترمذی اور بیہقی میں روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے قریب جب آفتاب مغرب سے نکلے گا، اس وقت تک یہ توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سورۃ النساء میں توبہ کی شرائط اور توبہ کے وقت کی تفصیل گزر چکی ہے۔ توبہ نصوح کے معنی: ”ایسی خالص توبہ کے ہیں کہ توبہ کرتے وقت پچھلے گناہوں پر پوری ندامت اور آئندہ کے گناہوں سے باز رہنے کا دل میں ارادہ ہو۔“ مستدرک حاکم میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توبہ نصوح کے معنی پوچھے تو آپ نے یہی معنی بتلائے جو اوپر ذکر کئے گئے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ معتبر سند سے تمام مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں شیطان نے قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو بنی آدم کے بہکانے کا دعویٰ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کھا کر اس ملعون کو جواب دیا ہے کہ بنی آدم گناہ کر کے خالص دل سے جب تک توبہ استغفار کریں گے، تو انکے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہرنیکی کا اجر دس سے لے کر سات سو تک ہے۔ صحیح مسلم کی عبداللہ ابن عمرو بن العاص کی حدیث جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن امت محمدیہ کے ایماندار گنہگاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہ برتاؤ کرے گا، جس سے آنحضرت ﷺ خوش ہو جائیں گے۔

روز قیامت کے تین مشکل مراحل

معتبر سند سے ابوداؤد اور مستدرک حاکم کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے ① نامہ اعمال کے بٹنے کے موقع کو، ② نامہ اعمال تو لے جانے کے موقع کو قیامت کے تین مشکل کاموں میں شمار فرمایا ہے۔ یہ سب حدیثیں اوپر گزر چکی ہیں جو ان دونوں آیتوں سے پہلی آیت کی گویا تفسیر ہیں۔ ان حدیثوں اور آیت کو ملا کر حاصل مطلب یہ قرار پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن امت محمدیہ ﷺ کے ایماندار گنہگاروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے وعدے کو پورا کرنے کے لئے نیکیوں کا اجر بڑھا کر، اور گناہوں کو توبہ و استغفار سے معاف فرما کر، نامہ اعمال کے بٹنے کے اور اعمال کے تو لے جانے کے دونوں مشکل موقعوں کو آسان کر دیا۔ کیونکہ گناہوں کے معاف ہو جانے سے نامہ اعمال میں فقط نیکیاں رہ جائیں گی، جس سے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیئے جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اسی طرح نیکیوں کے اجر کے بڑھ جانے سے میزان میں نیکیوں کا وزن زیادہ ہو جائے گا۔ ③ رہا تیسرا مشکل موقع پل صراط کا، اس کیلئے فرمایا کہ پل صراط کے اندھیرے کو جلدی سے طے کرنے کی غرض سے ان لوگوں کے اعمال کے موافق ان کو روشنی دی جائے گی، تاکہ پل صراط کو طے کر کے یہ لوگ جھٹ پٹ جنت میں جا پہنچیں۔

نور کا ذکر: اپنی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے نور جو عطا کیا ہے اس نور کی عنایت کے تین زمانے ہیں: ① ایک زمانہ تو ازل کا ہے، جس وقت تک مخلوق دنیا میں پیدا ہوئی تھی بلکہ مخلوق کا اس وقت تک عالم ارواح کا حال تھا۔ اس نور کے ذکر میں ترمذی اور مسند امام احمد کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے عالم

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا
 أَتِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۸﴾

امید ہے تمہارا پروردگار (توبہ قبول فرمانے کے بعد) تمہارے گناہوں کو ان سے دور کرے اور تم کو ایسے باغوں میں
 داخل کرے کہ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی ﷺ کو اور جو ان
 کے ساتھ مسلمان ہیں، ان کا نور (ایمان) دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے طرف، عرض کریں گے: ”اے ہمارے
 پروردگار! ہمارے لئے اس ہمارے نور (ایمان) کو پورا کر دے اور ہم کو بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے“ ﴿۸﴾

ارواح میں جب پیدا کیا تو جن و انسان سب پر خواہش نفسانی کا ایک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک نور
 عنایت کیا، جس نے اس نور کا پورا حصہ پایا۔ وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد نیک ہوا، اور جس نے اس نور کا پورا حصہ نہیں پایا وہ
 دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بد ہوا۔ ﴿۸﴾ اور دوسرا زمانہ نور کے عنایت ہونے کا دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کا ہے، جس کا ذکر
 آیت اَقْبَنُ شَرِّهِ اللَّهُ صَدْرَةً لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ شَرِّهِ میں گذرا۔ یہ درجہ نور کا دنیا میں انسان کو اس وقت حاصل
 ہوتا ہے کہ انسان کی تمام نفسانی خواہشیں شرع کے احکام کے تابع ہو جاتی ہیں، اس درجہ کو آنحضرت ﷺ نے صحیح مسلم کی
 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں فرمایا ہے کہ یہ حلاوة ایمان کا درجہ آدمی کو جب حاصل ہوتا ہے جس کا ذکر صحیحین
 کی حضرت انس کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تین خصلتیں اس آدمی میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تمام دنیا کی
 چیزوں سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اس شخص کے دل میں سما جاتی ہے، اور وہ شخص دنیا میں جس کسی سے
 الفت پیدا کرتا ہے، وہ غرض دینی سے ہوا کرتی ہے، اور ایسے شخص کو کوئی آگ میں ڈال دے تو اس کو قبول ہے مگر اسلام کی باتوں
 کو چھوڑ دینا اس کو ہرگز گوارا نہیں ہوتا ﴿۸﴾ تیسرا وہ نور ہے جو پل صراط پر گزرنے کے وقت ہر ایک کے موافق ہر ایک
 شخص کو اللہ تعالیٰ عنایت فرما دے گا، جس کا ذکر سورہ حدید میں گزر چکا ہے۔ اگرچہ اس آیت میں بھی اسی قیامت کے دن کے
 پل صراط پر کے نور کا ذکر ہے، لیکن وہ نور دنیا کی ایمانداری اور دنیا کے نیک عملوں کے سبب سے دیا جائے گا۔ اس واسطے شاہ
 صاحب نے اس آیت کے اردو فائدہ میں دنیا کی ایمانداری اور دنیا کے ایمان کے نور اور حلاوة ایمان کے درجہ کا ذکر کیا ہے۔
 سورہ حدید میں گزر چکا ہے کہ منافقوں کی روشنی بجھتی دیکھ کر ایماندار لوگ اپنی روشنی کے حق میں اللہ سے یہ دعا مانگیں گے، جس
 کا ذکر اس آیت میں ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ
 جَهَنَّمَ ۗ وَبِئْسَ الْبَصِيرُ ① ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا
 امْرَأَاتٍ نُوحٍ وَاَمْرَأَاتٍ لُوطٍ ۗ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا
 صَالِحِينَ فَخَانَتُهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا
 النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِينَ ②

اے نبی ﷺ! کفار اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور (ان سے کہہ دو کہ آخرت میں) ان کا
 ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ① اللہ نے ۲ کافروں کے (عبرت دلانے کے) لئے نوح کی
 بی بی اور لوط کی بی بی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان
 عورتوں نے ان دونوں سے (دین میں) دعا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے (بوجہ کافر ہونے
 کے) حکم ہو گیا کہ تم دونوں عورتیں داخل ہونے والیوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو ②

۱۔ آنحضرت ﷺ کا خلق اور نرم خوئی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے: ”تخل کرو“، اور آپ کو فرماتا
 ہے کہ ”سختی کرو“، یعنی کفار سے جہاد کیجئے، تلوار سے ان کی خبر لیجئے، اور منافقین مدینہ کو سزا دیجئے، اول زبان سے ڈرائیے
 دھمکائیے، نہ مانیں تو سزا دیجئے، اور دونوں گروہوں پر خوب سختی کیجئے، ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ بڑی جگہ ہے۔

چار عورتوں کا ذکر

۲۔ ان آیتوں میں تمثیل کے طور پر چار عورتوں کا ذکر فرمایا جن میں دو عورتیں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام دو پیغمبروں
 کی بی بیوں تھیں، لیکن ان دونوں عورتوں کے ذاتی اعمال اچھے نہ تھے۔ اس واسطے پیغمبروں کی رشتہ داری ان کے کچھ کام نہیں
 آئی، بلکہ ان کے ذاتی عملوں کی خرابی کے سبب سے ان کی عقوبت برباد ہو گئی۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
 عنہ سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بی بی سے بدکاری کا گناہ سرزد نہیں ہوا تھا کہ اللہ کے نبی کی کسر شان نہ ہو۔ اس قول کے موافق
 حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بی بیوں کی دعا کے معنی: ”بے دینی“ کے ہیں، بدکاری کے معنی نہیں ہیں۔ اب آگے
 مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرعون کی بی بی کا قصہ بیان فرمایا۔ فرعون کی بی بی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
 جادو گروں پر غالب ہونے کا قصہ دیکھ کر جب آسیہ نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ لاشریک ہونے کی دل سے تصدیق کی، اور زبان

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَاتٍ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ
 رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَ
 نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۱۱ وَ مَرْيَمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ الَّتِي
 أَحْصَيْنَا فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ سُورِحْنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ
 رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا إِتْقَانُ الْعَمَلِ ۝۱۲

اور اللہ مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ علیہا السلام) کی مثال بیان فرماتا ہے جب اس نے عرض کی: ”اے میرے پروردگار! میرے واسطے جنت میں اپنے قریب گھر بنا اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے (برے) کاموں سے نجات دے، اور مجھے ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے نجات دے“ ۝ اور (ایک مثال اللہ نے) عمران کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام (کی بیان فرمائی ہے) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو اس میں ہم نے اپنی طرف سے روح پھونک دی اور مریم نے اپنے پروردگار کی باتوں (یعنی احکام) اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں سے ہوئی ۝

سے اس تصدیق کا اقرار بھی کیا۔ تو فرعون نے یہ حال سن کر ان پر طرح طرح کا عذاب شروع کیا۔ انہیں چومنا کیا، اور بھاری چکی سینہ پر رکھی، اور دھوپ میں ڈال دیا لیکن آسیہ اپنے ایمان پر قائم رہیں، اور اسی عذاب کی حالت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسیہ کی یہ دعا قبول فرمائی، اور بہت جلدی فرعون کے ظلم سے ان جنتی بی بی کو نجات دے کر عقبی میں بہت بڑا درجہ انہیں عنایت فرمایا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”مردوں میں تو بہت کامل لوگ ہوئے مگر عورتوں میں آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاملین کا درجہ ہے“۔ حاصل اس تمثیل کا یہ ہے کہ جس مرد یا عورت کے دل میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بی بیوں کی طرح بالکل نور ایمانی نہیں ہے، ان کی نجات کے لئے اللہ کے پیغمبروں کی قرابتداری بھی کافی نہیں ہو سکتی، اور جن کے دل میں حضرت مریم اور آسیہ کی طرح نور ایمانی ہے ان کو فرعون جیسے بد قرابتداری کی بدی بھی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور جو لوگ حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بی بیوں کی طرح ایمان سے بالکل بے بہرہ نہیں ہیں، بلکہ ان کے دل میں اگر ذرہ برابر بھی ایمان ہے، تو ایسے لوگوں کی نجات کامل الا ایمان قرابتداروں مسلمانوں کی شفاعت سے ممکن ہے۔

﴿ ایتھا ۳۰ ﴾ ﴿ ۲۷ سُوْرَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ ﴾ ﴿ رُكُوْعَاتُهَا ۲ ﴾

سورۃ ملک مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ الَّذِیْ
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَنْتُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۲ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْغَفُوْرُ ۝۳ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوٰتٍ طِبَاقًا ۝۴ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ
الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۝۵ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۝۶ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۷

وہ ۱۔ (اللہ) بڑی برکت والا ہے کہ جس کے قبضہ میں (دونوں جہان کی) بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱
وہ خدا کہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تم کو (دنیا کی زندگی میں) آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ
نیک ہے، اور وہ غالب بخشنے والا ہے ۲ وہ خدا جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے، اے دیکھنے والے تو خدا
کے بنانے میں کچھ فرق دیکھتا ہے، پس تو پھر (آسمان کی طرف) نگاہ اٹھا کر دیکھ کہ تجھے کوئی دراڑ نظر آتی ہے؟ ۳

خواص سورۃ الملک: اس سورۃ کو آشوب چشم کے لئے تین روز برابر تین مرتبہ پڑھیں اول آخر دو شریف گیارہ
گیارہ مرتبہ تو ان شاء اللہ آشوب چشم جاتا رہے گا۔ جو کوئی شخص اس سورت کو روزانہ رات کے وقت پڑھے دین و دنیا کی نعمت
حاصل کرے، عذاب قبر نہ ہو، حقیقت کا دروازہ کشادہ ہو، حق کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اس سورت کو رویت ہلال کے وقت
پڑھے تو اس کا تمام مہینہ خیر و عافیت سے گزرے گا اور تمام برائیوں سے امن میں رہے گا۔ جو شخص ۴۱ بار اس سورت کو پڑھے
اس سے ہر آفت دور ہو اور نعمت و برکت و فضل حق اس کے شامل حال ہو۔

خدا کا حقیقی بادشاہ ہونا، حاکمیت اعلیٰ اور دنیوی بادشاہوں میں فرق

۱۔ سورۃ زخرف میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا چند روزہ انتظام اس طرح فرما دیا ہے کہ کسی کو بادشاہ کیا، کسی کو رعیت،
اور ایک کی ضرورت دوسرے سے لگادی۔ مثلاً رعیت کے لوگ کھیتی کر کے بادشاہ کو محصول دیتے ہیں۔ فوج کے لوگ ضرورت
کے وقت بادشاہ کی طرف سے لڑتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے والے لوگ بادشاہ کے دفتری کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ جس طرح ان
کاموں میں بادشاہ کی ضرورتیں رعیت اور نوکروں سے متعلق ہیں، اسی طرح کھیتی کیلئے زمین کے ملنے کی، رعیت کی ضرورت

خرج کے لئے تنخواہ کے ملنے کی ضرورت، فوج اور قسم کے نوکرانہ کی ضرورتیں بادشاہ سے متعلق ہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر بادشاہ اور رعیت سب پر اصل بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تمام رعیت کے لوگ کئی سال موسم پر مینہ برسنے کی تمنا کرتے ہیں، مگر جب تک اس بادشاہ حقیقی کا حکم نہ ہو، دنیا کے بادشاہوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ تمام رعیت کے لوگ اور نوکر لوگ، ایک بادشاہ کا صاحب اولاد ہو جانا، یا ایک بادشاہ کا کسی مرض سے اچھا ہو جانا چاہتے ہیں، لیکن بغیر حاکم حقیقی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ روم کے بادشاہ کی حکومت مثلاً ایران میں نہیں، اور ایران کے بادشاہ کی حکومت روم میں نہیں، وہی بادشاہ حقیقی ہے جس کی بادشاہی ایک دوسرے پر تمام دنیا میں جاری ہے۔ غرض دنیا کے بادشاہوں کی نہ تمام دنیا میں حکومت ہے، نہ ہر طرح کا دنیا کا کارخانہ ان کے قبضہ کے ملک کا ان کے اختیار سے چل سکتا ہے۔ ہر جگہ اور ہر طرح کا کام اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے۔ اس واسطے بادشاہ اور فقیر سب کے سمجھانے کو فرمایا کہ تمام دنیا کا مالک تمام دنیا کی بادشاہی، اور اس بادشاہی میں ہر طرح کی حکومت اس ایک ذات وحدہ لا شریک کے ہاتھ میں ہے۔ جس نے تمام دنیا کو اس آزمائش کیلئے پیدا کیا کہ دنیا میں پیدا ہو کر کون نیک کام کرتا ہے اور کون بد، اور پھر اپنی پیدا کی ہوئی ایسی چند چیزوں کا ذکر فرمایا جو انسان کی قدرت سے باہر ہیں، تاکہ انسان کے دل میں اللہ کی قدرت کا پورا یقین جم جائے۔ موت و حیات کے پیدا کرنے سے یہ مطلب ہے کہ انسان کی ایک حالت تو وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی کہ وہ دنیا میں نابود، اور علم الہی میں ایک وقت مقررہ پر اس کا دنیا میں آنا مقرر تھا۔ پھر اس کو دنیا میں پیدا کیا جس کے سبب سے اس کی نابودی کی حالت جاتی رہی، اور زندگی کی حالت میں آ گیا۔ **كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ** کی پوری تفسیر ہے۔ پھر فرمایا کہ انسان کو حالت نابودی سے حالت زندگی اس لئے دی گئی ہے تاکہ دنیا کی ظاہری حالت میں کھل جائے کہ دنیا میں کس نے اچھے کام کئے اور کس نے بُرے، ورنہ اللہ کے علم ازلی میں دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی نیک و بد کا حال کھل چکا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ دنیا کے پیدا کرنے کے بعد ہونے والا تھا، اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انصاف کے موافق جزا و سزا کا مدار اپنے اس علم ازلی پر نہیں رکھا، سبب جزا و سزا کا مدار دنیا کی ظاہری حالت پر رکھا ہے، کہ جیسا کوئی کرے گا ویسا ہی پھل پائے گا۔ عزیز کے معنی ”زبردست“، حقیقت میں وہ ایسا زبردست ہے کہ اسکے حکم کے آگے سب زبردست زیر ہیں۔ بخششے والا وہ ایسا ہے کہ ایسے کلمہ گو لوگوں کو جنہوں نے اپنی تمام عمر میں کوئی نیک کام نہیں کیا، دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ سات آسمان اس طرح بنائے کہ جس طرح پہلا آسمان دنیا کی چھت ہے، اسی طرح ہر ایک آسمان دوسرے آسمان کی چھت ہے، اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کے راستہ کا فاصلہ ہے۔ ہر آسمان کا دل پانسو برس کی راہ کا ہے۔ بغیر کسی سہارے کے اتنے بڑے دل کی ہی تہہ پر تہہ سات چھتیں جدا جدا فقط اس کی قدرت سے کھڑی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی اللہ کی اس قدرت کو گھڑی گھڑی غور کی نگاہ سے دیکھے گا، تو آخر اس کی نگاہ تھک جائے گی، مگر کسی کا کیا مقدور ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز میں کسی طرح کا عیب پکڑ سکے۔ اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ سے آسمان میں ستاروں کو پیدا کر کے ان کی روشنی سے آسمانوں کی زینت اور رونق جو بڑھائی، اس کا ذکر فرمایا کہ آسمان کی طرف

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ
 حَسِيرٌ ③ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِبَصَائِحَ وَجَعَلْنَا جُجُومًا
 لِلشَّيْطَانِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ⑤ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
 بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ⑥ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑦

پھر دوبارہ (یعنی بار بار) نگاہ اٹھا (آخر کار) تیری نگاہ ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی (اور تجھے بناوٹ میں فرق نہ معلوم ہوگا) ③ اور بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں سے) زینت دی اور بے شک ہم نے ان (ستاروں) کو شیطان کا آلہ رجم بنایا اور ہم نے شیاطین کے لئے (آخرت میں بوجہ ان کے کفر کے) دوزخ کا عذاب تیار کیا ⑤ اور جنہوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا (خواہ انسان ہوں یا جنات) ان کیلئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے ⑦

دیکھو، رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق و شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔ آگے فرمایا کہ چوری سے شیاطین آسمان پر کی کچھ خبریں سننے جو آجاتے ہیں، انہی ستاروں میں سے آگ کے شعلے لے کر اللہ کے فرشتے ان پر انگارے برساتے ہیں۔ زیادہ تفصیل اس کی سورہ جن، سورہ حجر وغیرہ میں ہے۔

شیطان کے بہکاوے سے بچنے کا ذکر اور جو نہ بچے اس کا انجام

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرما کر اپنے رسول کی معرفت یہ سب لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ یہ لوگ شیطان کو اپنا دشمن جانیں، اور اس کے بہکاوے میں ہرگز نہ آئیں۔ ورنہ جو شیطان کے بہکاوے میں آن کر اللہ کی مرضی کے برخلاف کام کرے گا، ایسے نافرمان آدمیوں اور شیطان اور اس کے شیاطینوں سے دوزخ کو بھردیا جائیگا۔ اس قدر انتظام کے بعد بھی جب بہت سے نافرمان لوگ شیطان اور اس کے شیاطینوں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے، تو دوزخ کے تعیناتی والے فرشتوں کو اس بات کا بڑا تعجب ہوگا کہ باوجود ایسے بڑے انتظام کے اتنے بہت سے آدمی دوزخ میں کیونکر آن پڑے۔ اس لئے وہ فرشتے ان دوزخی آدمیوں سے پوچھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام کے موافق کیا اللہ کے رسولوں نے اس دن کی آفت سے تم لوگوں کو نہیں ڈرایا۔ وہ دوزخی جواب دیں گے کہ اللہ کے رسولوں نے تو ہم کو ڈرایا تھا، مگر ہم نے اپنی کم بختی کے سبب سے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو نہیں مانا، بلکہ ان سے کہہ دیا کہ تم خود بہکے ہوئے ہو، جو ہم کو ہمارے باپ دادا کے طریقہ سے جدا طریقہ سکھاتے ہو۔ پھر پچھتا کر یہ بھی کہیں گے کہ ”اگر دنیا میں ہم رسولوں کی نصیحت کو مان لیتے، اور شیطان کے بہکاوے کے وقت کچھ خدا کی

إِذَا الْقُوفِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيْقًا وَ هِيَ تَفُوْرٌ ۝ تَكَادُ تَمِيْرٌ مِّنَ
الْعَيْظِ ۝ كَلْبًا أَلْقَى فِيْهَا فَوْجٌ سَأَلْتُمْ خَزَنَتَهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝

جب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو اس کی آواز مانند گدھے کی آواز کے سنیں گے اور وہ دوزخ جوش مارتی ہے ۝ معلوم ہوتا ہے کہ غصہ سے پھٹ جائے، جب کبھی اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو دوزخ کے داروغہ (نگران) اس گروہ سے پوچھیں گے: ”کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا پیغمبر نہ آیا تھا؟“ ۝

دی ہوئی عقل سے کام لیتے، تو آج ہم اس بلا میں نہ پڑتے، مگر اس وقت کا پچھتانا اور گناہوں کا اقرار کرنا ان کے کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ پھٹکار ملے گی کہ اے کم بختو! دور ہو اللہ کی رحمت سے، ایسے نافرمان دوزخ کے مستحق ہیں جن کا اس وقت کا پچھتانا اور گناہوں کا اقرار کرنا اللہ کی جناب میں ہرگز قابل قبول نہیں۔ شہیق کے معنی ”خونناک آواز“ کے ہیں، یہ دوزخ کا دھاڑنا اور خونناک آوازوں کا نکالنا اس وقت ہوگا جب کافروں میں سے کوئی گروہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہود یا نصاریٰ یا کافر یا مشرکین وغیرہ وغیرہ تو وہ اس وقت اس دوزخ کی آواز ایسی سنیں گے جیسے گدھا رینگتا ہے۔ بڑی ہیبت ناک آواز سے چیختی ہوگی، جوش میں اُبل رہی ہوگی، کافروں کے اوپر ایسے غصہ اور طیش میں ہوگی کہ آپے سے باہر ہوگی۔ قریب ہوگا کہ جوش خروش سے غیظ و غضب سے پھٹ پڑے۔ مسند امام احمد، مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب شیطان مردود ٹھہرایا جا کر آسمان سے اتارا جانے لگا، تو اس نے قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو یہ بات کہی کہ جب تک ہی آدم کے دم میں دم ہے، میں ہر وقت ہر طرح ان کے بہکانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کھا کر اس مردود سے فرمایا کہ ”تیرے بہکانے سے گناہ کر کے جب تک وہ خالص دل سے توبہ استغفار کریں گے، میں بھی ان کے گناہوں کے بخش دینے میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا“۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ غرض شیطان کی دشمنی تو ایسی پکی ہے کہ وہ اس دشمنی پر خدا کے روبرو حلف اٹھا چکا ہے۔ ایسے پکے دشمن کے پھندے میں پھنس کر باقتضائے بشریت آدمی سے جب کوئی گناہ ہو جائے، تو اس مرض کی اس دوا سے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے، آدمی کو ہرگز غافل نہ رہنا چاہئے۔ تاکہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے کرتے دل پر اسکے زنگ لگ جانے کی نوبت نہ آجائے جس کا ذکر وینل للْمُطْفِئِينَ میں آتا ہے۔ جس زنگ سے دل بالکل مر جاتا ہے، اور بغیر موت کے آنکھوں کے سامنے آجانے کے ایسے مردہ دل آدمیوں کو توبہ کی توفیق ہرگز نہیں ہوتی، اور یہ تو سورہ نساء میں گذر چکا ہے کہ ایسی ناامیدی کے وقت کی توبہ بارگاہ الہی میں قبول نہیں ہوتی۔

قَالُوا بَلَىٰ قَد جَاءَنَا نَذِيرٌ ۗ فَكذبنا وقلنا ما نزل الله من شيء ۗ ان
 انتم الا في ضللي كبير ۙ ۙ وقالوا لو كنا نسمع او نعقل ما كنا في
 اصحاب السعير ۙ ۙ فاعترفوا بذنبيهم فسحقا لاصحاب السعير ۙ ۙ
 ان الذين يخشون ربهم بالغيب لهم مغفرة ۙ واجر كبير ۙ ۙ و
 اسرؤا قولكم واجهروا به ۙ ۙ انه عليهم بذات الصدور ۙ ۙ

(کافر) کہیں گے: ”بیشک ہمارے پاس ڈرسانے والے پیغمبر تشریف لائے تھے، پس ہم نے جھٹلایا“ اور کہا: ”اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو محض بڑی گمراہی میں ہو“ ۙ اور کافر فرشتوں سے (یہ بھی) کہیں گے کہ اگر ہم (رسولوں کی ہدایت) سنتے یا سمجھتے (یعنی مانتے) تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے ۙ پس اپنے گناہ کا اقرار کیا (تو اس وقت کا اقرار کچھ نافع نہیں) پس دوزخ والوں کو لعنت ہو ۙ بے شک ۙ جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ۙ اور تم لوگ اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے (اس کو سب خبر ہے) وہ تو دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے ۙ

۱۔ اوپر دوزخیوں کے گروہ کا ذکر فرما کر اب ان آیتوں میں جنتی گروہ کی نشانی کا ذکر فرمایا ہے، کہ اگرچہ شیطان جس طرح بد لوگوں کو بہکاتا ہے اسی طرح نیک لوگوں کو بھی بہکاتا ہے، اور جس طرح بد لوگوں نے دنیا میں عذاب آخرت کو آنکھ سے نہیں دیکھا، اسی طرح نیک لوگوں نے بھی دنیا میں عذاب آخرت کو آنکھ سے تو نہیں دیکھا۔ لیکن وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کا پورا یقین اپنے دل میں رکھتے ہیں، اور بغیر آنکھ سے دیکھنے کے ان آنکھوں سے غائب چیزوں کا خوف ان کے دل میں اس قدر ہے، کہ گویا آج عذاب آخرت ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس واسطے وہ لوگ شیطان کے بہکانے میں کم آتے ہیں اور بد کام کا چھوڑنا، نیک کام کا کرنا، جو کچھ کرتے ہیں دنیا کے دکھاوے کی نیت سے نہیں کرتے، بلکہ محض ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی نیت پوری کرے گا، اور عقوبتی میں بہت بڑا ثواب ان کو عنایت فرمائے گا۔

علم الہی

۱۔ شان نزول: مشرکین اسلام کی اور آنحضرت ﷺ کی، اور مسلمانوں کی مذمت کرتے تھے، اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ چپکے چپکے باتیں کرو، ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ کا خدا ہماری باتیں سن پاوے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تو دل کا بھید تک معلوم ہے، اس سے کوئی بات کس طرح چھپی رہ سکتی ہے۔

۱۰۰-
 اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۙ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۚ ۱۳ ۙ هُوَ الَّذِي جَعَلَ
 لَكُمْ الْاَرْضَ رِضًا ذُلُوْلًا فَاْمَشُوْا فِيْهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۙ وَاِلَيْهٖ
 النُّشُوْرُ ۝۱۵ ۙ اَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ الْاَرْضَ فَاِذَا
 هِيَ تَسُوْرًا ۝۱۶ ۙ اَمْ اَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۙ
 فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرٌ ۝۱۷

کیا وہ (اپنی مخلوق کے احوال کو) نہ جانے گا؟ جس نے پیدا کیا ہے، اور وہی ہے ہر بار کی دیکھنے والا خبردار ۱۰
 وہی ہے ۱۔ جس نے زمین کو تمہارے لئے پست کر دیا تاکہ تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور اللہ کی روزی
 میں سے (جو تمہارے لئے اس نے پیدا کی ہے) کھاؤ، اور اسی کی طرف اٹھنا ہے ۱۱ کیا تم ۲۔ اس سے بے
 خوف ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے کہ تم کو زمین میں دھنسا دے پس ناگہاں زمین تھر تھرانے لگے ۱۲ کیا تم
 اس ۳۔ سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر (مثل قوم لوط کے) پتھر برسادے، پس ۳۔
 (عذاب دیکھ کر) جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ ۱۷

۱۔ یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیسا پست و ذلیل اور مسخر و منقاد کر دیا کہ جو چاہو اس میں تصرف کرو۔ تو چاہیے کہ اس پر اور اسکے
 پہاڑوں پر چلو پھرو، اور روزی کماؤ مگر اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
 ۲۔ پہلے انعامات یاد دلانے تھے اب شانِ قہر و انتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے۔ یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی، مگر
 یاد رہے اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے، اس وقت زمین بھونچال سے
 لرزنے لگے، اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ، لہذا آدمی کو جائز نہیں کہ اس مالک و مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع کر دے،
 اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہو جائے۔

۳۔ یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ لیکن خدا کو نہ بھولو، ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے، یا
 پتھروں کا مینہ برسادے، پھر تم کیا کرو گے، ساری دوز دھوپ یوں ہی رکھی رہ جائے گی۔

۳۔ یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۱۸ أَوَلَمْ يَرَوْا
إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفْتٍ وَيَقْبِضْنَ ۗ مَا يُسِئُكُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ ۗ إِنَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝۱۹ أَمَنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جَدَّكُمْ بِبَصْرِكُمْ مِمَّنْ
دُونِ الرَّحْمَنِ ۗ إِنَّ الْكُفْرَ وَنَ الْآفِي عُرُوبِ ۝۲۰ ج

تفسیر مظہر القرآن
تذکرہ النبی: ۲۹: السورۃ ۲۷

اور لے بیشک ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے (بھی) جھٹلایا تھا تو (دیکھو ان پر) میری سزا کیسی
ہوئی ۱۸ کیا ان ۱۷ لوگوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے (ہوا میں اڑتے وقت) پرکھولتے اور کبھی سمیٹتے ہیں
جن کو (گرنے سے) اللہ کے سوا کوئی نہیں تھا متا۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے ۱۹ بھلا وہ کون سا تمہارا لشکر
ہے جو خدا کے مقابل میں تمہاری مدد کرے؟ (اگر وہ تمہیں عذاب کرنا چاہے)۔ کافر تو سراسر دھوکے میں ہیں
(کہ ان پر عذاب نازل نہ ہوگا) ۲۰

۱۷ یعنی عاد و ثمود وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے۔ اس سے عبرت پکڑو دیکھ لو ان کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تھا، تو وہ انکار
کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

پرندے قدرت الہیہ کا نمونہ

۱۷ پہلے آسمان وزمین کا ذکر ہوا تھا، یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو، پرندے زمین و آسمان کے درمیان کبھی
پرکھول کر اور کبھی بازو سمیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں، اور باوجود جسم ثقیل مائل الی مرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے، نہ
زمین کی قوت جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بتلاؤ رحمان کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے انہیں فضا میں
تھام رکھا ہے، بیشک رحمان نے اپنی رحمت و حکمت سے انکی ساخت ایسی بنائی، اور ان میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا
میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جاننا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے
یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے، اور کفار اپنے کفر و شہارت سے اسکے، مستحق بھی ہیں، لیکن
جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے، عذاب بھی اس کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔

قدرت کی نشانیاں

۱۷ مشرکین کے دلوں میں یہ بات جو بسی ہوئی ہے کہ وقت پڑنے پر ان کے بت کچھ ان کی مدد کریں گے، منکر سخت دھوکے میں
پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انکے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنے والی آفت
سے بچالے گی، خوب سمجھ لو کہ جس خالق کی یہ ظاہر قدرتیں تمہیں نظر آتی ہیں، اس اللہ کے سوا عذاب الہی سے کوئی نہیں بچا

أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَ
 نُفُورٍ ۝ ۲۱ أَفَمَنْ يَتَّبِعُنِي مَكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَتَّبِعُنِي سَوِيًّا
 عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ۲۲

بھلا وہ کون ہے جو تم کو روزی دے، اگر اللہ اپنی روزی روک لے (تو اس کے سوا کوئی روزی دینے والا نہیں)۔
 بلکہ (اصل یہ ہے کہ) کافر سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں (یعنی حق کے قریب نہیں ہوتے) ۲۱ بھلا
 وہ لے جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو کھڑا ہو کر سیدھے رستے پر چلتا ہے ۲۲

سکتا۔ پھر قحط کے عذاب کی مثال دیکھ کر سمجھایا کہ اگر ایک برس آسمان سے مینہ نہ برے، تو بھلا سو اللہ کے کسی بت میں قدرت
 ہے کہ اس مصیبت کو ٹال سکے۔ غرض اللہ اگر روزی کے سامان بند کر لے تو کسی کی طاقت نہیں جو تم پر روزی کا دروازہ کھول
 دے۔ اس قحط کے ذکر میں یہ بھی فرمایا کہ اتنی بری تشبیہ کا اثر جو ان لوگوں پر کچھ نہیں ہوا، اس کا سبب یہی ہے کہ اپنی شرارت
 سے یہ لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے بدکتے ہیں، اور بدکنے کے سبب سے وہ شرارت ان کے دلوں میں گھس گئی ہے۔
 لے قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اسلئے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ مشرک لوگ اس بات کو سمجھیں، کہ جب نعمتیں
 اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، کسی کا اس میں دخل نہیں ہے، اور کوئی مصیبت آن کر ان نعمتوں کو کچھ زوال پہنچ جائے تو اس زوال
 کی مصیبت کو بھی سو اللہ تعالیٰ کے اور کوئی دفع نہیں کر سکتا۔ تو پھر یہ کافر لوگ اندھا راستہ چل رہے ہیں کہ بتوں کو پوجتے اور اس
 کا شریک کرتے ہیں۔ اسی پر یہ مثال فرمائی ہے کہ خدا کو معبود ٹھہرانے والے لوگ اپنے پیروں سے سیدھی چال چلتے ہیں، اور
 کافر لوگ ایسے جیسے کوئی پیروں سے چلنا چھوڑ کر منہ کے بل چلنے لگے۔ پھر فرمایا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے، اس نے تو
 نصیحت کے سننے کے لئے کافی قدرت کے نمونے مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھیں، ہر بات پر غور کرنے کیلئے ان کے دل میں عقل
 سب کچھ دیا ہے، اس پر یہ اندھا راستہ چلیں گے تو قیامت کے دن اس اوندھی چال کی سزا بھی ان لوگوں کو اسی طرح کی دی
 جائے گی، کہ جب حشر کے دن یہ لوگ قبروں سے اٹھیں گے، تو منہ کے بل اٹھیں گے، جس کا ذکر قرآن شریف اور صحیحین وغیرہ
 کی حدیث میں اوپر گذر چکا ہے۔ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَمَّرَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ کی تفسیر وہی ہے جو اوپر گذری کہ اللہ
 تعالیٰ نے انسان کو کھیل کے طور پر بے فائدہ نہیں پیدا کیا، بلکہ انسان کے پیدا کرنے کا نتیجہ وہی ہے جو کئی جگہ قرآن میں بیان
 کر دیا گیا ہے۔ کہ چند روزہ زیست میں انسان سے جو نیک و بد ہو سکے وہ کر ليوے، اور دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اسکے، سب
 دنیا کے ختم کے بعد اس کو پھر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور اسکے عمر بھر کے نیک و بد کی جزا و سزا ہوگی تاکہ انسان کا پیدا کرنا
 رایگاں نہ ہو۔ اس نصیحت کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اب تو یہ کافر لوگ سرکشی سے یہ کہتے ہیں

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۗ
 قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ
 تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۵﴾
 قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ
 زُلْفَةً سَيَّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ
 تَدَّعُونَ ﴿۲۷﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۗ

(اے محبوب! ﷺ) تم فرماؤ: ”وہی (اللہ) ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں (مگر اس پر بھی) تم بہت کم شکر کرتے ہو“ ﴿۲۳﴾ تم فرماؤ کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف (قیامت کے دن) اٹھائے جاؤ گے ﴿۲۴﴾ اور کافر (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو ﴿۲۵﴾ (تو بتاؤ) تم فرماؤ کہ یہ علم تو خدا کے پاس ہے میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں ﴿۲۶﴾ پھر جب اس وعدے کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو (اس وقت مارے دہشت و غم کے) کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور (ان سے) کہا جاوے گا: ”یہی ہے وہ (عذاب) جس کو تم (ہمارے رسول سے) مانگتے تھے“ ﴿۲۷﴾ تم (ان کافروں سے لے کر) فرماؤ: ”بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو (تمہاری تمنا کے موافق ہلاک کر دے) یا (موافق ہماری امید اور وعدے کے) ہم پر رحمت فرمائے۔“

کہ قرآن کی نصیحت نہ ماننے پر جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے، آخر وہ عذاب کب آئے گا، فرمایا کہ ان کافروں سے اس کے جواب میں کہہ دیا جائے کہ عذاب کے آنے کا وقت تو اللہ کو معلوم ہے، لیکن اتنا یاد رہے کہ جب عذاب کا وقت آئے گا تو سرکشی سب نکل جائے گی، اور بڑے بڑے سرکشوں کی صورت مارے دہشت و غم کے پہچانی نہ جائے گی۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بدر کی لڑائی والے دن اور مکہ کے قحط کے وقت دنیا میں تو یہ حال گذر چکا، عقبی کے عذاب کا وقت مرنے کے بعد آئے گا، اور اس وقت قائل کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ جس عذاب کی دنیا میں تم جلدی کرتے تھے، اب اس کا مزہ چکھو۔

۱۔ سورۃ الطور میں گذر چکا ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی موت کی آرزو کیا کرتے

فَمَنْ يُجِبِرِ الْكُفْرَيْنِ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ ۝۲۸ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝۲۹ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ۝۳۰

تو کافروں کو (آخرت کے) دردناک عذاب سے کون بچالے گا؟ ۲۸ تم فرماؤ: ”وہی اللہ ہے جس پر ہم ایمان لائے اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا پس عنقریب جان لو گے کہ کون صریح گمراہی میں ہے“ ۲۹ تم فرماؤ: ”بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی جو (کنوؤں میں ہے) نیچے کو (اتر کر) غائب ہو جائے پس وہ کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہو صاف پانی لادے (یعنی کنوؤں کی سوت کو جاری کر دے)“ ۳۰

تھے۔ اس سورۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی اس آرزو کا جواب دیدیا تھا۔ یہاں بھی ان مشرکوں کے عذاب کی جلدی پر فرمایا ”اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ کے حکم کے تابعدار ہیں، اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تمہاری یہ آرزو اگر برآئی کہ ہم کو موت آگئی، تو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانبرداری کا اجرا اپنے وعدہ کے موافق ضرور ہمیں دے گا۔ تم اپنی کہو کہ تمہاری نافرمانی کی سزا کے طور پر دنیا یا آخرت میں تم پر کوئی عذاب الہی آگیا، تو اس عذاب سے تم کو کون چھڑائے گا۔ جن بتوں پر تمہارا بھروسہ ہے ان کا حال قحط کے وقت تم نے دیکھ لیا، کہ دنیا میں تو ان بتوں نے کچھ بھی تمہاری مدد نہیں کی۔ عقوبت میں یہ تم سے ایسی بیزاری ظاہر کریں گے جس کو دیکھ کر تم کو نہایت درجہ پچھتانا اور یہ کہنا پڑے گا کہ کیا اچھا ہوتا اگر دنیا میں ایک دفعہ اور ہمارا جانا ہوتا، تاکہ ہم بھی ان سے اسی طرح کی بیزاری ظاہر کرتے، جس طرح کی بیزاری آج انہوں نے ہم سے ظاہر کی ہے۔ پھر قحط کی سی مصیبت یاد دلانے اور بتوں کی بیکسی جتانے کے لئے فرمایا کہ جن کنوؤں کا پانی تم لوگ پیتے ہو، وہ صاحب قدرت خدا جس نے یہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی مہیا کیا، اگر فرض کرو چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے، تو کیا تمہارے جھوٹے معبودوں میں اتنا دم ہے کہ وہ تمہارے پینے کے بیٹھے پانی کا انتظام کر دیں گے، جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لئے کافی ہو۔

خدائی پکڑ کی ایک ادنیٰ جھلک

بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ یہ آیتیں ایک ظالم بادشاہ کے روبرو پڑھی گئیں، تو اس نے کہا کہ خدا اگر کنوؤں کا پانی خشک کر دے گا تو ہم کدال پھاؤڑے سے زمین کھود کر پھر پانی نکال لیں گے۔ یہ بات اس ظالم کی زبان پر آئی تھی کہ فوراً اس کی آنکھوں کا پانی بالکل خشک ہو گیا اور وہ ظالم اندھا ہو کر بیٹھ گیا۔

﴿ ایتھا ۵۲ ﴾ ﴿ ۲۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مِثْلَهُ ۲ ﴾ ﴿ مَرْكُوعَاتُهَا ۲ ﴾

سورہ قلم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿۱﴾ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ﴿۲﴾ ج

قسم ۱ ہے قلم اعلیٰ کی (جونوری ہے) اور اس کی کہ (اعمال بنی آدم کے نگہبان) فرشتے لکھتے ہیں ﴿۱﴾ (اے محبوب! ﷺ) تم اپنے پروردگار کے فضل سے مجنون نہیں (جیسا کہ کافر کہتے ہیں) ﴿۲﴾

خواص سورۃ القلم: اس سورت کو نماز میں پڑھنے سے فقر و فاقہ دور ہو جاتا ہے۔ اگر اس سورت کو ستر بار پڑھے تو بد گوؤں کے فریب سے نجات پائے (ن ص ق) ان سب کو انگشتی پر کندہ کر کے جو شخص اپنے پاس رکھے گا اس کی سب حاجتیں اللہ تعالیٰ پوری کرے گا اور زندگی ضرور خوبی کے ساتھ بسر ہوگی۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ذکر فرمائی۔ اس قلم سے مراد یا تو لکھنے والوں کے قلم ہیں۔ جن سے دینی دنیوی مصالح و فوائد وابستہ ہیں اور یا قلم اعلیٰ مراد ہے جو نوری قلم ہے۔ اور اس کا فاصلہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔ اس نے بحکم الہی لوح محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ دیئے۔

حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا جواب

۱۔ مشرکین مکہ حضور ﷺ کو العیاذ باللہ مجنون کہتے تھے، کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں، جن کو کوئی نہیں مان سکتا۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی تردید اور آپ کی تسلی فرمائی کہ اس کا لطف و کرم تمہارے شامل حال ہے۔ اس نے تم پر انعام و احسان فرمائے، نبوت اور حکمت عطا کی، فصاحت تامہ، عقل کامل، پاکیزہ خصائل، پسندیدہ اخلاق، عطا کئے۔ مخلوق کیلئے جس قدر کمالات امکان میں ہیں، سب علی وجہ الکمال عطا فرمائے۔ ہر عیب سے ذات عالی صفات کو پاک رکھا جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں، جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ کیا اسے مجنون کہنا خود اپنی مجنون گی کی دلیل نہیں۔ آج آپ کو العیاذ باللہ مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولوالعزم مصلحین کو ہر زمانے کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ نے ان مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بقاء دوام کی مہر ثبت کی، اور ان مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ قریب ہے کہ قلم اور اسکے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں، آپ کے ذکر اور آپ کے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَسْنُونٍ ۚ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝
فَسُبِّرُوا وَيُبَرِّئُوا ۝ بِأَسْبَغِمْ الْبُقُؤُونَ ۝

اور اے بیشک تمہارے لئے بے شمار اجر ہے ۝ اور اے بیشک تم اعلیٰ درجہ کے خلق پر ہو ۝ پس عنقریب تم (ان کافروں کی حالت) دیکھو گے ۝ اور اے یہ (بھی تمہارا مرتبہ) دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا؟ ۝

کے لئے روشن رکھیں گی۔ اور آپکو مجنون بتلانے والوں کا وجود صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ کی حکمت و دانائی کی داد دے گی، اور آپکے کامل ترین انسان ہونے کی بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الازل میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اسکے ایک شوشہ کو مٹا سکے۔ جو ایسا خیال رکھتا ہے پر لے درجہ کا مجنون یا جاہل اور کاذب ہے۔

اے محبوب ﷺ! تم کو تو اس تبلیغ احکام و اشاعت اسلام کے عوض میں اتنا ثواب اعلیٰ جنت میں ملے گا، جو ہرگز ممنون یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا، تم پر احسان نہ بتایا جائے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و کمالات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق و کمالات کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ ایک مجنون کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی، نہ اس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے آپ کی زبان قرآن ہے، اور آپکے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے، وہ آپ میں فطرۃ موجود ہیں، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور ترتیب ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور سطح نظر اتنا بلند ہو، بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا، آپ تو اپنے مجنون کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے ہو۔

اے محبوب ﷺ! یہ حال کہ کون دیوانہ ہے، حق سے بیگانہ ہے عنقریب کھلا جاتا ہے۔ اب عذاب اترتا ہے تم اور یہ سب کے سب جان لیں گے، اور صاف ظاہر ہوگا کہ دونوں میں سے کون ہوشیار اور عاقبت اندیش تھا اور کون احمق مجنون تھا۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ ۸ ۝ وَذُوالْوَالِدَيْنِ فَیَدْهُنَّ ۝ ۹ ۝
وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهینٍ ۝ ۱۰ ۝ هَبَّأَنْزِمَشَاءَ عِمْ بِنَبِیْمٍ ۝ ۱۱ ۝

بیشک ۱ تمہارا پروردگار خوب ہے، جو اس کی راہ سے بھٹکے، اور وہ راہ پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے ۹
بس ۱۰ تم جھٹلانے والوں کا کہنا نہ ماننا ۸ وہ اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم (تبلیغ میں) نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ
جائیں ۱۰ اور ۱۱ ہر ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا ہے ۱۰ ذلیل ہے، طعنے دینے
والا ہے ۱۱، چغلی خور ہے (لوگوں میں فساد ڈالنے والا ہے) ۱۱

۱ یعنی پوری طرح علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کون لوگ راہ پر آنے والے ہیں، اور کون بھٹکنے والے، لیکن نتائج جب سامنے آئیں
گے تو سب کو نظر آجائے گا کہ کون کامیابی کی منزل پر پہنچا، اور کون شیطان کی راہ زنی کی بدولت ناکام و نامراد رہا۔

مصلحت پرستی کی ممانعت

۱۲ شان نزول: کفار مکہ حضور ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں، اور ہمارے
معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کریں گے، اور آپ کے طور و طریق اور مسلک و مشرب سے معترض نہ
ہوں گے۔ ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو خلق عظیم پر پیدا کیا گیا ہے، نیک نیتی سے یہ خیال آجائے کہ تھوڑی سی نرمی
اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے، تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے
متنبہ فرمادیا کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانئے، ان کی غرض محض آپکو نرم کرنا ہے، ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود
نہیں۔ راہ پر آنے والے اور نہ آنے والے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں۔ لہذا آپ دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں
رورعایت نہ کریں، جسکو راہ پر آنا ہوگا آئے گا، اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی لحاظ و مروت سے ماننے والا نہیں۔

۱۳ یعنی جس کے دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں، جھوٹی قسم کھالینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے، اور چونکہ لوگ اس کی باتوں پر
اعتبار نہیں کرتے، اس لئے یقین دلانے کیلئے بارہا قسمیں کھا کر بے قدر اور ذلیل ہوتا ہے۔

۱۴ یعنی ان خصلتوں کے ساتھ بدنام اور رسوائے عالم بھی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سب کافر کے وصف ہیں، آدمی
اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ
نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں، لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی
اس کا حال مجھے معلوم نہیں، یا تو مجھے سچ بتادے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد
تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ جائے گا تو اس کا مال غیر ملے جائے گا، تو میں نے چرواہے کو بلا لیا تو اس سے ہے۔ فائدہ: ولید

مَّا عِلَّا لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٌ ۝۱۳ عُلِّيَّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۝۱۴ أَن كَانَ ذَا
 مَالٍ وَبَنِينَ ۝۱۵ إِذَا تُثُلِّي عَلَيْهِ ائْتِنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۶
 سَنَسِبُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝۱۷ إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ
 الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَوْا لِيَصْرُمْنَاهَا مَصْبِحِينَ ۝۱۸ وَلَا يَسْتَشْفُونَ ۝۱۹

نیکی سے باز رہنے والا ہے، حد سے بڑھنے والا ہے، گنہگار ہے ۱۳ سخت مزاج ہے، سب میں بڑھ کر یہ کہ اس کی اصل میں خطا ۱۴ اس لئے کہ وہ مال اور اولاد رکھتا ہے ۱۵ جب ۱۶ ہماری آیتیں (یعنی قرآن) اس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں (یعنی جھوٹ ہے) ۱۷ ہم عنقریب ۱۸ اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے ۱۹ بیشک ۲۰ ہم نے انہیں (قحط اور بھوک سے) آزما یا جیسا کہ ہم نے اس باغ والوں کو آزما یا تھا۔ جبکہ ان لوگوں نے قسم کھائی کہ اس باغ کے پھل ضرور صبح ہوتے ہی توڑ لیں گے (تاکہ مسکینوں کو خبر نہ ہو) ۲۱ اور ان شاء اللہ نہیں کہا ۲۲

نے نبی کریم ﷺ کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا: ”مجنون“۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اسکے دس واقعی عیوب ظاہر فرمادیئے، اس سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت اور شانِ محبوبیت معلوم ہوتی ہے۔
 ۱۔ یعنی یہ باتیں اسی گھمنڈ اور غرور میں کرتا ہے کہ مال اور اولاد والا ہے۔ نو ہزار مثقال چاندی اس کا مال محفوظ تھا، دس لڑکے تھے۔

۲۔ جب اسکو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں اور امر و نواہی سنتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے بنائے ہوئے قصے ہیں، جھوٹی باتیں اگلے لوگوں کی چلی آتی ہیں کہ قیامت جنت دوزخ ہوگی، حساب کتاب لیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ اس کا یہ کہنا اس کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اس کو مال اور اولاد دی۔

۳۔ یعنی اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے اور اس کی بدباطنی کی علامت اس کے چہرہ پر نمودار کر دیں گے، تاکہ اس کے لئے سبب عار ہو۔ آخرت میں تو یہ سب کچھ ہوگا ہی مگر دنیا میں بھی یہ خبر پوری ہو کر رہی، اور اسکی ناک دغلی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی والے دن ولید بن مغیرہ کی ناک کٹ گئی۔

۴۔ اہل مکہ جب اپنے مال و متاع پر بہت اترائے، اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اور آنحضرت ﷺ سے طرح طرح کی سرکشی انہوں نے شرع کی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ یارب! انہیں ایسی قحط سالی میں مبتلا کر جیسی

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ چنانچہ اہل مکہ قحط کی مصیبت میں ایسے مبتلا کئے گئے کہ وہ بھوک کی شدت میں مُردار اور ہڈیاں تک کھا گئے، اور اس طرح آزمائش میں ڈالے گئے۔ آخر آنحضرت ﷺ سے رفع قحط کی دعا کرنے کی التجا کی، اور آپ کی دعا سے قحط رفع ہوا۔ اس لئے اوپر کی آیتوں میں ولید بن مغیرہ کا خاص طور پر ذکر فرما کر سب کو قحط کا قصہ یاد دلایا، اور فرمایا کہ ان لوگوں کی نافرمانی کے سبب سے ان پر قحط کی آفت اسی طرح آئی تھی جیسے باغ والوں پر ان کے باغ کے اجر جانے کے وقت آئی تھی۔

غرباء اور مستحقین کی امداد نہ کرنے کا انجام اور توبہ کی فضیلت

اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ یمن کے ملک میں ایک شخص کا ایک باغ تھا، وہ شخص نیک نیت تھا باغ کے میوے کثرت سے فقراء کو دیتا تھا۔ جب باغ میں جاتا فقراء کو بلا لیتا، تمام گر پڑے میوے فقراء لے لیتے، اور باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے، جب میوے توڑ جاتے تو میوے بستروں پر گرتے، وہ بھی فقراء کو دیدیئے جاتے، اور جو خالص اپنا حصہ ہوتا اس میں سے دسواں حصہ فقراء کو دے دیتا۔ اسی طرح کھیتی کاٹنے وقت بھی اس نے فقراء کے حقوق بہت زیادہ مقرر کئے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس کے تین بیٹے وارث ہوئے۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ مال قلیل ہے، کنبہ بہت ہے، اگر والد کی طرح ہم بھی خیرات جاری رکھیں تو تنگ دست ہو جائیں گے۔ آپس میں مل کی قسمیں کھائیں کہ صبح سویرے لوگوں کے اٹھنے سے پہلے باغ چل کر میوے توڑ کر گھر لے آئیں، فقراء جائیں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جمایا کہ ان شاء اللہ بھی نہ کہا، انہوں نے اپنی ناشکری کا یہ پھل پایا کہ وہاں رات کو اللہ کے حکم سے آگ لگ گئی، اور سارا باغ جل کر خاک و سیاہ ہو گیا۔ جب یہ لوگ باغ تک پہنچے تو اس کی حالت دیکھ کر ان لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید اندھیرے میں راستہ بھول کر ہم کہیں اور آگئے، پھر جب جگہ پہچان گئے تو اپنی ناشکری کی نیت پر بڑا افسوس کیا۔ منجھلا بھائی ان میں زیادہ ہوشیار تھا اس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا تھا کہ اللہ کو مت بھولو، یہ سب اسی کا انعام سمجھو، محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرا چپ ہو رہا، اور انہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ بتا ہی دیکھ کر اس نے وہ پہلی بات یاد دلائی، اور اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے، اور آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا، اور حرص و طمع میں آکر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ کھو بیٹھے یہ جو کچھ خرابی آئی، اس میں ہم ہی قصور وار ہیں، مگر اب بھی ہم اپنے رب سے ناامید نہیں۔ کیا عجیب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے، ان لوگوں نے صدق و اخلاص سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے عوض اس سے بہتر باغ عطا فرمایا، اور اس میں کثرت پیداوار اور لطافت و آب و ہوا کا یہ عالم تھا کہ اسکے انگوروں کا ایک خوشہ ایک گدھے پر بار کیا جاتا تھا۔ آخر آیت میں قریش کو ہوشیار کیا کہ دیکھو خدا کی نافرمانی اور اسکی نعمتوں کی ناشکری سے دنیا میں بھی خدا کی آفتیں یوں آیا کرتی ہیں، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چند روزہ دنیا ہی کیا، اور اس کی چلتی پھرتی آفت ہی کیا، یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا، جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ آخرت کی آفت بڑی آفت ہے، جس کی مدت کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔

قَطَافٍ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَ هُمْ نَائِبُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ
 كَالضَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادُوا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنْ ائْتُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 صَادِقِينَ ﴿٢٢﴾ فَأَنْطَلَقُوا وَ هُمْ يَتَخَفَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَنْ لَّا يَدْخُلَهَا الْيَوْمَ
 عَلَيْكُمْ مَّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَ غَدُوا عَلٰى حَرْثِ قَدِيرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا
 إِنَّا لَصَائِلُونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ
 لَكُمْ لَوْ لَا تَسْبِحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾
 فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَلَوْمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا
 طٰغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَى رَبَّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ﴿٣٢﴾

پس اس باغ پر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک (گرم ہوا کی) بلا گھر آئی اور وہ اپنے گھروں میں (سوتے
 تھے) ﴿١٩﴾ پھر صبح کو وہ باغ کٹی ہوئی کھیتی کے مانند ہو گیا ﴿٢٠﴾ پھر انہوں نے صبح ہوتے آپس میں ایک دوسرے کو
 پکارا: ﴿٢١﴾ ”اگر تم کو پھل توڑنے ہیں تو سویرے ہی اپنے باغ کو چلو“ ﴿٢٢﴾ پس چلے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے
 جاتے تھے ﴿٢٣﴾ کہ (دیکھو) ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے ﴿٢٤﴾ اور سویرے (اپنے زعم میں)
 بخل کی نیت پر قادر سمجھ کر پہنچے ﴿٢٥﴾ پھر جب اس باغ کو دیکھا تو بولے: ”بیشک ہم راستہ بھول گئے“ ﴿٢٦﴾ (غور سے
 دیکھ کر کہا: ”نہیں جگہ تو وہی ہے) بلکہ ہم محروم کر دیئے گئے“ ﴿٢٧﴾ پھر ان میں جو سب سے اچھا شخص تھا، بولا: ”کیا
 میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے“ ﴿٢٨﴾ تب بولے: ”ہم اپنے پروردگار کو پاکی سے یاد کرتے
 ہیں بیشک ہم ظالم تھے“ (جو مسکینوں کو نہ دیا) ﴿٢٩﴾ پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر ملامت کرنے لگے ﴿٣٠﴾ (پھر
 سب متفق ہو کر) کہنے لگے: ”ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم سرکش تھے“ ﴿٣١﴾ (سب مل کر توبہ کر لو) امید ہے کہ ہمارا
 پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلے میں دے، بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت لاتے ہیں“ ﴿٣٢﴾

كَذَلِكَ الْعَذَابُ ۝ وَلِعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (۳۳) إِنَّ
 لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۝ (۳۴) أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ
 كَالْمُجْرِمِينَ ۝ (۳۵) مَا لَكُمْ وَقِنَةَ ۚ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ (۳۶) أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ
 تَدْرُسُونَ ۝ (۳۷) إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَبَآئِحٌ خَيْرٌ ۚ وَنَجْعَلُكُمْ آيَاتٍ عَلَيْنَا
 بِاللَّغَةِ ۚ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ لَكُمْ لَبَآئِحٌ تَحْكُمُونَ ۝ (۳۸) أَمْ لَكُمْ آيَاتٌ عَلَيْنَا
 زَعِيمٌ ۝ (۳۹) أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۚ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝ (۴۰)

(دیکھو اے کفار مکہ! دنیاوی) عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ کاش یہ (عذاب
 آخرت کو) جانتے (تو ایمان لے آتے) ۳۳ بیشک اے پرہیزگاروں کیلئے ان کے پروردگار کے پاس (آخرت
 میں) نعمت کے باغ ہیں ۳۴ تو کیا (اے کافرو! تم سمجھتے ہو کہ) ہم مسلمانوں کو مجرموں کے مانند کر دیں گے ۳۵
 تمہیں کیا ہو گیا تم (جہالت سے) کیسی بات ٹھہراتے ہو ۳۶ کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس
 میں تم یہ مضمون پڑھتے ہو ۳۷ کہ (آخرت میں) تمہارے لئے وہی ہوگا جو تم پسند کرو ۳۸ کیا تمہارے لئے کچھ
 محکم قسمیں ہمارے ذمہ ہیں۔ جن کا حکم قیامت تک باقی رہے گا۔ اس مضمون سے کہ تمہیں ملے گا جو کچھ تم مقرر
 کرتے ہو ۳۹ تم ان کافروں سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے (کہ آخرت میں مسلمانوں کے برابر یا
 زیادہ اجر ملے گا) ۴۰ کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں تو ان کو چاہئے کہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر
 یہ سچے ہیں ۴۱

۱۔ شان نزول: مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر مرنے کے بعد پھر ہم اٹھائے بھی گئے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے
 رہیں گے، اور ہمارا ہی درجہ بلند ہوگا، جیسے کہ دنیا میں ہمیں آسائش حاصل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ان
 مشرکوں کے پاس کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نوشتہ آیا ہے، یا اللہ نے ان سے عہد لیا ہے، یا کوئی ضامن انہوں نے پیدا کیا
 ہے، یا ان کے بتوں نے ان سے اقرار کیا ہے کہ آخرت میں ان کو اللہ کے فرمانبرداروں سے بڑھ کر خوشحالی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ
 کے انصاف میں یہ بات ہرگز روا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو اور فرمانبرداروں کو ایک سا کر دے، یا اللہ تعالیٰ نے ان

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۳۲﴾
 خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى
 السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ﴿۳۳﴾

(وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے تو یہ کافر نہ کر سکیں گے (کمر تختہ کی مانند ہو جائے گی یہ ایمان کی آزمائش کے لئے ہے) ان کی آنکھوں پر ندامت ظاہر ہوگی، ذلت ان کو گھیرے ہوئے ہوگی، اور بیشک یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے (تو نہ آتے تھے) حالانکہ وہ تندرست تھے ﴿۳۳﴾

کے بتوں کو اپنے حکم میں کچھ شراکت کا حق دیا ہے کہ وہ اس شراکت کے حق کے سبب سے کسی کچھ بھلا کر سکیں۔ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو دین و دنیا کی آفت کے وقت اپنے بتوں کو حمایتیوں کے طور پر پیش کریں۔ دنیا کے قحط کے وقت تو ان کی بتوں کی حمایت کی قلعی خوب اچھی طرح کھل گئی، آخرت کا حال بھی ان کی آنکھوں کے سامنے آنے والا ہے۔

ساق کا ذکر۔ قیامت میں نماز نہ پڑھنے والوں کی کمر تختہ کی مانند ہو جائے گی

۱۔ اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق کی تجلی فرمائے گا۔ ساق پنڈلی کو کہتے ہیں، اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الہیہ میں سے۔ جس کو کسی خاص مناسبت سے ساق فرمایا۔ جیسے قرآن میں ید (ہاتھ) اور وجہ (چہرہ) کا لفظ آیا ہے یہ مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں، ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ کی ذات۔ وجود۔ حیات اور سمیع و بصیر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ سلف کا یہی طریق ہے کہ وہ اسکے معنی میں کلام نہیں کرتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اور انکے معنی کی تفصیل اللہ تعالیٰ کے علم پر سونپا چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ اس ساق کی تجلی کو دیکھ کر تمام ایماندار مرد و عورت سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور جو لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے، اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دین کا پورا یقین نہیں ہے، اس ادھورے یقین کے سبب سے وہ جو کچھ کرتے ہیں، وہ محض دنیا کے دکھاوے کیلئے کرتے ہیں۔ یہ لوگ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی کمر تختہ سی ہو جائے گی اور ان کو سجدہ کرنا نصیب نہ ہوگا۔ جب اہل ریا و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہوں گے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لئے کیا جائے گا کہ مومن و کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں، اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہدہ ہو جائے۔

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكْذِبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ۱ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا
يَعْلَمُونَ ۲ وَأُمْلِي لَهُمْ ۳ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۴ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ
مِّنْ مَّعْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۵ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۶ فَاصْبِرْ
لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۷

وقف لازم

پس لے (اے محبوب! ﷺ) جو اس بات (یعنی قرآن) کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو۔ عنقریب ہم ان کو
رفتہ رفتہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے اس رستے سے کہ ان کو خبر نہ ہوگی ۲ اور میں ان کو ڈھیل دوں گا،
بیشک میرا خفیہ تدبیر مضبوط ہے ۳ کیا تم (تبلیغ پر) لے ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہو کہ جس کے تاوان کا ان پر
بوجھ پڑ رہا ہے (کہ ایمان نہیں لاتے) ۴ کیا ان کے پاس علم غیب (یعنی لوح محفوظ) ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں ۵
پس صبر کرو، اپنے پروردگار کے حکم کے منتظر رہو اور مچھلی والے (یعنی یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہونا۔
جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اس کا دل غم سے گھٹ رہا تھا ۶

۱۔ جو لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں، آپ ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں خود ان سے سمجھ لوں گا۔ اور اس طرح بتدریج
آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤں گا، کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یہ اپنی حالت پر رکن رہیں گے اور اندر ہی اندر سکھ کی
جڑیں کٹتی چلی جائیں گی۔ ان کو چند دنوں کی ڈھیل دے رکھی ہے، اس میں اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو پھر میری خفیہ تدبیر
ایسی ایسی زبردست اور مستحکم ہے، جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اس کو توڑ تو کیا کر سکتے ہیں۔
۲۔ یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں، لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ
ماننے کی وجہ کیا ہے کہ آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں، جس کے بوجھ میں وہ دبے جا رہے ہیں، یا خود ان کے پاس
غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے، جسے وہ حفاظت کیلئے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں۔ اسلئے آپ کے اتباع کی ضرورت نہیں
سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہئے جب ان پر کچھ بار بھی ڈالا نہیں جاتا، اور اس چیز سے استغناء بھی نہیں، تو نہ ماننے کا سبب بجز
عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

۳۔ اوپر ذکر تھا کہ قرآن کی آیتوں کو جو لوگ جھٹلاتے ہیں انہیں اللہ نے کچھ دنوں کی ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا:
”اے محبوب! ﷺ اس ڈھیل کی مدت میں تم کو صبر اور اللہ کے حکم کا انتظار ضرور ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بلا انتظار اللہ کے حکم حضرت

لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۳۹﴾
 فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۴۰﴾ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ
 كَفَرُوا أَلْيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ
 إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿۴۱﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۴۲﴾

اگر اس کے پروردگار کی رحمت اس کی دستگیری نہ کرتی تو بیشک وہ ضرور میدان میں الزام کے ساتھ ڈالا جاتا ﴿۳۹﴾ پس اس کو اس کے پروردگار نے برگزیدہ کیا اور اس کو نیک بندوں میں شامل کر لیا ﴿۴۰﴾ اور لے بیشک یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے اور (اسی عداوت سے تمہاری نسبت) وہ کہتے ہیں: ”بیشک یہ پیغمبر مجنوں ہیں“ ﴿۴۱﴾ حالانکہ یہ قرآن (جو محمد ﷺ لائے ہیں) سارے جہان کے لئے نصیحت ہے ﴿۴۲﴾

یونس علیہ السلام کا ساتم کوئی جلدی کا کام کر بیٹھو۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورہ یونس، انبیاء اور والصفات میں گذر چکا ہے، انہوں نے بلا انتظار اللہ کے حکم کے جلدی کا کام کیا۔ وہ یہ تھا کہ جب ان کو قوم یونس پر عذاب کے آنے کا حال معلوم ہو گیا تو وہ بستی کو چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے، اور ادھر قوم یونس کے رونے گڑ گڑانے اور راہ راست پر آجانے سے وہ عذاب ٹل گیا۔ غرض وقت مقررہ گذر جانے پر عذاب کے نازل ہونے کی خبر جو حضرت یونس علیہ السلام کو کچھ نہ لگی، تو بلا انتظار اللہ کے حکم کے یہ وہاں سے چل دیئے، یہی انہوں نے جلدی کی۔ اب آگے باقی کا قصہ ہے کہ یہ وہاں سے ایک دریا پر جا کر کشتی میں بیٹھے وہ کشتی وہیں تھم گئی۔ کشتی والوں نے قرعہ ڈالا کہ کس کے روکنے لئے یہ کشتی اڑی ہے قرعہ میں ان کا نام نکلا۔ انہوں نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا، اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ مَكْطُومٌ کے معنی مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے، اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ● ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا ● ایک عذاب کے ٹل جانے کا ● ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آئے کا ● ایک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا۔ اس وقت انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا مانگی: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ۗ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ اور اللہ کے حکم سے اس مچھلی نے ایک چٹیل میدان میں ان کو اگل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک کدو کی بیل پیدا کی، اور اس میں ان کو رکھتا کہ مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے جسم کی کھال اڑ کر جگہ جگہ جو زخم پڑ گئے تھے، سخت زمین پر لیٹنے سے وہ زخم اور زیادہ نہ چھل جاویں۔ اسی کو فرمایا کہ اس چٹیل میدان میں اللہ ان کو نہ سنبھالتا، تو وہاں زخموں کا جلدی اچھا ہونا ممکن نہ تھا، اور پھر جب یہ تندرست ہو گئے تو اسی قوم کی ہدایت کے لئے ان کو بھیجا۔

نظر لگنے کا ذکر

لے شان نزول: منقول ہے کہ عرب میں بعض لوگ نظر لگانے میں شہرہ آفاق تھے، اور ان کی یہ حالت تھی کہ دعویٰ کر کے نظر

لگاتے تھے، اور جس چیز کو انہوں نے ایذا پہنچانے کے ارادہ سے دیکھا دیکھتے ہی ہلاک ہو گئی۔ ایسے بہت واقعات ان کے تجربہ میں آچکے تھے۔ کفار نے ان سے کہا کہ رسول کریم ﷺ کو نظر لگائیں تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا، اور کہا کہ ہم نے اب تک نہ ایسا آدمی دیکھا، نہ ایسی دلیلیں دیکھیں، اور ان کا کسی چیز کو دیکھ کر حیرت کرنا ہی ستم ہوتا تھا۔ لیکن ان کی یہ تمام جدوجہد بھی مثل انکے اور مکائد کے جورات دن وہ کرتے رہتے تھے بیکار گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس کو نظر لگے اس پر یہ آیت پڑھ کر دم کر دی جائے۔

﴿ایاتھا ۵۲﴾ ﴿سورۃ الحاقۃ مکیۃ ۸﴾ ﴿مکوعاھا ۲﴾

سورۃ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الْحَاقَّةُ ۱ مَالِحَاقَةٌ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۳ كَذَّبَتْ
ثَمُودَ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۴ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأَهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۵

وہ ۱ حق ہونیوالی (قیامت) ۲ کیا ہے وہ حق ہونیوالی (قیامت) ۳ اور کس چیز نے تم کو جتلا یا گیا ہے وہ حق ہونیوالی (قیامت) ۴ قبیلہ ثمود اور عاد نے قیامت کو جتلا یا ۵ پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے ۵

خواص سورۃ الحاقہ: جب بچہ پیدا ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس کے منہ پر ملیں تو بچہ ہر مرض سے اور آفت سے محفوظ رہے گا اور اس سورۃ کو روڈن زیتون پر دم کر کے بچے کے ملیں تو بہت فائدہ بخش ہوگا اور موذی جانوروں سے بھی محفوظ رہے گا۔ یہ تیل تمام جسمانی دردوں کے لئے بھی اکسیر ہے۔

۱۔ قیامت کی جس سزا و جزا کا ذکر قرآن مجید و حدیث شریف میں ہے، قیامت کے دن وہ سزا و جزا سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گی، اور پھر اس کا کوئی منکر باقی نہ رہے گا، سب اس کا حق ہونا مان لیں گے۔ اسی لئے قیامت کا نام حاقہ ہے، جس کے معنی: ”حق ثابت ہونے والی“۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جتنی قوموں نے قیامت کی سزا و جزا اور اللہ کے رسولوں کو جتلا یا تھا، اور اس جرم میں طرح طرح کے عذابوں سے وہ قومیں ہلاک ہوئی تھیں ان سب کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا ہے تاکہ یہ قصے اس بات کی ایک یادگار اور نصیحت ہو جائیں، کہ اب بھی جو لوگ ان لوگوں کے سے کام کریں گے، قیامت کو قیامت کے عذاب کو اللہ کے رسول کو جتلا یں گے، اللہ کے حکم کی نافرمانی کریں گے۔ ان کا بھی

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۖ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ
 وَثَلَاثِينَ أَيَّامٍ ۖ حُسُومًا ۖ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۚ كَأَنَّهُمْ أُعْجَازُ
 نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۙ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ
 قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكُتْ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ
 أَخْذَةً رَّابِيَةً ۙ إِنَّهَا طَآءٌ عَالِيَةٌ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ

اور جو عادت تھے بس وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کئے گئے ۱ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن (چہار شنبہ سے
 چہار شنبہ تک) لگا تار قوت سے چلائی، پس اے مخاطب! اگر تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس
 طرح گرا (یعنی مرا) ہوا دیکھتا کہ گویا گرے ہوئے کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں ۲ پس تو ان میں سے کسی کو
 بھی بچا ہوا دیکھتا ہے؟ (نہیں نام و نشان تک نہیں ہے) ۳ اور (اسی طرح) فرعون اور اس سے پہلے کافر لوگ
 اور الٹ جانے والی بستیاں (مثل لوط کی قوم) گناہ کے مرتکب ہوئے ۴ پس انہوں نے اپنے پروردگار کے
 رسولوں کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو ایک بڑی پکڑ میں پکڑا ۵ بیشک جس وقت پانی ابلا تو ہم نے تم کو (یعنی
 تمہارے باپ داداؤں کو جب کہ تم ان کی پشت میں تھے) کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کر دیا) ۶

وہی انجام ہوگا جو پچھلے سرکش لوگوں کا ہو چکا۔ حاصل کلام یہ ہے ان قصوں کے انجام کے اثر کو سوچا کر نافعانہ کی بات ہے۔ اسی
 واسطے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا کہ یہ قصہ ایسے لوگوں کے حق میں نصیحت نہیں، جو لوگ نصیحت کی بات کو اس
 کان سے سن کر اس کان سے اڑا دیتے ہیں، بلکہ یہ قصہ ایسے لوگوں کے حق میں نصیحت ہے جو نصیحت کی بات سن کر اس نصیحت کو
 یاد رکھتے ہیں، اور اس نصیحت کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اسی مطلب کے سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کے بعد ایسا
 ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بالکل منکروں کا انجام تو وہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ
 السلام تک لوگوں کا بیان ہوا۔ اس کے بعد ایک انجام حشر کا ہے جس میں ذرہ ذرہ کا حساب ہونے والا ہے، اور ہر طرح کی
 خلاف شریعت عادت کی سزا اس دن ہوگی۔ یہ سب قصے کئی جگہ گزر چکے ہیں، اسلئے پھر یہاں انکے بیان کرنے کی ضرورت
 نہیں خیال کی گئی۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۳﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ
 نَفْحَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۴﴾ وَحِيلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً
 وَّاحِدَةً ﴿۱۵﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۶﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ
 يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۷﴾ وَالْمَلِكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ
 فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثِنِّيَّةً ﴿۱۸﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۹﴾

تا کہ ہم اس معاملہ کو تمہارے لیے نصیحت اور یادگار کریں ﴿۱۳﴾ اور (یہ بات) یاد رکھنے والوں کے کان یاد رکھیں، پس اے جب صور میں پھونک ماری جاوے گی ﴿۱۴﴾ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً ریزہ ریزہ کر دیئے جائینگے ﴿۱۵﴾ پس اس روز قیامت قائم ہو جائے گی ﴿۱۶﴾ اور آسمان اے پھٹ جائے گا تو اس دن اسکا پتلا حال ہوگا ﴿۱۷﴾ اور سب فرشتے آسمان کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن سب تمہارے پروردگار کا عرش اپنے اوپر اٹھ فرشتے اٹھائینگے ﴿۱۸﴾ اس دن (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی ﴿۱۹﴾

پہلے صور سے لے کر دوزخ میں جانے تک کا حال۔ ایماندار اور کافر کی پہچان

اے یعنی صور پھنکنے کے ساتھ زمین اور پہاڑ اپنی جگہ کو چھوڑ دیں گے، اور آپس میں ٹکرائیں اور ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ یا یہ کہ زمین پر سے درخت پہاڑ مکانات وغیرہ سب چیزیں دور کر دی جائیں گی، اور سارا عالم زیر و زبر ہو جائے گا۔ پس وہی وقت ہے قیامت کے ہونے کا۔

اے یعنی آج جو آسمان اس قدر مضبوط محکم ہے کہ لاکھوں سال گزرنے پر بھی کہیں ذرا سا شکاف نہیں پڑا، اس روز آسمان بہت رحمن جل جلالہ اور ہجوم ملائکہ سے، اور انکے اترنے سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

اے یعنی جن فرشتوں کا مسکن آسمان ہے، وہ اسکے پھٹنے پر اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے۔ پھر بحکم الہی اتر کر زمین کا احاطہ کریں گے۔

اے حدیث شریف میں ہے کہ حاملین عرش آج کل چار ہیں، روز قیامت ان کی تائید کیلئے چار کا اور اضافہ کیا جائے گا، آٹھ ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے ملائکہ کی آٹھ صفیں مراد ہیں جن کی تعداد اللہ ہی جانے۔ ۵ دوسرے صور پر جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہے، وہ سب بھولے ہوئے ہوں گے۔ اس لئے اعمال کے یاد دلانے کی غرض سے پہلے ان کو ان کے اعمال نامے اس طرح دیئے جائیں گے کہ نیکوں کے دائیں ہاتھ

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ فَيَقُولُ هَذَا مَا قَرَعْتُ وَأَكْتَبِيهِ ۚ
 إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلِقٌ حِسَابِيهِ ۚ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۚ فِي
 جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۚ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۚ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا
 آسَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۚ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۚ

پھر ۱۔ جس کو اس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو خوشی کے مارے اس پاس والوں سے) کہے گا:
 ”لو میرے نامہ اعمال پڑھو ۱۹ مجھے (دنیا میں) یقین تھا کہ (آخرت میں) میں اپنے حساب کو پہنچوں گا“ ۲۰
 پس وہ شخص پسندیدہ زندگانی ۲۱ بہشت بریں میں ہوگا ۲۲ کہ جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے ۲۳ (کہا
 جائے گا) ”مزے کے ساتھ کھاؤ پو ان نیک اعمال کے صلہ میں، جو تم نے گزشتہ دنوں (یعنی دنیا کی زندگی)
 میں آگے (یعنی آخرت کے لئے) بھیجے تھے“ ۲۴ اور ۲۔ جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

میں، اور بدوں کے پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں، اور پھر حساب و کتاب کیلئے ان سب کو اللہ تعالیٰ کے رو برو پیش کیا جائے
 گا۔ اس دن اللہ کی عدالت میں کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہے گی، سب منظر عام پر آ جائیں گی۔ اور اس دن ان پڑھ اور
 پڑھے ہوئے سب اپنا اعمال نامہ پڑھ سکیں گے۔

۱۔ جو اچھے لوگ کہ نامہ اعمال ان کے سیدھے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے، وہ اپنے اعمال صالحہ پر جو دنیا میں کئے تھے وثوق
 کر کے اور خوش ہو کر پڑھیں گے، اور جو کوئی رشتہ دار کنبہ والا یا جان پہچان والا اس وقت نظر آئے گا، خوشی کے مارے اس سے
 جھکی کہیں گے ”لو ہمارا نامہ اعمال پڑھ کر دیکھو کہ میری کتاب اس میں کیا کیا ثواب و کرامت ہے“، اور یہ بھی کہیں گے کہ ہم کو تو
 دنیا میں ہی یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن حساب و کتاب دینے والے ہیں، اور یہ بات پیش آنے والی ہے۔ اس خیال سے ہم
 ڈرتے رہے، اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہے۔ پس جو ایسا شخص ہوگا وہ ایسے عیش میں ہوگا کہ اس کی جان اس سے نہایت
 خوش اور راضی ہوگی، اور جنت بالا تر مرتبہ پایہ میں اس جنت کے پھل میوے لٹکتے ہوں گے۔ کھڑا بیٹھا لیٹا ہر حال میں باسانی
 پائیں گے۔ تکلیف اٹھانے کی حاجت نہ ہوگی، اور ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ خوشگوا ری اور سلامتی کے ساتھ میوے کھاؤ۔
 نہروں میں پانی پیو، اب نہ کوئی دکھ درد ہے نہ موت۔ مبارک ہو یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا کی زندگی میں اچھے اچھے کام نماز
 روزہ ادا کر کے رکھ چھوڑے تھے۔

۲۔ جن لوگوں کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، وہ لوگ اس میں اول سے آخرت کی بدیاں لکھی ہوئی دیکھیں

فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهٗ ۚ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ آدِرْ مَا حِسَابِيَهٗ ۚ ﴿٢٦﴾
 يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهٗ ۚ ﴿٢٨﴾ هَلْكَ
 عَنِّي سُلْطَانِيَهٗ ۚ ﴿٢٩﴾ خُدُوهُ فَعُلُوهُ ۚ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلْوَهُ ۚ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي
 سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۚ ﴿٣٢﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ
 بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۚ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۚ ﴿٣٤﴾

تو کہے گا: ”اے کاش! میرا اعمال نامہ مجھے نہ ملتا ۚ اور میں نہ جانتا کہ میرا کیا حساب ہے ۚ اے کاش! کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی ۚ (افسوس) میرا مال (جو میں دنیا میں جمع کیا تھا) کچھ کام نہ آیا ۚ میری سب (حجت اور) قوت جاتی رہی“ ۚ ایسے شخص لے کیلئے فرشتوں کو حکم ہوگا: ”اسے پکڑو پھر اس کی گردن میں طوق ڈالو ۚ پھر اس کو دوزخ میں لے جاؤ ۚ پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی ناپ (فرشتوں کے ہاتھ سے) ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو ۚ کیونکہ یہ (دنیا میں) ۷۰ خدائے بزرگ پر ایمان نہیں رکھتا تھا ۚ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہ دیتا تھا“ ۚ

گے، تو اس وقت نہایت حسرت سے تمنا کریں گے کہ کاش! ہمارے ہاتھ میں اعمال نامہ نہ دیا جاتا، اور ہمیں کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے۔ کاش موت ہمارا قصہ ہمیشہ کے لئے تمام کر دیتی۔ مرنے کے بعد پھر اٹھنا نصیب نہ ہوتا، یا اٹھا تھا تو اب موت آ کر ہمارا القمہ کر لیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی، آج ان میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں نہ ہماری حجت اور دلیل چلتی ہے، نہ معذرت کی گنجائش ہے۔ اسکے بعد ان دوزخیوں کا انجام بیان فرمایا۔

۱۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ: ”اسے پکڑو۔ طوق گلے میں ڈالو۔ پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو۔ اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے، اس کو جکڑ دو تا کہ جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے“۔ کہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے۔ گز سے وہاں کا گز مراد ہے، جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ یہ ستر گز فرشتوں کے ہاتھوں کی ناپ کے ہیں۔

۲۔ یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا، نہ بندوں کے حقوق پہچانے، فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا، دوسروں کو بھی ادھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہئے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں، اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام بن نہ پڑا، تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَهُنًا حَبِيمٌ ۝۳۵ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝۳۶ لَا
يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝۳۷ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۝۳۸ وَمَا لَا
تُبْصِرُونَ ۝۳۹ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝۴۰ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۝
قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ۝۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۝۴۲ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝
تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۴۳

تو آج اے یہاں (یعنی آخرت میں) اس کا کوئی دوست نہیں (کہ مدد کرے) ۳۵ اور نہ ۳۶ (اسے) کچھ کھانے کو بجز زخموں کی پیپ کے ۳۷ جس کو گنہگاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھائے گا ۳۸ پس ۳۹ مجھے قسم ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو ۴۰ اور ان کی جن کو تم نہیں دیکھتے ۴۱ بیشک یہ قرآن ایک بزرگ رسول (محمد ﷺ) سے باتیں ہیں (جو ان کے رب نے فرمائیں) ۴۲ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے، تم بہت کم ایمان لاتے ہو ۴۳ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے (جیسا بعض کفار کہتے ہیں) تم بہت کم نصیحت مانتے ہو ۴۴ (یہ قرآن) اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے ۴۵

۱۔ یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے، جو حمایت کر کے عذاب سے بچاوے، یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔

۲۔ کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے، مگر روز خیموں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملے گا، جو راحت و قوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کے پیپ دی جائے گی، جسے ان گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا۔ اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائیں گے کہ اس سے کچھ کام چلے گا، بعد کو ظاہر ہوگا کہ اس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب فی الدنيا والآخرۃ)

۳۔ شان نزول: تفسیر مقاتل و ابن جریر وغیرہ میں قتادہ سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کچھ کاہن کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور دونوں جہان کی تمام مخلوقات کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جس کو اپنے رسول ﷺ پر اس نے نازل فرمایا ہے۔ جن لوگوں کو عقبی کی باتوں پر پورا یقین نہیں ہے، وہ اس قرآن کو شاعر کا اور جو لوگ قرآن کی شان پر پورا غور نہیں کرتے.... وہ کاہن کا کلام کہتے ہیں۔ یہ نادان

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۳۴﴾ لَا خُدْنَامِنَهُ بِالْيَمِينِ ﴿۳۵﴾
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۳۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿۳۷﴾

اور لے اگر پیغمبر ہم پر ایک بات بھی بنا کر یعنی اپنی طرف سے (کہتے) تو ہم ان سے انکا دہنا ہاتھ لے لیتے ﴿۳۵﴾ پھر ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ﴿۳۶﴾ پس تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ (بس یہ رسول اللہ کے سچے رسول ہیں) ﴿۳۷﴾

اتنا خیال نہیں کرتے کہ ان میں بعضے لوگ ایسے ہیں جو خود بھی شاعر ہیں، پھر قرآن بھی اگر کسی شاعر کا یا کاہن کا کلام ہے، تو ان لوگوں سے تو گھڑی گھڑی کہا جاتا ہے کہ تم بھی کچھ ایسا کلام بنا کر پیش کرو جو فصاحت اور اخبار غیب میں قرآن کی مانند ہو۔ جب یہ لوگ اور ان کے کاہن اور ان کاہنوں کے مددگار سب کے سب مل کر ایسا کچھ کلام بنانے اور پیش کرنے سے عاجز ہیں تو پھر اس قرآن کو شاعر یا کاہن کا کلام بتلانا محض نادانی ہے۔ جس طرح اوپر گذرا کہ کفار قرآن کو شاعر یا کاہن کا کلام کہتے تھے، اسی طرح وہ لوگ ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دل سے یہ باتیں جوڑ لی ہیں، جن باتوں کو انہوں نے کلام الہی مشہور کیا ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں دیا، اور فرمایا کہ غیب سے اس دین کی دن بدن مدد ہوتی چلی جاتی ہے۔ دن بدن یہ دین ترقی پکڑتا چلا جاتا ہے۔ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ رسول اللہ کے سچے رسول ہیں، اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کیونکہ صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو مدد غیبی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی فرمائی ہے، وہی مدد ان رسول کی ہر وقت ہر باب میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ جس طرح قریش لوگ کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کے جھٹلانے سے پہلے ہم ان سے اس بات کا مواخذہ کرتے، انکو سزا دیتے، انکو روکتے، ان کا سیدھا ہاتھ پکڑ لیتے، اور ان کی رگ کاٹ ڈالتے، جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی ہے، اور تم میں سے کوئی ان کو بچانہ سکتا۔ لیکن حالت تو یہ ہے کہ جس طرح سے اور رسولوں کی غیب سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مدد فرمائی ہے، اسی طرح ان کی مدد غیب سے دن بدن ہو رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اور اللہ کے کلام کے جھٹلانے والوں کا حسرت اور ندامت کا حال جو کچھ قیامت کے دن ہوگا، اس کا ذکر سورہ فرقان میں گذر چکا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ اے محبوب ﷺ تم تکذیب کا خیال نہ کرو، اپنے پروردگار عظمت والے کے حکم سے نماز پڑھو، اس کی توحید خوب شائع کرو، اس کی بڑائی بیان کرو۔

۱۔ نشان نزول: نسائی، تفسیر ابن حاتم وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو جہل، نضر بن حارث اور قریش میں کے سرکش لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے عذاب کی خواہش کی، اور یہ کہا کہ ”جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں، اگر وہ حق بات ہے اور ہم لوگ اس کو نہیں مانتے ہیں، تو خدا کرے ہم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسے، یا اور کوئی سخت عذاب ہم لوگوں پر نازل ہو جائے“۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور فرمایا کہ یہ

وَإِنَّهُ لَتَذَكَّرٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۸﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ﴿۳۹﴾
وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ
بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾

اور بیشک یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے ایک نصیحت ہے ﴿۳۸﴾ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں ﴿۳۹﴾ اور بیشک یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے ﴿۵۰﴾ اور بیشک یہ قرآن یقینی حق ہے ﴿۵۱﴾ تو (اے محبوب ﷺ!) تم اپنے پروردگار عظمت والے کو پاکی سے یاد کرو ﴿۵۲﴾

قریش میں کے سرکش لوگ عذاب الہی کو دور گن کر اس طرح کی سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، مگر اللہ کے نزدیک پچھلی قوموں کی طرح نہ ان مشرکوں پر دنیا میں کوئی عذاب نازل کر دینا کچھ دور ہے، نہ عذاب آخرت کا وقت کچھ دور ہے۔ دنیا ایک دن ختم ہونے والی ہے، اور عذاب آخرت کا وقت ایک دن آنے والا ہے۔ اور اگر ان سرکشوں کا یہی ڈھنگ رہا تو دنیا میں بھی یہ سرکش اپنی سرکشی کا خمیازہ بھگت لیوں گے۔ اس کے بعد اپنے رسول کو فرمایا کہ ذرا صبر کرو، اور وقت مقررہ کا انتظار کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بدر کی لڑائی میں ابو جہل، نضر بن حارث اور قریش میں کے سرکشوں پر جو کچھ آفت آئی، اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

﴿۲﴾ ابانھا ۲۴ ﴿۳۸﴾ سورة المعارج مکیة ۷۹ ﴿۳۹﴾ رکوعانھا ۲ ﴿۵۰﴾

سورۃ معارج مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۃ المعارج: جو شخص اس سورۃ کو سوتے وقت پڑھے تو پڑھنے والا جنابت اور پریشان خوابوں سے محفوظ رہے گا، اور کثرت احتلام والے کے لئے اس سورۃ کا پڑھنا بہت مفید ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہے گا اور ہر آفت سے بچا رہے۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۱ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۲ مِّنَ
 اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۳ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ
 مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَبِيلًا ۵
 إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۶ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۷

ایک لے مانگنے والے نے (بطور تمسخر کے) عذاب کی خواہش کی ۱ جو کافروں پر (واقع) ہونے والا ہے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے ۲ وہ (عذاب) اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو بلند درجوں والا ہے ۳ فرشتے اور روح (یعنی جبرئیل) اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں، اور وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار دنیا کے (پچاس ہزار برس ہے) (یعنی قیامت کے دن) ۴ پس تم (ان کی مخالفت پر) اچھی طرح سے صبر کرو ۵ بیشک کافر اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں (یعنی واقع ہونے والا ہی نہیں) ۶ اور ہم اس کو نزدیک دیکھ رہے ہیں (یعنی ضرور ہونے والا ہے) ۷

روح کا بیان

۱۔ ان آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس کے دو معنی ہیں: ۱۔ ایک تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح قرآن شریف میں آیا ہے۔ ۲۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ نیک لوگ جب مرتے ہیں تو ان کی روح کو فرشتے اللہ کے روبرو لے جاتے ہیں۔ پچاس ہزار برس کا ذکر جو ان آیتوں میں ہے اس کے بعد دو معنی ہیں: ۱۔ ایک تو یہ کہ قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہوگی۔ ۲۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ساتویں زمین سے عرش معلیٰ تک پچاس ہزار برس کا راستہ انسان کے چلنے کا ہے، جس کو اللہ کے فرشتے روز کے روز طے کرتے ہیں۔ حاصل مطلب ان دونوں معنی کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہزاروں برس کا کام روز کے روز طے ہوتا ہے، تو سرکش لوگوں پر عذاب نازل ہونے کی کیا دیر لگتی ہے، فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے جبکہ سزا و جزا کیلئے پچاس ہزار برس کا ایک دن مقرر ہے، تو عذاب آخرت کی جلدی ان مشرکوں کو کیا ہے۔ معارج کے معنی آسمانوں کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت سے سات آسمانوں پر سے اس قدر جلدی ہر ایک کام ہو جاتا ہے، تو ان عذاب کے چاہنے والوں پر عذاب آنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ انکے عذاب کے تو بہت سے سامان خود زمین ہی پر موجود ہیں۔ فرعون اور قارون کا قصہ کیا ان کو یاد نہیں رہا کہ ایک کو دریا میں ڈبو دیا اور دوسرا زمین میں دھنس گیا۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَيْلِ ۝۸ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْأَلُ حَبِيمٌ حَبِيماً ۝۱۰ يَبْصُرُونَ نُهُمُ يَوْمَ دُجُرُومِ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ بَنِيهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝۱۲ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُسْوِيهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝۱۴ كَلَّا إِنَّهَا لَأُظَى ۝۱۵ نَرَاةً لِّلشَّوْىِ ۝۱۶ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ۝۱۷ وَجَمَعَ فَأَوْعَى ۝۱۸

جس دن ۱۔ آسمان پگھلا ہوا تانے کی طرح ۸ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے دھنی ہوئی اون (کہ ہوا میں اڑتے پھریں گے) ۹ اور کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کی بات نہ پوچھے گا (ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی) ۱۰ حالانکہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے، مجرم (یعنی کافر) آرزو کرے گا کاش! اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں اپنے بیٹے ۱۱ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی ۱۲ اور اپنے اس کنبے کو بھی جس میں اس کی جگہ ہے ۱۳ اور جتنے زمین میں ہیں سب کو دے دے، پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے ۱۴ (تو یہ) ہرگز نہ ہوگا ۱۵ بیشک وہ دوزخ شعلے مارنے والی آگ ہے۔ کھال اتار دینے والی ۱۶ اس شخص کو بلا رہی ہے جس نے (حق کے قبول کرنے سے) پیٹھ دی اور (ایمان لانے سے) منہ پھیرا ۱۷ اور (مال) جوڑ کر سینت (جمع) رکھا (راہ خدا میں خرچ نہ کیا) ۱۸

قیامت کا ذکر اور دوزخ کی ہولناکی

۱۔ اوپر ان لوگوں کا ذکر تھا جو عذاب کی جلدی کرتے تھے۔ ان آیتوں میں پہلے صور سے لے کر دوزخ میں جانے تک کا حال فرمایا، تاکہ ان عذاب کے جلدی کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا میں اگر ان پر کسی عذاب کے آنے کا اللہ کا حکم نہ بھی ہوا، تو قیامت کے دن ایسے جزا و سزا کے منکر لوگوں پر وہ سخت عذاب آنے والا ہے، جس کے چھٹکارے کے بدلے میں یہ لوگ اپنی بی بی بچوں اور ساری دنیا کو دینے پر آمادہ ہو جائیں گے، جب بھی ان کا چھٹکارا نہ ہوگا۔ لعین کے معانی رنگین دھنی ہوئی اون جو نہایت ہلکی ہو جاتی ہے، اور ہوا میں بہت جلدی اڑ جاتی ہے۔ اس دن ہر ایک کو اپنی جان کی ایسی پڑی ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھے گا، اور کوئی کسی سے بات تک بھی نہیں کرے گا۔ اس دن عام لوگوں کی بدحواسی کا تو کیا ذکر ہے۔ سوائے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے انبیاء تک کی زبان پر نفسی نفسی کا کلمہ ہوگا۔ اب آگے ان لوگوں کی عادتیں بتلائیں جن کو دوزخ پکار کر بلائے گی تاکہ وہ لوگ اپنے کئے کا خمیازہ بھگتیں۔ فرمایا بس جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چل دیئے تھے، اور

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝۱۹ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝۲۰ وَإِذَا
مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝۲۱ إِلَّا الْبِصَلِينَ ۝۲۲

بیشک ۱۹ انسان بڑا بے صبر احریس پیدا کیا گیا ہے ۲۰ جب اس کو مصیبت پہنچے تو سخت گھبرانے والا ہے ۲۱ اور
جب اس کو بھلائی پہنچے تو (مال سے) بخل کرنے والا (ہو جاتا) ۲۲ مگر نمازی ۲۳

عمل صالح کی طرف سے اعراض کرتے، اور مال سمیٹنے اور سینت کر رکھنے میں مشغول رہے تھے، وہ سب دوزخ کی طرف کھنچے
چلے آئیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معتبر سند سے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ دوزخ اول زبان قال سے
پکارے گی: الی یا کافر، یا منافق، الی یا جامع المال یعنی او کافر۔ او منافق۔ او مال سمیٹ کر رکھنے والے ادھر آ۔ لوگ
ادھر ادھر بھاگیں گے۔ اسکے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کافر کو چن چن کر اس طرح اٹھالے گی، جیسے جانور زمین سے
دانہ اٹھا لیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

نماز کی تاکید، محبوبان باری تعالیٰ کی صفات

۱۹ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان یعنی انسانوں میں جو کافر ہے، فطری طور پر لالچی اور صبر پیدا ہوا ہے، یعنی کسی طرح پختگی
اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر فاقہ بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے۔ گویا اب کوئی سبیل مصیبت
سے نکلنے کی باقی نہیں رہی، اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھے، اور خدا کے رستہ میں خرچ کرنے
کی توفیق نہ ہو، وہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۲۰ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ ایماندار لوگ وہ ہیں جو امانت اور اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں، اور حدیث میں آنحضرت
ﷺ نے فرمایا ہے منافق لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرتے ہیں، اور جب وعدہ یا کوئی عہد و پیمان کرتے ہیں
تو اسکو پورا نہیں کرتے۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ایماندار لوگ جو گواہی دیتے ہیں، سچی دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں
آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافق لوگ ہر بات میں جھوٹ سے باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ایماندار لوگوں
کی نماز کی دو نشانیاں ذکر فرمائی ہیں۔ ۱ ایک تو یہ کہ وہ لوگ سلسلہ وار ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، یہ نہیں کہ گنڈے دار نماز پڑھتے
ہوں کہ کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی۔ ۲ دوسری نشانی یہ کہ نماز کے وقت کا، اور رکوع و سجدہ کا لحاظ رکھتے ہیں، وقت کو ٹال کر نماز
نہیں پڑھتے، اور نماز میں ایسی جلدی نہیں کرتے، جس سے رکوع و سجدہ پورا ادا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی نماز
میں یہ دو نشانیاں نہ ہوں، ان کا ایمان اور ان کی نماز دونوں ادھوری ہیں۔ اسی واسطے آخری وقت پر جلدی جلدی ایک شخص کو
عصر کی نماز پڑھتے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ منافقوں کی نماز ہے۔ یہ قصہ صحیحین کی روایت میں ہے اسی طرح
گنڈے دار نماز پڑھنے والوں کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے منافق قرار

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْبَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ
الَّذِينَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابٍ رَأَيْتُمْ تُصَفِّقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ
عَذَابَ رَأَيْتُمْ غَيْرَ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾
إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾
فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ ﴿٣١﴾

جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند ہیں (یعنی مومن) ﴿٢٣﴾ اور وہ جن کے مالوں سے مقرر حق نکلتا ہے (یعنی زکوٰۃ صدقہ) ﴿٢٤﴾ اس کے لئے جو مانگے اور اس محتاج کے لئے جو (بسبب شرم) نہ مانگے ﴿٢٥﴾ وہ لوگ جو انصاف کے دن کو سچ جانتے ہیں ﴿٢٦﴾ اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں ﴿٢٧﴾ بیشک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں ﴿٢٨﴾ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿٢٩﴾ مگر اپنی بیویوں یا اپنی (شرعی) لونڈیوں کے پاسن جاتے ہیں، پس ان پر کچھ ملامت نہیں ﴿٣٠﴾ پھر جو کوئی اس کے علاوہ اور چاہے پس ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں (یعنی حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہیں) ﴿٣١﴾

دے کر یہ فرمایا کہ عشاء اور فجر کی نماز منافقوں کو بھاری معلوم ہوتی ہے، کہ یہ دونوں وقت راحت و آرام کے ہیں۔ اس راحت و آرام کو چھوڑ کر یہ لوگ ان دونوں نمازوں میں حاضر نہیں ہوتے۔ ان آیتوں میں جنتیوں کی آٹھ صفتیں بیان کیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ نماز اللہ کے ہاں کس قدر مہتمم بالشان عبادت ہے۔ جس میں یہ صفات ہوں گی وہ کچے دل کا نہ ہوگا بلکہ عزم و ہمت والا ہوگا۔ سورۃ المؤمنون میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ یعنی جو لوگ حرام کاری سے بچتے ہیں، اپنی فروج کو بے جگہ استعمال سے بچاتے ہیں، مگر حلال جگہ یعنی چار پھیاں یا وہ عورتیں جو وہ ان کی مملوک ہیں یعنی ان کی باندیاں ہیں، کہ حلال کام میں کوئی ملامت اور گناہ نہیں۔ پس جو سوائے ان کے اور جگہ تلاش کرے گا یعنی حرام کاری کرے گا تو وہ ظالم سرکش ہے، سزا پائے گا۔ مسئلہ۔ اس آیت سے متعہ، لواطت، جانوروں کے ساتھ قضاء شہوت، اور ہاتھ سے استمناء کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ بِرَاعُونَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِينَ هُمْ
بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۳۴﴾
أُولَٰئِكَ فِي جَنَّةٍ مَّكْرُمُونَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ
مُهْطَعِينَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَبِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿۳۷﴾

اور وہ جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ٹھیک ٹھیک قائم رہنے والے ہیں ﴿۳۳﴾ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۳۴﴾ یہ لوگ (جنت کے) باغوں میں عزت سے ہوں گے ﴿۳۵﴾ پس اے کافروں کو کیا ہوا کہ تمہاری طرف ﴿۳۶﴾ داہنے طرف سے اور بائیں طرف سے گروہ کے گروہ دوڑے چلے آتے ہیں ﴿۳۷﴾

بت پرستی کا انجام

۱۔ شان نزول: مشرکین مکہ قرآن شریف کی آیتیں سن کر آنحضرت ﷺ کے دائیں بائیں ہو کر نکل جاتے تھے، اور قرآن شریف کی پوری نصیحت سننے سے کنیا تے تھے، اور آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ یہ ساری نصیحت اس لئے ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے، اور اس نئی زندگی میں میوہ کھانے کو باغ ملیں گے۔ پھر کہتے تھے اگر یہ بات سچ ہے تو جس طرح بہ نسبت ان مسلمانوں کے دنیا میں ہم راحت و آرام سے ہیں، اسی طرح ان سے پہلے ہم کو بھی وہ باغ ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جنت کچھ ان کے بڑے بوڑھوں کے بنائے ہوئے باغ نہیں ہیں، کہ بغیر مرضی اللہ تعالیٰ کے یہ ان باغوں میں گھس جائیں گے۔ نہیں یہ خیال ان کا بالکل غلط ہے آدمی تو ایک ایسی ناچیز شے سے یعنی نطفہ سے پیدا ہوا ہے، کہ اصل پیدائش کی رُو سے اسکی کچھ قدر و منزلت نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیچھے اپنی فرمانبرداری جو لگائی ہے اس کے پورے طور پر ادا ہو جانے کی حالت میں انسان قابل قدر و منزلت کے ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کی جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی فرمانبرداری کی شکلیں اور شرطیں بیان کی ہیں، ان آیتوں کے سننے سے تو یہ لوگ وحشیوں کی طرح بھاگتے ہیں، اور اس پر دعویٰ یہ کہ اللہ کی جنت میں یہ زبردستی گھس جائیں گے، اس سے بڑھ کر اور کیا نادانی ہوگی۔ پھر قسم کھا کر فرمایا کہ قدرت سے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنا دین پھینکے کیلئے ان لوگوں سے بہتر لوگ پیدا کر دے۔ اللہ سچا ہے۔ ہجرت کے بعد اس کا ظہور ہو گیا کہ انصار لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت میں دیدیئے، جن کی مدد سے اللہ کا دین بہت جلد پھیل گیا، پھر فرمایا کہ ان کفار کو مسخر اپنی باتیں بنانے کی حالت میں چھوڑ دیا جائے، تاکہ ان میں سے جو بغیر فرمانبرداری بجالانے کے مر گئے

أَيُطَمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۚ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ
 مِمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَلْقَدِيرُونَ ﴿٤٠﴾
 عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۗ وَمَا نَحْنُ بِسَبُوقِينَ ﴿٤١﴾ فَذَرَاهُمْ يَخُوضُوا
 وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يُخْرَجُونَ مِنْ
 الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ
 تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوْعَدُونَ ﴿٤٤﴾

کیا ان میں سے ہر ایک شخص طمع کرتا ہے کہ (ایمان والوں کی طرح) نعمت کے باغوں میں داخل کیا جائے ﴿۳۸﴾ یہ
 ہرگز نہ ہوگا، بیشک ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا جس کو وہ بھی جانتے ہیں (یعنی نطفہ) ﴿۳۹﴾ پس مجھے قسم ہے
 اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے بیشک ہم اس پر قادر ہیں ﴿۴۰﴾ کہ (ان کو ہلاک کر کے) ان
 سے بہتر بدل دیں (یعنی پیدا کر دیں) اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں ﴿۴۱﴾ پس تم اے محبوب! ﷺ انہیں (انہی
 کے حال پر) چھوڑ دو کہ بیہودگی میں پڑے رہیں اور کھیل میں مشغول رہیں یہاں تک کہ اپنے اس (عذاب
 کے) دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے ﴿۴۲﴾ جس دن کہ قبروں سے (محشر کی طرف) اس طرح دوڑتے
 ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں ﴿۴۳﴾ ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی
 ہوئی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ دیا جاتا تھا ﴿۴۴﴾

ان کا پھر زندہ ہو کر اللہ کی جنت میں زبردستی گھس جانا تو درکنار بلکہ جس طرح یہ لوگ دنیا میں بتوں کی طرف دوڑتے ہیں، اس
 طرح محشر کے دن قبروں سے اٹھ کر حساب و کتاب، اور اس بت پرستی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے آگے پیچھے میدان محشر کی طرف
 دوڑیں گے۔ اور بت پرستی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے جو کچھ ہوگا اس کا ذکر شروع سورۃ میں گذر چکا ہے، کہ ایک گنہگار اپنے سارے
 رشتہ داروں اور تمام دنیا کے مال و متاع کو معاوضہ میں دے کر عذاب آخرت میں جو کچھ سختی ہوگی اس کا بیان دوزخ کے ذکر کی
 آیتوں میں اوپر کئی جگہ گذر چکا ہے۔ اللہ اس عذاب سے سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اس عذاب سے بچنے کی توفیق دیوے۔

﴿ایاتھا ۲۸﴾ ﴿۱﴾ سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ ۷۱ ﴿۲﴾ ﴿مَرْكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورہ نوح مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ
يَّآتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۲ اَنْ
اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْنَ ۳

بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ تم اپنی قوم کو (وبال کفر سے) ڈراؤ اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے ۱ انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا: ”اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف ڈرسانے والا ہوں ۲ (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ۳

خواص سورہ نوح: اگر اس سورہ کو روزانہ پڑھیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حاجت پوری ہو اور ہر قسم کے رنج و غم سے محفوظ رہے، اور اگر کسی دشمن سے مقابلہ پڑ جائے تو اس سورت کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے یا زیادہ آدمی ایک جگہ بیٹھ کر اس سورت کو پڑھیں تو دشمن پر فتیابی ہووے۔

نوح علیہ السلام کا واقعہ

۱ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، ان سے کہا کہ جاؤ اور اپنی قوم کو ڈراؤ دھمکاؤ۔ خدا کے غصہ اور عذاب کی خبر سناؤ، قبل ازاں کہ انکو عذاب الیم درد رساں پہنچے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام انکے پاس آئے تو کہا: ”اے قوم! میں تم کو خدا کے غصہ سے بچانے کے لئے آیا ہوں، اس کا قاصد ہوں، اسکا پیغام دے کر ڈراتا ہوں۔ صاف صاف تمہارے محاورے میں تم کو سمجھاتا ہوں۔ یہ حکم دیتا ہوں کہ خدا کی عبادت کرو، توحید مانو، اس سے ڈرو، کفر و شرک سے منہ پھیرو، میری اطاعت کرو، میرا حکم، میری وصیت و نصیحت مانو۔ اگر تم قبول کرو گے، خدا تمہاری حالت کفر کی توحید توبہ کی برکت سے بخش دے گا، اور تم کو ایک وقت معین تک دنیا میں ٹھہرائے گا، یعنی عذاب بھیج کر ہلاک نہ کرے گا، اپنی موت مرو گے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر انکار کیا عذاب پاؤ گے، اور اللہ کا عذاب جب آتا ہے تو کسی کے ٹالے نہیں ملتا، نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جاتی ہے۔ کاش اگر تم جانو اور سمجھو تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِكُم إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَيِّئٍ ۖ إِنََّّ أَجَلَ اللَّهِ
 إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۚ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ
 قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿۴﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿۵﴾ وَإِنِّي
 كَلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِيُغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أُصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَرُوا
 شِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۶﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ
 جَهَارًا ﴿۷﴾ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿۸﴾

تا کہ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تم کو ایک مقرر میعاد (یعنی موت) تک مہلت دے، بیشک مقرر کیا ہو وقت اللہ کا جب آتا ہے ہرگز اس کو ٹالا نہیں جاتا اگر تم (اس کو) جانتے (تو ایمان لے آتے)“ ﴿۳﴾ نوح نے عرض کی: ”اے میرے لے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو (دین حق کی طرف) رات اور دن بلایا ﴿۴﴾ پس میرے بلانے سے انہیں اور زیادہ بھاگنا ہی بڑھا ﴿۵﴾ اور بیشک میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی طرف) بلایا تا کہ تو ان کو بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں ہی نہیں) اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے (یعنی منہ چھپائے) اور کفر پر اصرار کیا اور میری نصیحت کو قبول کرنے سے (سخت غرور کیا) ﴿۶﴾ پھر میں نے ان کو (دین حق کی طرف) نہایت زور سے بلایا ﴿۷﴾ پھر میں نے ان کو کھلم کھلا کہا اور آہستگی کے ساتھ خفیہ طور پر بھی کہا ﴿۸﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر

اے اوپر کی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کو جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، اس کے موافق حضرت نوح علیہ السلام نوسو بیس برس تک ان کو سمجھاتے رہے۔ جب اُمید کی کوئی سورت باقی نہ رہی تو مایوس اور تنگ دل ہو کر بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ یا اللہ! میں نے اپنی طرف سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، رات کی تاریکی اور دن کے اجالے میں برابر ان کو تیری طرف بلاتا رہا، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں تیری طرف آنے کو کہا گیا، یہ بد بخت اور زیادہ ادھر سے منہ پھیر کر بھاگے، اور جس قدر میری طرف سے شفقت و دل سوزی کا اظہار ہوا، ان کی جانب سے نفرت اور بیزاری بڑھتی گئی۔ سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا مگر ان لوگوں نے میری ایک نہ سنی، بلکہ یہ لوگ نصیحت کی بات سے ایسے گھبراتے ہیں کہ جب ان سے کوئی بات نصیحت کی کہی

جاتی ہے تو یہ لوگ کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں، منہ سر لپیٹ کر کانوں کو کپڑے کے اندر چھپا لیتے ہیں، تاکہ نصیحت کی بات سے ان کے کان آشنا نہ ہوں۔ ان کی بد عادت قحط کی آفت جو ان پر برسوں سے پڑی ہوئی ہے، میں نے ان کو یہ بھی سمجھایا کہ اگر تم اللہ کی جناب میں اپنی بد اعمالی سے توبہ استغفار کرو گے، تو اللہ تعالیٰ خوب مونسلا دھار مینہ برسا دے گا، جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلے پھل میوہ کی افراط ہوگی۔ مویشی وغیرہ فریبہ ہو جائیں گے۔ دودھ گھی بڑھ جائے گا، تم آباد ہو جاؤ گے، تمہارے مال و اولاد میں ترقی ہوگی۔ اولاد کی ترقی کا ذکر اس لئے کیا کہ سزا کے طور پر جس طرح ان لوگوں میں قحط پڑا تھا، اسی طرح ان کے گھر اولاد کا پیدا ہونا بھی بند ہو گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو یہ بات بھی سمجھائی کہ اللہ کی اس قدرت کو ذرا خیال کرو کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا کسی کو کالا، کسی کو مرد کسی کو عورت، جس طرح چاہا پیدا کیا اور پھر اب پیدا ہونے کے بعد کوئی بچہ ہے، کوئی جوان کوئی بوڑھا، کوئی تندرست کوئی بیمار۔ پھر کوئی اچھا ہو جاتا ہے کوئی مر جاتا ہے۔ تمہاری طرح طرح کی ضرورتوں کیلئے تم نے کیا یہ نہیں دیکھا کہ اس نے سات آسمان چاند سورج کیا کیا پیدا کیا۔ زمین کو بچھونے کی طرح ایسا نرم کر دیا کہ اس میں کھیتی کرو باغ لگاؤ، اس کو کھود کر اس کی اینٹ مٹی سے مکان بناؤ، پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھیں تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو تجارت کے لئے جاسکو۔ تم جو کھیتی کرتے ہو تو اناج کے ہاتھ آنے کی نیت سے کرتے ہو، باغ لگاتے ہو میوہ کھانے کے ارادہ سے، اور مکان بناتے ہو تو اس میں رہنے کے قصد سے۔ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب انتظام بغیر کسی انجام کے کئے ہیں۔ نہیں نہیں اس سب انتظام کا انجام یہی ہے، جو میں تم سے کہتا ہوں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پھر تم کو زندہ کرے گا، اور عمر بھی جو تم نے کیا ہے اس سب کی جزا اور سزا دے گا۔ ان سب باتوں کو بھلا کر تم نے جو خدا کی عظمت بالکل دل سے نکال دی، اور بتوں کی پوجا کرنے لگے، ان بتوں کو خدا کی خدائی میں کیا اختیار ہے، جو ان کی پوجا سے تم کچھ فیض کو پہنچو گے۔ غرض باوجود ان سب فہمائشوں کے یہ لوگ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے، بلکہ ان کی سرکشی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی دوسری یہ شکایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ اس قوم کے صاحب مال اور صاحب اولاد لوگوں نے اس قوم کو یہ بہکا رکھا ہے، کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو یہ نعمتیں ہم کو کیونکر ملتیں۔ اس لئے تم اپنے بتوں کی پوجا ہرگز نہ چھوڑنا، ان مالدار لوگوں کے اس بہکا دے کو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کا بڑا کمر اور بڑا داؤں کہا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کے مال اور اولاد کے غرور کے سبب سے وہ خود بھی راہ پر نہیں آتے، دوسروں کو بھی مال و اولاد کے حیلہ سے بہکاتے ہیں۔ پھر یہ شکایت کی کہ یا اللہ! ان بتوں کے سبب سے تیری بہت سی مخلوق گمراہی میں پڑ گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں یہ پانچ بت تھے، جن کا آیت میں نام بتایا گیا ہے، ہر مطلب کا ایک الگ بت بنا رکھا تھا، وہ ہی بت پھر عرب میں آئے، اور ہندوستان میں بھی اسی قسم کے بت و شنو۔ برہما۔ اندر۔ شو اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں، وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! ان کی گمراہی یہاں تک بڑھی کہ آخر ان پر عذاب آجائے، یہ بددعا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک لوگوں کے حق میں کی ہے، کیونکہ مشرک سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۙ ۱۰ يُرْسِلِ السَّمَاءَ
 عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۙ ۱۱ وَيُدْخِلْكُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ
 جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۙ ۱۲ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۙ ۱۳ وَقَدْ
 خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۙ ۱۴ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ
 طِبَاقًا ۙ ۱۵ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۙ ۱۶ وَ
 اللَّهُ أَنْتَبَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۙ ۱۷ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ
 إِخْرَاجًا ۙ ۱۸ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ بِسَاطًا ۙ ۱۹ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا
 سُبُلًا فِجَاجًا ۙ ۲۰ قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ
 يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ إِلَّا خَسَارًا ۙ ۲۱ وَمَكَرُوا مَكْرًا كَبِيرًا ۙ ۲۲

پس میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے بخشش مانگو (شرک و کفر سے توبہ کرو) بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے ۱۰ وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا ۱۱ اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ تیار کر دے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا ۱۲ تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی بزرگی اور عظمت کا اعتقاد نہیں کرتے؟ (اور اس سے ثواب حاصل کرنے کی امید نہیں رکھتے) ۱۳ حالانکہ اس نے تم کو مختلف طور پر پیدا کیا ۱۴ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ۱۵ اور ان میں چاند کو روشن کیا، اور سورج کو (مثل) چراغ (کے روشن) بنایا (اس کی روشنی چاند سے زیادہ ہے) ۱۶ اور اللہ نے زمین سے سبزے کی طرح تمہیں اگایا۔ (یعنی تم کو آدم سے، آدم کو مٹی سے، مٹی کو زمین سے پیدا کیا) ۱۷ پھر تم کو (بعد مرنے کے) زمین ہی میں لے جائے گا اور (قیامت کے دن اس زمین سے) دوبارہ نکالے گا ۱۸ اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو چھونا بنایا ۱۹ تاکہ اس کے کھلے رستوں میں چلو ۲۰ نوح نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! بے شک انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کی پیروی کی کہ جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا ۲۱ اور اب وہ رؤسا بہت بڑا داؤں کھیلے (کہ نوح کو جھٹلایا اور انہیں اور ان کے ماننے والوں کو ایذا پہنچائیں) ۲۲

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَٰعُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝۲۲ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۗ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝۲۳ مِمَّا خَطَبْتَهُمْ أُغْرِقُوا فَأَدْخَلُوا نَارًا ۗ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝۲۴ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكُفْرِينَ دَيَّارًا ۝۲۵ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۲۶

اور کہا: ”ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وہ (جو بت مرد کی شکل) اور سواع (جو عورت کی شکل) اور یعوث (جو شیر کی شکل) اور یعوق (جو گھوڑے کی شکل) اور نسر کو (جو کرگس کی شکل) ۝۲۲ اور بیشک ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور تو ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دے“ ۝۲۳ (نوح علیہ السلام) نے جب بددعا کی تو ان کا انجام یہ ہوا) پس اے وہ اپنی خطاؤں کے سبب غرق کر دیئے گئے، پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے پس انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار نہ پایا ۝۲۴ اور نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ۝۲۵ بیشک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو بیشک تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہی ہوگی ۝۲۶

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شکایت اور بددعا کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سوا تھوڑے سے آدمیوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے سمجھانے سے راہِ راست پر آگئے تھے، اور سب قوم کے لوگ طوفان سے ہلاک ہو کر سیدھے جہنم کو چلے گئے۔ یہ طوفان کا قصہ سورہ عنکبوت اور سورہ ہود میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کی سرکشی کا خوب تجربہ ہو چکا تھا، اسلئے طوفان کے وقت انہوں نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس سرکش قوم میں کا ایک گھر بھی طوفان کی آفت سے باقی نہ رہے، کیونکہ ان میں کا ایک گھر بھی باقی رہے گا، تو وہ اور ان کی اولاد لوگوں کو بہکائیں گے۔ پھر اپنی ذات اور اپنے ماں باپ، اور جو فرمانبردار مرد عورت حضرت نوح علیہ السلام کے گھر میں طوفان کی آفت سے امن و امان میں رہنے کیلئے آئے تھے، ان کے گناہ معاف ہونے کی دعا، اور بت پرستوں کی بربادی کی بددعا پر کلام کو ختم کیا۔ بت پرستی حضرت نوح علیہ السلام

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۲۸

۷۲- الجن

اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو (کہ وہ دونوں مومن تھے) اور اس کو جو میرے گھر میں مومن ہو کر آجائے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے، اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دے۔ (اللہ نے نوح (علیہ السلام) کی دعا قبول فرمائی اور تمام کفار کو عذاب سے ہلاک کر دیا) ۷۲

کے ماں باپ کے بعد پھیلی ہے۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کے ماں باپ مسلمان تھے، حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام لاک تھا، حضرت آدم علیہ السلام کی پانچویں پشت کے پوتے تھے۔

﴿ایاتھا ۲۸﴾ ﴿سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ ۴۰﴾ ﴿رُكُوْعَاتُهَا ۲﴾

سورہ جن مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اِنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱

(اے محبوب! ﷺ) تم فرماؤ کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے کان لگا کر میرا پڑھنا سنا تو (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے ۱

خواص سورہ جن: اگر کسی پر آسب کا خلل ہو تو پاک پانی پر سورہ فاتحہ اور آیہ الکرسی اور پانچ آیتیں سورہ جن کے شروع کی (یعنی قُلْ اُوْحِيَ سے گزبائے) پڑھ کر پانی پر دم کرے اور وہ پانی اس کے منہ پر چھڑک دیں اور مکان کے چاروں طرف بھی چھڑک دیں ان شاء اللہ جن دور ہو جائے گا۔ اگر اس سورت کو قیدی بار بار پڑھے گا تو رہائی جلد حاصل ہوگی۔

جنات کا قرآن مجید پر ایمان لانا

۱۔ سورہ احقاف میں گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے، کئی جن ادھر کو گذرے اور قرآن شریف کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا کہ ہم نے ایک

يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَامْتَابِهِ ۖ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۚ ۱ وَأَنَّهُ
تَعْلَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۚ ۲ وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ
سَفِيهُنَا عَلَىٰ اللَّهِ شَطَطًا ۚ ۳ وَأَنَا ظَنَنَّا أَن لَّنْ نَقُولَ الْإِنسُ وَ
الْجِنُّ عَلَىٰ اللَّهِ كَذِبًا ۚ ۴ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ
بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۚ ۵

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہم (اب) اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہ
ٹھہرائیں گے ۱ اور انہوں نے کہا اے (کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے، نہ اس نے بیوی اختیار کی اور
نہ فرزند ۲ اور یہ کہ ہم میں سے بعض جاہل اللہ کی شان میں جھوٹ بات کہتے تھے ۳ اور یہ کہ ہمارا (پہلے) یہ
خیال تھا کہ انسان و جنات اللہ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے، (اس لئے ہم ان کی باتوں کی تصدیق
کرتے تھے) ۴ اور ۵ یہ کہ بہت سے لوگ آدمیوں (یعنی بنی آدم) میں سے ایسے تھے، کہ وہ جنات میں سے
تھے بعض مردوں کی پناہ لیتے تھے پس اس سے اور بھی ان جنوں کا تکبر بڑھا ۵

کلام سنا ہے، جو اپنی فصاحت و بلاغت، حسن اسلوب، قوت تاثیر، شیریں بیانی، طرز موعظت اور علوم و مضامین کے اعتبار سے
عجیب و غریب ہے۔ معرفت ربانی، رشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے، اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر
پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے ہم سنتے ہی بلا توقف اس پر ایمان لائے، اور ہم کو کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی
کا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ان
کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد گیارہ ہزار جنات کا قافلہ دین اور اسلام
کی باتیں سیکھنے آیا۔ آپ نے سورۃ الرحمن پڑھ کر سنائی اور دین کی باتیں سکھلائیں۔

۱۔ بے وقوف جن و انس حد سے بڑھ کر گستاخی کا یہ کلمہ جو اللہ تعالیٰ کی شان میں کہتے تھے کہ ”اللہ صاحب اولاد ہے“۔ ہم کو یہ
گمان تھا کہ شاید وہ کلمہ جھوٹ نہیں کہتے، مگر اب قرآن شریف کے سننے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں اس
کلمہ کا منہ سے نکالنا بڑی گستاخی ہے، اور جن و انس میں سے جو یہ کلمہ کہتے ہیں ان کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔

۲۔ ایام جاہلیت میں یہ ایک دستور تھا کہ عرب کے لوگ مسافرت کی حالت میں جب کسی جنگل میں اترتے تو نعوذ لبید هذا

وَأَنَّهُمْ ظُنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنَّ لَنْ يَّبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝ وَأَنَا لَسْنَا
السَّاءَ فَوَجَدْنَاهُمْ لَئِيْلًا حَرَسًا شَرِيْدًا وَشُهَبًا ۝ وَأَنَا كُنَّا نَقْعُدُ
مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْتَعِزَّ إِلَّا نَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝

اور یہ کہ جیسا انہوں نے گمان کیا ویسا ہی تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کسی کو نہیں بھیجے گا ۝ اور اے ہم نے آسمان کو
ٹٹولا (یعنی کلام سننے کے لئے آسمان دنیا پر جانا چاہا) پس ہم نے اس کو پایا کہ مضبوط چوکیدار (فرشتوں) اور
گرنے والوں ستاروں سے آسمان بھر دیا گیا ہے ۝ اور یہ کہ ہم پہلے آسمانوں کے کچھ موقعوں پر (وہاں کی
باتیں) سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے پس اب جو کوئی سننے تو اپنے لئے ایک تارہ (یعنی شعلہ) پائے ۝

لوادی من شر سفهاء قومہ کہا کرتے تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس جنگل کے سردار سے ہم یہ حمایت چاہتے ہیں کہ
اس سردار کی قوم میں کا کوئی نادان جن ہماری جان اور مال کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اسی دستور کو جنوں کی اس ٹکڑی
نے یہ کہا کہ اس دستور نے جنات کے تکبر اور نخوت کو اور بڑھا دیا، کیونکہ اس دستور سے وہ سمجھنے لگے کہ ہم بھی ایسے ہیں کہ
انسان ہم سے حمایت چاہتے ہیں۔ یہ جنات کی ٹکڑی یہودی مذہب کی تھی، اس لئے انہوں نے قرآن کو سن کر انا سمعنا
کتابا انزل من بعد موسیٰ کہا بعد عیسیٰ نہیں کہا۔ اس واسطے اَنْ لَنْ يَّبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا کے مفسرین نے دو معنی کئے ہیں:
● ایک تو یہ کہ ان جنات کا ویسا ہی عقیدہ تھا جس طرح بنی آدم میں یہود کا عقیدہ ہے کہ قیامت تک کوئی ایسا رسول نہ پیدا ہو
گا جس کے سبب سے توراہ کے احکام منسوخ ہوں گے۔ ● دوسرے معنی یہ کہ کفار کی طرح حشر کے منکر تھے۔ حاصل یہ ہے کہ
اس جنات کی ٹکڑی نے قرآن کے سننے کے بعد کہا کہ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے، جو
لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ تم سب بھوت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔ ان آیتوں میں قریش کو
یوں قائل کیا ہے کہ جنات کا حال تو ایک دفعہ کے قرآن کے سننے سے یہ ہوا جو بیان ہوا۔ قریش باوجودیکہ انسان ہیں، اور
گھڑی گھڑی ان کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں، جس پر ان کا یہ حال ہے کہ خود بھی قرآن کے منکر اور لوگوں کو بھی قرآن کی
آیتیں سننے سے روکتے ہیں۔

جنات کا آسمان پر نہ جانے کا سبب اور حضور ﷺ کی نصیحت

۱۔ قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے جنات بعض روایتوں کے موافق اول آسمان پر پہنچ کر چوری سے آسمان
پر کی کچھ خبریں سن آتے تھے، اور ایک بات میں نوباتیں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر کاہن لوگوں سے کہہ دیتے تھے۔ قرآن
شریف کا نزول شروع ہوتے ہی آسمان کی خبروں کی حفاظت کا انتظام زیادہ بڑھ گیا۔ اس انتظام کے بعد پہلے کی طرح جنات

وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنٍ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ
رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝ وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ طُغْيَانًا
طَرَأَ بِقِيْقَدَادًا ۝

اور یہ کہ لہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے زمین والوں کے حق میں کوئی برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے کوئی
بہتری چاہی ہے ۝ اور لہ یہ کہ (قرآن سننے کے بعد) کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے
ہیں، ہم مختلف فرقے ہیں ۝

نے جب آسمان تلک جانے کا قصد کیا، تو دیکھا کہ آج کل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں۔ جو کسی شیطان کو غیب کی خبر
سننے نہیں دیتے، اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اس پر چاروں طرف سے انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور
روک ٹوک نہ تھی، اب اس قدر سختی نا کہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سننے کا ارادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشیں گولے سے
اس کا تعاقب کیا جاتا ہے، اسکی تفسیر پہلے سورہ حجر وغیرہ میں گذر چکی ہے۔

لہ ان جدید انتظامات اور سختی نا کہ بندیوں کو دیکھ کر حیرت میں تھے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ کچھ نہ جانتے تھے کہ اتنی حراست کس
لئے ہے، سوچتے تھے کہ گلشن تقدیر میں کیا نیا شگوفہ کھلا ہے، نہیں جانتے تھے کہ خدا نے زمین والوں کے ساتھ کیا ارادہ کیا ہے،
آیا کوئی برائی کا قصد کیا گیا ہے کہ ہلاک کئے جائیں گے، یا پروردگار نے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے کہ کوئی رحمت و برکت نازل
کرے گا جو ایسا بندوبست ہے کہ زمین پر آسمان کی خبر نہ آنے پائے۔ اب جب قرآن شریف سنا تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا
نزول اور محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے ہیں، یہ انتظامات اس کا سبب ہوئے۔

۷ سلف کا قول ہے کہ جس طرح بنی آدم میں مشرک یہود و نصاریٰ طرح طرح کے فرقے ہیں، یہی حال جنات کا بھی ہے۔
اس جنات کی ٹکڑی کے جن جن کا ذکر اوپر سے چلا آتا ہے، اپنا اور اپنی قوم کا حال بیان کر رہے ہیں کہ بعضے ہم میں سے نیک اور
اپنے دین کے پابند ہیں، اور بعضوں کا ڈھنگ اس کے برخلاف ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ جب سے ہم نے یہ قرآن شریف
سنا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کریں، اور وہ اس نافرمانی کی سزا
میں ہم کو پکڑنا چاہے تو اسکے مواخذہ سے ہم کہیں بھاگ کر بچ نہیں سکتے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس نے اللہ کی فرمانبرداری
کی، اس نے ٹھیک راستہ ڈھونڈ لیا، جس میں اس کو کبھی کسی طرح کا ٹوٹا نہ ہوگا۔ کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یوں ہی رائیگاں چلی
جائے، اور نہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اسکے سر تھوپ دیئے جائیں۔ غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے
مامون و محفوظ رہے گا۔ اور جو نافرمان ہیں وہ آخر کو دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اب جنات کے اس تذکرہ میں قریش کو یہ ارشاد

وَأَنَا ظَنُّنَا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ۝۱۲ وَ
 أَنَا لَمَّا سَبِعْنَا الْهُدَىٰ أَمَّنَّا بِهِ ۝۱۳ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا
 وَلَا رَهَقًا ۝۱۴ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِنَ الْقَاسِمِينَ ۝۱۵ فَمَنْ أَسْلَمَ
 فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا وَارْشَدُوا ۝۱۶ وَأَمَّا الْقَاسِمُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝۱۷
 وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِيَهُمْ مَّا عَزَّوَعَدْنَا ۝۱۸ لِنَقِيتَهُمْ
 فِيهِ ۝۱۹ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝۲۰

اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہم ہرگز زمین میں اللہ کو عاجز نہ کر سکیں گے اور بھاگ کر ہم اس کو ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے ۱۲ اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت (یعنی قرآن) سنی اس پر ایمان لائے، پس جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اس کو نہ کسی نقصان (یعنی ثواب کی کمی) کا اندیشہ ہے اور نہ کسی کی (بدیوں کی) زیادتی کا ۱۳ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہیں اور کچھ گنہگار (یعنی کافر) ہیں، پھر جو کوئی مسلمان ہو گیا پس انہوں نے بھلائی کا راستہ تلاش کر لیا ۱۴ اور جو گنہگار (یعنی کافر) ہیں پس وہ دوزخ کے ایندھن بن گئے ۱۵ اور اے محبوب! ﷺ تم فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر بنی آدم سیدھے رستے پر رہتے بیشک ہم انہیں بہت سا پانی (یعنی رزق) دیتے ۱۶ تاکہ ہم ان کو اس میں آزمائیں، اور جس کسی نے اپنے پروردگار کی یاد سے منہ موڑا تو اللہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا ۱۷

ہے کہ اے محبوب ﷺ! ان لوگوں سے کہہ دو جس طرح مجھ کو یہ وحی اللہ کی طرف سے آئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن سنا اور وہ ایمان لے آئے، اسی طرح یہ بھی وحی آئی ہے کہ اگر ان جنات کی طرح یہ لوگ بھی سیدھے راستے پر آجاتے تو یہ قحط کی آفت ان پر سے ٹل جاتی، اور ان کی شکرگذاری آزمانے کے لئے، ان کے رزق میں اچھی فراخی کر دی جاتی۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو یہ عادت الہی جاری ہے کہ جو اللہ کی نصیحت نہیں مانتا، اللہ اسے ایسے عذاب میں پکڑ لیتا ہے جو روز بروز بڑھتا چڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً کبھی مکہ کا سات برس کا قحط ہے، کبھی بدر کی لڑائی کا قتل، اور قید کی آفت، پھر سب سے پہلے چڑھ کر دوزخ کا عذاب، جس کے بڑھنے چڑھنے کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ ابن ماجہ، مستدرک حاکم وغیرہ میں روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کم تو لے اور زکوٰۃ کے نہ ادا کرتے سے قحط پڑتا ہے۔

وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۱۸ ۱۹ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۱۹ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۲۰ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۲۱ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۲۲ وَلَنْ أجدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۲۳

اور ۱۔ یہ کہ مسجدیں سب اللہ ہی (کی عبادت) کیلئے مخصوص ہیں پس ۲۔ اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو ۳۔ اور ۳۔ جب اللہ کا خاص بندہ (یعنی محمد ﷺ) اللہ کی عبادت کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھے کے ٹھٹھے (قرآن سننے کیلئے) موجود ہو جائیں ۴۔ تم فرماؤ ۵۔ کہ میں اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ۶۔ تم فرماؤ کہ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں ۷۔ تم فرماؤ: ”(اگر میں حکم الہی پہنچانے میں کوتاہی کروں تو) ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچاے گا اور میں اسکے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) نہ پاؤں گا ۸۔

۱۔ یوں تو خدا کی ساری زمین اس اُمت کیلئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خالص عبادت کے لئے بنائے جاتے ہیں، ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔

۲۔ جیسا یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔

۳۔ جب خدا کا بندہ کامل محمد رسول اللہ ﷺ خدا کی عبادت کو اس کی یاد کو کھڑے ہوتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو ٹھٹھے کے ٹھٹھے آپ ﷺ پر ٹوٹے پڑتے ہیں، یعنی جب حضور بطن نخلہ میں قرآن پڑھ رہے تھے تو جن آئے، اور حضرت کو دیکھ کر اور اپنے مقصود کو پا کر محبت سے تعجب سے قرآن سننے کو، رسول اللہ ﷺ کا جمال پاک دیکھنے کو جمگھٹ کر کے حضرت کے اوپر جھکے پڑتے ہیں، گویا حضرت پر فرط شوق میں گر پڑیں گے۔

۴۔ اے مشرک! تم ٹھٹھے کے ٹھٹھے جمع ہو کر مجھ سے مخالفت کیوں کرتے ہو، میں تو اللہ کے حکم کے موافق اللہ کی خالص عبادت کرتا ہوں۔ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ رہی تمہاری ہدایت اور گمراہی وہ میرے اختیار میں نہیں، جس طرح اللہ کا حکم آتا ہے، میں خود بھی اس کے موافق عمل کرتا ہوں، اور تم کو بھی وہ حکم الہی پہنچا دیتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے میں، یا اس کو تم کو پہنچا دینے میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو مجھے اللہ کے مواخذاہ سے نہ کوئی بچا سکتا ہے، نہ اس سے بچنے کی کوئی پناہ کی جگہ مجھ کو نظر آتی ہے۔ اب بعد اس فہمائش کے جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا اس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے۔

إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ
 نَارًا جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۖ ۲۳ ۗ حَتَّىٰ إِذَا سَاءَ مَا يُوْعَدُونَ
 فَسَيَعْلَمُونَ مَن أَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ أَقْلُّ عَدَدًا ۖ ۲۴ ۗ قُلْ إِن أَدْرِي
 أَقْرِبُ مَا تُوْعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۖ ۲۵ ۗ عِلْمُ الْغَيْبِ
 فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ ۲۶ ۗ

لیکن (میرا کام تو) اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا اور اسکے پیغام سنا دینا (ہے) اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۲۳ (لیکن یہ کفار باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب (عذاب کو) دیکھیں گے جس کا وعدہ دیا جاتا ہے، پس عنقریب جان لیں گے کس کا مددگار زیادہ کمزور ہے اور کس کی گنتی کم ہے؟ ۲۴ تم فرماؤ کہ ۲۵ مجھے خبر نہیں آیا قریب ہے جس (عذاب) کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا پروردگار اسے کچھ وقفہ دے گا ۲۶ غیب کا جاننے والا تو اپنے علم غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا ۲۷

۱۔ اے محبوب ﷺ ان کو اس وقت تک مہلت دو جبکہ عذاب آجائے۔ جب وہ اس عذاب الہی کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے تو اس وقت جان جائیں گے کہ کمزور کون ہے قوی کون۔ کس کے مددگار کم ہیں، کس کے زائد اور وہ زمانہ بھی قریب ہے۔

علم غیب کا ذکر

۲۔ شان نزول: نصر بن حارث نے کہا تھا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا: ”اے محبوب ﷺ! تم ان عذاب کے جلد باز لوگوں کو جواب دیدو کہ میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہے وہ قریب ہے، یا یہ کہ اس کے لئے خدا نے ایک وقت معین بنایا ہے، کچھ مدت بعد اپنے وقت پر آئے گا۔ عالم الغیب حقیقی تو خدا ہی ہے، وہی وقت نزول عذاب جانے وہ اپنی غیبی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر رسولوں میں سے جس کسی کو پسند کرتا ہے اور برگزیدہ بناتا ہے، کہ ان کو اپنے کارخانہ قدرت کے اسرار غیب جتنے چاہے بتا دیتا ہے، اور یہ علم غیب ان کیلئے معجزہ ہوتا ہے۔ اولیاء کو بھی اگرچہ غیب پر اطلاع دی جاتی ہے، مگر انبیاء کا علم باعتبار کشف و انجلا اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا و ارفع و اعلیٰ ہے، اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت، اور انہی کے فیض سے ہوتے ہیں۔ معتزلہ ایک گمراہ کن فرقہ ہے، وہ اولیاء کیلئے علم غیب کا قائل نہیں، اس کا خیال باطل اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے۔ اور اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں۔ بیان مذکورہ بالا میں

إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۚ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۗ

سوا اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے کہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے فرشتوں کا حفاظت کے لئے پہرہ مقرر کر دیتا ہے ۚ تاکہ اللہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اللہ کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے ۗ

اس کا ارشاد کر دیا گیا ہے۔ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ مرتضیٰ ﷺ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے، جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے۔ اور یہ آیت حضور ﷺ کے اور تمام مرتضیٰ رسولوں کیلئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔

اب یہاں سے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ رسولوں کو جو وحی پہنچائی جاتی ہے، اس وحی کی حفاظت کا خدا کی طرف سے آسمان و زمین پر بہت بڑا انتظام ہے، آسمان پر جگہ جگہ فرشتے تعینات ہیں، جو وحی کی خبر چوری سے سننے والے جہات پر چاروں طرف سے انکارے برساتے ہیں، اور کوئی وحی کی خبر چوری سے ان کو سننے نہیں دیتے۔ آسمان سے زمین پر جب وحی کی خبر آتی ہے تو اللہ کے رسول کے ارد گرد ہر طرف فرشتے اس بات کی چوکی کرتے ہیں، کہ ان میں کوئی شیطانی دخل نہ ہونے پائے۔ یہ سب انتظام اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب کے طور پر فرمایا ہے، ورنہ علم باطنی کے طور پر ذرہ ذرہ سب اس کو معلوم ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں، جو چیز مخلوقات کی نظروں سے غائب ہے اسکو غیب کہتے ہیں۔ عذاب قبر، جنت دوزخ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جنت اور دوزخ کا حال جو کچھ مجھ کو معلوم ہے، اگر وہ تم لوگوں کو معلوم ہو جائے تو تم ہنسنا بالکل کم کر دو، ہر وقت روتے رہو۔ بستی کو چھوڑ کر جنگل کو چلے جاؤ، اور ہر دم اللہ سے لو لگائے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض غیب کی باتیں دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لئے سوائے آنحضرت ﷺ کے ان کی امت کے لوگوں پر تفصیل سے ظاہر نہیں کی گئیں۔

﴿ ایاتھا ۲۰ ﴾ ﴿ ۲۲ ﴾ ﴿ سورۃ المزمّل مکیہ ۳ ﴾ ﴿ رکوعاھا ۲ ﴾

سورہ مزل مکہ میں نازل ہوئی، اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ ۱ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۲ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ
قَلِيلًا ۳ أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَاقِلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۴

اے کپڑا لہ اوڑھنے والے (محبوب ﷺ!) ۱ رات میں (نماز و عبادت کے لئے) قیام کرو (تمام رات نہیں) ۲ مگر کچھ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کرو ۳ یا اس سے کچھ بڑھاؤ اور ۴ قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو ۵

خواص سورہ مزمّل: اس سورت کو اگر کوئی شخص ہمیشہ ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کی روزی میں کشائش ہو اور آنحضرت ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہو اور موجب خیر و برکت ہو۔ اگر اس سورت کو لکھ کر مریض کے گلے میں بطور تعویذ کے باندھے تو صحت نصیب ہو، اور اس سورت کو پڑھ کر حاکم کے پاس جائے تو حاکم مہربان ہو جائے۔

نماز تہجد کا ذکر

شان نزول: اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ ابتدائے زمانہ وحی میں رات کو اپنے کپڑے میں نماز کے لئے لیٹے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کملی کے ساتھ خطاب فرمایا کہ رات کو نماز میں مشغول رہو، خدا کی عبادت میں کھڑے رہو مگر تھوڑی رات کہ اس میں مشغول نہ رہو۔ پھر اسکا بیان کیا کہ آدھی رات کھڑے ہو کر عبادت کرو، یا اس آدھی رات سے بھی کم کر لو یعنی تہائی رات مشغول عبادت رہو، یا آدھی سے کچھ زائد کرو یعنی دو تہائی عبادت کرو۔ غرض حضور ﷺ کو ان سب باتوں میں اختیار دیا ہے کہ خواہ قیام نصف شب سے کم ہو، یا نصف شب یا اس سے زیادہ ہو، مزا اس قیام سے تہجد ہے، جو ابتداء اسلام میں واجب و بقولے فرض تھا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب شب کو قیام فرماتے، اور لوگ نہ جانتے کہ تہائی رات یا آدھی رات یا دو تہائی رات کب ہوئی، تو وہ تمام شب قیام میں رہتے، اور صبح تک نمازیں پڑھتے، اس اندیشہ سے کہ قیام قدر واجب سے کم نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ پھر یہ حکم ایک سال کے بعد منسوخ ہو گیا اور اس کا نسخ بھی اسی سورت میں ہے فَاقْرَأْ مَا تَبَيَّنَ مِنْهُ ۲ یعنی رعایت و قوف اور ادائے مخارج کے ساتھ اور حروف کو مخارج کے ساتھ تا بامکان صحیح ادا کرنا نماز میں فرض ہے۔

إِنَّا سُلِّقْنَا عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأًا
وَأَقْوَمُ قِيْلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَادْكُرْ اسْمَ
رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ
إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝

بیشک ۱ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری کلام (یعنی احکام) نازل کریں گے ۵ بے شک ۲ رات کا اٹھنا نفس کے کچلنے میں بڑا سخت ہے اور تلفظ الفاظ میں زیادہ درست ہے ۱ ۳ بیشک تم کو دن میں (وعظ وپند کا) بہت کام (رہتا) ہے ۴ اور تم ۵ اپنے پروردگار کا نام یاد کرو اور سب ۶ سے الگ ہو کر اسی کی طرف ہو رہو ۷ کہ وہ مشرق اور مغرب ۸ کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ ۹

۱ یعنی نہایت جلیل و با عظمت۔ مراد اس سے قرآن مجید ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ہم آپ پر قرآن نازل فرمائیں گے، جس سے اوامر و نواہی اور تکالیف شاقہ ہیں جو مکلفین پر بھاری ہوں گی۔
۲ یعنی رات کو اٹھنا کچھ آسان کام نہیں، بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے، جس سے نفس کچلا جاتا ہے، اور نیند آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں نیز اس وقت دعا اور ذکر سیدھا دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں، جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے، کیونکہ ہر قسم کے شور و غل اور چیخ و پکار سے یک سو ہونے، اور خداوند قدوس کے ساء دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون و قرار اور لذت و اشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔
۳ یعنی دن میں لوگوں کو وعظ و نصیحت اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں، گو وہ بھی آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔ تاہم بلا واسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کیلئے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہئے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں دن میں ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔
۴ یعنی رات و دن کے جملہ اوقات میں تسبیح تہلیل، نماز تلاوت قرآن درس علم وغیرہ کیلئے مشغول رہو۔
۵ یعنی عبادت میں انقطاع کی صفت ہو کہ دل اللہ کے سوا اور کسی کی طرف مشغول نہ ہو۔ سب علاقے قطع ہو جائیں اسی کی طرف توجہ رہے۔

۶ اس آیت میں فرمایا کہ مشرق اور مغرب سارے جہان کا پرورش کرنے والا جبکہ وہی وحدہ لا شریک ہے، تو وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسی کی خالص عبادت کی جائے، اور دین و دنیا کے ہر ایک کام کا اسی پر بھروسہ رکھا جائے۔ یہ دنیا عالم اسباب سے ہے

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَبِيلًا ۝۱۰ وَذُرْنِي وَ
 الْمَكَذِبِينَ أُولِيَ النَّعْتَةِ وَمَهْلُهُمْ قَلِيلًا ۝۱۱ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَ
 جَحِيمًا ۝۱۲ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۳ يَوْمَ تَرْجُفُ
 الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝۱۴

اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور عہدگی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ ۝۱۰ اور مجھ پر ان جھٹلانے والے
 مالداروں کو چھوڑ دو اور تم انہیں تھوڑی مہلت دو ۝۱۱ بیشک ہمارے پاس (آخرت میں) بھاری بیڑیاں اور
 دوزخ ۝۱۲ اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور دردینے والا عذاب ہے ۝۱۳ (یہ سب اس دن ہوگا) جس دن زمین اور
 پہاڑ لرزیں گے اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں گے (ایسے) ہو جائیں گے (جیسے) چلنے والے ریت کے ٹیلے ۝۱۴

اسلئے دنیا کے کاموں میں اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی اسباب کو بیکار سمجھے، بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھنے کا مطلب یہ
 ہے کہ آدمی سب کو سبب کی طرح برتے، اور ہر کام میں اصل بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھے، سبب کو اصل بھروسہ کی چیز نہ سمجھے۔

نیک بختوں اور بد بختوں کا ذکر

اے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اے محبوب ﷺ! تم اپنے سب کام اللہ کو سونپ دو۔ اللہ
 تعالیٰ تمہارے سب کاموں کے سرانجام کیلئے کافی ہے۔ اس ہدایت کے پورا کرنے کیلئے فرمایا یہ لوگ جو اپنے مال و حجاج کے
 غرور میں تم کو برا بھلا کہتے ہیں، اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں، تم اس کا کچھ خیال نہ کرو، اور تھوڑے دنوں کے لئے ان لوگوں کو
 اللہ کے انتقام پر چھوڑ دو، اللہ ان سے خود سمجھ لے گا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ان آیتوں کے نازل ہونے کے تھوڑے
 عرصہ کے بعد بدر کی لڑائی پیش آئی۔ جس میں بڑے بڑے سرکش مشرکین مکہ میں قتل ہو گئے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے
 قریش کو دو طرح سے ڈرایا، ایک فرعون کا قصہ یاد دلایا کہ اگر ان لوگوں کی یہی فرعون کی سی سرکشی رہی، تو وہی نتیجہ ان کا ہوگا جو
 فرعون اور اسکے لشکر کا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر دنیا کے عذاب سے یہ لوگ بچ بھی گئے تو قیامت کے اس عذاب
 سے ان کو کون بچائے گا۔ جس عذاب کو تفصیل سے اگر کسی کے لڑکے روبرو بیان کیا جائے تو وہ لڑکا بڑھے شخص کی طرح بدحواس
 ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے حال کو قصہ کہانی کی طرح سن کر اڑا دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کا آنا
 ایسا یقینی ہے کہ اس میں کسی صاحب عقل آدمی کو شک و شبہ کا موقع نہیں، کیونکہ دنیا کا پیدا کرنا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے،
 بغیر نیک و بد کی جزا و سزا کے بے ٹھکانے رہتا ہے۔ پھر جب ان میں کے معمولی عقل کے آدمی اس طرح کے بے ٹھکانے کام

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى
 فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝۱۵ فَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا
 وَبِيًّا ۝۱۶ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝۱۷
 السَّيِّئُ مُنْقَطِعُ بِهِ ۝۱۸ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝۱۹ إِنَّ هَذِهِ تَذْكَرَةٌ ۝۲۰
 فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝۲۱ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ
 أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَآئِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۝۲۲

بیشک (اے لوگو!) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے، جو تم پر گواہی دینے والے ہیں جیسا ہم نے فرعون کی
 طرف رسول بھیجے ۝۱۵ پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسکو سخت وبال میں پکڑ لیا ۝۱۶ پس (عذاب
 الہی سے) کیسے بچو گے اگر (دنیا میں) کفر کرو اس دن جو بچوں کو (اپنے شدت دہشت سے) بوڑھا کر دے گا ۝۱۷
 آسمان اسکے صدمہ سے پھٹ جائے گا بیشک (اس دن) اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا ۝۱۸ بیشک اے یہ نصیحت ہے، پس
 جسکا دل چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ لے ۝۱۹ بیشک ۲ تمہارا پروردگار جانتا ہے تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی
 رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی (بھی اٹھتی ہے)۔

سے گھبراتے ہیں، تو پھر اللہ کے ذمہ یہ بے ٹھکانے کا کام کیونکر جائز رکھا جاتا ہے۔ یعنی کافروں کے لئے ہمارے پاس طرح
 طرح کے عذاب تیار ہیں، قیدیں ہیں زنجیریں۔ طوق ہتھکڑیاں کہ ہاتھ پاؤں گردن سب جکڑے جائیں گے، بھاری بھاری
 زنجیریں پہنائی جائیں گی، اور دوزخ ہے جہاں رہیں گے، اور ناگوار اٹکنے والا کھانا ہے۔ یعنی زقوم اور طرح طرح کا عذاب
 دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا، اور خدا جانے کس کس قسم کا ہوگا۔ یہ باتیں بروز قیامت ہوں گی، وہ وہ دن ہے کہ زمین اور
 پہاڑ ہلا ڈالے جائیں گے، پہاڑ کانپ کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم
 جم نہ سکے۔ یعنی آنحضرت ﷺ اللہ کے ہاں گواہی دیں گے کہ کس نے ان کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا۔

۱ یعنی نصیحت کر دی گئی اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے مل جائے۔ راستہ کھلا پڑا ہے کوئی روک
 ٹوک نہیں، نہ خدا کا کچھ فائدہ ہے تم سود فائدہ اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔

۲ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اسکے حکم کی تعمیل کی۔ کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے

وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۗ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ
مَرْضَىٰ ۚ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ
اللَّهِ ۚ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۗ

اور رات اور دن کا پورا اندازہ لے اللہ ہی کرتا ہے، اس کو معلوم ہے کہ (اے مسلمانو!) تم رات کے قیام کا تحفظ نہ کر سکو گے، تو اس نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمائی (یعنی شب کا قیام معاف فرمایا)، تو (اب) تم قرآن میں لے سے جتنا تم پر آسان ہوا اتنا پڑھو، اسے معلوم ہے کہ بعض آدمی تم میں سے بیمار ہوں گے، اور بعض آدمی خدا کے فضل (یعنی روزی) کی تلاش کے لئے زمین میں سفر کریں گے، اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (اس لئے اس حکم کو تم پر فرض نہیں کیا)، پس تم لوگ جتنا قرآن میں سے آسان ہو پڑھو۔

قریب اللہ کی عبادت میں گذاری۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوج جاتے تھے، بلکہ بعض تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔ لے یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے، وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا ہے، کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی تہائی اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا، خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو سہل کام نہیں تھا۔ اسی لئے بعض صحابہ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی، اور فرمایا کہ جس کو اٹھنے کی توفیق ہو، وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن پڑھ لے، اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے، نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔

لے یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے، اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے، اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے۔ ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہو گا۔ اس لئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو، پڑھ لیا کرو اپنی جانوں کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو کہ انہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فائدہ اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں۔

وَأَقِمْ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ وَاقْرَأْ بِاللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا
تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ
أَجْرًا ۖ وَاسْتَغْفِرُ وَاللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۲۰

۱ اور نماز قائم رکھو اور ۱ زکوٰۃ دو اور اللہ کو (خوش دلی کے ساتھ) اچھا قرض دو، اور ۲ جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو گے، اس کو اللہ کے پاس جا کر اس سے اچھا اور ثواب کے اعتبار سے بہت زیادہ پاؤ گے اور اللہ سے بخشش سے مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس قرض سے مراد زکوٰۃ کے سوا راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ صلہ رحمی میں اور مہمانداری میں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے تمام صدقات مراد ہیں، جنہیں اچھی طرح مال حلال سے خوش دلی کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔

۲ یعنی جو نیکی یہاں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے۔ اور بہت بڑا اجر اس سے ملے گا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہ یہیں ختم ہو جاتی ہے، نہیں وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے، جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا۔

۳ یعنی تمام احکام بجالا کر پھر اللہ سے معافی مانگو۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ پس آدمی کو چاہئے کہ اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا رہے کہ اے غفور و رحیم! تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو معاف فرما۔

﴿ابانتھا ۵۶﴾ ﴿سُورَةُ الْمَدْفِرِ مَكِّيَّةٌ ۴﴾ ﴿مَرْكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورہ مدثر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ مدثر: اگر اس سورہ کو پڑھ کر قرآن شریف کے یاد ہونے کی دعا کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسے حفظ کرنے میں آسانی ہوگی۔ اگر اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ شخص ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِيرٌ ۝ وَثِيَابِكَ
فَطَهَّرٌ ۝ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝

اے اے کپڑا اوڑھنے والے۔ (محبوب!) کھڑے ہو جاؤ ۱۔ پھر (قوم کو عذاب الہی سے ایمان نہ لانے پر) ڈراؤ ۲ اور اپنے پروردگار کو تعظیم سے یاد کرو ۳ اور سچے اپنے کپڑے پاک رکھو ۴ اور (بتوں کی) پلیدی سے الگ رہو ۵ اور سچے زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو ۶

۱۔ شان نزول: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”میں کوہ حرا پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی، یا محمد انک رسول اللہ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا، اوپر دیکھا ایک شخص آسمان زمین کے درمیان بیٹھا ہے یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر رعب ہوا اور میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا وغیرہ اڑھاؤ۔ انہوں نے اڑھا دیا تو جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ یعنی ”اے کپڑا اوڑھنے والے محبوب!“۔

۲۔ یعنی وحی کے ثقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں، اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں۔ پھر فرمایا کہ یہ مشرک اللہ کی شان میں شرک کے الفاظ جو کہتے رہتے ہیں، اے محبوب ﷺ! تم انکے برخلاف اللہ کی بڑائی اور توحید بیان کرو، تاکہ ان مشرکوں کے کان بھی توحید سے آشنا ہوں، کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اللہ اکبر فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور کی تکبیر سن کر تکبیر کہی اور خوش ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ وحی آئی۔

طہارت و پاکیزگی

۳۔ مشرکین مکہ پہننے کے کپڑوں کی پاکی ناپاکی کا خیال نہ رکھتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ تم اپنے کپڑے ہر طرح کی نجاست سے پاک صاف رکھو، کیونکہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے، اور نماز کے سوا اور حالتوں میں کپڑے پاک رکھنا بہتر ہے۔ اور پلیدی سے دور رہنے کے معنی یہ ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دور ہو، جیسے اب تک دور ہو۔ بہر حال آیت ہذا میں طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے۔

۴۔ یعنی جیسے کہ دنیا میں ہدیے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے، وہ اس سے زیادہ مجھے دے دے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیے شرعاً جائز ہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اس سے منع فرمایا گیا۔ کیونکہ شان نبوت بہت ارفع و اعلیٰ ہے، اور اس منصب عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو، اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۙ ﴿۷﴾ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿۸﴾ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿۱۰﴾ ذُرِّيٌّ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿۱۱﴾

اور (دین کی خاطر جو ایذا پیش آئے اس پر) ۱۔ اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے صبر کئے رہو ۷ پھر جبکہ دوسرا صور پھونکا جائے گا ۸ تو وہ دن سخت ہے ۹ کافروں پر آسان نہیں (بلکہ ایمان والوں پر آسان ہے ۱۰) (اے محبوب! ﷺ) تم اسے ۱۱ مجھ پر چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا (یعنی ماں کے پیٹ سے بغیر مال و اولاد کے) پیدا کیا ۱۱

۱۔ یعنی جو شہداء دعوت و تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کی خوشنودی کیلئے صبر و تحمل سے برداشت کرو، اور خدمت نبوت کی ادائیگی کے سبب سے مخالف شریعت لوگ جو تم کو کچھ گستاخی کے الفاظ کہیں، تو اس پر صبر کرنے کا سب کا پورا اجر اللہ تم کو دے گا۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! باوجود تمہاری نصیحت کے جو کوئی آخرت کی سزا و جزا کا منکر رہے تو ایسے لوگوں کو یہ سنا دیا جائے کہ مردوں کو زندہ کرنے کا دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ جب یہ لوگ زندہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے، اور ذرہ ذرہ کا ان حساب لیا جائے گا تو وہ وقت ان پر بڑی مشکل کا ہے اس مشکل کیلئے ان لوگوں کو تیار رہنا چاہئے۔

۲۔ شان نزول: جب حَمَّ ۙ ﴿۷﴾ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۸﴾ نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے تلاوت فرمائی۔ ولید بن مغیرہ نے سنا، اس قوم کی مجلس میں آ کر اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے محمد ﷺ سے ابھی ایک کلام سنا، نہ وہ آدمی کا نہ جن کا، بخدا اس میں عجیب شیرینی اور تازگی اور فوائد دل کشی ہے، وہ کلام سب پر غالب رہے گا۔ قریش کو اس کی ان باتوں سے بہت غم ہوا، ان میں مشہور ہو گیا کہ ولید آبائی دین سے برگشتہ ہو گیا، ابو جہل نے ولید کو ہموار کرنے کا ذمہ لیا، اور اس کے پاس آ کر بہت غمزہ صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ ولید نے کہا: ”کیا غم ہے“۔ ابو جہل نے کہا: ”غم کیسے نہ ہو تو بوڑھا ہو گیا ہے، قریش تیرے خرچ کے لئے روپیہ جمع کر دیں گے۔ انہیں خیال ہے کہ تو نے محمد ﷺ کے کلام کی تعریف اس لئے کی ہے کہ تجھے ان کے دسترخوان کا بچا کھانا مل جائے“۔ اس پر اسے طیش آیا اور کہنے لگا کیا: ”قریش کو میرے مال و دولت کا حال معلوم نہیں ہے، اور کیا محمد ﷺ اور ان کے اصحاب نے کبھی سیر ہو کر کھانا بھی کھایا ہے، ان کے دسترخوان پر کیا بچے گا“۔ پھر ابو جہل کے ساتھ اٹھا اور قوم میں آ کر کہنے لگا: ”تمہیں خیال ہے کہ محمد ﷺ مجنون ہیں، کیا تم نے ان میں کبھی دیوانگی کی کوئی بات دیکھی۔“ سب نے کہا ”ہرگز نہیں“ کہنے لگا: ”تم انہیں کاہن سمجھتے ہو، کیا تم نے انہیں کہانت کرتے دیکھا۔“ سب نے کہا: ”نہیں“۔ کہنے لگا: ”تم انہیں شاعر گمان کرتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے پایا“ سب نے کہا: ”نہیں“ کہنے لگا: ”تم انہیں کذاب کہتے ہو، کیا تمہارے تجربہ میں کبھی انہوں نے جھوٹ بولا“۔ سب نے کہا: ”نہیں“ اور قریش میں آپ کا صدق و دیانت ایسا مشہور تھا کہ قریش آپ کو امین کہا کرتے تھے۔“ یہ سن کر قریش نے کہا: ”پھر کیا بات ہے“ تو ولید کہنے لگا: ”ذرا سوچ لوں“ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر یہ بات کہی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں، آدمی کا

وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّدُونًا ۱۲ وَبَيْنَ شُهُودًا ۱۳ وَ مَهْدَتْ لَهُ
تَهِيدًا ۱۴ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۱۵ كَلَّا ۱۶ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۱۷
سَأَرْهُقَهُ صَعُودًا ۱۸ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّمَ ۱۹ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّمَ ۱۹

اور اسے میں نے کثرت سے مال دیا ۱۲ اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے ۱۳ اور اسی طرح سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ۱۴ پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ۱۵ ہرگز نہیں بیشک وہ تو ہماری آیتوں سے عناد رکھتا ہے ۱۶ قریب ہے کہ میں اسے (آخرت میں) آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں ۱۷ بیشک اس نے (ہماری آیتوں میں) غور کیا اور (دل میں) اندازہ مقرر کیا ۱۸ پس اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا اندازہ مقرر کیا ۱۹

کلام ہے، مگر جادو کے سبب سے اس میں ایک اثر ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ ان کی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے، باپ بیٹے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ بس یہی جادو گر کا کام ہے، اور جو قرآن وہ پڑھتے ہیں وہ دل میں اثر کرتا ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جب یہ ولید ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو تنہا تھا نہ اس کے دس بیٹے تھے، نہ کچھ مال و متاع تھا، اللہ نے اسکو صاحب اولاد، صاحب مال کیا۔ مجاہد سے منقول ہے کہ وہ ایک لاکھ دینار کی نقد کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور طائف میں اس کا ایسا بڑا باغ تھا جو سال کے کسی وقت پھلوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اس نے اس کا شکر یہ یہ کیا کہ قوم کے لوگوں کی خاطر سے اللہ کے کلام کو انسان کا کلام بتلایا۔ اے محبوب ﷺ! تم اس سے کچھ نہ الجھو بلکہ اس کو اللہ کے حوالہ چھوڑ دو، وقت مقررہ پر اللہ اس سے خود سمجھ لے گا۔ یہ ولید کہا کرتا تھا کہ اگر مرنے کے بعد پھر جینا سچ ہے تو وہاں بھی اس سے زیادہ مجھ کو مال و اولاد سب کچھ ملے گا، اور دنیا میں بھی میری خوشحالی روز بروز بڑھتی جائے گی۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باوجود اس ناشکری کے دین و دنیا میں اس کو اور بہبودی کی توقع ہے۔ نہیں نہیں ہرگز یہ توقع اس کی پوری نہ ہوگی، بلکہ آخرت میں تو اس کو وہ عذاب بھگتنا پڑے گا جس کی تکلیف روز بروز بڑھتی رہے گی۔ اور دنیا میں جو کچھ اس ناشکری کا حال ہوگا، وہ بھی سب دیکھ لیں گے اللہ سچا ہے۔ پھر اللہ کا کلام سچا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد ولید کے مال و اولاد و جاہ میں کمی شروع ہوئی، یہاں تک ولید تنگ حال ہو کر مرا۔ یہ تو دنیا کا حال اس وقت کے لوگوں کے روبرو گذرا۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا جو کچھ انجام ہوگا وہ بھی سب کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔

عذاب دوزخ کی ایک قسم

مسند امام احمد، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ہمیشہ چڑھائیں گے، اور گرائیں گے یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے اور یہ عذاب بڑی تکلیف کا ہوگا۔“

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَرًا ۝۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۝۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝۲۲ ثُمَّ أَدْبَرَ ۝۲۳ وَاسْتَكْبَرَ ۝۲۴ فَقَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَىٰ ۝۲۵ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝۲۶ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝۲۷ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۝۲۸ لَا تُبْقَىٰ وَلَا تَذَرُ ۝۲۹ لَوْ آخِذَةٌ لِلْبَشَرِ ۝۳۰ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۱

پس اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا اندازہ مقرر کیا ۝ پھر اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا برا اندازہ کیا ۝ پھر نظر اٹھا کر دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا ۝ پھر پیٹھ پھیر لی اور تکبر کیا ۝ پھر کہنے لگا کہ بس یہ قرآن محض جادو ہے کہ جادو گروں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے ۝ یہ قرآن آدمی ہی کا کلام ہے ۝ بہت جلد میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا ۝ اور تم نے کیا جانا کہ دوزخ کیا ہے ۝ (وہ ایسی ہے کہ کسی مستحق عذاب کو) ۱۔ باقی نہ چھوڑے ۲۔ اور (جسم پر گوشت کھال) نہ لگی رکھے ۳۔ وہ آدمی کی کھال جھلس دینے والی ہے۔ اس سے دوزخ پر انیس داروغہ مقرر ہیں (جس میں ایک مالک ہے باقی ساتھی ہیں) ۴۔

۱۔ یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے گی جو جلنے سے بچ جائے۔ پھر جلانے کے بعد اس حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے، اور جلیں گے یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔
۲۔ یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دے گی، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں جیسے دکھتا لوہا سرخ نظر آتا ہے آدمی کی پنڈلی پر وہ سرخی نظر آئے گی۔

دوزخ پر انیس فرشتوں کا تعینات ہونا

۳۔ یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اس کے افسران فرشتے ہوں گے۔ جن میں ایک مالک ہے، باقی ساتھی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں۔ جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے، اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا، حضرت جبریل علیہ السلام وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برسانا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا، آنکھ سن نہیں سکتی،

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً
لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ
آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۗ

اور ہم نے لے دوزخ کے نگہبان فرشتے ہی مقرر کئے اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی جانچ کے لئے مقرر کی ہے (کہ وہ کہیں انیس کیوں ہوئے) اور اس لئے کہ اہل کتاب یقین کر لیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کو سچا جانے) اور ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو جائے اور اس لئے کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے۔

اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں مثلاً کان سے ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو، اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا، اس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا، دوسری قسم کا عذاب جو اس کے دائرہ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا۔ اس لئے انیس قسم کے عذابوں کے لئے انیس ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔

ابو جہل کافرشتوں پر مذاق اور فرشتوں کی طاقت

۱۔ شان نزول: تفسیر ابن جریر وغیرہ میں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب اوپر کی آیتوں میں یہ لفظ اترے کہ دوزخ پر انیس فرشتے تعینات ہیں، تو ابو جہل نے قریش سے کہا کہ تم لوگ تو بہت بڑی قوم ہو، تم میں سے سو شخص بھی اگر ایک ایک فرشتے سے بھگت لو گے، تو انیس فرشتے تمہارا کیا کر سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کی عقل ماری گئی ہے، جو یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ یہ انیس انسان نہیں جو سارے قریش مل کر ان سے بھگت لیں گے، یہ تو فرشتے ہیں ان میں کا تو ایک ایک کا پر ساری دنیا کے الٹ پلٹ کر دینے کو کافی ہے۔ کیا ان لوگوں نے سنا نہیں کہ اللہ کے ایک فرشتے نے لوط کی قوم کو مع ان کی بستی کو اٹھا کر الٹ دیا۔ پھر فرمایا پچھلی کتابوں میں بھی ان فرشتوں کی تعداد یہی ہے، اس لئے اہل کتاب کو اس گنتی کا حال سن کر قرآن کے کتاب آسمانی ہونے پر یقین بڑھ جائے گا، اور ان کے یقین میں بھی ترقی ہو جائے گی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے علم ازلی میں جو لوگ کافر اور منافق ٹھہر چکے ہیں، وہ اس گنتی کو سن کر ایسی باتیں کریں گے جیسی باتیں ابو جہل اور اسکے ساتھیوں نے کیں، کیونکہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کے علم میں نیک و بد کا اندازہ ٹھہر چکا ہے۔ اسی اندازہ سے اللہ ہر ایک کو لگا دیتا ہے مجبور کر کے دوسرے ڈھنگ پر کسی کو نہیں لگاتا، تاکہ مجبوری کا ایمان یا نیک عمل اس کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ پھر فرمایا ان انیس فرشتوں پر کیا منحصر ہے،

وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ
 بِهَذَا مَثَلًا ۗ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۗ
 وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۗ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشَرِ ۗ كَلَّا
 وَالْقَمَرِ ۗ ۝۳۲ وَاللَّيْلِ إِذَا دُبِرَ ۗ ۝۳۳ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۗ ۝۳۴ إِنَّهَا لَإِحْدَى
 الْكُبَرِ ۗ ۝۳۵ نَذِيرٌ لِلْبَشَرِ ۗ ۝۳۶ لِمَن شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۗ ۝۳۷

اور اس لئے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے اور کافر کہیں کہ اللہ کی اس (گنتی کی) مثال سے کیا ارادہ ہے، (جس طرح اس بات میں کافروں کو گمراہ کیا) اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے، اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے، اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور دوزخ (کا حال بیان کرنا تو) بنی ۷ آدم کی نصیحت کے لئے ۸ بالتحقیق قسم ہے چاند کی ۹ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے ۱۰ اور پھر صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے ۱۱ بیشک دوزخ بہت بڑی خوفناک چیزوں کی ایک چیز ہے ۱۲ بنی آدم کو ڈرانے والی ہے ۱۳ اسے جو تم میں چاہے (ایمان لا کر جنت کی طرف) آگے بڑھے یا (یا کفر اختیار کر کے) پیچھے رہے (اور عذاب میں گرفتار ہو) ۱۴

آسمانوں پر اور اتنے فرشتے ہیں کہ چپہ بھر جگہ فرشتوں سے خالی نہیں، سوا اسکے آگ پانی ہو یا یہ سب اللہ کے لشکر ہیں۔ پچھلی قومیں ان ہی لشکروں کی چڑھائی سے غارت ہو چکی ہیں، اس کے لشکروں کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔
 ۱ یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کیلئے ہے، اس کا حال سن کر لوگ غضب الہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔
 ۲ یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں، دوزخ ان میں کی ایک چیز ہے۔

قیامت کا ذکر

۷ آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف، اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا، یا دوزخ میں پڑا ہوا، بہر حال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے۔ اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشوونما

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۖ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۗ فِي
 جَنَّتِ ۗ يَتَسَاءَلُونَ ۗ عَنِ الْجُرُومِ ۗ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ
 قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصَلِينَ ۗ وَ لَمْ نَكُ نَطْعُمُ
 الْمِسْكِينَ ۗ وَ كُنَّا نَحُوضُ مَعَ الْخَاطِبِينَ ۗ وَ كُنَّا نَكْذِبُ
 بِيَوْمِ الدِّينِ ۗ حَتَّىٰ آتَانَا الْيَقِينَ ۗ فَمَا تَفْعَلُهُمْ شَفَاعَةُ
 الشَّفِيعِينَ ۗ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۗ

ہر شخص اپنے اعمال میں گروی ہے ۳۰ مگر اہل سعادت ۳۱ باغوں میں ہوں گے بھرموں (یعنی کفار) سے
 پوچھیں گے ۳۲ کہ تمہیں دوزخ میں کیا چیز لائی ۳۳ وہ کہیں گے ہم (دنیا میں) نہ نماز پڑھتے تھے ۳۴ اور نہ ہم
 مسکین کو کھانا (یعنی صدقہ) دیتے تھے ۳۵ اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکر کرتے ۳۶ تھے اور ہم انصاف
 کے دن کو جھٹلاتے تھے ۳۷ یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آگئی ۳۸ تو ان کو سفارشیوں کی سفارش
 فائدہ نہ دے گی ۳۹ پس ان کو کیا ہوا کہ نصیحت سے منہ پھرتے ہیں ۴۰

اور اضمحلال و فنا کا، اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے اختفاء و اکتشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو
 دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانے کے گزر جانے، اور اس عالم کا ظہور نور صبح کے پھیل جانے کے مشابہ ہے۔
 لہٰذا جس طرح گروی رکھوانے والا شخص گروی رکھوائی ہوئی چیز کے چھڑانے کا پابند اور ذمہ دار ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے
 دن کافر مومن سب اپنی اپنی جان کو دوزخ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے اپنے اپنے عمل کے پابند کئے گئے ہیں۔ اسی
 واسطے ہر ایک نیک و بد عمل کا حساب لکھنے کیلئے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں، جو ہر شخص کا زندگی بھر کا حساب لکھتے ہیں،
 اور اس شخص کے مرجانے کے بعد وہ حساب کا کاغذ سر بھر رکھ لیا جاتا ہے، اس کاغذ کو اعمال نامہ کہتے ہیں۔ یہ اعمال نامہ ان
 لوگوں کو تو دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جن کے حساب آسانی سے ہو کر جلدی سے ان کی نجات ہونے والی ہے، اور جن لوگوں
 کے حساب میں جانچ منظور ہے ان سب کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دے کر ان کے حساب کی جانچ ہو کر ان کو دوزخ میں
 جھونک دیا جائے گا۔ پھر منکرین حشر تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور کلمہ گو گنہگار جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا، وہ

كَانَهُمْ حَرًّا مُسْتَنْفِرَةً ۝۵۰ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝۵۱ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ
 أَمْرٍ مِنْهُمْ أَنْ يُوْتَىٰ صُحُفًا مِّنْشَرَةً ۝۵۲ كَلَّا ۚ بَلْ لَا يَخَافُونَ
 الْآخِرَةَ ۝۵۳ كَلَّا إِنَّهُ تَذَكَّرَةٌ ۝۵۴ فَمِنْ شَاءِ ذَكَرَهُ ۝۵۵

گویا یہ وحشی گدھے ہیں ۵۰ جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں (یعنی جس طرح گدھا شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے اسی طرح تلاوت قرآن سن کر بھاگتے ہیں) ۵۱ بلکہ ان لہ میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔ ہرگز (ایسا) نہیں (ہوسکتا) ۵۲ بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے ۵۳ ہاں ہاں بیشک وہ قرآن نصیحت ہے ۵۴ پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے ۵۵

آخر کو دوزخ سے نجات پا کر جنت میں جائے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے یہ لوگ جو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہ جائیں گے، انہی سے جنتی لوگ ان کے ہمیشہ دوزخ میں رہ جانے کا سبب پوچھیں گے، اور وہ دوزخی جواب دیں گے کہ ہم مرتے دم تک سزا و جزا کے منکر تھے۔ مرنے کے بعد ہمیں اس کا یقین آیا ورنہ جیتے جی جو لوگ آخرت کی باتوں کو جھٹلاتے تھے، ان کے ہی ساتھ ہم بھی لگے رہتے تھے، اور جبکہ ہم کو سزا و جزا کا یقین ہی نہیں تھا۔ تو ہم نے نہ خدا کی کچھ عبادت کی نہ خدا کے بندوں کا کوئی حق ادا کیا۔ پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں کی سفارش بھی نہ ہوگی، کیونکہ سفارش تو اس بات کی ہوگی کہ گنہگاروں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے، جو لوگ سرے سے دوزخ اور جنت کے ہی منکر تھے، ان کی سفارش کیا ہو سکتی ہے۔ اب اس قدر نصیحت کے بعد فرمایا کہ باوجود اس نصیحت کے ان کو کیا ہو گیا جو یہ لوگ قرآن شریف کی نصیحت نہیں سنتے، بلکہ نصیحت سے ایسے بھاگتے ہیں، جس طرح جنگل کے گدھے شیر یا شکاری یاغل و شور سے بھاگتے ہیں۔

۱۔ کفار قریش آنحضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کے نام آسمان سے ایک حکم نامہ اس مضمون کا آنا چاہئے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تم لوگ ان کی فرمانبرداری کرو۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی کے سبب سے اللہ کی بارگاہ سے جو انتظام ہو چکا ہے وہ نہیں پلٹ سکتا، کیونکہ یہ خواہش ان لوگوں کی کچھ اس خیال سے نہیں ہے، کہ اگر ان کی خواہش پوری ہو جائے تو ان کے دل میں اللہ کے، رسول اللہ کے کلام کی صداقت پیدا ہو جائے، بلکہ ان کے دل میں تو دنیا کے انجام پر غور کر کے عقبنی کا یقین، اور اس یقین کے سبب اس کا خوف کچھ بھی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ لوگ بے ٹھکانے باتیں کرتے ہیں، اور قرآن کی نصیحت کان کھول کر نہیں سنتے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن انسان کا کلام اور جادو ہے۔ حقیقت میں ہرگز ایسا نہیں، کیونکہ جادو کا سیکھ لینا اور انسان کے کلام کا بنا لینا ان لوگوں کو ایسا عاجز نہ کر دیتا، جیسا کہ

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۗ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَ أَهْلُ الْبَغْفِرَةِ ۝۵۱

اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے، وہی ہے ڈرنے کے لائق (کہ آدمی اسی سے ڈرے) اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا ۝۵۱

اب یہ قرآن کی مانند کلام کے بنانے سے عاجز اور لاچار ہیں۔ اسی لئے یہ قرآن اللہ کا کلام اور ہر نصیحت پکڑنے والے کیلئے ایک نصیحت ہے، لیکن جس کو اللہ چاہے وہی اس سے نصیحت پکڑتا ہے، اور اللہ کے علم ازلی میں ہر نصیحت کو پکڑنے والا، اور نصیحت سے بھاگنے والا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی قرار پاچکا ہے۔ اس واسطے زبردستی سے اللہ کسی کو نصیحت پکڑنے کے راستہ پر لانا نہیں چاہتا۔ پھر فرمایا کہ جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے، انسان کو ان سے ڈرانا لائق اور سزاوار ہے، اور اس کے بعد اللہ کو ایسے لوگوں کے گناہوں کا بخش دینا لائق اور سزاوار ہے۔

﴿ابياتھا ۲﴾ ﴿سورۃ القیمۃ مکیۃ ۳۱﴾ ﴿مکوعا تھا ۲﴾

سورۃ قیامت مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝۱

قسم! کھاتا ہوں روز قیامت کی ۝۱

خواص سورہ قیامہ: اگر اس سورت کو پاک پانی پر دم کر کے پئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ قلب میں رقت اور خشوع پیدا ہو۔ اس سورت کو جو شخص ہر جمعرات کی رات کو پڑھے گا عذاب قبر و حشر سے محفوظ رہے گا۔
۱۔ یعنی قیامت کا دن جس کا ممکن ہونا عقل اور متیقن الوقوع ہونا ایسے مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں، اس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقیناً مرے پیچھے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا۔

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲۱ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ نُجْمَعَ
عِظَامَهُ ۝۲۲ بَلَىٰ قَدِيرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ ۝۲۳

اور قسم لے کھاتا ہوں اس نفس کی جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے ۝۲۱ کیا انسان ہے (یعنی کافر قیامت کا منکر) گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ۝۲۲ کیوں نہیں ہم قادر ہیں اس بات پر کہ اس کی پوریوں کو (پہلی طرح) درست کر دیں ۝۲۳

نفس کی تشریح

۱۔ محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے، لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں: ۱۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہو اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اسکو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا، اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۲۱ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ۝۲۲ (الفجر)** اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا، اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی، اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے، **وَمَا أُبْرِي نَفْسِي ۝۲۳ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۝۲۴ (یوسف رکوع ۷)** اور اگر کبھی عالم سفلی طرف جھکنا اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے، اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو بڑا جانتا ہے، اور ان سے دور بھاگتا ہے، اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے، اس کو **بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ** کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزدوں میں غرق ہوتا ہے، ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا، ایسے جی کو **لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ** کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا نیک و بد سمجھا تو باز آیا کبھی غفلت ہوئی تو اپنی خوں پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا ایسا **بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ** کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی، بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا، اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی، وہ **النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ** ہو گیا۔ یہاں لوامتہ کی قسم کھا کر اشارہ فرمادیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ و اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

اُن لوگوں کا ذکر جنہوں نے دنیا کے پیچھے اپنی عقبیٰ کو برباد کر دیا

۲۔ **شان نزول:** یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اگر میں قیامت کا دن دیکھ بھی لوں جب بھی نہ مانوں، اور آپ پر ایمان نہ لاؤں۔ کیا اللہ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کر دے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرنے اور گلنے اور ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے، اور ہواؤں کے ساتھ اڑ

بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۚ يَسْئَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ۖ
فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۚ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ
يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفْرُجُ ۚ كَلَّا لَا وَزَرَ ۙ

بلکہ اے انسان (قیامت کا منکر ہو کر) یہ چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی بے خوف ہو کر بدی کرے ۚ (اس لئے بطور تمسخر کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کب ہوگی ۙ پس ۱۔ جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں پتھرا جائیں گی ۙ اور چاند بے نور ہو جائے گا ۙ اور ۲۔ سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے (یعنی دونوں مغرب سے طلوع کریں گے) ۙ اس دن ۳۔ آدمی کہے گا کہ کدھر بھاگ کر جاؤں ۙ (ارشاد ہوتا ہے) ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں ۙ

کر دور دراز مقامات میں منتشر ہو جانے سے ایسی ہو جاتی ہیں کہ ان کا جمع کرنا کافر ہماری قدرت سے باہر سمجھتا ہے۔ یہ خیال فاسد اس کے دل میں کیوں آیا، اور اس نے کیوں نہیں جانا کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ پھر فرمایا کہ ابھی دنیا میں چاہیں تو اس کی انگلیوں کی پوروں کو ایک ہڈی کر دیں، جس سے اس کا پنچہ اونٹ کا سا ہو جائے پھر وہ کوئی چیز ہاتھ سے نہیں پکڑ سکے۔

۱۔ یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو محال جانتے ہیں، اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بیباک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے۔ اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا، اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا، تو فسق و فجور میں اس قدر بیباکی اور بے خوفی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اسی لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، جس سے عیش منقض ہو اور لذت میں خلل پڑے، بلکہ استہزاء و لغت اور سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب! وہ آپ کی قیامت کب آئے گی، اگر واقعی آنے والی ہے تو بقید سنہ و ماہ اس کی تاریخ بتلائیے۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تجلی قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی، اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی، اور سورج بھی سر کے قریب آجائے گا۔

۳۔ یہ دنیا یا طلوع میں ہوگا، دونوں مغرب سے طلوع کریں گے یا بے نور ہونے میں دونوں شریک ہوں گے۔

۴۔ یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے اور اس وقت بدحواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں جو اس ہول و دہشت سے رہائی ملے۔ ارشاد ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا، آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی نہ پناہ

إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ يُنْبِئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۝۱۴ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۝۱۵ لَا تَحْرِكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝۱۶ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝۱۷ فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝۱۸ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝۱۹

اس دن تیرے پروردگار ہی کی طرف ٹھکانا ہے ۱۲ اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا کہ وہ کیا لایا ہے اور کیا چھوڑ آیا؟ ۱۳ (اس جتانے پر موقوف نہ ہوگا) بلکہ انسان ۱۴ خود ہی اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا ۱۵ اور اگر (اس وقت بھی) اس کے پاس جتنے عذر ہوں سب لا ڈالے ۱۶ جب بھی نہ سنا جائے گا اے محبوب ﷺ! (وحی کے ختم ہونے سے پہلے) تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو ۱۷ (کیونکہ تمہارے قلب میں) اس کا محفوظ کرنا اور اس کا پڑھنا آسان کرنا ہمارے ذمے ہے ۱۸ پس جس وقت اس کو ہمارا فرشتہ پڑھ چکے اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو ۱۹ پھر بیشک اس کا سمجھانا (بھی) ہمارے ذمہ ہے ۲۰

دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اس کی پیشی میں ٹھہرنا ہے۔ پھر وہ جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا جسے چاہے گا اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔ ۱ یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد، اسکو جتلا دیئے جائیں گے، تمام عمر کے اعمال کا اس سے حساب لیا جائے گا۔ ۲ اکثر مفسرین نے اس کا تعلق يُنْبِئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ سے رکھا ہے، یعنی جلانے پر بھی موقوف نہیں، انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا تو باقتضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور حیلے حوالے پیش لائے، جیسے کفار کہیں گے: وَاللّٰهُ سَأْتِنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ، بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو، اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے، گودوروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اسکے خلاف ثابت کرنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔

حفاظت قرآن مجید کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے

۳ شان نزول: آنحضرت ﷺ جبریل امین کے وحی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمانے کی سعی فرماتے تھے، اور جلد جلد پڑھتے اور زبان اقدس کو حرکت دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی مشقت کو ارانہ فرمائی، اور قرآن کریمہ کا سینہ پاک میں محفوظ کرنا، اور زبان اقدس پر جاری فرمانا اپنے ذمہ کرم پر لیا، اور یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حضور ﷺ کو مطمئن فرما دیا۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَ تَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ وَجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَ وَجُوهٌ يُّومَئِذٍ
بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ الشَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾

اے کافرو! (قیامت کی بابت جیسا تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا کو درست رکھتے ہو ﴿۲۰﴾ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو ﴿۲۱﴾ کتنے منہ اس روز تروتازہ ہوں ﴿۲۲﴾ اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوں گے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) ﴿۲۳﴾ اور کتنے منہ اس روز ادا ہوں گے ﴿۲۴﴾ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ (سختی) کی جائے گی جو کمر توڑ دے (یعنی اشد عذاب) ﴿۲۵﴾ ہاں ۲ ہاں جب روح (وقت موت) حلق کو پہنچ جائے گی ﴿۲۶﴾

۱۔ فرمایا کہ ان لوگوں کے عقبی سے غافل رہنے کا اور کوئی سبب نہیں، فقط اس کا یہی سبب ہے کہ یہ لوگ دنیا کی محبت اور الفت میں گرفتار ہو کر ایسے کام کرتے ہیں، جس سے گناہ پر گناہ کرتے کرتے انکے دل بالکل مردہ ہو گئے ہیں، اور ان پر زنگ کے سبب سے ان کے دل پر عقبی کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ اسلئے ان لوگوں نے عقبی کے خیال کو چھوڑ رکھا ہے۔ اب اس کے بعد دنیا کے پیچھے جو لوگ دین کو بالکل چھوڑے بیٹھے تھے، ان کا اور ان کے برعکس جو لوگ دنیا میں گذر کرتے تھے، انکے آخرت کے انجام کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں رہ کر عقبی کو نہیں بھولے تھے، بلکہ ثواب آخرت کی نیت سے انہوں نے اپنی نیکیوں کا پلڑا بھاری کر لیا تھا۔ جب ایسے لوگ جنت میں داخل ہو کر جنت کی طرح طرح کی نعمتوں سے اس قدر خوش ہوں گے کہ خوشی کے مارے ان کے چہروں پر ایک رونق اور چمک آجائے گی، تو ان سب کی نعمتوں سے بڑھ کر ان کو ایک اور عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ **مسئلہ:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو دیدار الہی میسر آئے گا۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، قرآن و حدیث و اجماع کے دلائل کثیرہ اس پر قائم ہیں، اور یہ دیدار بے کیف اور بے جہت ہوگا۔ معتزلی خارجی اور مرجیہ وغیرہ گمراہ فرقے اسکے منکر ہیں کیونکہ یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں۔ اب آگے ان لوگوں کے عقبی کے انجام کا ذکر فرمایا، جو دنیا کی زندگی پر اور عقبی سے بے خبر تھے، کہ جب جنتی اور دوزخیوں کو الگ الگ کیا جائے گا، تو انکے چہروں پر ایک اداسی چھائی ہوئی ہوگی، اور دوزخ کی بلا سر پر پڑنے سے پہلے وہ جان لیں گے کہ ان پر ایسی بھاری بلا آنے والی ہے جس سے ان کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

انسان کی پیدائش اور اس کی روح نکلنے کا ذکر، منکرین خدا اور محبوبان خدا کی جدا جدا حالت

۲۔ اوپر ان اہل دنیا کا ذکر تھا جنہوں نے دنیا کے پیچھے اپنی عقبی کو برباد کر دیا۔ ان آیتوں میں انہی لوگوں کے خبردار کرنے کیلئے فرمایا کہ جس طرح ان لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ دنیا ایک پائیدار چیز ہے، وہ بات ہرگز نہیں ہے یہ لوگ دنیا کو نہ چھوڑیں، دنیا

کے پیچھے عمر بھر عقبتی کو برباد کریں، پھر آخر یہ دنیا کی گرویدگی، عقبتی کی بربادی کب تک۔ ان کے بڑوں میں سے کوئی ہمیشہ جیا ہے جو یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ قبر۔ حشر۔ قیامت کی باتیں تو بھلا آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں، کیا کسی کی یہ حالت ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں گذری کہ آخری وقت آن پہنچا، اور جان سارے جسم میں سے کھچ کر حلق میں آگئی۔ ایسے حکیم یا جھاڑنے پھونکنے والے کی ڈھونڈ یا پڑی جو بیمار کو اچھا کر دیوے، ادھر بیمار کو زندگی سے ناامیدی ہوگئی، مرنے کا گمان قوی ہو گیا ہے، پکے دنیا دار کو جان بہت پیاری ہوتی ہے، مرنا نہیں چاہتے آخری وقت تک ان کو زیست کی توقع رہتی ہے۔ لیکن آخر یہ گمان یوں یقین کے درجے کو پہنچ گیا کہ پیروں کا دم نکل گیا، پنڈلیاں بالکل سوکھ گئیں، یہاں تک کہ پیروں کو کوئی دوسرا آدمی سیدھا نہ کرے تو سمٹے ہی ہوئے رہ جائیں۔ آخر سارے جسم میں سے کھچ کر جو جان حلق میں آگئی تھی، اس نے بھی جسم کو چھوڑ دیا، اور پھر اس جان کا پالا، اس پروردگار سے پڑا جس نے پہلے جسم میں یہ جان ڈالی تھی۔ مسند امام احمد، ابوداؤد وغیرہ میں براء بن عازب سے روایت ہے، جس کے ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نیک آدمی کی روح جب جسم سے نہایت آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے، تو اسکو ساتویں آسمان پر فرشتے لے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اس کا نام دفتر میں لکھ لو جس کا نام علیین ہے۔ اور روح کو منکر نکیر کے سوال و جواب کیلئے زمین پر پھر لے جاؤ، اور مردے کے جسم میں اس کو جانے دو۔ اور بد آدمی کی روح کو جب اول آسمان تک فرشتے لے جاتے ہیں، تو اس کو آسمان پر لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی، بلکہ یہیں سے سجین میں اس کا نام لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے، اور روح کو منکر نکیر کے سوال و جواب کیلئے مردے کے جسم میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے آیت کی یہ تفسیر معلوم ہوگئی کہ جسم سے نکلتے ہی نیک و بد روح کا پالا اللہ تعالیٰ سے کیونکر پڑتا ہے۔ اب ایسے لوگوں کی شان میں آخر سورۃ تک آیتیں نازل فرمائیں جو حشر کے منکر ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ کیونکر پیدا ہو جائیں گی۔ ان کے حال کے میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ نادانی سے ایسی باتوں کے منکر ہیں۔ حق باتوں کی صداقت ہر عقلمند کے دل میں ہونی چاہئے، جیسے مثلاً یہ بات کہ جس قادر مطلق نے پانی جیسی پتلی چیز منی سے آدمی کی ہڈی پسلی آنکھ ناک غرض سارا پتلا بنا دیا، اور رحم جیسی تنگ جگہ میں روح کا تعلق اس جسم سے کر دیا جس سے روح کو کبھی پہلے کچھ واسطہ نہ تھا۔ اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ مٹی جیسی پرکار چیز سے آدمی علیہ السلام کے پتلے کی طرح خاک کا پتلا بنا کر کھلے میدان میں روح کا اس پتلے سے تعلق کر دے، جس پتلے اور روح میں ہر شخص کی عمر کی مدت تک تعلق پہلے دنیا میں رہ چکا ہے۔ اسی طرح یہ بات ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جس اللہ نے انسان کو انسان کی زندگی کے قائم رہنے کے ہر ایک طرح کے سامان کو پیدا کیا، اس اللہ کی تعظیم انسان پر لازم ہے۔ برعکس اس کے یہ لوگ بتوں کی تعظیم کرتے ہیں، اور خالص اللہ کی تعظیم میں ایک سجدہ تک ان سے ادا نہیں ہو سکتا، اور اسی طرح ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انسان جب ایسی حقیر چیز سے پیدا ہوا ہے، تو اس کی کوئی بات اترانے کے لائق نہیں ہے۔ برخلاف اس کے بازار وغیرہ میں جب یہ لوگ کسی شخص کو اپنے سے کم درجہ کا خیال کر کے اپنے گھر کی طرف موڑتے ہیں، تو ایسے مغروروں کی چال سے اترائے ہوئے گھر تک پہنچتے ہیں کہ ان میں کا ہر شخص گویا کہ فرعون ہے۔

وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۚ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۚ وَالْتَفَتِ السَّاقُ
 بِالسَّاقِ ۚ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۚ فَلَا صَدَقَ وَلَا
 صَلَّىٰ ۚ وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۚ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ۚ
 أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۚ ثُمَّ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۚ

اور (اس کے پاس بیٹھنے والے) لوگ کہیں گے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے ۚ اور وہ یقین کرتا ہے کہ یہ وقت روح کی جدائی کا ہے ۚ اور (اس کی سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی ۚ اس دن تیرے پروردگار ہی کی طرف چلنا ۚ تو اس نے نہ تو (قرآن اور رسالت کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی ۚ لیکن اس نے جھٹلایا اور (ایمان لانے سے) منہ موڑا ۚ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اتراتا ہوا چلا ۚ (تو اس سے کہا جاتا ہے) تیری لہ خرابی آگئی اب آگئی ۚ پھر کہتا ہوں میں تیری خرابی آگئی اب آگئی ۚ

۱۔ شان نزول: نسائی، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ابو جہل کی طرح طرح کی شرارتوں کے سبب سے ایک روز آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کی چادر کا پلو پکڑ کر فرمایا کہ ”تیری خرابی آگئی، اب آگئی، پھر تیری خرابی آگئی اب آگئی“۔ تو ابو جہل نے کہا: ”اے محمد ﷺ کیا تم مجھے دھمکاتے ہو، تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان میں سب سے زیادہ قوی زور آور صاحب شوکت و قوت ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے کلام کی صداقت کے طور پر یہی لفظ ان آیتوں میں نازل فرمائے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔ قرآنی خبر ضرور پوری ہوتی تھی اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ضرور پورا ہونے والا تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جنگ بدر میں ابو جہل ذلت و خواری کے ساتھ بری طرح مارا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے۔ میری امت کافرعون ابو جہل ہے“۔ اس آیت میں اس خرابی کا ذکر چار مرتبہ فرمایا گیا: ۱۔ پہلی خرابی بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت ۲۔ دوسری خرابی قبر کی سختیاں، اور وہاں کی شدتیں، ۳۔ تیسری خرابی مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت گرفتار مصائب ہونا ۴۔ چوتھی خرابی عذاب جہنم۔ فرمایا کہ جو شخص ابو جہل کی سی عادتوں کا ہوگا، اس کے پیچھے یہ دونوں جہان کی خرابی لگی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس نادان انسان نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے فائدہ پیدا کیا ہے، دنیا میں نہ کسی نیک کام کرنے کی اس کو تاکید کی جائے گی، نہ کسی بد کام سے اسے روکا جائے گا، پھر دنیا کا معاملہ دنیا پر ہی ختم کیا جائے گا کہ اس کو پھر دوبارہ پیدا کیا جائے گا، نہ نیک و بد کی کچھ جزا و سزا کی جائے گی۔ اس نادان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر دنیا کا معاملہ دنیا پر ختم

أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝۳۶ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ
يُمْنِي ۝۳۷ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى ۝۳۸ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ۝۳۹ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝۴۰

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ ۳۶ کیا وہ (ابتدا میں محض) ایک قطرہ منیٰ نہ تھا جو (عورت کے) رحم میں گرایا جاتا تھا؟ ۳۷ پھر وہ خون کی پھٹک ہوا پھر اللہ نے (اس کو انسان) پیدا کیا ۳۸ پھر اعضاء درست کئے، پھر اس منیٰ سے مرد اور عورت دو قسمیں بنائیں ۳۹ کیا (وہ اللہ) جس نے یہ سب کچھ کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے (ضرور قادر ہے) ۴۰

رہے، تو دنیا کا پیدا کرنا بالکل بلا نتیجہ جو اللہ کی حکمت کے سر تا پا بعید ہے۔ اسی طرح اس نادان کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ جس قادر مطلق نے اس طرح خلاف عقل ایک قطرہ پانی سے انسان کو سب کی آنکھوں کے سامنے پیدا کیا، پھر یہ تو تجربہ انسانی کی بات ہے کہ جو کام ایک دفعہ کر لیا گیا، پھر دوبارہ اس کا کرنا نہایت سہل ہو جاتا ہے۔

﴿ایاتھا ۳۱﴾ ﴿سُورَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ ۹۸﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورۃ دہر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝۱

بیشک! آدمی پر ایک زمانہ وہ گزرا ہے کہ وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا ۱

خواص سورہ دہر: اگر کوئی شخص اس سورۃ کو بکثرت پڑھے تو پڑھنے والے پر علم کی باتیں جاری ہو جائیں گی۔ جو شخص اس سورت کو بطور ورد کے پڑھے تو پڑھنے والے سے دوزخ دور ہو جائے گی۔

۱۔ بیشک انسان پر ایک وقت گذر چکا ہے جب اس کا کچھ نام و نشان نہ تھا، پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَبِيحًا
بَصِيرًا ۝۱۲ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝۱۳ إِنَّا
أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلْسِلًا وَأَعْلَالًا ۖ وَسَعِيرًا ۝۱۴ إِنَّ الْأَبْرَارَ
يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝۱۵

بیشک ۱۲ ہم نے آدمی کو (مرد و عورت کے) مخلوط نطفہ سے پیدا کیا کہ اسے جانچیں، پس ۱۳ ہم نے اس کو سنتا دیکھتا (سمجھتا) کر دیا ۱۴ بیشک ۱۳ ہم نے اس کو (رسول بھیج کر) راہ بتائی (اب) وہ شکر گزار ہے (یعنی مومن) یا ناشکرا (یعنی کافر) ۱۵ بیشک ۱۴ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے ۱۶ بیشک ۱۵ نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے ۱۷

۱۲ فرمایا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا مرد اور عورت دونوں کی منی سے، کیونکہ عورت کی منی بھی اندر ہی اندر عورت کے رحم میں گرتی ہے، پھر کبھی نم رحم سے خارج ہو کر ضائع ہو جاتی ہے، اور کبھی اندر ہی رہ جاتی ہے۔ یا مخلوط کے معنی یہ ہیں کہ نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے، وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں، غرض اس کو ایسے نطفہ سے پیدا کیا ہے کہ جو اجزاء مختلفہ سے مرکب ہے۔
۱۳ یعنی آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا کہ اس کو احکام کا مکلف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے، اور دیکھا جائے کہ کہاں تک رب کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لئے اس کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔

۱۴ فرمایا کہ ہم نے مخلوق کو ایک سیدھا راستہ بتایا، ایک مضمون تو حید اور اطاعت کا اپنے تمام پیغمبروں کے ذریعہ سے پہنچایا۔ ایسی کتابیں نازل کیں جن میں شک کے قابل کوئی بات نہ تھی، اور ایسے رسول بھیجے جن کی رسالت صاف طور پر اپنی صداقت کا آئینہ تھے، مگر پھر بھی مخلوق دو قسم کی ہوگی ۱۵ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا یعنی مومن سعید ۱۶ اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی، یعنی کافر شقی آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔

۱۷ فرمایا کہ کافروں کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور گلے میں طوق، جس طوق میں ہاتھ بھی جکڑے ہوں گے، اور دہکتی آگ میں اس طوق و زنجیر میں جکڑنے کے بعد ان لوگوں کو جھونک دیا جائے گا۔

۱۸ یعنی وہ اچھے لوگ جو اپنے ایمان میں مخلص تھے، اور اللہ کے تابعدار بندے، وہ جنت میں شرابِ ناب کے پیالے پلائے جائیں گے۔ وہ شراب جس میں کافور ہشتی ملا یا جائے گا۔ یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے، جو خاص طور پر

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ⑥ يُؤْفُونَ
بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ⑦ وَيُطْعَمُونَ
الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ
اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ⑨

(وہ کافور کیا ہے جنت میں) ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے مقرب بندے پیئیں گے اپنے مخلوق میں اسے
جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے ⑥ یہ لے لوگ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس
کی برائی پھیلی ہوئی ہے ⑦ اور وہ لوگ (محض) اللہ کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ⑧ ان سے
کہتے ہیں ہم تم کو خالص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں نہ ہم تم سے اس کا بدلہ چاہیں اور نہ شکر گزاری مانگتے ہیں ⑨

اللہ کے مقرب و مخصوص بندوں کو ملے گا، شائد اس کو ٹھنڈا خوشبودار مفرح اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہوں گے۔
آگے فرمایا کہ وہ چشمہ ان بندوں کے اختیار میں ہوگا، جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف نہریں چلنے لگیں گی۔
ابراہیم کے ثواب بیان فرمانے کے بعد ان کے اعمال کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن عملوں کے سبب سے ان کو یہ درجہ ملا ہے، وہ
تفصیل یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی فرض کی ہوئی عبادت کو تو پوری طور پر ادا کرتے ہی ہیں، لیکن جو طاعت غیر واجب اپنے اوپر نذر
سے واجب کر لیتے ہیں اس کو بھی ادا کرتے ہیں، غرض اپنی مانی ہوئی نذر کو اور محتاجوں کو کھانا کھلانے کی نیکی کو بھی باوجود
تنگدست ہونے، خالص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے پورا کرتے ہیں۔ منت یہ ہے کہ جو چیز آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط
سے اپنے اوپر واجب کر لے، مثلاً یہ کہے کہ اگر میرا مریض اچھا ہو، یا میرا مسافر بخیر واپس آئے تو میں راہ خدا میں اس قدر
صدقہ دوں گا، یا اتنی رکعتیں نماز پڑھوں گا اس نذر کی وفا واجب ہوتی ہے۔

شان اہل بیت کرام علیہم الرضوان

شان نزول: یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل
ہوئی۔ حسین کریمین بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا
وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی مرتضیٰ ایک یہودی سے تین صاع جولائے۔ حضرت خاتون جنت نے
ایک ایک صاع تینوں دن پکایا، لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز
قیدی آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں۔ اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلے روزہ رکھ لیا گیا۔ اس پر یہ
آیت نازل ہوئی۔

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَطَطِيرًا ⑩ فَوْقَهُمْ اللَّهُ سَرَّ
ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّبَهُمْ نَضْرًا ⑪ وَسُرُورًا ⑫ وَجَزَلَهُمْ بِمَا صَبَرُوا وَاجْتَنَّهُ وَ
حَرِيرًا ⑬ مُتَّكِبِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شُجُورًا وَلَا
زَمَهْرِيرًا ⑭ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذَلِيلًا ⑮

پیشک ۱۔ ہمیں اپنے پروردگار سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہوگا ⑩ پھر ۲۔ اللہ نے ان کو اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشحالی عطا فرمائی ⑪ اور ۳۔ ان کے صبر کے بدلے میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دیئے ⑫ جنت میں مسہریوں پر ⑬ (آرام و عزت سے) تکیہ لگائے ہوں گے، نہ وہاں دھوپ (کی تپش) دیکھیں گے اور نہ سخت سردی (بلکہ موسم فرحت بخش ہوگا) ⑭ اور جنت کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور میوے کے گچھے بہت ہی پاس لٹک رہے ہوں گے (کہ بلا مشقت لے سکیں گے) ⑮

۱۔ لہذا ہم اپنے عمل کی جزایا شکرگذاری تم سے نہیں چاہتے، یہ عمل اس لئے ہے کہ اس دن خوف سے امن میں رہیں، کیونکہ ہم کو اپنے پروردگار کا اور اس دن کا خوف لگا ہوا ہے، جو بہت سخت اداس اور غصہ سے چلیں بہ جہیں ہوگا۔ ہم تو اخلاص کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھئے ہمارا عمل مقبول ہو یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور الثامنہ پر مارا جائے۔
۲۔ یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے اللہ نے اس سے محفوظ و مامون رکھ، اور ان کے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور عطا کیے۔
۳۔ یعنی یہ لوگ دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے، اور اطاعت پر جمے رہے تھے، اس لئے اللہ نے ان کو عیش کرنے کیلئے جنت کے باغ اور ریشمی لباس مرحمت فرمائے۔

اہل جنت کی نعمتوں کا ذکر

۴۔ ان آیتوں میں ابرار لوگوں کی حالت کی اور یہ تفصیل فرمائی کہ وہ لوگ جنت کے عیش محلوں میں، چھپر کھٹوں، مسہریوں، شہ نشینوں پر مسندوں، گدوں پر تکیہ لگائے عیش کریں گے۔ اور وہاں گرمی سردی کی ان کو کچھ تکلیف نہ ہوگی، عمدہ موسم سرد و راحت رہے گا۔ جنت کے درختوں کی سہانی سہانی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی ہوگی، ان درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے ان پر جھکی پڑتی ہوں گی، اور پھلوں کے خوشے اسی طرح لٹکتے ہوں گے، اور ان کے قبضہ میں کر دیئے جائیں گے، کہ جنتی، جس حالت میں چاہے، کھڑے بیٹھے لیٹے، بے تکلف لے سکیں۔ وہاں بھی برتن چاندی کے ایسے صاف ہوں گے جن میں سے شیشے کے برتنوں کی طرح اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ اگرچہ جنت میں کھانے پینے برتن کی جتنی چیزیں ہیں ان کے فقط نام

و يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَّةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝
 قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَتْ
 مِزَاجًا نُّجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۝

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشہ کے مثل ہو رہے ہوں گے ۝ کیسے شیشے چاندی کے
 سے اندازہ کئے ہوئے ہوں گے اس کے پلانے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا ۝ اور ان کو اس جگہ وہ
 جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کے چشمے کے پانی کی آمیزش ہوگی ۝ (وہ چشمہ کیا ہے) وہ جنت میں ایک
 چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں ۝

دنیا کی چیزوں سے ملتے جلتے ہیں، لیکن جنت کی چیزوں اور دنیا کی چیزوں میں بڑا فرق ہے جیسے مثلاً دنیا میں ایسا دودھ کہاں
 ہے جس کی ہمیشہ نہر بہتی ہو، اور پھر دوسرے ہی دن وہ کھٹانہ ہو جائے۔ وہ شہد کہاں ہے جس کی نہر بہتی ہو اور کھیاں بھنک کر اس
 میں جم جم کر نہ مریں، اور ہوا سے خاک اور کوڑا کرکٹ اس پر نہ پڑے۔ وہ شراب کہاں ہے جس کی نہر ہو اور بدبو کے سبب
 سے اس نہر کے آس پاس کا راستہ کچھ دنوں میں نہ بند ہو جائے۔ اسی طرح جنت کے یہ چاندی کے برتن ہوں گے جن میں سے
 اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ دنیا کی زمین مٹی کی ہے، اور جنت کی زمین چاندی کی ہوگی۔ جس صاحب قدرت نے دنیا کی
 زمین کی مٹی میں یہ تاثیر دی ہے کہ اس سے شیشہ کے برتن میں کی اندر کی چیز باہر سے نظر آتی ہے، جنت کی زمین کی چاندی میں
 اس تاثیر کا دے دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ یہ چاندی کے آنچورے جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی، ٹھیک اس
 کے اندازہ کے موافق بھرے ہوں گے، تاکہ نہ جھوٹی چیز بچے نہ دوبارہ پھر مانگنے کی ضرورت ہو۔ اور ان کو اس جگہ شراب طہور
 کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ اس کی آمیزش سے شراب کی لذت اور زیادہ ہو جائے گی، ایک
 جام شراب وہ تھا جس کی آمیزش کافور ہے۔ دوسرا وہ ہے جس میں سونٹھ کی آمیزش مگر دنیا کی سونٹھ نہ سمجھیں۔ وہ سونٹھ جنت کا
 ایک چشمہ رحمت ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔ مقررین تو خالص اسی کو پئیں گے، اور باقی اہل جنت کی شرابوں میں اسکی آمیزش
 ہوگی۔ یہ چشمہ زیر عرش سے جنت عدن ہوتا ہوا تمام جنتوں میں گذرتا ہے، اور جنت میں خوبصورت لڑکے غلام اہل جنت کی
 خدمت گذاری میں ہر وقت پھرتے رہیں گے۔ اور وہ خوبصورت لڑکے اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے، یعنی نہ مریں گے، نہ
 بوڑھے ہوں گے، نہ ان میں کوئی تغیر آئے گا، نہ خدمت سے اکتائیں گے۔ انکے حسن کا یہ عالم ہوگا جیسے بکھیرے ہوئے موتی
 ہیں یعنی اپنے حسن و جمال صفائی اور آب و تاب میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہوں گے، گویا بہت سے
 چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔ تفسیر خازن میں اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ حوروں کی پیدائش کی طرح وہ لڑکے
 بھی جنت کی مخلوقات میں سے ہیں۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَىٰ يَهُودٌ حَسِبَتْهُمُ لُكُوعًا
 مَّشُورًا ۝۱۹ وَإِذَا رَأَىٰ يَتِيمًا تَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَ مُلْكًا كَبِيرًا ۝۲۰
 عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُدُوسٌ خُضْرٌ وَّ اسْتَبْرَقٌ وَّ حُلُوعًا أَسَاوِرًا مِنْ
 فِضَّةٍ وَّ سَقَمَهُمْ رَأْبُهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝۲۱

اور ان کے پاس (یہ چیزیں لیکر) ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے (اے مخاطب!) جب تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے موتی ہیں بکھیرے ہوئے ۱۹ اور جب تو اس جگہ کو دیکھے تو بڑی نعمت اور بڑی بادشاہی دیکھے ۲۰ اور ان جنتیوں کے بدن پر سبز ریشمی باریک کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کو ان کا پروردگار پاکیزہ شراب پلائے گا ۲۱

۱۔ یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے جس کا وصف بیان میں نہیں آسکتا۔ کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے، جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ وسعت کا یہ عالم کہ ادنیٰ مرتبہ کا جنتی جب اپنے ملک میں نظر آئے گا، تو ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ دیکھتا ہو۔ شوکت و شکوہ یہ ہوگا کہ ملائکہ بے اجازت اس کے دربار میں اور بغیر سلام کئے نہ آئیں گے۔ اسی طرح ترمذی، ابن ماجہ، دارمی اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ادنیٰ ادنیٰ اہل جنت کی خدمت میں اسی ہزار خدمت گار، اور موتیوں اور یاقوت کے خیمے ہوں گے۔ ان حدیثوں سے ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ اہل جنت کی یہ شان ہے تو متوسط اور اعلیٰ درجہ کے اہل جنت کی کیا شان ہوگی۔ آگے فرمایا کہ جنتیوں کو باریک اور دبیز دونوں قسم کے لباس ملیں گے، اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر ایک جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے: ۱۔ ایک چاندی کا ۲۔ ایک سونے کا ۳۔ ایک موتی کا۔ سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملے گا، جس میں نہ نجاست ہوگی، نہ کدورت، نہ سرگردانی، نہ بدبو۔ اس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہوں گے۔ پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا، جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔ جب اہل جنت کو یہ جنت کی سب نعمتیں مل جائیں گی، تو انہیں ان نعمتوں کا سبب یوں جتلیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے تھوڑی سی عمر کے اعمالوں کے بدلہ میں یہ ابدالابد کی نعمتیں تم کو دی ہیں۔ بندوں کی سعی کو اللہ تعالیٰ نے مشکور فرمایا ہے، اسکو سن کر جنتی اور زیادہ خوش ہوں گے۔

إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝۲۱ إِنَّا نَحْنُ
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝۲۲ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ
مِنْهُمْ آيَاتًا وَكُفُورًا ۝۲۳ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝۲۴

پیشک (ان سے کہا جائے گا) یہ تمہارا صلہ ہے (جو دنیا میں کرتے تھے) اور تمہاری محنت مقبول ہوئی (کہ تم سے تمہارا رب راضی ہوا) ۝۲۱ پیشک ۱۔ ہم نے (اے محبوب! ﷺ) تم پر قرآن بتدریج اتارا ۝۲۲ پس تم اپنے پروردگار کے حکم پر صابر رہو اور ۲۔ ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو ۝۲۳ اور اپنے پروردگار کا نام صبح و شام یاد کرو ۝۲۴

۱۔ شان نزول: اوپر نیک و بد لوگوں کا اور جنت و دوزخ کا حال تھا، اس قسم کی آیتیں آنحضرت ﷺ سے حشر کے منکر لوگ جب سنتے تو یہ کہتے کہ ”محمد ﷺ نے یہ خلاف عقل باتیں اپنی طرف سے بنالی ہیں“۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا: ”ان لوگوں کو تو ایک سیدھی سی بات بتلا دی گئی ہے، کہ اگر یہ لوگ قرآن کو کلام انسان جانتے ہیں تو ایک چھوٹی سی سورت یہ لوگ بھی بنا کر پیش کریں۔ جب اس بات سے یہ لوگ عاجز ہیں تو پھر ان لوگوں کا قرآن کو کلام انسان کہنا محض ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ یہ کلام بلا شک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو بتدریج ضرورت کے موافق اے محبوب ﷺ اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں اللہ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ پس تم اپنے رب کے حکم پر صبر کئے جاؤ“، یعنی رسالت کی تبلیغ فرما کر، اور اس میں مشقتیں اٹھا کر، اور دشمنان دین کی ایذا میں برداشت کر کے صابر رہو۔

۲۔ شان نزول: عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ اس کام سے باز آجائیے یعنی اپنے دین کی تبلیغ سے“ عتبہ نے کہا کہ آپ ایسا کریں تو میں اپنی بیٹی آپ کو بیاہ دوں، اور بغیر مہر کے آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ ولید نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دیدوں کہ آپ راضی ہو جائیں، اس پر یہ آیت نازل فرمائی، اور فرمایا کہ یہ لوگ آخرت کے تو منکر ہیں، فقط دنیا پر ان لوگوں کا مدار ہے، اور اللہ کے نزدیک دنیا کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اے محبوب ﷺ تم ان لوگوں کی ایک نہ سنو، اور لوگوں کی نصیحت اور اللہ کی عبادت میں جہاں تک ممکن ہو رات دن لگے رہو۔ اللہ تمہاری ہر طرح کی مدد کو کافی ہے۔

۳۔ نماز میں صبح کے ذکر سے نماز فجر، اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر مراد ہیں۔

گرمی محشر

طبرانی، مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”حشر کے میدان میں سورج کے قریب آجانے سے گنہگار لوگوں کو پسینے اور گرمی کی ایسی تکلیف ہوگی کہ وہ اس تکلیف سے دوزخ میں جانے کو اچھا گنیں گے۔ اس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ جب اس دن کی ایک چھوٹی سی تکلیف ایسی بھاری ہوگی اور بڑی تکلیف کا کیا ٹھکانا۔ اسی واسطے اس دن کو بھاری فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے بھاری دن سے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ
يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ
خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾
إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا
نَسْأَلُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾

اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو۔ اور بڑی رات تک اس کی تسبیح کیا کرو ﴿۲۶﴾ بیشک یہ کافر دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری (یعنی قیامت کے) دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں ﴿۲۷﴾ ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں (انہیں ہلاک کر دیں اور) ان جیسے اور بدل دیں (جو اطاعت شعار ہوں) ﴿۲۸﴾ بیشک یہ نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ لے (یعنی اللہ کی اطاعت اور رسول کا اتباع کرے) ﴿۲۹﴾ ورتم کیا چاہو مگر اللہ چاہے، بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۳۰﴾

غفلت میں ہیں، اس کی کچھ فکر نہیں بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ کے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دے گا۔ آگے اس کا جواب دیا کہ پانی جیسی تپلی چیز سے جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہڈی پسلی وغیرہ یہ سب مضبوط چیزیں انکے آنکھوں کے سامنے پیدا کر دیں، تو وہ جب چاہے ان کے غارت کرنے کے بعد ان جیسی اور مخلوق کو یا حشر کے دن انہی کو پیدا کر سکتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے جو چیز ایک دفعہ آچکی تو پھر دوبارہ اس کے پیدا ہو جانے کا انکار یہ خلاف عقل سلیم ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ قرآن تو اللہ کی طرف سے ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اس نصیحت کو سن کر اس کے موافق عمل کرے، تاکہ اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ اچھا ہو، مگر اتنی بات ہے کہ جو لوگ راہ پر آنے والے ہیں، وہ اور جو ان کے برعکس ہیں، وہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کے علم ازلی میں چھانٹے جا چکے ہیں۔ اس کے موافق جن کی قسمت میں ہدایت نہیں ہے وہ باوجود نصیحت کے کبھی راہ راست پر آنے والے نہیں، اور مجبور کر کے ان کو راہ پر لانا اللہ کو منظور نہیں، کیونکہ مجبوری کا ایمان مجبوری کی عبادت کچھ اس کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ اس واسطے نتیجہ یہی ہوگا کہ ان میں کے بعض لوگ حالت کفر میں مریں گے، اور اس کی سزا میں ان کو قیامت کے دن سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ یعنی مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھو، اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا گیا، اور کچھ رات میں کا مطلب یہ ہے کہ فرائض کے بعد نوافل پڑھتے رہو، اس میں نماز تہجد آگئی۔

يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٦﴾

اپنی رحمت (یعنی جنت) میں داخل کرتا ہے (ایمان عطا فرما کر) جسے چاہے، اور ظالموں (یعنی کافروں) کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۶﴾

﴿۵﴾ اباتھا ۵ ﴿۶﴾ سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳ ﴿۷﴾ رُكُوعَاتُهَا ۲ ﴿۸﴾

سورہ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَالنُّشْرِ نَشْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے اے ان ہواؤں کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں ﴿۱﴾ پھر قسم زور سے جھونکا دینے والی ہواؤں کی ﴿۲﴾ اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو ابھار کر اٹھانے والیاں ﴿۳﴾

خواص سورہ مرسلات: اگر یہ سورت صاحب حکومت پڑھے تو رعایا تابع دار رہے گی اور دشمن مغلوب ہو جائیں گے اگر ماں باپ پڑھ کر دعا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد فرما کر دار ہو۔

امت محمدیہ کا اور امتوں پر گواہی دینا

۱۔ جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے شروع میں قسم کھائی ہے، ان میں اول کی تین چیزوں سے مقصود ہوا نہیں ہیں، اور باقی کی دو سے ملائکہ۔ عُرْفًا کے معنی پے در پے۔ فَالْعَصْفِ وہ ہوائیں جن میں سناٹے کی آواز ہو۔ النُّشْرِ وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ فَالْمُرْسَلَاتِ اور فَالْمُرْسَلَاتِ کا یہ مطلب ہے کہ ملائکہ طرح طرح کے حکم وحی کے ذریعہ سے رسولوں پر لاتے ہیں۔ عُدْمًا کا یہ مطلب ہے کہ ہر طرح کے حکم نازل ہو جانے کے بعد انجانی کا عذر کسی کا باقی نہ رہے گا نڈھال کا یہ مطلب ہے کہ نافرمانی کی حالت میں قیامت کے دن نافرمان لوگوں کو جو عذاب ہو گا اس سے ہر شخص ڈرا دیا جائے۔ قسم کا جواب یہ ہے کہ جس سزا و جزا کے دن کا اللہ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ کیا ہے وہ ضرور پیش آنے والا ہے۔ پھر اس دن کی نشانیاں فرمائیں کہ اس دن تاروں کی روشنی جاتی رہے گی، حشر کے انتظام کیلئے فرشتے زمین پر آئیں گے، اس لئے ان کے آنے کے واسطے آسمان میں دو دروازے ہو جائیں گے، پہاڑوں کو اڑا دیا جائے گا، اور زمین کو ایک چٹیل میدان کر دیا جائے

فَالْفَرَقِ قَرَقًا ۱۰ فَالْمُلْقِيَتِ ذِكْرًا ۱۱ عُدْرًا أَوْ نُذْرًا ۱۲ إِنَّمَا
تُوعَدُونَ لَوَاقِعٍ ۱۳ فَإِذَا النُّجُومُ طُبِسَتْ ۱۴ وَإِذَا السَّمَاءُ فُجِّرَتْ ۱۵ وَ
إِذَا الْجِبَالُ سُفَّتْ ۱۶ وَإِذَا الرَّسُلُ أَقْتَتْ ۱۷ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ۱۸
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۱۹ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الْفَصْلِ ۲۰ وَيَلَّ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ۲۱ أَلَمْ نُهَبِكِ الْآوَالِينَ ۲۲ ثُمَّ نُنَبِّئُهُمُ الْآخِرِينَ ۲۳

پھر ان کی جو بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خوب جدا کرتی ہیں ۱۰ پھر ان کی قسم جو ذکر کا القا کرتی ہیں ۱۱ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو ۱۲ بیشک جو کچھ تم کو وعدہ دیا جاتا ہے وہ یقیناً ہونے والا ہے ۱۳ پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں ۱۴ اور جب آسمان میں رخنے پڑیں ۱۵ اور جس وقت پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں ۱۶ اور جس وقت پیغمبروں کو میعاد مقررہ پر جمع کیا جائے (کہ وہ امتوں پر گواہی دیں) ۱۷ کس دن کے لئے پیغمبروں کو ٹھہرایا گیا ۱۸ روز فیصلہ کے لئے ۱۹ اور تو کیا جانے روز فیصلہ کیا ہے ۲۰ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے (جو دنیا میں انبیاء و مرسلین کے جھٹلانے والے تھے) ۲۱ کیا ہم نے اگلے (کافر) لوگوں کو (عذاب سے) ہلاک نہ کیا؟ ۲۲ پھر پچھلوں ۱ کو اپنے پیچھے لے جائیں گے (یعنی کفار کو کہ یہ بھی جھٹلانے والے ہیں) ۲۳

گا۔ پھر فرمایا یہی وقت ہے جس کا رسولوں سے وعدہ تھا کہ ان کا اور ان کی فرمانبردار اور نافرمان امتوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس فیصلہ کی تفصیل سورۃ بقرہ اور سورۃ زمر میں گذر چکی ہے کہ جب پچھلی امتوں کے منکر شریعت لوگ یہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہم کو تیرا حکم کسی رسول نے نہیں پہنچایا، تو انبیاء اپنی رسالت ادا کر دینے کی تصدیق میں امت محمدی کو پیش کریں گے، اور امت محمدیہ پچھلے رسولوں کے کلام کی تصدیق کرے گی۔ پچھلی امتوں کے لوگ جب یہ کہیں گے کہ یا اللہ! امت محمدیہ کے لوگ تو ہم سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں، ان کو ہمارا حال کیا معلوم۔ اس پر امت محمدیہ کے لوگ یہ جواب دیں گے کہ قرآن مجید میں پچھلا سب حال معلوم ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی امت کی گواہی کی تائید فرمائیں گے، اور ان سب گواہیوں پر فیصلہ آخر ہو جائے گا۔ اسی واسطے فرمایا کہ اس فیصلہ کے دن ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے، جو اس دن کے فیصلہ سے منکر ہیں۔

انسان کی پیدائش اور نیک و بد کا ہونا

۱ قوم نوح سے لے کر فرعون تک کے ان لوگوں کو اولین فرمایا، جن پر عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب آیا، جس

كَذٰلِكَ نَفَعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹
 اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى
 قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ التَّقْدِيْرُوْنَ ۝۲۳ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ
 لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ اَحْيَاءً وَّ
 اَمْوَاتًا ۝۲۶ وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَاوِسِيْ شٰخِبٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّاءً
 فُرَاتًا ۝۲۷ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸

ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں ۱۸ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۱۹ (اے لوگو!) کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا نہ کیا ۲۰ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں ایک وقت معین تک رکھا ۲۱ پھر ہم نے اندازہ کیا، پس ہم کیا ہی اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ۲۲ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۲۳ کیا ہم نے زمین جمع کرنے والی نہ کی ۲۴ تمہارے زندوں کو (اپنے اوپر) اور مردوں کو (اپنے اندر) ۲۵ اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ پیدا کئے اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا ۲۶ اس روز جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۲۷

سے وہ ہلاک ہو گئے۔ اسی واسطے فرمایا ہم مجرموں کیساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کفار مکہ اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے منکر لوگوں کو آخرین فرمایا، اور اس میں یہ تشبیہ ہے کہ اگر یہ آخر زمانہ کے لوگ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت، اور اللہ کے کلام کو جھٹلانے میں پہلے لوگوں کے قدم بقدم رہے، تو ان پر بھی ایسی آفت آئے گی جو ان سے پہلوں پر آئی۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کیلئے جو خرابی درپیش ہے، وہ اس آفت دنیاوی کے علاوہ ہے۔ پھر ایک ناچیز نطفہ سے انسان کی پیدائش کا، اور تاحیات اس کے زمین پر رہنے کا، اور مردہ انسان کی زمین میں سمائی کا، اور بارش اور زمین کی ندیوں نالوں چشموں کنوؤں سے میٹھے پانی کے بہم پہنچانے کا ذکر فرما کر یہ تشبیہ فرمائی کہ انسان کی سمجھ سے باہر یہ سب انتظام آنکھوں سے دیکھ کر، پھر بھی جو کوئی حشر کا انکار کرے گا، اس کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے، فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ التَّقْدِيْرُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی نطفہ سے مرد اور عورت پورا ادھورا گورا کالا جس کو جیسا چاہا پیدا کیا۔

انْطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٣١﴾ انْطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلِّ ذِي
 ثَلَاثِ شُعَبٍ ﴿٣٢﴾ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ الْهَبِّ ﴿٣٣﴾ إِنَّهَا تَرْمِي
 بِشَرَارٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٤﴾ كَأَنَّهُ جِبَلٌ صُفْرٌ ﴿٣٥﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
 لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٣٧﴾ وَلَا يُؤَدُّنَ لَهُمْ
 فِعْتَنَؤُنَ ﴿٣٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٩﴾ هَذَا يَوْمٌ
 الْفَصْلِ جَبَعَكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٤٠﴾ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوا ﴿٤١﴾
 وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٢﴾

-۷۷-

(ان کافروں سے کہا جائے گا کہ) اس ل (دوزخ) کی طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ﴿٣١﴾ اس دھوئیں کے
 سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں ﴿٣٢﴾ نہ ٹھنڈا سایہ دے اور نہ آگ کی گرمی سے بچائے ﴿٣٣﴾ بیشک دوزخ
 بڑے بڑے انکارے اڑاتی ہے جیسے اونچے محل ﴿٣٤﴾ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں ﴿٣٥﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی
 خرابی ہے ﴿٣٦﴾ یہ وہ دن ہے کہ (کافر) نہ بول سکیں گے ﴿٣٧﴾ اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ عذر کریں ﴿٣٨﴾ اس دن
 جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿٣٩﴾ (ان کافروں سے کہا جائے گا) یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے (آج) تمکو اور سب
 انگوں کو جمع کیا ﴿٤٠﴾ پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤں ہے تو مجھ پر کر لو ﴿٤١﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿٤٢﴾

ل کافروں کو جب فرشتے دوزخ میں لے جانے لگیں گے، تو ان منکروں کو قائل کرنے کیلئے ان سے یہ کہیں گے: ”چلو ذرا اس
 آگ کا مزہ چکھو جس کے تم دنیا میں منگرتے تھے۔“ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا
 حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”دنیا میں بڑے عیش و آرام سے جن دوزخیوں نے اپنی تمام عمر گزاری ہے، دوزخ
 کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ دنیا کا عیش و آرام تمہیں کچھ یاد ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے
 کہ آج کے دن کی تکلیف کے سامنے دنیا کا سب عیش و آرام بھول گئے۔ حساب و کتاب سے فارغ ہونے تک اہل دوزخ کو
 آگ کی لپٹ کے نیچے رکھا جائے گا، جس میں دھواں بھی ہوگا۔ اس دھوئیں کی تین شاخیں ہوں گی تاکہ اس لپٹ کی تپش بدستور
 قائم رہے۔ پھر اس آگ کی لپٹ سے ایسے بڑے بڑے انکارے اڑتے رہیں گے، جیسے بڑے بڑے محل، وہ انکارے

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۝۳۱ ۝ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝۳۲
 كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۳۳ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ ۝۳۴ وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝۳۵ كُلُوا وَتَسَعُّوا
 قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ۝۳۶

(بیشک آج) ۱۔ پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں ۲۔ اور دل پسند میووں میں ہیں ۳۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) خوب مزے سے کھاؤ پیو جو مرغوب ہو بسبب اس کے کہ جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ۴۔ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۵۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۶۔ (اے کفار! ۷۔ تم (دنیا میں) کچھ دن (یعنی موت تک) کھا لو اور فائدہ اٹھا لو، بیشک تم مجرم ہو ۸۔

زرد رنگ اور اوڑھے پئے (تہہ درتہہ اور خمدار) کے سبب سے زرد اونٹ معلوم ہوں گے قیامت کے دن پچاس ہزار برس کا ہوگا، اور اس میں طرح طرح کی حالتیں پیش آئیں گی۔ حساب و کتاب تک تو دوزخیوں کو جواب دہی کرنے اور عذر پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے گا، جس کا ذکر اور آیتوں میں ہے۔ پھر ان کو کسی جواب دہی کا موقعہ نہ ملے گا۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور قیامت کی ہر حالت کا انکار ایک جرم ہے، اسلئے اس دن کی مختلف حالتوں کا ذکر فرما کر ہر ایک جگہ پر فرمایا ہے کہ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ اگلے پچھلے منکرین حشر کو قائل کرنے کے لئے ان سب سے اس دن یہ کہا جائے گا کہ آج سزا و جزا کے آخری فیصلہ کا وہ دن ہے، جس کی خبر اللہ کے رسولوں نے تم کو دی تھی، اور تم نے اس خبر کو جھٹلایا تھا۔ آج بھی اس کے جھٹلانے کی تدبیر تم لوگ رکھتے ہو، تو اس کو اٹھانا رکھو، ورنہ اس دن کے جھٹلانے کی خرابی کو بھگتو۔

اہل جنت کی پر کیف زندگی

۱۔ لِلْمُكَذِّبِينَ کے مقابل یہ الْمُتَّقِينَ کا حال بیان فرمایا کہ وہ جنت کے درختوں کے سایہ میں ہوں گے۔ ان کے ارد گرد شیریں پاک صاف چشمے رواں ہوں گے۔ طرح طرح کے میوے جو دل میں آرزو خواہش ہوگی، وہی موجود ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ لو کھاؤ پیو، عیش کرو۔ مبارک ہو، اب نہ بیماری ہے نہ موت، اسکے بدلے جو تم دنیا میں اچھے کام کیا کرتے تھے۔ ہم ان کو جو اقوال افعال میں بھلائی کا خیال رکھتے ہیں، ایسا ہی اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن لِلْمُكَذِّبِينَ کو سخت عذاب ہوگا، جو ایمان نہ لاتے تھے قیامت اور رسول اور جنت و دوزخ کی تکذیب کرتے تھے۔

۲۔ دنیا میں اس طرح کے عقبی کے منکروں کی کو جو کچھ خوشحالی ہے، وہ تھوڑے دنوں کی ہے، کیونکہ نہ دنیا رہنے والی چیز ہے نہ اس

وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْكُوبِ اَلَا يَرْكُوبُونَ ﴿٣٨﴾
 وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اَلْيَوْمِئِذِ ع

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿٣٤﴾ اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے ﴿٣٨﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ﴿٣٩﴾ پس اس قرآن کے بعد کس کلام پر ایمان لائیں گے؟ (جو سب سے آخری کتاب ہے) ﴿٥٠﴾

کی خوشحالی۔ آنکھ بند ہوتے ہی پھر طرح طرح کی خرابی ہے۔ کیونکہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا، خالص اسکے نام پر سر جھکانے کو یہ لوگ عار سمجھتے ہیں۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان میں ہے کہ ثقیف ایک قبیلہ نے نماز سے انکار کر کے یہ کہا کہ کمر جھکانے کو ہم لوگ عار سمجھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو جس اپنی فصاحت و بلاغت کا بڑا دعویٰ تھا، قرآن کی فصاحت و بلاغت نے وہ دعویٰ تو ان کا باقی نہیں رکھا، جس سے یہ لوگ خوب سمجھ گئے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ اس پر بھی ان لوگوں کا قرآن کے احکام کو نہ ماننا محض ان کی ہٹ دھرمی ہے۔

﴿ اِسْمُهَا ۲۰ ﴾ ﴿۸۰﴾ ﴿سُورَةُ النَّبَاِ﴾ ﴿مَكِّيَّةٌ ۲﴾

سورہ نبأ مکہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿۲﴾ الَّذِي هُمْ فِيْهِ
مُخْتَلِفُونَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۵﴾

یہ لے کافر لوگ آپس میں کس چیز کی بابت پوچھ گچھ کر رہے ہیں ﴿۱﴾ ہاں سوال کرتے ہیں ایک بڑی خبر کے متعلق ﴿۱﴾ کہ وہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں ﴿۱﴾ نہیں نہیں اب جان جائیں گے ﴿۱﴾ پھر ہم کہہ دیتے ہیں: ”نہیں نہیں اب جان جائیں گے“ ﴿۱﴾

خواص سورہ نبأ: اگر کسی شخص کو ضعف بصارت کی شکایت ہو تو اس کو چاہئے کہ ہر روز اس سورت کو پڑھ لیا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جائے گی اور دل میں نور پیدا ہوگا خواہ حفظ پڑھے یا ناظرہ پڑھے۔ جو شخص اس سورت کو پڑھ کر حاکم کے دربرو جاوے گا تو وہ حاکم اس پر مہربان رہے گا اور اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھ کر جائے گا تو حاکم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

قیامت کے بارے میں عقلی دلائل اور قدرت کے انمول عجائبات و احسانات

۱۔ اگرچہ مجاہد کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد قرآن شریف ہے، لیکن قتادہ اور اکثر سلف کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد حشر اور قیامت ہے۔ آگے کی آیتوں میں خود اللہ تعالیٰ نے بھی قیامت کا ہی ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے یہی قول قرآن شریف کے مطلب کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ حشر اور قیامت کی بہت سی باتیں انسان کی عقل میں نہیں آتیں، اس واسطے اسلام لانے سے پہلے مکہ کے لوگ آنحضرت ﷺ و صحابہ سے حشر اور قیامت کی باتوں میں طرح طرح سے جھگڑتے تھے، کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک رواں دواں ہو جائے گی، پھر اس خاک کا پھلا کیونکر بن جائے گا۔ کبھی کہتے تھے کہ آگ میں زقوم کا پیڑ کیونکر ہوگا کبھی کچھ کہتے تھے کبھی کچھ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ”ان کے بڑے بوڑھے ان کی آنکھوں کے زور و دنیا سے اٹھ گئے، اس لئے یہ تو ان کو معلوم ہے کہ ایک دن یہ بھی مر جائیں گے، کیونکہ دنیا ہمیشہ نہیں رہنے والی اور دنیا کے فنا ہونے کے بعد آخرت کی یہ سب باتیں ان منکروں کی آنکھوں کے سامنے آ جائیں گی، اور اس وقت ان کو ان باتوں کا یقین آئے گا۔ اس وقت کا یقین ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ رہی یہ بات کہ آخرت کی باتیں ان کی عقل میں نہیں آتیں۔ ایک بوند پانی سے انسان کا پیدا ہو جانا، اور دنیا کے ہزار ہا عجائبات کیا یہ سب انسان کی

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ۙ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۙ وَخَلَقْنَاكُمْ
 أَزْوَاجًا ۙ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَ
 جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ

کیا ہم نے زمین کو فرش ۙ اور پہاڑ کو میخیں نہ بنایا ۙ اور ہم نے تم کو جوڑے (یعنی مرد اور عورت) پیدا کیا ۙ اور تمہاری نیند کو (تمہارے جسموں کے لئے موجب) راحت کیا ۙ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا (جو اپنی تاریکی سے ہر چیز چھپاتی ہے) ۙ اور ہم نے دن کو روزی تلاش کرنے کے لئے بنایا ۙ ہم نے آسمان تمہارے اوپر سات آسمان مضبوط بنائے ۙ

عقل میں آنے کی باتیں ہیں۔ پھر جس نے دنیا میں آنکھوں کے سامنے کے خلاف عقل عجائبات کو پیدا کر کے دکھا دیا، وہ آخرت میں بھی خلاف عقل عجائبات پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور دنیا کے عجائبات کو آنکھوں سے دیکھنے اور تجربہ کر لینے کے بعد اس کی اس قدرت کا انکار کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے۔ کسی بات کی تاکید منظور ہوتی ہے تو اس کو دودفعہ کہا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً سانپ نکلنے کے وقت سانپ سانپ دودفعہ کہتے ہیں، اس واسطے **كَلَّا سَيَعْلَمُونَ** کو دودفعہ فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کو خلاف عقل سمجھ کر یہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں، قریب ہے کہ مرتے ہی ان باتوں کو ضرور یہ لوگ خوب اچھی طرح جان لیں گے۔

۱۔ اوپر ذکر تھا کہ حشر اور قیامت کی باتوں میں طرح طرح کی تجسس کرتے تھے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں دنیا کے چند عجائبات کا ذکر فرمایا کہ اگر انکو ہماری قدرت میں انکار ہے، تو ہمارے کارخانہ کو ذرا غور کی نظر سے دیکھیں۔ دیکھو کیا ہم نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا نہیں بنایا، تمہارا امرنا جینا کاروبار سب اسی کے ذریعہ سے ہے، اسی طرح دیکھو کہ کیا ہم نے پہاڑوں کو میخوں کی مانند گڑا ہوا نہیں بنایا۔ اور ان کفار سے ہم کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے زرمادہ کو جو ہم نے جوڑا بنایا ہے، کیا یہ ہماری قدرت کی دلیل نہیں ہے، اور تمہاری راحت کا سامان نیند کو بنایا کہ سونے کے بعد سب محنت و مشقت جاتی رہتی ہے، اور رات کو تمہارے حق میں پردہ پوش بنایا جو عبادت کرنیوالے ہیں، ان کے حق میں رات بے ریا عبادت حاصل ہونے کا سبب ہے۔ جو عشاق جاننا ہیں ان کے راز و نیاز کی خلوت گاہ ہے۔ اور دن تو تمہارے لئے طلب معیشت کا وقت بنایا، کوئی تجارت کرتا ہے، کوئی زراعت، کوئی پیشہ وری کرتا ہے، کوئی نوکری وغیرہ وغیرہ کرتا ہے۔

۲۔ زمین کی عجائبات کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں آسمانی عجائبات کا ذکر ہے کہ دیکھو ہم نے تمہارے سروں پر سات درجے کی ایک مضبوط چھت بنائی، اس کی مضبوطی سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ ہزار ہا برس سے بغیر کسی طرح کی مرمت کے

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا ۝۱۳ وَ أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً
 ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِيُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۝۱۵ وَجَنَّتٍ أَلْفَافًا ۝۱۶ إِنَّ يَوْمَ
 الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝۱۷

اور ہم نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ (یعنی آفتاب) پیدا کیا ۝ اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے
 کثرت سے پانی اتارا ۝ تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزہ ۝ اور گنجان (درختوں کے) باغ
 نکالیں ۝ بیشک ۱۔ فیصلہ کا دن (ثواب و عذاب کے لئے) مقرر کیا ہوا وقت ہے ۝

بالکل بے سہارے کھڑی ہیں۔ اور اس میں سات ستارے ایسے ہیں کہ ہر مومن و کافر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور دیکھو ہم
 نے تمہارے واسطے ایک روشن چراغ بنایا یعنی آفتاب، کہ ہر شخص اس کی روشنی اور گرمی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور دیکھو ہم نے
 تمہارے لئے بادلوں سے بہت مینہ اتارا۔ یہ کام ہم نے اس لئے کیا کہ تمہارے لئے اناج پیدا کریں، اور نباتات جس میں
 سے بعض ساگ وغیرہ تمہارے کام کے ہیں، اور بعض چارہ وغیرہ تمہارے جانوروں کا، اور اس پانی سے ہم نے گنجان درختوں
 کے باغ لگائے تاکہ تم میوہ کھاؤ اور لذت اٹھاؤ۔ یہ سب قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی
 قدرت و حکمت والا ہے، کیا اسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا، اور حساب و کتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا۔ اور کیا یہ
 بات اس کی حکمت کے منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یوں ہی خلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے، یقیناً دنیا کے اس
 طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اسی کو ہم آخرت کہتے ہیں۔ جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے
 بعد دن آتا ہے، ایسے ہی سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے۔

۱۔ جس طرح مینہ سے چیزیں اُگتی ہیں، اسی طرح حشر سے پہلے ایک مینہ بے گا، جس سے سب آدمیوں کے جسم تیار ہو جائیں
 گے۔ پھر دوسرا صور پھونک کر ان جسموں میں روہیں پھونک دی جائیں گی اور حشر قائم ہو جائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں
 روایات ہیں، ان میں اس حشر سے پہلے مینہ برسنے کا ذکر ہے، اگرچہ نیک و بد کا فیصلہ دوسرے صور کے، اور اس صور سے لوگوں
 کے قبروں سے اُٹھنے کے بعد ہوگا، لیکن دنیا کا پیدا کیا جانا، مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جانا، یہ سب کچھ نیک و بد کی جانچ، اور اس
 کے فیصلہ کے لئے ہے۔ اسلئے اس فیصلہ کا اہتمام زیادہ فرما کر اس کا ذکر صور سے پہلے فرمایا، اور یہ تو سورہ زمر میں گذر چکا ہے
 کہ پہلے صور کے پھونکنے سے تمام دنیا اُجڑ جائے گی، اور دوسرے صور کے پھونکنے سے سب جی اٹھیں گے۔ ان آیتوں میں
 منکرین حشر کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس لئے مختصر طور پر فقط دوسرے ہی صور کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ جو کچھ دوسرے صور
 کے وقت ہوگا، منکرین حشر اس کے ہی منکر تھے، اور اس یوم الفصل کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝۱۸ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ
فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝۱۹ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝۲۰ إِنَّ جَهَنَّمَ
كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۲۱ لِلظَّالِمِينَ مَأْبًا ۝۲۲ لِيُثَبِّتَ فِيهَا آخِصَابًا ۝۲۳

جس دن صور پھونکا جاوے گا پس ۱۔ تم (اپنی قبروں سے حساب کے لئے) گروہ گروہ ہو کر چلے آؤ گے ۲۔ اور آسمان ۳۔ کھولا جائے گا پس (اس میں) دروازے (یعنی راستے) ہو جائیں گے (ان سے ملائکہ اتریں گے) ۴۔ اور پہاڑ ۵۔ چلائے جائیں گے چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہو جائیں گے (جو دور سے پانی کا دھوکا دیتا ہے) ۶۔ بیشک ۷۔ دوزخ سرکشوں کے لئے انتظار میں ہے ۸۔ ان کا ٹھکانا ہے ۹۔ اس میں بیشمار مدت رہیں گے ۱۰۔

قیامت کا ذکر اور امت مصطفیٰ ﷺ کی کثرت

۱۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی نبی کے پیرو اس قدر کثرت سے نہ ہوں گے جس قدر کثرت سے میرے پیرو ہوں گے۔ اور مستدرک حاکم و طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معتبر سند سے جو روایتیں ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ کسی نبی کے پیرو نہیں ہیں، بلکہ اغوائے شیطانی سے کوئی گروہ بتوں کی، اور کوئی سورج اور چاند وغیرہ کی پوجا کرتا ہے، ان لوگوں کے گروہ قیامت کے دن الگ الگ بن جائیں گے۔ غرض ان حدیثوں کے موافق گروہ کے گروہ اللہ تعالیٰ کے رُوبرو جانے کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑے یا بہت جس قدر لوگ نبی کے پیرو ہوں گے، وہ تو اپنے اپنے نبی کے ساتھ ہوں گے، اور باقی کے لوگوں کی جماعتیں الگ الگ ہوں گی۔

۲۔ آسمان کے کھل جانے اور اس میں دروازے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ محشر کے میدان میں طرح طرح کے انتظام کے لئے بہت سے فرشتے آسمان سے اتریں گے، جن کے اترنے کے لئے بہت سے دروازوں کی طرح کے راستے آسمان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بن جائیں گے۔

۳۔ یعنی چمکتی ریت پر دُور سے پانی کا گمان ہو جاتا ہے، ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہوگا حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہیں گے، محض ریت کے تودے رہ جائیں گے۔

دوزخ اور اہل دوزخ

۴۔ دوزخ پر جو ملائکہ تعینات ہیں وہ نافرمان لوگوں کی تاک میں لگے ہوئے ہیں، اور ان نافرمانوں کی گرفتاری کے وقت کے انتظار میں ہیں، یا یہ کہ دوزخ سرکشوں کے لئے انتظار میں ہے، اور دوزخ کافروں کے لئے کمین گاہ ہے، اور سرکشوں کا وہ ٹھکانہ ہے، اور وہ دوزخی دوزخ میں مدت رہیں گے جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پہ قرن گذرتے چلے جائیں گے، اور ان کی

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۚ إِلَّا حَيْبًا وَغَسَاقًا ۚ
 جَزَاءً وِفَاقًا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۚ وَكَذَّبُوا
 بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۚ فَذُوقُوا فَلَنْ
 نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۚ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۚ

اس جگہ ٹھنڈک (یعنی راحت) کا کچھ مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو ۚ مگر کھولتا پانی اور پیپ ۚ (ان کو) پورا پورا بدلہ دیا گیا ۚ بیشک انہیں حساب کی توقع نہ تھی (کیونکہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کے منکر تھے) ۚ اور ہماری آیتیں بیباکی سے جھٹلاتے تھے ۚ اور ہم نے ہر چیز (انکے نامہ اعمال میں) لکھ کر شمار کر رکھی ہے ۚ پس (ان سے کہا جاوے گا) اب مزہ چکھو کہ تم پر نہ بڑھائیں گے مگر عذاب ۚ بیشک ۚ پر ہیزگاروں کو کامیابی کی جگہ (یعنی جنت) ہے ۚ

مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا، نہ ان کو کچھ کسی طرح کی ٹھنڈک میسر آئے گی کہ دوزخ کی آگ سے کچھ آرام ملے، اور گرم پانی اور دوزخیوں کی پیپ کے سوا کوئی ایسی چیز پینے کی نہ ملے گی، جس سے پیاس بجھے، بلکہ یہ لوگ قیامت اور اس کی سزا و جزا کے منکر تھے، اور باوجود طرح طرح کی فہمائش کے اس انکار پر ان کو اصرار تھا، اور وہ انکار اور اصرار سب کچھ دفتر الہی میں لکھا جاتا تھا، اس لئے اس انکار اور اصرار کی سزا میں ان پر دن بدن عذاب بڑھتا اور بدلتا رہے گا، اسی کو جزاء وفاقا فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ان کے اعمال ویسی ہی ان کی سزا۔

جنت اور اہل جنت اور جنت صرف فضل خداوندی سے ملے گی

۱۔ اوپر دوزخ اور دوزخیوں کا ذکر تھا اس کے مقابلے میں ان آیتوں میں جنت اور جنتیوں کا ذکر ہے کہ جو شرک و فواحش سے بچتے ہیں، ان کو دوزخ سے نجات ہے، اور اللہ سے قرب اور باغات ہیں، جن کے گرد احاطے بنے ہیں کھجوروں وغیرہ کے، اور انگور کے باغات ہیں، اور نوخاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے ابھار پر ہوگی، اور سب ایک ہی سن و سال کی ہوں گی، اور ان کو وہاں جامہ از شراب ناب پے در پے ملیں گے، اور وہاں کوئی لغو اور جھوٹ بات نہ سنیں گے، یعنی دنیا کی شراب نوشی کے بعد جس طرح کی بیہودہ باتیں ہوتی ہیں، جنت کی شراب نوشی کے بعد ایسی کوئی بات نہ ہوگی، بلکہ یاد خدا اور زائد ہوگی، یہ انکو اچھے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ جنت کو اس لئے عطا فرمایا کہ جس کسی کو جنت ملے گی وہ اللہ کے فضل سے عطا کے طور پر ملے گی، ورنہ انسان کی کیا طاقت ہے کہ تھوڑی سی عمر کے نیک عملوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی دنیا کی بے شمار نعمتوں کی شکر گزاری کو پورا کر کے جنت کی اس قدر بے حساب نعمتیں کون پاسکتا۔ چنانچہ واثلہ بن الاسقع سے مستدرک حکم وغیرہ میں روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پچھلی امتوں میں ایک عابد تھا، جس نے مدتوں ایک پہاڑ پر بیٹھ کر عبادت کی تھی،

حَدَّيْطٍ وَاعْتَابًا ۝۳۲ وَكُوَاعِبِ اَثْرَابًا ۝۳۳ وَكَاسًا دِهَاقًا ۝۳۴ لَا
يَسْمَعُونَ فِيهَا لُعْوًا وَلَا كِذْبًا ۝۳۵ جَزَاءً مِّنْ رَبِّكَ عَطَاءً
حِسَابًا ۝۳۶ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا
يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝۳۷

باغ ہیں (جس میں طرح طرح کے میوے ہیں) اور انگور ۝ اور (دل بہلانے کو) بے بیاہی ہم عمر عورتیں ہوں ۝ کی اور جام شراب کے بھرے ہوئے ہوں گے ۝ نہ اس جگہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھٹلانا (کیونکہ یہ باتیں جنت میں معدوم ہیں) ۝ یہ صلہ تمہارے پروردگار کی طرف سے دیا گیا جو کہ نہایت کافی انعام ہے ۝ وہ جو لے پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور خدا کرم کرنے والا کہ اس کے رعب و جلال سے بات نہ کر سکیں گے ۝

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس عابد سے فرمائے گا کہ میری رحمت کے سبب سے جنت میں چلا جا، وہ عابد کہے گا: ”یا اللہ! میرے نیک عملوں کا بدلہ کہاں ہے؟“ اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں سے فرمائے گا: ”اچھا اس کے نیک عملوں کا ان نعمتوں کے ساتھ تول کر اندازہ کیا جائے۔ جو نعمتیں اس کو دنیا میں دی گئی تھیں۔“ اس اندازہ میں عابد کے سب نیک عمل فقط آنکھوں کی نعمت کے بدلے میں برابر ہو جائیں گے۔ آخر قائل ہو کر وہ عابد اللہ کی رحمت سے جنت میں جانے کا اقرار کرے گا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان ہی نعمتوں کا شکر یہ آدمی کے ذمہ ہونے سے صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکتا۔ عطا کے ساتھ حساب کا لفظ جو فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ حساب بھی ایک عطا ہے، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ اکہرا ہونے کی جگہ دس سے لے کر سات سو تک، کبھی اس سے بھی زیادہ کا حساب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ٹھہرایا ہے، جس کا ذکر صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

شفاعت کا ذکر اور وقوع قیامت کا عقلی تقاضا

۱۔ اوپر ذکر تھا کہ جس شخص کو نیک عملوں کے بدلہ میں جنت ملے گی وہ محض عطاۃ الہی کے طور پر ملے گی، ان آیتوں میں اس بے شمار عطا کی صراحت یوں فرمائی کہ زمین و آسمان جنت اہل نیکی کے ثواب کے درجہ کو بڑھانا سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا کے طور پر دیدے، اس کی بارگاہ میں کچھ ہی نہیں۔ وہ رحمن ہے اس کی رحمت بندوں پر عام ہے۔ پھر فرمایا باوجود اس عام رحمت کے اس کا جلال بھی ایسا ہے کہ قیامت کو جب اس سے آمناسا منا ہوگا، تو بغیر اس کے حکم کے اس سے کوئی بات نہ کر سکے گا، اور اس دن بنی آدم اور ملائکہ اللہ کے روبرو وصف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ یہ ذکر اس وقت کا ہے

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝۳۸

جس دن جبرئیل فرشتہ کھڑا ہوگا اور سب فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے (اس روز) کوئی حاضران (حاضرین میں سے) محشر نہ بول سکے گا مگر جس کو اللہ نے اذن دیا ہوگا (کلام یا شفاعت کرے گا) اور اس نے ٹھیک بات کہی ۝

جب اللہ تعالیٰ نیک و بد کے فیصلہ کے لئے آسمان سے زمین پر میدان محشر میں نزول فرمائے گا، اور لوگ سورج کی گرمی اور پسینہ سے گھبرائیں گے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس حساب و کتاب شروع ہو جانے کیلئے جائیں گے، اور کسی نبی کی جرأت اور طاقت اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی نہ ہوگی۔ آخر خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو بات کرنے کا حکم ہوگا، اور آپ کی شفاعت سے سب لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوگا۔ پھر فرمایا جس دن کے حساب و کتاب اور عذاب سے ان لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے، اس دن کا پیش آنا ایسا یقینی اور اس کی صداقت ایسی ایک حق بات ہے کہ جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ کس لئے کہ جن آیات قرآنی میں قیامت کے آنے کا ذکر ہے، ان آیتوں کو یہ قیامت کے منکر لوگ محض ہٹ دھرمی سے جھٹلا رہے ہیں، اگر اس ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنی آنکھوں کے سامنے کے انتظام دنیا پر بھی یہ لوگ ذرا غور کریں، تو انکی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آسکتی ہے کہ خود موجودہ انتظام اس کا مقتضی ہے کہ دنیا کے ختم ہونے کے بعد قیامت جیسے ایک دن کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ دنیا میں بہت سے نیک لوگ ایسے ہیں کہ عمر بھر دنیا کی اکثر راحتوں سے محروم رہے، اور بہت سے بد لوگ ایسے ہیں کہ دنیا کی ہر طرح کی راحت میں ان کی ساری زندگی بسر ہوئی۔ اب دنیا کے چھوٹے چھوٹے حاکم و آقا تو اس بات کو بڑی ناانصافی کہتے ہیں، کہ نیک و بد، نوکر یا غلام کو ہمیشہ ایک حالت میں رکھا جائے، اس حاکم احکم الحاکمین کے انصاف پر یہ دھبہ کون لگا سکتا ہے کہ اس کی بارگاہ میں نہ نیکی کا کچھ ثمرہ، نہ بدی کی کچھ پریش۔ پھر فرمایا جب قیامت کا آنا یقینی ہے، تو آدمی کو چاہئے کہ اس دن خدا کو اچھی طرح منہ دکھانے کے ارادہ سے جہاں تک ہو سکے نیکی کرے، اور جس عذاب سے اس کو ڈرایا گیا ہے، اس سے ڈر کر بڑے کاموں سے پرہیز کرے، اور یہ خوب جان لے کہ یہ دنیا میں نیک و بد جو کچھ کرے گا، اس دن وہ سب اس کے سامنے آنے والا ہے۔ دو روز ناچے نو لیس خدا کی طرف سے ہر ایک شخص پر مقرر ہیں۔ رات دن انسان کے ہر قول و فعل کو لکھ لینا یہی ان کا کام ہے۔ پھر فرمایا جو کوئی اس فہمائش کے بعد بھی عقبی کے انکار برآزار ہے گا، تو اس کو وہاں ایسا پچھتاوا ہوگا کہ وہ عذاب کی سختی کے خیال سے یہ آرزو کرے گا وہ خاک ہو جاتا تو اچھا ہوتا۔ صحیح مسلم، ترمذی، مسند امام احمد میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن یہاں تک انصاف ہوگا کہ اگر کوئی سینگ والا جانور بغیر سینگ والے جانور کو مار بیٹھے گا تو اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ بیہقی، تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم کی روایتوں میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس بدلہ کے بعد سب جانوروں کو خاک ہو جانے کا حکم ہوگا، اور وہ خاک ہو جائیں گے۔ جانوروں کی یہ حالت دیکھ کر حشر کے منکر لوگ یہ آرزو کریں گے، کہ وہ بھی اسی طرح خاک ہو جاتے تو عذاب سے بچ جاتے۔

ذٰلِكَ الْيَوْمِ الْحَقِّ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَاءً ۖ اِنَّا
 اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۙ يَوْمَ يَنْظُرُ الْبَرُّ مَا قَدَّمَتْ يَدُوْهُ وَا
 يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يَلِيْتَنِيْ كُنْتُ رَبًّا ۙ

(دنیا میں اسی کے مطابق عمل کیا) وہ دن برحق ہے، پس جو چاہے عمل صالح کر کے اپنے پروردگار کی طرف ٹھکانا بنا لے ۙ (اے کافرو!) ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا، جس دن ہر شخص دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (یعنی نیکی یا بدی کے نامہ اعمال میں درج ہوگی) اور کافر (حسرت سے) کہے گا: ”کاش! میں خاک ہو جاتا (تا کہ عذاب سے بچتا)“ ۙ

﴿ اسباق ۲۶ ﴾ ﴿ سورۃ النزعت مکیہ ۸۱ ﴾ ﴿ رکوعا ۲ ﴾

سورۃ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالنَّزِیْعَاتِ غُرُقًا ۙ وَالشَّیْطٰنِ نَسْفًا ۙ

قسم ہے لہ فرشتوں کی ان جماعتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے کھینچتے ہیں ۙ اور جو (مسلمانوں کی) نرمی سے بند کھولتے (یعنی آسانی سے جان نکالتے) ہیں ۙ

خواص سورہ نازعات: اگر کوئی شخص اس سورۃ کو دشمن کے شر سے بچنے کے لئے پڑھے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ دشمن کے ہر شر سے محفوظ رہے گا اور اس سورۃ کو تین مرتبہ پڑھنے سے افسر کے عتاب سے امن میں رہے اور افسر مہربان ہو، اور اس سورۃ کو ہر روز جو کوئی پڑھے گا تو پڑھنے والے کا ایمان سلامتی کے ساتھ رہے گا۔

سختی اور آسانی سے جان نکالنے کا ذکر

لہ سورہ والنزعت مکیہ ہے۔ اس میں دو رکوع چھیالیس آیتیں ایک سو ستانوے کلمے سات سو تیرہین حرف ہیں۔

وَالسَّيِّئَاتِ سَبْحًا ۝۳ فَالْسَّبِيْقَاتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدْبِرَاتِ اَمْرًا ۝۵
 يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتَّبِعَهَا الرَّادِفَةُ ۝۷

اور ۱۔ ان کی جو (روحیں لے کر) تیرتے ہوئے چلتے ہیں ۝۳ ان کی جو سبقت کرتے ہیں (اپنی خدمت انجام دینے پر) ۝۴ پھر ۵۔ ان کی جو ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں جو کچھ کہا جاتا ہے ہونے والا ہے ۝۵ جس دن سب ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (یعنی نوحہ اولیٰ) ۝۶ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (یعنی نوحہ ثانیہ) ۝۷

۱۔ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان لفظوں کی تفسیر سختی اور آسانی سے جان کھینچنے والے فرشتوں کی جو قرار دی ہے، یہی تفسیر صحیح حدیثوں کے مضمون کے موافق ہے، اور ابو داؤد کی روایتوں میں جو التَّزْوِجَاتِ اور التَّشْيِطَاتِ کی پوری تفسیر ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”فرمانبردار لوگوں کی قبض روح کے وقت اچھی شکل کے فرشتے آتے ہیں، اور کہتے ہیں: ”اے نیک روح! اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور مغفرت کی ہم تجھ کو خبر دیتے ہیں، جلدی سے جسم کو چھوڑ دے۔“ یہ خوشخبری سن کر وہ نیک روح جسم کو چھوڑ کر اس طرح آسانی سے نکل جاتی ہے جس طرح مشک کا دہانہ کھول دینے سے مشک کا پانی نکل جاتا ہے۔ اسی طرح نافرمان لوگوں کی قبض روح کے وقت خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں، اور کہتے ہیں: ”اے بدروح! جسم سے نکل خدا کے غضب سے تیرا سامنا پڑنے والا ہے۔“ یہ خوفناک خبر سن کر وہ روح آدمی کے جسم میں جگہ جگہ چھپتی پھرتی ہے، اور فرشتے اسکو کھینچتے ہیں۔ آخر بڑی دشواری سے جسم کو چھوڑتی ہے۔ یعنی جو فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سرعت و سہولت سے چلتے ہیں، گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر ان ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔“

۲۔ یعنی اس کے بعد ان ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عذاب کا، دونوں امور میں سے ہر امر کی تدبیر و انتظام کرتے ہیں۔ یا مطلقاً وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم تکوین کی تدبیر و انتظام پر مسلط ہیں۔

حشر کا ذکر

۳۔ اوپر کی قسموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں پہلے صور سے دنیا کے اُجڑ جانے اور دوسرے صور سے حشر کے ہو جانے کا ذکر فرمایا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ حشر کا برپا ہونا ایسا یقینی ہے، جس طرح قسم کھانے کے بعد کی کوئی بات یقینی ہوتی ہے فرمایا کہ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ زمین اور پہاڑ جنبش میں آئیں گے، پہلا صور جب پھونکا جائے گا اس وقت روحیں بدن سے جدا ہو جائیں گی، اور دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ پھر اسکے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا، اس وقت پھر ارواحیں قالب میں آئیں گی، اور نئے سرے سے عالم ایک اور عالم میں ظاہر ہوگا۔ بہت دل اس دن خوفزدہ ہوں گے، اور نظریں مارے دہشت

وقف لایہ

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝۸ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُولُونَ عَرَانَا
 لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰ عَرَادًا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَةً ۝۱۱ قَالُوا
 تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۱۳ فَإِذَا هُمْ
 بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝۱۵ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ
 بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶ إِذْ هَبَّ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۝۱۷

وقف لایہ

وقف لایہ

کتنے دل اس روز دھڑکتے ہوں گے ۝۸ ان کی آنکھیں (مارے دہشت کے) جھک رہی ہوں گی ۝۹ کافر کہتے
 ہیں ۱۔ کہ کیا ہم پھر پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے؟ ۝۱۰ کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے پھر زندہ
 ہوں گے ۝۱۱ وہ بولے ہمارا اس وقت لوٹنا نقصان دینے والا ہوگا ۝۱۲ پس سوائے ۲۔ اس کے نہیں کہ وہ واقعہ (یعنی
 فتحِ اخیرہ) ایک ہیبت ناک آواز ہے ۝۱۳ پس ناگہاں وہ (زندہ ہو کر) کھلے میدان میں آ موجود ہوں گے ۝۱۴ کیا
 تمہیں ۳۔ موسیٰ کی خبر آئی ۝۱۵ جبکہ اسے اس کے پروردگار نے ایک پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے ندا
 فرمائی ۝۱۶ کہ تم فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ (کفر و فساد میں) حد سے گزر گیا ہے ۝۱۷

کے جھک رہی ہوں گی، غرض یہ ہے کہ عاقل ہر وقت خوفزدہ رہے کہ ایسا نہ ہو میں بھی اس دن مصیبت میں آ جاؤں، اور تکلیف
 کی شدت سے مٹی ہو جاؤں۔

۱۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ کیا مر کر پھر ہم اُلٹے زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ گلی ہوئی ہڈیوں میں
 دوبارہ جان پڑ جائے گی۔ ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور نقصان دینے والی ہوگی، کیونکہ ہم نے اس زندگی
 کیلئے کوئی سامان نہیں کیا۔ یہ تمسخر سے کہتے تھے یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں، حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے
 سے دوسری زندگی ہی نہیں نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر۔

۲۔ یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گی۔ جہاں ایک صور
 پھونکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدانِ حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے۔

۳۔ اوپر قیامت کا ذکر تھا ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ یاد دلا کر کفار کو یہ تشبیہ فرمائی ہے کہ عذاب
 الہی کچھ قیامت پر ہی منحصر نہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے جھٹلانے پر اپنی عادت کے موافق اڑے رہے، تو اللہ کی

فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَخَشِيَ ۖ ﴿١٩﴾
فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۖ ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ﴿٢١﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۖ ﴿٢٢﴾
فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ ﴿٢٤﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ
الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ ﴿٢٥﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَىٰ ۖ ﴿٢٦﴾ ءَأَنْتُمْ
أَشَدُّ خَلْقًا مِّنَ السَّيِّئِ ۖ بَنِيهَا ۖ ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سِنِّيًّا فَسَوَّيَهَا ۖ ﴿٢٨﴾

پس اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی رغبت ہے؟ کہ تو (کفر و شرک و معصیت سے) سترہا ہو جائے ۖ اور میں تجھے تیرے پروردگار کی طرف راہ دکھاؤں کہ تو (اس کے عذاب سے) ڈرے ۖ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی (نبوت کی) دکھائی (یعنی ید بیضا اور عصا) ۖ پس اس پر اس نے (موسیٰ کو) جھٹلایا اور نافرمانی کی ۖ پس پیٹھ پھیری۔ اس کے خلاف تدبیر کرتا ہوا ۖ پھر لوگوں (یعنی جادو گروں) کو جمع کیا ۖ پھر (ان کے سامنے) باواز بلند تقریر کی۔ پھر کہا: ”میں تمہارا رب سب سے بڑا ہوں“ ۖ پس اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا ۖ بیشک اس (واقعہ) میں نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرے ۖ کیا تمہارا (مرنے کے بعد دوسری بار) پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا جس کو اللہ نے بنایا ۖ اس کی ۖ چھت اونچی کی پھر اس کو درست کیا ۖ

قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ جس طرح رسول وقت کی نافرمانی سے فرعون پر دنیا میں آفت آگئی، اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی آفت آجائے، چنانچہ اس تنبیہ کی غرض سے اس قصہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں خدا کا خوف ہے، اس کو اس قصہ سے نصیحت پکڑنی چاہئے۔ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گزر چکا ہے، اور اسی طرح تنبیہ کے مطلب کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الم سجدہ میں فرمایا ہے۔

عجائبات قدرت خداوندی

۱۔ یعنی تمہارا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اس کو مانتے ہو، پھر دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔

۲۔ یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا، کتنا مضبوط، کیسا صاف، ہموار، اور کس درجہ مرتب و منظم ہے۔ کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس کے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ رات کی اندھیری میں اس کا سماں کچھ اور ہے، اور دن کے اجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔

وَأَغْطِشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝۳۱ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۝۳۲
 أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءًهَا وَمَرْعَاهَا ۝۳۳ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝۳۴ مَتَاعًا
 لَكُمْ وَلَا نَعَامِكُمْ ۝۳۵ فَاذَا جَاءَتْ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۝۳۶

اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی (آفتاب کو ظاہر فرما کر) چمکائی ۱۔ آسمان کے پیدا کرنے کے بعد زمین کو ہموار کیا ۲۔ اور اس ۳۔ میں سے (چشمے جاری فرما کر) اس کا پانی اور چارہ نکالا ۴۔ (جسے جاندار کھاتے ہیں) ۵۔ اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کر دیا ۶۔ (تاکہ سکون ہو) ۷۔ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ۸۔ پس ۹۔ جس وقت قیامت آئے گی ۱۰۔

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے فرمائی گئی تھی، مگر یکساں اور ہموار نہ کی گئی تھی۔
 ۲۔ زمین کا پانی نکالنے سے مطلب یہ ہے کہ دریا اور ندیاں اور چشمے جاری کئے، پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔
 ۳۔ یعنی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے، اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔ پہاڑوں کا ذکر مفصل اور پرکئی جگہ گذر چکا ہے۔

۴۔ یعنی یہ انتظام نہ ہو تو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے، ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی، اور راحت رسانی کے لئے ہے۔ چاہیے کہ اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو، اور سمجھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں، کیا وہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اس کی قدرت کا اقرار کرے، اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری میں لگے۔

روز قیامت کی مشکلات

ہے دنیا کے موجودات کے ذکر کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ موجودات ہمیشہ رہنے والی چیزیں نہیں ہیں، بلکہ یہ سب موجودات ایک دن اُجڑ کر اس کے بعد سزا و جزا کا دوسرا انتظام قائم ہوگا، جس کا نام قیامت ہے۔ الطَّامَّةُ اس آفت کو کہتے ہیں کہ جس کی برداشت نہ ہو سکے۔ یہاں الطَّامَّةُ سے مطلب قیامت ہے، اس دن دوزخ کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لایا جائے گا۔ سورج ایک میل کے فاصلہ کی بلندی پر آجائے گا، ادھر سے سورج کی گرمی اور ادھر دوزخ کی گرمی، اس لئے پسینہ کی وہ حالت ہوگی کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہیں گے۔ نیکی و بدی کے تولے جانے کا، پل صراط پر گذرنے کا جدا خوف لگا ہوگا۔ غرض ایسی ایسی خوفناک آفتیں اس دن آدمی کو پیش آنے والی ہیں، جس کی برداشت اس قدر مشکل ہے کہ جس کو خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالسَّاعَةُ آذِلٌّ وَأَمْرٌ، جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی گھڑی بڑی آفت اور سختی کی گھڑی ہے۔ پھر جب انسان اس دن یہ دیکھے گا کہ بغیر نیک عمل کے ان آفتوں سے نجات نہیں مل سکتی، تو اس وقت ہر شخص

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۝۲۵ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ
يَرَى ۝۲۶ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۝۲۷ وَ آثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝۲۸ فَإِنَّ الْجَحِيمَ
هِيَ الْبَاوِي ۝۲۹ وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ
الْهَوَى ۝۳۰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْبَاوِي ۝۳۱ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ
أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝۳۲ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۝۳۳ إِلَىٰ رَبِّكَ
مُنْتَهَاهَا ۝۳۴ إِنَّا أَنْتَ مُنذِرٌ مِّنْ يَّخْشَاهَا ۝۳۵

اس دن انسان یاد کرے گا جو کچھ (دنیا میں) عمل کیا تھا ۝ اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر کی جائے گی ۝
تو وہ جس نے سرکشی کی ۝ اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی ہوگی ۝ تو بیشک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا
ہے ۝ اور جو کوئی اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو (حرام چیزوں کی) خواہش
سے روکا ۝ تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے ۝ (اے محبوب! ﷺ) تم سے (کافر) قیامت کو پوچھتے ہیں
کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ ۝ تمہیں اس کے بیان (اور اس کا وقت بتانے) سے کیا تعلق ۝ تمہارے لئے
پروردگار ہی کی طرف اس کے علم کی انتہا ہے ۝ تم تو اسے ڈرانے والے تھے ہو جو اس سے ڈرے ۝

اپنے نیک و بد عملوں کو سوچے گا، مگر اس وقت کا سوچنا کچھ فائدہ نہ دیوے گا۔ اس وقت تو یہی انجام ہوگا کہ جس شخص نے فقط دنیا
کے عیش و عشرت میں اپنی ساری عمر گنوائی، اور اس عیش و عشرت میں عقبنی کو بالکل بھولا رہا، وہ دوزخی قرار پائے گا، اور جس کے
دل میں اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کا کھٹا لگا رہا، اور اس کھٹکے کے سبب سے وہ اپنے نفس کو بڑے کاموں سے ہمیشہ
روکتا، اور نیک کاموں میں نفس کو لگاتا رہا۔ وہ جنتی ٹھہرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص عمر بھر نیک کاموں میں جہاں
تک ہو سکا لگا رہا۔ اس کو بھی اس دن یہ پچھتاوا ہوگا کہ اس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کیئے کہ زیادہ ثواب کا مستحق ٹھہرتا۔
۱۔ یعنی آخر وہ گھڑی کب آئے گی اور قیامت کب قائم ہوگی۔

۲۔ یعنی اس کا وقت ٹھیک معین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں، اس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔

۳۔ یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا، یہ
خوف آخرت کی استعداد ہوگی، وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر تیاری کرے گا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف ان ہی

كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَ نَهَايَهُمْ يَلْبَثُونَ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝

جس دن وہ (کافر) اس (قیامت) کو دیکھیں گے تو (کہیں گے): ”دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کی صبح“ ۝

لوگوں کے حق میں ہوا، جو اس سے منتفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ورنہ نا اہل لوگ تو انجام سے غافل ہو کر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں، کہ قیامت کس تاریخ کس دن کس ماہ میں آئے گی۔
یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے، جلد کیوں نہیں آ جاتی۔ مگر اس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آئی، بیچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔

﴿ابن ماجہ ۲۲﴾ ﴿سورۃ عبس مکتبہ ۲۲﴾ ﴿مکوعہ ۱﴾

سورۃ عبس مکہ میں نازل ہوئی، اس میں بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۱ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْيٰی ۲ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهِ يَرَكٰى ۳

(نبی ﷺ نے) تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا ۱ اس سبب سے کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا ۲ تمہیں کیا معلوم شاید کہ وہ (تم سے احکام الہی سن کر گناہوں سے) پاک ہو جاتا ۳

خواص سورہ عبس: اس سورۃ کے ورد کرنے کی برکت سے آنکھوں میں روشنی پیدا ہوتی ہے، اور جو کوئی کام شروع کرے تو اس سورۃ کو پہلے پڑھ لے ان شاء اللہ اس کے کام میں برکت ہوگی۔ اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے سے راستے کے خطروں سے اس میں رہتا ہے اس سورت کو روزانہ پڑھنے سے قیامت کے دن خوشحال نظر آئے گا۔

شان نزول: سورۃ عبس میں ایک سو تیس کلمے، پانچ سو تینتیس حروف ہیں آنحضرت ﷺ عقبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب اور ابی بن خلف اور امیہ بن خلف اشرف قریش کو اسلام کی دعوت فرما رہے تھے، اس درمیان عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نابینا حاضر ہوئے، اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے، یا رسول اللہ مجھے اس میں سے تعلیم فرمائیے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے۔ حضور ﷺ کو ان کا بے وقت کا پوچھنا گراں گذرا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ یہ قریش کے بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی

أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ۝۳ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ۝۴ فَأَنْتَ لَهُ
 تَصَدَّىٰ ۝۵ وَمَا عَلَيْكَ أَلَا يَرَىٰ كَيْفَ ۝۶ وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ ۝۷
 وَهُوَ يَخْشَىٰ ۝۸ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ۝۹ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۰ فَمِنْ
 شَاءَ ذَكَرَهُ ۝۱۱ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۲ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۳
 بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝۱۴ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۵ قِيلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝۱۶

وقف لایز

یا نصیحت سنتا تو اس کو نصیحت فائدہ دیتی ۳ وہ جو (اللہ سے اور ایمان لانے سے بسبب اپنے مال کے) بے پروا
 بنتا ہے ۴ تم اس کی تو فکر میں ہو ۵ اور تم پر کوئی الزام نہیں اس بات کا کہ وہ پاک نہ ہو ۶ اور وہ جو تمہاری طرف
 دوڑتا ہوا آیا ۷ اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے ۸ تو تم اس سے بے پروائی کرتے ہو ۹ یوں نہیں (کریں)۔ بیشک یہ
 قرآن کی آیتیں نصیحت ہے ۱۰ پس جو چاہے اسے یاد کرے (اور نصیحت پکڑے) ۱۱ بیشک قرآن کی آیتیں
 (لوح محفوظ کے) ایسے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں ۱۲ جو (اللہ کے نزدیک) عزت والے بلند قدر والے پاکی
 والے ہیں ۱۳ ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہیں ۱۴ کہ جو بزرگ نیکو کار ہیں ۱۵ مارا
 جائے انسان کہ وہ کیسا ناشکرا ہے؟ (کہ کثیر نعمتوں اور احسانوں کے باوجود کفر کرتا ہے) ۱۶

توقع ہے۔ ابن ام مکتوم بہر حال مسلمان ہیں، ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار موقع حاصل ہیں، اگر ان لوگوں کی
 طرف سے ہٹ کر گوشہ التفات ان کی طرف کروں گا، تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ
 کریں۔ غرض حضور اقدس ﷺ کو یہ بات گراں گزری، اور آثار ناگواری چہرہ اقدس پر نمایاں ہوئے اور حضور ﷺ اپنی
 بہت سرائے اقدس کی طرف واپس ہوئے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے
 کے بعد عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اپنی خدمت میں آتے تو آپ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے۔

خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کا حشر

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ انسان کی ناشکری کچھ اس پر منحصر نہیں ہے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا بلکہ انسان تو ایسا بڑا
 ناشکرا ہے کہ اللہ نے اس کو ناپیز شے ایک پانی کی بوند یعنی منی سے مناسب اعضا میں بنایا۔ پیدائش کا وقت اس پر ایک مشکل کا

مِنْ أَيْ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝۱۸ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَرَاهُ ۝۱۹ ثُمَّ
السَّبِيلَ يَسْرَهُ ۝۲۰ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝۲۱ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۝۲۲
كَلَّا لِنَأْيُقْضِيَ مَا أَمَرَهُ ۝۲۳

خدا نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ۝۱۸ نطفہ منی سے پیدا کیا، پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا ۝۱۹ پھر اس کے (ماں کے پیٹ سے) نکلنے کا راستہ آسان کیا ۝۲۰ پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر قبر میں جگہ دی (کہ بے عزت نہ ہو) ۝۲۱ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو (حساب و جزا کے لئے) اٹھا کھڑا کرے گا ۝۲۲ کچھ شک نہیں کہ خدا نے اسے جو حکم دیا تھا اس نے اب تک پورا نہیں کیا ۝۲۳

وقت تھا، اسکو آسان کیا، اور پھر طرح طرح کی چیزیں اس کی عمر بھر کی ضرورت کی پیدا کیں۔ اور جب اس کی عمر پوری ہو گئی تو عقبی کے انتظام کی مصلحت سے اس کی روح قبض کی، اور اس کی لاش کو رواں دواں نہیں ہونے دیا کہ کتے کوے اس کو کھا جائیں، بلکہ مردوں کو زمین میں دفن کرنے کی حکمت دنیا میں ایجاد کر دی، تاکہ مردہ کی لاش کا پردہ ڈھکا رہے۔ ان سارے انتظاموں کو آنکھوں سے دیکھ کر، اور اس کی قدرت کے لاکھوں کرشموں کا تجربہ کر کے بھی نا سمجھ انسان اس صاحب قدرت کی اس قدرت کا انکار کرتا ہے، کہ وہ صاحب قدرت اس انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، یہ نا سمجھ اتنا نہیں سمجھتا کہ اللہ تو وہ حکیم ہے جس کا ثانی نہیں۔ دنیا کے معمولی عقل و سمجھ کے آدمی بھی دنیا کا جو کام کرتے ہیں، اس کا کوئی نہ کوئی انجام اپنے دل میں سوچ لیتے ہیں، مثلاً مکان بنانے کا انجام اس میں رہنے کا۔ کھیتی کرنے اور باغ لگانے کا انجام، اناج کے ساتھ آنے اور میوہ کے کھانے کا ہوتا ہے۔ پھر اللہ کی حکمت اور تدبیر کو ان لوگوں نے کیا معمولی عقل اور سمجھ کے لوگوں کی عقل و سمجھ سے بھی کم سمجھا ہے کہ اس نے دنیا کے اتنے بڑے کارخانہ کو بغیر کسی انجام کے پیدا کیا ہے۔ دنیا میں لوگ رہیں گے کوئی اللہ کی نعمتوں کو بھول کر بتوں کو پوجے گا، اور کوئی اللہ کی نعمتوں کے شکر یہ میں اس کا فرمانبردار بن کر اپنی عمر بسر کرے گا۔ پھر آخر مرنے کے بعد سب یکساں حالت میں ہو جائیں گے، نہ نیکیوں کا کچھ اجر، نہ بدوں کی کچھ ہڈش۔ اللہ کی شان میں ایسی بدگمانی بڑی بے ادبی کی بات ہے، اس بے ادبی سے خفا ہو کر اس بے ادبی کرنے والوں کو یہاں، قَتَلَ الْإِنْسَانَ كَذَبًا ۝۱۹ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۰ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۱ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۲ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۳

سورہ مومنوں میں فرمایا: أَفَصَبِّتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَادًا وَآلَكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝۱۹ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۰ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۱ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۲ فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ ۝۲۳

اللہ کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دنیا کو محض کھیل تماشہ کے طور پر پیدا کرتا، اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد نیک و بد کا کچھ انجام نہ ٹھہراتا۔ اسی واسطے اس آیت میں سب انتظام انسان کو جتلا کر فرمایا۔ كَلَّا لِنَأْيُقْضِيَ مَا أَمَرَهُ ۝۲۳ جس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود ان احسانات کے انکے شکر یہ میں انسان کو طاعت الہی بجالانے کا جو حکم تھا، بجائے اسکے اس نے طرح طرح کی نافرمانی کی، اور اللہ کی قدرت کو جھٹلایا۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ﴿٢٣﴾ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ
 شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٤﴾ وَعَيْنًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَ
 زَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَتَاعًا
 لَّكُمْ وَلَا تَعْمَلْكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ﴿٣٣﴾

تو انسان ۱۔ کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (جنہیں کھاتا ہے ان میں اللہ کی قدرت ظاہر ہے) ﴿٣٠﴾
 کہ ہم نے ۲۔ (بادل سے) اچھی طرح پانی برسایا ﴿٣٠﴾ پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا ﴿٣١﴾ پھر ہم نے اس میں اگایا
 اناج ﴿٣٢﴾ اور انگور اور ترکاری ﴿٣٣﴾ اور زیتون اور کھجور ﴿٣٤﴾ اور گنجان باغ ﴿٣٥﴾ اور میوے اور چارہ ﴿٣٦﴾ تمہارے فائدہ کیلئے
 اور تمہارے مویشیوں کیلئے ﴿٣٧﴾ پس ۳۔ جب سخت (یعنی قیامتِ ثانیہ کی ہولناکی) آوے گی ﴿٣٨﴾

۱۔ اوپر انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا، اب اس کی زندگی اور بقا کے سامان یاد دلاتا ہے۔

۲۔ یعنی ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا، یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس سے
 طرح طرح کے غلہ پھل اور سبزی ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔ پھر بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے
 جانوروں کے۔

نفسا نفسی کا ذکر

۳۔ اوپر کی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے اور اس کی عمر بھر کے چند انتظاموں کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں حشر کا ذکر فرمایا تاکہ
 معلوم ہو جائے کہ انسان کی پیدائش اور اس کی عمر بھر کے انتظام اسی انجام کے لئے ہیں، کہ مرنے کے بعد ایک دفعہ اس کو پھر
 زندہ کیا جائے، اور دنیا کے سب نیک و بد کا حساب و کتاب ہو کر ہر ایک کی جزا و سزا کا فیصلہ آخر صادر ہو جائے۔ حاصل یہ ہے
 کہ دنیا فیصلہ آخر کی رُوداد جمع ہو جانے کیلئے ہے، اور قیامت کا دن اس رُوداد کے موافق فیصلہ آخر صادر کرنے کی پیشی کی تاریخ
 ہے۔ اور تمام دنیا کی مختلف رُوداد کے مقدمات کا فیصلہ آخر ایک ہی وقت ہوگا۔ اس لئے دنیا کے ختم ہونے کے بعد کی یہ وسیع
 تاریخ پیشی کے قرار دی گئی۔ پس جب سخت آواز یعنی قیامت آئے گی، یہ دنیوی لذائذ اور فوائد منقطع ہو جائیں گے۔ وہ دن
 یعنی حشر کا دن ایسا ہوگا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا، باوجود اس بات کے کہ غیر سے زیادہ بھائی عزیز اور محبوب ہوتا ہے۔
 اور بچپن سے رفاقت اور محبت ہمدردی کا تعلق شروع ہو کر تمام عمر رہتا ہے۔ اور اس دن ماں سے بھی بھاگے گا، جو کہ بھائی سے
 بھی زیادہ حق دار ہے، اور باپ سے بھی بھاگے گا جس کی تعظیم تمام عمر سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اور بیٹوں سے بھی بھاگے

يَوْمَ يَفِرُّ الْبُرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝۳۳ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۝۳۵ وَصَاحِبَتِهِ وَ
 بَنِيهِ ۝۳۶ لِكُلِّ أَمْرٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُعْنِيهِ ۝۳۷ وَجُودٌ ۝
 يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝۳۸ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝۳۹ وَجُودٌ يُّومِئِذٍ عَلَيْهَا
 غَبْرَةٌ ۝۴۰ تَرَهَقَاتِرَةٌ ۝۴۱ أُولَئِكَ هُمُ الْكٰفِرَةُ الْفَجْرَةُ ۝۴۲

اس دن آدمی اپنے بھائی سے ۳۳ اور اپنے ماں اور باپ سے ۳۵ اور اپنی بیوی سے اور بیٹوں سے دور بھاگے گا
 (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا) ۳۶ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے کافی ہے ۳۷
 اس دن کتنے منہ (نور ایمان سے) روشن ۳۸ (اور) ہنستے ہوئے بشاش ہوں گے ۳۹ اور ۴۰ کتنے ہی مونہوں
 پر اس دن (کفر سے) گرد پڑی ہوگی ۴۱ ان پر سیاہی غالب آئے گی ۴۲ یہی سب لوگ کافر بدکار ہیں ۴۲

گا جو کہ بیوی سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ غرض ہر شخص کو اس دن اپنی فکر پڑی ہوگی، احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ
 پوچھیں گے، بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے، یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے۔ ایک دوسرے
 سے بھاگے گا۔

۱۔ یعنی مونہین کے چہرے نور ایمان سے روشن اور غایت مسرت سے خنداں و فرحاں ہوں گے۔
 ۲۔ یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی، اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ و تاریک کر دے گی۔
 ۳۔ یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہ پسجیں، نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔ سورہ کُوْتَمَاتِ مکیہ ہے، اس میں ایک
 رکوع، اُنتیس آیتیں ایک سو چار کلمے پانچ سو تیس حرف ہیں۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو
 یہ منظور ہو کہ قیامت کو دنیا میں بھی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لے، تو اس کو چاہئے کہ إِذَا الشَّمْسُ كُوْتَمَاتٌ ۝ اور سورہ إِذَا
 الشَّمَاۗءُ انْفَطَرَتْ ۝ اور سورہ إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ ۝ پڑھے کہ ان سورتوں میں دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے قائم
 ہونے کا پورا حال ہے۔

﴿ ایاتھا ۲۹ ﴾ ﴿ ۸۱ سورۃ التکویر ﴾ ﴿ رکوعھا ۱ ﴾

سورۃ تکویر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اسیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ
سُيِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝۵

جب آفتاب لپیٹ دیا جائے (یعنی بے نور ہو جائے) ۱ اور جب تارے جھڑ پڑیں (بارش کی طرح) ۲ اور جب پہاڑ چلائے جائیں (یعنی ہوا میں اڑتے پھریں) ۳ اور جب (دس مہینے کی) حاملہ اونٹنیاں چھٹی پھریں ۴ اور جب وحشی جانوروں کو جمع کیا جائے ۵

خواص سورہ تکویر: اس سورۃ کو پڑھ کر آنکھ پر دم کرنے سے بینائی میں قوت ہو جاتی ہے اور آشوب چشم اور جالاد وغیرہ دفع ہو جاتا ہے۔ اس سورت کو لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو مریض کو صحت حاصل ہو۔

علامات قیامت اور حالات

۱۔ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے وَ اِذَا الْهٰجِرَاتُ سُجِّرَتْ تک کی تفسیر میں ابی بن کعب سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ پہلے صور کی چہ نشانیاں ہیں کہ ● آفتاب کی روشنی جاتی رہے گی ● تارے بارش کی طرح آسمان سے زمین پر گر پڑیں اور کوئی تارا اپنی جگہ باقی نہ رہے گا ● پہاڑ غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ ● حاملہ اونٹنیوں کو چھوڑ دیں گے کیونکہ اونٹ عرب کا بہترین مال ہے، اور دس مہینے جن کے حمل کے گذر چکے ہوں اور بیابان کے قریب ہو، دودھ اور بچے کی توتی پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے لیکن قیامت کے ہولناک زلازل کے وقت ایسے نفیس و عزیز مال کو کوئی نہ پوچھے گا، نہ مالک کو اتنا ہوش ہوگا کہ ایسے بڑھیا مال کی خبر گیری کرے ● جنگلی جانور گھبرا کر آدمیوں میں گھس آئیں گے یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں، مضطرب ہو کر شہر میں گھس آئیں گے اور پالتو جانوروں میں مل جائیں گے جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے ● دریا سلگ کر آگ ہو جائیں گے۔ یعنی سمندر کا پانی گرم ہو کر دھواں اور آگ بن جائے، جو نہایت گرم ہو کر محشر میں کافروں کو دکھ پہنچائے، اور ثور کی طرح جھونکنے سے ابلے۔ تفسیر عبد بن حمید اور ابن منذر میں سلف سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ وَ اِذَا الْغُفُوسُ زُوِّجَتْ سے وَ اِذَا الْجِبٰتُ اُذْقَتْ تک چہ نشانیاں دوسرے صور کے وقت کی ہیں جس کا ذکر آگے بیان ہوتا ہے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۖ ﴿٦﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۖ ﴿٧﴾ وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ
سُيِّئَتْ ۖ ﴿٨﴾ بِأَمْرِ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۖ ﴿٩﴾ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۖ ﴿١٠﴾ وَإِذَا
السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۖ ﴿١١﴾ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۖ ﴿١٢﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْفِتْ ۖ ﴿١٣﴾

اور جب سمندر (آگ کی طرح) سلگائے جائیں ۖ ﴿۶﴾ اور جب ارواح کو جسموں سے ملایا جائے ۖ ﴿۷﴾ اور جب زندہ دبائی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے ۖ ﴿۸﴾ کہ تو کس گناہ پر ماری گئی ۖ ﴿۹﴾ اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں (تاکہ سب اپنے عمل دیکھ لیں) ۖ ﴿۱۰﴾ اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے ۖ ﴿۱۱﴾ اور جب ھے (کافروں کے لئے) دوزخ دہکائی جائے ۖ ﴿۱۲﴾ اور جب (اللہ کے پیاروں کے لئے) جنت نزدیک کر دی جائے ۖ ﴿۱۳﴾

۱۔ یعنی کافر کافر کے اور مسلم مسلم کے ساتھ، پھر ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا، اپنے جیسے عمل کرنیوالوں کے ساتھ ملا دیا جائے، اور عقائد اعمال اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنا دی جائیں، یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ ملا دیا جائے۔

۲۔ عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگ دلی اور بے رحمی سے زندہ کوزمین میں گاڑ دیتا تھا۔ بعض تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے، اور بعض کو عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے تو وہ ہمارا داماد کہلائے گا۔ قرآن کریم نے آگاہ کیا کہ ان مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے، اس میں ہم جو چاہیں تصرف کریں، بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔

۳۔ جب تک آدمی دنیا میں زندہ رہتا ہے اس کے ہر طرح کے عمل لکھے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے وہی کاغذ نکالے جائیں گے، اور ہر شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

۴۔ جیسے جانور کی ذبح کے بعد کھال اتار لیتے ہیں، اس سے تمام اعضاء اور رگ وریشے ظاہر ہو جاتے ہیں، اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آئیں گی، اور فرشتوں کا نزول ہوگا۔ جس کا ذکر انیسویں پارہ آیت، وَيَوْمَ تَشَقُّقُ السَّمَاءُ بِالْعَنَابِ سے ہوا ہے۔

آتش دوزخ

۵۔ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کی موجودہ حرارت دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ ہے۔ اس پر قیامت کے دن اس کی آگ کو اور زیادہ زور شور کے ساتھ دہکایا جائے گا کہ اسکے منکر اس کا خوب مزہ چکھیں۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۱۳ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ ۱۵ الْجَوَارِ
الْكُنُوسِ ۱۶ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۱۷ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۱۸ إِنَّهُ
لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۱۹

(اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے (نیکی یا بدی) ۱۳۔ پس قسم ہے ان ستاروں کی، جو
لٹے پھریں ۱۵ سیدھے چلیں، تھم جائیں ۱۶ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے ۱۷ اور قسم ہے صبح کی جب وہ
روشن ہو ۱۸ بیشک ۱۹ یہ قرآن عزت والے رسول (یعنی جبرئیل) کا پڑھنا ہے ۱۹

۱۔ یہ پانچ ستارے ہیں جنہیں متحیرہ کہتے ہیں: ۱۔ زحل ۲۔ مشتری ۳۔ مریخ ۴۔ زہرہ ۵۔ عطارد۔ ان ستاروں کی چال اس
ڈھب سے ہے کہ کبھی ٹھنک کر اُٹے پھریں، اور کبھی سورج کے پاس آ کر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔ ان ستاروں کا چلنا ٹھہرنا
لوٹنا اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے۔ اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے، اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے، پھر منقطع ہو
کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا اور رات کا آنا نمونہ ہے، اس تاریک دور کا، جو خاتم المرسلین ﷺ کی ولادت
باسعادت سے پہلے دنیا پر گذرا۔ کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی، اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے، اس کے بعد صبح
کا روشن ہونا حضور ﷺ کا اس جہان میں تشریف لانا، اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے دن کی مانند روشن کر
دیا۔ گویا اگلے انبیاء کا نور ستاروں کی طرح تھا، اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہئے۔

۲۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات بیان ہوئیں، مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا، اس میں
دو واسطے ہیں: ۱۔ ایک وحی لانے والا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام ۲۔ دوسرا پیغمبر عربی ﷺ دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے
معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک و شبہ قرآن کے صادق، اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم
کرنے کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ عادل ضابط حافظ اور امانت دار ہو، جس سے روایت کرے اسکے
پاس عزت و حرمت کے ساتھ رہتا ہو، بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت وغیرہ پر اعتماد رکھتے ہوں۔ اور اسی لئے اس کی
بات بے چون و چرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبرئیل علیہ السلام میں موجود ہیں۔ وہ کریم عزت والے ہیں، جن کیلئے
اعلیٰ نہایت متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ وَ فِي الْحَدِيثِ الْكِرَامُ التَّقْوَىٰ بَرِي قُوَّة
والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ و ضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے
زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں،
کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسولِ ملکی کا حال تھا آگے رسولِ بشری کا حال بیان ہوگا۔

امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور سلف نے فرمایا ہے کہ، إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ سے مراد اس آیت میں حضرت جبرئیل ہیں۔

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا
صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ
بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ تَذَهَبُونَ ﴿٢٦﴾

جو قوت والا مالک عرش کے حضور عزت والا ہے ﴿۲۰﴾ آسمانوں میں اس کا کہنا مانا جاتا ہے (اور وحی الہی کا) امانت دار ہے ﴿۲۱﴾ اور اے تمہارا صاحب مجنون نہیں ہے (جیسا کہ کفار کہتے ہیں) ﴿۲۲﴾ اور اے بیشک انہوں نے اسے (یعنی جبریل کو ان کی اصلی صورت میں) روشن کنارہ (یعنی آفتاب کے جائے طلوع) پر دیکھا ہے ﴿۲۳﴾ اور یہ نبی سے غیب کی بتانے میں بخل کرنے والے نہیں ہیں ﴿۲۴﴾ اور یہ قرآن شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ﴿۲۵﴾ (جب یہ سب ثابت ہے) اے پس کدھر بے گتے جاتے ہو؟ ﴿۲۶﴾

۱۔ یعنی نبوت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اس کے ساتھ رہے، اتنی طویل مدت تک اسکے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا، کبھی ایک مرتبہ اس کا جھوٹ فریب یا مجنون پن کی بات نہ دیکھی، ہمیشہ ان کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ اب بلاوجہ اسے جھوٹا یا مجنون کیونکر کہہ سکتے ہو، کیا یہ وہی تمہارا رفیق نہیں ہے جس کے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اس کو مجنون کہنا بجز دیوانگی کے کچھ نہیں۔

۲۔ بعض کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں صاف صاف اُفقِ مبین میں یعنی مطلعِ اشمس میں دیکھا تھا کہ بلندی میں کھڑے تھے۔

پیغمبر ﷺ کا علم غیب

۳۔ یعنی یہ پیغمبر ﷺ ہر قسم کے غیب کی خبر دیتے ہیں۔ ماضی سے متعلق ہوں، یا مستقبل سے، یا اللہ کے اسماء و صفات سے، یا احکامِ شرعیہ سے، یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے، یا جنت و دوزخ کے احوال سے، یا واقعات بعد الموت سے، اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتے۔ نہ اجرت مانگتے ہیں، پھر کاہن کا لقب ان پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔

۴۔ بھلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ، اور خود اس ملعون کی تضحیک و مذمت ہو۔

۵۔ یعنی جب جھوٹ دیوانگی تخیل و توہم اور کہانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق و حق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بے گتے چلے جا رہے ہو۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٢٤﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ﴿٢٥﴾ وَ
مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٦﴾

یہ لہ قرآن سارے جہان کے لئے ایک نصیحت ہی ہے ﴿٢٤﴾ ایسے شخص کے لئے جو تم میں سیدھا چلنا
چاہے ﴿٢٥﴾ اور سہ تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے ﴿٢٦﴾

لہ قرآن شریف کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو سب غلط ہیں، اگر اس کے مضامین و ہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ
نہیں نکلے گا کہ یہ سارے جہان کیلئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے۔ جس سے ان کے دارین کی فلاح وابستہ ہے۔
سہ یعنی بالخصوص ان کیلئے نصیحت ہے، جو سیدھا چلنا چاہیں، عناد اور کجروی اختیار نہ کریں، کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت سے
متنفع ہوں گے۔

سہ یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے، لیکن اس کی تاثیر مثبت الہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے، اور بعض
کے لئے کسی حکمت سے انکے سوء استعداد کی بنا پر متعلق نہیں ہوتی۔

﴿ اِسْمَاتُهَا ۱۹ ﴾ ﴿ سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ ﴾ ﴿ رُكُوعُهَا ۱ ﴾

سورہ انفطار مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا الْكُوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿٢﴾

جب آسمان لہ پھٹ جائے ﴿١﴾ اور جب تارے جھڑ پڑیں (بارش کی طرح) ﴿٢﴾

خواص سورہ انفطار: اگر اس سورت کو قیدی پڑھے تو اس کو بہت جلد رہائی حاصل ہوگی۔ اگر کسی دشمن کا خوف ہو تو اس
سورت کو تین بار پڑھے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ خوف جاتا رہے گا۔ اگر اس سورت کو پڑھے ہوئے پانی سے بخار والا
غسل کرے گا تو اس کا بخار جلد دفع ہو جائے گا۔

لہ آسمان کے پھٹ جانے اور تاروں کے زمین پر بارش کی طرح جھڑ پڑنے کا حال اوپر گزر چکا ہے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۲ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝۳ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَّا
 قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝۴ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝۵
 الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ ۝۶ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝۷

اور لے جب سمندر (شیریں و شور) بہہ پڑیں (یعنی سب مل جاویں) ۵ اور جب قبریں پھاڑی (یعنی مردے زندہ کر کے نکالے) جائیں ۶ (اس وقت) ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے (نیک عمل یا بد عمل) بھیجا ہے اور جو پیچھے (نیک یا بدی) چھوڑی ۷ اے انسان! تجھ کو اپنے کرم والے پروردگار سے کس چیز نے فریب دیا ۸ وہ خدا جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا پھر ہموار کیا (یعنی اعضا میں مناسبت رکھی) ۹ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا ۱۰

انسان کی پیدائش اور حشر کا ذکر

۱ یعنی زمین پر کے سب سمندر شیریں و شور مل کر ایک ہو جائیں، اور قبریں پھٹ جائیں گی، اور ان میں سے مردے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اس وقت ہر نفس اپنے اعمال خیر و شر جان لے گا، جو اس نے زندگی میں کئے ہوں گے۔ کہ میں نے نیک عمل و بد عمل کیا بھیجا، اور کیا چھوڑا، اور توبہ اور نیک عمل کو پس پشت ڈالنے کا ثمرہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے کرم اور احسانات یاد دلائے ہیں، کہ جس طرح دنیا میں چند روز جینے کے بعد مر کر انسان آخر کو مٹی ہو جائیں گے، اسی طرح دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے انسان بالکل نیست و نابود تھا، اللہ تعالیٰ نے اسکو پیدا کیا۔ بڑا بھلا دیکھنے کیلئے آنکھیں دیں، ہر طرح کی بات سننے کیلئے کان دیئے، ہر طرح کی بات سمجھنے کیلئے عقل دی، ان سب چیزوں سے انسان نے کام لیا تو یہ لیا کہ شیطان کے فریب میں آن کر بعضے لوگ تو بالکل خدا کو ہی بھول گئے، اور اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر کوئی بتوں کی پرستش میں لگ گیا، اور کوئی سورج چاند وغیرہما کی چیزوں کی پوجا کرنے لگا۔ بعضے لوگوں نے یہ فریب کھایا کہ خدا کی عبادت میں دنیا کے دکھاوے اور ریاکاری کو دخل دیا، بعضے اس فریب میں ہیں کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ان باتوں کے کرنے پر دلیر ہیں، اور رات دن طرح طرح کے گناہوں میں ان کی عمر گزرتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ان فریبوں کا سبب یہ ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد پھر جینے کا بھی اور جزا و سزا ہونے کا یقین نہیں ہے، ورنہ کوئی انسان جان بوجھ کر اپنا بڑا نہیں چاہتا۔ اگر یہ یقین آدمی کے دل میں جم جائے کہ برائی کی سزا ایک دن ضرور پیش آنے والی ہے تو شیطان کے فریبوں میں پھر آدمی بہت کم آئیگا، جس طرح حاکم وقت لوگوں نے قانون بنا دیا ہے۔ مثلاً چوری۔ ڈاکہ، یہ جرم ہیں جو کوئی یہ جرم کرے گا تو ثبوت کے بعد اس کو اس قدر سزا ملے گی۔ اب جن لوگوں کو قانون کے مطلب اور منشاء کا پورا یقین ہے ان کو چوری ڈاکہ کی ہزار طرح کی رغبت دلائی جائے، لیکن وہ لوگ جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے آپ کو خلاف ورزی قانون حاکم وقت سے بچاتے ہیں۔

كَلَّا بَلْ تُكَدِّبُونَ بِالذِّبِّينَ ۝۹ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝۱۰ كَرَامًا
 كَاتِبِينَ ۝۱۱ يَعْلمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝۱۲ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝۱۳ وَ
 إِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝۱۴ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الذِّبِّينَ ۝۱۵

نہیں نہیں بلکہ تم قیامت کو جھٹلاتے ہو ۹ اور تم پر (تمہارے عملوں کے) لکھنے والے معزز (فرشتے) محافظ
 ہیں ۱۰ ۱۱ جو کچھ تم کرتے ہو جانتے ہیں ۱۲ بیشک اے نیک لوگ نعمت (یعنی جنت) میں ہوں گے ۱۳ اور بیشک
 بدکار (یعنی کافر) دوزخ میں ہوں گے ۱۴ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے ۱۵

اسی طرح حاکم حقیقی نے دفعہ وار ہر جرم کی سزا مقرر کر دی ہے، ثبوت جرم کے لئے رو داد جمع کرنے کو دو روز نامچہ نو لیس ہر شخص
 کے ساتھ ہر وقت مرتے دم تک لگے ہوئے ہیں۔ تجویز سزا کیلئے ایک تاریخی پیشی جس کا نام قیامت کا دن ہے، قرار پا چکی
 ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ حاکم وقت کے قانون کا جس قدر عمل دنیا میں نظر آتا ہے، قانون الہی کا اس قدر عمل بھی نظر نہیں آتا
 ہے۔ یہی سبب ہے کہ منہ سے ”مرنا ہے مرنا ہے“ سب کہتے ہیں لیکن مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے، اسکو ایک قصہ
 کہانی جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص کو یہ منظور ہو کہ وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ کر خوش ہو، تو وہ اپنے
 گناہوں سے توبہ استغفار کیا کرے“۔ حاصل یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ دنیا کے پیچھے عقلمانی کو نہ بھولے، اور اقتضائے بشریت
 سے جب کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً سچے دل سے توبہ استغفار کرے۔ اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا دل میں مضبوط ارادہ
 رکھے۔ اور خوب جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو روز نامچہ نو لیس ہر وقت لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح جب تک انسان
 کے دم میں دم ہے اس کے دم کے پیچھے ایک ایسا قوی بہکانے والا ہر دم لگا ہوا ہے، جو آدمی کے تمام جسم میں خون کے دورہ کی
 طرح دورہ کرتا ہے۔ اور جو اپنا کام پورا کرنے پر اللہ تعالیٰ کے روبرو حلف اٹھا چکا ہے۔

اے اوپر کی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے اور حشر کا ذکر تھا، ان آیتوں میں اس سب کا یہ نتیجہ فرمایا کہ نیکیوں کو نیکی کی جزا میں
 جنت کی طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی، اور بدوں کو بدی کی سزا میں دوزخ کا طرح طرح کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ پھر قیامت کا
 تاکید کے طور پر دو دفعہ ذکر فرمایا کہ اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی بات کا مالک نہ ہوگا، یعنی کافروں کی کوئی
 سفارش نہ کر سکے گا، نہ انکو نجات دلا سکے گا۔ اس آیت میں فاجر سے وہی لوگ منکر حشر مراد ہیں، جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں
 گذرا۔ اہل ایمان گنہگار اس میں داخل نہیں ہیں۔ کس لئے کہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان گنہگاروں میں سے
 جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا، اس کی بھی شفاعت قبول ہوگی اور وہ آخر کو جنت میں جائے گا۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِبِينٍ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ
 مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَنْبُتُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا
 وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ﴿١٩﴾

اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے ﴿۱۶﴾ اور تو کیا جانے کہ جزا کا دن کیسا ہے ﴿۱۷﴾ پھر تو کیا جانے کہ جزا کا دن کیسا ہے ﴿۱۸﴾ وہ ایسا دن ہے جس دن کوئی شخص (یعنی کافر) کسی شخص کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور سارا حکم اس روز اللہ ہی کا ہوگا ﴿۱۹﴾

﴿ابانہ ۳۶﴾ ﴿سورۃ الطائفین مکیۃ ۸۲﴾ ﴿رکوعہ ۱﴾

سورۃ الطائفین مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھتیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾ الَّذِينَ إِذَا كَتَبُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾

کم تولنے والوں کی خرابی ہے ﴿۱﴾ وہ لوگ کہ جب اوروں سے اپنے لئے ناپ لیں تو پورا لیں ﴿۲﴾

خواص سورۃ الطائفین: جو شخص اس سورت کو روزانہ ورد رکھے گا وہ حشر کے دن رب العالمین کے سائے میں کھڑا ہوگا۔ اگر اس سورت کو کسی جمع کی ہوئی چیز پر پڑھ دیا جائے تو وہ چیز دیمک اور چوری سے محفوظ رہے گی۔ جو بچہ بہت روتا ہو اس پر یہ سورت سات بار پڑھ کر دم کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا رونا کم ہو جائے گا اور سیرت و صورت اچھی ہوگی۔

کم تولنا اور دھوکہ فریب کرنا

۲: معتبر سند سے نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ میں جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگوں کو کم تولنے اور کم ناپنے کی بہت عادت تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ کیا یہ لوگ حساب کتاب کیلئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے سے نہیں ڈرتے، جو انہوں نے کم تولنے اور کم ناپنے کا شیوہ اختیار کیا ہے۔

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ زَنَوْهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿۲﴾ إِلَّا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ
 مَبْعُوثُونَ ﴿۳﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۴﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۵﴾
 كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿۶﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿۷﴾

اور جب انہیں (دوسروں کو) ناپ تول کر دیں تو گھٹا کر دیں ﴿۲﴾ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں ہے کہ انہیں اٹھنا ہے ﴿۳﴾ ایک عظمت والے دن (یعنی روز قیامت) کے لئے ﴿۴﴾ جس دن سب لوگ (اپنی قبروں سے اٹھ کر) رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے (اور ذرہ ذرہ کا حساب کیا جائے گا) ﴿۵﴾ ہرگز نہ (ایسا) نہیں بیشک کافروں کا اعمال نامہ سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے ﴿۶﴾ اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے ﴿۷﴾

انسان کے نیک و بد عمل کرنے، منکرین اسلام اور محبوبان حق کا ذکر

۱۔ جو لوگ قیامت کے دن خدا کے روبرو کھڑے ہونے کے ڈرانے سے نہ ڈرے، ان کو فرمایا کہ وہ گنہگار قیامت کے منکر ہیں۔ کیونکہ جس کو قیامت کے آنے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کا یقین ہے وہ اس دن کے عذاب سے ایسا بے فکر نہیں ہے جیسے کہ یہ لوگ ہیں، پھر فرمایا کہ ان کے نامہ اعمال، سجین میں رکھے جائیں گے۔ سجین ساتویں زمین میں ایک جگہ ہے جہاں بد لوگوں کے اعمال نامے رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد اور مسند امام احمد وغیرہ میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ بد لوگوں کی قبض روح کے بعد فرشتے ان روحوں کو آسمان پر لے جانے کا جب قصد کرتے ہیں، تو ان روحوں کو آسمان پر لیجانے کا خدا کا حکم نہیں ہوتا، بلکہ یہ حکم ہوتا ہے کہ ایسی روح کو زمین پر پھینک دو۔ ایسے بد لوگوں کے اعمال کا حوالہ ساتویں زمین کے اس دفتر میں لکھ لو جس کا نام سجین ہے۔ اس حکم کے موافق اس کے اعمال نامہ کا حوالہ سجین میں لکھ لیا جاتا ہے، اور اس کی روح کو قبر کے سوال و جواب کے لئے پھر جسم میں پھونک دیا جاتا ہے۔ منذری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے منکر وہی لوگ ہیں جو گناہ کے کرنے میں حد سے بڑھ گئے، اور کثرت گناہوں سے ان کے دل پر زنگ آ گیا ہے۔ مسند امام احمد ترمذی نسائی وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس وقت کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک چھوٹا سا داغ پڑ جاتا ہے، پھر اگر اس گناہ کے بعد اس شخص نے خالص دل سے توبہ و استغفار کر لی، تو وہ داغ دل پر سے جاتا رہتا ہے، اور اس شخص کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ شخص بغیر توبہ و استغفار کے گناہ پر گناہ کرتا رہا، تو رفتہ رفتہ ایسے شخص کا دل بالکل کالا سیاہ ہو جاتا ہے، کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ یہی حال ان مکذبین کا ہے کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہو چکے ہیں، اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۙ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ
 بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا تُتْلَىٰ
 عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ سَأَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
 مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّحَجُوبُونَ ﴿١٥﴾
 ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ
 تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَمَا
 أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾

وہ لکھت ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے (جو نہ مٹ سکتا ہے) ﴿۹﴾ اس دن (جبکہ وہ نوشتہ نکالا جائے گا) جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۱۰﴾ جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں ﴿۱۱﴾ اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر حد سے گزرنے والا گنہگار ﴿۱۲﴾ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں (اس کی نسبت) کہتا ہے کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں ﴿۱۳﴾ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ چڑھا دیا ہے ﴿۱۴﴾ ہرگز! (ایسا) نہیں بیشک وہ اس (قیامت کے) دن اپنے پروردگار کے دیدار سے محروم ہوں گے (جیسا کہ دنیا میں اس کی توحید سے محروم رہے) ﴿۱۵﴾ پھر بیشک وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ﴿۱۶﴾ پھر ان کو کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ (عذاب) جس کو تم (دنیا میں) جھٹلاتے تھے ﴿۱۷﴾ نہیں نہیں بیشک ﴿۱۸﴾ نیکوں (یعنی مومنین) کی لکھت (یعنی نامہ اعمال نامہ) سب سے اونچے محل علیین میں ہے ﴿۱۹﴾ اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے؟ ﴿۲۰﴾ وہ لکھت ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے ﴿۲۱﴾ اس کے پاس خدا کے مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں ﴿۲۲﴾

۱۔ یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں، وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مومنین حق سبحانہ و تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوں گے۔ اور یہ بد بخت کافر خدا کے دیدار سے محروم رکھے جائیں گے، اور یہ بد بخت کافر دوزخ میں جانے کے بعد طرح طرح کا ان پر عذاب ہوگا، اور انکے قائل کرنے کیلئے گھڑی گھڑی ان سے فرشتے یہ کہیں گے کہ جس عذاب کے تم لوگ دنیا میں منکر تھے، تو اب اس کا مزہ چکھو۔

۲۔ اوپر حشر کے منکر اہل دوزخ کا ذکر تھا، اس کے مقابلہ میں اللہ آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو دنیا میں ایک دن خدا

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۳﴾ عَلَىٰ الْأَرَآئِكِ يُنظَرُونَ ﴿۲۴﴾ تَعْرِفُ فِي
 وَجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿۲۵﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّصُومٍ ﴿۲۶﴾ خِيَمَةٌ
 مَسْكُوتٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۷﴾ وَمِرَاجُهُ مِنْ
 تَسْنِيمٍ ﴿۲۸﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۹﴾

بیشک نیک لوگ نعمت میں ہوں گے ﴿۲۳﴾ تختوں پر بیٹھ کر نظارہ کریں گے ﴿۲۴﴾ تو ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی
 پہچانے گا ﴿۲۵﴾ (اور) ان کو خاص شراب پلائی جائے گی۔ جو مہر کی ہوئی رکھی ہے ﴿۲۶﴾ اس کی مہر بجائے موم کے
 مشک (کستوری) سے ہوگی اور اسی پر چاہئے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے ﴿۲۷﴾ اور اس شراب میں تسنیم کی
 ملونی (آمیزش) ہوگی (جو جنت کی شرابوں میں اعلیٰ ہے) ﴿۲۸﴾ وہ چشمہ جسے خدا کے مقرب لوگ پیتے ہیں ﴿۲۹﴾

کے روبرو کھڑے ہونے کا پورا یقین تھا، اور اس یقین کے سبب سے جہاں تک ہو سکا دنیا سے اس دن کی راحت کا کچھ سامان
 بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کا ذکر اوپر گذرا، اس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ
 ہے کہ نیک لوگوں کی روح قبض کر کے جب فرشتے آسمان پر لے جانے اک قصد کرتے ہیں، تو ساتوں آسمانوں کے
 دروازے کھل جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے روبرو جب اس روح کو حاضر کیا جاتا ہے تو علیین مقام کے دفتر میں جو ساتویں
 آسمان پر ہے، اسکے نامہ اعمال کا حوالہ لکھنے کا حکم ہوتا ہے، اور اس روح کو منکر نکیر کے سوالات کا جواب دینے کے لئے پھر جسم
 میں پلٹا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ نیک لوگ جنت میں جانے کے بعد اپنے چہرہ کھٹوں میں بیٹھے ہوئے جنت کے باغوں کی
 سیر کیا کریں گے، اور دیدار الہی سے آنکھیں شاد کریں گے، اور جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پر رونق اور
 تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و تنعم میں ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں، لیکن یہ شراب نادر ہے جو سر بہر
 رہتی ہے۔ آگے فرمایا کہ جیسے دنیا میں مہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی ہے، وہاں کی مٹی مشک ہے اسی پر جمائی جائیں گی۔ شیشہ ہاتھ
 میں لیتے ہی دماغ معطر ہو جائے گا، اور آخر تک خوشبو مہکتی رہے گی۔ آگے فرمایا کہ دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے
 آدمی اس کی طرف رغبت کریں، ہاں یہ شراب طہور ہے جس کیلئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے
 کی کوشش ہونی چاہے۔ آگے فرمایا کہ مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں، اور ابراہیم کو اس شراب کی ملونی دی جاتی
 ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے ان کی شراب میں پلاتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَصْحَكُونَ ﴿٣٦﴾ وَإِذَا
 مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٧﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا
 فَكِهِينَ ﴿٣٨﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٩﴾ وَمَا أُرْسِلُوا
 عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿٤٠﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَصْحَكُونَ ﴿٤١﴾
 عَلَىٰ الْأَرَائِكِ لَا يَنْظُرُونَ ﴿٤٢﴾ هَلْ تُوبَ الْكُفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٤٣﴾

بیشک ۱۔ وہ لوگ جو گنہگار (یعنی کافر) تھے مسلمانوں سے (دنیا میں حقارت سے) ہنسا کرتے تھے ﴿۳۶﴾ اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے (بطریق طعن وحقارت) ﴿۳۷﴾ اور جب (کفار) اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے (یعنی مسلمانوں کو برا کہہ کر آپس میں ان کی ہنسی اڑاتے) ﴿۳۸﴾ اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں (کہ محمد ﷺ پر ایمان لائے) ﴿۳۹﴾ اور یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے ﴿۴۰﴾ پس آج (قیامت کے دن) مسلمان کافروں سے ہنستے ہیں ﴿۴۱﴾ تختوں پر بیٹھے (ان کافروں کی ذلت و رسوائی کا عذاب) دیکھ رہے ہیں ﴿۴۲﴾ کیا کچھ کافروں کو بدلہ ملا اس کے موافق جو کچھ وہ (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۴۳﴾

جنتی اور دوزخی کی پہچان

۱۔ اوپر جنتیوں اور دوزخیوں کا ذکر تھا اسی ذکر کو پورا کرنے کیلئے اس مدنی سورۃ میں کچھ مکہ کے نافرمان صاحب نخوت مشرک لوگوں کا ذکر فرمایا۔ حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور اس قسم کے مالدار لوگ غریب مسلمانوں کو طرح طرح کے مسخر اپن کی باتوں میں اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تو اس قصہ کا یہ فیصلہ کیا کہ یہ مشرک مالدار لوگ ان غریب مسلمانوں کے قول و فعل کی نگرانی و نگہبانی کیلئے نہیں پیدا کئے گئے، جو یہ ہر وقت ان غریب مسلمانوں کے درپے رہتے ہیں۔ ان کو اپنے کام سے کام دوسروں سے ان کو کیا غرض، اور عقوبتی کا دونوں فریق کا یہ حال سنا دیا کہ وہاں کا معاملہ برعکس ہوگا کہ یہ غریب مسلمان تختوں پر شاہانہ ٹھاٹ سے بیٹھے ہوئے جنت کے باغوں کی سیر کر رہے ہوں گے۔ اس سیر میں جنت کے بلند مکانوں کی سیر گاہوں سے جب ان غریب مسلمانوں کی نظر دوزخ میں ان مشرک لوگوں پر جا پڑے گی، اور دیکھیں گے کہ دنیا میں ان پر ہنسنے والے لوگ آج عجیب ذلت اور خواری میں ہیں۔ تو ان غریب مسلمانوں کو بھی ان مشرکوں پر ہنسی آئے گی، اور آپس میں یہ تذکرہ کریں گے کہ ان مشرکوں نے دنیا میں جیسا کیا ویسا ہی پھل پالیا یا نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کئے کا پورا ثمرہ پالیا۔ یہ مشرک مالدار دوزخ میں جانے کے بعد ان غریب مسلمانوں کے حق میں جو کچھ کہیں گے، وہ سورہ ص میں گذر چکا ہے۔ مَا لَنَا لَا نُرَىٰ

یہ جالا گنا تَعَدُّهُمْ قِنِّ الْأَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْتُمْ سِحْرِيًّا أَمْ ذَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ۝ حاصل مطلب دو دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ وہ مشرک مالدار غریب مسلمانوں کو اپنے ساتھ نہ دیکھیں گے، تو ان کو بڑا تعجب ہوگا۔ پھر انکو اپنے اوپر ہنستے ہوئے جنت میں ہر طرح کی راحت میں دیکھ کر جان لیں گے کہ جن کو یہ بہکا ہوا سمجھ کر ان سے مسخر اپن کرتے تھے، وہ بہکے ہوئے نہ تھے بلکہ یہ خود بہکے ہوئے تھے۔ جس کا آج دوزخ میں عذاب کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

﴿ابانتھا ۲۵﴾ ﴿۸۳ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۳﴾ ﴿مَرْكُوعًا ۱﴾

سورہ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۱ وَاذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۲ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۳ وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۴

جب ۱ آسمان شق ہو ۱ اور اپنے پروردگار کا حکم (اپنے شق ہونے کے متعلق) سنے اور آسمان کو سننا سزاوار (لائق) ہے ۲ اور جب زمین دراز کی جائے ۲ اور سہ اپنے اندر کی چیزوں (یعنی خزانے اور مردوں) کو باہر ڈال دے اور خالی ہو جائے ۳

خواص سورہ انشقاق: اس سورت کی چار آیتیں یعنی اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ سے وَتَخَلَّتْ تک ان آیتوں کو لکھ کر حاملہ عورت کی بائیں ران پر باندھ دیں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت آسانی کے ساتھ ولادت ہوگی بعد ولادت فوراً اس تعویذ کو کھول لینا چاہئے۔ اگر اس سورت کو پڑھ کر کسی نیش زدہ پر دم کر دیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسے سکون اور آرام ہو جائے گا۔

حالات قیامت

۱ یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم تکوینی ہوگا، آسمان اس کی تعمیل کرے گا، اور وہ مقدور و مقہور ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ بایں عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈال دے، اور اسکی فرمانبرداری میں ذرا چوں چرا نہ کرے۔ ۲ محشر کیلئے یہ زمین رُبڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی، اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے، کہ تاریک سطح مستوی پر سب اولیٰ و آخرین بیک وقت کھڑے ہو سکیں، اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔

۳ یعنی زمین اس دن اپنے خزانے اور مردوں کے اجزا اُگل ڈالے گی، اور ان تمام چیزوں سے خالی ہو جائے گی، جن کا تعلق اعمال عباد کے حالات سے ہے۔

وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يَأْتِيهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا
فَمُلَاقِيهِ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بَيِّنَاتٍ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا
يَسِيرًا ۝ وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ
وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۝ وَيَصِلُ سَعِيرًا ۝

اور اے اپنے پروردگار کا حکم سے اور زمین کو سننا سزاوار ہے ۝ اے انسان! ۱۔ بیشک تجھے اپنے رب کی طرف
(مرنے کے بعد) ضرور دوڑنا ہے، پھر اس سے ملنا ہے ۲۔ پس وہ جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا
جائے ۳۔ پس اس سے حساب لیا جائے گا ۴۔ آسان حساب ۵۔ اور وہ (اس سے فارغ ہو کر) اپنے (جنتی) گھر
والوں کی طرف خوش خوش آئے گا ۶۔ اور جس کا نامہ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کے پیٹھ کے پیچھے
سے دیا جائے گا ۷۔ تو وہ (عذاب کے ڈر سے) موت مانگے گا ۸۔ اور دوزخ میں داخل ہوگا ۹۔

۱۔ زمین و آسمان جس کے حکم تکوینی کے تابع و منقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اسکے حکم تشریحی سے سرتابی کرے۔
۲۔ قیامت کے ذکر کے بعد انسان کے عمل کا ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بھر دنیا میں نیک و بد جو کچھ ہر شخص کرے گا
جس وقت قیامت قائم ہوگی، تو اس کا وہ سب عمل اس کے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے، کہ اس دن ہر شخص کو اسکے ہر طرح کے
عمل کی جزا و سزا مل جائے گی، ورنہ نیک و بد عمل تو ہر شخص کو قبر میں رکھتے ہی اس کے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ براء بن عازب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد نیک شخص کے پاس اس کی قبر
میں ایک آدمی اچھی صورت کا اچھا لباس پہنے ہوئے آتا ہے، اور مردے سے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اسی طرح بد آدمی
کے مردہ کی قبر میں بد شکل بڑے لباس کا ایک شخص اس مردے کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا بد عمل ہوں۔ اسکے بعد
نیک آدمی قیامت کے جلدی آنے اور اپنے نیک عمل کی جزا پانے کی تمنا کرتا رہتا ہے، اور بد آدمی قیامت کے نہ آنے اور اپنے
بد عمل کی سزا سے بچ جانے کی آرزو میں لگا رہتا ہے۔

آسان حساب کیسے ہوگا؟

۳۔ آسان حساب کی بابت مسند امام احمد، مستدرک حاکم، عبد بن حمید، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ
سے پوچھا کہ حضور آسانی سے حساب ہو جانے کی قیامت کے دن کیا صورت ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”آسانی
سے حساب ہو جانے کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نامہ اعمال پر فقط نظر ڈالے گا، اور درگزر فرما کر حساب میں

إِنَّهٗ كَانَ فِيٓ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿۱۳﴾ إِنَّهٗ ظَنَّ أَنَّ لَنْ يَّحُورَ ﴿۱۴﴾ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ﴿۱۵﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾

کیونکہ وہ دنیا میں اپنے گھر والوں میں خوش خوش تھا ﴿۱۳﴾ بیشک اس نے گمان کیا تھا کہ اللہ کی طرف پھر کر جانا ہی نہیں ہے ﴿۱۴﴾ ہاں کیوں نہ نہیں؟ بیشک اس کا پروردگار اسکے احوال کو دیکھ رہا ہے ﴿۱۵﴾ پس ۲ مجھے قسم ہے آسمان کے کنارے کی اس سرخی کی۔ جو اول شب میں ہوتی ہے ﴿۱۶﴾ اور ۳ قسم رات کی اور اس چیز کی جسکورات نے جمع کیا ہے ﴿۱۷﴾

زیادہ کرید نہ فرمائے گا، کیونکہ جس شخص کے حساب میں کرید نکالی جائے گی وہ ضرور عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی قیامت کے دن اسکا حساب آسانی سے ہوگا: ● ایک بد مزاج رشتہ داروں سے سلوک اور صلہ رحمی کا کرنا ● دوسرے جو برائی سے اپنے سے پیش آئے اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ● تیسرے کوئی ظلم زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دینا۔ اب دوسری آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے اسکی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے، گویا غایت کراہت کا اظہار کی جائے گا، اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس طرح کہ داہنا ہاتھ تو اس کی گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں باندھ دیا جائے گا۔ اور بائیں ہاتھ پس پشت کر دیا جائے گا۔ اس میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا اس حال کو دیکھ کر وہ جان لے گا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے، تو اس عذاب کے ڈر سے موت مانگیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں آخرت سے بے فکر تھے، اور ان کو کہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے۔ اس لئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا، اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا، آخر کار انکا انجام دوزخ ہوگا۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے، انکو آج بالکل بے فکری اور امن چین ہے۔

۱۔ یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی، بدن کس کس چیز سے بنا، پھر کیا اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی، زبان سے کیا نکلا، ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی، اور بدن کے اجزا بکھر کر کہاں کہاں پہنچے، وغیرہ ذالک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو، اور ہر جوئی وگلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو، کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اس کو یوں ہی مہمل و معطل چھوڑ دے گا۔

۲۔ جو سرخی کے بعد نمودار ہوتا ہے، اور جس کے غائب ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وقت عشاء شروع ہوتا ہے۔ یہی قول ہے کثیر صحابہ کا، اور بعض علماء شفق سے سرخی مراد لیتے ہیں۔

۳۔ یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاش معاش کے لئے مکانوں سے نکل کر ادھر ادھر منتشر ہوتے ہیں، رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبِقٍ ۝۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا
 يُؤْمِنُونَ ۝۲۰ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝۲۱ بَلِ الَّذِينَ
 كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ۝۲۲ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
 أَلِيمٍ ۝۲۴ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝۲۵

اور ۱۸ قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو ۱۹ کہ ضرورتاً منزل منزل چڑھو گے ۲۰ تو ان کافروں کو کیا ہوا؟ کہ ایمان نہیں لاتے (باوجود دلائل ظاہر ہونے کے) ۲۱ اور ۲۲ جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ (تلاوت) نہیں کرتے ۲۳ بلکہ کافر (قرآن کو اور مرنے کے بعد اٹھنے کو) جھٹلاتے ہیں ۲۴ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ اپنے دل میں محفوظ رکھتے ہیں ۲۵ پس تم ان کو درد دینے والے عذاب کی بشارت دو ۲۶ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے (آخرت میں) بے انتہا اجر ہیں ۲۷

۱۔ یعنی اس کا نور کامل ہو جائے اور یہ ایام بیض یعنی تیرہویں چودھویں پندرہویں تاریخوں میں ہوتا ہے۔
 ۲۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ آپ کو مشرکین پر فتح و ظفر حاصل ہوگی اور انجام بہت بہتر ہوگا۔ آپ کفار کی سرکشی اور ان کی تکذیب سے غمگین نہ ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے کہ آپ شب معراج ایک آسمان پر تشریف لے گئے، پھر دوسرے پر، اسی طرح درجہ بدرجہ مرتبہ۔ مرتبہ منازل قرب میں واصل ہوئے یا یہ خطاب انسان کو ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ تم ہمیشہ زندہ نہیں رہو گے، بلکہ موت کے بعد کی سختیاں تم کو جھیلنی ہیں۔ مسند امام احمد اور طبرانی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگرچہ انسان کے لئے موت سخت چیز ہے، لیکن موت کے بعد جو چیزیں اس کو پیش آنے والی ہیں، وہ موت سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موت کی سختی سے آدمی کی جان نکل جاتی ہے، عذاب قبر کی سختی، حشر و قیامت کی سختی میں یہ بھی نہیں ہے کہ آدمی مر کر اس سختی سے چھوٹ جائے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے، اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے جس کے لئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہئے۔ جب یہ سختیاں جھیلنی ہیں، اور یہ توشہ اور سختیاں بغیر اطاعت خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کسی طرح آسان نہیں ہو سکتیں، تو پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے، اور جب ان کے روبرو اللہ کا کلام پڑھا جائے تو اس کو دل سے نہیں سنتے، اور کلام الہی کی تعظیم میں سر نہیں جھکاتے۔ پھر فرمایا بعضے تو ان میں اللہ کی فرمانبرداری کے

ایسے منکر ہیں کہ اللہ کا کلام ماننے کی بجائے اُلٹا اس کو جھٹلاتے ہیں۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں کے دلوں میں جو نافرمانی سمائی ہوئی ہے، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ اس کو سب معلوم ہے، اس کے خمیازہ میں وقت مقررہ پر ایسے لوگوں کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا، جس طرح کوئی کسی کو بڑی خوشخبری سناتا ہے، بجائے کسی دوسری خوشخبری کے خدا کی طرف سے ان کو اس عذاب کی خوشخبری سنادی جائے۔ ہاں اس فہمائش کے بعد ان میں سے جو لوگ اللہ کی فرمانبرداری قبول کر کے نیک کام کریں گے، ان کے ثواب میں کبھی کسی طرح کی کمی نہ ہوگی۔ مراد اس سے سجدہ تلاوت ہے۔

سجدہ تلاوت کا بیان

شان نزول: جب سورہ اقرء میں **وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ** نازل ہوا تو آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا۔ مومنین نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، اور کفار قریش نے سجدہ نہ کیا۔ انکے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی کہ کفار پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے، تو وہ سجدہ تلاوت نہیں کرتے۔ مسئلہ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا چاہئے۔ کس لئے کہ یہاں سجدہ نہ کرنے والوں کی برائی مذکور ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے۔ قرآن کریم میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے، خواہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ مسئلہ۔ سجدہ تلاوت کیلئے بھی وہی شرطیں ہیں، جو نماز کیلئے مثل طہارت، اور قبلہ رُو ہونے، اور ستر عورت وغیرہ کے۔ مسئلہ۔ سجدہ کے اول و آخر اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ مسئلہ امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اس پر اور مقتدیوں پر، اور جو شخص نماز میں نہ ہوں لے، اس پر سجدہ واجب ہے۔ مسئلہ سجدہ کی جتنی آیتیں پڑھیں تو اس پر، اور مقتدیوں پر اور جو شخص نماز میں نہ ہوں لے اس پر سجدہ واجب ہے۔ مسئلہ۔ سجدہ کی جتنی آیتیں پڑھی جائیں گی، اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے، اگر ایک ہی آیت ایک مجلس میں بار بار پڑھی گئی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوا۔ والنفسیل فی کتب الفقہ (تفسیر احمدی)

﴿ابانھا ۲۲﴾ ﴿سورۃ البروج مکتبہ ۲۷﴾ ﴿رکوعھا ۱﴾

سورہ بروج مکہ میں نازل ہوئی، اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ بروج: جس بچے کا دودھ چھڑانا منظور ہو تو اس سورت کو لکھ کر بچے کے بازو پر باندھ دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔ اگر اس سورت کو لکھ کر پانی سے دھو کر بوا سیر کے مریض کو پلائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ مریض کو شفا ہو۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْبُوعُودِ ۝۲ وَ شَاهِدٍ ۝۳
 مَشْهُودٍ ۝۴ قِتْلِ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ ۝۵ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝۶
 إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝۷ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝۸

قسم ہے اے (بارہ) برجوں والے آسمان کی ۱ اور اس دن کی جس کا وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی قیامت کے دن کی) ۲ اور اے اس دن کی جو ہر ہفتہ حاضر ہوتا ہے (یعنی روز جمعہ) ۳ اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں (یعنی عرفہ کی) ۴ کہ خندق والے ۵ یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ہلاک کئے گئے ۶ جب وہ اس خندق کے کناروں پر (کریاں بچھائے) بیٹھے تھے ۷ اور جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے (باوجود اس کے کہ) وہ اس پر حاضر تھے (لیکن رحم نہ آتا تھا) ۸

۱۔ ان سات تاروں اور بارہ برجوں کا ذکر سورۃ فرقان میں گذر چکا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ آسمان کے بارہ حصے ہیں۔ ان کے ہر ایک حصہ کو بُرُوج کہتے ہیں۔ چاند سورج۔ زہرہ۔ مریخ۔ عطارد۔ مشتری۔ زحل۔ تاروں کا دورہ جب ان بُرُوج میں ہوتا ہے، تو اس سے مہینہ سال کی گنتی، تبدیل موسم طرح طرح کی اللہ کی قدرتیں نمودار ہوتی ہیں۔
 ۲۔ و شَاهِدٍ سے مراد یوم جمعہ ہے کہ ہر شہر میں ہر ہفتہ آتا ہے، اور مَشْهُودٍ سے مراد عرفہ کا دن ہے جس میں حج کیلئے دو درو سے ہزار ہا آدمی جمع ہوتے ہیں۔

خدا پر ایمان لانے پر ظالم بادشاہ کی سرکشی اور انجام

۳۔ اس سورۃ میں ایک بادشاہ کا قصہ لوگوں کو آگ میں جلانے کا بیان فرمایا ہے۔ اس قصہ کی روایت صحیح مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر رہتا تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میرے پاس ایک ہوشیار اور ہونہار لڑکا بھیج جسے میں اپنا جادو سکھا دوں کہ میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ جادوگر کے پاس جا کر جادو سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک راہب رہتا تھا اس کے پاس بیٹھنے لگا، اور اس کا کلام اسکے دل نشین ہوتا گیا، اور خفیہ طور پر راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اور اسکے فیض صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور شیر وغیرہ نے راستہ روک رکھا ہے، جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر لے کر دعا کی کہ یارب اگر راہب تجھے پیارا ہو تو میرے پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جانور کا کام تمام ہو گیا، اس کے بعد لڑکا مستجاب الدعویٰ ہوا اور اس کی دعا سے کوڑھی

اور اندھے اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا ہو گیا تھا، وہ آیا لڑکے نے کہا کہ اگر اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لائے تو میں دعاء کروں، امید ہے وہ تجھ کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ لڑکے نے دعا کی وہ اچھا ہو گیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔ اور بادشاہ کے دربار میں پہنچا اس نے کہا ”تجھے کس نے اچھا کیا“۔ کہا: ”میرے رب نے“ بادشاہ نے کہا: ”میرے سوا اور بھی کوئی رب ہے“۔ یہ کہہ کر اس نے اس پر سختیاں شروع کیں، بادشاہ نے لڑکے اور راہب کو بھی طلب کر لیا اور ان دونوں پر سختیاں کیں، اور راہب سے کہا: ”اپنا دین ترک کر“، اس نے انکار کیا تو اس کے سر پر آرا رکھ کر چروا دیا۔ پھر مصاحب کو بھی جو بینا ہوا تھا چروا دیا، پھر لڑکے کو حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا جائے۔ سپاہی اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اس نے دعا کی، پہاڑ میں زلزلہ آیا سب گر کر ہلاک ہو گئے لڑکا صحیح و سلامت چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے لڑکے کو سمندر میں غرق کرنے کیلئے بھیجا، لڑکے نے دعا کی کشتی ڈوب گئی، تمام شاہی آدمی ڈوب گئے لڑکا صحیح و سلامت بادشاہ کے پاس آ گیا، بادشاہ نے کہا: ”وہ آدمی کیا ہوئے“ کہا: ”سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا، اور تو مجھے قتل کر ہی نہیں سکتا، جب تک وہ کام نہ کرے جو میں بتاؤں“، کہا: ”وہ کیا“۔ لڑکے نے کہا: ”ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر، اور مجھے کھجور کے ڈھنڈ پر سولی دے، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر بسم اللہ رب العلام کہہ کر مار، ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا“۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یک لخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ آمناب رب الغلام (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے، وہ ہی پیش آئی پہلے تو کوئی اکاڈ کا مسلمان ہوتا تھا، اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں، اور ان کو خوب آگ سے بھرا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا، اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا، آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا، شاید بچے کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی: امہ اصبری فانک و علی الحق (اماں جان صبر کر کہ تو حق پر ہے) وہ بچہ اور ماں آگ میں ڈال دیئے گئے۔ آگے فرمایا کہ بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس گریاں بچھائے بیٹھے ہوئے نہایت سنگ دلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بد بختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔ مروی ہے جو مومن آگ میں ڈالے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے آگ میں پڑنے سے قبل ان کی رو میں قبض فرما کر انہیں نجات دی۔ ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے، جس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں، اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ کے احوال سے باخبر ہے، جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اسی کیلے کو پوجتے ہیں آگ میں جلایا جائے، تو کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم و ستم یوں ہی خالی چلا جائے گا، اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب اللہ کا غضب آیا وہ ہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے۔ ابتدائے اسلام میں مشرک لوگ مکہ میں اہل اسلام کو بڑی بڑی تکلیفیں دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کا ذکر فرما کر اہل اسلام کی یہ تسکین فرمائی کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ کچھ تم پر تکلیف نئی نہیں ہے ہر زمانہ کے پابند شریعت

وَمَا تَقْبُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝۸ الَّذِي
 لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۹
 إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ
 عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝۱۰ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
 الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۱۱ ذَلِكَ الْفَوْزُ
 الْكَبِيرُ ۝۱۲ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝۱۳

اور ان کافروں نے مسلمانوں کا کچھ عیب نہ پایا سوائے اس کے کہ وہ ایمان لائے خدا غالب تعریف کئے گئے
 پر ۝۸ کہ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ۝۹ بیشک جنہوں نے مسلمان
 مردوں اور مسلمان عورتوں کو (آگ میں جلا کر) ایذا دی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے (آخرت میں) دوزخ کا
 عذاب ہے اور ان کے لئے (دنیا میں بھی) آگ کا عذاب ہے ۝۱۰ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام
 کئے ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہی بڑی کامیابی ہے ۝۱۱ بیشک
 تمہارے پروردگار کی گرفت (کافروں پر) سخت ہے ۝۱۲

لوگوں کو مخالف لوگوں کے ہاتھ سے تکلیف پہنچ چکی ہے، لیکن آخر کو اہل حق کا بول بالا ہوا ہے۔ زمانہ امتحان تک ذرا صبر درکار
 ہے، پھر آخر کو ہمیشہ کی عادت الہی کے موافق اہل حق کا غلبہ ہوگا، اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آخر کو مکہ میں جو کچھ اسلام پھیلا
 اس کا اثر آج تک موجود ہے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے، پھر اپنی ان
 نالائق حرکات سے توبہ نہ کریں گے، تو ان سب کیلئے دوزخ کا عذاب تیار ہے۔ جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں آگ کی ہوں
 گی، جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

۱۔ اوپر ان اہل ایمان کا ذکر تھا جو دنیا میں ایک ظالم بادشاہ کے ظلم سے آگ میں ڈال کر جلائے گئے تھے، ان آیتوں میں اہل
 جنت کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نیک لوگوں کو اگر دنیا میں کچھ تکلیف ہوتی ہے تو وہ چند روزہ ہے، پھر اس تکلیف پر صبر
 کے اجر میں عقبی ان کیلئے راحت کی جگہ ہے۔ مشرک لوگ اہل ایمان کو ہجرت سے پہلے ستاتے تھے، اس واسطے ان اہل ایمان

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۝۱۳ وَهُوَ الْعَفُوُّ الرَّحِيمُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ
الْمَجِيدُ ۝۱۵ فَعَالٌ لِّبَاطِنِ ۝۱۶ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝۱۷
وَرِعُونَ وَثُودًا ۝۱۸ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي سَكْنٍ مَّبِيدٍ ۝۱۹ وَاللَّهُ مِنْ
وَرَاءِ آيِهِمْ مُّحِيطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝۲۱ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝۲۲

بیشک وہی اول بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (قیامت میں) پیدا کرے گا ۝ اور وہی بڑا بخشنے والا اپنے نیک بندوں کا پیارا ۝ عرش کا مالک بڑی شان والا ۝ ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا ہے ۝ کیا تمہارے پاس لشکروں کی خبر ۝ وہ لشکر فرعون اور ثمود کے ہیں (جو کفر کے سبب ہلاک کئے گئے) ۝ بلکہ کافر (آپ کے اور قرآن کے) جھٹلانے میں ہیں ۝ اور اللہ ان کے گردا گرد احاطہ کئے ہوئے ہے (کہ اس سے انہیں کوئی بچانے والا نہیں) ۝ بلکہ یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے ۝ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ۝

کو تسکین کے لئے فرمایا کہ اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔ وقت مقررہ کی دیر ہے، پھر اگر یہ سرکش مشرک لوگ باز نہ آئے تو ان میں سے وقت مقررہ تک جو زندہ رہے گا، وہ دنیا میں بھی اپنے کرتوت کا خمیازہ بھگت لے گا، اور جو لوگ وقت مقررہ سے پہلے دنیا سے اٹھ گئے تو جس اللہ نے ان سب کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، وہ وقت مقررہ پر دوبارہ ان سب کو پیدا کر کے ان کو انکے کرتوت کا پورا مزہ چکھا دے گا۔ کیونکہ وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے، اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ جو فرمایا تھا کہ اللہ کی گرفت سخت ہے، اس کے دل میں جم جانے کے لئے ثمود اور فرعون کے دو قصے یاد دلائے تاکہ ان دو قصوں سے وہ عبرت پکڑیں اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے کلام کو جو جھٹلاتے ہیں، تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کی قدرت ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ جب چاہے ان کو پکڑ سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ان کا کلام الہی کو جھٹلانا اگر اس خیال سے ہے کہ وہ کلام الہی نہیں، پر تو یہ خیال ان کا غلط ہے۔ بلا شک یہ اللہ کا کلام ہے جس کو اس نے لوح محفوظ سے اپنے رسول ﷺ پر اتارا ہے۔ اور اس کی دلیل ان لوگوں کو پہلے ہی سمجھادی گئی ہے کہ اگر تم لوگ اس کے کلام اللہ ہونے میں کچھ شبہ رکھتے ہو، تو تم بھی کوئی ٹکڑا اس جیسا بنا لو۔ جب یہ بات ان لوگوں سے نہیں ہو سکتی، تو پھر اس کے کلام الہی ہونے میں شک و شبہ کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہا۔

﴿ ابیاتھا ۱ ﴾ ﴿ ۸۲ سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۳۶ ﴾ ﴿ مَرْكُوعُهَا ۱ ﴾

سورہ طارق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں سترہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالسَّيِّئَاتِ ۝ وَالطَّارِقِ ۝ ۱ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ ۲ ۝ النَّجْمُ
الثَّاقِبُ ۝ ۳ ۝ إِنَّ كُلُّ نَفْسٍ لَّسَّاعِيهَا حَافِظٌ ۝ ۴ ۝

قسم ۱ ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کے وقت ظاہر ہوتی ہے ۱ اور کچھ تم نے جانا کہ وہ رات کو ظاہر ہونے والی چیز کیا ہے ۲ خوب چمکتا ستارہ ہے ۳ کوئی شخص نہیں کہ جس پر (اعمال کا لکھنے والا) فرشتہ نگہبان نہ ہو ۴

خواص سورہ طارق: اگر اس سورت کو پڑھ کر کسی دو پردم کر دیں تو وہ دوا کچھ نقصان نہ دے گی اگر اس سورت کا ورد کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ شیطان سے دور رہے گا۔ سورہ طارق کی پہلی دس آیتیں سوتے وقت پڑھ لینے سے احتلام سے حفاظت رہتی ہے، جس مکان میں جن ہوں یا پتھر آتے ہوں تو سورہ طارق چار کیلوں پر پچیس پچیس بار پڑھ کر کیلوں پر دم کر کے ان کیلوں کو مکان کے چاروں کونوں میں گاڑ دیں۔ ان شاء اللہ جن دفع ہو جائے گا۔ جس کو باؤلا کتا کاٹ لے تو سورہ طارق کی آیت ۱۵ تا ۱۷ (إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ..... مُؤَيَّدًا) روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ہر روز اس کو ایک ٹکڑا کھلا دیں (یعنی چالیس دن تک روزانہ ایک ٹکڑا لے کر پڑھ کر) تو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ (شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ)

شان نزول: ایک شب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ابوطالب کچھ ہدیہ لائے۔ حضور ﷺ اس کو تناول فرما رہے تھے، اس درمیان میں ایک تار اٹوٹا، اور تمام فضا آگ سے بھر گئی۔ ابوطالب گھبرا کر کہنے لگے: ”یہ کیا ہے“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”یہ ستارہ ہے جس سے شیاطین مارے جاتے ہیں، اور یہ قدرت الہی کی نشانیوں میں سے ہے“۔ ابوطالب کو اس سے تعجب ہوا اور یہ سورت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے انسان! تو کیا جانے کہ اس تارے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ ایسا تار ہے کہ شیطان کی آنکھوں میں اس تارے سے چکا چوندی ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات اس تارے میں سے ایک شعلہ پیدا ہوتا ہے، اور وہ شیاطین کو جلا دیتا ہے۔ اس قسم کے بعد یہ بات فرمائی کہ ہر شخص کے لئے اللہ کی طرف سے محافظ اور نگہبان مقرر ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی یہ حدیث ہے کہ حفاظت اور نیکی بدی لکھنے کے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے، ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ صبح کو نماز کے وقت دن کو تعینات رہنے والے فرشتے، اور عصر کے وقت رات کو تعینات رہنے والے فرشتے چوکی (ذیون) بدلوادیتے ہیں۔ اور ہر وقت انسان کے تمام جسم کی ہر طرح کی آفت سے اس وقت تک آدمی کی حفاظت کرتے ہیں، جب تک تقدیری کوئی آفت پیش نہ آئے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَ لَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝

پس ۱۔ چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے ۵۔ پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے ۶۔ جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی ہڈیوں سے نکلتا ہے ۷۔ بیشک اللہ آدمی کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے ۸۔ جس ۲۔ دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی ۹۔ پس (منکر بعث) (قیامت) آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا ۱۰۔ اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا ۱۱۔ قسم ہے آسمان کی جس سے مینہ اترتا ہے ۱۲۔ اور زمین کی کہ جس میں سے بوٹیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں ۱۳۔

انسان کی پیدائش کا ذکر

۱۔ اس آیت میں فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے آپ کو غور کرے کہ وہ کس شے سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر خود بتلایا کہ وہ پانی یعنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے سینہ کے اس مقام سے جہاں ہار پہنا جاتا ہے، اور انہیں سے منقول ہے کہ عورت کی دونوں چھاتیوں کے درمیان سے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے تمام اعضاء سے برآمد ہوتی ہے۔ اور اس کا زیادہ حصہ دماغ سے مرد کی پشت پر آتا ہے، اور عورت کے بدن کے اگلے حصہ میں بہت سی رگوں میں جو سینہ کے مقام پر ہیں نازل ہوتا ہے۔ اسی لئے ان دونوں مقاموں کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ جس اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ انسان کو پانی جیسی تپلی چیز سے دنیا میں سب کی آنکھوں کے سامنے پیدا کیا ہے، کہ وہ جانے کہ اس کا پیدا کرنے والا اس کو بعد موت، جزا کیلئے حشر کے دن مٹی سے اسی انسان کا پیدا کرنا، بھی اس کی قدرت میں ہے۔ منکرین حشر کی عقل ناقص ہے، ورنہ عقل کا یہ کام نہیں ہے کہ پانی جیسی تپلی چیز سے انسان کے پتلے کے بن جانے کو دیکھ کر مٹی جیسی چیز سے اس پتلے کے بن جانے کا انکار کرے۔

۲۔ چھپی باتوں سے مراد عقائد اور نیتیں اور وہ اعمال ہیں جن کو آدمی چھپاتا ہے، روز قیامت اللہ تعالیٰ ان سب کو ظاہر کر دے گا۔

۳۔ یعنی اس وقت مجرم نہ اپنے زور قوت سے مدافعت کر سکے گا، نہ کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اسے عذاب سے بچا سکے۔

۴۔ ان سب کی قسم کہ قرآن قول فیصل و حکم الہی ہے، یہ قرآن باطل و خرافات نہیں۔ یہ قرآن دنیا میں نیک راستہ بتلانے، اور بدی سے روکنے، اور عقبی میں جزا و سزا کی خبر سنانے کا ایک فیصلہ قطعی ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن کو جھٹلائیں تو تھوڑے دنوں تک ان

إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝۱۳ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝۱۵
وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَهَلِ الْكُفْرَيْنَ أَمْهَلُهُمْ رُؤْيَا ۝۱۷

بیشک یہ قرآن (حق و باطل میں) ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے ۝۱۳ اور کوئی ہنسی کی بات نہیں ۝۱۴ بیشک کافر (حق کے نہ ماننے کے لئے) اپنا ساداؤں (مکر و فریب) چلتے ہیں ۝۱۵ اور میں (ان کی ناکامی کے لئے) اپنی خفیہ تدبیر کرتا ہوں ۝۱۶ تو تم کافروں کو ڈھیل دو اور انہیں کچھ مہلت دو (عنقریب وہ ہلاک کئے جائیں گے) ۝۱۷

سے درگزر کی جائے، کوئی مکر و فریب تو ان لوگوں کو قرآن سے روکنے میں اللہ کی تدبیر کے آگے نہیں چل سکتا۔ بلکہ تھوڑے دنوں کے بعد اللہ کی تدبیر کا نتیجہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں ہی کچھ قرآن کے مخالف لوگ ذلت اور خواری سے ہلاک ہو گئے، اور اکثر قرآن کے حامی بن گئے۔

﴿ابانہا ۱۹﴾ ﴿سورۃ الاعلیٰ مکیۃ ۸﴾ ﴿مکوعہا ۱﴾

سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوٰی ۝۲

اپنے لہ پروردگار کے نام کی پاکی بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے ۝۱ جس نے انسان کو بنا کر ٹھیک کیا

خواص سورۃ الاعلیٰ: اس سورت کو تین بار پڑھ کر سفر کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب سفر ہو اور ہر آفت سے محفوظ ہو کر گھر واپس آئے اگر اس سورت کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو بڑی بھاری فضیلت ہے ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اسکو اپنے سجدہ میں داخل کرو“، اسی لئے سجدہ کی حالت میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا جاتا ہے۔

۲۔ یعنی جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی، اور باعتبار خواص صفات، اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں، اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچایا، اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع و فوائد اس پر مرتب ہو سکیں۔

وَالَّذِي قَدَّمَ فَهْدَىٰ ۖ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ۖ فَجَعَلَهُ غُثَاءً
 أَحْوَىٰ ۖ سِنْقَرِيكَ فَلَآ تَنْسَىٰ ۖ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۖ إِنَّهُ يَعْلَمُ
 الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ۖ وَنُيْسِرِكَ لِلْيُسْرَىٰ ۖ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ
 الذِّكْرَىٰ ۖ سَيَذَكِّرُ مَنْ يَخْشَىٰ ۖ وَيَتَجَنَّبُهَا لِإِشْقَىٰ ۖ

اور وہ جس نے اندازہ کیا پھر راہ دکھائی اور جس نے (زمین سے) چارہ نکالا پھر اسے خشک سیاہ کر دیا (اے محبوب! ﷺ) اب ہم تمہیں قرآن پڑھائیں گے پس تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے، بیشک اللہ ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے اور ہم تم کو آسان شریعت کی توفیق دیں گے پس تم (اس قرآن سے) نصیحت فرماؤ، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے (جو خدا سے) ڈرتا ہے عنقریب اس نصیحت کو مانے گا اور اس نصیحت سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا

۱ یعنی اس نے ہر چیز کو اندازہ سے بنایا۔ مرد عورت کو بنایا اور کفر و ایمان و خیر و شر کی راہ دکھائی۔

۲ یعنی اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارا، زمین سے پیدا کیا، پھر آہستہ آہستہ اس کو خشک و سیاہ کر ڈالا، تاکہ خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جاسکے، اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔ اس تذکرہ میں یہ اشارہ ہے کہ یہی حال دنیا کی تمام چیزوں کا ہے کہ اس کی ہر ایک چیز کا کمال زوال سے خالی نہیں، اور جب یہ بات ہے تو دنیا فقط اس لئے نہیں پیدا کی گئی ہے کہ اس کا کمال و زوال بغیر کسی نتیجہ کے ایک تماشہ کے طور پر ہو، بلکہ دنیا کے بعد اس کا ایک بہت بڑا نتیجہ یہی ہے کہ جس کا نام قیامت ہے۔

۳ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کریم ﷺ کو بشارت ہے کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہوئی، اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب عظیم بغیر محنت و مشقت اور بغیر ورد کے آپ کو حفظ ہو گئی۔ (جمل)

۴ مفسرین نے فرمایا کہ یہ استثناء واقع نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھولیں (خازن)

۵ یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہری اعمال و احوال کو جانتا ہے اور وہ جو بالکل پوشیدہ ہے جس کو کسی نے ابھی خیال بھی نہ کیا اس کو بھی جانتا ہے۔

۶ اے محبوب ﷺ! اس وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائے گا، اور اللہ کی معرفت و عبادت اور ملک و ملت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائیں گے۔ اور کامیابی کے راستے سے تمام مشکلات ہٹا دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسے

الَّذِي يَصِلَى النَّارَ الْكُبْرَى ۝۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝۱۳ قَدْ
 أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝۱۴ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝۱۵ بَلْ تُؤَثِّرُونَ
 الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝۱۶ وَالْآخِرَةَ خَيْرًا ۝۱۷ وَأَبْقَى ۝۱۸

جو سب سے بڑی آگ (یعنی دوزخ) میں جائے گا ۝۱۲ پھر نہ اس میں مرے (کہ مر کر ہی عذاب سے چھوٹ سکے اور نہ جنے) (ایسا جینا جس سے کچھ آرام پائے) ۝۱۳ بیشک اے فلاح اس نے پائی جو پاک ہوا ۝۱۴ اور اپنے پروردگار کا نام لے کر (ہنجگانہ) نماز ۝۱۵ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم دنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو ۝۱۶ اور ۲۔ آخرت (کی زندگی دنیاوی زندگی سے) بہتر اور باقی رہنے والی ہے ۝۱۷

انعام فرمائے آپ دوسروں کو فیض پہنچائیں، اور اپنے کمال سے دوسروں کی تکمیل کیجئے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ سب آدمی نصیحت پالیں اور ایمان لے آئیں، بلکہ سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے، اور نصیحت سے وہ ہی فائدہ اٹھاتا ہے، جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو، اور جس بد قسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں، جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے، اور آخر یہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور پھر دوزخ میں جانے کے بعد ان پر یہ مصیبت پڑے گی کہ نہ وہ وہاں مریں گے کہ مر کر چھٹکارا ہو جائے، یعنی نہ موت ہی آئے گی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے، اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ ہاں ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔

طہارت و پاکیزگی اور اس کی اقسام

۱۔ نجات اسی شخص کو ہے جو پاکیزگی حاصل کرے۔ پاکیزگی کئی قسم کی ہوتی ہے: ۱۔ اول تو کفر اور شرک اور عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیرہ سے دل کو پاک کرنا ۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ بدن اور کپڑوں کو نجاسات حقیقیہ سے پاک رکھے ۳۔ تیسری قسم یہ ہے کہ نجاست حکمی سے پاک رہے ۴۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ موئے زیر ناف اور بغل کے بال اور ناخن اور بدن کی میل علیحدہ کرے۔ پس اگر کسی کی داڑھی لمبی ہو، یا سر پر بال رکھتا ہو تو اسکے واسطے ہر جمعہ کے دن بالوں کو دھونا اور کنگھے کا کرنا، اور عطر ملنا سنت موکدہ ہے ۵۔ پانچویں پاکیزگی یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ دے اور خیرات کرے اور حرام اور مشتبہ مال سے اپنے مال کو بچائے۔ پس پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد اللہ کی یاد اور نماز ضروری ہے۔ تزکیہ کے بعد جو یاد الہی ہوگی وہ بھی کچھ اور ہوگی۔ نماز کا بھی کچھ اور ہی مرتبہ ہو جائے گا، دل ذکر شوق سے لبریز ہوگا، اور نماز معراج اور مشاہدہ کا ذریعہ بن جائے گی۔

۲۔ فرمایا کہ عقبی کی بھلائی کے کاموں میں اکثر لوگ کوتاہی اس لئے کرتے ہیں کہ دنیا کے مشغلوں کو چھوڑ کر عقبی کے کاموں میں مصروف ہونا ان کو شاق گذرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ دنیا کے مشغلوں کو نہ چھوڑیں تو نہ چھوڑیں، ایک دن وہ دنیا کے مشغلوں کو

إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿۱۸﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿۱۹﴾

بیشک لہ یہ بیان اگلے صحیفوں ﴿۱۸﴾ (یعنی ابراہیم اور موسیٰ) (علیہما السلام) کے صحیفوں میں ہے ﴿۱۹﴾

ان کو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ دنیا اور اس کے مشغلے ان میں کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں، اور عقبی کے کاموں کو یہ چھوڑ بیٹھے ہیں مگر عقبی ان کو نہیں چھوڑے گی کس لئے کہ وہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

لہٰ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ﴿۱۹﴾ سے یہاں تک ایسا مضمون ہے کہ اس کی ترغیب خدا کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں اور توراہ میں بھی موجود ہے۔

﴿۲۲﴾ اساتھا ۲۲ ﴿۸۸﴾ سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۲۸ ﴿۱﴾ رکو عھا ۱ ﴿۱﴾

سورہ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھبیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ﴿۱﴾ وَجُودٌ يُّومِنُ خَاشِعَةً ﴿۲﴾

کیا تمہارے پاس قیامت کی خبر آئی ہے ﴿۱﴾ اس دن کتنے ۷ منہ ذلیل ہوں گے ﴿۲﴾

خواص سورہ غاشیہ: اگر کوئی شخص اس سورت کو پڑھ کر کھانے پر دم کر کے کھائے تو وہ کھانا اس کو نفع دے گا اور کوئی برائی وغیرہ نہ ہوگی۔ اگر مریض پر تین دفعہ اس سورہ کو پڑھ کر دم کرے تو مریض کو شفا حاصل ہوگی۔ اور جو شخص روزانہ اس کو پڑھے گا تو وہ عذاب اور حساب قیامت سے محفوظ رہے گا۔

لہٰ اے محبوب ﷺ! قیامت کے دن نیک و بد پر جو کچھ حالت گذرے گی، اس کا حال تمہاری امت کو اکثر آیات قرآنی سے معلوم ہو چکا ہے۔ پھر اس حالت کی تفصیل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل دوزخ اس دن طرح طرح سے خوار ہوں گے، اور اہل جنت طرح طرح کی عزت اور راحت پائیں گے۔

نیک کام کرنے کی دشواری اور اس کی فضیلت

۷ فرمایا کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں، مگر انکی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں۔ یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۚ تَصَلِي نَّارًا حَامِيَةً ۙ تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ
 اِنِّيَّةٍ ۙ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ لَا يُسِيْنُ وَلَا يُغْنِي
 مِنْ جُوعٍ ۙ وَجُودًا يَوْمِيذٍ نَّاعِمَةً ۙ لِسَعِيْهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِي
 جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَا غِيَةَ ۙ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۙ

وقف لازم

کام کرنے والے مشقت جھیلنے والے ۛ دکھتی آگ میں داخل ہوں گے (جو دین اسلام پر نہ تھے) ۛ ایک لے نہایت کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلائے جائیں گے ۛ ان کے لئے (وہاں) کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے ۛ جونہ ۛ (تو کھانے والوں) کو فرہہ کرے اور نہ (ان کی) بھوک کو دفع کرے ۛ کتنے ہی منہ سے اس دن تروتازہ ہوں گے ۛ اپنے نیک کاموں کی بدولت (جو دنیا میں کرتے تھے) ۛ بہشت اعلیٰ میں خوش ہو رہے ہوں گے ۛ کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے ۛ اس میں بہتا ہوا چشمہ ہوگا ۛ

سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر نہ تھے، بت پرست تھے، یا کتابی کافر مثل راہبوں اور پجاریوں کے انہوں نے محنتیں بھی اٹھائیں مشقتیں بھی جھیلیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں گئے۔

ۛ جب دوزخ کی گرمی ان کے باطن میں سخت لگنی پیدا کرے گی بے اختیار پیاس پیاس پکاریں گے، کہ شاید پانی پینے سے یہ لگنی دور ہو۔ اس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائے گا۔ اور جب وہ پانی پلایا جائے گا انتڑیاں کٹ کر گر پڑیں گی، اور وہی پانی ان کے سر پر ڈالا جائے گا، جس سے جسم کے اندر تک حرارت پہنچ کر دل اور جگر سب نکل پڑے گا۔ پھر ہر دوزخی کو اصلی حال پر لایا جائے گا، اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ اور جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ کانٹوں دار گھانس ان کو نگھائی جائے گی، جو تلخی میں ایلوئے سے زیادہ اور بدبو میں مرادار سے بدتر، اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب ان کے حلق میں پھنس جائے گی، اس کو حلق سے اتارنے کے لئے جب وہ پانی مانگیں گے تو یہی گرم پانی پلایا جائے گا، اور یہ گھاس کچھ پیٹ میں اترے گی تو اس سے پیٹ نہ بھرے گا۔

ۛ شان نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی کہ دوزخیوں کی خوراک ضریح کانٹوں دار گھانس ہوگی تو مشرکین کہنے لگے ضریح تو اچھی چیز ہے، اس سے تو ہمارے اونٹ موٹے ہو جاتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتوں کا ٹکڑا نازل فرمایا کہ اس گھاس سے نہ کسی کا پیٹ بھرے گا، اور نہ کوئی موٹا ہوگا بلکہ وہ شدید عذاب ہے۔

اہل جنت کی نعمتوں کا ذکر

ۛ اہل دوزخ کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنی ایک ایک نیکی کا دس گنا سے سات سو تک، اور

فِيهَا سُرٌّ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَ أَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَ نَسَارِقٌ
 مَّصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَ زَرَائِبٌ مَبْشُوثَةٌ ﴿۱۶﴾ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ
 كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَإِلَى السَّيِّئِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾

اس میں اونچے تخت (بچھے) ہوں گے ﴿۱۳﴾ اور چنے ہوئے کوزے ﴿۱۴﴾ اور گاؤ تکتے ایک قطار میں لگے ہوں گے ﴿۱۵﴾ اور عمدہ قالین پھیلے ہوئے ہوں گے ﴿۱۶﴾ پس اے (جنت کی یہ نعمتیں سن کر کفار نے تعجب کیا اور جھٹلایا تو اللہ ارشاد فرماتا ہے) کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا پیدا کیا گیا ﴿۱۷﴾ اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ﴿۱۸﴾

بعض نیکوں کا اس سے بھی زیادہ اجر پائیں گے۔ تو اپنے نیک عملوں کے نتیجہ سے خوش ہو جائیں گے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ جنت کے درجے ہیں جیسا جس کا عمل ہوگا، ویسا ہی اس کو درجہ ملے گا۔ لیکن دوزخ کے مقابلے میں جنت کا ہر درجہ بلند اور عالی ہے اس لئے **فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۷﴾** فرمایا۔ سورۃ بقرہ میں آیت، **إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا أَكْذَرِجِي هِيَ،** جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل دوزخ آپس میں لغوباتیں اور ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے، اس واسطے فرمایا اہل جنت نہ کوئی لغوبات کہیں گے، اور نہ کوئی ایسی لغویات کسی دوسرے سے سنیں گے۔ پھر فرمایا وہاں طرح طرح کی نہریں جاری ہوں گی، ان نہروں کے کناروں پر کوزے رکھے ہوں گے، جن کے دیکھنے سے لذت حاصل ہو اور جب پینا چاہیں تو وہ بھرے ملیں گے۔ اور تخت بچھے ہوں گے، ان تختوں پر جا بجا طرح طرح کے بچھونے اور تکیے ہوں گے، جہاں جو کوئی چاہے بیٹھے لیئے غرض جنت کی نعمتیں وہ ہیں کہ نہ کسی بادشاہ و امیر نے آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان کا تصور گذر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے وہ نعمتیں نصیب کرے گا اس وقت ان نعمتوں کی تفصیل معلوم ہوگی اب دنیا کی کسی زبان یا قلم میں وہ طاقت کہاں کہ ان نعمتوں کی تفصیل بیان کر سکے۔

اونٹ قدرت الہی کا نمونہ

۱۔ شان نزول: تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ سے روایت ہے کہ اوپر کی آیتوں میں جب اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تو مشرکین مکہ کو وہ نعمتیں اور جنت کی چیزیں خلاف عقل معلوم ہوئیں، اور جنت کی چیزوں کا تعجب کے طور پر وہ لوگ آپس میں ذکر کرنے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جس اللہ نے خلاف عقل اور جانوروں کی عادت کے خلاف اونٹ کو اس طرح کی عادت کا جانور پیدا کیا کہ کانٹے کھا کر اپنی گذر کرتا ہے، اور منزلوں بوجھ لے جاتا ہے، اور عرب کا ملک جس طرح کا خشک تھا، اور اس ملک میں پانی کی کمی تھی، اسی عادت کا یہ جانور ہے کہ دس دس دن تک اس کو پانی کی خواہش نہیں ہوتی، غریب ایسا کہ ایک بچہ بھی نکیل پکڑ لیوے تو جہاں چاہے لے جائے، کسی جانور کی یہ عادت نہیں کہ اس کو بھٹلا کر اس کی پیٹھ پر بوجھ لاد جائے، اور پھر بوجھ پیٹھ پر لے کر وہ جانور کھڑا ہو

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ ۞ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰ ۞
 فَذَكَرْنَا ۞ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ ۞ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۝۲۲ ۞ إِلَّا مَنْ
 تَوَلَّى وَكَفَرَ ۝۲۳ ۞ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝۲۴ ۞ إِنَّ إِلَيْنَا
 إِيَابَهُمْ ۝۲۵ ۞ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝۲۶ ۞

اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے قائم کئے گئے ۱۹ اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی ۲۰ پس (اے محبوب! ﷺ) تم (انہیں) نصیحت سناؤ تم تو صرف نصیحت سنانے والے ہو ۲۱ تم کچھ ان پر مسلط نہیں ۲۲ لیکن جو کوئی (ایمان لانے سے) منہ پھیرے اور (بعد نصیحت کے) کفر کرے ۲۳ تو اللہ اس کو (آخرت میں) بڑا عذاب دے گا ۲۴ بیشک ہمارے ہی طرف (بعد مرنے کے) ان کا پھرنا ہے ۲۵ پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے ۲۶

جائے۔ برخلاف اور جانوروں کے یہ اونٹ کی ہی عادت ہے کہ اس کو بٹھلا کر اس کی پیٹھ پر بوجھ لاداجاتا ہے، اور پھر وہ اسی بوجھ کو سر پر لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے خلاف عقل آسمان کو بغیر ستون کے اس طرح قائم کر دیا، اور زمین کو پانی پر بچھا دیا، اور زمین میں پہاڑوں کی کیلیں ٹھونک دیں۔ اس طرح کے ہزار ہا کروڑ ہا عجائبات قدرت الہی کو یہ لوگ نظر غور سے دیکھیں گے، تو انکو ہرگز یہ تعجب باقی نہ رہے گا کہ دوزخ یا جنت میں کسی خلاف عقل چیز کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔ دنیا میں انسان کی چند روزہ زندگی کیلئے یہ کچھ عجائبات پیدا کئے ہیں، جہاں انسان کا ہمیشہ کارہنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔ وہاں جس قدر عجائبات ہوں کچھ عقل سے دور نہیں ہیں۔ غرض جو چیز عقل میں نہ آئے اس کو قدرت الہی کے باہر جاننا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے، پھر عقل میں یہ جرأت کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنیوالے کی قدرت کا انکار کر سکے۔ غرض اسی عقلی غلطی کے سبب سے یہ کفار لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ غلطی بھی عجائبات قدرت پر غور کرنے سے رفع دفع ہو سکتی ہے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضح غور نہیں کرتے، تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے۔ بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے۔ اور فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کی، اور ان آیتوں کا انکار کیا، وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً ان کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، اور ہم کو ان سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ اپنا فرض ادا کر دیجئے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کیجئے۔

﴿ ایاتھا ۲۰ ﴾ ﴿ ۸۹ سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰ ﴾ ﴿ رُكُوعُهَا ۱ ﴾

سورہ فجر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْفَجْرِ ۱
وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۲
وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۳
وَإِذَا دَا
يَسْرٍ ۴
هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرِ ۵

قسم ۱ صبح کی ۱ اور ۲ دس راتوں کی ۳ اور ۴ جفت و طاق کی ۵ اور ۶ قسم رات کی جب وہ چل دے
(یعنی گزرے) ۷ کیا اس بیان ۸ میں عقلمندوں کے لئے معتبر قسم ہے ۹

خواص سورہ فجر: جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو تو دونوں میاں بیوی ہر روز صبح تین یا سات بار اس سورت کو پڑھا
کریں ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد نیک ہوگی۔ اگر کوئی مشکل سے مشکل کام آپڑے تو اس سورت یعنی (والفجر) کو ستر بار پڑھیں تو
ان شاء اللہ تعالیٰ کام میں آسانی ہوگی۔

۱ مراد اس سے یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے، یا یکم ذی الحجہ کی جس سے دس راتیں ملی ہوئی ہیں، یا عید الاضحیٰ
کی صبح۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ مراد اس سے ہر دن کی صبح ہے کیونکہ وہ رات کے گزرنے اور روشنی کے ظاہر ہونے، اور
تمام جانداروں کے طلب رزق کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے۔ اور یہ مردوں کے قبروں سے اٹھنے کے وقت کے ساتھ
مشابہت و مناسبت رکھتا ہے۔

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مراد ان سے ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں، کیونکہ یہ زمانہ اعمال حج
میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے۔ اور حدیث شریف میں اس عشرہ کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ
رمضان کے عشرہ اخیرہ کی راتیں مراد ہیں یا محرم کے پہلے عشرہ کی۔

۳ طاق اور جفت نمازیں ہیں جیسے مغرب اور عشاء۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جفت سے مراد خلق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔
۴ یہ پانچویں قسم ہے عام رات کی اس سے پہلے دس خاص راتوں کی قسم ذکر فرمائی گئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے
خاص شب مزدلفہ مراد ہے، جس میں بندگان خدا طاعت الہی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے شب قدر
مراد ہے جس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے، اور جو کثرت ثواب کیلئے مخصوص ہے۔

۵ یعنی اللہ صورا باب عقل کے نزدیک ایسی عظمت رکھتے ہیں کہ خبروں کو ان کے ساتھ موکد کرنا شایاں ہے، کیونکہ یہ ایسے

الْحُمُرُ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۱ اِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۲ الَّتِي لَمْ
يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ ۝۳ وَشَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۴
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝۵ الَّذِينَ طَعَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۶ فَأَكْثَرُوا
فِيهَا الْفُسَادَ ۝۷ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۸

کیا تم نے نہ دیکھا؟ کہ تمہارے پروردگار نے عاد ۱ (یعنی) ارم ستون (جیسے دراز قد) والوں کے ساتھ کیسا
معاملہ کیا ۲ جن کے برابر (زور و قوت میں دنیا بھر کے) شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا ۳ اور شمود کے
ساتھ کیا معاملہ کیا کہ جنہوں نے وادی القریٰ میں (مکانات بنانے کے لئے) پہاڑ تراشے ۴ اور فرعون کے
ساتھ کہ چو میخا کرتا ۵ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی تھی ۶ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا کرتے تھے ۷ پس
تمہارے پروردگار نے ان (سب) پر عذاب کا کوڑا بوقت مارا ۸

عجائب و دلائل پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید و اسکی ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جو اب قسم یہ ہے کہ کافر ضرور عذاب
کئے جائیں گے، اس جواب پر اگلی آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

صاحب قوت اقتدار لوگوں کا عذاب الہی سے ہلاک ہونا

۱ فرمایا کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد یعنی ارم ستون جیسے دراز قد والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ زور
و قوت اور طول قامت میں عاد کے بیٹوں میں سے حد اذ بھی ہے جس نے دنیا پر بادشاہت کی، اور تمام بادشاہ اس کے مطیع ہو
گئے، اور اس نے جنت کا ذکر سن کر براہ سرکشی دنیا میں جنت بنانی چاہی۔ اور اس ارادہ سے ایک شہر عظیم بنایا جس کے محل سونے
چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کئے گئے، اور زبرد اور یا قوت کے ستون اسکی عمارتوں میں نصب ہوئے، اور ایسے ہی فرش
مکانوں اور رستوں میں بنائے گئے، سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے۔ ہر محل کے گرد جو اہرات پر نہریں جاری کی گئیں،
قسم قسم کے درخت حسن تزئین کے ساتھ لگائے گئے، جب یہ شہر مکمل ہوا تو شہاد بادشاہ اپنے اعیان سلطنت کے ساتھ اسکی
طرف روانہ ہوا۔ جب ایک منزل فاصلہ باقی رہا تو آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک
کر دیا۔ اب آگے شمود کا قصہ فرمایا۔ شمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے یہ لوگ سنگ تراشی کے بڑے ماہر تھے پتھروں
کو کاٹ کر مکان بناتے تھے، اور وادی القریٰ میں پہاڑوں کو تراش تراش کے انہوں نے بہت سی عمارتیں بنائیں۔ آگے فرمایا
کہ فرعون بڑے لاؤ لشکر والا جس کو فوجی ضروریات کیلئے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں، اور وہ چو میخوں والا تھا کہ
اس نے چار میخیں گاڑی تھیں۔ جس پر غصہ ہوتا ان میخوں میں اس کو ناکلتا اور ایذا دے کر مار ڈالتا جیسا کہ اپنی بیوی آسیہ بنت

إِنَّ رَبَّكَ لِبِأَيْمُرٍ صَادٍ ۝۱۳ فَمَا لِلْإِنْسَانِ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ
وَنَعَّمَهُ ۚ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ
رِزْقَهُ ۚ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تَكْرُمُونَ الْبَيْتِيمَ ۝۱۷

بیشک تمہارے پروردگار کی نظر سے کچھ غائب نہیں ۱۳ پس اے آدمی ایسا ہے کہ جب اس کا پروردگار اس کو آزمائے کہ اس کو عزت اور نعمت دے پس کہتا ہے: ”میرے پروردگار نے مجھے عزت دی“ ۱۵ اور اگر اس کو (اس طرح) آزمائے کہ اس کی روزی اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا ۱۶ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم (باوجود دولت مند ہونے کے) یتیم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے ۱۷

مزاحم کے ساتھ کیا۔ وہ فرعون جس نے مصر میں طغیان و کفر پھیلایا، لوگوں کو قتل کیا، بت پوجے۔ فرمایا کہ جب ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا، بڑی بڑی شرارتیں کیں، اور ایسا سر اٹھایا گویا انکے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں، ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے۔ کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔ آخر جب انکے کفر و تکبر اور جو رو و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور مہلت و درگزر کا کوئی موقع باقی نہ رہا، دفعتاً خداوند قہار نے سخت آندھی سے عاد، اور سخت آواز سے ثمود کو غارت کیا، اور فرعون مع اپنے لشکر کے ڈوب کر مرا۔ ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسایا ان کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی، اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا، ان عذابوں کو کوڑا اس لئے فرمایا کہ گویا بہ نسبت عذاب آخرت کے یہ عذاب ایسے ہیں جس طرح کسی کو چند کوڑے مار دیئے، اوپر کی قسموں کے بعد جو کچھ فرمایا اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا عمل اللہ کی نگاہ میں ہے۔ جس طرح ان پچھلی قوموں کی سرکشی ان کے آگے آئی، جن کی عمریں بہت زیادہ اور قد بہت طویل اور نہایت قوی و توانا تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو یہ کافر اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں، اور عذاب الہی سے کیوں بے خوف ہیں۔ اگر قریش اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو ایک دن یہی نتیجہ انکے آگے آنے والا ہے۔

۱۔ فرمایا کہ ان لوگوں کو فقط دنیا کی زندگی پر ان کے سب کاموں کا مدار ہے۔ جس کے سبب سے ان کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں جو کوئی آسودہ حال ہے اس پر خدا مہربان ہے، اور اس کی عزت خدا کو منظور ہے، اور جو کوئی دنیا میں تنگ حال ہے اس سے خدا ناخوش ہے، اور اس کی ذلت خدا کو منظور ہے۔ بس دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت و ذلت کا معیار سمجھتے ہیں، نہیں جانتے کہ دونوں حالتوں میں اس کی آزمائش ہے، نعمت دے کر اس کی شکرگزاری اور سختی بھیج کر اسکے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے، نہ محض تنگی اور سختی ذلیل ہونے کی علامت ہے۔ مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا، اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے، اور آگے فرمایا کہ یہ

وَلَا تَحْضُونَنَا عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۝۱۸ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّسًّا ۝۱۹ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَبًّا ۝۲۰

اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دیتے ۱۸ اور میراث کا مال سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو) ۱۹ اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو (اس کو خرچ کرنا ہی نہیں چاہتے) ۲۰

بات نہیں ہے کہ تم بلا وجہ ذلت دیئے جاتے ہو۔ بلکہ تمہارا قصور یہ بھی ہے کہ تم یتیم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، اور عزت نہیں کرتے، ایک دوسرے کو اس بات کی ترغیب نہیں دیا کرتے، اور تقید نہیں کرتے کہ غریبوں کو کھانا کھلایا جائے۔

ایصالِ ثواب کی ترغیب اور حکمت

اس آیت قرآنی کے مطابق ایصالِ ثواب کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ اور عوام الناس کو ایصالِ ثواب کا مقید بنانے کیلئے تیجے اور دسویں اور بیسویں چالیسویں، سہ ماہی اور برسی کے قاعدے مقرر کئے گئے ہیں۔ کیونکہ بلا تعین اور تقید کے عوام الناس اس فعل سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ان باتوں کے معتقد نہیں ان کو ایصالِ ثواب بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں ان کے یہاں سے غریبوں کو بہت کچھ مل جاتا ہے، جمعرات کو بھی روٹی جاتی ہے، اور موقعوں پر بھی غریب کا پیٹ بھرا جاتا ہے۔ ہمیشہ اس بات کا تجربہ سب کو ہوتا ہے کہ جس کام کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا جاتا، اسکی پابندی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ بات ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ عمل خیر کو نام و نمود کی نیت سے نہ کیا جائے، ورنہ کوئی فائدہ نہیں بلکہ الٹا گناہ ہے۔ اگر نماز جیسی عمدہ عبادت میں بھی ریا کو داخل کیا جائے تو بیکار بلکہ وبال جان ہو جائے۔ الغرض ہر کام اللہ کی رضامندی کی طلب سے کیا جائے، اور عبادت کو رسم نہ بنا دیا جائے، اگر حلال پیسہ میسر ہو تو ایصالِ ثواب کیا جائے، ورنہ قرض کرنا اور رسم سمجھنا کیا ضرور ہے۔ عبادت کو عبادت ہی کے طریقہ سے ادا کرنا چاہئے، اور کسی مصلحت سے وقت مقرر کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔ دیکھو ملاقات کا وقت۔ نکاح کا وقت دنیوی کاموں کیلئے علیحدہ علیحدہ وقت ہر کوئی مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح آج کل مصلحت سے نمازوں کے وقت بھی مقرر ہیں، کہیں ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، کہیں ڈیڑھ بجے علیٰ ہذا القیاس۔ اور امور میں بھی وقت معین کئے جاتے ہیں، اور کوئی ان کو ناجائز نہیں سمجھتا۔ پھر مردوں نے کیا تصور کیا ہے کہ ان کو ثواب پہنچانے کے لئے دن مقرر کرنا حرام ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی یوں سمجھے کہ آج ہی ثواب پہنچائیں گے، تو پہنچے گا، اور دوسرے دن نہیں پہنچ سکتا۔ یہ عقیدہ بیشک برا ہے، دنیا میں کوئی عالم بھی اس کا قائل نہیں، اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ مردوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور ان کو بہت فرحت حاصل ہوتی ہے فاتحہ نہ دینے والے گوزبان قال سے نہیں کہتے، مگر زبان حال سے اپنے مردوں کو کہہ رہے ہیں کہ مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ پس اس مقام پر قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ تم لوگ غریبوں کو کھانا کھلانے کی تاکید نہیں کرتے، اور تم میں یہ بھی عیب ہے کہ میراث کو حق تلفی کے ساتھ کھاتے ہو، اور مال کی محبت حد سے زیادہ رکھتے ہو۔ (تفسیر حقانی)

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا
 صَفًّا ۝۲۲ وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۝۲۳ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى
 لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝۲۴ يَقُولُ يَلِيَّتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۝۲۵ فَيَوْمَئِذٍ لَا
 يُعَذِّبُ عَذَابَ أَحَدٍ ۝۲۶ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝۲۷ يَا أَيُّهَا
 النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۲۸ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۹
 فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝۳۰ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝۳۱

نہیں نہیں لے، جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی (اور اس پر پہاڑ اور عمارت کسی چیز کا نام و نشان نہ
 رہے) ۝ اور تمہارے پروردگار (کا حکم آئے) اور فرشتے قطار قطار چلے آئیں ۝ اور اس دن دوزخ لائی
 جائے، اس دن انسان سوچے گا (اور اپنی تقصیر کو سمجھے گا) اور اس وقت اس کو سمجھنا کیا فائدہ دے گا ۝ کہے گا:
 ”اے کاش! کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی“ ۝ تو اس دن کا خدا کا سزا عذاب کوئی نہیں
 کرتا ۝ اور اس کے جکڑنے کے مانند کوئی نہیں جکڑتا ۝ مومن کی روح کو وقت موت کہا جائے گا: ”اے آرام
 پکڑنے والے نفس! ۝ تو اپنے پروردگار کی طرف واپس ہو کہ تو اس سے خوش پھر ۝ (ادھر چل کر)۔ تو میرے
 خاص بندوں میں داخل ہو ۝ اور میری جنت میں داخل ہو“ ۝

قیامت کا ذکر، نیک اور بد کی جگہ

لے قیامت کے انکار کے سبب سے قریش طرح طرح کی نافرمانی جو کرتے تھے، اس کے انجام سے ڈرانے کیلئے اوپر کی آیتوں
 میں ان کو عاد۔ ثمود اور فرعون کی ہلاکت اور تباہی کا قصہ سنایا گیا تھا، اس کے بعد ان آیتوں میں قیامت کا ذکر فرمایا کہ نافرمان
 لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی نافرمان دنیا کے عذاب سے بچ بھی جائے، تو اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ بچ گیا۔ کیونکہ اصل
 سزا و جزا کی جگہ دنیا نہیں ہے، اصل سزا و جزا کے لئے دنیا کے ختم کے بعد قیامت کا دن ہے، جس میں یہ فیصلہ کیا جائے گا جس کا
 آگے ذکر ہے۔ زمین کا جو حال ان آیتوں میں ہے، وہ دوسرے صور کے وقت کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نئی زمین
 میں کوئی بلندی کی چیز نہ ہوگی۔ بلکہ پہاڑوں ٹیلوں اور عمارت ان سب بلندی کی چیزوں کو کوٹ کر پاش پاش کر دیا جائے گا،

جس سے کل زمین پست ہو جائے گی، اور اس سرے سے اس سرے تک ایک میدان نکل آئے گا۔ محشر کے طرح طرح کے انتظام کیلئے فرشتوں کے زمین پر اترنے کا ذکر اوپر کسی جگہ گذر چکا ہے، جس وقت تمام دنیا کے لوگ میدان محشر کی گرمی اور پسینے سے گھبرائیں گے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس شفاعت بارگاہ الہی میں پیش کرنے کی خواہش ان انبیاء کے پاس شفاعت بارگاہ الہی میں پیش کرنے کی خواہش ان انبیاء سے کریں گے، اور سب انبیاء اس شفاعت سے انکار کریں گے۔ آخر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس شفاعت کا اقرار اہل محشر سے کریں گے، اور اپنے اس اقرار کے موافق بارگاہ الہی میں شفاعت فرمائیں گے۔ یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ اس روز سب نفسی نفسی کہتے ہوں گے سوائے حضور پر نور حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کے، کہ حضور ﷺ یارب امتی امتی فرماتے ہوں گے۔ جہنم حضور سے عرض کرے گی کہ اے سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ! آپ کا میرا کیا واسطہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر حرام کیا ہے (جمل) میدان محشر میں دوزخ کے لائے جانے کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ اس وقت انسان اپنے کئے پر پچھتائے گا، لیکن اس وقت کا پچھتانا اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس وقت تو اسی قدر فیصلہ ہو جائے گا کہ جو لوگ عقبی کی باتوں پر یقین اور اطمینان رکھتے تھے، جس یقین اور اطمینان کے سبب سے انہوں نے جہاں تک ہو سکا اپنی عقبی سنواری۔ ان کو جنت، اور جوان کے خلاف تھے ان کو دوزخ کا حکم ہو جائے گا۔ پس جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین اور آرام ملتا ہے، ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ بحق جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا، اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی و خوشی اسکے مقام قرب کی طرف چل، اور اسکے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو، اس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ بعض اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کافی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں: اللهم انی اسئلك نفساً بل مطمئنة تنومن بلفانک و ترضی بلفانک و تنفع بعطانک

﴿ ایاتھا ۲۰ ﴾ ﴿ ۹۰ سورۃ البلد مکیہ ۳۵ ﴾ ﴿ رکوعھا ۱ ﴾

سورہ بلد مکہ میں نازل ہوئی، اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ بلد: اس سورت کو ولادت کے وقت لکھ کر باندھ دینے سے وہ بچہ موذی جانور کے کاٹنے سے محفوظ رہے گا۔ اور پیش کے لئے اس سورت کو لکھ کر باندھے تو فائدہ حاصل ہو۔ اگر کسی شہر میں داخل ہوتے وقت اس سورت کو پڑھ لے تو شہر کے لوگ اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے۔ اگر اس سورت کو لکھ کر پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو اسے صحت ہو۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۱ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۲ وَاللَّيْلِ وَمَا
وَلَدَ ۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۴ أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ
عَلَيْهِ أَحَدٌ ۵ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ۶

وقف لازم

مجھے ۱۔ اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم ۱ کہ (اے محبوب ﷺ!) تم اس شہر میں تشریف فرما ہو ۲ اور ۳ قسم
ہے جننے والے کی اور جو جنا گیا ہے (یعنی آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد) ۴ بیشک ۳ ہم نے انسان کو
مشقت میں رہتا پیدا کیا ۵ کیا ہے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا ۶ وہ کہتا ہے کہ میں
نے ڈھیروں مال (آنحضرت ﷺ کی عداوت میں) فنا کر دیا ۶

محبوب کریم ﷺ کے شہر مکہ کی قسم

۱۔ فرمایا اے محبوب ﷺ! یہ شہر قسم کھانے کے قابل ہو جب سے آپ اس شہر مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ کیونکہ آپ کی
عظمت کی وجہ سے یہ شہر معظم ہوا، شرف امکان بالمکین مشہور فقرہ ہے، یعنی مکان کو شرافت رہنے والے کی وجہ سے
ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے حضور ﷺ خداوند جل و علا حکم الحاکمین کے محبوب خاص ہوئے، اس لئے آپ کا شہر بھی اللہ کو
محبوب ہوا، اور اس کے قابل ہوا کہ اسکی قسم کھائی جائے (تفسیر حقانی)

۲۔ اور قسم ہے آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی، چونکہ آپ اولاد آدم علیہ السلام ہوئے، اس لئے اولاد آدم اور خود آدم علیہ
السلام کی عظمت ہوئی، محبوب کے تمام ہم جنس محبوب ہوتے ہیں (تفسیر حقانی)

۳۔ اب جس بات کو قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ انسان ایک محنت اور مشقت کی حالت میں ہمیشہ ہے۔ علماء نے لکھا
ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ماں کے پیٹ سے لے کر مرتے دم تک کوئی وقت انسان کا محنت اور سختی سے خالی نہیں ہے۔ بچہ
جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ماں کے سونے اور لیٹنے کے وقت ایک فرشتہ اس بچہ کا سراونچا کر دیتا ہے، تاکہ ماں کے لیٹنے
کے وقت ماں کے سارے جسم میں خون جو دوڑتا ہے، وہ خود بچہ کی ناک اور منہ میں بھر کر بچہ مرنہ جائے۔ پھر پیدا ہونے کے
وقت جو سختی ماں اور بچہ پر گذرتی ہے، وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اسی طرح پیدا ہونے کے بعد بچپن میں جوانی میں
بڑھاپے میں دکھ درد طرح طرح کا رنج و غم ہر ایک کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا

۴۔ شان نزول: تفسیر کلبی میں لکھا ہے کہ مشرکین مکہ میں ایک شخص ابو الاشد بڑا شہ زور تھا، اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ
اونٹ کی کھال پاؤں کے نیچے دبا لیتا تھا، دس دس آدمی اس کھال کو کھینچتے تھے، کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتی تھی مگر جتنا اس
کے پاؤں کے نیچے ہوتا ہرگز نہ نکل سکتا تھا۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ سے بڑی عداوت رکھتا تھا، اور حضور کی عداوت میں لوگوں

أَيُّحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۙ أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۙ وَ لِسَانًا وَ
شَفَتَيْنِ ۙ وَ هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۙ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۙ ۙ

کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے (خرچ کرتے) کسی نے نہیں دیکھا ۙ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں؟ ۙ اور زبان اور دونوں ہونٹ ۙ اور اسے ہم نے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی (یعنی جب وہ پیدا ہوا تو دودھ پینے کے لئے دونوں پستان کا راستہ بتا دیا) ۙ پھر بھی وہ ان نعمتوں کے شکر میں (گھائی میں نہ کودا) ۙ

کو رشوتیں دے دے کرتا کہ حضور ﷺ کو آزار پہنچائیں، اسی شخص کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پاسکے، اور اس سرکشی کی سزا دے سکے، اور حضور کی عداوت میں یوں ہی بے نیکی پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے، پھر اسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا مال خرچ کر چکا ہوں، کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتا ہے فرمایا: ”کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ اسے اللہ نے نہیں دیکھا، اور اللہ اس سے سوال نہیں کرے گا کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا، کس کام میں خرچ کیا۔“

جسم انسانی اللہ کریم کی قدرت کا شاہکار اور اس کا تقاضا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ذکر فرماتا ہے، تاکہ اس کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے۔ فرمایا: ”کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں۔ کہ ان سے دیکھے، اور زبان نہیں دی کہ اس سے بولتا ہے، اور اپنے دل کی بات بیان میں لاتا ہے۔ اور دو ہونٹ نہیں دیئے جن سے منہ کو بند کرتا ہے، اور جب چاہتا ہے کھولتا ہے اور بات کرنے اور کھانے اور پینے اور بھونکنے میں ان سے کام لیتا ہے۔ اور کیا ہم نے اس کو جب پیدا ہوا تو دودھ پینے کیلئے دونوں پستانوں کا راستہ نہیں بتا دیا، یعنی ہم نے یہ نعمتیں دیں مگر یہ ناشکری کرتا ہے۔“ اب آگے فرمایا کہ یہ کافر جو غرور کرتا ہے، قوت کا گھمنڈ رکھتا ہے تو کیا عقبہ یعنی گھائی سے یہ گذر گیا ہے، نہیں ہرگز نہیں گذرا۔ وہ عقبہ صراط ہے، جو دوزخ جنت کے درمیان میں رکھا ہوا ہے، جب اس سے گذارا ہو جائے تو آدمی کو فخر زیبا ہے۔ فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو وہ کیا عقبہ ہے، بڑا عقبہ ہے، دشوار گزار، اسکے پار اترنے کا علاج اور اسباب کا رخیہ ہیں۔ غلام کا آزاد کرنا، بھوک اور سختی کے دنوں میں قحط کے موسم میں یتیموں کو، بن باپوں کے بچوں کو اور خاص کر وہ یتیم جو قرابت دار ہوں ان کو کھانا کھلانا، اور مسکین جس کے پاس کچھ نہ ہو، اور پریشانی و حیرانی کے سبب خاک میں مل گیا ہو، اور قرض دار کی گردن قرض سے چھڑوانا، یہ موقع ہیں مال خرچ کرنے کے۔ پس جو آدمی ایسا ہوگا، اور پھر بعد اسکے ظاہر ظہور ان لوگوں سے ہوگا، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے قرآن پاک پر ایمان لائے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت، ادائے فرائض و ترک منہا ہی پر، اور فقیروں مسکینوں پر رحم کرنے کو کرتے ہیں۔ تو اسی صف کے لوگ بروز قیامت سیدھی طرف والے ہوں گے یعنی جنتی، ان کے سیدھے ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائیگا۔ یہ لوگ بڑے خوش نصیب میمون و مبارک ہیں۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیتوں کو نہیں مانتے کافر ہیں، وہ بائیں طرف والے ہیں دوزخی، ان کے لئے ہاتھوں میں

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُرَّاقِبَةٌ ۝۱۳ أَوْ اطَّعِمٌ فِي يَوْمٍ ذِي
 مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَتَّبِعًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَثْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ
 مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷
 أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْبَيْتَةِ ۝۱۸ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَيْتِهِمْ أَصْحَابُ
 النَّبْتَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۝۲۰

اور تم نے کیا جانا کہ گھائی کیا ہے؟ ۝۱۲ کسی بندے کی گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑانا ۝۱۳ یا
 بھوک کے دن میں ۝۱۴ کسی رشتہ دار یتیم کو ۝۱۵ یا خاکسار فقیر کو کھانا کھلانا (یہ سب باتیں کرے) ۝۱۶ پھر (سب
 سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے (ورنہ سب عمل بیکار ہیں) اور جو آپس میں صبر کی
 وصیتیں کرتے ہیں اور آپس میں مہربانی کرنے کی وصیتیں کرتے ہیں ۝۱۷ یہی لوگ (آخرت میں) ذاہنی طرف
 والے ہیں (یعنی خوش نصیب ہیں) ۝۱۸ اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف (یعنی بد بخت)
 ہیں ۝۱۹ ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی جاوے گی ۝۲۰

نامہ اعمال ہوں گے۔ یہ لوگ بڑے بدنصیب منحوس شامت زدہ ہیں۔ ان دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال کر سب دروازے بند کر
 دیئے جائیں گے کہ نکل نہ سکیں۔

﴿ ایتھا ۱۵ ﴾ ﴿ ۹۱ سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ۲۶ ﴾ ﴿ رُكُوعًا ۱ ﴾

سورہ شمس مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ شمس: جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو تو اجوائن اور کالی مرچ لیکر دونوں پر دو شنبہ کے روز چالیس مرتبہ
 یہ سورت پڑھے، اور ہر مرتبہ گیارہ بار درود شریف پڑھ کر شروع کرے اور گیارہ بار درود ہی پر ختم کرے۔ حمل کے دن سے
 دودھ چھڑانے تک ہر روز اس کو عورت کھایا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بچہ زندہ رہے گا۔ جو شخص کسی کام کو خواب میں دیکھنا چاہے تو

وَالشُّسِ وَصُحُهَا ① وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا ② وَالنَّهَارِ إِذَا
جَلَّهَا ③ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ④ وَالسَّيِّءِ وَمَا بَنَاهَا ⑤ وَ
الْأَرْضِ وَمَا طَحَّهَا ⑥ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ⑦ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا
وَتَقْوَاهَا ⑧ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ⑩

قسم ۱ ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی ① جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آئے ② اور دن کی
جب اس (سورج) کو چمکائے ③ اور رات کی جب اس (سورج) کو چھپائے ④ اور آسمان کی اور اس کے
بنانے والے کی قسم ⑤ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم ⑥ اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک
بنایا ⑦ پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری (دونوں باتوں) کی دل میں پہچان ڈالی ⑧ بیشک ۲ مراد کو پہنچا وہ
جس نے اپنے نفس کو (گناہوں سے) پاک کیا ⑨ اور بیشک نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا ⑩

رات کو سوتے وقت وضو کر کے پاک کپڑے پہنے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر رو بہ قبلہ سات باروا لشمس اور سات بارواللیل اور
سات باروالتین اور سات بارقل هو اللہ پڑھے اور خدا سے التجاء کرے کہ فلاں کام کا انجام مجھے معلوم ہو جائے پھر کسی سے نہ
بولے۔ اسی طرح سات روز تک کرے انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائے گا۔ (شاہ ولی اللہ)

۱ سورۃ والشمس میں چون کلمے اور دو سو ستالیس حروف ہیں، اس سورت میں حق تعالیٰ نے پہلے اپنی عجائبات مخلوقات کی قسم
کھائی ہے، جن میں اولاد آدم کے منافع بے شمار ہیں۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہماری ان مخلوقات میں غور کرو کہ
تمہاری ان مخلوقات میں غور کرو کہ تمہاری فائدے رسائی کیلئے ہم نے اپنی کتنی عظیم الشان مخلوق کو کام میں لگایا ہے۔ اس کے بعد
انسان کی برائی اور بھلائی بتلائی کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے۔

طریقہ فلاح و نجات کیا ہے؟

۲ اس میں کوئی شک نہیں کہ فراغ اور نجات اسی کے واسطے ہے جو نفس کو پاکیزہ بنائے، گناہوں کی نجاست سے پاک کرے، اور توبہ
صدق دل سے کر کے نیک کاموں میں مشغول ہو۔ یہ بات جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ کسی پیر قبیح شریعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر
مجاہدہ میں مشغول ہوتا ہے، بغیر اسکے نفس کا پاکیزہ رہنا بہت مشکل ہے۔ افسوس کہ اس زمانے میں لوگوں کو علم تصوف کا شوق نہیں رہا
بلکہ شوق بالکل جاتا ہی رہا۔ وہابیت اور نیچریت کے دریا ایسے موج زن ہو گئے کہ لوگوں کے دلوں سے تصوف کا شوق دھو دیا۔ اب
اتباع سنت اسی کا نام ہے کہ نفس کو بے قید رکھا جائے، اور اس پر دین داری کا وہ گھمنڈ ہے کہ تمام دنیا کو بے ایمان اور دوزخی سمجھتے ہیں

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوِيهَا ۝۱۱ إِذِ اتَّبَعَتْ أَشْقَاهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ
رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ
عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۝۱۵

-۱۹۱-

ثمود نے اپنی سرکشی سے (اپنے رسول صالح علیہ السلام کو) جھٹلایا ۝۱۱ جب کہ اس قوم میں کاسب سے زیادہ بد بخت اٹھ کھڑا ہوا ۝۱۲ تو ان لوگوں سے اللہ کے رسول (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ کی (اس) اونٹنی (کے) درپے ہونے سے اور اس کے پانی پینے کی باری سے بچو (تا کہ تم پر عذاب نہ آئے) ۝۱۳ پس انہوں نے رسول کو جھٹلایا، اس اونٹنی کو مار ڈالا، پس ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل فرما کر وہ بستی برابر (یعنی ہلاک) کر دی ۝۱۴ اور ان کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں ۝۱۵

اس لئے ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑے نقصان میں ہے جس نے اپنے نفس کو گناہ کیا، اور خاک آلودہ یعنی غبارِ خواہش اور حرص و ہوا کی نجاست سے نفس کو نہ دھویا، اور محبت الہی کے نور سے منور نہ کیا، ایسے لوگوں کا انجام ہلاکت ہے۔ (تفسیر حقانی)

خواہشاتِ نفسانی کی پیروی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی سے ہلاکت و بربادی

۱۔ دیکھو نفس کو سرکش بنانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی، اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت مخالفتِ پیغمبر پر آمادہ ہوا، حقیقت میں خواہشِ نفسانی کا اتباع کرتے کرتے مباحات سے تجاوز کر کے فسق پہ نوبت پہنچتی ہے، جب فسق حد سے زیادہ گزر جاتا ہے تو اس کی شامت سے طبیعتِ کفر کی طرف مائل ہو جاتی ہے، اور جس وقت نفس غالب ہو جاتا ہے تو کسی عمدہ سے عمدہ نصیحت کرنے والے کی نصیحت مفید نہیں ہوتی۔ دیکھو جب قوم ثمود نے سرکشی کی تو اللہ کے رسول نے ان کو سمجھایا، اور کہا یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس سے تعرض نہ کرو، اس کے پانی کے حصے کو چھوڑو۔ پس اس قوم نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی، اور ان کی ہدایت سے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے، اور اللہ کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر پیغمبر کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے گناہوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر قہر نازل کیا، اور خاک میں ملیا میٹ کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس قوم کے ہلاکت کے انجام کا کچھ خوف نہیں ہوا، کہ کیونکہ انجام کار سے وہ ڈرتا ہے جس کو یہ خوف ہو کہ مجھ پر کوئی حاکم ہے۔ اسکے سامنے مجھ کو جواب دہی کرنی پڑے گی، اللہ تعالیٰ پر کون حکومت کر سکتا ہے وہ خود حکم الحاکمین ہے۔

﴿ اساتھا ۲۱ ﴾ ﴿ ۹۲ سُوْرَةُ الْاَيْلِ مَكِّيَّةٌ ۹ ﴾ ﴿ مَكْوَعًا ۱ ﴾

سورہ لیل مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اکیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَ الْاَيْلِ اِذَا يَعْشٰی ۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۲ وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ
وَ الْاُنْثٰی ۳ اِنَّ سَعِیْكُمْ لَشَتٰی ۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰ وَاْتَقٰ ۵ وَ
صَدّٰقٍ بِالْحَسَنٰی ۶ فَسَيَسِّرُ الْاَلْبَسٰی ۷

قسم ہے اے رات کی جب چھائے ۱ اور دن کی جب روشن ہو جائے ۲ اور اس (معدا) کی جس نے نرو مادہ (ایک ہی پانی سے) بنائے ۳ بیشک تمہاری کوشش (یعنی اعمال) مختلف ہیں ۴ پس وہ جس نے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) دیا اور پرہیزگاری کی ۵ اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا ۶ تو بہت ہی جلد ہم اسے جنت کے لئے آسانی مہیا کر دیں گے ۷

خواص سورہ لیل: اگر مشکل کے وقت کوئی شخص اس سورت کو ایک سو اکیس بار پڑھے گا تو اس کی مشکلیں آسان ہو جائیں گی، اور اللہ کا فضل اس کے ساتھ رہے گا۔ اگر اس سورت کو لکھ کر مال و اسباب میں رکھیں تو مال چوری وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان

اے شان نزول: رؤساء مکہ میں سے دو شخص بڑے مالدار تھے: ایک تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک امیہ بن خلف لیکن دونوں کی حالت مختلف تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق مسلمان اور انبیاء کے بعد سب سے افضل، اور اپنا جان و مال راہ خدا میں لٹانے والے تھے۔ اور یہ کم بخت کافر انتہا درجہ کا بخیل اور گستاخ تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے غلام تھے، اور خفیہ ایمان لائے تھے۔ امیہ بن خلف کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو غلاموں کو حکم دیا کہ دن چڑھے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام جسم پر بول کے کانٹے چھو دیا کرو، اور جب بھوپ تیز ہو جائے تو اس کو دھوپ میں چت لٹا کر سر سے پیر تک گرم پتھر پاٹ دیا کرو کہ ہل نہ سکے۔ اور گردا گرد آگ سلگا دیا کرو، اور رات کو ایک تنگ تاریک کوٹھڑی میں بند کر کے باری باری تمام رات کوڑے مارا کرو۔ کئی دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مصیبت میں گرفتار رہے، لیکن اس حال میں کلمہ ایمان

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۙ ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۙ ۙ فَسَيُؤْتَىٰ ۙ ۙ
 لِلْعُسْرَىٰ ۙ ۙ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۙ ۙ إِنَّ عَلَيْنَا
 لَلْهُدَىٰ ۙ ۙ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۙ ۙ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا
 تَلَظَّىٰ ۙ ۙ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۙ ۙ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۙ ۙ وَ
 سَيَجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۙ ۙ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۙ ۙ

اور جس نے (اللہ کا حق ادا کرنے میں) بخل کیا اور (ثواب اور نعمت آخرت سے) بے پروا بنا ۙ اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا ۙ تو بہت جلد ہم اسے دشواری (یعنی جہنم) مہیا کر دیں گے ۙ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ ہلاکت میں پڑے گا ۙ بیشک اے ہدایت (کاراستہ) دکھانا ہمارے ذمہ ہے ۙ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں ۙ تو میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں جو بھڑک رہی ہے ۙ اس آگ میں نہ جائے گا مگر وہ جو بڑا بد بخت ہو ۙ جس نے (پیغمبر کو) جھٹلایا اور (ایمان سے) منہ پھیرا ۙ اور اس آگ سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار ۙ جو اپنا مال پاک نفس ہونے کے لئے (خالصاً اللہ) دیتا ہے ۙ

ان کی زبان پر جاری رہا۔ اتفاق سے ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرف گذر ہوا تو آپ یہ حال اور آہ وزاری سن کر بے تاب ہو گئے، آپ نے اُمیہ سے فرمایا: ”اے بد نصیب! ایک خدا پرست پر یہ سختیاں“۔ اس نے کہا: ”آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہو تو خرید لیجئے“۔ آپ نے گراں قیمت پر ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اس میں بیان فرمایا گیا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں، یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش اور اُمیہ کی اور، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضائے الہی کے طالب ہیں، اُمیہ حق کی دشمنی میں اندھا ہے۔

اے اس آیت میں فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں راستہ بتانا ہمارا ہی کام ہے، برائی کا ہو یا بھلائی کا سب دنیا کا انتظام ہماری ہاتھ میں ہے۔ اور آخرت کا اختیار بھی ہے، جب راستہ بتانا ہمارا کام ہے، اس لئے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈراتے ہیں، اور بتائے دیتے ہیں کہ اس آگ میں وہی شخص جائے گا جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتا ہے، اور تقویٰ اور دینداری سے منہ پھیرتا ہے۔ تقویٰ اہل شریعت کی اصطلاح میں یہ ہے کہ کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچتا رہے۔ اگر کبھی کوئی گناہ بھی ہو جائے تو سچی توبہ جھٹ پٹ کر لے۔ سچی توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس گناہ سے متنفر ہو جائے، اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پرہیز

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَآ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ
الْأَعْلَىٰ ۚ ۝۲۰ ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۚ ۝۲۱

اور اے کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝۲۰ مگر صرف اپنے پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے جو سب سے بڑا ہے ۝۲۱ اور بیشک وہ عنقریب خوش ہوگا (جس کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا) ۝

رکھے۔ آگے فرمایا کہ جب راستہ بتانا ہمارا ہی کام ہے اس لئے ہم اطلاع کرتے ہیں کہ اس آگ سے وہی بچایا جائے گا جو نہایت پرہیزگاری سے بسر کرے اور اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا رہے۔

۱۔ شان نزول: جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا، جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خرید اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر کا یہ فعل محض اللہ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ اور نہ ان پر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کر دیا۔

﴿ایاتھا ۱۱﴾ ﴿سُوْرَةُ الطُّصٰحٰی مَكِّيَّةٌ ۱۱﴾ ﴿مَرْكُوعًا ۱﴾

سورہ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالصُّحٰی ۙ ۝۱ ۙ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ ۝۲

قسم ہے اے وقت چاشت (یعنی دن چڑھتے وقت) کی ۝۱ اور رات کی جب پردہ ڈالے ۝۲

خواص سورہ ضحیٰ: اگر کوئی شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے۔ اگر کوئی چیز یا آدمی غائب ہو جائے اور اس کا پتہ نہیں لگتا ہو تو اس سورت کو دو ہزار مرتبہ پڑھے جہاں بھی ہو گا فوراً گھر آجائے گا یا اپنے ٹھکانے کی اطلاع دے گا۔

۱۔ شان نزول: ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نہ آئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے ان کا رب روٹھ گیا، اس پر والضحیٰ نازل ہوئی۔ سورہ ضحیٰ میں چالیس کلمے اور ایک سو بہتر حروف ہیں۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝۳ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝۴ وَ
 لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝۵ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝۶

(اے محبوب ﷺ) تمہیں تمہارے پروردگار نے جدا کیا اور نہ مکروہ جانا ۝ اور ۱۔ بیشک تمہارے لئے (بعد میں آنے والی ہر حالت) پہلی سے بہتر ہے ۝ اور ۲۔ بیشک عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں (دنیا و آخرت میں) اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے ۝ کیا سچ اللہ نے تمہیں یتیم نہ پایا، پھر تم کو (اپنی رحمت میں) جگہ دی ۝

۱۔ جس وقت کہ آفتاب بلند ہو، کیونکہ یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مشرف کیا، اور اسی وقت جاوگر سجدے میں گرے مسئلہ۔ چاشت کی نماز سنت ہے، اس کا وقت آفتاب کے بلند ہونے سے قبل زوال تک ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاشت کی نماز دو رکعتیں ہیں، یا چار ایک سلام کے ساتھ۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ الضحیٰ سے دن مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ چاشت اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف۔ اور شب کنایہ ہے آپ کے گیسوے عنبریں سے (روح البیان)۔

شان مصطفیٰ ﷺ میں ہر لمحہ اضافہ ہی اضافہ ہوتا رہے گا

۲۔ کیونکہ وہاں آپ کیلئے مقام محمود و حوض مورد و خیر موعود، اور تمام انبیاء و رسل پر تقدم اور آپ کی امت کا تمام امتوں پر گواہ ہونا، اور آپ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا، اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آتیں۔ اور مفسرین نے اس کے یہ معنی بھی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے احوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر و برتر ہیں، گویا کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا، اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا، اور ساعت بساعت آپ کے مراتب ترقیوں میں رہیں گے۔

شفاعت کا بیان

۳۔ یعنی جدا اور مکروہ جانا کیسا، ابھی تو آپ کا رب آپ کو دنیا و آخرت میں اس قدر دوستی اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ آپ پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ سے یہ وعدہ کریمہ ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمال نفس اور علوم اولین و آخرین اور ظہور امر اور اعلائے دین اور وہ فتوحات جو عہد مبارک میں ہوئیں، اور عہد صحابہ میں ہوئیں، اور عہد صحابہ میں ہوئی، اور تاقیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی، اور دعوت کا عام ہونا، اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا، اور آپ کی امت کا بہترین اُمم ہونا، اور آپ کے وہ کرامات و کمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے، اور آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت عامہ و خاصہ، اور مقام محمود و غیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

مسلم شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے دونوں دست مبارک اٹھا کر امت کے حق میں رو کر دعا فرمائی اور عرض

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ ط

اور اے اس نے تم کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی ۝ اور اس نے تم کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا ۝

کیا: اللہم اُمتی اُمتی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں جا کر دریافت کرو روئے کا کیا سبب ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے جبرئیل علیہ السلام نے حسب حکم حاضر ہو کر دریافت کیا۔ سید عالم ﷺ نے انہیں تمام حال سنایا، اور غم اُمت کا اظہار فرمایا، جبرئیل امین نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں باوجودیکہ وہ خوب جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے حبیب ﷺ سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے، اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں حضور راضی ہوں، اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگار ان اُمت بخش دیئے جائیں، تو آیت و احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت مقبول اور حسب مرضی مبارک گنہگار ان اُمت بخشے جائیں گے۔ سبحان اللہ! کیا رتبہ عالیہ ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کیلئے تمام مقررین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم ﷺ کو راضی کرنے کے لئے عطا عام کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو آپ کے ابتدائے حال سے آپ پر فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ ابھی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے حمل دو ماہ کا تھا کہ آپ کے والد صاحب نے مدینہ شریف میں وفات پائی، اور نہ کچھ مال چھوڑا نہ کوئی جگہ چھوڑی۔ آپ کی خدمت کے متکفل آپ کے دادا عبدالمطلب ہوئے۔ جب آپ کی عمر چار یا چھ سال کی ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بھی وفات پائی۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند ابوطالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تھے، آپ کی خدمت و نگرانی کی وصیت کی۔ ابوطالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے، یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یتیم بمعنی یتاؤ بے نظیر کے ہیں، جیسے کہ کہا جاتا ہے دُرہ یتیمہ۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عز و شرف میں یتاؤ بے نظیر پایا، اور آپ کو مقام قرب میں جگہ دی، اور اپنی حفاظت میں آپ کے دشمنوں کے اندر آپ کی پرورش فرمائی، اور آپ کو نبوت و اصفاء و رسالت کے ساتھ مشرف کیا۔ (خازن و جمل)

رفعت مصطفیٰ ﷺ

۲ جب حضور ﷺ جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسوم و رواہ سے سخت بیزار تھے، اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا، عشق الہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی، وصول الی اللہ اور ہدایت خلاق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا، اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل راستہ دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا، جس سے اس عرش و کرسی سے

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۙ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۙ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۙ

تو تم (اسکے شکر یہ میں لے) یتیم پر دباؤ نہ ڈالو ۙ اور سائل کو مت جھڑکو ۙ اور اپنے پروردگار کی نعمت کا چرچا کرو ۙ

زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار غاروں اور پہاڑوں میں جا کر رب کو یاد کرتے، اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے، اور علوم ماکان وما یکون عطا کئے۔ اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مسئلہ۔ انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں، نبوت سے قبل بھی نبوت کے بعد بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

۱۔ اس طرح کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے نکاح کر لیا، اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا، یہ تو ظاہری غنا تھی، باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں، آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر آپ کو یونہی درمیان میں جُدا کر دے گا استغفر اللہ! بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ تو نگری کثرت مال سے حاصل نہیں ہوتی حقیقی تو نگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔ جیسا کہ اہل جاہلیت کا طریقہ تھا کہ یتیموں کو دباتے، اور ان پر زیادتی کرتے تھے۔

سب سے اچھا گھر کون سا؟

حدیث شریف میں ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمانوں کے گھروں میں وہ بہت اچھا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہو، اور وہ بہت برا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ برابر تاؤ کیا جاتا ہے۔“

۲۔ ارشاد ہے کہ سائل سے تنگ دل نہ ہو، اور حاجت مندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے، بلکہ فراخ دلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ احادیث میں سائلین کے مقابلہ میں آپ کی وسعت اخلاق کے جو قصے منقول ہیں، وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔ صاحب ”روح المعانی“ لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے، ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑے ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے، اس وقت زجر جائز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سائل سے طالب علم مراد ہے اس کا اکرام کرنا چاہئے، اور جو اس کی حاجت ہو اس کا پورا کرنا اور اس کے ساتھ بد خلقی نہ کرنا چاہئے۔

میلا دالنبی ﷺ

سے نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائیں، اور وہ بھی جن کا حضور سے وعدہ فرمایا۔ نعمتوں کے ذکر کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کا بیان کرنا شکر گزاری ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے حق میں رسول کریم ﷺ کا اس عالم میں تشریف لانا نعمت عظمیٰ ہے۔ پس اس آیت کے حکم کے موافق اس نعمت کا بیان مسلمانوں کو ضرور چاہیے۔ اسی لئے علمائے لہبانی اور اولیاء اللہ نے مجلس مولود شریف کو مرتب کیا، تاکہ آپ کی تشریف آوری کا حال بیان کیا جائے، کیونکہ آپ کی

تشریف آوری ہمارے حق میں نعمت میں ہے، اور نعمت کا ذکر کرنا مامور بہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ کے ہر شخص کو اپنے رسول کریم ﷺ کی پیروی پر قائم رہنے کی توفیق دے، تاکہ حضور کی پیروی کے طفیل سے یہ دولت قیامت کے دن حاصل ہو، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے انکی اُمت کے حق میں کیا ہے۔ (تفسیر حقانی)

﴿ اساتفا ۸ ﴾ ﴿ ۹۲ سُوْرَةُ النَّاشُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۲ ﴾ ﴿ مَرْكُوعًا ۱ ﴾

سورہ انشراح مکہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۙ
الَّذِي ۙ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۙ

(اے محبوب ﷺ!) کیا ہم نے تمہارا سینہ (علم و حکمت کے لئے) کشادہ نہ کیا ۙ اور تم ۙ پر سے (تمہاری امت کے گناہوں کے غم کا) وہ بوجھ اتار لیا ۙ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی ۙ اور ۙ ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا (کہ اپنے نام کے ساتھ تمہارا نام رکھا) ۙ

خواص سورہ انشراح: اس سورت کو لکھ کر پانی سے دھو کر پینا پتھری کو ریزہ ریزہ کر کے نکال دیتا ہے اور درد مٹانے کو بھی مفید ہے۔ اس سورت کو پڑھ کر سینے پر دم کرنے سے ہر قسم کے دردوں کو آرام ہوتا ہے۔
۱۔ یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ اور وسیع کیا۔ ہدایت و معرفت اور موعظت و نبوت اور علم و حکمت کیلئے یہاں تک کہ عالم غیب و شہادت اس کی وسعت میں سما گئے۔ اور علائق جسمانیہ انوار روحانیہ کیلئے مانع نہ ہو سکے، اور علوم لدنیہ و حکم الہیہ و معارف ربانیہ و حقائق رحمانیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے، اور ظاہری شرح صدر بھی بار بار ہوا، ابتدائے نزول وحی کے وقت، اور شب معراج جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ اسکی شکل یہ تھی کہ جبرئیل امین نے سینہ پاک کو چاک کر کے قلب مبارک نکالا، اور زریں طشت میں آب زمزم سے غسل دیا، اور نور حکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ رکھ دیا۔
۲۔ اس بوجھ سے مزاد امت کے گناہوں کا غم ہے، جس میں قلب مبارک مشغول رہتا تھا، مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو مقبول شفاعت کر کے وہ غم دور کر دیا۔

ذکر مصطفیٰ ﷺ کی بلندی

۳۔ حدیث شریف میں سید عالم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی ہی ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے، میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے“۔ حضرت ابن عباس

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ
فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

سولہ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے ۝ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے ۝ تو جب تم کاروبار سے فارغ ہو جاؤ تو خدا کی عبادت میں محنت کرو ۝ اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرو ۝

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں، تو اگر کوئی اللہ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے، اور سید عالم ﷺ کی رسالت کی گواہی نہ دے، تو یہ سب بیکار، وہ کافر ہی رہے گا۔ قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا۔ ہر خطیب ہر تشہد پڑھنے والا اشہد ان لا اله الا اللہ کے ساتھ اشہد ان محمد رسول اللہ پکارتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا (تفسیر خزائن)

۱۔ یعنی جو شدت و سختی کہ آپ کفار کے مقابلہ میں برداشت کر رہے ہیں، اسکے ساتھ ہی آسانی ہے کہ ہم آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے۔

۲۔ پس جب آپ انتظام امت سے فارغ ہوں تو عبادت کیجئے، اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

﴿اباۃ ۸﴾ ﴿سورۃ التین مکیۃ ۲۸﴾ ﴿رکوعہا ۱﴾

سورہ تین مکہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ والتین: اس سورت کو پڑھ کر غلہ کی کوٹھی میں دم کرنے سے غلہ موذی جانوروں سے محفوظ رہے گا۔ اگر کوئی شخص مفلس ہو تو ہر روز صبح چالیس دفعہ اس سورت کو پڑھے تو افلاس دور ہو۔ اگر کوئی غائب ہو گیا ہو تو سورہ والتین کو دو ہزار مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ حاضر ہو جائے گا۔

وَالثَّيْنِ وَالزَّيْتُونَ ۝۱ وَ طُورِ سَيْنِينَ ۝۲ وَ هَذَا الْبَلَدِ
الْأَمِينِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝۴ ثُمَّ
رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝۵

قسم انجیر لہ اور زیتون کے درخت) کی ۱ اور ۲ قسم طور سینا (پہاڑ) کی ۲ اور قسم اس شہر امن والے
(یعنی مکہ معظمہ) ۳ بیشک ۴ ہم نے آدمی کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ۵ پھر ہم نے اس کو ہر نیچی سے نیچی
حالت (یعنی بڑھاپے) کی طرف پھیر دیا ۵

۱۔ انجیر نہایت عمدہ میوہ ہے جس میں فضلہ نہیں۔ سرلیج لہضم، کثیر النفع، بلین محلل، رافع ریگ، مفتوح سده جگر، بدن کافر بہ کرنے
والا، بلغم کو چھانٹنے والا۔ اور زیتون ایک مبارک درخت ہے، اس کا تیل روشنی کے کام میں بھی لایا جاتا ہے، اور سالن میں بھی
کھایا جاتا ہے۔ یہ وصف دنیا کے کسی تیل میں نہیں۔ اس کا درخت خشک پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے، جن میں دھنیت کا نام و
نشان نہیں، بغیر خدمت کے پرورش پاتا ہے۔ ہزاروں برس رہتا ہے ان چیزوں میں قدرت الہی کے آثار ظاہر ہیں۔

۲۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے مشرف فرمایا، اور سینا اس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ
واقع ہے۔ یا بمعنی خوش منظر کے ہے جہاں کثرت سے پھل دار درخت ہوں۔

۳۔ امن والا شہر مکہ معظمہ ہے، جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے
بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اول اسی شہر میں اتاری گئی۔

۴۔ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا، اور کیسی کچھ قوتیں، اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں،
دل ایک ایسی چیز عنایت ہوئی ہے کہ اگر اس کو صاف کر لیا جائے تو محبوب حقیقی کے جمال کا آئینہ بن جائے۔ آگے فرمایا کہ ہم
نے انسان کو ہر نیچی سے نیچی حالت یعنی بڑھاپے کی طرف پھیر دیا، جس سے بدن ضعیف، اعضا ناکارہ، عقل ناقص، پشت خم، بال
سفید ہو جاتے ہیں۔ جلد میں ٹھریاں پڑ جاتی ہیں، اپنی ضروریات انجام دینے میں مجبور ہوتا ہے، یا یہ معنی ہیں کہ جب اس سے
اچھی شکل و صورت کی شکر گزاری نہ کی، اور نافرمانی پر جمار ہا اور ایمان نہ لایا، تو جہنم کے اسفل ترین درجات کو ہم نے اس کا
ٹھکانہ کر دیا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے رہے ان کے واسطے بے حد ثواب ہے، جو کبھی کم یا ختم نہ
ہوگا، اور ان کو جنت ملے گی۔ پھر فرمایا اے کافر! ان قدر توں کو دیکھنے کے بعد قیامت کے فیصلہ کا کیوں انکار کرتا ہے، کیا
تیرے نزدیک اللہ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔ دنیا کے حاکم جب مقدمات فیصلہ کرتے ہیں اور دربار جماتے ہیں تو پھر وہ
ذات مقدس جس کے یہ حاکم بھی ادنیٰ غلام ہیں کیا مظلوموں کا انصاف نہ کرے گا۔ انصاف ضروری شے ہے، پس اسکی پیشی کا
دن بھی ضرور مقرر ہونا چاہئے۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ^ط
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۗ^ع

مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو ان کے لئے بے حد ثواب ہے ۖ پس (اے کافر تمام نصیحتوں کے بعد تجھے جزائے اعمال کے معاملہ میں) اب کیا چیز قیامت کے جھٹلانے کا باعث ہوتی ہے ۗ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے (ہاں کیوں نہیں) ۗ

ابنما ۱۹ ﴿۹۲﴾ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ ﴿۱﴾ رُكُوْعُهُمَا ۱

سورہ علق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۙ^ج

(اے محبوب! ﷺ تم اپنے رب کی برکت سے (قرآن) پڑھو (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھو)

خواص سورہ علق: جو شخص اس سورت کو لکھ کر سفر میں اپنے پاس رکھے وہ گھر آنے تک ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا اور جب کبھی کسی حاکم کے پاس جانے کا ارادہ ہو تو اس سورت کو تین بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تو حاکم اس پر مہربان ہوگا۔
۱۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی یہ پانچ آیتیں اِقْرَأْ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تَحَقُّرِ الْقُرْآنِ کی سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے اُتریں۔ حضور غارِ حرا میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے۔ اور حضور ﷺ کو کہا: اِقْرَأْ پڑھئے۔ آپ نے فرمایا: ما انا بقاریء جبرئیل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر بہت زور سے دبایا، پھر چھوڑ کر اِقْرَأْ کہا پھر آپ نے وہی جواب دیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، پھر جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے اِقْرَأْ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تَحَقُّرِ الْقُرْآنِ تک پڑھا۔

نزول وحی کا آغاز

قرأت کی ابتداء ادباً اللہ کے نام سے ہو۔ اس تقدیر پر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کی ابتداء بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ساتھ مستحب ہے، اور مسلمانوں کو یہ ہدایت ہے کہ جو کام کرو پہلے اللہ کا نام لے لیا کرو۔ یعنی بسم اللہ شریف کا ہر

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ ﴿٢﴾ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۙ ﴿٣﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ ﴿٤﴾

جس نے (تمام خلق کو) پیدا کیا ۱۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے ۲۔ پیدا کیا ۳۔ پڑھو ۴۔ اور تمہارا پروردگار سب سے بڑا کریم ہے ۵۔ کہ جس نے ۶۔ قلم سے لکھنا سکھایا ۷۔

کام میں ہر بات میں ورد رکھا کرو۔ بسم اللہ شریف کے بہت سے فضائل ہیں۔ اگر کھانے کا ہر نوالہ بسم اللہ کہنے کے بعد کھایا جائے تو وہ کھانا پیٹ میں جا کر تمام بدن کو منور کر دیتا ہے۔ بسم اللہ کا ختم اگر کسی مشکل کے واسطے پڑھا جائے، تو وہ مشکل آسان ہوتی ہے۔ اسکی ایک ترکیب یہ ہے کہ با وضو ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، اور بعد اسکے قرآن شریف کھول کر ہر سطر پر داہنے ہاتھ کی انگلی پھیرتا جائے اور بسم اللہ پوری پڑھتا جائے، اسی طرح اول سے آخر تک سارا قرآن ختم کر دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جس مراد کے واسطے کیا جائے گا وہ مراد حاصل ہو جائے گی، مگر اعتقاد شرط ہے کیونکہ اعتقاد بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

۱۔ یعنی انسان کو جسے ہوئے خون سے پیدا کیا، خون شریعت میں بھی نجس ہے اور حکمت کی رو سے بھی ذلیل۔ ایسی ذلیل چیز سے اشرف المخلوقات کو بنا دیا ہے، اور شرافت کا جو ہر اس میں بھر دیا، پھر اللہ سے بڑھ کر قدرت والا کون ہو سکتا ہے، اور کس کے نام میں اس سے زیادہ برکت ہو سکتی ہے۔ یہاں اس بات کی انسان کو تعلیم ہے کہ اللہ کی قدرتوں پر نظر کیا کرو، اور اس کے کمالات کا نقشہ دل میں جمایا کرو، تاکہ اس کی عبادت کی طرف دل متوجہ ہو اور شرک کفر سے ہمیشہ نفرت رہے۔

۲۔ دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کیلئے ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قرأت کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور امت کی تعلیم کیلئے پڑھے۔ ۳۔ اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی، اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں۔ کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں۔ گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں، اور ان کے احوال، اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔ کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔

۴۔ آدمی سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور جو انہیں سکھایا اس سے مراد علم الاسماء۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آدمی سے مراد یہاں سید عالم ﷺ ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے۔ (معالم و خازن)

۵۔ یعنی انسان کی اصل تو اتنی ہے کہ جسے ہوئے خون سے بنا اور وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا۔ دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا ہی نہیں۔ یہ آیتیں ابو جہل کے حق میں نازل ہوئیں۔ اس کو کچھ مال ہاتھ آ گیا تھا، اس نے لباس اور سواری اور کھانے پینے میں تکلفات شروع کئے، اور اس کا غرور و تکبر بہت بڑھ گیا تھا۔ فرمایا کہ انسان کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اول بھی اس نے پیدا کیا، اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت اس تکبر اور سرکشی کی حقیقت کھل جائے گی۔

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا ۝ أَنْ شَرَاهُ
 اسْتَعْتَبَ ۝ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۝ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝
 عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَىٰ الْهُدَىٰ ۝

آدمی ۱ کو وہ سکھایا جو نہ جانتا تھا ۲ ہاں ہاں ۳ بیشک آدمی حد سے گزرتا ہے ۴ جبکہ اپنے آپ کو مالدار سمجھتا ہے ۵ بیشک تمہارے پروردگار کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ۶ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے ۷ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ۸ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا ۹

حضور ﷺ کا دشمن ضرور ہلاک ہوتا ہے

۱۔ شان نزول: یہ آیت بھی ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی، اس نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا، اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر میں انہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (معاذ اللہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا، اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ پھر وہ اسی ارادہ فاسد سے حضور کے نماز پڑھتے میں آیا، اور حضور کے قریب پہنچ کر اٹے پاؤں پیچھے بھاگا۔ ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کیلئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ چہرہ کارنگ اڑ گیا اعضاء کا پنے لگے۔ لوگوں نے کہا: ”کیا حال ہے“۔ کہنے لگا: ”میرے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے، اور دہشت ناک پرند بازو پھیلانے ہوئے ہیں“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا عضو عضو جدا کر ڈالتے“۔

۲۔ شان نزول: جب ابو جہل نے آنحضرت ﷺ کو نماز سے منع کیا تو حضور نے اسکو سختی سے جھڑک دیا، اس پر اس نے کہا کہ ”آپ مجھے جھڑکتے ہیں، خدا کی قسم: میں آپ کے مقابل نو جوان سواروں اور پیادوں سے اس جنگل کو بھر دوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ بڑے جتھے اور مجلس والا کوئی نہیں ہے“۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ”اب وہ اپنی مجلس والے ساتھیوں کو بلائے، ہم بھی اس کی گوشمالی کیلئے اپنے سپاہی بلاتے ہیں، دیکھیں کون غالب رہتا ہے“۔ چند روز بعد بدر کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اسے کس طرح گھسیٹ کر قلب بدر میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے، جب دوزخ کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔

۳۔ یعنی آپ اس کی ہرگز پرواہ نہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے، جہاں چاہو شوق سے اسکی عبادت کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى ۝۱۲ ۝ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝۱۳ ۝ أَلَمْ يَعْلَمْ
بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ۝۱۴ ۝ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ ۝۱۵ ۝ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝۱۶
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝۱۷ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝۱۸ ۝ سَدُّعُ الزَّبَانِيَةِ ۝۱۹ ۝
كَلَّا ۝ لَا تَطْعُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝۱۹ ۝

یا پرہیزگاری کا حکم کرتا تو کیا خوب تھا ۝۱۲ بھلا دیکھو تو اگر اس نے (نبی کریم ﷺ کو) جھٹلایا اور (ایمان لانے سے) منہ موڑ لیا تو کیا حال ہوگا ۝۱۳ کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ (اس کے فعل کو) دیکھ رہا ہے ۝۱۴ ہاں ہاں اگر وہ (آنحضرت ﷺ کی ایذا اور آپ کی تکذیب سے) باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر (جہنم کی طرف) کھینچیں گے ۝۱۵ کیسی پیشانی جھوٹی خطا کار ۝۱۶ پس چاہئے کہ اب اپنی مجلس کے لوگوں کو (اپنی مدد کے لئے) پکارے ۝۱۷ ہم بھی پیادوں کو بلاتے ہیں یعنی عذاب کرنے والے فرشتوں کو ۝۱۸ نہیں نہیں تم اس کی نہ سنو اور نماز پڑھو اور ہم سے قریب ہو جاؤ ۝۱۹

ایاتھا ۵ ﴿۹۷﴾ سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ ۲۵ ﴿۹۷﴾ رُكُوْعُهُمَا ۱ ﴿۹۷﴾

سورہ قدر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ قدر: جو شخص وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے ایک بار اس سورت کو پڑھ لے گا اس کی بینائی میں کبھی کمی نہ ہوگی۔ جو کوئی اس سورت کو صبح و شام تین تین بار پڑھے تو سب دوست و آشنا اس کی عزت کریں گے۔ اگر کسی چینی کے برتن پر اس سورت کو لکھ کر اور اسے گلاب کے عرق سے دھو کر مریض کو پلا دیں تو مریض شفا پائے گا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝
 لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنزِيلُ الْمَلِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا
 بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۝ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ ۝ هِيَ حَتَّىٰ مَطَلَعِ الْفَجْرِ ۝

بیشک ۱۔ ہم نے قرآن کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف) شب قدر میں اتارا ۲۔ اور ۳۔ تم نے کیا جانا کہ شب قدر (کا) کیا (رتبہ) ہے؟ ۴۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی اس رات نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے) ۵۔ اس رات فرشتے اور جبریل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام (سال بھر کے انجام دینے کیلئے) زمین کی طرف اترتے ہیں ۶۔ وہ رات (بلاؤں اور آفتوں سے) صبح طلوع ہونے تک سلامتی کی ہے ۷۔

شب قدر کے فضائل

۱۔ شب قدر شرف و برکت والی رات ہے، اسکو شب قدر اسلئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں، اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اسکو شب قدر کہتے ہیں، اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمال صالحہ مقبول ہوتے ہیں، اور بارگاہ الہی میں انکی قدر کی جاتی ہے، اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ احادیث اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی، اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ شب میں کثرت سے استغفار کرے، اور رات عبادت میں گزارے۔ سال بھر میں شب قدر ایک مرتبہ آتی ہے، اور روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرہ میں ہوتی ہے، اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے۔ یہی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔ اس رات کے فضائل عظیمہ اگلی آیتوں میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔

۲۔ جو شب قدر سے خالی ہوں۔ اس ایک رات میں نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمم گذشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا، جو تمام رات عبادت کرتا تھا۔ اور کافروں کے ساتھ جہاد میں مصروف رہتا تھا، اس طرح اس نے ہزار مہینے گزارے تھے۔ مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی، اور یہ آیت نازل کی۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (اخرجہ ابن جریر طریقہ مجاہد)۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب پر کرم ہے کہ آپ کے اُمتی شب قدر کی ایک رات عبادت کریں، تو ان کا ثواب پچھلی اُمت کے ہزار ماہ کی عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ اب آگے فرمایا کہ شب قدر ایسی معظمہ رات ہے کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ اور ارواحیں دنیا میں

آتے ہیں۔ برکات نازل کرتے ہیں، اور جو بندہ کھڑا یا بیٹھا یا دلہی میں مشغول ہوتا ہے اس کو سلام کرتے ہیں، اور اس کے حق میں دعاء و استغفار کرتے ہیں، اور اس رات کی برکت اور سلامتی طلوع صبح صادق تک ہے۔

﴿ ایتھا ۸ ﴾ ﴿ ۹۸ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَلِيَّةٌ ۱۰۰ ﴾ ﴿ رُكُوْعَهَا ۱ ﴾

سورہ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ
مُنْفَكِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۱ رَسُوْلٌ مِّنْ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا
مُّطَهَّرَةً ۲ فِیْهَا كُتِبَ قِیْسَةٌ ۳

اہل کتاب ۱ (یعنی یہود و نصاریٰ) اور مشرک (یعنی بت پرست) اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے ۱ وہ کون اللہ کے رسول (محمد ﷺ) جو پاکیزہ ورقوں کو (یعنی قرآن کی سورتیں) پڑھتے ہیں ۲ ان میں سچ اور صحیح احکام ہیں ۳

خواص سورہ بینہ: اس سورت کو اکیس بار صبح کے وقت مرض کے دور کرنے کے لئے پڑھ کر دم کرنا اور لکھ کر باندھنا نہایت مفید ہے اور یرقان اور روم والے کے لئے اس سورت کو لکھ کر اس کو پانی میں گھول کر پلانا مفید ہے۔ اگر کوئی شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے گناہوں کی بخشش ہوگی۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر

اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے، اور کوئی کتاب ساوی ان کے ہاتھ میں نہ تھی، اور آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام یہی کہتے تھے کہ ہم اپنا دین چھوڑنے والے نہیں، جب تک کہ وہ نبی موعود تشریف فرما نہ ہوں۔ یعنی سید عالم ﷺ جلوہ افروز ہوں جن کا ذکر تورات و انجیل میں ہے۔ چنانچہ وہ رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ حق وعدل کی کتاب یعنی قرآن مجید پڑھتے ہوئے جلوہ افروز ہوئے۔ آگے فرمایا کہ یہ اہل کتاب اب جو متفرق ہو رہے ہیں، کہ کوئی ان میں سے

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ
الْبَيِّنَةُ ۗ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ
حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۗ

اور اہل کتاب میں پھوٹ نہ پڑی مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل (یعنی محمد ﷺ) ان کے پاس تشریف لائے ۗ اور ان لوگوں کو تو (توریت و انجیل میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں (خالص اسی کے عبادت گزار ہو کر) ابراہیمی دین پر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ صحیح دین کے احکام ہیں ۗ

اسلام لے آیا، اور کوئی بدستور حالت کفر پر اڑا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان کو نبی آخر الزماں کے سچے ہونے یا قرآن کے کتاب آسمانی ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے، کیونکہ جو احکام قرآن میں ہیں، وہی احکام ان کی کتابوں میں ہیں۔ اور یہ سید عالم ﷺ کے وسیلہ سے لڑائیوں میں فتح کی دعائیں مانگتے تھے اب سید عالم ﷺ کے آنے کے بعد فقط اس حسد سے یہ لوگ اسلام کے منکر ہیں کہ سید عالم ﷺ کے زیر حکم ہو جانے سے ان کی ہمیشہ کی ریاست، اور حکومت میں بٹا لگ جائے گا، دنیا کی ان باتوں کے خیال سے انہوں نے اپنے دین کو جو برباد کیا ہے، یہ حالت ان کی خدا کی لعنت کے قابل ہے۔ اب آگے فرمایا کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو سن لیں کہ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کی راہ پر جم گئے ہیں، وہ ضرور دوزخ کی آگ میں داخل ہوں گے، وہاں سے کبھی نکالے نہ جائیں گے۔ یہی لوگ بدترین مخلوقات ہیں کہ حق کو پہچان کر مخالفت کرتے ہیں، کسی شبہ کی وجہ سے انکار نہیں۔ کیونکہ جو شخص ضد نہیں رکھتا وہ ضرور تحقیق کا شائق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حق کے طالب کو تحقیقات میں جان کا ہی ضرور چاہئے۔ اور جو جان لڑا کر حق کی تلاش کرتا ہے، اس کو ضرور اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حق بتا دیتا ہے۔

محنت کا پھل ضرور ملتا ہے

آنحضرت فرماتے ہیں کہ جس نے کوشش کی اس نے مقصد پایا۔ اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو ہماری راہ میں کوشش کرے گا، ہم اسے اپنی راہیں بتائیں گے۔ اور حق کے مل جانے کے طریقے سوچھائیں گے، مگر خرابی تو یہ ہے کہ جہان میں ضد بازی کا بازار گرم ہے۔ جس طرح نصاریٰ اور یہود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اور آج تک تحقیق سے لاغرض ہیں، اور بلا تحقیق کے ضد کرتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کے کجرو فرقتے اہل سنت والجماعت سے فقط ضد کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں۔ اگر تحقیق میں جان لڑائیں تو انہیں صاف معلوم ہو جائے کہ یہی مذہب ہے، جس کو خدا نے دنیا پر اتارا، اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو سکھایا، جو اس طریق سے پھرے گا ضرور بالضرور وہ دوزخ میں گرے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ
 خَالِدِينَ فِيهَا ۗ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۗ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
 عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۗ جَزَاءُ وَّهُمْ عِنْدَ
 رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ
 رَاضٍ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَاضُوا عَنْهُ ۗ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۗ

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے، سب دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ تمام مخلوق میں بدتر ہیں ۱ بے شک ۱ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے، یہی لوگ تمام مخلوق میں بہتر ہیں ۲ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (جنت میں) بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ وعدہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے ۳

۱ اللہ تعالیٰ اس مقام پر فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، صرف وہ بہترین مخلوقات ہیں، اور ایسے لوگوں کی جزا اللہ کے پاس یہ موجود ہے کہ ان کو ایسے باغ مرحمت ہوں گے کہ جن کی بہار کے لئے کوئی فنا نہیں، اور ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ہمارے خاص بندے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ عیش کریں گے، اور اللہ ان سے خوش ہووے گا اور وہ اللہ سے خوش ہوویں گے۔ حقیقت میں دنیا اور آخرت میں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ بندہ کو یہ بات حاصل ہو جائے کہ ہر حال میں اللہ سے خوش رہے، اور ایسے کام کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش رہے۔ آخر پھر فرمایا کہ جن لوگوں کے دل میں خدا کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے، اصلاح پر وہی لوگ آئیں گے اور جو قیامت کے دن سے نڈر، یا اس سے منکر ہیں اس دن انکی مٹی خراب ہے۔

﴿ ایتھا ۸ ﴾ ﴿ ۹۹ سُوْرَةُ الزَّلْزَلَةِ مَكِّيَّةٌ ۹۳ ﴾ ﴿ رُكُوْعُهَا ۱ ﴾

سورة الزلزال مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۲
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۴

جبکہ ۱ زمین تھر تھرا دی جائے جیسا اس کا تھر تھرا نا ٹھہرا ہے ۱ اور ۲ زمین اپنے بوجھ (یعنی خزانے اور مردے جو اس میں دفن ہیں) باہر پھینک دے ۲ اور ۳ انسان کہے کہ زمین کو کیا ہو گیا ۳ اس ۴ دن زمین اپنی خبریں بتائے گی (اور جو نیکی بدی اس پر کی گئی سب بیان کرے گی) ۴

خواص سورہ الزلزال: دشمن کے دفع کرنے کے لئے چار ہزار دفعہ اس سورت کو پڑھے تو تمام دشمن غارت ہوں گے۔ اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس سورت کو ستر بار پڑھنے سے اس کی تمام مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ اگر اس سورت کو لکھ کر لقوہ والا تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھے تو اس کا مرض دور ہو۔ اور دیگر امراض کے لئے اس سورت کو لکھ کر پانی میں گھولے اور اس پانی سے دن میں تین مرتبہ منہ دھوئے تو جملہ امراض سے صحت پائے گا۔

قیامت کی نشانیاں

۱ یعنی اللہ تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا، جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہے گا۔ سب نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے، تاکہ میدان حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے، اور یہ معاملہ قیامت میں نفع ثانی کے وقت ہوگا۔

۲ یعنی اس وقت زمین جو کچھ اسکے پیٹ میں ہے مثلاً مردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اگل ڈالے گی، لیکن مال کو کوئی لینے والا نہ ہوگا، سب دیکھ لیں گے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔

۳ یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا ان کی رو میں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہیں گی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا، جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔

۴ یعنی بنی آدم نے جو بڑے بھلے کام زمین کے اوپر کئے تھے، سب ظاہر کر دے گی مثلاً کہے گی فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۗ يَوْمَئِذٍ يُصْدِرُ النَّاسَ أَشْتَاتًا ۗ لِيُرَوْا
 أَعْمَالَهُمْ ۗ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ ۝۶
 وَيَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ ۝۷

اس لئے کہ تمہارے پروردگار نے اسے حکم بھیجا ۝۶ اس لئے دن لوگ اپنے پروردگار کی طرف مختلف راہ ہو کر لوٹیں گے (یعنی کوئی داہنی طرف سے جنت کی طرف جائے گا کوئی بائیں جانب سے دوزخ کی طرف)۔ تاکہ ان کو بدلے کے لئے ان کے اعمال دکھائے جائیں ۝۷ پس جس نے (دنیا میں) ایک ذرہ برابر نیک عمل کیا ہو گا وہ اس کو (وہاں) دیکھ لے گا ۝۷ اور جس نے ایک ذرہ برابر عمل کیا ہو گا وہ اس کو دیکھ لے گا ۝۷

تھی، فلاں نے چوری کی تھی، فلاں نے خون ناحق کیا تھا وغیرہ ذلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں، زمین میں ان سب کا ریکارڈ موجود ہے۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائیں گے۔
 ۱۔ یعنی اس روز آدمی اپنی قبروں سے میدان حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ ایک گروہ شرایوں کا ہو گا، ایک زانیوں کا، ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا، ایک کافروں کا، پھر حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی، اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی۔
 ۲۔ یعنی میدان حشر میں ان کے عمل دکھلا دیئے جائیں گے، تاکہ بدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو۔
 ۳۔ یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ، وہ عمل بھلا ہو یا برا، اس کے سامنے ہوگا، اور اللہ تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائے گا، وہ بھی آنکھوں سے نظر آ جائے گا۔

﴿ ایاتھا ۱۱ ﴾ ﴿ ۱۰۰ سورۃ العنکبوت مکیہ ۱۲ ﴾ ﴿ مرکوعھا ۱ ﴾

سورۃ عادیات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْعُدَیِّتِ صُبْحًا ۱۱ فَالْمُؤَرَّیِّتِ قَدْحًا ۱۲ فَالْمُبَغِیِّتِ صُبْحًا ۱۳
فَأَثَرُنَ بِهٖ نَقْعًا ۱۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَبْعًا ۱۵ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهٖ
لَكَنُودٌ ۱۶ وَإِنَّهٗ عَلَىٰ ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۱۷

قسم ۱ (غازیوں کے) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی، جو ہانپ ہانپ جاتے ہیں ۱ پھر پتھروں پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے جاتے ہیں ۲ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے (یعنی دشمنوں پر چھاپا جاتا ہے) ہیں ۳ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں ۴ پھر اس وقت (دشمنوں کے) بیچ لشکر میں جا گھتے ہیں ۵ بیشک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے ۶ اور بیشک اپنی ناشکری پر خود گواہ ہے ۷

خواص سورہ عادیات: اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا زیادہ معاش اور امن خوف کے لئے بہتر ہے۔ اگر کسی شخص کی آنکھ میں زخم ہو تو اس سورت کو پڑھ کر دم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ آنکھ کے زخم کو آرام ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص قرضدار ہو تو اس سورت کو ہر روز تین مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ اس کا قرضہ ادا ہو جائے گا۔

جہاد کی اہمیت و فضیلت

۱۔ اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے کیلئے جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر مخالف لوگوں پر حملہ کرتے ہیں، انکے گھوڑوں کے دوڑنے اور دوڑنے میں ہانپنے اور پتھر پر دوڑتے وقت ان کے نعلوں میں سے آگ کے شعلے جھڑنے اور صبح کے وقت حملہ کرنے اور حملہ کے وقت گرد و غبار اٹھنے، اور اس گرد و غبار میں سواروں کے دشمنوں میں گھس جانے کی (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہیں، اور یہ جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار و شکر گزار بندے ایسے ہوتے ہیں) ان سب باتوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ انسان بڑا ناشکر ہے۔ کیونکہ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا، وہ پرلے درجے کا ناشکر اور نالائق ہے۔ بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے، کہ جو لوگ

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝۸ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝۹
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝۱۰ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝۱۱

اور بیشک آدمی مال کی محبت میں البتہ بہت سخت ہے (کہ خرچ کرنے میں بخیلی کرتا ہے) ۝۹ تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جب (مردے) اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں ۝۱۰ اور جو کچھ (کفر و ایمان) دلوں میں ہے وہ ظاہر کیا جائے گا ۝۱۰ بیشک پروردگار ان کا ان کے احوال سے اس دن البتہ خبردار ہے (جیسا کہ ہمیشہ ہے) ۝۱۱

مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے، اور اس کی بے شمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اسکے باوجود اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تئکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے۔ وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے، جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا ٹاپیں مارتا، اور غبار اٹھاتا ہوا گھسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں تلواروں سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا، بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کیلئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے، جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکر ہے کہ ایک گھوڑے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔ آگے فرمایا کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکر ہے۔ آگے فرمایا کہ دین کی باتوں سے یہ انسان اس لئے غافل ہے کہ حرص و طمع اور بخل و امساک نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا۔ نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے کہ ایک دن خود یہ دنیا سے چل بے گا، اور اس کا سمیٹا ہوا سب مال یہیں دنیا میں پڑا رہ جائے گا۔ آگے فرمایا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے، اور دلوں میں جو کفر و ایمان ہے، اور جو باتیں چھپی ہوئی ہیں، سب کھول کر رکھ دی جائیں گی، اس وقت یہ مال کہاں تک کام دے گا، اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ کافر بے حیا اس بات کو بھی سمجھ ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ آگے فرمایا کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے، لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا، اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہے گی۔

﴿ ابیاتھا ۱۱ ﴾ ﴿ ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰ ﴾ ﴿ رُكُوْعُهَا ۱ ﴾

سورة القارعة مکہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۳
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ
كَالْعِهْنِ السَّنْفُوشِ ۵ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۶ فَهُوَ فِي
عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۷ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۸ فَأُمُّهُ
هَٰوِيَةٌ ۹ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ ۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۱۱

قیامت ۱ کیا ہے ۱ وہ قیامت ۲ اور کس چیز سے تجھے مطلع کیا کہ وہ قیامت کیا ہے ۳ (وہ ایک ایسا وقت ہے) جس دن آدمی ایسے (پریشان) ہوں گے جیسے پراگندہ (وپریشان) پروانے ۴ اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے ۵ پس جس کی نیکیوں کے پلے بھاری ہوئے ۶ وہ شخص دل پسند (یعنی جنت) میں ہوگا ۷ اور جس کی نیکیوں کے پلے ہلکے ہوئے (بسبب اس کے کہ وہ باطل کا اتباع کرتا تھا) ۸ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے ۹ اور تو کیا جانے وہ ہاویہ کیا ہے؟ ۱۰ وہ دہکتی ہوئی آگ (یعنی دوزخ) ہے ۱۱

خواص سورة القارعة: اس سورت کو بکثرت پڑھنا روزی کو ترقی دیتا ہے۔ اس سورت کو دوا کے دنوں میں ایک سو ایک بار پڑھے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

حالات قیامت

۱۔ وہ قیامت جس کے ہول و ہیبت سے دل دہلیں گے، اور جہان کوزیروز بر کر دے گی، اس کی کیفیت کیا ہے، اور تمہیں کیا خبر ہے کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کا پہچانا اسباب کے پہچاننے پر موقوف ہے، اور اسباب قیامت کسی بشر کو معلوم نہیں۔ پھر اس کی حقیقت آدمی کیونکر سمجھے۔ اس کی بعض تاثیرات سن لو کہ جب وہ حادثہ واقع ہوگا، اس روز آدمی ایسے پریشان پھیریں گے کہ جیسے پروانے چاروں طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی کدھر جاتا ہے کوئی کدھر، اور پہاڑ اس طرح سے اڑیں گے جیسے

دھنیا اون یا روئی کوئی دھنک کر ایک صلیک پھاہا کر کے اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پس قیامت میں جس شخص کی نیکی کا پلہ بھاری ہوگا وہ عیش پسندیدہ حاصل کرے گا، اور جس کی نیکی کا پلہ اہلکا ہوگا اور بدی کا بھاری۔ پس اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے، اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا ہے، یعنی جو عذاب اس طبقہ میں ہے کچھ آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی، جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی ایک کم ستر حصے دنیا کی آگ سے بڑھ کر ہے، اور تین ہزار برس تک دوزخ کی آگ دہکائی گئی ہے، اسی واسطے یہاں دوزخی آگ کو فقط آگ نہیں فرمایا دہکتی آگ فرمایا ہے۔

﴿ ابانھا ۸ ﴾ ﴿ ۱۰۲ سُوْرَةُ التَّكْوِيْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۲ ﴾ ﴿ رُكُوْعُهَا ۱ ﴾

سورہ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلْهُكْمُ التَّكْوِيْنُ ۱ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۲

(اے لوگو!) تمہیں مال کی زیادہ طلبی نے تم کو (آخرت سے) غافل رکھا ۱ یہاں تک کہ تم گورستان میں پہنچے ۲

خواص سورہ تکاثر: اگر کوئی شخص اس سورت کو بکثرت پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت ہو۔ اس سورت کو بعد نماز عصر پڑھ کر دوسرا اور درد شقیقہ پر دم کرنا مفید ہے۔ جو شخص ہر روز اس سورت کو پڑھے تو دین و دنیا کے کام اس پر سے آسان ہو جائیں گے۔ اگر اس سورت کو لکھ کر مال میں رکھے تو مال میں برکت رہے گی۔

صبر اور نیک کام پر قائم رہنے کا ذکر

۱۔ صحت بدن وقت پر غذا کا ملنا، ٹھنڈے پانی کا ملنا، اس طرح سب چیزیں جن پر آدمی کی زندگی کا مدار ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں، اور اطاعت الہی سے غافل ہیں، اور رات دن زیادتی مال اور اولاد حرص و ہوس میں ان لوگوں کی زندگی کٹتی ہے، اس ساری سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ آدمی کے پیچھے موت ایسے لگی ہوئی ہے کہ مرتے دم تک بھی آدمی مال اور اولاد کی ہوس میں لگا رہے، تو بھی دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب چھوڑ جانے کی چیزیں ہیں۔ جو لوگ ان چھوڑ جانے کی چیزوں میں اس طرح مصروف رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری سے غفلت کریں گے، قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کام میں لانے کی جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مردے کے ساتھ تین ہوتے ہیں دو

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ
 عِلْمَ الْيَقِينِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ
 الْيَقِينِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝۸

ہاں ۱۔ ہاں جلد جان لو گے (یعنی نزع کے وقت) ۲۔ پھر کہتے ہیں ہم ہاں ہاں جلد جان لو گے (یعنی قبروں میں) ۳۔ ہاں ۴۔ ہاں اگر تم حقیقت کار کو علم یقین سے جانتے تو (مال کی محبت نہ رکھتے اور آخرت سے غافل نہ ہوتے) ۵۔ بیشک تم لوگ (مرنے کے بعد) ضرور دوزخ کو دیکھو گے ۶۔ پھر ۷۔ بیشک ضرور اس دوزخ کو یقینی دیکھنا دیکھو گے ۸۔ پھر بیشک اس دن تم سے (شکر) نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی ۹۔

لوٹ آتے ہیں: ۱۔ ایک اس کے ساتھ رہ جاتا ہے یعنی ایک مال ۲۔ دوسرا اس کے اہل و اقارب ۳۔ اور ایک اس کا عمل۔ عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے، باقی دونوں واپس ہو جاتے ہیں (بخاری) ۴۔ یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے، عنقریب تم جان لو گے کہ زائل فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی۔ پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے، یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم کو بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے۔ اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے، لیکن قبر میں پہنچ کر اور اسکے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔ ۵۔ یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔ ۶۔ یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا، اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آ جائے گا، پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین یقین حاصل ہو جائے گا۔

یاد الہی سے غفلت اللہ کی رحمت سے محرومی کا باعث

۷۔ یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ اب بتلاؤ دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو دیدار الہی اور حساب و کتاب کی ایک بہت بڑی حدیث ہے، اور اس صحیح حدیث کا ایک ٹکڑا گویا اس سورۃ کی تفسیر ہے۔ حاصل اس ٹکڑے کا یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں صاحب نعمت اور اللہ کے روبرو کھڑے ہونے، اور حساب و کتاب سے غافل ہیں، اس طرح کے لوگوں میں سے ہر ایک شخص کا حساب و کتاب یوں ہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے شخص! کیا میں نے تجھ کو دنیا میں عزت دار مالدار اور ہر طرح کا صاحب نعمت نہیں کیا تھا، جب یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرے گا، تو

اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس خدا نے ان نعمتوں کو پیدا کیا تھا، اس کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو برت کر اس خدا کی یاد بھی کچھ ٹوٹنے دل میں رکھی تھی۔ یہ شخص جب اس سوال کا جواب پورا نہ دے سکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”دنیا میں جس طرح تو نے میری یاد کو بھلا دیا، اسی طرح میں نے بھی آج اپنی رحمت سے تجھ کو محروم کر دیا اور بھلا دیا۔“

﴿ آیاتھا ۳ ﴾ ﴿ ۱۰۳: السُّورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۳ ﴾ ﴿ رُكُوعُهَا ۱ ﴾

سورہ عصر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْعَصْرِ ۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۲

قسم (اس) ۱۔ زمانہ (محبوب) کی ۱۔ بیشک ۲۔ آدمی نقصان میں ہے ۱۔

خواص سورہ عصر: مال وغیرہ زمین میں دفن کرتے وقت اس سورت کو پڑھنے سے ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص اس سورت کو ہر روز پڑھے گا اس کا ایمان سلامت رہے گا۔ اس سورت کو جمعہ کے دن ایک سو ایک بار پڑھے تو اس کے تمام مطالب حل ہوں گے۔

۱۔ عصر زمانہ کو کہتے ہیں اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے، اس میں احوال کا تغیر و تبدل ناظر کیلئے عبرت کا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں خالق حکیم کی قدرت و حکمت اور اسکی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ زمانہ کی قسم مراد ہو، یعنی قسم ہے ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانہ مبارک کی، جس میں رسالتِ عظمیٰ اور خلافتِ کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔ کیونکہ یہ بڑی خیر و برکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ فضیلت و شرف والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے زمانہ کی قسم یاد فرمائی جیسا کہ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۱ میں حضور ﷺ کے مسکن مکان کی قسم یاد فرمائی ہے اور جیسا کہ لعمرک میں آپ کی عمر شریف کی قسم یاد فرمائی، اور اس میں شانِ محبوبیت کا اظہار ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عصر سے نماز عصر مراد ہو جو شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے، حتیٰ کہ حضور نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا۔

۲۔ اس سورہ میں سخت وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں پر نقصان میں ہونے کا حکم کیا سوائے انکے جو چار باتیں اختیار کریں۔ جن کا ذکر آگے کیا گیا ہے کہ انسان کو نقصان سے بچنے کیلئے چار باتوں کی ضرورت ہے: ۱۔ اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے ۲۔ دوسرے اس یقین کا

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ
تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے، اور ایک دوسرے کو حق (یعنی ایمان و عمل صالح) پر قائم رہنے کی وصیت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (ان مشقتوں پر جو دین کی راہ میں پیش آئیں، یہ لوگ خدا کے فضل سے ٹوٹے (نقصان) میں نہیں ہیں) ۝

اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جو ارح میں ظاہر ہو، اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو ۝ تیسرے محض اپنی افرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے، جب وہ مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں ۝ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں، یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے، اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے، ان کا نام صفحات دہر پر زندہ جاوید رہے گا، اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے، وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔ فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورۃ سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورۃ نازل کر دی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کیلئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورۃ سنایا کرتے تھے۔

﴿ایاتھا ۹﴾ ﴿سورۃ الہمزہ مکیۃ ۳۲﴾ ﴿مکوعھا ۱﴾

سورۃ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں نو آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ ہمزہ: جسے نظر وغیرہ ہو جائے تو اس سورت کو پڑھ کر اس پر دم کر دیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا۔ جو شخص اس سورت کو ہر رات پڑھ لیا کرے تو بصارت میں کبھی کمی نہ ہوگی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۱۰ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۲۰ يَحْسَبُ
 أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۳۰ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَّةِ ۴۰ وَمَا أَدْرَاكَ
 مَا الْحُطَّةُ ۵۰ نَارُ اللَّهِ الْبُوقَدَةُ ۶۰ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْإَفْئِدَةِ ۷۰
 إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۸۰ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۹۰

خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے ۱۰ جس نے مال جمع کیا اور
 (بڑی حفاظت سے) گن گن کر اس نے رکھا ۲۰ (جہالت سے) یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ
 (زندہ) رکھے گا ۳۰ نہیں ہے نہیں ضرور حطمہ (یعنی روندنے والی آگ) میں ڈالا جائے گا ۴۰ اور یہ تو نے کیا
 جانا کہ حطمہ کیا ہے؟ ۵۰ وہ اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے ۶۰ وہ جو (تمام گوشت پوست کو جلا کر) دلوں پر
 غالب ہو جائے گی ۷۰ بیشک وہ آگ ان (کافروں) پر بند کر دی جائے گی ۸۰ (اس طرح سے کہ وہ لوگ آگ
 کے) لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوں گے) ۹۰

۱۔ شان نزول: یہ آیتیں ان کفار کے حق میں نازل ہوئیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن کھولتے تھے،
 اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تنبیہ میں یہ سورۃ نازل فرمائی، اور یہ حکم ہر غیبت
 کرنیوالے کیلئے عام ہے، یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعن دیتا ہے، اور ان کے واقعی یا غیر واقع عیب چننا ہوتا ہے۔
 ۲۔ یعنی طعن زنی اور عیب جوئی کا منشاء تکبر۔ اور تکبر کا سبب مال ہے، جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل
 کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے، یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالدار کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار
 روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔

۳۔ یعنی یہ خیال محض غلط ہے مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا، آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یوں ہی پڑی رہ جائے گی، اور
 اس بد بخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

۴۔ یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں، اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو۔ بڑی سمجھدار ہے۔ دلوں کو
 جھانک لیتی ہے۔ جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے، اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ

کر جائے گی، بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کرے گی، اور باوجودیکہ قلوب و ارواح جسموں کی طرح جلیں گے، اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائیں گے۔ دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس عذاب کا خاتمہ کر دے لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ آگے فرمایا کہ کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے، کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے، اور دوزخیوں کو لمبے لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے جلتے ذرا حرکت نہ کر سکیں۔ کیونکہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی، اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائے گا۔

﴿ آیاتھا ۵ ﴾ ﴿ ۵۰۵ سورۃ الفیل مکیۃ ۱۹ ﴾ ﴿ رکوعھا ۱ ﴾

سورہ فیل مکہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۱

(اے محبوب ﷺ!) کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے پروردگار نے ان ہاتھیوں والوں کا کیا حال کیا ۱

خواص سورہ فیل: جس شخص کے دشمن بے حساب ہوں وہ واسطے دفع کے ایک ہزار پچاس بار اس سورت کو پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا فکر دور ہو اور یہ شخص ان پر زبر ہو۔ جو شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے تو وہ صاحب مراتب و جاہ ہو۔ اور قرضدار ہو تو قرضہ دور ہو۔

اصحاب فیل کا واقعہ

اے ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ ابرہہ یمن و حبشہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں، وہ چاہتا تھا کہ حج کر نیوالے بجائے مکہ مکرمہ کے یہاں آئیں۔ اسکی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب کے نام پر ایک عالیشان عبادت خانہ بنایا جائے۔ چنانچہ صنعاء میں جو یمن کا بڑا شہر ہے، اپنے مصنوعی عبادت خانہ کی بنیاد رکھی، اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا، اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کے لوگوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انکو یہ بات بہت شاق گذری۔ قبیلہ بن کنانہ کے ایک شخص نے موقع پا کر وہاں قضاء حاجت کی، اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ شریف کو ڈھانے کی قسم کھائی۔ اور اس ارادہ سے اپنا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی تھے، اور ان کا پیش رو ایک بڑا عظیم الجثہ کوہ پیکر ہاتھی جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ نے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر اہل مکہ کے جانور قید کر لئے۔ ان میں دو سوانٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے۔

الْمُيَجَّلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝۱۰ وَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝۱۱
تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝۱۲ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِّلَ ۝۱۳

ہم نے ان کا داؤں (مکر و فریب) بتایا میں نہ ڈالا ۱۰ اور ان پر غول غول پرندے بھیجے ۱۱ جو ان لوگوں پر کنٹر کے سنگ ریزے مارتے تھے ۱۲ تو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا جیسے کہ جانوروں کا کھانے سے باقی رہا ہوا بھس ۱۳

ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اور مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ”میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اونٹ واپس کئے جائیں۔“ ابرہہ نے کہا: ”مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں اور تمہارے باپ دادا کا معظّم و محترم مقام ہے۔ تم اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے ہو، اپنے اونٹوں کے لیے کہتے ہو۔“ آپ نے فرمایا: ”میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں انہیں کے لئے کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔“ ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے۔ عبدالمطلب نے قریش کو حال سنایا اور انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہوں۔ چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا۔ عبدالمطلب نے دروازہ کعبہ پر پہنچ کر بارگاہ الہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی۔ اور دعا سے فارغ ہو کر آپ اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور ہاتھیوں کو تیار کیا، لیکن محمود ہاتھی نہ اٹھا اور کعبہ کی طرف نہ چلا۔ اور جس طرف چلاتے تھے چلتا تھا، جب کعبہ کی طرف اس کا رخ کرتے تھے بیٹھ جاتا تھا۔ وادی محشر جو مکہ کے قریب جگہ ہے، سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں تھیں۔ ان عجیب و غریب پرندوں کے غول کے غول لشکر پر ٹکڑیاں برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ ٹکڑی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف نکل جاتی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہو گئے جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی ٹکلیفیں اٹھا کر مرے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ کی ولادت با کرامت ہوئی۔ گویا یہ آپ کی آمد آمد کا ایک آسمانی نشان تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی ہے، اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کرے گا اور کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دے گا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کر سکیں۔

﴿ ابانھا ۲ ﴾ ﴿ ۱۰۲ سورۃ قریش مکیہ ۲۹ ﴾ ﴿ رکوعھا ۱ ﴾

سورۃ قریش مکہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لَا یَلِیْفُ قُرَیْشٍ ۱۱ الْفِہُمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۲ فَلَیَعْبُدُوا رَبَّ
هَذَا الْبَیْتِ ۳ الَّذِیْ اَطَعَهُمْ مِّنْ جُوعٍ ۴ وَاَمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۵

اس لئے کہ قریش کو الفت دی ۱۱ ان کو جاڑے (میں یمن کی طرف) اور گرمی (میں شام کی طرف) کے سفر کی (تجارت کیلئے) الفت لگا دی ہے ۲ تو ان کو (شکر یہ میں) چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے رب کی عبادت کریں ۳ جس نے انکو بھوک میں کھانا دیا اور (سید عالم محمد ﷺ کی برکت سے) انہیں ایک بڑے خوف سے امن دیا ۴

خواص سورہ قریش: اگر اس سورت کو کھانے کے وقت پڑھ کر دم کر کے کھائے تو کھانا ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس سورت کو ایک پاک تشری پر زعفران سے لکھ کر اور پانی سے دھو کر جسے زہر دیا گیا ہو پلاوے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو زہر کچھ ضرر نہ کرے گا۔

۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک نعمت ظاہرہ یہ ہے کہ اس نے قریش کو ہر سال میں دو سفروں کی طرف رغبت دلائی، ان کی محبت ان میں ڈالی۔ مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے جاڑے کے موسم میں یمن کا سفر کہ وہ ملک گرم ہے، اور گرمی کے موسم میں شام کا جو سرد اور شاداب ملک ہے، قریش تجارت کے لئے ان موسموں میں سفر کرتے تھے۔ ہر جگہ کے لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے۔ اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا تھا۔ پھر امن و چین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور ڈاکو قریش کو پریشان نہیں کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل اور سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے تم کو روزی دی اور خوف عظیم سے امان عطا فرمائی۔ ہاتھی والوں کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کے رب کی بندگی کیوں نہیں کرتے، اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں ہے۔ اگر وہ میری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۗ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۗ الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ۗ وَ يَسْعَوْنَ الْبَاعُونَ ۗ

اور مسکین کو کھانا دینے کی (دوسروں کو) ترغیب نہیں دیتا (اور نہ خود دیتا ہے انتہا درجہ کا بخیل ہے) پس ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں وہ جو (تنہائی میں نماز نہیں پڑھتے لوگوں کے سامنے) دکھاوے سے پڑھتے ہیں اور اے برتنے کی (چھوٹی چھوٹی) چیزیں مانگے نہیں دیتے

۱ یعنی یہ غافل لوگ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے، معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً سوئی دھا کہ پتیلا پیالے وغیرہ وغیرہ کسی کو مانگے نہیں دیتے جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ مسئلہ: علماء نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ایسی چیزیں اپنی حاجت سے زیادہ رکھے، جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے اور انہیں عاریتاً دیا کرے۔

﴿ ایتھا ۳ ﴾ ﴿ ۱۰۸ سُوْرَةُ الْكُوْثِرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵ ﴾ ﴿ رُكُوْعًا ۱ ﴾

سورہ کوثر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْكُوْثَرَ ۙ

(اے محبوب! اے) بیشک ہم نے تمہیں کوثر (یعنی ہر خوبی کی کثرت) عطا فرمائی

خواص سورہ کوثر: اگر کوئی شخص اس سورت کو ایک ہزار مرتبہ اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف شب جمعہ میں سوتے وقت پڑھے تو خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ جب دشمن درپے آزار ہوں تو ایک سو ایک بار اس سورت اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْكُوْثَرَ کو پڑھے اور کوری اینٹ پر اس کا نقش لکھ کر کسی پرانی قبر میں ڈال دے تو دشمن تباہ و برباد ہو جائے گا۔
۱۱ شان نزول: جب آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو منقطع النسل کہا، اور کہا کہ اب ان کی نسل نہیں رہی، ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا، یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲۱ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝۲۲

تو تم (اس کے شکر یہ میں) اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھو (یعنی عید الاضحیٰ کی نماز) اور (اس کے نام کی) قربانی کرو ۝۲۱ بیشک جو تمہارا دشمن ہے بے نام و نشان ہے ۝۲۲

پر یہ سورت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی تکذیب کی اور ان کا بلیغ رد فرمایا۔ اور فرمایا کہ: ”اے محبوب ﷺ! ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی۔ کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت امت بھی اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی انتہا نہیں۔ پس اے محبوب ﷺ! آپ اس کے شکر یہ میں اپنے رب کے لئے نماز عید الاضحیٰ پڑھیں، اور اس کے نام کی قربانی کریں۔ اے محبوب ﷺ! آپ کا جو دشمن ہے، وہی اتر ہے۔ نہ اس کا اہل رہے گا نہ مال نہ کوئی بہتری۔ خاک میں مل جائے گا۔ اس کا بھلائی سے کوئی نام بھی نہ لے گا، اے محبوب ﷺ! آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کے مقبوعین سے دنیا بھر جائے گی۔ آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے عالم اور واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے۔“

﴿ ایتھا ۲ ﴾ ﴿ ۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸ ﴾ ﴿ رکوٰعھا ۱ ﴾

سورہ کافرون مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ کافرون: جو شخص یک شنبہ کے روز طلوع آفتاب کے وقت دس بار اس سورت کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو ان شاء اللہ تعالیٰ مراد پوری ہو۔ ہر روز سات مرتبہ اس سورت کا پڑھنا حفاظت ایمان کے لئے مفید ہے۔ اس سورت کو کشائش رزق کے واسطے بعد نماز صبح ۲۱ بار، اور بعد نماز ظہر ۲۲ بار، بعد نماز عصر ۲۳ بار، بعد نماز مغرب ۲۴ بار، بعد نماز عشاء ۲۵ بار، اور اول و آخر اسی قدر درود شریف پڑھا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ روزی میں کشائش ہوگی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ ۝۱ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝۲ وَلَا أَنْتُمْ
عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝۳ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝۴ وَلَا أَنْتُمْ
عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝۶

اے محبوب! تم فرماؤ: ”اے کافرو! ۱ نہیں پرستش کرتا ہوں میں اس چیز کی جس کی تم پرستش کرتے ہو ۲ اور نہ تم پرستش کرتے ہو اس چیز کی جس کی میں پرستش کرتا ہوں ۳ اور نہ (آئندہ) میں پرستش کروں گا اس چیز کی جس کی تم نے پرستش کی ۴ اور نہ تم پرستش کرو گے اس چیز کی جس کی میں پرستش کرتا ہوں ۵ تمہارے لئے تمہارا دین (کفر و شرک) ہے اور میرے لئے میرا دین (اسلام ہے) ۶

۱۔ شان نزول: قریش کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ آپ ہمارے دین کا اتباع کیجئے ہم آپ کے دین کا اتباع کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، ایک سال ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی پناہ! کہ میں اسکے ساتھ غیر کو شریک کروں“۔ کہنے لگے: ”تو آپ ہمارے کسی معبود کو ہاتھ ہی لگا دیجئے، ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے، اور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے“۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی۔ حضور نے یہ سورۃ انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے، اور حضور کے اور حضور کے اصحاب کے درپے آزار ہو گئے۔

﴿ اباتھا ۳ ﴾ ﴿ ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَلِكِيَّةٌ ۱۱۴ ﴾ ﴿ رُكُوْعُهَا ۱ ﴾

سورۃ نصر مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ نصر: اس سورت کو ہر روز سات مرتبہ پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور فتح اور مدد میسر ہو۔ اگر کوئی اس سورت کو روزانہ پڑھے تو دشمن پر فتح یابی حاصل کرے۔ اس سورت کو راتگ پر کندہ کر کے جال میں لگا دیں، اس جال میں مچھلیاں خوب آئیں گی۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ
أَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۝۳ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝۴

(اے محبوب ﷺ! اے) جب اللہ کی مدد آئے اور فتح ظہور میں آئے ۱ اور تم لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین (اسلام) میں غول کے غول (شکر کے لشکر) داخل ہوتے ہیں ۲ پس اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرو، اور اس سے (امت کے لئے) بخشش چاہو، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۳

سب سے آخری سورۃ کا نازل ہونا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ لے اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ کی بہت کثرت فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع میں بمقام منیٰ نازل ہوئی۔ اس کے بعد آیت الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ نازل ہوئی۔ اس کے نازل ہونے کے بعد اسی روز حضور نے دنیا میں تشریف رکھی، پھر آیت الْكَلَالَةَ نازل ہوئی اسکے بعد حضور پچاس روز تشریف فرما رہے۔ پھر آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ، نازل ہوئی اس کے بعد حضور اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے۔ اس سورت مبارک کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا، تو اب حضور دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سورۃ سن کر اسی خیال سے روئے۔ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور سید عالم ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے، چاہے اس کی القاء فرمائے، اس بندہ نے القاء الہی اختیار کی۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”آپ پر ہماری جانیں ہمارے مال، آباء، ہماری اولاد سب قربان۔“

﴿ ایتھا ۵ ﴾ ﴿ ۱۱۱ سُوْرَةُ الْاَلْهَبِ مَكِّيَّةٌ ۶ ﴾ ﴿ رُكُوْعُهَا ۱ ﴾

سورۃ لہب مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ لہب: اگر اس سورت کو لکھ کر درد کی جگہ باندھیں تو درد کم ہو جائے گی۔ اگر کوئی ظالم بادشاہ درپے آزار ہو تو تین ہزار بار اس سورت کو پڑھ کر دعا کرے ان شاء تعالیٰ نجات پاوے۔ اور اگر اس سورت کو ایک سو ایک بار پڑھے تو دشمن ہلاک ہو۔ اور اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ہر آفات سے محفوظ رہے۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا
كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ
الْحَطَبِ ۝۴ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝۵

ابولہب ۱ کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ۲ نہ اس کا مال (داوادی) اس کے کچھ کام آیا اور نہ اس کے اعمال ۳ عنقریب شعلہ مارتی آگ میں داخل ہوگا ۴ اور اس کی بیوی بھی جو (خاردار) لکڑیوں کا گٹھاسر پراٹھانے والی ۵ اس کے گلے میں کھجور کے چھال کی رسی ہے (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی تھی) ۶

ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور ان کی ہلاکت

۱۔ شان نزول: صحیح بخاری، مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی۔ ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور ﷺ نے ان سے اپنے صدق و امانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا: انی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید اس پر ابولہب نے حضور سے کہا تھا کہ: ”تم تباہ ہو جاؤ۔ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا“۔ اس پر یہ سورہ شریف نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ ابولہب آنحضرت ﷺ کا بڑا مخالف تھا۔ جہاں آنحضرت ﷺ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے تو یہ آپ کو جھٹلانے کی تقریر ضرور کیا کرتا تھا۔ ابولہب کی بی بی کا نام ارو کا تھا اور کنیت اس کی ام جمیل تھی۔ یہ ابوسفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی ہے۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ سے بڑی عداوت رکھتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے راستہ میں اکثر کانٹے بچھا دیا کرتی تھی کہ صبح کو اندھیرے میں آپ نماز کو جائیں تو آپ کو ان کانٹوں سے کچھ ایذا پہنچے۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب ہلاک ہو جائے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ آدمی کے دونوں ہاتھوں سے آدمی کی ذات مراد لیا کرتے تھے۔ حاصل یہ ہے کہ ابولہب نسب کا شریف اور مال دار تھا، مگر اس نے خدا اور رسول کے ساتھ اپنا معاملہ درست نہیں رکھا تو اس کی دین و دنیا دونوں خراب ہو گئیں۔ دنیا تو یوں کہ اس کے دونوں بیٹے عتبہ و عتیبہ جو گویا اس کے دونوں ہاتھ تھے وہ یوں ٹوٹ گئے کہ عتبہ تو مسلمان ہو گئے، اور عتیبہ کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ خود اس کا یہ حال ہوا کہ وہ خود تو بدر کی لڑائی میں نہیں جاسکا ایک شخص کو خرچ دے کر اپنی طرف سے قریش کے ساتھ اس نے بھیج دیا تھا۔ قریش پر بدر کی لڑائی میں وہ آفت گزری کہ ستر آدمی ان کے مارے گئے اور ستر قید ہو گئے، اور بدیل نامی جس شخص کو اس نے اس لڑائی میں بھیجا تھا، اس سے اور لوگوں سے قریش کی مصیبت کا سبب تفصیلی حال ابولہب نے جب سنا تو اس غم میں طاعون مرض سے بدر کی لڑائی کے سات روز کے بعد مر گیا۔ عرب کے لوگ اس مرض میں جو شخص مر جائے اس کی لاش سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ اس لئے تین دن تک اس کی لاش بغیر

دفن کے پڑی رہی۔ جب لاش بالکل سڑ گئی تو اس لاش کے دفن کی نوبت آئی۔ تفسیر ضحاک میں ہے کہ ابولہب کی بی بی ام جمیل ایک روز کانٹوں کا گھٹالا رہی تھی کہ تھک کر آرام لینے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ ایک فرشتہ حکم الہی اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا وہ گرا اور رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مر گئی۔ قیامت کے دن وہ رسی ایک آگ کی رسی بن جائے گی اور دوزخ میں ہمیشہ رہے گی۔ غرض اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی خفگی سے ابولہب اور اس کی بی بی دونوں کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ ایسے لوگوں کا عقوبی میں جو کچھ انجام ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔

﴿ ایاتھا ۲ ﴾ ﴿ ۱۱۲ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ۲۲ ﴾ ﴿ رُكُوْعُهَا ۱ ﴾

سورۃ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۲ لَمْ يَلِدْ ۳ وَ لَمْ يُولَدْ ۴
وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۵

(اے محبوب ﷺ!) فرماؤ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے ۱ (اس کا کوئی شریک نہیں) ۲ اللہ (ہر چیز سے) بے نیاز ہے۔ (ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) ۳ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے ۴

خواص سورہ اخلاص: جو شخص اس سورت کو تین بار پڑھے تو اس کو ختم قرآن مجید کا ثواب حاصل ہوگا۔ اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے خاصوں کا خاص ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس سورت کا پڑھنے والا اپنی مرادوں کو پہنچے گا۔ اگر بعد نماز عشاء کھڑے ہو کر اس سورت کو ایک سو ایک بار پڑھے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر اس سورت کو لکھ کر اور دھو کر بیمار کو پلائے تو اسے صحت حاصل ہو۔

۱۔ اس سورۃ کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے یعنی تین مرتبہ اس کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے۔ فرمایا: ”اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔“

توحید کا بیان

شان نزول: کفار عرب نے آنحضرت ﷺ سے اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے۔

ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا۔ قلب و عقل و اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چند روز کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، اور انہوں نے عرض کیا: ”ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے، اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ ذرواں کا کناواں ہے، وہاں ایک پتھر کے نیچے داب دیا ہے۔“ حضور ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے کنویں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا۔ اسکے نیچے سے کھجور کے گاہے کی تھیلی برآمد ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے، اور حضور کی کنگھی کے چند دندانے، اور ایک ڈورا یا کمان کا چلہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں، اور ایک موم کا پتلا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی تھیں، یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا۔ اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں۔ ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں۔ پانچ فلق میں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی، یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور ﷺ بالکل تندرست ہو گئے۔ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا اثر حقیقی طور پر دنیا میں ہوتا ہے۔ فرقہ معترضہ اس کا مخالف ہے کیونکہ وہ لوگ جادو کے اثر کو خیالی بتلاتے ہیں۔ مگر اہل سنت نے بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔

مسئلہ: سوت کے گنڈے پر کوئی مباح کلام پڑھ کر یا تعویذ کے طور پر کسی کاغذ پر کوئی مباح کلام لکھ کر گلے میں ڈالا جائے، یا بازو میں باندھا جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ جس کا پڑھ کر دم کرنا جائز ہے اس کا پاس رکھنا بھی جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس گنڈے اور تعویذ کو منع فرمایا ہے جس میں کوئی کلمہ کفر و شرک کا ہو۔ ہاں وہ عمل کئے جائیں جو آیات قرآنیہ یا احادیث میں وارد ہوئے۔ کیونکہ کلام مباح کے گنڈے تعویذ کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضور ﷺ معوذات پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔ یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے، کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لئے عمل کروں۔“ حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ (ترمذی)

صبح کے رب سے پناہ مانگنے کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح رات کے بعد صبح کے آنے سے سب لوگ نیند سے اٹھ کر چونچال ہو جاتے ہیں، اسی طرح پناہ مانگنے والا شخص جادو اور ہر طرح کی بیماری کا اثر زائل ہو کر چونچال ہو جائے۔ ہر چیز کی بدی میں شیطان کی بدی اور ہر طرح کی موذی شے کی بدی داخل ہے۔ اندھیرے میں چاند گہن کا اندھیرا، رات کا اندھیرا سب داخل ہے۔ اندھیرے میں جادو کا اثر بڑھ جاتا ہے، اور طرح طرح کے موذی جانور اندھیرے میں نکلتے ہیں۔ اس لئے اندھیرے سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا۔ گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کا مکر اور جادو مشہور ہے اس لئے ان کے جادو سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا۔

﴿ ایتھا ۶ ﴾ ﴿ ۱۱۳ سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ۲۱ ﴾ ﴿ رُكْعَاتُهَا ۱ ﴾

سورۃ ناس مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۱ مَلِكِ النَّاسِ ۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۳ مِنْ
شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۴ الَّذِي يُّوسْوِسُ فِي صُدُوْرِ
النَّاسِ ۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۶

تم فرماؤ۔ میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا پروردگار ۱ سب لوگوں کا بادشاہ ۲ سب لوگوں کا معبود
(برحق) ہے ۳ شیطان کے شر سے جو وہ دل میں برے خطرے ڈالے ۴ (اور خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ
جائے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالے ۵ (خواہ وہ) جنوں سے ہو اور (خواہ وہ) آدمیوں میں سے ہو ۶

خواص سورہ ناس: جو کوئی سورہ فلق اور اس سورت کو پڑھتا رہے تو ہر چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس سورت کو
سحر زدہ اور آسیب والے پر پڑھ کر دم کریں اور پانی پر دم کر کے پلا دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسے نجات حاصل ہوگی۔ جب کسی
جابر و ظالم حاکم کے سامنے جانا ہو تو سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر جاوے تو اس کے ظلم و شر سے محفوظ رہے گا
لے یہ تین صفتیں ربوبیت، بادشاہت اور الہیت مل کر صفتوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ میں نہیں پایا جاتا۔ اس
لئے ان تینوں صفتوں کو یکجا کر کے ذکر فرمایا۔ ان صفتوں کے ترتیب وار ذکر فرمانے میں یہ بھی گویا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رب
الناس ہونا تو ظاہر ہے۔ کیونکہ مثلاً ایک سال اس کی پرورش نہ ہو اور مینہ نہ برسے تو قحط پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی بادشاہت
تمام دنیا میں ظاہر ہے۔ جس بادشاہ وزیر امیر کو ایک دم میں چاہے بیمار ڈال دے، مار ڈالے کوئی اس میں کچھ دخل نہیں دے
سکتا۔ اب آدمی کو یہ سوچنا چاہئے کہ جس کی یہ صفتیں ہیں، لائق عبادت بھی وہی وحدہ لا شریک ہے۔ الوسواس اور وسوسہ کے
معنی اس ہلکی اور دبی ہوئی آواز کے ہیں جس آواز سے شیطان آدمی کے دل کے پاس گنگناتا ہے، اور آدمی کو بہکاتا ہے۔
الخناس کے معنی: ”پیچھے ہٹ جانے والے“ کے ہیں۔

انسان اور شیطان کا تعلق اور اس سے بچاؤ

صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: ”اذان اور تکبیر کی آواز سے شیطان دُور بھاگ جاتا ہے۔“ اس صحیح حدیث کے موافق الخُثَّائِین کا مطلب یہ ہے کہ جو وسوسہ ڈالنے کے وقت ذکر الہی سُن کر پیچھے ہٹ جاتا اور بھاگ جاتا ہے۔ اسی واسطے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ صَدَمًا سے مُراد یہاں دل ہے اور صحیح حدیث گزر چکی ہے کہ جس طرح آدمی کے سارے جسم میں خون پھرتا ہے، اسی طرح شیطان بھی آدمی کے سارے جسم میں پھرتا ہے۔ کسی آدمی کو خدا نے یہ قابو نہیں دیا کہ وہ شیطان کی طرح دوسرے آدمی کے جسم میں سرایت کر جائے۔ لیکن آدمی کے بعضے بدصلاح کار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی بری صلاح سے لوگوں کے دین کا نقصان ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہوتے جن کو سورۃ انعام میں شیاطین الانس میں فرمایا۔ غرض ان کی بری صلاح کی برائی ہے بچنے کے لئے ان سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا۔ کس لئے کہ ان کی بُری صلاح کا اثر بھی آدمی کے دل پر شیطانی وسوسہ سے کم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب دین دار مسلمانوں کو اصلی شیطان کے وسوسوں اور ان نقلی شیطانوں کی بدصلاحوں سے محفوظ رکھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ سب چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں لیکن نہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا۔“ ایسے مواقع پر آدمی کو اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے تاکہ شیطان بھاگ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ شیطانی سے بچنے کے لئے اس سورۃ کا ورد بڑا وظیفہ ہے۔ آدمی کے آخری وقت پر بھی آتا ہے، اور طرح طرح کے وسوسے عین قبض روح کے وقت آدمی کے دل میں ڈالتا ہے۔ ہر وقت کے ورد کے سبب سے اس آخری وقت میں یہ سورۃ اگر آدمی کی زبان پر آگئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان کو بڑی شکست ہوگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ شب کو جب بستر مبارک پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں دست مبارک جمع فرما کر ان میں دم کرتے اور سورۃ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے مبارک ہاتھوں سر مبارک سے لے کر تمام جسم اقدس پر پھیرتے۔ جہاں تک دست مبارک پہنچ سکتے، یہ عمل تین مرتبہ فرماتے۔

قرآن حکیم اغیار کی نظر میں

از: جانشین مسعود ملت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

قرآن کریم انسان کی فکری دنیا اور عملی دنیا کو بنانے والا تاریکیوں سے روشنیوں کی طرف لانے والا، فاصلوں کو گھٹانے والا اور سفید و سیاہ کو ملانے والا ہے۔۔۔ قرآن کریم نے انسان کو تجربوں کی کلفت سے بے نیاز کر کے نتائج تک پہنچا دیا، یہ اس کا عظیم احسان ہے، ہم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا، ہم نے قرآن کو مذہب کے خانے میں ڈال کر الگ کر دیا۔۔۔ افسوس ہم نے یہ کیا کیا!۔ ہم نے اس کو علم کے خانوں میں تقسیم کر دیا، یہ ناقابل تقسیم ہے، علم و دانش کے سارے خانے اسی کی روشنی سے روشن ہوئے ہیں۔۔۔ یہ آفتاب ہے، یہ مہتاب ہے، یہ نور علی نور ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور نزول قرآن سے انسانی زندگی میں ہر طرف انقلاب آیا۔۔۔ حضور اکرم ﷺ نے اور قرآن نے ہم کو محبت میں لگایا، اب ہم فساد میں لگ گئے، تشدد کے حوالے سے اسلام کو پہچانا جانے لگا، قرآن میں بڑی کشش ہے، اس کی تلاوت سن کر مسلمانوں کے ہی نہیں غیر مسلموں کے دل بھی کھنچتے ہیں، یہ آفاقی کلام ہے۔۔۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ ہمارے اسلاف قرآن پڑھتے بھی تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے، ہم صرف باتیں بناتے ہیں، بہت کم ہیں جو پڑھتے ہیں، وہ جو عمل کرتے ہیں وہ عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔ وہ کتاب جو دنیا کی ہر سلطنت میں یاد کیے جانے کے لائق ہے۔۔۔ وہ خود مسلمان حکومتوں میں بھلا دی گئی، یہ دنیا کی تاریخ خصوصاً مسلمانوں کی تاریخ کا بڑا المیہ ہے، ہمارے دانشور قرآنی علوم سے محروم ہیں، ہمارے حکمران قرآن کریم سے بے خبر ہیں۔

ہم زندگی کے ہر شعبے میں یہود و نصاریٰ اور ہنود کی باتیں اور ادائیں اپنا رہے ہیں مگر نہ معلوم کیوں اسلام کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم میں قومی غیرت اور حمیت پیدا کرے، یہ غیرت پیدا ہو جائے تو سب کام آسان ہو جائیں۔ ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم قرآن مجید کی عظمت کو غیر مسلموں کے اقوال کی روشنی میں جاننا چاہتے ہیں، کیسا عجیب انداز فکر ہے! قرآن کو خود قرآن و حدیث کی روشنی میں پڑھا جانا چاہیے یا مسلمان مفکرین و مفسرین کی تحقیقات کی روشنی میں۔۔۔ دنیا کے تقریباً ہر مذہب و ملت کے دانشوروں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، یہ خیالات خاص طور پر ان حضرات کی توجہ کے لائق ہیں جو قرآن کریم کو دوسروں کے حوالے سے جاننا چاہتے ہیں، ہم یہاں چند خیالات پیش کرتے ہیں:

● سرولیم میور

”قرآن پاک کا کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں بنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو“۔

۱۔ سرولیم میور

”شاید دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا متن قرآن پاک کی طرح تیرہ صدیوں تک اپنی اصلی حالت میں رہا ہو“

۲۔ ڈاکٹر سیل

”قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے، اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ، مردہ زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے“۔ ۲

۳۔ ایم۔ کے۔ گاندھی

”میں نے تعلیمات قرآنی کا مطالعہ کیا ہے، مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تاثر نہیں ہے۔ مجھے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی ہے کہ یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے“۔ ۳

۴۔ ڈاکٹر جانسن

”قرآن کے مطالب ایسے مناسب اور عام فہم ہیں کہ دنیا ان کو آسانی سے قبول کر سکتی ہے“۔ ۴

۵۔ چارلس فرانس پورٹر

”دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے“۔ ۵

۶۔ جرمنی شاعر و فلسفی، گوئے

”قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے، پھر متعجب کرتی ہے اور آخر میں ایک تحیر آمیز رقت میں

ڈال دیتی ہے“۔ ۶

۷۔ عمانویل ڈی اش

”قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے“۔ ۷

۸۔ ہاروگ ہرش فیلڈ

”ہم کو یہ دیکھ کر تعجب نہ کرنا چاہئے کہ قرآن سائنسی علوم کا سرچشمہ ہے“۔ ۸

(1) Islam the Religion of all Prophets, Karachi, 1982. Reference, life of Mohamet by sir William Muir.

۲۔ ایضاً، ص ۳۷۳

۳۔ ایضاً، ص ۳۷۲

۴۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۲

(5) Charles Francis Potter : The faith men live by, Kings Wood Surrey. 1955. p. 81

۵۔ ایضاً، ص ۳۷۳

۶۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۳

(8) Hartwig Hirschfeld : New Researches into the Composition and Exegesis of the Qur'an.

London. 1902. p.9

۱۱۔ پروفیسر مارگولیوس

”قرآن نے انسانی فکر و خیال کی نئی ہیئت کو جنم دیا اور ایک نئی قسم کی قومی خصوصیت پیدا کی۔“

۱۲۔ ایل۔ وی۔ ورلری

”قرآن میں عقل و دانش کا ایک ذخیرہ جمع ہے جس سے ہماری ذہین ترین شخصیات، عظیم ترین فلاسفر اور ماہر سیاستدان

استفادہ کر سکتے ہیں۔“

۱۳۔ ڈاکٹر مورس بوکائے

”قرآن میں کوئی ایک بھی ایسی بات نہیں جس پر جدید سائنسی نقطہ نگاہ سے اعتراضات کیے جاسکیں۔“

۱۴۔ ڈاکٹر مورس بوکائے

”حضرت محمد ﷺ کے زمانہ کی معلومات کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ناقابل تصور معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کے

بہت سے وہ بیانات جو سائنس سے متعلق ہیں کسی بشر کا کام ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ بات مکمل طور پر صحیح ہے کہ قرآن کو وحی آسمانی کا

اظہار سمجھا جائے۔“

۱۵۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان

”قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پُر جوش ایمان پیدا کرتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔“

۱۶۔ جرمنی فاضل، ایکیم کی بولف

”قرآن نے صفائی، عمارت اور پاکیزگی کی وہ تعلیم دی ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو جرائمی امراض سب کے سب

ہلاک ہو جائیں۔“

۱۷۔ مسٹر بھویندر ناتھ باسو

”تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیمات کا اثر یہ ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے

خاندانی مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔“

۱۸۔ ایچ۔ جی۔ ویلز

”قرآن نے مسلمانوں کو مواخات (اخوت) کے بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل، رنگ اور زبان کے پابند نہیں

ہیں۔“

(1) Rev. G. Margoliouth (In Introduction to the Qur'an by Rev J. M. Rodwell. London. 1918

(2) Laura Veccia Varleiri : Apologie de l' Islamisme, pp. 57-59

(3) Dr. Maurice Bucaili : The Bible, the Qur'an and Science, p.15

۱۱۔ مورس بوکائے: بائبل، قرآن اور سائنس (ترجمہ اردو ثناء الحق صدیقی) مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۴۰۲

۱۲۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۳ ۱۳۔ ایضاً، ص ۳۷۰ ۱۴۔ ایضاً، ص ۳۷۶ ۱۵۔ ایضاً، ص ۳۷۵

۱۰ گارڈفرے ہیکسنس

”قرآن غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے اور سرمایہ داروں کی زیادتیوں کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے“۔ ۱۔

۱۱ پروفیسر ہربرٹ رائٹل

”قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے اور قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے“۔ ۲۔

۱۲ پادری، وال ریمس ڈلی

”قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے“۔ ۳۔

۱۳ تھامس کارلائل

”قرآن کے احکام اس قدر عقل و حکمت کے مطابق واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے“۔ ۴۔

۱۴ ڈاکٹر سموئیل جانسن

”قرآن کے مطالب اتنے سحرے اور ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانے کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں“۔ ۵۔

۱۵ جان جاک رلیک

”قرآن نے ایک عظیم الشان نظام تہذیب و تمدن پیدا کیا“۔ ۶۔

۱۶ ڈاکٹر برتھرینڈ

”وہ لوگ جنہوں نے قرآن کی ہدایات اور احکام کو اپنایا ہے وہ ایسی تہذیب کے بانی ہوئے جو آج تک حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے“۔ ۷۔

۱۷ ڈاکٹر شینلے لین پول

”قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصول جہان بانی سکھائے“۔ ۸۔

۱۸ ڈاکٹر اوڈیل

”اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں“۔ ۹۔

۱۔ ایضاً، ص ۳۷۵ ۲۔ ایضاً، ص ۳۷۱ ۳۔ ایضاً، ص ۳۷۵ ۴۔ ایضاً، ص ۳۷۳ ۵۔ ایضاً، ص ۳۷۱ ۶۔ ایضاً، ص ۳۷۷

(۷) Dr. Bertherand : Contribution des Arabes au progress des Sciences Medicales. Paris. 1883. p.6

۸۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۲ ۹۔ ایضاً، ص ۳۷۲

۱۰ نیولین بونا پارٹ

”مجھے اُمید ہے کہ میں دُنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لائٹانی نظام قائم کروں گا“ کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں“۔ ۱

۱۱ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

”وہ وقت دُور نہیں جب کہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔ وہ زمانہ بھی دُور نہیں جب اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائے گا“۔ ۲

۱۲ مسز سروجنی نائیڈو

”قرآن شریف غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے۔ اس کے اصول کی پیروی سے دُنیا خوشحال ہو سکتی ہے اور دُنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا“۔ ۳

۱۳ سرائیڈور ڈینی راس

”قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشے گوشے میں اسے پھیلا یا جائے“۔ ۴

☆☆☆

آپ نے قرآن کریم سے متعلق غیر مسلموں کے افکار و خیالات پڑھے، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی نظر میں قرآن حکیم صحیح اور سچا ہے، بے مثال و بے نظیر ہے، کسی انسان کی طاقت نہیں کہ ایسی ایک آیت بھی لکھ سکے، اس کے مضامین فطرت کے عین مطابق ہیں، یہ بہت آسان ہے، اس کی تلاوت سے انسان عجیب کیف و مستی کے عالم میں کھو جاتا ہے، یہ حیرت افزا بھی ہے عقل افزا بھی، ایمان افزا بھی ہے اور صحت افزا بھی، اس میں انسانی مساوات، انسانی اخوت اور غریب پروری کا سبق دیا گیا ہے۔۔۔ اس سے انسانیت کی اصلاح ہوئی، مذہب کے حوالے سے دُنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوا، ایک نیا دستور زندگی سامنے آیا اور ایک عظیم تہذیب و تمدن نے جنم لیا اور ایک عظیم حکومت قائم ہوئی۔۔۔ قرآن کریم کی مدد سے ہم آج بھی ایک عالمی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔۔۔ قرآن سب کا ہے اور سب اسکے ہیں۔۔۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور سب اللہ کے بندے ہیں۔۔۔ بندگی کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کو مانیں اور اس سیدھے راستے پر چلیں جو قرآن حکیم نے ہم کو دکھایا اور اسی راستے پر چل کر ہم اپنی منزل کو پاسکتے ہیں۔

۱۔ ایضاً، ص ۳۷۱ ۲ ایضاً، ص ۳۷۶

(3) The Quranic Foundation and Structure of Muslim Society, vols. I, II, Karachi. 1973

(4) Quran the Fundamental law human life, Hamdard Foundation, Karachi.

marfat.com

Marfat.com

مختصر سوانح عمری رسول کریم ﷺ

از: حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ

(اور وہ متفق علیہ کہاں تک ہے اور غیر متفق علیہ کہاں تک)

محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن كعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناخور بن برج بن معرب بن -ثحب بن ثابت بن قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم بن آذر بن ماخور بن شاروخ بن راعو بن فالح بن عمیر بن شالح بن ارشد بن سام بن نوح بن لمک بن متولج بن اخنوخ (اور لیس) بن یارد بن مہلیل بن فیئان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام و علی (انبیاء منہم)

نسب نامہ حضرت سرور کائنات ﷺ عدنان تک تو متفق علیہ ہے۔ پھر مختلف فیہ قیدار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پھر اتفاق اس کے بعد پھر مختلف فیہ۔ پھر نوح علیہ السلام سے آدم علیہ السلام تک متفق علیہ۔ جناب سرور کائنات اپنے آپ کو عدنان ہی تک منسوب فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ کی طرف سے نسب نامہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ آپ کا نسب نامہ تیسری پشت میں آنحضرت ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ نانی کا نام ام حبیبہ بنت اسد ہے۔

آپ ﷺ اپنے والد کے کس قدر انتقال کے بعد پیدا ہوئے

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ دو ماہ کے بطن مادر میں تھے بعض کم و بیش۔ بعض کہتے ہیں آپ ڈیڑھ سال کے تھے جب انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں اکیس مہینے کے بعض کہتے ہیں چھ سال کے مگر مذہب راجح یہ ہے کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد دنیائے فانی سے رحلت گزیر ہوئے۔

تاریخ و ماہ و یوم و سن ولادت باسعادت

آپ عام الفیل میں دوشنبہ کے دن میں بارہویں ربیع الاول ۴۲ کسروی کو دنیا میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک ۶۱۱۳ برس کا فاصلہ ہے۔

مرضعہ کا نام

آپ کو آپ کی والدہ سمیت آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا: ● والدہ ماجدہ۔ ● ثویبہ مولاة ابی لہب۔ ● خولہ بنت

المذر۔ ۷ پھر ایک عورت سعدیہ غیر حلیمہ نے ۸ پھر تین اور عورتیں جن کا نام عاتکہ تھا۔ ۹ پھر حلیمہ سعدیہ نے۔

کتنے دن مرضہ کی تحویل میں رہے

والدہ ماجدہ کے سات روز ثویبہ کی آٹھ روز بیچ کی عورتوں کا حال معلوم نہیں۔ جب حلیمہ آپ کو لے گئی ہیں تو آپ کم و بیش ایک ماہ کے تھے۔ جب عمر شریف دو برس کی ہوئی حلیمہ آپ کو مکہ میں لائیں اور آمنہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ”اگر آپ ان کو چند دن اور میرے پاس چھوڑ دیں تو ان کے قویٰ خوب مضبوط ہو جائیں گے۔ دیگر یہ کہ آجکل مکہ میں وبا بھی ہے اگر میرے پاس رہیں گے تو مکہ کی وبا سے بھی محفوظ رہنے کا ظن غالب ہے اور یہاں رہنے میں مبتلائے وبا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔“

آمنہ خاتون نے یہ بات منظور کر لی اور حلیمہ آپ کو واپس لے آئیں۔ جب سن شریف چار سال کا ہوا تو فرشتوں نے سینہ مبارک چاک کیا اور اس میں نور اور رحمت بھر دی۔ اس واقعہ کو حلیمہ کے بیٹوں نے دیکھ کر اپنی ماں سے جا کہا جس سے وہ ڈر گئیں اور آپ کو آپ کی والدہ کے پاس پہنچا دیا۔ غرض یہ کہ آپ چار سال سے کچھ کم حلیمہ کی تحویل میں رہے۔

آپ ﷺ کی والدہ کا کب انتقال ہوا

جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ ایک روز آمنہ خاتون آپ کو لے کر اپنے میکے قبیلہ بنی نجار میں چلی گئیں۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا۔ واپسی پر حضرت آمنہ نجار نے ابواء مقام میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ تو گویا آپ دو برس اپنی والدہ کی تحویل میں رہے۔

آپ ﷺ کی طفلی کیونکر گزری

آپ کی طفلی کے مفصل حالات بہت مبسوط ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ بچپن ہی سے نہایت خدا ترس، رحیم، شجاع، متین، صادق القول، باحیا، امین اور بہمہ صفات محمود متصف تھے، اور جمیع خصائل رذیلہ اور افعال مذمومہ سے متنفر۔ آپ کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قریش مرمت کعبہ مکرمہ کر رہے تھے اور آپ بھی پتھر ڈھور رہے تھے جس سے آپ کا کندھا جھل گیا۔ عباس آپ کے چچا نے کہا کہ ازار کندھے پر رکھ لو آپ نہ مانتے تھے۔ انہوں نے زبردستی رکھ ہی دی اور آپ برہنہ رہ گئے۔ برہنگی کی وجہ سے آپ اسی وقت بے ہوش ہو گئے۔

آپ ﷺ کا متکفل کون اور کتنی کتنی مدت رہا

آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو پرورش فرمایا۔ جب عمر مبارک آٹھ برس دو مہینے دس روز کی ہوئی تو آپ کے دادا نے وفات پائی۔ ان کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کو پرورش کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما سے آپ کا نکاح اور آپ ﷺ کا سفر شام

جب عمر شریف آپ کی بارہ برس دو مہینے دس روز کی ہوئی تو اپنے چچا کے ہمراہ ملک شام کو تجارت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب شہر بصرہ پہنچے تو ایک راہب (یعنی آسمانی کتابوں کا عالم) بحیرہ نامی نے آپ میں چند علامتیں دیکھ کر آپ کو پہچانا

اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر لوگوں سے کہا:

”یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام جہان کے لیے رحمت کا سبب بنانے والا ہے۔ یقین جانو اے لوگو! جب تم سب یہاں آئے تو تمام جھاڑوں اور پتھروں نے ان کو سجدہ کیا ہے۔ جھاڑ اور پتھر تو پیغمبروں کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ بے شک میں نے ان کی تعریف اپنی کتابوں میں دیکھی ہے۔“

پھر اس نے ابوطالب سے کہا

”تم ان کو ملک شام کی طرف مت لے جاؤ کیونکہ وہاں یہودی ان کے دشمن ہیں، اندیشہ ہے کہ ان کو شہید کر ڈالیں۔“

یہ سن کر ابوطالب نے آپ کو وہاں سے مکہ کو روانہ کر دیا۔ اسکے بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے پہلے ان کے غلام میسرہ نامی کے ہمراہ، پھر دوسری بار تجارت کے لئے ملک شام کو آپ تشریف لے گئے تھے۔ جب ملک شام میں پہنچے تو ایک راہب کے عبادت خانہ کے پاس ایک جھاڑ کے نیچے اترے۔ تب اس راہب نے کہا کہ ”اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا کوئی نہیں اترتا ہے“ اور میسرہ کہتے تھے کہ جب آپ ﷺ اس سفر سے لوٹے تو بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں لائے اس وقت آپ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال دو مہینے دس روز کی تھی۔

ظہور پیغمبری کے وقت آپ کی کیا عمر تھی

جب آپ پینتیس ۳۵ سال کے ہوئے تو خانہ کعبہ کی تعمیر میں شریک ہوئے اور حجر اسود کو اپنے ہی دست مبارک سے رکھا اور جب چالیس ۴۰ سال ایک روز کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری پر مقرر فرمایا اور لوگوں کو آتش دوزخ سے ڈرانے اور جنت کی خوشخبری سنا کر دعوت اسلام کرنے کا حکم کیا۔ آپ غار حرا میں تھے کہ جبرئیل آپ پر وحی لائے اور وضو کرایا اور نماز سکھائی۔

غار حرا کا مختصر حال

یہ ایک غار ہے مکہ معظمہ سے قریب تین میل۔ آپ قبل نبوت اکثر وہاں جاتے اور تنہائی میں ذکر الہی کرتے۔ وہیں آپ پر سب سے اول وحی نازل ہوئی۔

آپ کی نبوت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی وفات اور قریش میں دعوت اسلام آپ کی نبوت کا شروع روز دو شنبہ تھا ماہ ربیع الاول کی آٹھویں تھی۔ بعد اسکے علانیہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ظاہر کرنے لگے اور اس کے پیغام پہنچانے لگے۔ اور اپنی قوم کی بہت خیر خواہی کرنے لگے تو مکہ والے کمالی نادانی سے آپ ﷺ کی ایذا کے درپے ہوئے۔۔۔ یہاں تک کہ آپ کو مقام شعب میں قید میں بھی کیا تو آپ اہل بیت کے ہمراہ وہاں کچھ کم تین سال تک رہے۔ جب وہاں سے چھوٹے تو آپ کی عمر انچاس برس کی ہوئی تھی۔۔۔ بعد اسکے جب آٹھ مہینے اور اکیس روز گزرے تو ابوطالب نے وفات پائی۔۔۔ پھر تین روز کے بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی وفات پائی۔۔۔ پھر جب پچاس برس اور تین مہینے کی آپ کی عمر مبارک ہوئی تو آپ کی خدمت میں مقام نصیبین کے جنات آئے اور اسلام سے مشرف ہوئے۔۔۔

اور جب عمر شریف اکیاون برس اور نو مہینے کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج سے مشرف کیا۔ اللہ تعالیٰ کے طرف سے جبریل علیہ السلام وغیرہ نے آ کر چاہ زمزم اور مقام ابراہیم کے بیچ میں سے آپ کو اٹھا کر بیت المقدس تک پہنچایا پھر براق پر سوار کرا کے آسمانوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہیں سے یہ پانچوں وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔۔۔ اور جب عمر شریف ترین سال ہوئی تو پیر کے روز ماہ ربیع الاول کی آٹھویں کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور مدینہ میں بھی پیر کے روز ہی پہنچے اور وہاں دس برس تک رہے۔

قرآن مجید کی آخری سورت اور حضور کا صحابہ کے حق میں دُعا فرمانا

آیت الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد اسی روز سید عالم ﷺ دنیا میں تشریف فرما رہے۔۔۔ پھر آیت الكلالہ نازل ہوئی اس کے بعد حضور ﷺ پچاس روز تشریف فرما رہے۔۔۔ پھر آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۰۰﴾ نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اکیس روز یاسات روز تشریف فرما رہے۔۔۔ اس سورۃ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب حضور دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سورۃ سن کر اسی خیال سے روئے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور سید عالم ﷺ نے خطبہ فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے، اس بندہ نے لقا الہی اختیار کی۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”یا رسول اللہ! آپ پر ہماری جانیں ہمارے مال ہمارے آباؤ ہماری اولادیں سب قربان۔“

اس کے بعد ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے انکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضور سید عالم ﷺ کا اپنی اُمت پر مہربان ہونا اور آپ کے طفیل سے اُمت کی نجات:

يَا رَبِّ اُمَّتِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ۔ حضور سے پہلے بہت سے نبی آئے مگر ان کی وفات ہمارے کچھ بھی کام نہ آئی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت آئی اور وفات ہونے لگی تب آدم علیہ السلام غم میں روتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے آدم! آپ کو کیا غم ہے، فرمایا: ”اے جبریل علیہ السلام مجھے یہ غم ہے کہ جس جنت سے مجھے نکالا ہے پھر بھی میں اس میں داخل ہو جاؤں گا یا نہیں۔“

حکم الہی نازل ہوا: ”اے آدم! آسمان کی طرف دیکھ لو یہ جنت تمہارے لئے تیار ہے۔“

آدم علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور خوش ہو کر جان دیدی، لیکن جس وقت ہماری شفیع المذنبین سردار دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے۔ ایام مرض میں ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جبریل علیہ السلام! کوئی خوشخبری لائے ہو تو سنا دو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:

”یا رسول اللہ! دوزخ آپ کے استقبال کے لیے ٹھنڈی کی گئی اور جنت کے آٹھوں دروازے کھولے

گئے۔ حوران جنت اور ملائک آپ کے استقبال کے لئے جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔“

حضور ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا: عالی و للنار ولی و للجنة۔ اے جبرئیل علیہ السلام! نہ مجھ کو جہنم سے کچھ مطلب ہے، نہ جنت سے کچھ تعلق ہے۔ یہ بتاؤ کہ میری امت کے لیے کیا تیار کیا گیا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ”جنت حرام ہے تمام اُمتوں پر جب تک آپ کی اُمت نہ جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر وفات کے وقت ساڑھے تیرہ سو برس کی تھی۔ جب ملک الموت ان کے پاس آئے تو نوح علیہ السلام ملک الموت کی صورت دیکھ کر گھبرائے اور یہ کہا: ”اے ملک الموت تم نے بہت جلدی کی“۔ ملک الموت نے کہا: ”اے نوح علیہ السلام! تیرہ سو برس میں بھی آپ کا دنیا کی زندگی سے پیٹ نہیں بھرا“۔ نوح علیہ السلام نے کہا:

”اے ملک الموت! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں کسی ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جسکے دو دروازے ہیں ایک سے اندر آیا دوسرے دروازے سے تم مجھے لینے آ گئے۔ میں اس مکان میں ذرا بھی نہ ٹھہرا“۔

مگر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ملک الموت آئے تو ملک الموت سے بات بھی نہ کی۔ فرمایا: ”جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں۔ اے ملک الموت جب تک جبرئیل علیہ السلام کی زبانی اُمت کی مغفرت کی بشارت نہ سنوں گا اس وقت تک جان نکالنے کی اجازت نہ دوں گا۔“

سبحان اللہ! جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس موت کا پیغام آیا گھبرا گئے۔ ملک الموت کے طمانچہ مارا۔ جب وفات پانے پر راضی ہوئے تو یہ کہا:

”مجھے بیت المقدس کی سرزمین میں پہنچاؤ۔ وہاں پہنچ کر میری جان نکالے۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس پہنچایا۔ تب ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کی جان نکال کر لے گئے۔ حضور سید عالم ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم مبارک کو جنت میں پہنچاؤں۔

فرمایا: ”نہیں مجھے میری اُمت کے اندر رہنے دو یہیں اپنی اُمت کے لئے استغفار کروں گا۔“

آپ پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اگر اُمت کی نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں تو آپ اللہ کا شکر کرتے ہیں اور اگر گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو آپ جناب الہی میں استغفار کرتے اور اُمت کے لئے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ پھر کس طرح آپ کی اُمت آپ پر جان قربان نہ کرے۔ وفات سے تین روز پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے فرمایا: یا محمد ان ربک یقرئک السلام و هو لیس کیف تجدک۔ اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔

آپ نے فرمایا:

”انی اجدنی مغموماً فی موماً۔ اے جبرئیل علیہ السلام میں بہت غمگین ہوں۔“

حضرت جبرئیل علیہ السلام مزاج پوچھ کر چلے گئے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے فرمایا:
 ”اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ کو کیا غم ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن آپ
 اپنی زبان مبارک سے فرمائیں۔“

آپ نے فرمایا:

”مجھے گنہگار اُمت کا اس وقت بہت خیال ہے۔ گنہگاروں کی مغفرت کس طرح ہوگی۔“

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ”الہی تیرے نبی یوں ارشاد فرماتے ہیں۔“ حکم ہوا:
 ”کہہ دو رب العالمین آپ پر سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ اگر آپ کی اُمت کا کوئی مسلمان گنہگار
 مرنے سے ایک سال پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریگا، ہم اس کی توبہ قبول فرما کر اُسے بخش دیں گے۔“
 حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الہی ایک سال کی مدت بہت ہوتی ہے، الہی میری اُمت کی مشکل آسان کر۔“

یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور یہ کہا:
 ”یا رسول اللہ! رب العالمین فرماتا ہے کہ اگر آپ کی اُمت گنہگار مرنے سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے گی
 ہم اسکی توبہ قبول کریں گے۔“

عرض کیا:

”یا الہی ایک مہینہ بہت ہے، اے میرے اللہ اُمت کی مشکل آسان کر۔“

حضرت جبرئیل علیہ السلام واپس گئے پھر آئے اور یہ فرمایا:

”یا رسول اللہ رب العالمین آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر ایک مہینہ کی مدت بہت
 ہے تب ایک ہفتہ تو بہت نہیں ہے جو گنہگار آپکی اُمت کا ہفتہ بھر پہلے مرنے سے توبہ کرے گا وہ بخشا
 جائے گا۔“

حضور ﷺ نے عرض کیا: ”الہی ایک ہفتہ بہت ہے، الہی معاف کر میری اُمت کی خطاؤں سے درگزر فرما“ پھر حکم ہوا:

”جو شخص مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرے گا ہم اسے بخش دیں گے“ حضور ﷺ نے عرض کیا: ”مولیٰ ایک دن بھی بہت

ہے“ پھر حکم دیا: ”جو شخص مرنے سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرے گا وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا“ حضور ﷺ نے

عرض کیا: ”میرے رب ایک گھڑی بھی بہت زیادہ ہے۔“ یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور پھر واپس آئے

اور فرمایا: ”یا رسول اللہ رب العالمین جناب کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے:

”اے محبوب ﷺ اگر مرنے والے گنہگار شخص کی روح حلقوم میں پہنچ جائے اور زبان بند ہو جائے، اگر

اپنے دل میں اپنے گناہوں سے نادم ہو جائیگا تو میں اسے بخش دوں گا اور کچھ بھی اسکے گناہوں کی پروا نہ

کرونگا اور جس مسلمان گنہگار نے توبہ نہ کی اس کو آپ اپنی شفاعت سے بخشو! میں۔ آپ جسکی شفاعت فرمائیں گے وہ بخشا جائیگا۔“

یہ سن کر حضور ﷺ کا دل خوش ہوا اور امت کی طرف سے غم رفع ہوا۔ سبحان اللہ! کیا مہربان رؤف رحیم نبی ہماری ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

تاریخ و یوم سن وفات شریف

سرور انس و جان رحمت عالمیان شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ کی وفات تریسٹھ برس بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری یوم دو شنبہ چاشت کے وقت سوئے حق راہی ہوئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ! حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیت

اس حادثہ جان گز سے بعض صحابہ ایسے مدہوش ہو گئے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا انکار کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی حال ہو گیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گنگ ہو گئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سکتہ ہو گیا تھا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کے ہوش بجا نہ رہے تھے۔ حضور ﷺ کی وفات بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہوئی آپ وہیں مدفون ہوئے بعد آپ کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں مدفون ہوئے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ اجمعین برحمتک الرحم الراحمین۔

حضرت رسول خدا ﷺ کے چند معجزات

● حضرت سرور کائنات ﷺ کے معجزوں میں بڑا معجزہ قرآن شریف ہے کہ جس کی ایک سورۃ کے برابر کی عبارت بھی کوئی نہیں بنا سکتا اور اس قرآن شریف میں گزری ہوئی اور آئندہ کی سچی سچی غیب کی خبریں بھی موجود ہیں۔

● ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ جب معراج سے مشرف ہو کر لوگوں سے بیان کرنے لگے اور بیت المقدس تک اپنے جانے کی خبر دی تو کفار نے اس کو جھٹلایا اور بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنے لگے تو بعض ایسی علامات پوچھیں کہ جس میں شب کو آپ ﷺ نے غور نہ فرمایا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ آپ کے روبرو ظاہر کر دیا تو آپ ﷺ نے خوش ہو کر صاف صاف نشانیاں اُس کی بیان فرما کر سب کو شرمندہ کر دیا۔

● ایک معجزہ آپ ﷺ کا یہ ہے کہ اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کر کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

● ایک معجزہ آپ ﷺ کا یہ ہے کہ جب کفار بدکار آپ کو شہید کر دینے کے ارادہ سے آپ کے مکان پر جمع ہوئے۔ تب آپ کے نکلتے ہی سبھوں نے سر نیچے کر لئے اور ان سب کی ٹھڈیاں ان کے سینوں تک جا لگیں تو آپ نے ایک مٹھی خاک لے کر ان کے سروں پر ڈال کر فرمایا شاہت الوجوہ یعنی ”بُرے ہو جائیں منہ ان کے“ آخرا یہاں ہی ہوا کہ جن کے سروں پر وہ مٹی پڑی سب کے سب جنگ بدر میں مارے گئے۔

● ایک معجزہ آپ ﷺ کا یہ ہے کہ جب جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک اپنے دشمنوں کے منہ پر پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو شکست فاش دی۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ غار میں جا کر چھپے تو مکڑی نے اس غار کے منہ پر جال تن دیا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔

● اور ایک معجزہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کو جانے کو نکلے تو آپ کو پکڑنے کے لیے سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے پیچھے نکلا جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے اور آگے بڑھ نہ سکا۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ ایک بار آپ نے ایسی بکری کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کہ ابھی زر کی صورت نہیں دیکھی تھی سو وہ آپ کے دست مبارک کی برکت سے دودھ دینے لگی۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بڑھیا ام معبد نامی کی بکری جو بالکل ضعیف تھی آپ کے دست مبارک اس پر پھیرنے سے بہت دودھ دینے لگی حالانکہ اس میں اس سے پہلے کچھ دودھ نہیں تھا۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار قتادہ بن النعمان کی آنکھوں میں زخم ہو کر پانی رخسارہ پر سے بہنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا تو آپ کے دست مبارک کی برکت سے ان کی آنکھ اچھی ہو گئی بلکہ پہلے سے زیادہ بہتر اور جمال والی ہو گئی۔

● ایک معجزہ یہ ہے حضور اکرم ﷺ غزوہ حدیبیہ میں مکہ معظمہ کے قریب جنگل میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک ہزار پانچ سو صحابہ حضور کے ساتھ تھے۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا۔ حضور نے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ سارے لشکر میں پانی کا پتہ نہیں ہے“ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”قد رقیل جس قدر ممکن ہو سکے پانی لشکر میں سے جمع کر لاؤ“۔ نہایت مشکل سے سارے لشکر کی مشکلیں پانی کے برتن نچوڑ کر ایک پیالہ پانی کا جمع ہوا۔ وہی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضور نے بسم اللہ کہہ کر اپنا دست کرم پیالہ میں رکھا آپ کا ہاتھ رکھنا تھا کہ حضور سید عالم ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے پیالہ سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ سارے لشکر والوں نے خود پیا لشکر کے جانوروں کو پلایا۔ لشکر والوں نے مشکلیں پانی کے برتن بھرے۔ سب نے وضو کیا۔ کسی نے حضرت جابر سے پوچھا: ”بھلا تم کتنے آدمی تھے جو پانی پینے میں شامل تھے“۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہم تو کل ایک ہزار پانچ سو تھے۔ لیکن اگر لاکھ بھی ہوتے تو بھی وہ رحمت کا پانی سب کو کافی تھا“۔

نکتہ: یہ پانی آب زمزم سے افضل ہے کیونکہ زمزم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ سے مکہ کی زمین سے نکالا ہوا ہے۔ مگر یہ پانی حضور اکرم ﷺ کے اندر جسم اطہر کے درمیان سے نکلا ہے۔ زمزم جبرئیل کے پر نے کھودا۔ یہ پانی حضور کے ہاتھ سے جاری ہوا۔ زمزم زمین سے نکلا۔ یہ خاص حضور کے جسد اطہر سے نکلا۔ پس جیسا فرق زمین کو اور حضور کے جسم اطہر کو ہے وہی فرق آب زمزم اور اس معجزہ کے پانی کو ہے۔ یہ پانی کوثر کے پانی سے بہتر ہے۔ وہ فرشتوں کے ہاتھ سے پیدا ہوا اور

یہ سید اولین و آخرین کے دست مبارک سے پیدا ہوا۔ پس جو فرق ملائکہ کے مرتبہ کو حضور کے مرتبے سے ہے وہی فرق کوثر کے پانی کو اس معجزہ کے پانی سے ہے۔ اگلے انبیاء علیہ السلام نے پتھروں سے پانی نکالا۔ درختوں سے پانی نکالا مگر جسم اطہر سے کسی پیغمبر کے پانی نہیں نکلا۔ حضور کے ہاتھ سے اُمت کیلئے اس طرح پانی نکلا جیسے مہربان ماں کے سینہ سے بچہ کے لیے دودھ نکلتا ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام کو آپس میں سگے بھائیوں سے زیادہ محبت تھی اور حضور کے ساتھ صحابہ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ اُلفت تھی۔ سارے صحابہ باہم گویا دودھ شریک بھائی ہو گئے تھے اور حضور ماں باپ سے زیادہ اُمت پر شفیق ہیں۔ سبحان اللہ! حضور کیا رحمت والے نبی تھے۔

● ایک معجزہ یہ ہے مدینہ طیبہ میں ایک سال قحط سالی ہوئی مینہ نہیں برسنا۔ حضور اکرم ﷺ جمعہ کی نماز کا خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ جانور ہلاک ہوئے کھیت درخت خشک ہو گئے غریب لوگوں کے بچے فاقہ سے مرنے لگے حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مینہ برساے۔“

یہ سن کر حضور نے خطبہ میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا:

”اے اللہ! مینہ برسا دے خشک زمین کو تر، سوکھے کھیتوں کو زندہ کر دے۔“

صحابہ کہتے ہیں کہ حضور کے ہاتھ اٹھانے سے پہلے آسمان پر ابر کا نام و نشان نہ تھا۔ حضور کے ہاتھ اٹھاتے ہی پہاڑوں کی طرح بادل اُٹھ کر آئے اور اسی وقت برسنے لگا۔ اور مسجد نبوی سے پانی ٹپک کر حضور کے سر مبارک سے بہتا ہوا ریش مبارک سے ہوتا ہوا حضور ﷺ کے لباس پر گرتا تھا۔ اس جمعہ سے برابر دوسرے جمعہ تک مینہ برستا رہا۔ جب دوسرے جمعہ کو حضور جمعہ کا خطبہ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے کہ پھر ایک اعرابی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! بارش کی کثرت سے اندیشہ ہلاکت کا ہے“ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے خطبہ میں دعا فرمائی:

”الہی! مدینہ کی بستی میں کھل جائے جنگلوں میں بر سے دریا میں بر سے ضرورت کے موقعہ پر بر سے۔“

اس دعا کے ساتھ حضور ﷺ نے ہاتھ کا اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ صحابہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ آپ کے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ بادل پھٹتا تھا اور اشارہ کے ساتھ مینہ کھلتا تھا۔

نتیجہ: مسلمانو! زمین آپ کی اطاعت کرنے آسمان آپ کی اطاعت کرنے ہوا آپ کی مطیع ہو پانی مطیع ہو بادل آپ کی دعا سے بر سے۔ آپ کی دعا سے کھلے۔ مگر اطاعت نہ کرے تو کون انسان! پھر آپ کی اُمت کا مسلمان حیرت اور غیرت کی جگہ ہے۔

● ایک معجزہ یہ ہے حضور ﷺ کی نبوت کے بعد ایک دن آپ کے چچا ابوطالب آپ کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ راستہ میں ابوطالب کو پیاس لگی اس وقت وہاں نہ پانی پاس تھا نہ جنگل میں کہیں پانی کا پتہ تھا۔ ابوطالب نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے سواری سے اتر کر زمین پر پیر مارا فوراً زمین سے چشمہ بیٹھے پانی کا جاری ہوا۔ ابوطالب نے

اس چشمہ سے پانی پی لیا۔

نتیجہ: کافروں کے لئے خشک زمین سے شیریں پانی پلانا جس مبارک نبی کا ادنیٰ فیض تھا۔ بھلا حشر میں جب حضور ﷺ حوض کوثر پر ہوں گے اور آپ کی امت کے مسلمان پیاسے حشر کی پیاس کی شکایت کرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے۔ تب کس طرح آپ ہر ایک پیاسے کو سیراب نہ فرمائیں گے۔ آپ ضرور سیراب فرمائیں گے پچاس ہزار برس کی پیاس ضرور بجھائیں گے۔

④ ایک معجزہ یہ ہے ایک دن سفر کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا کہ ”اے اسامہ! استنجا کرنے کے قابل کوئی پردہ کی جگہ ہے“۔ اسامہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ دور تک صحابہ کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے اور یہاں قریب میں کوئی جگہ جناب کے قابل پردہ کی نظر نہیں آتی“۔

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”دیکھو اے اسامہ! یہ درخت کھجور کے جو الگ الگ کھڑے نظر آتے ہیں اور یہ پہاڑی پتھر جو دور دور پڑے دکھائی دیتے ہیں انکو حکم دو۔ ان سے جا کر کہو جناب رسول اللہ فرماتے ہیں درخت تم آپس میں مل جاؤ اور پتھروں تم درختوں کے بیچ میں دیوار بنا کر تیار کرو حضور اکرم ﷺ تمہارے پیچھے استنجا فرمائیں گے“۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کا یہ پیغام لیکر درختوں پتھروں کے پاس گیا۔ سنتے ہی حضور کا حکم فوراً کھجوروں کے درخت آپس میں مل گئے اور درختوں کے درمیان جو جگہ خالی رہی ان میں پتھروں نے جمع ہو کر دیوار بنائی۔ جب حضور اکرم ﷺ استنجا سے فارغ ہوئے فرمایا:

”اسامہ ان سے کہو کہ یہ سب اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں“۔

یہ سن کر حضرت اسامہ نے اشارہ کیا۔ پتھر درخت سب الگ الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ سبحان اللہ! الہی کیا تیرا احسان ہے۔ جہاں بھر کا حاکم ساری دنیا پر حکومت کرنے والے نبی ﷺ کو ہم گنہگاروں کا عاشق اور ہم خطاواروں کا شیدائی بنایا۔ ہمارے غم نے انہیں راتوں راتوں رلایا۔ ہماری فکر نے انہیں بہت سا جگایا۔ کم سٹلایا۔

نتیجہ: درختوں پتھروں نے حضور اکرم ﷺ کے خادم کے حکم سے حضور ﷺ کے لئے صف بستہ ہو کر پردہ کی دیوار تیار کر دی۔ ہم انسان ہو کر پھر مدعی اسلام ہو کر افسوس ہم نے دنیا میں آن کر گھاس پھونس، درختوں، پتھروں کے برابر بھی خدا کے سچے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی۔ شرم کی جگہ، غیرت کا مقام ہے۔

⑤ ایک معجزہ یہ ہے حضور اکرم ﷺ ایک سفر کے موقع میں زمین پر لیٹے ہوئے سوتے تھے بہت دور سے ایک درخت کیکر کا آیا اور سات مرتبہ جناب کے صدقہ ہوا حضور کا طواف کیا۔ جب حضور اکرم ﷺ سوتے اٹھے۔ فرمایا:

”اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی تھی کہ مجھے آنکر سلام کرے خدا نے اسے اجازت دی، اس

لئے یہ درخت آیا اور میری زیارت کر گیا۔“

① ایک معجزہ یہ ہے جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضور نے جمعہ قائم کیا جب حضور کو خطبہ فرمانے کی ضرورت ہوئی۔ تب آپ مسجد کے ستون سے جو خشک کھجور کا درخت تھا پشت مبارک لگا کر خطبہ فرماتے تھے۔ ایک دن ایک انصاری عورت نے عرض کیا کہ:

”یا رسول اللہ! اگر آپ فرمائیں تو یہ لونڈی اپنے غلام سے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے، آقا کے لیے ایک کاٹھ کا منبر بنوادے۔“

حضور نے اشارہ کیا ”اچھا“۔ یہ سکر وہ عورت چلی گئی اور دو تین روز کے بعد تین سیڑھی کا منبر بنا کر لائی اور حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے وہ تحفہ قبول فرما کر اس پر خطبہ فرمایا و عظ کہنا شروع کیا۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس قدیمی لکڑی کو چھوڑا اور حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ حضور نے تھوڑا ہی سا خطبہ فرمایا تھا کہ اس خشک ستون سے رونے کی آوازیں چیخیں مارنے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ہچکیاں لینا، سسکیاں بھرنا، بچہ کی طرح ماں کی جدائی میں چیخیں مار کر رونا، غل مچانا شروع کیا، حضور اکرم ﷺ ستون کے رونے سے بے چین ہو گئے۔ منبر سے اتر کر اس رونے والے اور عشق رسول میں جان کھونے والے ستون کے پاس آئے۔ اسے گلے سے لگا کر بہت تسلی دی، اس سے کلام کیا، اسے چپ کیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ ”میں تسلی نہ دیتا تو وہ ستون قیامت تک روتا ہی رہتا۔“ حضور اکرم نے فرمایا کہ ”اے ستون! تیرا کیا مطلب ہے تو کیوں روتا ہے“ ستون نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! رونے کا سبب جان دینے کا باعث محبوب ﷺ دو جہاں کی جدائی ہے۔ یا رسول اللہ پہلے تو آپ مجھ سے کمر لگا کر خطبہ فرماتے تھے اور میں حضور ﷺ کے جمال اور حبیب رب العالمین کے وصال سے مشرف رہا کرتا تھا مگر اب میری کم نصیبی محرومی قسمت سے حضور ﷺ مجھے چھوڑ کر منبر پر اجلاس فرمانے تشریف لے گئے۔“

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اے ستون! اگر تو چاہے تو خدا تجھے دنیا میں سرسبز درخت بنا دے۔ تیرے پھل سارا جہان کھائے اگر تو چاہے تو آخرت میں تجھے خدا سرسبز کرے جہاں تیرے پھل اولیاء اللہ کھائیں گے۔“

اس ستون نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ میں وہی بات پسند کرتا ہوں جس کی بقا ہمیشہ رہے میں فانی بقا کو پسند نہیں کرتا بلکہ مجھے آخرت کی زندگی ملنی چاہیے۔ کہ جہاں میرے پھل ہمیشہ اولیاء اللہ کھائیں گے۔“

اللہ اکبر کیا حضور ﷺ کا روحانی فیض تھا۔ چند مرتبہ ایک خشک لکڑی سے کمر لگا کر خطبہ فرمایا تھا حضور ﷺ کی پشت مبارک کی تاثیر سے مردہ درخت میں اعلیٰ درجہ کا عشق، اعلیٰ درجہ فہم۔ اعلیٰ درجہ کی حق شناسی۔ اعلیٰ درجہ کی فانی اور باقی میں تمیز

پیدا ہوئی۔ جب پشت کی لکڑیوں پر اتنا فیض تھا تب صحابہ جو حضور ﷺ کے چہرہ انور کے سامنے بیٹھ کر فیض لیتے اور خطبہ سنتے اور زیارت کرتے تھے۔ وہ کس قدر حق آگاہ اور باخدا ہوئے ہوں گے۔

نکتہ: چونکہ یہ درخت عاشق رسول تھا اس لیے اس نے پھلوں کا دلیوں کو نبیوں کو کھلانا پسند کیا یہ درخت بھی عاشق تھا۔ اولیاء اللہ بھی عاشق الہی ہوتے ہیں سچ ہے ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ہمیں بھی حبیب خدا ﷺ کا عشق ہونا چاہیے۔ اور ایک خشک درخت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں قد یک نامی نابینا نے حاضر ہو کر اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس اندھے کی آنکھوں پر دم کیا، اپنا لعاب مبارک اس کی اندھی آنکھوں میں لگایا۔ حضور کے دم کرتے ہی فوراً اس کی دونوں آنکھیں روشن ہوئیں اور ایسی تیز بصارت خدا نے اسے عطا کی کہ اسی ۸۰ برس کی عمر میں باریک سوئی میں ڈورا پروتا تھا۔

● ایک معجزہ یہ ہے جنگ احد میں قتادہ بن نعمان صحابی کی آنکھ میں کسی کافر کا تیر لگا جب تیر باہر نکالا گیا تو آنکھ باہر آن پڑی۔ قتادہ نے آنکھ کو ہتھیلی پر لیا اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آنکھ کے اچھے ہونے کی درخواست کی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اگر صبر کرو تو تم کو جنت ملے“ عرض کیا:

”یا رسول اللہ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ جنت بھی ملے اور میری آنکھ بھی اچھی ہو جائے“

یہ سن کر حضور نے اپنے دست کرم سے آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کی جگہ رکھا۔ حضور کے ہاتھ کی برکت سے فوراً آنکھ اچھی ہوئی۔ خون بند ہوا سا رادر دجا تا رہا۔ اب اس معجزہ والی آنکھ کی حالت یہ تھی کہ یہ آنکھ کبھی دکھنے نہ آتی تھی اور اس آنکھ سے رات کے اندھیرے میں بھی نظر آتا تھا۔

● ایک معجزہ یہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دسترخوان تھا۔ جس پر آپ کسی تقریب کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن کچھ مہمان آپ کے پاس آئے آپ نے کھانا طلب کیا خادمہ اسی دسترخوان میں کھانا لائی۔ آپ نے اسے میلا دیکھ کر خادمہ سے فرمایا کہ ”اسے تندور میں ڈال دو“ خادمہ نے وہ دسترخوان جلتی آگ میں ڈال کر تھوڑی دیر میں جب اسے تندور میں سے نکالا تو وہ دسترخوان نہایت سفید ہو کر آگ سے نکلا۔ بجائے جلنے کے اجلا ہو کر باہر آیا۔ مہمانوں نے اس کا سبب پوچھا۔ حضرت انس نے فرمایا:

”یہ دسترخوان تمبرک ہے حضور اکرم کا۔ حضور نے ایک دن اس سے اپنا منہ ہاتھ پونچھ کر مجھے عطا کیا تھا۔

اب اس کپڑے پر آگ حرام ہے یہ کسی طرح آگ میں نہیں جلتا۔ جب کبھی میلا ہوتا ہے ہم اسے آگ میں ڈال کر اجلا کرتے ہیں۔“

● ایک معجزہ یہ ہے۔ ایک دن دو صحابی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عشاء کی نماز کے بعد حضور کی زیارت کرتے، حضور کے کلام سے مستفیض ہوتے ہوئے رہ گئے۔ اس عرصہ میں رات زیادہ آئی اندھیرا ہوا۔ جب یہ دونوں صحابی

حضور کی خدمت عالی سے رخصت ہو کر اپنے گھر جانے لگے تو حضور اکرم نے فرمایا:

”لوگو تم اندھیری رات میں گھبراؤ نہیں تمہارے ہاتھ عصا مشعل کی طرح روشن ہو کر تمہیں راستہ دکھائے گا۔“

جب یہ دونوں صحابی وہاں سے رخصت ہو کر مسجد نبوی سے باہر آئے۔ مسجد سے نکلتے ہی ایک صحابی کا عصا خود بخود مشعل کی طرح بغیر آگ تیل کے روشن ہوا۔ اسی روشنی میں دونوں صحابی رستہ چلتے رہے۔ جب دونوں صحابیوں کا راستہ الگ ہوا اور ایک صحابی جن کا عصا پہلے سے روشن تھا، اپنا عصا لیکر اپنے گھر چلے اور دوسرے صحابی اندھیرے میں رہے۔ فوراً دوسرے صحابی کا عصا بھی مشعل کی طرح روشن ہوا اور اپنی اپنی لکڑی کی روشنی میں دونوں صحابی گھر تک پہنچے۔ صبح کو دیکھا کہ لکڑیوں میں آگ کا نشان مطلق نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے حکم سے جب مردہ لکڑیاں روشن اور نورانی ہوئیں تو حضور ﷺ کے ارشاد اور تعلیم و تلقین سے صحابہ کے دل کسی درجہ روشن ہوئے ہوں گے۔ اے غافل مسلمان! اگر آج تو اپنا دل کا روشن ہونا چاہتا ہے تو درود شریف کی کثرت کر پھر دیکھ غیب سے کیسا نور تیرے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

● ایک معجزہ یہ ہے۔ ایک دن مکہ معظمہ میں ابو جہل لعین اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریاں لیکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

”اے محمد ﷺ اگر تم سچے نبی ہو تو بتاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ کیونکہ جب تم آسمان کی باتیں

زمین پر بیٹھے بتا رہے ہو تو ضرور ہے کہ میرے ہاتھ کی مخفی چیز کو بھی آپ بتادیں گے۔“

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اے ابو جہل! اگر تو کہے تو میں بتا دوں کہ ہاتھ میں کیا ہے اور اگر تو کہے تو جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے وہ

بولے اور یہ بتائے کہ میں کون ہوں۔“

ابو جہل نے کہا:

”حضور یہ بات اور بھی زیادہ اچھی ہے کہ میرے ہاتھ کی چیز بولے اور بتلائے کہ آپ کون ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ نے ابو جہل کے ہاتھ کی کنکروں کو اشارہ کیا فوراً ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریاں لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ پڑھنے لگیں۔ اس معجزہ کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار آپ نے ایک اعرابی کو دعوت اسلام کی تو اس نے پوچھا: ”آپ کا گواہ کون ہے؟“ تو آپ

نے جھاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جھاڑ نزدیک آ کر تین بار آپ کی نبوت کی گواہی دے کر چلا گیا۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبر بنایا اس وقت پتھروں اور درختوں نے بھی کہا تھا:

السلام علیک یا رسول اللہ۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ جب کافروں نے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو دیا تو گوشت نے آپ سے کہا:

”مجھ میں زہر ہے آپ مت کھائیے۔“

۱۵ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار کوئی اونٹ آپ کے پاس آ کر فریاد کرنے لگا: ”میرے مالک مجھ سے محنت بہت لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں“ تب آپ نے اس کے مالکوں کو بلا کر تاکید کر دی۔

۱۶ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار ایک ہرنی قید میں پڑی تھی اور اس کے دو بچے بھوکے رہ گئے تھے۔ اتفاقاً حضور اُدھر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ سے عرض کرنے لگی:

”یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ کو اس کے ہاتھ سے چھڑو ایسے تو میں جلد جا کر بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاتی ہوں۔“

آخر جب آپ نے اس کو شکاری کے دام سے چھڑوا دیا تو آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتی ہوئی ہرنی چلی گئی۔

۱۷ ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے جنگ بدر میں فرمایا ”اس اس جگہ میں فلاں فلاں کا فرما را جائے گا تو ویسا ہی ہوا۔“ اس اس جگہ میں فلاں فلاں کا فرما را گیا۔ اور ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہ ہوا۔

۱۸ ایک معجزہ یہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”میری امت میں سے ایک جماعت دریا میں جنگ کرے گی اور ان میں ام حرام ہوگی“ تو ویسا ہی ہوا۔

۱۹ ایک معجزہ یہ ہے کہ جس رات میں اسود غنسی کذاب مارا گیا، اسی رات میں آپ نے صحابہ سے فرمایا: ”آج کی رات فلاں مارا گیا ہے۔ اور فلاں نے اس کو مارا ہے“ حالانکہ یہ قصہ گزرا شہر صنعاء میں جو ملک یمن میں ہے۔

۲۰ ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے ثابت بن قیس کے حق میں فرمایا تھا: ”یہ زندہ رہے گا نیک حالت سے اور آخر میں شہید ہو جائیگا“ پس ویسے ہی یمامہ میں شہید ہوئے۔

۲۱ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار ایک شخص اسلام سے پھر کر مشرکوں میں جا ملا۔ صحابہ کرام نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: ”وہ مر جائیگا تو اس کو زمین بھی قبول نہ کرے گی“ آخر ویسا ہی ہوا جب وہ مر گیا تو جہاں جہاں اس کو دفن کرتے زمین اسکو باہر پھینک دیتی تھی۔

۲۲ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی باقی رہا تھا۔ آپ نے چاہا کہ اس میں تمام انگلیاں داخل کریں مگر اس کا منہ چھوٹا تھا۔ چار ہی انگلیاں اس میں رکھیں اور سب کو پانی پلایا تو اتنا پانی جاری ہوا کہ تمام آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔

۲۳ ایک معجزہ یہ ہے کہ جنگ تبوک میں ایسے مقام پر وارد ہوئے تھے کہ وہاں اتنا پانی تھا کہ ایک ہی آدمی کو کفایت کرے۔ تمام لشکر میں تیس ہزار آدمی تھے وہ سب پیاسے ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔ تو آپ ایک تیر دیکر فرمایا: ”اس کو اس پانی میں کھڑا کر دو“۔ جب تیر کھڑا کیا تو اتنا جوش مارا کہ وہ پانی سارے لشکر کو کفایت کر گیا۔

۲۴ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار چند صحابہ نے شکایت کی: ”یا رسول اللہ! ہمارے کنوئیں کا پانی کھاری ہے“ تب آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ہمراہ لیکر اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اپنا لعاب وہیں مبارک اُس میں ڈالا تو اس قدر میٹھا پانی جاری ہوا کہ کتنا ہی پانی اس سے نکالتے تھے تو موقوف نہیں ہوتا تھا۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار کسی عورت نے اپنے لڑکے کو آپ کی خدمت حاضر کیا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اس کا سر پھوڑوں سے خراب ہو گیا ہے آپ دعا فرمائیے“ تب آپ نے دست مبارک اُسکے سر پر رکھا۔ ہاتھ رکھتے ہی بیماری دفع ہو گئی اور سر کے بال بھی ہموار ہو گئے۔ یہ کیفیت سن کر اہل یمامہ میں سے ایک عورت اپنے بچے کو میلہ کذاب کے پاس لے گئی جو وہاں جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کرتا تھا۔ اس نے بھی اپنا ہاتھ بچے کے سر پر رکھا تو اس بچے کے سر کے تمام بال جھڑ گئے اور یہ بیماری اس کی تمام اولاد میں باقی رہ گئی۔

● ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا پاؤں جب ٹوٹ گیا تو آپ کا دست مبارک رکھتے ہی ایسا درست ہو گیا کہ گویا کچھ بھی بیماری نہ تھی۔

● ایک معجزہ یہ ہے۔ ”شفاء“ اور ”مواہبہ لدنیہ“ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دن ایک یہودی کو اسلام کی طرف بلایا۔ یہودی نے کہا:

”یا حضرت! جب تک میری مری ہوئی لڑکی کو آپ زندہ نہ کریں اور وہ مردہ دختر زندہ ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی نہ دے میں ہرگز مسلمان نہ ہوں گا“۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا:

”اے یہودی چل اپنی دختر کی قبر پر مجھے لے چل“۔

حضور اکرم ﷺ یہودی کیساتھ قبرستان تشریف لے گئے وہاں جا کر یہودی لڑکی کی قبر پر کھڑے ہو کر یہودی کی لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ حضور کی آواز سن کر قبر شق ہو گئی اور قبر کے اندر سے لڑکی زندہ ہو کر پکاری: ”لبیک وسعدیک یا رسول اللہ کیا ارشاد ہے“ حضور ﷺ نے فرمایا

”اگر تیرا دل چاہے تو تو اپنے ماں باپ کے پاس چلی آ دنیا میں زندہ ہو کر رہ“۔

عرض کیا:

”یا رسول اللہ میں نے اپنے اللہ کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان پایا ہے اور آخرت کو دنیا سے افضل دیکھا ہے اسلئے آپ مجھے میری قبر میں رہنے دیں“۔

حضور اکرم ﷺ نے پھر اس کے مرنے کی دعا کی وہ دختر دوبارہ مر کر قبر میں گئی۔ یہودی یہ واقعہ دیکھ کر حیران ہوا اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا اور مردہ دختر کے والدین مسلمان ہو کر ہمیشہ کی زندگی کے مستحق ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اعجاز اور روحانی فیض نے خدا کے فضل سے مردہ کو زندہ کیا اور پھر مردہ نے زندہ ہو کر دو مردوں یعنی کافر ماں باپ کو مسلمان کر کے ہمیشہ کیلئے زندہ کیا سبحان اللہ کیا فیض ہے۔

● ایک معجزہ یہ ہے ایک دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو مہمان بلا کر بکری ذبح کی۔ اس کا گوشت پکا کر آپ کے سامنے لائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! گوشت گوشت کھا لینا ہڈیاں نہ چبانا“ حضور کے حکم عالی کے

سے آپ کے حالات دریافت کئے۔ ابوسفیان اس وقت تک اگرچہ کافر تھے مگر قیصر نے ابوسفیان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے کھڑا کر دیا: ”تم پر خدا کی مار ہو اگر ابوسفیان نے کوئی جھوٹی بات کہی اور تم نے نہ روکا“ تب قیصر نے ابوسفیان سے پوچھا: ”کیا اس شخص کے خاندان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟“ ابوسفیان نے کہا: ”نہیں“۔ پھر پوچھا: ”کبھی اس شخص نے دنیاوی معاملہ میں جھوٹ بولا ہے؟“ کہا: ”نہیں“۔ قیصر نے کہا: ”خدا کی قسم ہے کہ جو شخص دنیا کے لئے جھوٹا نہ ہو وہ خدا کے اوپر جھوٹ نہ باندھے گا“۔ پھر قیصر نے پوچھا: ”اس پر ایمان غریب لوگ لاتے ہیں یا امیر“ کہا: ”غریب“۔ قیصر نے کہا: ”پیغمبروں کا ہمیشہ سے یہی حال رہا ہے“۔ پھر قیصر نے کہا: ”جس قدر اس شخص کے پیروکار زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو بڑا بناتا جاتا ہے“۔ کہا: ”نہیں، بلکہ فقیرانہ وضع کو پسند کرتا ہے“۔ پھر قیصر نے پوچھا: ”تم میں اور اس میں لڑائی کا کیا رنگ رہتا ہے؟“ کہا: ”کبھی ہم غالب ہوتے ہیں اور کبھی وہ غالب ہوتے ہیں“۔ پھر پوچھا: ”وہ بد عہدی بھی کرتا ہے؟“ کہا: ”اب تک تو اُس نے کوئی بد عہدی نہیں کی مگر ہمارے آنے کے بعد کی ہو تو معلوم نہیں“ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس جھوٹی بات کے سوا اور میں کوئی بات نہ کہہ سکا) پھر پوچھا: ”اس کے پیروکار کبھی اس کے مذہب سے پھر بھی جاتے ہیں؟“ کہا: ”نہیں“۔ پھر پوچھا: ”اس کے پیروکار بڑھتے جاتے ہیں؟“ کہا: ”روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں“۔ تب قیصر نے کہا: ”خدا کی قسم ہے اس شخص کا مذہب یہاں تک پہنچے گا جہاں ہم موجود ہیں“۔ جب ابوسفیان قیصر کے دربار سے باہر نکلے تو آنحضرت ﷺ کی شان میں اپنے ساتھیوں سے کہا: ”دیکھو اس بددین کا اثر یہاں تک بھی پہنچے گا“۔ اور قیصر کو ابوسفیان کے جواب سے پوری تشفی ہو گئی۔ آپ کے حالات سنا کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایک جلسہ میں نصاریٰ کو جمع کر کے اس امر کو پیش کیا۔ سمجھوں نے باتفاق انکار کیا۔ جلسہ درہم برہم ہو چلا۔ قیصر نے مجلس کا رنگ بدلا دیکھ کر لوگوں کو نرمی سے بلایا۔ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مجمع کے منتشر ہونی کے بعد قیصر نے اراکین دولت کو طلب کر کے آنحضرت ﷺ کو جزیہ دینے کی بابت گفتگو پیش کی سمجھوں نے اس سے انکار کیا پھر اس نے کہا

”بہتر ہوگا کہ ارض سوربہ (یعنی فلسطین و اردن و دمشق و حمص وغیرہ بلاد شام) دے کر صلح کر لی جائے“۔

اراکین دولت نے اس سے بھی اختلاف کیا۔

● نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف جو نامہ نامی عمرو بن امینہ الصخری کی معرفت روانہ کیا گیا تھا۔ اس کی عبارت یہ تھی:

بسم الله الرحمن الرحيم الھدی۔

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے (یہ خط ہے) محمد (ﷺ) کی طرف سے جو خدا کا رسول ہے نجاشی اصمہ کی طرف جو حبشہ کا بادشاہ ہے۔ تم سلامت رہو۔ میں تمہارے آگے خدا کی تعریف کرتا ہوں کہ وہ بادشاہ دو جہاں پاک سلامتی دینے والا۔ امن میں رکھنے والا اور سب کی حفاظت کرنی والا ہے۔ اور اس امر کا یقین کرتا ہوں کہ مریم کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام خدا کا حکم ہے اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے اس کو پاک اور بتول مریم عطا کیا۔ بس مریم کو عیسیٰ کا حمل رہ گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس کلام پر کچھ توجہ نہ کی۔ آپ نے ان کو ٹھہرایا اور اگلے دن پر ان کی باتوں کے جواب دینے کو موقوف رکھا۔ اتنے میں یہ الہام ہوا کہ اللہ جل شانہ نے کسریٰ پر اس کے لڑکے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور اس نے اس کو شب کے وقت فلاں روز فلاں مہینہ میں قتل کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ نے بانویہ و خزرہ کو بلا کر اس واقعہ سے مطلع کیا۔ بانویہ و خزرہ کو اس کلام سے سخت تعجب ہوا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے پھر کچھ سوچ کر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:-

”تم اس کہنے کا نتیجہ سمجھتے ہو کیا ہوگا۔ ہمارا شاہنشاہ تم کو اور تمہاری قوم کو تباہ کر دے گا۔ اس سر زمین کی خاک تک کا پتہ نہ ملے گا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم اس خیال و فکر میں نہ پڑو جاؤ اور ملک باذان کو اس واقع سے اطلاع کرو۔ اور میری طرف سے یہ کہہ دو کہ میرا مذہب تمام عالم میں پھیلنے والا ہے۔ میرا غلبہ وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں تک کسریٰ کا سکہ چل رہا ہے۔ ملک باذان اگر اسلام لائے گا تو میں اس کو جس پر وہ متصرف بحال رکھوں گا اور اس کو اس قوم کی سرداری دے دوں گا۔“

خزرہ و بانویہ یہ پیام لے کر جس وقت باذان کے پاس آئے اور اس سے ہو ہو بیان کیا۔ باذان نے کہا:

”یہ کلام معمولی آدمیوں کا نہیں ہے یہ باتیں نبیوں کی سی ہیں۔ میں اس کی پیشین گوئی کا نتیجہ دیکھتا ہوں کہ کیا ہوگا۔“

باذان اسی فکر و خیال میں تھا کہ شیرویہ کا خط آ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا:

”میں نے کسریٰ کو اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ فارس پر ظلم کرتا تھا۔ شرفاء ملک و رساء شہر کو بلا وجہ قتل کرتا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تجھ کو ملے فوراً میری اطاعت قبول کر لے۔ جیسا کہ اس سے پہلے تو شاہان فارس کا مطیع تھا۔ اور اس شخص کی بابت جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تجھ کو حکم دیا تھا یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس سے تا صدور حکم ثانی کچھ تعرض نہ کرنا۔“

باذان کو جس وقت شیرویہ کا یہ فرمان ملا اس نے اسی وقت آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی انبار والے بھی مسلمان ہو گئے۔ بانویہ نے باذان سے بعد واپسی مدینہ یہ بھی کہا تھا:

”میں نے بڑے بڑے امراء و سلاطین سے باتیں کیں اور ان کے ساتھ میں نے کھانا کھایا لیکن اس شخص سے زیادہ کسی کو بارعب میں نے نہ پایا۔“

باذان نے دریافت کیا: ”کیا اس کے ساتھ دستہ فوج جان نثاران رہتا ہے؟“ بانویہ نے کہا: ”نہیں۔“

● واقعہ کا بیان ہے کہ مقوقش بادشاہ قبط کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی لیکن یہ اسلام نہیں لایا۔

تعارف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ بن حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کا مسلک حنفی اور طریقت میں انتساب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے۔ آپ کا وطن دہلی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب ۳۱ شوال المکرم ۱۱۱۲ھ ۱۷۰۳ء ہوئی۔ آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ اسی سال ان کے والد ماجد نے ان کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا، آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی، چودہ سال کی عمر میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

”اور انہی سے علوم ظاہری اور آداب طریقت سیکھے اور ان سے اکثر فوائد طریقت سنے۔“

۱۱۲۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی سے بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین ٹھہرے۔

(عطاء الرحمن قاسمی، دہلی میں دفن خزینے، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۷۵)

شاہ عبدالرحیم، حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری کے خلیفہ اعظم حافظ سید عبداللہ اکبر آبادی سے بیعت تھے۔ ان کے وصال کے بعد شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ (محمد منظور نعمانی، تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی، مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۲۳)

حضرت شاہ ولی اللہ کو اپنے والد ماجد کے علاوہ دیگر مشائخ سے بھی سلاسل ثلاثہ نقشبندیہ، قادریہ و چشتیہ میں اجازات حاصل تھیں جس کا آپ نے خود اپنے ملفوظات میں ذکر کیا ہے۔

(القول الجلی فی ذکر آثار الولی، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ/۱۹۸۹ء، ص ۴۹۴)

جب علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے تو آپ کے والد ماجد نے درس کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ ایک تقریب منعقد کی گئی ہر خاص و عام کو ضیافت میں مدعو کیا گیا۔ سترہ سال کی عمر ہوئی تو والد ماجد وفات پا گئے۔ ۱۱۳۳ھ/۱۷۳۱ء میں حرین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور وہاں شیخ ابوطاہر مدنی اور حرین شریفین کے دیگر مشائخ سے فوائد حاصل کئے ۱۱۳۵ھ/۱۷۳۳ء مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان واپس ہوئے اور مخلوق کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا۔ نسبت مجددیہ آپ کی رگ رگ میں پیوست ہوئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

”ان کی جلالتِ شان یہاں تک پہنچتی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جاسکتا ہے کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن تقیٰ اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی“۔

(شیخ محمد صالح الزواوی نقشبندی المجد دی المظہر ی الہکی: نفاس السانحات فی تزییل الباقیات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۳۰۰ھ ص۔ ۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے ”القول الجلی فی ذکر آثار الولی“ کے مقدمہ میں حیدرآباد سندھ سے شائع ہونے والے مجلہ ”الرحیم“ کی جلد ۲ شمارہ ۱۳ ماہ اگست ۱۹۶۵ء میں شائع ہونے والے ایک مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جناب من حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات نوے کے قریب ہیں بلکہ اس سے زیادہ علوم ہیں۔ تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے ”حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، صفورازالۃ الخفاء اور ترجمہ قرآن“ کہ ان میں سے ہر ایک اسی نوے جز ہیں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق معارف میں ہیں جیسے، ”الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور دوسری کتابیں“۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ صاحب سخن گو تھے، آپ کا تخلص امین تھا چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

من نہ دائم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام
عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا وصال ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ / ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء دہلی میں ہوا، آپ کا مزار شریف نئی دہلی میں مہندیاں کے مقام پر ہے۔

آپ کے حالات و افکار پر مغرب و مشرق میں بہت کام ہوا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قطب دین احمد، ولی اللہ شاہ
پاک باطن، صاحب کشف صحیح
بودے شک جبر اکمل، دین پناہ
راست باز و نیک دل بے اشتباہ
ذات پاکش بہر عالم گشت ماہ
زید بشنو ایں صدائے ہاتھی
روضہ اقدس شدہ آرام گاہ

شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد شاہ مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ

از: مولانا جاوید اقبال مظہری، بانی امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، کراچی

آسمان علم و عرفان پر، آفتاب و ماہتاب بن کر درخشاں ہونے والے، عالم و فاضل، عارف کامل، مجتمع کمالات صوری و معنوی، واقف اسرار خفی و جلی، پیر روشن ضمیر، شیخ بحر و بر، سلطان العارفین، امام العاشقین، شیخ المشائخ، قطب عالم شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ / ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ھ سرزمین دہلی میں جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم، فقیہ الہند اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے نامور پوتے اور حضرت مولانا مفتی محمد سعید قدس سرہ العزیز کے فرزند دلہند تھے۔

حضرت مفتی اعظم کی عمر شریف جب چار سال ہوئی تو حضرت والد ماجد وصال فرما گئے جبکہ حضرت والدہ ماجدہ اس کے ایک یا دو سال کے بعد وصال فرما گئیں۔

والدین کے وصال کے بعد جد امجد حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود قدس سرہ نے اپنی کفالت میں لے لیا، دو سال کے بعد حضرت ممدوح بھی وصال فرما گئے۔

حضرت جد امجد کے وصال کے بعد نانی صاحبہ نے اپنی کفالت میں لیا لیکن دو تین سال کے بعد وہ بھی وصال کر گئیں۔ اس وقت حضرت مفتی اعظم کی عمر شریف تقریباً ۱۴ سال کی تھی۔ نانی صاحبہ کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم کے عم محترم حضرت مولانا عبد الجبید علیہ الرحمۃ نے جوانی تک حضرت مفتی اعظم کو اپنے زیر کفالت رکھا۔

حضرت مفتی اعظم کی زندگی کے ابتدائی واقعات و حادثات حضور انور ﷺ کی سیرت پاک کی یاد دلا رہے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم نے حافظ حبیب اللہ علیہ الرحمہ سے قرآن کریم حفظ فرمایا اور حفظ تجوید و قرأت میں کمال حاصل کیا۔ آپ کی قرأت انتہائی شیریں اور دلنشین تھی، جو سن لیتا وہ کبھی نہ بھولتا۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد اپنے عم محترم سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم کے عم محترم کا سلسلہ حدیث ۳ واسطوں سے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم نے ذاتی مطالعہ سے معقولات اور منقولات میں کمال حاصل کیا اور جن علم میں مہارت حاصل فرمائی ان میں تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ ریاضی، ادب علم توقیت، علم الفرائض، صرف و نحو، خطاطی وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں قطب عالم حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمۃ کے فرزند دلہند اور جانشین حضرت سید صادق علی شاہ

قدس سرہ العزیز نے حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر خلیفہ اور شاگرد رشید حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ کی وساطت سے حضرت مفتی اعظم کو دہلی سے مکان شریف (مشرقی پنجاب) طلب فرمایا اور اپنے مقصود و مطلوب کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرما کر آسمان علم و عرفان کا آفتاب و ماہتاب بنا کر ملک ولایت کا بے تاج بادشاہ بنایا۔

حضرت مفتی اعظم کو بیعت فرمانے کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ العزیز نے مزید تربیت کے لئے حضرت شاہ محمد رکن الدین قدس سرہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد بقول حضرت شاہ رکن الدین الوری آپ ہی کے روحانی فیض سے تربیت پائی اور حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہ نے اپنے مخدوم زادے حضرت مفتی اعظم کو چار سلاسل میں اجازت و خلافت عطا کر فرما کر مسند مسعودیہ پہ متمکن فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم نے تقریباً ۶۰ سال جامع مسجد فتحپوری میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے اور رُشد و ہدایت کے ذریعے بے شمار بندگانِ خدا کے قلوب کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے منور فرما کر حق تعالیٰ کا محبوب بنایا، بکثرت ہنود و نصاریٰ کو مشرف باسلام فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم کو فتویٰ نویسی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ نے جامع مسجد فتحپوری میں امامت و خطابت کے علاوہ ساٹھ سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے، آپ نے لاکھ سے زائد فتاویٰ جاری فرمائے، آپ کے فتوے اعلیٰ عدالتوں میں تسلیم کئے جاتے تھے، غیر منقسم ہندوستان میں انگریزوں کی عدالتوں میں آپ کے فتاویٰ ریکارڈ پر موجود ہیں۔

حضرت مفتی اعظم کے جد امجد حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جامع فتحپوری میں دارالافتاء قائم فرمایا، الحمد للہ آج ۱۳۵ سال گزرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس وقت حضرت مفتی اعظم کے پوتے اور جانشین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب امامت، خطابت کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ شریعت کی برہنہ تلوار تھے، اظہار حق میں کبھی مصلحتِ وقت آڑے نہ آئی۔ نہ دوست کی دوستی کا لحاظ نہ دشمن کی دشمنی کا غبار، جس کے حق میں فیصلہ ہوتا صادر فرمادیتے۔ حضرت مفتی اعظم نے اپنی حیات طیبہ میں تقریباً دو لاکھ مکتوبات تحریر فرمائے جو علوم معارف کے خزینہ اور گنجینہ عشق و محبت ہیں ”مکاتیب مظہری“ کی پہلی اور دوسری جلد منظر عام پر آچکی ہے۔

حضرت مفتی اعظم نے اپنے مریدین اور مخلصین کی تربیت توجہ الی اللہ اور اتباع سنت نبوی ﷺ کے ذریعے فرمائی، عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور محبت الہی حضرت مفتی اعظم کی سیرت کے امتیازات ہیں۔

حضرت مفتی اعظم نے ۱۹۳۵ء میں حج بیت اللہ فرمایا اور اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے حرمین شریفین میں حضرت مفتی اعظم کی کیفیت اس شعر کی آئینہ دار تھی:

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

حضرت مفتی اعظم ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۳ء میں پاکستان تشریف لائے اور بے شمار بندگانِ خدا کو نہ صرف اپنی زیارت سے

مشرف فرمایا، بلکہ عرفان کی دو تیس جی بھر کر لٹائیں۔

حضرت مفتی اعظم نے آخری عمر تک جب کہ سن شریف اسی ۸۰ سے متجاوز تھا، کمال درجہ ضعف کے باوجود کہ کھڑا ہونا مشکل تھا، رمضان المبارک میں روزے رکھے اور کھڑے ہو کر نماز تراویح ادا فرمائی۔ یہ عجائبات روزگار میں سے ہے نماز میں حضوری قلب کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی سجدہ سہونہ فرمایا۔ آپ کی نماز اس حدیث پاک کا آئینہ تھی:

”نماز اس طرح پڑھو کہ جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو“۔ (الحدیث)

حضرت مفتی اعظم نے ۱۴ سال کی عمر سے وصال تک تقریباً ستر سال نماز تہجد قضا نہیں فرمائی جو صدیقوں کی آنکھ کا نور اور عاشقوں کے دل کا سرور ہے۔ آپ کے معمولات نماز تہجد سے شروع ہوتے اور نماز عشاء کے بعد کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ختم ہوتے۔ یوں آپ کے شب و روز اللہ اور اسکے محبوب ﷺ کی یاد میں بسر ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم کی سیرت طیبہ میں عاجزی اور انکساری، عزیمت پسندی، طمانیت قلبی اور شان بے نیازی بدرجہ اتم موجود تھی، حضرت بچوں پر اور جانوروں پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم ہر ایک کی دلداری فرماتے تھے، غمگین اور بے آسرا آپ کی صحبت میں سکون پاتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم نے کبھی اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ فراخ دلی کے ساتھ ان کو معاف فرمایا اور ان کی مدد فرمائی۔ آپ نے اہل حاجات کی دل کھول کر مدد فرمائی ان کو نہ صرف یہ کہ قرض حسد دیئے یہ کہ بلکہ قرضے معاف بھی فرمائے اور دوبارہ ضرورت پڑنے پر مزید مدد فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ دنیا سے بالکل بے نیاز تھے اور حرص و ہوس سے پاک۔ اپنے مولیٰ کی یاد میں شب و روز مستغرق۔

حضرت مفتی اعظم نے ہمیشہ دوسروں کے عیبوں کو چھپایا۔ آپ کی مجلس میں کوئی کسی کی غیبت نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے کبھی اپنے احسانات کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دوسروں کے احسانات کا ہمیشہ ذکر فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم، شیخ المشائخ اور شیخ الاسلام تھے ان کا اپنے پیرومرشد، حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ باطنی رابطہ انتہائی قوی تھا۔

حضرت مفتی اعظم کے شب روز اپنے آقا مولیٰ حضور اکرم ﷺ کی کامل متابعت اور عشق و محبت میں بسر ہوتے تھے۔ ماہ ربیع الاول شریف میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر آپ کے کیف و سرور کا کچھ اور ہی عالم ہوتا تھا۔

حضرت مفتی اعظم عشق مصطفیٰ ﷺ کی ولایت کے جس مقام پر فائز تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عالم برزخ میں بھی آپ کے پیش نظر صرف اور صرف جانِ جانانِ ایمان جہاں حضور اکرم ﷺ ہیں۔

کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ

حضرت مفتی اعظم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مظہر صفات محمدیہ ﷺ بنا کر مظہر صفات الہیہ (مظہر اللہ) بنایا۔ حضرت مفتی

اعظم اپنے آقا و مولیٰ حضور انور ﷺ کے عرفان کی دولت سے مالا مال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مظہر صفات محمدیہ ﷺ بنا کر اپنی صفات کا مظہر بنا دیا یعنی ”مظہر اللہ“ بنایا۔ آپ نے محبت الہی میں کمال حاصل فرمایا اور فنا فی اللہ کے درجے پر فائز ہو کر نہ صرف عارف کامل ہوئے بلکہ مقام رضا پر فائز ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم کا سینہ گنجینہ عشق و محبت اور ہر وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مستغرق رہتا تھا۔

حضرت مفتی اعظم نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے مبارک مہینہ یعنی شعبان المعظم، پیر کی مبارک شام (یعنی درمیانِ عصر و مغرب)، مبارک تاریخ یعنی ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء میں وصال فرمایا اور مفتی اعظم کی یہ دعا قبول ہوئی۔

در و فرقت میں ترے، اس زندگی کی شام ہو موت جب آئے توجیح و صل کا پیغام ہو

حضرت مفتی اعظم کی نماز جنازہ جامع مسجد دہلی کے سامنے خانوادہ مجددیہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی قدس سرہ العزیز نے پڑھائی اور تدفین لاکھوں مسلمانوں کی موجودگی میں جامع مسجد فتحپوری کے صحن میں ہوئی۔

گزارش عمر اپنی تم نے ساری فتح پوری میں بنی تربت بھی بالآخر تمہاری فتح پوری میں

اگست ۲۰۰۶ء میں آپ کا ۴۰واں عرس منایا گیا۔

حضرت مفتی اعظم کی اولاد امجاد کا تفصیلی ذکر ”تذکرہ مظہر مسعود“ میں موجود ہے۔ آپ کی سوانح میں ”خورشید جہاں تاب“ مطبوعہ ۲۰۰۴ء کراچی بھی قابل ذکر ہے جسے برادرِ طریقت صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی نے مرتب کیا۔ علاوہ ازیں آپ کے مرید صادق شیخ محمد یونس باڑی صاحب نے ”انوار مظہریہ“ کے عنوان سے آپ کا دنواں تذکرہ مرتب کیا ہے ادارہ مسعودیہ کراچی شائع کر چکا ہے۔

اس وقت حضرت مفتی اعظم کے فرزندِ دلہند، عالم اسلام کے عظیم محقق، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کے شیخ طریقت، سعادتِ لوح و قلم بہانی العصر، مسعود ملت مجددیہ حاضرہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ بقید حیات ہیں اور کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ آپ کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کا فیض چہار دہائی عالم میں جاری ہے، آپ کے فرزندِ دلہند اور جانشین حضرت مخدوم زادہ، صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب کی سیرتِ طیبہ اپنے جد امجد حضرت مفتی اعظم اور والد ماجد حضرت مسعود ملت کی مبارک سیرتوں کی آئینہ دار ہے۔ حضرت مخدوم زادہ صاحب کو اپنے والد ماجد حضرت مسعود ملت کے علاوہ حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرّم احمد صاحب جانشین مفتی اعظم اور محسنِ اہلسنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری سے بھی چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی جامع مسجد فتحپوری میں شاہی امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ کارو حانی فیض پہنچانے میں مصروف ہیں۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے خلفاء و سفراء کی تفصیل: ”تذکرہ مظہر مسعود“ (مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحب زادگان حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مظفر احمد صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد شرف احمد علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا حافظ قاری محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ قابل ذکر ہیں۔ صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی نے ”خلفائے مظہری“ کے عنوان سے مفصل کتاب لکھی ہے جو ۲۰۰۴ء میں کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ”خلفائے مسعود ملت“ کے عنوان سے بھی کتاب مرتب کر چکے ہیں جسے ادارہ مظہر اسلام، لاہور ۲۰۰۷ء میں شائع کر رہا ہے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کی تصانیف اور تالیفات کی تفصیل ”تذکرہ مظہر مسعود“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کی تصانیف اور تالیفات میں: ”ارکان دین، مظہر الاخلاق، مظہر العقائد، رسالہ در علم توقیت، شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، مکاتیب مظہری، فتاویٰ مظہری، مواعظ مظہری“ اور تفسیر مظہر القرآن قابل ذکر ہیں۔ جامع مسجد فتحپوری، دہلی میں حضرت مفتی اعظم کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

جو گل کھلے مدینہ میں خوشبو ہے ہند میں ہیں مرقد مظہر پہ چڑھے والضحیٰ کے پھول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ وَسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اختتامیہ

جولائی ۱۹۶۶ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج، کوئٹہ (بلوچستان) میں فقیر کا تبادلہ ہوا، ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء میں حضرت مولانا مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (شاہی امام و خطیب مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کا دہلی میں وصال ہوا اور فقیر آپ کے علمی آثار مرتب کرنے میں لگ گیا۔ رسالہ ”مظہر الاخلاق“ مرتب کیا جو ۱۹۶۸ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے شائع کیا۔ اس رسالے میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے حالات میں تصانیف کے ذیل میں ترجمہ قرآن اور تفسیری حواشی کا ذکر نہیں کیا گیا کیوں کہ فقیر کے علم میں یہ بات نہ تھی۔ سنہ مذکور میں جب یہ رسالہ محترم سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ (اکاؤنٹس آفیسر، محکمہ اوقاف لاہور) کی نظر سے گزرا تو انہوں نے ۱۹۶۸ء ہی میں خط لکھا اور فرمایا:

”تصانیف کے ذیل میں آپ نے ترجمہ قرآن اور تفسیر حواشی کا کیوں ذکر نہ فرمایا، یہ ترجمہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے فارسی ترجمہ سے اردو میں کیا ہے اور اس پر تفسیری حواشی بھی حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے لکھے ہیں۔“

چنانچہ فقیر نے ”فتاویٰ مظہری“ (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، ص ۴۰-۴۱) میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے حالات کے ذیل میں آپ کی تصانیف میں پہلی بار اس ترجمہ قرآن اور تفسیری حواشی کا ذکر کیا اور حاشیے میں مفصل نوٹ لکھا جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:-

”۱۹۶۸ء/۱۳۸۸ھ میں محترم سید مظہر الدین صاحب (لاہور) نے مطلع فرمایا کہ ان کے والد مرحوم سید محمد شفیع الدین صاحب نے ایک مترجم و محشی قرآن پاک طبع کرایا تھا، جس میں ترجمہ و تفسیری حواشی حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائے تھے لیکن ساتھ ہی ہدایت فرمادی تھی کہ یہ خدمت محض رضائے الہی کے لیے انجام دی ہے۔ اس لیے اس کی تشہیر نہ کی جائے۔ چنانچہ اس قرآن کریم میں نہ مترجم کا نام ہے اور نہ مفسر و محشی کا۔ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ علمی کارنامہ اب تک مخفی رہا۔ راقم جناب مظہر الدین صاحب کا ممنون ہے کہ انہوں نے اس راز کو افشاء فرمایا۔ جزاءہم اللہ الجزاء۔“

(فتاویٰ مظہری، کراچی۔ ۱۹۷۰ء، ص ۴۰، بحوالہ مکتوب سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ، ۱۹۶۸ء، از لاہور) اس ترجمہ کے طابع و ناشر جناب سید محمد شفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمۃ کے مرید تھے جو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے جد امجد حضرت محمد مسعود شاہ، محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ اس لیے سید

صاحب مرحوم حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی کمال تکریم فرماتے تھے، جمعۃ المبارک کی محافل میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے حجرہ شریف (مسجد فتحپوری، دہلی) میں بڑے ادب سے داہنی طرف دیوار کے ساتھ فقیر کے قریب ہی بیٹھتے تھے، فقیر سے بھی محبت فرماتے تھے اور ادب کا خیال رکھتے۔ حالانکہ اس وقت فقیر صرف نو دس سال ہی کا تھا۔۔۔ یہ ترجمہ و تفسیر حواشی متن قرآن کے ساتھ سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے پریس اقبال پرنٹنگ پریس دہلی میں ۱۳۶۱ھ میں چھپوایا تھا۔

۱۹۸۵ء میں سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ نے ایام علالت میں ایک اور خط لکھا جس میں پھر اس ترجمہ و تفسیر کی یاد دلائی اور لکھا:

”غالباً ۱۹۶۸ء میں آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات طبع کرانے کے لیے جمع فرما رہے تھے تو میں نے بھی کچھ مکتوبات آپ کو ارسال کئے تھے۔ اس خط میں بھی میں نے ترجمہ اور تفسیر کے متعلق تحریر کیا تھا۔“

(مکتوب محررہ ۷ جولائی ۱۹۸۵ء از لاہور)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے جن مکاتیب شریفہ کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے، اس کی پہلی جلد ۱۹۷۰ء میں کراچی سے شائع ہو گئی تھی اور اب دونوں جلدیں ایک ساتھ ادارہ مسعودیہ نے ۱۹۹۹ء میں کراچی سے شائع کر دی ہیں۔ اس کے صفحہ ۳۸۰-۳۸۲ پر سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ کے نام حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے خطوط ہیں۔

سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے محولہ بالا خط میں ترجمہ اور تفسیری حواشی پر نظر ثانی کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے کتابت و طباعت کے مرحلوں تک ترجمہ اور تفسیری حواشی کی نگرانی فرمائی۔۔۔ اس مکتوب کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ ترجمہ کے مرحلے کا ذکر کرتے ہوئے سید صاحب مرحوم فرماتے ہیں:

”والد صاحب قبلہ بعد نماز فجر فتحپوری پہنچ جاتے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات اور مشغولات سے فارغ ہو کر روزانہ دو گھنٹے ترجمہ پر صرف فرمایا کرتے تھے۔ اکثر مناسب اور صحیح الفاظ کے انتخاب میں اور بھی زیادہ وقت لگ جایا کرتا۔“

تفسیری حواشی کے لیے لکھتے ہیں:-

”اس قرآن پاک کے حاشیے پر جو تفسیر ہے اس کی نظر ثانی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، جس کے لیے متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا تا کہ حاشیہ ہر لحاظ سے اور ہر طبقے کے لیے مفید ثابت ہو۔ خصوصاً عقائد کی درستگی کا بہت خیال رکھا گیا تھا۔“

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمۃ کو ترجمہ املا کرایا اور تفسیری حواشی لکھوائے۔

ترجمہ کی تکمیل کے بارے میں سید صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں:-

”اتنا بڑا اور اہم کام نہایت خاموشی سے غالباً دس گیارہ ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد سرانجام پایا تھا پھر نہ کبھی خود اپنی زبان مبارک سے کسی سے اس کا تذکرہ فرمایا بلکہ والد صاحب قبلہ کو منع فرمادیا کہ ترجمہ کے

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری

جلد 10

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ ”ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف“

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان